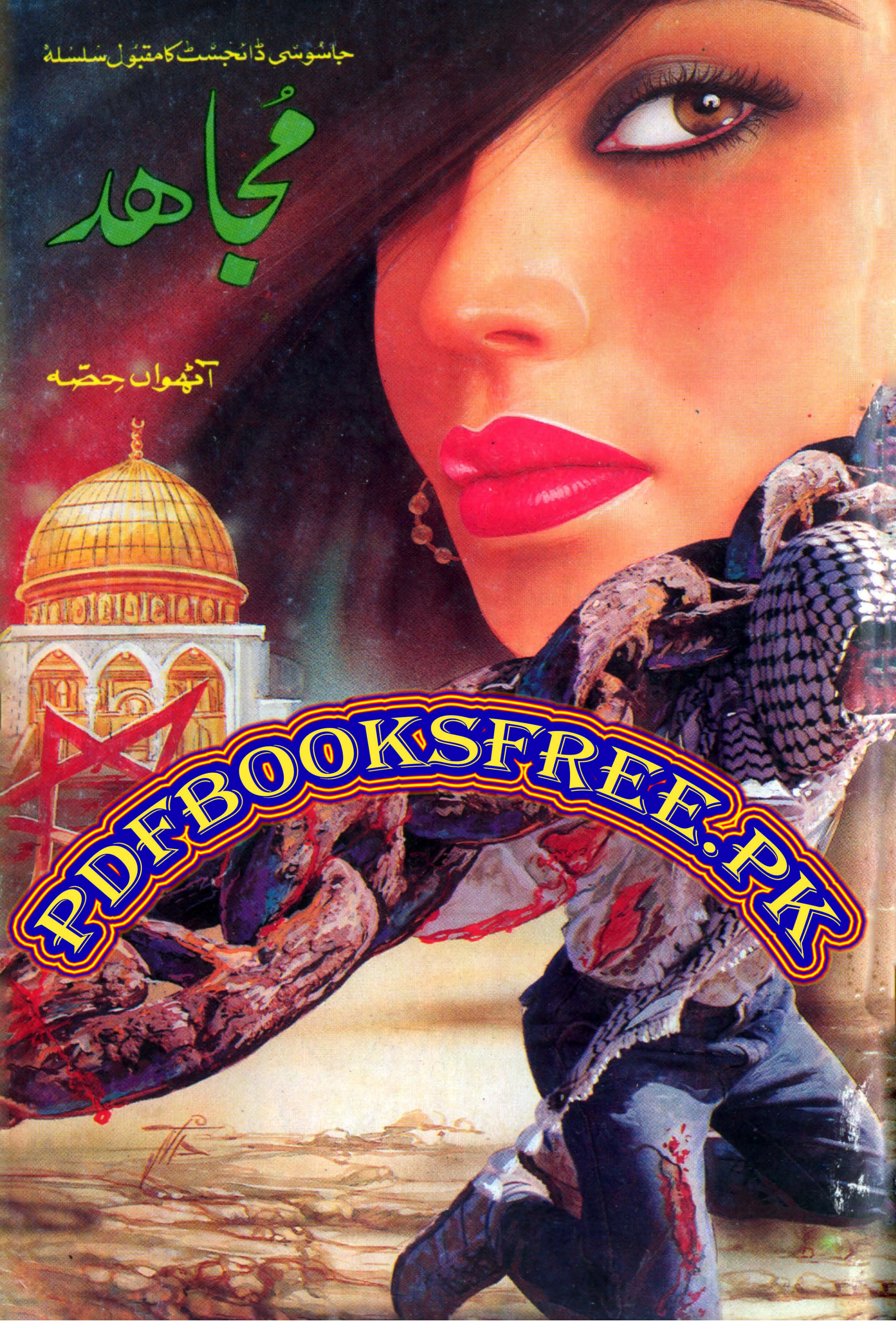
جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ
مُجاھد
آٹھواں حصہ
PDFBOOKSFREE.PK

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

جاسوسی ڈائجسٹ کا مقبول سلسلہ

جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں
جب خون جگر برفاب ہوا

مجاھد

علی یہ خان

آٹھواں حصہ

ایک راندۂ درگاہ قوم کی عیاریوں کا طلسم خانہ
ایک ٹھکرائے ہوئے قبیلے کی وحشتوں کا خوں رنگ فسانہ

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر 23 رمضان چیمبرز
بلموریا اسٹریٹ۔ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی 74200

2268 Phone : 61940
Shaheen Library
SAHIWAL.

آزمائش کی کڑی دھوپ میں ایک پاکستانی جانباز کا سفر

انسانی زندگی واقعات کا ایک عجائب خانہ ہے۔ جس طرح ایک چنگاری کبھی کبھی خرمن کو جلا کر خاکستر کر دیتی ہے اسی طرح کوئی معمولی سا واقعہ بھی کسی کی زندگی کا نقشہ تبدیل کر دیتا ہے، سوچ کے زاویے بدل دیتا ہے۔

میں پلک جھپکائے بغیر اسے گھور رہا تھا۔ میں نے اپنی سانسیں تک روک لی تھیں اور میرے جسم کے سارے عضلات تن گئے تھے۔ امکان یہی تھا کہ پہلے وہ مجھ پر فائر کرے گا اس کے بعد تہذیب کا نمبر آئے گا۔ زندگی بچانے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ اس طرح خاموشی سے ہاتھ پیر ہلائے بغیر مر جانا میں کیسے گوارا کر سکتا تھا۔

لیڈر کے ہونٹ بھنچے ہوئے تھے اور ریوالور والا ہاتھ نیچے کی طرف آرہا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جیسے ہی ریوالور کی نال کے نشانے پر میرا سر آئے گا وہ ٹرائیگر دبا دے گا مجھے اسی لمحے کا انتظار تھا۔ اس وقت مجھے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرنا تھا۔ ریوالور سے نکلی ہوئی گولی سے بچنا ایک ناممکن سا کام ہے مگر مجھے اس کی کوشش تو بہرحال کرنی تھی۔ یہ میری صلاحیتوں کے امتحان کا وقت تھا۔ مجھے بھوسے کے ڈھیر پر میں اس وقت لوٹ لگاتا تھی جب وہ ٹرائیگر پر دباؤ ڈال رہا ہو۔ بھوسے کا وہ ڈھیر جو میرے تیزی سے حرکت کرنے کی راہ میں مزاحم تھا اگر ایک بار میں اس کی گولی سے بچ جاتا تو پھر میں رکنے والا نہیں تھا۔ ایک لوٹ لگانے کے بعد دوسری لوٹ مجھے اس ڈھیر سے باہر لے جاتی۔ اس کے بعد میں اپنی مکمل پھرتی کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ قسمت نے یاوری کی تو ان میں سے کسی ایک کو تو لے ہی بیٹھوں گا ورنہ اللہ مالک ہے۔ کوشش سے زیادہ میں اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

لیڈر کا ہاتھ سامنے آگیا اور میں اس وقت جب ریوالور کا رخ میرے بالوں کی طرف رہا ہوگا، میں نے بھوسے کے ڈھیر پر لوٹ لگا دی۔ ایک فائر ہوا، گولی میرے نہیں لگی تھی۔ میں بالکل محفوظ رہا تھا۔ اس ایکشن میں میں نے دوسری بار لوٹ لگائی۔ دوسرے فائر کی آواز آئی مگر میں اب بھی محفوظ تھا۔ نہ صرف محفوظ بلکہ بھوسے کے ڈھیر سے بھی نکل چکا تھا۔ اب میرے نیچے پختہ زمین تھی۔

لگاتار تیسرا فائر ہوا مگر میں اپنی جگہ تھا ہی کب۔ میں تو قلابازی کھا کر وہ جگہ بھی چھوڑ چکا تھا۔ نہ صرف میں نے جگہ چھوڑی تھی بلکہ بڑی سرعت سے کھڑے ہو کر اس جگہ چھلانگ بھی لگا دی تھی جہاں لیڈر کھڑا ہوا تھا۔ میرے جسم میں بجلی سی کوندی تھی۔ اس وقت صرف میرا دماغ اور جسم متحرک تھا۔ جسمانی حرکات میرے دماغ سے پوری طرح ہم آہنگ تھیں لیکن مجھے کچھ نظر نہیں آرہا تھا۔ معاملہ آنکھوں کا تھا بھی نہیں۔ یہ تو اندازوں کا کھیل تھا۔ اندازے اور پھرتی کا۔ جو فریق اس میں سبقت لے جاتا اسی کی کامیابی کے امکانات روشن ہو جاتے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے یقین تھا کہ مجھ سے اندازوں کی غلطی نہیں ہوئی تھی۔ ہونی بھی نہیں چاہیے تھی۔ اس لیے کہ میری تو تربیت ہی اس انداز میں ہوئی تھی کہ کسی بھی آڑے ترچھے وقت کہیں بھی اندازے کی غلطی ممکن نہ ہو لیکن اس وقت مجھے شدید ترین دھچکا لگا جب میں اپنے ہدف سے نہیں ٹکرایا۔ میں فضا میں اُڑتا ہوا زمین پر جا گرا۔ میرے ہوش اُڑ گئے۔ مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ مجھ سے ایسی بھیانک غلطی سرزد ہو چکی ہے۔ اس قسم کے مقابلوں میں ذرا سی غلطی کی بھی گنجائش نہیں ہوتی۔ ایک غلطی کا مطلب یقینی شکست ہوتا ہے۔

زمین سے ٹکراتے ہی میں نے تیزی سے کروٹیں پر کروٹیں بدلیں تاکہ آسانی سے کسی فائر کی زد میں نہ آؤں لیکن میری سماعت سے کوئی دھماکا نہیں ٹکرایا۔ مجھ پر کوئی فائر نہیں کیا گیا۔ یہ ایک حیران کن بات تھی۔ کیا ان لوگوں نے اپنی پوزیشنیں تبدیل کر لی تھیں۔

لیکن دفعتاً میرا جسم کسی سے ٹکرایا اور میں نے اُسے جکڑ لیا۔ جو ہاتھ آ جائے وہی غنیمت ہے۔ مگر یہ کیا... ؟ وہ تو ایک بے جان جسم تھا اور پھر اچانک ہی مجھے احساس ہوا کہ فارم ہاؤس میں کچھ اور لوگ بھی موجود ہیں۔ میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ اس سارے عمل میں بمشکل تین سیکنڈ لگے ہوں گے۔

"واہ! تم نے تو کمال کر دیا۔" ان کچھ اور لوگوں میں سے ایک نے کہا۔ "تم نے بے مثال پھرتی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

اُن کی تعداد چھ تھی اور وہ دروازے کے نزدیک ہی کھڑے تھے۔ سب کے سب مسلح تھے مگر میری طرف کسی کے ریوالور کا بھی رُخ نہیں تھا۔ میں نے فارم ہاؤس پر نگاہ دوڑائی۔ وہ تینوں افراد جنھوں نے مجھے اور تہذیب کو ریوالور کی زد پہ رکھا تھا اب زمین پر مُردہ پڑے تھے۔ تینوں کے سر سے خون بہہ رہا تھا جب کہ چوتھا شخص خوف زدہ انداز میں ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔ میں حیران رہ گیا۔ گویا مجھ پر ایک فائر بھی نہیں کیا گیا تھا۔ وہ تینوں فائر جن کی آوازیں میں نے سُنی تھیں، ان نئے آنے والوں نے کیے تھے جس کا ثبوت وہ تینوں افراد تھے جو مر چکے تھے۔

تہذیب اپنی جگہ سے اٹھ کر میری طرف لپکی۔ "تم ٹھیک تو ہو نا؟" اس نے مضطربانہ انداز میں مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، میرے تو خراش تک نہیں آئی۔" میں نے کہا۔ "لیکن یہ ہمارے ان دوستوں کی مہربانی کی وجہ سے ہوا۔ تم کون ہو...؟"

"روڈا لیبو کے آدمی۔" اُن میں سے ایک نے کہا۔ "اس نے ہمیں تمھاری حفاظت پر مامور کیا تھا۔"

"اوہ! میں تو شروع میں یہ سمجھی تھی..."

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "نہیں روڈا لیبو ہمارے خلاف کوئی بڑا قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔"

"ہمیں افسوس ہے کہ ہماری ذرا سی تاخیر سے تمھیں ذہنی کوفت اور جسمانی کرب اٹھانا پڑا لیکن یہ تاخیر بے سبب نہیں تھی۔ ہم اطراف کا [illegible] لینے لگے تھے کہ کہیں یہاں ان لوگوں کے اور [illegible] تو نہیں ہیں۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمھاری جان لینے پر ہی تُل جائیں گے لیکن تمھاری جس پھرتی کا مظاہرہ ہم نے دیکھا ہے اُس کے پیشِ نظر ہمیں یقین ہے کہ کم از کم یہ لوگ تمھیں تو کوئی گزند نہیں پہنچا سکتے تھے۔"

"میں تمھارا شکر گزار ہوں دوستو۔ تمھاری آمد کی وجہ سے میں بڑی دشواریوں سے بچ گیا۔ کیا عجب کہ میں کسی گولی کی زد میں آ ہی جاتا۔"

"یہ ہماری ذمے داری تھی۔ اگر تمھیں کچھ ہو جاتا تو روڈا لیبو ہماری کھالیں تک اُتار لیتا۔ اب چلو، روڈا لیبو تشویش میں مبتلا ہو گیا ہو گا۔"

"چلو۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس کا کیا کرو گے؟" میں نے اُس چوتھے شخص کی طرف اشارہ کیا جو ہاتھ اٹھائے کھڑا تھا۔

"اسے بھی اس کے ساتھیوں کے پاس پہنچا دیتے ہیں۔" روڈا لیبو کے آدمی نے جواب دیا اور ریوالور کے ٹریگر پر اس کی اُنگلی کا دباؤ بڑھ گیا۔

"نہیں، اسے مارنا مت..." میں نے بوکھلا کر کہا لیکن اس سے پہلے ہی وہ فائر کر چکا تھا۔

"یہ تم نے کیا کیا؟" میں نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ ہمیں اغوا کرنے والوں کا آخری آدمی زمین پر پڑا تڑپ رہا تھا۔

"ہم خواہ مخواہ اپنے لیے کوئی مصیبت مول نہیں لے سکتے۔ اسے مار دینا ہی بہتر تھا۔"

"اس کی زندگی ہمارے لیے فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی۔ ہم اس سے قیمتی معلومات حاصل کرتے۔"

"ہمارے پاس ایسی کوئی ہدایت نہ تھی۔" اس شخص نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہمارا مقصد صرف یہ تھا کہ تم محفوظ رہو اور تم محفوظ ہو۔"

میں اسے گھور کر رہ گیا۔ اس کے علاوہ میں کر بھی کیا سکتا تھا۔

"چھوڑو علی۔" تہذیب نے سرگوشی کی۔ "ان لوگوں سے اُلجھنا فضول ہے۔ یہ تو حکم کے غلام ہیں۔"

چند ہی لمحے بعد میں اور تہذیب روڈا لیبو کے آدمیوں کے ساتھ واپس روانہ ہو رہے تھے۔ مجھے اس بات کا افسوس تھا کہ حملہ آوروں کا ایک آدمی قید میں آنے کے باوجود یہ معلوم نہ ہو سکا کہ ہم پر اس طرح حملہ کرنے والے کون لوگ تھے؟ روڈا لیبو کے آدمیوں نے جلد بازی کا مظاہرہ کر کے کام بگاڑ دیا تھا۔

ہماری واپسی پیدل ہی ہوئی تھی۔ اندھیرے راستوں پر بغیر کسی روشنی کے ہم نے ان کے ساتھ سفر کیا۔ اُن لوگوں کے پاس ٹارچیں موجود تھیں مگر انھوں نے روشن نہیں کیں شاید احتیاط کے پیشِ نظر ایسا کیا گیا تھا۔

واپسی کا سفر شاید آدھے گھنٹے سے کچھ زیادہ عرصے پر محیط تھا۔ دورانِ سفر مکمل طور پر خاموشی چھائی رہی تھی۔ کسی کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر روڈا لیبو کے کیمپ میں پہنچتے ہی ہمیں روڈا لیبو کے روبرو لے جایا گیا۔ ہمیں دیکھتے ہی روڈا لیبو مضطربانہ انداز میں ہماری طرف جھپٹا۔

"تم لوگ خیریت سے ہو نا؟" اس نے تشویشناک لہجے میں پوچھا۔

اب تک تو خیریت سے ہیں لیکن آئندہ کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ تم تو کہہ رہے تھے تمھارا کیمپ بالکل محفوظ ہے؟"

"اوہ! ہاں، میں نے کہا تھا، مگر دیکھو نا کسی کے ماتھے پر تو لکھا نہیں ہوتا۔ یہ تو ایک کیمپ ہے، ہر قسم کا آدمی یہاں آ سکتا ہے لیکن میں نے حفاظت کا پورا بندوبست کر رکھا ہے۔"

"میرا خیال تھا کہ اس تلخ کلامی کے بعد شاید غصے میں تم نے ہمیں اغوا کرا لیا ہے۔" تہذیب بولی۔

روڈا لیبو ہنسنے لگا۔ "مجھے یہ خطرہ بھی تھا کہ کہیں تم میری طرف سے بدگمان نہ ہو جاؤ۔ دراصل کبھی کبھار مجھے بلا وجہ ہی غصہ آ جاتا ہے جو بہرحال زیادہ دیر برقرار نہیں رہتا۔"

"ٹرانسمیٹر ٹھیک ہوا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

"ہاں، ٹرانسمیٹر کی خرابی دُور کر لی گئی ہے اور میں کنگ اٹلس سے بات بھی کر چکا ہوں۔ وہ تم سے گفتگو کرنے کے لیے بہت مضطرب ہے۔"

"تو دیر کیوں کر رہے ہو؟ اس سے بات کراؤ نا۔" میں نے کہا۔

"ابھی لو۔" روڈا لیبو نے ٹرانسمیٹر کی طرف بڑھتے ہوئے کہا اور چند ہی لمحوں کے اندر میں نے ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی آواز کہتے سُنی۔

"ہیلو کنگ اٹلس۔" میں نے آگے بڑھ کر کہا۔ "اُس وقت رابطہ ٹوٹنے کے باعث ہماری گفتگو نامکمل رہ گئی تھی۔ روڈا لیبو نے بتایا تھا کہ چند نامعلوم لوگوں نے تم دونوں کو اغوا کر لیا ہے۔ میں بہت پریشان تھا۔"

"یہ بڑی بات ہوئی کنگ۔" [illegible] روڈا لیبو کے آدمی الرٹ تھے۔ انھوں... ...ں ہار کرلیا ہے۔"

"بہت محتاط... ...ی ضرورت ہے۔ اس مشن کی کامیابی کے لیے ہم نے تمام تر امیدیں تم ہی سے وابستہ کر رکھی ہیں۔ تمھیں اگر کوئی نقصان پہنچا تو اس سے بڑا نقصان ہمیں پہنچے گا۔"

"ہمیں اس بات کا احساس ہے کنگ لیکن دشمن بہت چالاک ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم پر حاوی نہیں ہو پاتا۔" "شاید تم ڈی نوسٹر کے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟" کنگ کی آواز آئی۔

"ہاں، اُسے شبہ ہے کہ تم ہاروت رابیل کی کسی بڑی پیشکش پر فارمولوں سمیت ڈی نوسٹر کو اس کے حوالے کر دینے پر تیار ہو گئے ہو۔"

"کیا تمھیں اُس کی اس بات پر یقین آ گیا؟" کنگ اٹلس نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم لیکن اُس نے بڑے دو ٹوک انداز میں یہ بات کہی ہے۔ غالباً کوئی شخص تم سے ملا تھا جو ہاروت رابیل کا آدمی ہے۔ ڈی نوسٹر نے اسے دیکھ لیا تھا۔ اس کے علاوہ وہ تمھاری اور روڈا لیبو کی گفتگو سُننے میں بھی کامیاب ہو گیا تھا۔ اس لیے اُسے یقین ہے کہ تم لوگ اسے فارمولے فروخت نہیں کرنے دو گے۔"

"یہ تو بڑی تشویشناک بات ہے۔ حالاں کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ ہاروت رابیل کے ایجنٹ ہمارے پاس پہنچے ضرور تھے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ فارمولے تو منہ مانگی قیمت پر ہی فروخت کیے جائیں گے۔ اگر ہاروت رابیل مطلوبہ رقم ادا کر دیتا ہے تو فارمولے اُسی کو فروخت کر دینے میں کیا حرج ہے۔"

"بات اس حد تک ہو تو ٹھیک ہے لیکن اُسے خدشہ ہے کہ تم لوگ اسے بھی ہاروت رابیل کے حوالے کر دو گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہرگز نہیں، یہ اس کی غلط فہمی ہے۔ لیکن اب ہو گا کیا؟ اگر وہ اس غلط فہمی کا شکار ہو ہی گیا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ تم لوگوں سے تعاون نہیں کرے گا۔"

"آپ نے اس کام کے لیے ہم پر اعتماد کیا ہے مسٹر کنگ! اور یہ صرف آپ کی محبت ہی تھی کہ آپ نے ہمیں اس کے لیے ایک بڑے معاوضے کی پیش کش بھی کی۔ اب ہمیں اس سے غرض نہیں ہے کہ معاوضہ ہمیں ملتا ہے یا نہیں لیکن ہماری نظر میں آپ کے اس خلوص کی جو قدر و قیمت ہے آپ اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ اسی لیے ہم نے ڈی فوسٹر پر اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دیں۔ آپ نے ایک بات پر غور نہیں کیا مسٹر کنگ۔" میں نے کہا۔ "اسے معلوم تھا کہ آپ نے ہمیں اس کے پاس بھیجا ہے، اس کے باوجود بھی اس نے ہمیں وہ باتیں بتا دیں جنھیں اب تک چھپاتا آیا تھا۔"

"اوہ ہاں، واقعی یہ بات غور طلب ہے۔" کنگ کی آواز آئی۔ "مجھے بتاؤ کہ تم نے اس سے یہ ساری باتیں کیسے اگلوالیں؟"

"یہی تو کمال ہے مسٹر کنگ! ہم نے اسے نہ صرف خود پر اعتماد کرنے کے لیے مجبور کر دیا بلکہ فارمولوں کی فروخت کے سلسلے میں اس نے ہمیں ایک پیش کش بھی کی ہے۔"

"کیا پیش کش کی ہے؟" کنگ اٹلس کی آواز میں حیرتوں کا سمندر لہریں لے رہا تھا۔

"اس نے ہماری خدمات اپنے لیے طلب کی ہیں۔ اگر ہم فارمولوں کی فروخت میں اس کی مدد کریں تو وہ ہمیں حاصل شدہ رقم کا پچاس فیصد دینے کو تیار ہے۔"

"اور تم یہ بات مجھے بتا رہے ہو؟" کنگ اٹلس کی آواز میں ناقابلِ یقین حیرت تھی۔

"ظاہر ہے مسٹر کنگ! ہم آپ کے لیے کام کر رہے ہیں۔ ڈی فوسٹر سے ملاقات کی روداد آپ کے گوش گزار کرنا ہم پر لازم ہے۔"

"لیکن اس کی پیش کش بڑی شاندار ہے۔ اسے قبول کر لینے میں کیا حرج ہے؟"

"آپ کی بات میرے لیے سخت تکلیف دہ ہے مسٹر کنگ! ہمارا آپ سے کاروباری تعلق بعد میں ہے۔ آپ ہمارے آنجہانی والد کے دوست ہیں۔ ہم کبھی سوچ بھی نہیں سکتے کہ کبھی ہماری وجہ سے آپ کے کسی مفاد پر ضرب پڑے، آپ کے منہ سے ایسی بات سن کر مجھے بہت افسوس ہوا ہے مسٹر کنگ!"

"اوہ، مجھے معاف کر دینا میرے بچے! مجھے واقعی ایسی بات نہیں کرنا چاہیے تھی۔ مجھے خیال نہیں رہا تھا کہ تم لوگ ایک اصول پرست شخص کی اولاد ہو۔ تم لوگوں کو بھی اسی کی طرح اصول پرست ہونا چاہیے۔ دراصل میرا تعلق جس کاروبار سے ہے، وہاں اخلاقی اصول بالکل بھی نہیں چلتے۔ دولت ہی سب سے بڑا اصول ہے۔"

"ہمارے بارے میں آپ اس انداز میں کبھی مت سوچیے گا مسٹر کنگ۔ بے شک، ہم بھی پیسے کو اہمیت دیتے ہیں، دولت کی ہمارے لیے بھی بہت اہمیت ہے لیکن اتنی زیادہ نہیں کہ اس کی خاطر ہم اپنوں کو کوئی نقصان پہنچا دیں۔ دولت تو قطعی ثانوی چیز ہے مسٹر کنگ! اور پھر ہمیں اتنی دولت کا کرنا بھی کیا ہے؟"

"میں پہلے ہی معذرت کر چکا ہوں۔" کنگ نے ہنس کر کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ اس صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تم نے کیا سوچا ہے؟"

"آپ تجربے کار اور جہاں دیدہ آدمی ہیں مسٹر کنگ! اگر آپ کے ذہن میں کوئی تجویز ہے تو میں اس پر عمل کرنے کے لیے تیار ہوں لیکن اگر آپ یہ معاملہ ہم دونوں پر چھوڑنا چاہتے ہیں تو ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم ہر قیمت پر ڈی فوسٹر سے فارمولے حاصل کر لیں گے۔"

"تمھارا جہاں دیدہ اور تجربے کار انکل اگر خود کچھ کر سکتا تو اس نے تمھاری خدمات ہرگز حاصل نہ کی ہوتیں۔ یہ بہت بڑا معاملہ ہے اور میرے بس سے باہر ہے۔ مجھے ایسے معاملات کا ذرا بھی تجربہ نہیں ہے۔ اس لیے میں اس پیچیدہ صورتِ حال سے نمٹنے کی ساری ذمّے داری تمھیں سونپتا ہوں۔"

"اس اعتماد کے لیے میں آپ کا شکر گزار ہوں کنگ! لیکن پہلے یہ معلوم ہونا چاہیے کہ کیا ہاروت رابیل کے ایجنٹوں نے واقعی آپ سے رابطہ قائم کیا تھا؟"

"ہاروت رابیل کے ایجنٹوں سے ہماری ملاقات ضرور ہوئی ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟ میں چاہتا ہوں کہ پہلے فارمولوں کی قیمت کا تعیّن ہو جائے تاکہ ہم ہاروت رابیل سے اس سے بھی بڑی رقم کا مطالبہ کر سکیں۔ اگر وہ ہمیں فارمولوں کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے پر تیار ہو جائے تو ہم فارمولے اس کے حوالے کر دیں گے۔ بصورتِ دیگر جو پارٹی بھی زیادہ ادائیگی کرے گی، فارمولے اسی کو دیے جائیں گے۔"

"آپ کی تجویز نہایت معقول ہے مسٹر کنگ لیکن اس کے لیے فارمولوں کا ہمارے قبضے میں ہونا بہت ضروری ہے۔"

"بالکل! میرے کہنے کا مطلب بھی یہی تھا بغیر فارمولوں کے تو ہم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔"

"اس مقصد کے لیے ہم نے ایک منصوبہ بنایا ہے۔ جسے آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں۔ اس کے بعد آپ جو فیصلہ بھی کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں، یہ تمھاری فیلڈ ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں ہے کہ تم ڈی فوسٹر سے فارمولے کس طرح حاصل کرتے ہو۔ مجھے تو بس وہ فارمولے چاہئیں۔"

"اس کے باوجود میں یہی چاہوں گا کہ آپ کو نہ صرف اپنے منصوبے سے آگاہ کر دوں بلکہ اس پر آپ سے منظوری بھی لے لوں۔"

"اگر تم اس پر مصر ہو تو یوں ہی سہی۔ بتاؤ، میں سن رہا ہوں۔"

"مسٹر کنگ۔" میں نے نپے تلے انداز میں کہا۔ "ہم ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے فرار ہونا چاہتے ہیں۔"

"کیا؟" ٹرانسمیٹر سے کنگ اٹلس کی متحیرانہ آواز سنائی دی۔ مجھے یقین تھا کہ مارے حیرت کے اس کا منہ کھل گیا ہوگا۔

"جی ہاں۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "ہم نے جو منصوبہ بنایا ہے اس کے لیے یہ فرار بہت ضروری ہوگا۔"

"کیا تم مجھے اس منصوبے سے تفصیلی طور پر آگاہ کرنا پسند کرو گے؟" کنگ اٹلس کی آواز میں اضطراب تھا۔

"ہمارے فرار کا ڈراما اس طرح کھیلا جائے گا کہ اس پر مصنوعی ہونے کا گمان بھی نہ ہو۔ ورنہ سارا کھیل بگڑ جائے گا۔ مسٹر روڈا ٹیبو اس فرار کے انتظامات کریں گے۔ فرار ہوتے وقت ہمارا تعاقب بھی کیا جائے گا اور ہم پر فائرنگ بھی کی جائے گی۔ اس مصنوعی مقابلے کے بعد ہم ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"

"اوہ، یعنی اس طرح تم اس کا اعتماد حاصل کرنا چاہتے ہو تاکہ اس سے فارمولے حاصل کر سکو۔"

"ہم اس کا اعتماد ضرور حاصل کرنا چاہتے ہیں لیکن اس سے فارمولے حاصل کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا۔ ہم ڈی فوسٹر کو یہاں سے فرار کرا کے ہمبرگ لے جائیں گے اور وہاں جس جگہ قیام کریں گے اس سے آپ کو مطلع کر دیں گے۔ اس کے بعد آپ کے ذریعے کچھ نقلی گاہک مہیا کیے جائیں گے جو گاہک فارمولوں کی منہ مانگی قیمت ادا کرنے پر تیار ہوں گے چنانچہ سودا ہو جائے گا، فارمولے ہاتھ آ جائیں گے اور ادائیگی بھی ہو جائے گی لیکن آپ کو علم ہے کہ یہ لوگ کون ہوں گے اور تم کہاں جائے گی؟"

روڈا ٹیبو حیرت سے آنکھیں پھاڑے مجھے گھور رہا تھا۔ تہذیب اپنے تاثرات چھپانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی اور ٹرانسمیٹر پر سناٹا چھایا ہوا تھا۔

"ہیلو کنگ اٹلس!" میں نے ٹرانسمیٹر میں کہا۔ "خاموش کیوں ہیں؟ کیا آپ کو میری تجویز سے اتفاق نہیں ہے؟"

"یہ بات نہیں ہے۔" کنگ اٹلس کی لرزتی ہوئی آواز سنائی دی۔ "میں تمھاری ذہانت پر حیران ہو رہا ہوں۔ اتنی کم عمری میں تم نے اس قدر ذہانت کہاں سے حاصل کر لی؟"

"یہ ان باتوں کا وقت نہیں ہے کنگ۔" میں نے کہا۔ "میں نے اپنے منصوبے کے بارے میں آپ سے رائے طلب کی تھی۔"

"تمھارا منصوبہ اس قدر مکمل ہے کہ اس سے اختلاف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ڈی فوسٹر سے فارمولے حاصل کرنے کے لیے اس سے بہتر طریقہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ وہ یقینی طریقہ ہے جس پر عمل کر کے فارمولے ہمارے قبضے میں آ جائیں گے اور اس کے بعد ہم جس طرح چاہیں گے ان کا سودا کر سکیں گے۔"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"گویا آپ کو میری تجویز منظور ہے؟"

"دل و جان سے منظور ہے میرے بچے! میں روڈ ایلبو کو ہدایت دے دیتا ہوں۔ وہ تم سے ہر طرح کا تعاون کرے گا۔ فارمولوں کی فروخت سے حاصل ہونے والی رقم میں بھی وہ برابر کا حصے دار ہے اور اب وہی تمھیں بتائے گا کہ کب کیا کرنا ہے۔ اس دوران تم اپنا کام جاری رکھو۔ ڈی فوسٹر کو پوری طرح شیشے میں اُتار لو۔"

"ڈی فوسٹر کو تو ہم پہلے ہی شیشے میں اُتار چکے ہیں اب تو صرف اسے یقین دلانے کے لیے عمل کرنے کی ضرورت ہے۔"

"میرا یہی مطلب ہے۔ روڈ ایلبو کے ساتھ مل کر فرار کے ڈرامے کی تفصیلات طے کر لو۔ فرار کا پورا پروگرام تمھاری مرضی کے مطابق طے ہو گا۔ اس ڈرامے میں حقیقت کا رنگ بھرنے کے لیے اگر تم چاہو تو دو چار آدمیوں کو موت کے گھاٹ بھی اُتار سکتے ہو۔ یہ آدمی تمھیں روڈ ایلبو مہیا کرے گا۔"

"ہرگز نہیں" میں نے کہا۔ "اپنے ساتھیوں میں سے میں کسی کو بھی قتل نہیں کر سکتا۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ دو چار لوگوں کی موت کو بھی ڈرامے کا ایک حصہ بنا دیا جائے۔"

"تمھارا مطلب ہے کہ ان کی موت حقیقی نہ ہو بلکہ وہ اپنے مرنے کا ناٹک رچائیں۔"

"جی ہاں انکل، فرار ہوتے وقت ظاہر ہے ہمیں روکنے کی کوشش کی جائے گی اور ہم ان لوگوں کا مقابلہ کریں گے اور یہ سب کچھ ڈی فوسٹر کو مطمئن کرنے کے لیے ہو گا۔"

"کہیں ایسا نہ ہو کہ ڈی فوسٹر اس ڈرامے کی حقیقت سے آگاہ ہو جائے۔" کنگ اٹلس کی آواز سے تشویش عیاں تھی۔

"اُسے اتنا ہوش کہاں ہو گا کہ ایسی باتوں پر توجہ دے سکے۔ یہ چیزیں تو صرف ایسے لوگ بھانپ سکتے ہیں جو لڑائی جھگڑائی کی دُنیا کے آدمی ہوتے ہیں۔ اور ڈی فوسٹر کے بارے میں یہ بات یقین سے کہی جا سکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کے کسی حصے میں بھی جنگ و جدال سے نہیں گزرا ہو گا۔ وہ تو انکل فقط ایک سائنس دان ہے۔ گولیوں کی آوازیں سنتے ہی اس کے ہوش و حواس جواب دے جائیں گے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ منصوبہ بناتے وقت تم ہر قسم کی جزئیات پر نظر رکھتے ہو۔" کنگ اٹلس نے پُرتحسین انداز میں کہا۔

"منصوبہ اگر بے داغ اور مکمل نہ ہو انکل تو اس کی کامیابی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکتی۔"

"میں تمھاری کامیابی کے لیے دعا گو رہوں گا اور مجھے اب مکمل طور پر یقین ہو چلا ہے کہ تم اس معرکے سے سُرخرو ہو کر نکلو گے لیکن اس کے بعد بھی تمھاری جان مجھ سے نہیں چھوٹ سکے گی۔"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکا انکل!" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تم جیسے باصلاحیت آدمی سے ہاتھ دھونا کون پسند کرے گا اور پھر تمھیں اس کام کی تکمیل پر جو رقم ملے گی وہ تمھاری صلاحیتوں کے مقابلے میں بہت حقیر ہو گی۔"

"بات رقم کی نہیں ہے انکل! بات تو پُرخلوص لوگوں کی ہے۔ آپ جیسا ہمدرد ہمیں کہاں ملے گا۔ ہم تو خود آپ سے علیحدہ ہونا پسند نہیں کریں گے۔"

"گویا میری لاٹری نکل آئی۔" کنگ اٹلس نے ہنستے ہوئے کہا۔

"لاٹری تو ہماری نکلی ہے انکل! ہماری بے مقصد زندگی کو ایک سمت مل گئی ہے۔"

"خیر خیر" کنگ اٹلس ہنسنے لگا۔ "یہ بات طے ہو گئی کہ اب تم دونوں میرے پاس رہو گے اور میرے لیے ہی کام کرو گے۔"

"بالکل طے ہو گئی۔ بلکہ آپ ابھی سے ہمیں اپنی ملازمت میں لے لیں اور ہماری تنخواہ طے کر دیں۔"

"سب ہو جائے گا۔ فی الحال تو تم روڈ ایلبو کو ٹرانسمیٹر کے قریب بلاؤ۔ میں اسے ضروری ہدایات دے دوں۔"

کنگ اٹلس کی بات سُن کر روڈ ایلبو خود ہی آگے بڑھ کر ٹرانسمیٹر کے قریب آ گیا۔ میں پیچھے ہٹ کر تہذیب کے پاس جا کھڑا ہوا۔ تہذیب کی آنکھوں میں حیرت تھی، استعجاب تھا اور استفہام تھا۔ میں نے صرف مسکرانے پر اکتفا کیا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ میرے اقدام سے مطمئن نہیں ہے۔ حالاں کہ اُسے مطمئن ہونا چاہیے تھا۔ یقیناً اس کے ذہن میں بہت سے سوالات گردش کر رہے ہوں گے۔ وہ موقع کی منتظر تھی تنہائی میسر آتے ہی وہ ایک بار پھر اپنے سوالات سمیت مجھ پر حملہ آور ہو جاتی مگر اسے نہیں معلوم تھا کہ میں اس کے بیشتر سوالوں کے جواب نہیں دُوں گا۔ مجھے تو یہ امید بھی نہیں تھی کہ اب ہمیں ایسی تنہائی مل سکے گی جس میں ہم کھل کر گفتگو کر سکیں۔

روڈ ایلبو ٹرانسمیٹر پر کنگ اٹلس سے ہدایات وصول کر رہا تھا۔ چند لمحوں بعد ٹرانسمیٹر کا رابطہ منقطع کر کے وہ ہماری طرف پلٹا۔

"میں اپنے رویّے پر شرمندہ ہوں۔" اس نے مجھے

مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمھارے ساتھ واقعی زیادتی کی تھی۔"

"کیا کہہ رہے ہو روڈ ایلبو؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "کون سا رویّہ اور کیسی زیادتی؟"

"زیادتی تو یقیناً ہوئی تھی۔" روڈ ایلبو نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔ "اس وقت تم سے یہ معلوم کرنے کے لیے کہ ڈی فوسٹر نے تمھیں کیا بتایا ہے، میں کچھ زیادہ ہی آگے بڑھ گیا تھا۔۔۔"

"یہ کوئی ایسی خاص بات تو نہیں روڈ ایلبو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "حیرت تو اس بات پر ہے کہ تمھیں اتنی جلدی اپنی غلطی کا احساس کیسے ہو گیا؟"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرا غصّہ بہت جلدی اُتر جاتا ہے۔ تمھارے جانے کے بعد جب میرا غصّہ اُترا تو میں نے ٹھنڈے دل سے تمھاری باتوں پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ تم ٹھیک کہہ رہے تھے۔"

"بدقسمتی سے اس وقت مجھے یاد نہیں آ رہا کہ میں نے کیا کہا تھا۔" میں نے ذہن پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ویسے تو خیر میں اکثر ہی ٹھیک کہا کرتا ہوں۔۔۔ مگر اس وقت میں نے کیا کہا تھا؟"

"میں تم سے پوری بات معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔ مگر تم نے کہا کہ چونکہ تم کنگ اٹلس کے لیے کام کر رہے ہو اس لیے ہر بات سب سے پہلے اُس کے علم میں لانا تم پر لازم ہے۔"

"اوہ ہاں، مجھے یاد آ گیا۔" میں نے بے حد سنجیدہ ہوتے ہوئے کہا۔ "بُرا مت ماننا روڈ ایلبو لیکن یہ ہمارا اصول ہے جس پر ہم سختی سے قائم رہتے ہیں اور آئندہ بھی ہم اسی اصول پر قائم رہیں گے۔"

"میں پہلے ہی تمھاری بات تسلیم کر چکا ہوں۔" روڈ ایلبو نے بظاہر فراخدلی سے کہا مگر اس کے چہرے سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اُسے میری بات ناگوار گزری ہے۔ وہ یقیناً یہ چاہ رہا تھا کہ ہم اپنے آئندہ منصوبوں میں اسے شریک کرتے رہیں تاکہ وہ تازہ ترین صورتِ حال سے باخبر رہے لیکن ظاہر ہے، میں ایسا کوئی خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ میں تو پہلے ہی دُہرا کھیل کھیل رہا تھا۔ میں نے اور تہذیب نے ایک انتہائی خطیر رقم کے عوض اوشیل میکاٹیل کے لیے کام کرنا قبول کیا تھا۔ اس کے بعد مطلب برآری کے لیے ہمیں کنگ اٹلس کے لیے کام کرنے کی ہامی بھرنا پڑی اور اب درمیان میں ڈی فوسٹر آ کودا تھا۔ معاملات اتنے اُلجھ گئے تھے کہ میں خود اپنے آئندہ قدم کی ضمانت نہیں دے سکتا تھا۔ کسی بھی قدم پہ مجھ سے کوئی لغزش سرزد ہو سکتی تھی اور کام کی نزاکت کے پیشِ نظر ظاہر ہے میں اس کا متحمل نہیں ہو سکتا تھا۔ معاملہ اگر صرف ایک پارٹی کا ہوتا تو میں ہرگز روڈ ایلبو سے نہ اُلجھتا۔ مگر اب میں اس کے لیے مجبور تھا۔ میں اس پر رُعب ڈالنے میں کامیاب ہو گیا تھا لہٰذا اب سکون سے اپنا کام جاری رکھ سکتا تھا۔

"کنگ اٹلس سے تمھاری بات ہو گئی؟" میں نے سرسری انداز میں روڈ ایلبو سے کہا۔ "اس نے تمھیں کیا ہدایات دی ہیں۔"

"اس کا اندازہ تو تمھیں ہو گا ہی۔" روڈ ایلبو نے کہا۔ "اس نے مجھے تلقین کی ہے کہ ڈی فوسٹر کو تمھارے ساتھ فرار کرانے میں ہر طرح سے تعاون کروں۔"

"ہاں، مجھے یہ بات معلوم تھی لیکن ظاہر ہے کہ فوری طور پر تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ تمھیں بھی ہمارے مصنوعی فرار کے انتظامات کرنے کے لیے خاصا وقت درکار ہو گا؟"

"میں کوشش کروں گا کہ یہ کام جلد از جلد مکمل کر لوں تاہم کل شام سے قبل سارے انتظامات مکمل کرنا ممکن نہیں ہو گا۔"

"اور مسٹر روڈ ایلبو ان انتظامات کو مکمل کرنے کے ضمن میں تمھیں ہماری ضرورت تو نہیں پڑے گی؟"

"نہیں، لیکن میں چاہوں گا کہ سارے انتظامات مکمل کرنے کے بعد انھیں تمھارے علم میں لے آؤں تاکہ اگر تم کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے خواہشمند ہو تو قبل از وقت کر سکو۔"

"میرے خیال میں تو کسی قسم کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ تم تو ایسے کاموں کے ماہر ہو گئے۔"

"ویسے تو میرے سارے ہی آدمی بہترین ہیں لیکن اس کام کے لیے میں خاص قسم کے لوگوں کا انتخاب کروں گا جو انتہائی قابلِ اعتماد بھی ہیں۔"

"اس کے علاوہ ہمیں اور کیا چاہیے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔

"رات گزارنے کے لیے ٹھکانا؟" تہذیب بے ساختہ بولی۔

"اوہ! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔" روڈ ایلبو نے شرمندگی سے کہا۔ "تم لوگ بہت تھکے ہوئے ہو گے۔ آؤ تمھیں تمھارے ٹھکانے تک پہنچا دوں۔"

ہمیں واپس اسی عمارت میں پہنچا دیا گیا جہاں ڈی فوسٹر قید تھا۔ ڈی فوسٹر لیٹا ہوا تھا مگر سو نہیں رہا تھا۔ ہمارے قدموں کی آہٹ سُن کر اُٹھ بیٹھا۔

"آگاہ کر دیا ساری باتوں سے اپنے آقاؤں کو؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"آپ نے خود ہی تو کہا تھا مسٹر ڈی فوسٹر کہ اگر ہم چاہیں تو انھیں ساری باتیں بتا سکتے ہیں۔"

"وہی تو میں پوچھ رہا ہوں۔ تم نے میرے کہنے پر عمل کیا یا نہیں؟"

"نہیں مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہم نے انھیں کچھ بھی نہیں بتایا۔"

"تم جھوٹ بول رہے ہو۔" ڈی فوسٹر نے بے اعتباری سے کہا۔

"آپ جس قسم کے حالات سے دوچار ہیں مسٹر ڈی فوسٹر اُن کے پیشِ نظر ہم آپ کی تلخ سے تلخ بات بھی نظر انداز کرنے کے لیے مجبور ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے حقیقت بہت تلخ ہوتی ہے۔" ڈی فوسٹر نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "اور میں چونکہ حقائق پر مشتمل گفتگو کرتا ہوں اس لیے دوسروں کو وہ گفتگو تلخ ہی معلوم ہوتی ہے۔"

"مجھے بالکل غصہ نہیں آئے گا مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں مسکرایا۔ "عقل سے کام لیجیے۔ اگر ہمیں ساری باتیں اُن کے علم میں ہی لانا مقصود ہوتا تو ہم نے آپ سے معاملات کیوں طے کیے ہوتے؟"

ڈی فوسٹر کی آنکھیں سوچ میں ڈوب گئیں۔ تہذیب حیران نظر آ رہی تھی۔ شاید وہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ میں کس سے دھوکا کر رہا ہوں اور کس کے ساتھ مخلص ہوں۔ یہ تو جھوٹ در جھوٹ کا ایک ایسا سلسلہ تھا کہ اسے سمجھنے کی کوشش کرنے والا خود اس کی بھول بھلیوں میں کھو کر رہ جاتا۔

"تو تم ان سے ملنے کیوں گئے تھے؟" کچھ دیر سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد ڈی فوسٹر نے کہا۔

"سادہ سی بات ہے ڈی فوسٹر! ہمیں ایک خاص مقصد کے لیے آپ سے ملنے کو بھیجا گیا تھا اور ہمیں واپس جا کر انھیں رپورٹ دینا تھی۔"

ڈی فوسٹر مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "اور تم نے انھیں رپورٹ دے دی؟" اس نے کہا۔

"آپ پھر بہکنے لگے۔" میں نے اُسے ٹوکا۔ "انھیں مطمئن کرنے کے لیے ہم نے کچھ فرضی باتیں بتائی ہیں۔"

"اور میں نے تمھیں جو پیش کش کی تھی اس کے لیے تم نے کیا سوچا؟"

"سوچنے سے کچھ نہیں ہوتا مسٹر ڈی فوسٹر!" میں نے کہا۔ "ہم نے آپ کی پیش کش قبول کر لی تھی تو اس کے لیے کچھ عملی اقدامات بھی کرنا تھے۔"

"گویا تم نے کچھ عملی اقدامات بھی کیے ہیں!" ڈی فوسٹر نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"بدگمانی کی کوئی انتہا بھی ہوتی ہے مسٹر ڈی فوسٹر۔" میں فیصلے لہجے میں بولا۔ "سب سے پہلا عملی قدم ہم نے یہ اٹھایا ہے کہ یہاں سے فرار کے امکانات کا جائزہ لیا ہے۔"

"فرار!" ڈی فوسٹر کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں مسٹر ڈی فوسٹر! آپ کا کیا خیال ہے؟ یہیں بیٹھے بیٹھے سب کچھ ہو جائے گا؟"

"نہیں۔" ڈی فوسٹر گڑبڑا کر بولا۔ "لیکن کیا اس کیمپ سے فرار ہونا ممکن ہے؟"

"ناممکن کوئی چیز نہیں ہوتی مسٹر ڈی فوسٹر! فرق صرف امکانات کا ہوتا ہے۔ کہیں امکانات کم ہوتے ہیں اور کہیں زیادہ۔"

"میرے خیال میں یہاں سے فرار ہونے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔" ڈی فوسٹر بولا۔

"دوسرے الفاظ میں آپ یہاں سے فرار کو ناممکن قرار دے رہے ہیں لیکن خیال رہے کہ اس ناممکن کو ممکن بنانے کے تو ہم آپ سے پیسے وصول کریں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو مگر نہ جانے کیوں دنیا والوں پر سے اب میرا اعتماد اٹھ گیا ہے۔"

"جناب والا مریخ کے باشندے ہیں یا زہرہ سے تشریف لائے ہیں!" میں نے شدید ترین جھنجلاہٹ کے عالم میں کہا اور تہذیب ہنس پڑی۔

ڈی فوسٹر کا منہ حیرت سے کھل گیا۔ "کیا کہہ رہے ہو؟" اس نے کہا۔ وہ میری بات کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا۔

"تم بھی تو اسی دنیا کے ایک فرد ہو ڈی فوسٹر! تم ہم پر اعتماد نہیں کر سکتے تو ہم کیوں تم پر اعتماد کر لیں؟"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھے۔" ڈی فوسٹر نے گڑبڑا کر کہا۔ "بات دراصل یہ ہے کہ۔۔۔"

"میری طرف سے تم جہنم میں جاؤ ڈی فوسٹر۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "ہمیں تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ کنگ اطلس اور روڈ الیو خود تم سے نمٹ لیں گے۔ بار بار عدم اعتماد کا اظہار کر کے تم نے ہماری توہین کی حد کر دی۔ اب ہم اس سلسلے میں تم سے کوئی گفتگو نہیں کریں گے۔"

"میری بات تو سنو۔" ڈی فوسٹر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "تمھیں غصہ آ گیا۔ حالاں کہ میں اپنے بارے میں تمھیں سب کچھ بتا چکا ہوں۔ کیا اس کے بعد مجھ میں اتنی ہمت ہو سکتی ہے کہ کسی پر بھروسا کر لوں؟"

"بھروسا مت کرو ڈی فوسٹر! ہم تم سے یہ اصرار تو نہیں کر رہے لیکن جتنی کثرت سے تم اپنی بے اعتمادی کا اظہار کر رہے ہو وہ تمھاری بیمار سوچ کو ظاہر کرتا ہے اور اس کے بعد تم خود ناقابلِ اعتبار قرار پاتے ہو۔ تمھارے لیے ہم جو خطرہ مول لینے جا رہے ہیں وہ تم پر کوئی احسان نہیں ہے۔ بلکہ تمھاری خواہش کے مطابق ایک عملی قدم ہے۔ ہمیں پاگل کتے نے نہیں کاٹا کہ تمھاری اس بے اعتمادی کے باوجود ہم تمھارے لیے کام کرنے کا فیصلہ برقرار رکھیں۔ نہیں میرا خیال ہے ہم سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔"

"غلطی تم سے سرزد نہیں ہوئی۔ تم نے تو بہت اچھا فیصلہ کیا تھا۔ غلطی شاید میری ہی ہے لیکن میں سب کچھ تو تمھیں بتا چکا ہوں۔ بتاؤ میرا قصور بھی کیا ہے؟"

"ہم کیا کریں ڈی فوسٹر! ہمیں تو تم سے فارمولے حاصل کرنے ہیں۔ اگر ہم اس میں ناکام رہے تو بھی ہم قصوروار نہیں ٹھہرائے جا سکتے۔ ہم تو اپنی ناکامی کا اعتراف کر لیں گے۔ اس کے بعد ہمیں کوئی غرض نہیں ہوگی۔ جس کا کام ہے وہ خود ہی نمٹتا رہے گا۔ تم نے تو خود ہی ایک تجویز پیش کی تھی اور اب خود ہی ہم پر شبے کا اظہار کر رہے ہو۔ کیا تمھارا یہ طرزِ عمل جائز ہے؟ میں نے تو تمھاری بے اعتمادی کے پیشِ نظر ایک سرسری لائحۂ عمل بھی پیش کر دیا تھا اور تم اس سے مطمئن بھی تھے پھر اچانک تمھارا رویّہ کیوں تبدیل ہو گیا؟"

ڈی فوسٹر کے چہرے پر اُلجھن کے آثار نمودار ہوئے۔ "میرا دماغ بالکل ماؤف ہو چکا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا میں کیا کروں؟"

"اگر تمھاری قوتِ فیصلہ جواب دے چکی ہے تو پھر وہی کرو جو ہم کہہ رہے ہیں۔ ہم تم سے تمھارے فارمولے چھین کر تو نہیں لے جائیں گے۔ تم ہمارے ہر قدم کا جائزہ لیتے رہو۔ اگر سب کچھ تمھاری مرضی کے مطابق ہو اور تم اس سے مطمئن بھی ہو تو ہمارے کہنے پر عمل کرتے رہنا۔ اگر کہیں غیر مطمئن ہو تو ہمیں ٹوک دینا لیکن یہ بات ہمیشہ ذہن میں رکھنا کہ ہم اس کام کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے اور اگر اس کام کی تکمیل کے بعد تم نے کسی موقع پر ہمیں دھوکا دینے کی کوشش کی تو ہم جان کی بازی لگا کر بھی تمھیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

"تم سے جو معاہدہ میں کر چکا ہوں اس پر اٹل ہوں۔" ڈی فوسٹر نے مضبوط لہجے میں کہا۔ "تم میرے لیے فارمولوں کا سودا کرا دو۔ جو رقم بھی ملے گی اس میں پچاس فیصد تمھارا حصہ ہوگا۔"

"وہ تو پہلے کی بات ہے ڈی فوسٹر! اب جو بات میں کہہ رہا ہوں اُس کا جواب دو اور ہمارے خلاف کوئی سازش نہیں ہونی چاہیے۔"

"میں بھلا کسی کے خلاف کیا سازش کر سکتا ہوں۔ میں ایک بے بس بوڑھا آدمی جو خود اپنی زندگی کی حفاظت کے لیے دوسروں کی مدد کا محتاج ہے۔"

"بلاشبہ تم بوڑھے ہو اور بظاہر بے بس اور کمزور بھی لیکن سازش کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت کہاں ہوتی ہے مسٹر ڈی فوسٹر! اب یہی دیکھو نا کہ ہم بظاہر تو کنگ اطلس کے لیے کام کر رہے ہیں لیکن درحقیقت تمھارے لیے کام کریں گے۔ اگر تم نے کسی بھی اسٹیج پر کنگ اطلس کو یا روڈ الیو کو اس بات سے آگاہ کر دیا تو ہماری کیا پوزیشن رہ جائے گی؟"

"میں بھلا ایسا کیوں کرنے لگا۔" ڈی فوسٹر نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے نہیں معلوم! لیکن مجھے دنیا کے کسی آدمی پر اعتبار نہیں ہے۔" میں نے اس کے لہجے کی نقل اُتاری۔

"دیکھو تم ابھی تک ناراض ہو۔ حالاں کہ میں پہلے ہی تم سے معذرت کر چکا ہوں۔"

"گویا یہ بات طے ہو گئی کہ نہ تم ہمارے خلاف کوئی سازش کرو گے اور نہ ہم تمھارے خلاف کچھ کریں گے۔ ہمارے درمیان جو معاہدہ ہوا ہے وہ پوری دیانت داری سے پایۂ تکمیل کو پہنچے گا۔"

"میری طرف سے تو یہ بات پکی سمجھو لیکن یہ تو بتاؤ کہ تم طریقۂ کار کیا اختیار کرو گے؟"

"میں نے ایک بہت شاندار طریقۂ کار منتخب کیا ہے۔ سنو گے تو حیران رہ جاؤ گے۔"

"کیا؟" ڈی فوسٹر نے کہا۔

"کنگ اطلس سے بات ہوئی ہے۔ میں نے اس کے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ڈی فوسٹر کو ہمارے ساتھ یہاں سے فرار کرا دیا جائے۔"

"کیا؟" ڈی فوسٹر اُچھل پڑا۔ تہذیب بھی چونک کر مجھے گھورنے لگی۔ میرے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ اس کی توقع سے بہت بعید تھے اور اس کی حیرانی بجا تھی۔

"ہاں ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "میں نے اُسے باور کرایا ہے کہ تم سے فارمولے حاصل کرنے کی یہ واحد صورت ہے۔"

"تت۔۔۔ تم آخر کیا کھیل کھیل رہے ہو؟" ڈی فوسٹر نے ہکلا کر کہا۔ "معلوم نہیں تم کس چکر میں ہو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمھیں صرف اپنا اُلّو سیدھا کرنے سے غرض ہونی چاہیے ڈی فوسٹر! میں کیا کر رہا ہوں' اسے بھول جاؤ۔"

"لیکن یہ تو بہت خطرناک حرکت ہے۔ تم نے انھیں سب کچھ بتا دیا۔ اب وہ کسی بھی وقت اپنا فیصلہ تبدیل کر سکتے ہیں۔"

"میں نے بہت سوچ سمجھ کر یہ قدم اُٹھایا ہے ڈی فوسٹر! فارمولے ان لوگوں کے لیے بہت اہم ہیں اور ان کے حصول کے لیے وہ لوگ کچھ بھی کرنے کو تیار ہیں۔ میں نے انھیں یقین دلایا ہے کہ تمھارا اعتماد حاصل کیے بغیر فارمولوں کا حصول ممکن نہیں ہے اور یہاں سے تمھیں فرار کرائے بغیر ہم تمھارا اعتماد حاصل نہیں کر سکتے۔ میں نے اُن سے کہا ہے کہ تمھیں اعتماد میں لے کر ہم تم سے فارمولے حاصل کر کے اُن کے حوالے کر دیں گے اور وہ اس کام کے لیے تیار ہو گئے ہیں۔ ہم یہاں سے اس طرح فرار ہوں گے جیسے اپنی کوششوں سے فرار ہو رہے ہیں۔ جب کہ ہمیں ان لوگوں کا مکمل تعاون حاصل ہو گا۔"

"مگر وہ کسی بھی لمحے تمھاری طرف سے مشکوک ہو سکتے ہیں۔ تم اپنے ساتھ مجھے بھی مرواؤ گے۔"

"وہ ہماری طرف سے کبھی مشکوک نہیں ہوں گے۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "میں نے اُن سب پر پوری طرح اپنا رنگ جما دیا ہے۔"

"اور اب مجھ پر رنگ جمانے کی کوشش کر رہے ہو۔" ڈی فوسٹر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تم پر رنگ نہیں جما رہا ہوں ڈی فوسٹر! تمھاری وجہ سے تو اُن لوگوں پر رنگ جمایا ہے۔ تمھارے لیے تو میں کام کروں گا۔"

ڈی فوسٹر عجیب سی نظروں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کسی دلدل میں قدم رکھ دیا ہے۔" اس نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اب میرا خدا ہی حافظ ہے۔"

"دلدل میں تو تم اب تک پھنسے رہے ہو ڈی فوسٹر! تم دیکھنا، میں تمھیں اس دلدل سے صاف نکال کر لے جاؤں گا۔"

تہذیب بالکل خاموشی سے مجھے دیکھے جا رہی تھی۔ ڈی فوسٹر سر جھکائے کچھ سوچ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد سر اٹھا کے بولا۔

"اور اس کے بعد... میرا مطلب ہے یہاں سے فرار ہونے کے بعد تم کیا کرو گے؟"

"یہاں سے ہمارا رُخ ہمبرگ کی طرف ہو گا۔ ہمبرگ کے کسی عمدہ سے ہوٹل میں قیام کریں گے۔ وہاں قیام کے دوران ہم ان لوگوں پر یہ ظاہر کریں گے جیسے میں تم سے فارمولوں کے بارے میں تفصیلات حاصل کرنے کی کوشش کر رہا ہوں جبکہ درحقیقت میں وہاں رہ کر فارمولوں کا سودا کرنے کی کوششیں شروع کر دوں گا۔"

"فارمولوں کا سودا کرنے کے لیے تم کیا اقدامات کرو گے؟" ڈی فوسٹر نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"پہلے مرحلے میں تو میں کے جی بی اور امریکی سی آئی اے کے ایجنٹوں سے رابطہ کرنے کی کوشش کروں گا۔ فارمولوں کے لیے فرنچ سیکرٹ سروس کے سرگرم عمل ہونے کی اطلاعات بھی ہیں۔ میں ایسے معاملات سے نمٹنے کا تجربہ رکھتا ہوں بشرطیکہ تم مجھ پر اعتماد کرو۔"

"میں نے دُنیا میں اتنے دھوکے کھائے ہیں کہ اب اگر کوئی مجھ سے انتہائی مخلص ہو جائے تب بھی میں اس پر یقین نہیں کر سکوں گا۔ ظاہر ہے میں اس کے دل میں تو اُتر کر نہیں دیکھ سکتا۔ میں تو ایک فریب خوردہ شخص ہوں اگر تم نے بھی میرے ساتھ دھوکا کیا تو یہ میرے لیے کوئی اچنبھے کی بات نہیں ہو گی۔ ہاں اگر تم اپنے قول کے سچے نکلے تو میں حیران ہوتا رہوں گا۔"

میں نے ہولے سے ڈی فوسٹر کا شانہ تھپتھپایا۔

"دل برداشتہ ہونے کی ضرورت نہیں ڈی فوسٹر! خود کو ہمارے حوالے کر دو اور تماشا دیکھتے جاؤ۔"

"ٹھیک ہے۔ میں خود کو تمھارے حوالے کرتا ہوں۔" ڈی فوسٹر نے کہا مگر اس کے لہجے میں بڑی بے بسی تھی۔

"اب سونے کی کوشش کرو ڈی فوسٹر! ہم بھی بہت تھکے ہوئے ہیں۔ معلوم نہیں کب دوبارہ حرکت میں آنا پڑے۔ اس وقت ہمیں پوری طرح تازہ دم ہونا چاہیے۔"

ڈی فوسٹر کے بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن میں لیٹتے ہی سو گیا تھا۔ مجھے یقین ہے تہذیب بھی سو گئی ہو گی۔ مسلسل بھاگ دوڑ نے ہمارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا تھا۔

اگلے روز صبح میں خود ہی اُٹھا۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب سو رہے تھے۔ غار میں اس وقت بھی مصنوعی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔ اس پیچ در پیچ غار میں قدرتی روشنی آنے کا کوئی سوال ہی نہیں تھا۔ وقت کا اندازہ کرنے کے لیے مجھے اپنی کلائی پر بندھی گھڑی کا سہارا لینا پڑا تھا۔

اس وقت صبح کے دس بج رہے تھے۔ رات سوتے سوتے دو بج گئے تھے لیکن مجھ جیسے آدمی کے لیے آٹھ گھنٹے کی نیند

کافی سے بھی بہت زیادہ تھی اس لیے میں بہت تازہ دم تھا۔

کچھ دیر بعد تہذیب بھی اُٹھ گئی۔ ڈی فوسٹر بدستور سو رہا تھا اور اس کے خراٹے غار میں گونج رہے تھے۔ تہذیب میرے نزدیک سرک آئی اور دھیمی آواز میں مجھ سے بولی۔

"تم نے واقعی کمال کر دیا علی! دونوں پارٹیوں کو تم نے اس طرح دھوکے میں رکھا کہ..."

"تم زیادتی کر رہی ہو تہذیب! اب کم از کم ایک پارٹی تو ہرگز دھوکے میں نہیں رہی۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب نے پلکیں جھپکائیں۔

"تم نے ڈی فوسٹر کی گفتگو نہیں سنی۔ اُس کی باتوں نے تمھیں متاثر نہیں کیا۔ وہ کس قدر مظلوم آدمی ہے۔ کیا یہ ممکن ہے کہ ہم ایک کچلے ہوئے آدمی کو مزید کچلیں؟"

"ن... نہیں۔ میں تو خود حیران ہو رہی تھی کہ آخر تم کر کیا رہے ہو۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔"

"جو کچھ میں نے کیا' اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں تھا۔ تم دیکھ ہی رہی ہو' یہاں سے فرار ہونا کتنا مشکل کام ہے۔ ہم اکیلے ہوتے تو کوئی بات نہیں تھی لیکن ڈی فوسٹر کو لے کر فرار ہونا..."

"میں سمجھ رہی ہوں علی! اور تمھارے منصوبے سے متفق بھی ہوں لیکن کیا ڈی فوسٹر کو ایسے ہی چھوڑ دو گے؟"

"پہلے ہم یہاں سے فرار تو ہو جائیں تہذیب! یہ سب تو بعد کی باتیں ہیں۔ معلوم نہیں ہمیں کس قسم کے حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ ڈی فوسٹر کے بارے میں تو حالات کے مطابق ہی کچھ سوچیں گے۔"

"یہاں سے فرار ہونے میں اب رکھا ہی کیا ہے۔ سب کچھ تو طے ہو چکا۔ روڈالیبو ہم سے مکمل تعاون کرے گا۔"

"ہاں، لیکن ابھی اُس سے مل کر جزئیات طے کرنا ہیں۔ وقت کا تعین کرنا ہے۔"

"اگر تم کہو تو میں روڈالیبو سے مل کر ساری تفصیلات طے کر لوں؟" تہذیب نے کہا۔

"نہیں، یہ بہت اہم معاملہ ہے۔ اس لیے میں خود ہی روڈالیبو سے سب کچھ طے کروں گا۔"

اس بات پر تہذیب شاید بحث کرتی لیکن اسی وقت دو افراد ہمارے لیے ناشتا لے آئے۔

"یہاں بہت دیر سے ناشتا کرنے کا رواج ہے۔" میں نے ناشتا لانے والوں سے کہا۔ "صبح کے ناشتے پر دوپہر کے کھانے کا گمان گزرنے لگا ہے۔"

"ہم اس سے پہلے بھی دو بار آ چکے ہیں لیکن تم لوگ سو رہے تھے۔" اُن میں سے ایک نے مسکرا کر جواب دیا۔

باتوں کی آوازیں سن کر ڈی فوسٹر بھی اٹھ بیٹھا تھا پھر وہ ہمارے ساتھ ناشتے میں شریک ہو گیا۔ میں نے بہت ہلکا ناشتا کیا۔ انڈے کے دو سینڈوچ کھا کر میں نے تھرماس سے اپنے لیے گرما گرم چائے انڈیل لی۔

"ارے یہ کیا؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "اور لو نا! سینڈوچ تو بہت ہیں۔"

"دوپہر کا کھانا کھانے کے موڈ میں ہوں۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اگر پیٹ بھر کے ناشتا کر لیا تو اندیشہ ہے کہ دوپہر کا گول صاف ہو جائے گا۔"

ناشتے سے فارغ ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ ایک شخص غار میں داخل ہوا۔ "تمھیں روڈالیبو نے یاد کیا ہے۔" اس نے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"چلو۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ میرے ساتھ ہی تہذیب بھی اٹھی تھی۔

"نہیں۔" اس نے ہاتھ کے اشارے سے تہذیب کو منع کرتے ہوئے کہا۔ "تمھیں نہیں بُلایا۔"

میں نے غور سے اس شخص کی طرف دیکھا۔ وہ ایک طویل القامت اور توانا شخص تھا۔ مجھے یاد پڑتا تھا کہ جب ہم پہلی بار روڈالیبو سے ملنے گئے تھے تو وہ مجھے روڈالیبو کے غار سے باہر نظر آیا تھا۔ وہ تہذیب کی طرف متوجہ تھا اور تہذیب سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "تم یہیں ٹھہرو۔ میں روڈالیبو سے بات کر کے آتا ہوں۔"

تہذیب واپس بیٹھ گئی۔ اور میں اس شخص کے ساتھ غار سے باہر نکل آیا۔ پیچ در پیچ قدرتی سرنگوں سے گزر کر ہم ایک غار تک پہنچے لیکن یہ وہ غار نہیں تھا جہاں پہلی بار روڈالیبو سے ملاقات ہوئی تھی۔

"روڈالیبو کہاں ہے؟" میں نے اس شخص کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ہو گا کہیں۔" اُس نے بے پروائی سے کندھے اُچکائے۔ "میں تو تمھیں یہاں اس لیے لایا ہوں کہ تم سے چند باتیں معلوم کرنی ہیں۔"

"تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا۔" میں نے جھنجھلا کر کہا۔ "اگر کچھ معلوم کرنا تھا تو وہیں کر لیا ہوتا۔ یہ کون سا طریقہ ہے؟"

"کیا فرق پڑتا ہے۔" وہ عیارانہ انداز میں مسکرایا۔ "تمھیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میرے سوالوں کے جوابات دینے ہیں۔ یہاں دو یا وہاں سے دیتے، بات تو ایک ہی ہے۔"

"فرق تو بہت پڑتا ہے۔ تم مجھے دھوکا دے کر یہاں لائے ہو۔ روڈا ایلبو کو معلوم ہو گیا تو تمھاری چمڑی اُدھیڑ کر رکھ دے گا۔"

"روڈا ایلبو کے دن بھی قریب آ گئے ہیں۔ بہت جلد اس کیمپ پر میرا قبضہ ہو گا۔"

"مجھے معلوم نہیں تھا کہ یہاں بھی کالی بھیڑیں موجود ہیں۔"

"بکواس مت کرو اور میری باتوں کا جواب دو۔ وہ شخص کون ہے جسے اس غار میں قید کیا گیا ہے؟"

"روڈا ایلبو نے تمھیں نہیں بتایا۔ یہ بات تو تمھیں اس سے پوچھنی چاہیے تھی۔"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔" اس نے دانت پیس کر کہا۔ "اور میں جس سے جوابات پوچھتا ہوں اس کا جواب حاصل کر کے ہی چھوڑتا ہوں۔"

"اوہو، مجھے معلوم نہیں تھا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس بوڑھے کے بارے میں مجھے زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

"جتنا معلوم ہے وہی بتاؤ۔" اس نے جھنجلا کر کہا۔

"بس اتنا جانتا ہوں کہ اس کا روڈا ایلبو سے خاص تعلق ہے اور کچھ نامعلوم افراد اس کی جان کے دشمن بن گئے ہیں۔ جن سے وہ چھپتا پھر رہا ہے۔"

"وہ نامعلوم افراد اس کی جان کے دشمن کیوں بن گئے ہیں؟"

"میں نے کہا نا کہ مجھے اس بارے میں کچھ زیادہ معلومات نہیں ہیں۔"

"تو تم لوگوں کی یہاں آمد کیا معنی رکھتی ہے؟"

"روڈا ایلبو نے ہماری خدمات اس لیے حاصل کی ہیں کہ ہم اُسے یہاں سے بحفاظت نکال لے جائیں۔"

"کیا ہم لوگ مر گئے تھے کہ اس کام کے لیے اُس نے کسی اور کی خدمات حاصل کیں؟"

"مجھے نہیں معلوم لیکن روڈا ایلبو کہہ رہا تھا کہ اُس کے آدمی نکمے اور کام چور ہو گئے ہیں۔ کسی بڑے کام کے لیے اُن پہ بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"اور تم پر کیا جا سکتا ہے؟" اس نے حقارت سے مجھے دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم جو صورت سے ہی احمق معلوم ہوتے ہو۔"

"صورتوں میں کچھ نہیں رکھا۔ اصل چیز تو صلاحیت ہوتی ہے اور اس کا شکل و صورت سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"مجھے یقین ہے کہ تم اس بوڑھے کی اصلیت سے واقف ہو اور مجھ سے چھپا رہے ہو۔"

"اور میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ تمھیں اس مریل شخص سے اتنی دلچسپی کیوں ہو گئی ہے؟"

"تمھیں اچھی طرح معلوم ہے اور مجھے بھی اس کی تھوڑی سی بھنک مل گئی ہے۔ اس کے قبضے میں کوئی ایسی چیز ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر تک پہنچتی ہے۔"

میرے ذہن میں خطرے کی گھنٹیاں بجنے لگیں۔ صورتحال بہت نازک معلوم ہوتی تھی۔ "تمھیں یہ بات روڈا ایلبو نے بتائی ہے؟" میں نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"اگر اس نے بتا دی ہوتی تو مجھے کوئی غم نہ ہوتا لیکن وہ اتنی بڑی رقم اکیلے ہضم کرنے کے چکر میں ہے۔ اس کی نیت میں فتور آ گیا ہے۔ اب تک ہم سب یہاں سے ہونے والی آمدنی میں حصے دار ہوا کرتے تھے لیکن اس بار اُس نے کسی کو اس بوڑھے کے بارے میں ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"تمھاری معلومات غلط بھی تو ہو سکتی ہیں۔ ممکن ہے روڈا ایلبو کے کسی دشمن نے اس کے آدمیوں میں بغاوت پھیلانے کے لیے اس قسم کی ہوائی چھوڑ دی ہو۔"

"مجھے معلوم ہے، یہ کوئی ہوائی نہیں ہے۔ اس بوڑھے کی جس طرح نگرانی کی جا رہی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بے حد اہمیت رکھتا ہے۔ اس کے لیے بہت کشت و خون ہو چکا ہے۔ یہ بات تو مجھے پہلے سے ہی معلوم تھی کہ یہاں آتے ہوئے تم دونوں پر ہیلی کاپٹر تک سے حملہ کیا گیا۔ کسی معمولی آدمی کے لیے اتنے بڑے پیمانے پر کام نہیں ہو سکتا۔"

"تم نے اپنی ہلاکت کے سامان پورے کر لیے ہیں۔" میں نے متاسفانہ انداز میں کہا۔ "اب تمھارا زندہ بچنا محال ہے۔"

وہ کٹکھنے کتے کی طرح غرایا۔ "تم نے میرے سوال کا جواب نہ دے کر اپنے لیے مصیبت کھڑی کر لی ہے۔" اس نے کمر سے لپٹی ہوئی چمڑے کی بیلٹ کھولتے ہوئے کہا۔ "میں تمھیں آخری موقع دے رہا ہوں۔ چاہو تو اب بھی زبان کھول کر اپنی کھال اُترنے سے بچا سکتے ہو۔"

میں خاموش کھڑا اُسے گھورتا رہا۔ وہ غار کے دہانے پر کھڑا بیلٹ کو ہوا میں گردش دے رہا تھا۔

"اب بھی وقت ہے۔ مجھے بتا دو کہ اُس بوڑھے کی کیا اہمیت ہے ورنہ بعد میں تم کسی سے یہ کہنے کے قابل بھی نہیں رہو گے کہ جیک نے تمھارے ساتھ زیادتی کی تھی۔"

میرے اور اس کے درمیان آٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ میں نے اسے جواب دینے کے بجائے اپنے بچاؤ کی تدبیروں پر غور کرنا شروع کر دیا۔ معلوم نہیں اس کے پاس پستول تھا یا نہیں لیکن یہ میرے لیے اچھا ہی ہوا تھا کہ اس نے مجھ پر پستول تاننے کے بجائے مجھ سے بیلٹ کے ذریعے نمٹنے کا فیصلہ کر لیا تھا۔

"گویا تم نے زبان نہ کھولنے کا فیصلہ کیا ہے۔" اس نے کہا اور پھر اچانک آگے بڑھ کر مجھ پر بیلٹ سے حملہ کر دیا۔ اس کا خیال تھا کہ میں اس حملے سے بچنے کی کوشش کروں گا مگر میں نے اسے حیران کر دیا۔ میں اپنی جگہ ڈٹا کھڑا رہا تھا اور میں نے بیلٹ کو ہاتھ سے پکڑنے کی کوشش کی تھی۔ یہ الگ بات ہے کہ اپنی یہ کوشش مجھے بے حد مہنگی پڑی۔ میں بیلٹ پکڑنے میں ناکام ہو گیا تھا اور چمڑے کی موٹی بیلٹ نے میرے الٹے ہاتھ میں انگارے بھر دیے۔ شدید تکلیف کی ایک لہر نے مجھے سر سے پیر تک اپنی گرفت میں لے لیا۔ لمحے بھر کو میرے حواس معطل سے ہو گئے اور لمحاتی تعطل میرے لیے قیامت کی نوید لے کر آیا۔ جیک کا بیلٹ بردار ہاتھ بجلی کی سی تیزی سے حرکت کر رہا تھا۔ اور ہر بار بیلٹ میرے جسم سے ٹکراتی تو یوں محسوس ہوتا جیسے جسم کے اس حصے میں کسی نے انگارے بھر دیے ہوں۔ اگر میرے جسم پہ کپڑے نہ ہوتے تو خدا جانے میرا کیا حشر ہوتا۔

میں نے جھکائیاں دے کر بیلٹ کی زد سے نکلنے کی کوششیں کیں مگر میں کتنی بار بچ سکتا تھا۔ جیک کے دو وار خالی دینے کے بعد تیسری بار بیلٹ میرے جسم کے کسی نہ کسی حصے ... ضرور ٹکرا جاتی تھی۔ میں نے جھلا کر جیک پر حملہ کرنے ... کوشش کی لیکن یہ ... شش بھی مجھے مہنگی پڑی۔ وہ نہ صرف پھرتی سے ایک جانب ہٹ گیا بلکہ اس نے مزید کئی بار بیلٹ میرے جسم پر رسید کر دی۔

بالآخر مجھے پیچھے ہٹنا پڑا۔ کوڑے کی طرح لہراتی ہوئی بیلٹ بار بار میرے جسم کو چاٹنے کے لیے میری طرف لپک رہی تھی اور میں اس سے بچنے کے لیے پیچھے ہٹ رہا تھا اور کبھی جھک کر جیک کے وار خالی دے رہا تھا۔ میرے جسم پہ کئی مقامات ایسے تھے جہاں مجھے آگ لگنے کا گمان ہو رہا تھا لیکن میرے پاس اتنا وقت بھی تو نہیں تھا کہ میں اپنی چوٹوں کو سہلا ہی سکتا۔

پھر ایک بار بیلٹ میرے ہاتھ میں آ گئی اور میں نے پوری قوت سے اُسے مٹھی میں جکڑ لیا۔ میری جھنجلاہٹ پہلے ہی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی چنانچہ میں نے پوری طاقت سے بیلٹ کو اپنی طرف کھینچا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ اچانک جھٹکا جیک کے قدم اُکھاڑ دے گا لیکن اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے دیکھا کہ وہ کسی چٹان کی طرح اپنی جگہ جما کھڑا ہے۔ اس کے فوراً بعد مجھے جوابی جھٹکا سہنا پڑا۔ طاقت کے اعتبار سے وہ یقیناً مجھ سے بہت زیادہ تھا تبھی تو میں وہ جھٹکا سہہ نہ سکا اور میرے قدم اُکھڑ گئے۔ پھر دوسرا جھٹکا مجھے مُنہ کے بل زمین پر لے گیا۔ اگر میں نے بروقت بیلٹ نہ چھوڑ دی ہوتی تو مُنہ کے بل غار کے سنگی فرش پر گر کر اپنے مُنہ کا بھرتا بنا بیٹھتا۔ میں نے تیزی سے بیلٹ چھوڑ کر اپنے دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔ مُنہ تو بچ گیا مگر میرے دونوں ہاتھ اور گھٹنے چھل گئے تھے۔

جیک نے درندگی سے بھرپور قہقہہ لگایا۔ "میں تیرے جسم کا ریشہ ریشہ اُدھیڑ کر رکھ دوں گا۔" اس نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔

میں پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے وقتی طور پر ہاتھ روک لیا تھا۔ شاید وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ میں خوف زدہ ہو کر زبان کھول دُوں گا۔

"تم خوش فہمی کا شکار ہو گئے ہو جیک۔" میں نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا۔ "تم کسی بھی طرح میری زبان نہیں کھلوا سکو گے۔"

جیک کی آنکھیں سکڑ گئیں اور اس نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "معلوم ہوتا ہے ابھی دماغ ٹھکانے نہیں آئے۔" وہ غرایا۔

"اور نہ آئیں گے۔" میں نے اپنی تکلیف ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "تم میرے مُنہ سے ایک سسکاری تک سُننے کو ترس جاؤ گے۔"

میرے جواب پر جیک آپے سے باہر ہو گیا اور ایک بار پھر بیلٹ تان کر مجھ پر جھپٹ پڑا۔ اس بار میں نے نہ تو بیلٹ سے بچنے کی کوشش کی اور نہ ہی بیلٹ پکڑنے کی کوشش کی بلکہ میں بھول گیا کہ اس کے ہاتھ میں بیلٹ بھی موجود ہے۔ جب پٹنا ہی ٹھہرا تو جدوجہد کیوں نہ کی جائے۔

اِدھر جیک کا بیلٹ والا ہاتھ حرکت میں آیا اور اُدھر میں اس پر جھپٹا۔ جیک کے خواب و خیال میں بھی نہیں ہو گا کہ اس قدر پٹنے کے بعد میں اس پر یوں جھپٹ پڑوں گا اس لیے وہ اپنے دفاع کی طرف سے بالکل ہی بے فکر ہو گیا تھا اور یہی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وجہ تھی کہ میرے گھونسے کو اپنا ٹارگٹ تلاش کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔ گو کہ اس چکر میں مجھے اپنے جسم پر بیلٹ کا ایک اور وار سہنا پڑا تھا لیکن دوسری طرف جیک کے بائیں جبڑے پر بھی قیامت گزر گئی تھی۔ میرا گھونسا پوری قوت سے اس کے بائیں جبڑے پر پڑا۔ جیک کے حلق سے کراہ خارج ہوئی اور اضطراری طور پر بیلٹ اس کے ہاتھ سے چھوٹ گئی۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا جبڑا دبا لیا تھا۔ شاید اس کا کوئی دانت بھی ہل گیا تھا۔ کلا تو بہرحال پھٹ گیا تھا۔ اس کے ہونٹوں سے بہنے والا خون گواہی دے رہا تھا۔

آنِ واحد میں پانسا پلٹ گیا تھا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر زمین پر گری ہوئی بیلٹ اٹھا لی اور برق رفتاری سے اسے لے کر جیک پر پل پڑا۔ میرا پہلا نشانہ جیک کا چہرہ تھا جس پر اس کے دونوں ہاتھ رکھے ہوئے تھے۔ بیلٹ کی پہلی ہی ضرب سے میں نے اس کے ایک ہاتھ کی پشت پر سرخ بدھی اُبھرتے دیکھی۔ اُس کے مُنہ سے سسکاری نکلی اور وہ تلملا کر رہ گیا۔

"اب میری باری ہے جیک۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا۔

جیک اُچھل اُچھل کر بیلٹ کی ضربات سے بچنے کی کوشش کر رہا تھا مگر مجھ پر تو جنون سوار تھا۔ میں پاگلوں کی طرح اس پر بیلٹ برسا رہا تھا اور وہ خود کو بچانے کے لیے پورے غار میں دوڑتا پھر رہا تھا۔ لیکن اسے کہیں بھی جائے پناہ نہیں مل رہی تھی۔ آخر ایک بار وہ ٹھوکر کھا کر زمین پر گر پڑا اور میرا کام مزید آسان ہو گیا۔

"اوہ بس کرو، خدا کے لیے بس کرو۔" وہ بُری طرح چیخا۔

"اُف میرے خدا میں مر جاؤں گا۔"

"تمہارا مر جانا ہی بہتر ہے جیک۔" میں نے ہاتھ روکے بغیر سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "جب تک تم ہوش میں ہو، میرا ہاتھ نہیں رُکے گا۔"

وہ غار کے فرش پر پڑا بُری طرح مچل رہا تھا اور چیخ چیخ کر رحم کی اپیلیں کر رہا تھا مگر میں بہرا ہو گیا تھا۔ مجھ پر اس کی کسی آواز کا، کسی فریاد کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کچھ دیر قبل وہ میرے جسم کا ریشہ ریشہ اُدھیڑ دینے کے درپے تھا اور اب خود میرے رحم و کرم پر تھا۔ میرے جسم کے بے شمار مقامات سے جہاں جہاں اس کی بیلٹ پڑی تھی ابھی تک ٹیسیں اُٹھ رہی تھیں اور اب میں اُس سے اپنی ہر چوٹ کا پورا پورا بدلہ لے رہا تھا۔

دفعتاً ایک خیال میرے ذہن میں در آیا اور میں نے اپنا ہاتھ روک لیا۔ "سنو جیک!" میں نے اس سے کہا۔ "اگر تم مزید مار سے بچنا چاہتے ہو تو میرے سوالوں کے جواب دو ورنہ میں تمہارے جسم پر کھال کا ایک ذرہ بھی نہیں چھوڑوں گا۔"

"پوچھو۔" اس نے کراہ کر کہا۔ وہ غار کے فرش پر پڑا ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا۔ چمڑے کی بیلٹ کی مار سہنا ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہوتا۔

"تمہیں ڈی ووسٹر کے بارے میں معلومات کہاں سے حاصل ہوئیں؟" میں نے پوچھا۔

"وہ... وہ ایک نقاب پوش تھا... اُف میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔"

"میرے جسم میں بھی آگ لگی ہوئی ہے جیک۔" میں نے کرخت لہجے میں کہا۔ "لیکن دیکھو میں نے کس طرح ضبط کر رکھا ہے۔ تم بھی ضبط کرنے کی کوشش کرو ورنہ یہ آگ مزید پھیل جائے گی۔"

"نہیں، نہیں۔" وہ دونوں ہاتھ اٹھا کر چیخا۔ "اب مجھے مت مارنا۔ میں تمہارے ہر سوال کا جواب دوں گا۔"

"وہ نقاب پوش کون تھا اور اس نے تمہیں کیا بتایا؟"

"اس نے مجھ سے کہا تھا کہ اگر میں... اس بُڈھے کو اس کے حوالے کر دوں... آہ... تو وہ مجھے مالا مال کر دے گا... ہائے۔" ضبط کے باوجود جیک کے منہ سے بار بار کراہیں نکل جاتی تھیں۔

"تم نے اس سے پوچھا نہیں کہ وہ کون ہے؟"

"میں نے پوچھا تھا، کہنے لگا کہ مجھے آم کھانے سے غرض رکھنی چاہیے۔"

"کیا وہ کوئی مقامی آدمی تھا؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں وہ انگریزی بول رہا تھا مگر اس کے لہجے میں اجنبیت تھی۔ وہ انگریز یا امریکی ہونے کے علاوہ جرمن بھی ہرگز نہیں تھا۔"

"اسے کیسے معلوم ہوا کہ وہ بوڑھا شخص روڈ ایلبو کی قید میں ہے؟"

"اُسے شبہ تھا۔ اس کی گفتگو سے اندازہ ہو رہا تھا کہ اُسے یقینی طور پر یہ بات معلوم نہیں ہے۔"

"کیا تم نے اعتراف کر لیا کہ ایسا کوئی شخص یہاں موجود ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"نن... نہیں۔ میں نے اس سے کہا تھا کہ اگر ایسا کوئی شخص یہاں موجود ہے تو میں اسے تلاش کرنے کی

کوشش کروں گا۔"

"تمہیں یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس بوڑھے کے قبضے میں کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے؟"

"اس نقاب پوش نے مجھے ایک لاکھ ڈالر کی آفر کی تھی۔ میں نے اسی بات سے اندازہ لگایا تھا کہ اس بوڑھے کے پاس کوئی ایسی چیز ضرور موجود ہے جو کروڑوں ڈالر مالیت کی ہے ورنہ ایک لاکھ ڈالر کون کسی کے لیے خرچ کر سکتا ہے۔"

"ہوں۔" میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ "اور مجھے تم کس چکر میں یہاں لائے تھے؟"

وہ جواب دیتے ہوئے ہچکچایا اور میں نے بیلٹ ہوا میں لہرائی۔

"اگر جواب دینے میں ایک لمحے کی بھی تاخیر کی تو میں دوبارہ تم پر بیلٹ برسانا شروع کر دوں گا اور اس بار اس بات کی بھی ضمانت نہیں ہو گی کہ میرا ہاتھ رُکے گا بھی یا نہیں۔"

"نہیں... نہیں۔" وہ کرب ناک انداز میں چیخا۔ "مجھے مارنا مت۔ میں سب کچھ بتا دوں گا۔ دراصل میں تم سے اُس بوڑھے کی اصلیت معلوم کرنا چاہ رہا تھا۔"

"کیا ضروری تھا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہی ہوتا؟"

"تم کوئی بہت اہم آدمی ہو اور سب کچھ جانتے ہو۔ تبھی تو آج رات تمہارے فرار کا ڈراما اسٹیج کیا جا رہا ہے۔"

"اس بوڑھے کی اصلیت اگر تمہیں معلوم ہو جاتی تو تم کیا کرتے؟"

"اگر اُس کے قبضے میں کوئی بہت قیمتی چیز ہے تو اس سے خود فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتا۔"

"یا پھر روڈ ایلبو کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتے۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"نہیں۔" جیک بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں تو ویسے ہی اس کیمپ پر قبضہ کرنے والا ہوں۔ مجھے یہ گوارا نہیں ہے کہ سارا کام میں سنبھالوں اور آمدنی کا بڑا حصہ اس کی جیب میں چلا جائے۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ مسئلہ یہ تھا کہ جیک کا کیا کیا جائے؟ لیکن مجھے زیادہ سوچنا نہیں پڑا۔ غار کے باہر سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ کچھ لوگ اسی طرف آ رہے تھے۔ پھر وہ آوازیں غار کے دہانے پر آ کر رک گئیں۔ "اندر کون ہے؟" کسی نے بلند آواز میں پوچھا۔

"چلے آؤ۔" میں نے بھی بلند آواز میں جواب دیا۔ "یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

غار کے دہانے سے چار افراد اندر داخل ہوئے اور متحیرانہ انداز میں ہم دونوں کو دیکھنے لگے۔ وہ چاروں ہی روڈ ایلبو کے آدمی تھے۔

"کیا ہوا جیک؟" اُن میں سے ایک نے زمین پر پڑے ہوئے جیک کی طرف بڑھتے ہوئے پوچھا۔

"اس شخص کو گرفتار کر لو۔" جیک کراہا۔ "اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔"

جواب میں مجھ پر بیک وقت چار ریوالور نکل آئے۔ انہوں نے مجھ سے کچھ پوچھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔

"اپنے ہاتھ بلند کر لو۔" مجھ سے سرد لہجے میں کہا گیا اور میں نے بیلٹ پھینک کر اپنے ہاتھ اُٹھا دیے۔

"یہ جھوٹ بول رہا ہے۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "حملہ میں نے نہیں، اس نے مجھ پر کیا تھا۔"

"اس کی کوئی بات مت سنو اور اسے فوری طور پر گولی مار دو۔" جیک چیخا۔ "یہ بہت خطرناک آدمی ہے۔"

"اس کا فیصلہ تو باس خود کرے گا جیک۔" اس شخص نے کہا جو جیک کے قریب تھا۔ "ہمیں تو اس کی حفاظت پر مامور کیا گیا ہے۔"

"لاؤ مجھے ریوالور دو، میں اپنے ہاتھوں سے اسے موت کے گھاٹ اُتار دوں گا۔" جیک نے اُٹھنے کی کوشش کی۔

جیک کے قریب موجود شخص اس کی طرف ریوالور بڑھانے ہی والا تھا کہ غار کے دہانے کی طرف سے ایک پاٹ دار آواز سنائی دی۔ "ٹھہر جاؤ۔" جیک کی طرف بڑھتا ہوا اس شخص کا ہاتھ رُک گیا اور سب لوگ غار کے دہانے کی طرف دیکھنے لگے جس سے روڈ ایلبو اندر داخل ہو رہا تھا۔

"تم اپنے ہاتھ گرا سکتے ہو۔" اس نے مجھ سے مخاطب ہو کر کہا اور اپنے ماتحتوں کو گھورنے لگا۔ وہ سب بوکھلا کر اُس سے نظریں چرانے لگے۔ اُن کے ریوالور والے ہاتھ خود بخود جھک گئے تھے۔

"تم لوگوں کی اتنی جرأت کیسے ہوئی کہ اس پر ریوالور نکالو۔" روڈ ایلبو دہاڑا۔ "کیا میں نے تمہیں اس کی حفاظت پر مامور نہیں کیا تھا؟"

"ب... باس، ہم سے جیک نے اسے گرفتار کرنے کو کہا تھا۔" اُن میں سے ایک نے ہکلا کر کہا۔

"کیوں؟" روڈ ایلبو جیک کی طرف مُڑ کر کسی کٹکھنے کُتے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

طرح غرّایا۔
"اس نے... اس نے مجھ پر حملہ کیا تھا باس!" جیک نے ڈھٹائی سے جھوٹ بولا۔ "دیکھ لو اس نے میرا کیا حشر کیا ہے۔"
"یہ تمھیں یہاں کس لیے لایا تھا؟" روڈالیبو میری طرف پلٹا۔
"اس بات کا جواب کسی اور کے سامنے نہیں دیا جا سکتا۔" میں نے کہا۔
"اوہ!" روڈالیبو مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ "اس کا کیا کیا جائے؟" اس نے جیک کی طرف اشارہ کر کے مجھ سے پوچھا۔
"اس کی زندگی ہم سب کے لیے خطرناک ہے۔ میں اصرار کروں گا کہ اسے فی الفور ٹھکانے لگا دیا جائے۔"
"کمال ہے!" روڈالیبو نے پلکیں جھپکائیں۔ "میں نے بھی یہی فیصلہ کیا ہے۔" اس نے کہا پھر اپنے ایک آدمی کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ "ریوالور دو۔"
"لیکن میرا قصور کیا ہے؟" جیک اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ موت کے خوف نے اس کی چوٹوں کا احساس زائل کر دیا تھا۔ "تم اس لونڈے کے کہنے پر اپنے برسوں کے ساتھی کو مار دینے پر تُل گئے ہو؟"
"بے فکر رہو احسان فراموش کُتّے!" روڈالیبو نے ریوالور لیتے ہوئے نفرت سے کہا۔ "تجھے مارنے سے قبل میں تیری فردِ جرم تجھے ضرور سناؤں گا۔ تو مجھے احمق اور بے خبر سمجھتا ہے لیکن مجھے سب معلوم ہے۔ تو مجھے راستے سے ہٹا کر اس کیمپ پر قبضہ کرنے کا خواب دیکھ رہا تھا۔"
"تم مجھے راستے سے ہٹانے کے لیے مجھ پر جھوٹا الزام عائد کر رہے ہو!" جیک نے کہا مگر اس کے لہجے میں جان باقی نہیں رہ گئی تھی۔
"کیا یہ بھی غلط ہے کہ تو میرے مہمان کو جھوٹ بول کر یہاں لایا تھا۔ اس کے بعد یہ پروا کیے بغیر کہ وہ میرا مہمان ہے تو نے اس کی موت کا حکم جاری کر دیا تھا۔ اگر میں بروقت یہاں نہ پہنچ گیا ہوتا تو تو نے تو اسے مروا دینے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ تجھے جان سے مار دینے کے لیے تو یہی ایک بات بہت کافی ہے۔"
جیک نے ہونٹوں پر زبان پھیر کر انھیں تر کرنے کی ناکام کوشش کی۔ "تمھیں کسی نے غلط اطلاع دی ہے۔"
"اب صفائی پیش کرنے کا وقت گزر چکا ہے جیک۔" روڈالیبو نے سرد لہجے میں کہا۔ "مجھے آستین میں سانپ پالنے کا کوئی شوق نہیں ہے۔" ان الفاظ کے ساتھ ہی روڈالیبو کے ریوالور سے شعلہ نکلا اور جیک ایک چیخ مار کر اپنا سر پکڑتے ہوئے زمین پر گر گیا۔ اس کے ماتھے سے خون کی دھار پھوٹ پڑی تھی۔

"یہ اُن تمام لوگوں کے لیے ایک عبرت ہے جو غدارانہ عزائم رکھتے ہوں۔" روڈالیبو نے کہا اور مجھے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے غار کے دہانے کی طرف پلٹ گیا۔
"ہاں اب بتاؤ!" روڈالیبو نے اس غار میں پہنچ کر مجھ سے کہا جہاں میں پہلی بار اس سے ملا تھا۔ "جیک تمھیں جھوٹ بول کر وہاں کیوں لے گیا تھا؟"
"کل رات اُسے ایک نقاب پوش غیر ملکی ملا تھا جس نے اُسے آفر کی تھی کہ یہاں ایک بوڑھا شخص موجود ہے۔ اگر وہ اسے اس کے حوالے کر دے تو وہ جیک کو اس کے عوض ایک لاکھ ڈالر ادا کرے گا۔"
"اوہ!" روڈالیبو اضطرابی انداز میں کھڑا ہو گیا۔ "پھر کیا ہوا؟"
"ظاہر ہے جیک اس بات سے تو واقف تھا کہ ڈی فوسٹر یہاں موجود ہے لیکن وہ اس کی اہمیت سے ناواقف تھا۔ ایک لاکھ ڈالر کی آفر نے اُسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا اور اس نے اپنے طور پر یہ نتیجہ اخذ کیا کہ ڈی فوسٹر کے قبضے میں کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کی مالیت کروڑوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے۔ اپنے اس نتیجے کی تصدیق وہ کس سے کرتا؟ اس کی نگاہِ انتخاب اس خاکسار پر پڑی اور وہ مجھ پر چڑھ دوڑا۔"
"تب تو اس کا مارا جانا بہت ضروری ہو گیا تھا۔ ویسے بھی اس کی سرگرمیاں اتنی زیادہ قابلِ اعتراض ہو گئی تھیں کہ وہ کسی بھی وقت میرے ہاتھوں مارا جاتا لیکن میرے پاس اس کے خلاف کوئی ٹھوس ثبوت نہیں تھا۔ یہ بہت اچھا ہوا کہ تمھاری وجہ سے مجھے اس سے جان چھڑانے کا ایک سنہری موقع مل گیا ورنہ میرے آدمیوں میں بددلی پھیل جاتی۔"
"خیر یہ تو تمھارا اپنا دردِ سر ہے جس سے ظاہر ہے مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی۔ مجھے یہ بتاؤ کہ تمھیں کیسے معلوم ہوا کہ وہ جھوٹ بول کر مجھے کہیں اور لے گیا ہے؟"
"میں اس کی طرف سے مشکوک تو پہلے ہی تھا اور اس کی نگرانی کرا رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے مجھے اطلاع ملی کہ وہ ڈی فوسٹر کی طرف گیا تھا اور وہاں سے تمھیں لے کر نکلا ہے۔ اس اطلاع پر میں نے فوری طور پر اسے تلاش کرنے کا حکم دیا اور خود ڈی فوسٹر کے پاس جا پہنچا۔ اس سے معلوم ہوا کہ وہ تمھیں وہاں سے یہ کہہ کر لے گیا ہے کہ تمھیں میں نے بلایا تھا جب کہ میں نے ہرگز تمھیں نہیں بلوایا تھا۔ بس وہیں سے میں کھٹک گیا کہ وہ کسی لمبے ہی چکر میں ہے۔ میں نے اسی وقت اسے ٹھکانے لگانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ اس کے بعد میں خود بھی تم دونوں کو تلاش کرتا ہوا اس غار تک پہنچ گیا۔"

Shaheen Library
SAHIWAL

"اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ڈی فوسٹر کی یہاں موجودگی راز نہیں رہی۔" میں نے کہا۔
"ہاں یہ تو ہے!" روڈالیبو نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "تم ایسا کرو آج ہی رات ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے نکل جاؤ۔"
"مجھے یہ بتاؤ کہ تم نے اس سلسلے میں اب تک کیا انتظامات کیے ہیں؟"
"میں نے تمھارے فرار کے لیے سارے انتظامات مکمل کر لیے ہیں۔ پہلے میرا خیال تھا کہ تم یہیں سے مقابلہ کرتے ہوئے نکلو لیکن اب میں نے اپنا منصوبہ تبدیل کر لیا ہے۔ یہاں اگر گولیاں چلیں گی تو وہ لوگ ہماری طرف متوجہ ہو سکتے ہیں جو ڈی فوسٹر کی تاک میں ہیں۔ اس لیے اب وقتِ مقررہ پر میں اپنے آدمی یہاں سے ہٹا لوں گا تاکہ تم سکون سے بلا کسی مزاحمت کے یہاں سے نکل سکو۔"
"لیکن اس میں یہ خطرہ ہے کہ ڈی فوسٹر مشکوک ہو جائے گا۔ یہاں سے اتنی آسانی سے تو فرار نہیں ہوا جا سکتا۔"
"میں نے اس کا حل بھی سوچ لیا ہے۔" روڈالیبو نے کہا۔ "کیمپ کے مغربی سرے پر میرے آدمی فائرنگ کریں گے۔ فائرنگ کی آوازیں سُن کر یہاں متعین سارے محافظ کیمپ کے مغربی سرے کی طرف چلے جائیں گے۔ اس افراتفری سے فائدہ اٹھا کر تم ڈی فوسٹر کو لے کر یہاں سے نکل سکو گے۔ کیمپ کے مشرقی سرے پر تمھیں ایک جیپ کھڑی ہوئی ملے گی جس کی کنجیاں اگنیشن میں ہی موجود ہوں گی۔ تم اس جیپ میں بیٹھ کر فرار ہو جاؤ گے۔ جیپ میں ہی تمھیں ایک رائفل اور فالتو راؤنڈ بھی مل جائیں گے جو میرے آدمیوں سے مقابلہ کرنے کے کام آئیں گے۔"
"جب یہاں کوئی ہوگا ہی نہیں تو ہم مقابلہ کس سے کریں گے؟" میں نے پوچھا۔
"مقابلہ ضرور ہوگا۔" روڈالیبو مسکرایا۔ "مگر یہاں نہیں بلکہ یہاں سے کچھ فاصلے پر۔ میں تمھیں وہ راستے بتاؤں گا جن پر تمھیں سفر کرنا ہے۔ راستے میں ایک جگہ میرے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے۔ وہ تم پر فائرنگ کریں گے لیکن اس طرح کہ تم میں سے کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچنے پائے۔ ٹھہرو میں تمھیں نقشوں کی مدد سے سمجھاتا ہوں۔" روڈالیبو کچھ نقشے اُٹھا لایا اور نقشوں کی مدد سے مجھے بتانے لگا کہ میں کن راستوں پر سفر کروں گا۔ ہمیں پہاڑی راستوں پر سفر کرنا تھا اور ریتیلی ڈھلانوں سے گزر کر ہمبرگ کے اس علاقے میں پہنچنا تھا جہاں نمک سازی کے کارخانے پھیلے ہوئے تھے۔
میں روڈالیبو کے منصوبے کی ساری جزئیات ذہن نشین کر کے ڈی فوسٹر کی طرف واپس آ گیا۔ تہذیب مجھے دیکھتے ہی میری طرف لپکی۔
"روڈالیبو تمھیں ڈھونڈتا ہوا یہاں آیا تھا۔" اس نے تشویش سے کہا۔ "تم کہاں چلے گئے تھے؟"
"وہ مجھے مل گیا تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "ہم فرار کے منصوبے کو حتمی شکل دے رہے تھے۔"
"کیا رہا؟" تہذیب نے بے صبری سے پوچھا۔ "ہمیں کب فرار ہونا ہے؟" ڈی فوسٹر خاموشی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔
"آج رات کسی وقت ہم یہاں سے فرار ہو جائیں گے۔"
ڈی فوسٹر نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور تہذیب کی نظریں میرے ہاتھوں پر جم گئیں۔ "تمھارے ہاتھوں پر یہ نشان کیسا ہے؟" اس نے پوچھا۔
جواب میں مجھے پوری داستان سُنانا پڑ گئی ورنہ میرا ارادہ یہی تھا کہ اُسے کچھ نہیں بتاؤں گا۔
"اوہ! تب تو تمھیں بہت تکلیف ہو رہی ہوگی۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "روڈالیبو سے کہہ کر کوئی مرہم وغیرہ لگوا لیجیے۔"
"ہمارا پیشہ ہمیں ان عیاشیوں کی اجازت نہیں دیتا۔" میں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
"تمھارا پیشہ کیا ہے؟" ڈی فوسٹر نے چونک کر پوچھا۔
میں اس کے اس اچانک سوال پر سٹ پٹا سا گیا لیکن میں نے جواب دینے میں دیر نہیں لگائی۔ "پیشے سے مراد کام ہے ڈی فوسٹر!" میں نے کہا۔ "جس قسم کے کاموں سے ہمیں واسطہ پڑتا رہتا ہے اُس میں بنیادی عنصر مہم جوئی ہے۔ مہم جو لوگوں کو بڑے کٹھن حالات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لہٰذا انھیں خود کو سختیاں جھیلنے کا عادی بنانا ہوتا ہے۔ ہم ان نزاکتوں کے متحمل نہیں ہو سکتے جن میں عام لوگ مبتلا ہوتے ہیں۔ ہم میں اور عام آدمی میں یہی فرق تو ہوتا ہے۔"
"پھر بھی ایک سہولت میسر ہو تو اس سے منہ نہیں موڑنا چاہیے۔" تہذیب نے کہا۔ "پھر ہم لوگوں کے لیے خود کو فٹ رکھنا بھی تو بہت ضروری ہوتا ہے۔ معلوم نہیں کب کن حالات کا سامنا کرنا پڑ جائے۔"
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" ڈی فوسٹر نے کہا۔ "جب علاج ہو سکتا ہے تو اس سے گریز نہیں کرنا چاہیے۔"
"اچھا بھئی!" میں نے ہتھیار پھینکتے ہوئے کہا۔ "جیسا تم چاہو ویسا کر لو۔"
"میں ابھی روڈالیبو سے جا کر کہتی ہوں۔ وہ کوئی نہ کوئی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

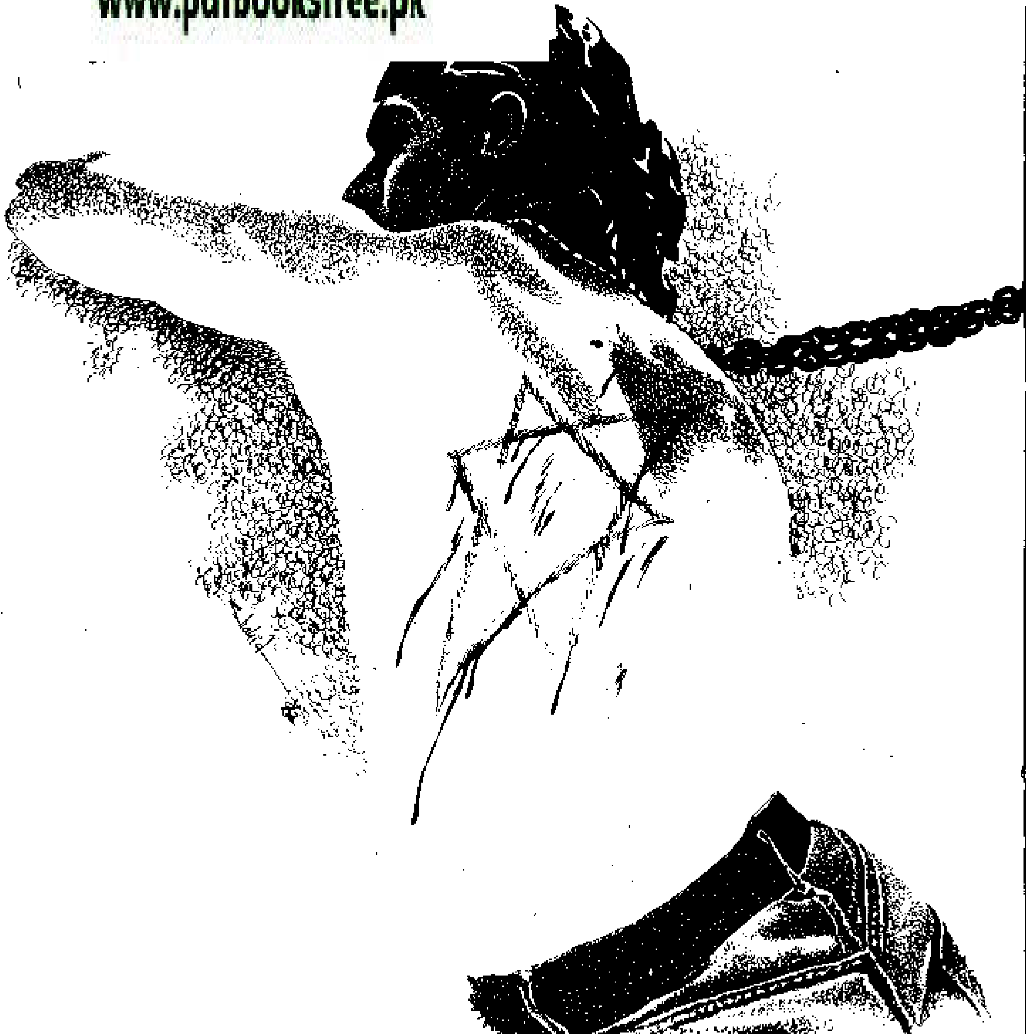

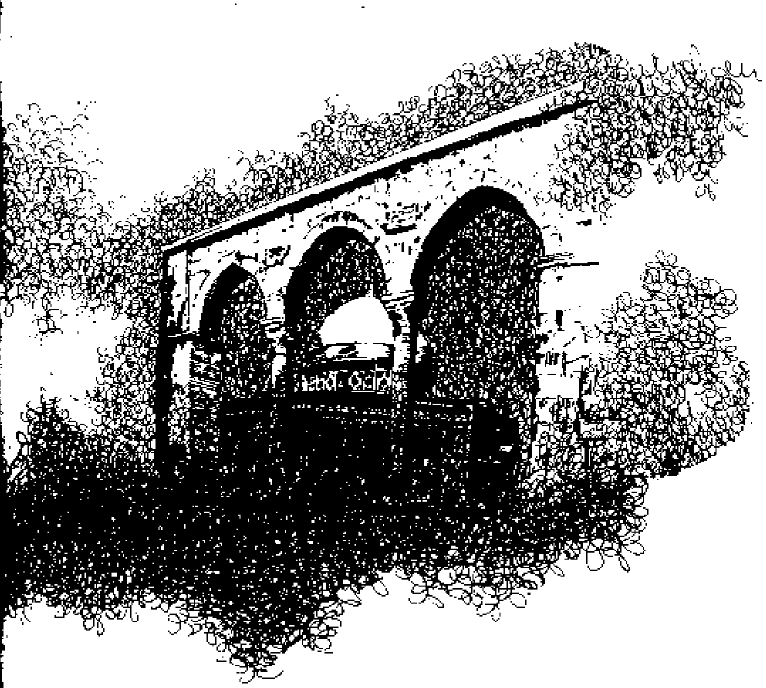

بندوبست کر دے گا۔" تہذیب نے اُٹھتے ہوئے کہا اور باہر چلی گئی۔

کچھ دیر بعد وہ لوٹی تو تنہا نہیں تھی۔ اس کے ساتھ روڈا ایلبو بھی تھا۔ "میں بہت شرمندہ ہوں۔" روڈا ایلبو نے خجالت سے کہا۔ "باتوں کے دوران مجھے خیال نہیں رہا کہ تم زخمی ہو اور تمھیں تھوڑے سے معالجے کی بھی ضرورت ہے۔ بہرحال میں تمھارے لیے یہ مرہم لے آیا ہوں۔ اسے لگاؤ شام تک تم خود کو بہتر محسوس کرو گے۔"

"اس کی کوئی ضرورت تو نہیں تھی۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "لیکن اب تم مرہم لے ہی آئے ہو تو میں لگالوں گا۔" میں نے اُس سے مرہم کی ٹیوب لیتے ہوئے کہا۔

"دراصل میری بھی کوئی غلطی نہیں ہے۔" روڈا ایلبو بولا۔ "تمھارے انداز سے قطعی معلوم نہیں ہو رہا تھا کہ تم زخمی بھی ہو۔"

"لاؤ، ٹیوب مجھے دو۔" تہذیب نے کہا۔ "میں تمھارے مرہم لگا دوں گی۔" اس نے ٹیوب لینے کے لیے میری طرف ہاتھ بڑھایا۔

"رہنے دو، میں خود لگا لوں گا۔" میں نے کہا۔

"لاؤ۔" تہذیب نے آنکھیں نکالیں اور ٹیوب میرے ہاتھ سے جھپٹ لی۔ میں بے بسی سے روڈا ایلبو کی طرف دیکھنے لگا۔

تہذیب میرے ہاتھوں پر مرہم لگا رہی تھی۔

"تم نے یہ بھی نہیں بتایا کہ تمھارے کہاں کہاں چوٹیں لگی ہیں۔" روڈا ایلبو نے پوچھا۔

"بس کمر تک کا حصہ زد میں آیا ہے۔ باقی تو پورا جسم محفوظ ہے۔" میں نے کہا۔

"باقی جسم بچا ہی کہاں۔ صرف ٹانگیں ہی تو رہ گئی ہیں۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"میں نے بھی تو یہی کہا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔

"اچھا خاموش رہو اور قمیص اُتار دو۔"

"مروا دیا۔" میں کراہا۔ "اب قمیص بھی اُتارنا پڑے گی۔"

"اور تمھیں یقیناً خود سے قمیص اُتارنے میں تکلیف ہو گی۔" روڈا ایلبو نے آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "لاؤ میں تمھاری مدد کر دوں۔"

"ارے یہ تم سب مل کر مجھے بیمار بنا دینے پر کیوں تُل گئے ہو؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "میں بالکل ٹھیک ہوں، خود قمیص اُتار سکتا ہوں۔"

روڈا ایلبو ہنسنے لگا مگر میں نے اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دی اور قمیص اُتار دی۔ میری پیٹھ دیکھ کر تہذیب نے دانتوں میں اُنگلی دبالی۔

"تمھاری تو پوری پیٹھ اُدھڑی ہوئی ہے۔" تہذیب نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دکھ بھرے لہجے میں کہا۔ "کیسے اتنی تکلیف برداشت کر رہے تھے؟"
روڈالیبو کی آنکھیں بھی حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

"تم کس قسم کے آدمی ہو۔ تمھاری پیٹھ پر نیل ہی نیل پڑے ہوئے ہیں اور تمھارے کسی انداز سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ تمھیں کوئی غیر معمولی تکلیف ہے۔" اس نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"اگر واقعی کوئی غیر معمولی تکلیف ہوتی تو میں خود ہی تم سے کہہ دیتا۔" میں نے کہا۔ "معمولی چوٹیں ہیں، خود ہی ٹھیک ہو جاتیں لیکن تم لوگوں کے اصرار پر میں نے مرہم لگوانا قبول کر لیا ہے۔"

"تم ضرورت سے زیادہ باتیں کر رہے ہو۔ چلو ادھر بستر پر لیٹو تاکہ میں تمھارے مرہم لگا دوں۔" تہذیب نے مجھے فرشی بستر کی طرف دھکیلتے ہوئے کہا۔

"مجبوری ہے۔" میں نے بستر پر لیٹتے ہوئے بے بسی سے روڈالیبو کی طرف دیکھا۔ "مرہم تو لگوانا ہی پڑے گا۔"

روڈالیبو متحیرانہ انداز میں مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ "اب تو مجھے کنگ اٹلس سے حسد محسوس ہونے لگا ہے۔"

"اس نے تمھارا کیا بگاڑا ہے؟" میں نے پوچھا۔ تہذیب کے نرم و نازک ہاتھ میری پیٹھ پر مسیحائی کرنے میں مصروف تھے۔ مرہم نے اس شدید تکلیف کو زائل کر دیا تھا جو میں اس وقت تک محسوس کرتا رہا تھا۔ میں یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ مرہم کی تاثیر تھی یا تہذیب کے ہاتھوں کی لطافت کا کرشمہ۔ بات کچھ بھی رہی ہو، میرے زخموں میں ٹھنڈک سی پڑ گئی تھی۔

"اس نے تو کچھ بھی نہیں بگاڑا۔" روڈالیبو نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "لیکن میں سوچ رہا ہوں کہ تمھاری ملاقات پہلے اس سے کیوں ہوئی، مجھ سے کیوں نہیں ہوئی؟"

"اس سے کیا فرق پڑتا؟" میں نے پوچھا۔

"آج تم اس کے بجائے میرے لیے کام کر رہے ہوتے۔ اب میں تمھاری خدمات سے استفادہ نہیں کر سکتا اور وہ کر سکتا ہے۔"

"یہ تم سے کس نے کہہ دیا روڈالیبو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "جب بھی تمھیں ہماری ضرورت پڑے گی ہم تمھاری خدمات کے لیے حاضر ہوں گے۔ ہمارے لیے تم اور کنگ اٹلس کوئی الگ تھوڑی ہو۔"

روڈالیبو خوش ہو گیا۔ "اپنا وعدہ یاد رکھنا۔" اس نے کہا۔

"یہ کوئی وعدہ تو نہیں ہے روڈالیبو! یہ تو ایک حقیقت کا اظہار ہے۔ وقت آنے پر تم اس کی صداقت خود دیکھ لو گے۔"

"ٹھیک ہے اب میں جاؤں گا۔ کچھ اہم کام نمٹانے ہیں۔ اگر میری کوئی ضرورت ہو تو بلا تکلف بلوا لینا۔"

"ارے نہیں روڈالیبو! اگر کوئی ضرورت پڑ ہی گئی تو میں خود آ جاؤں گا۔"

روڈالیبو چلا گیا۔ تہذیب مرہم لگا چکی تھی اور مجھ سے خاصی خفا نظر آ رہی تھی۔

"تم اتنے زخمی تھے۔ کم از کم مجھ سے تذکرہ تو کرنا چاہیے تھا۔" اس نے خفگی سے کہا۔

"یہ کوئی اتنی اہم بات تو نہیں تھی۔ پھر یہ کہ تم خواہ مخواہ معمولی سی چوٹوں کو اتنی اہمیت دے رہی ہو۔"

"تمھاری قوتِ برداشت واقعی بہت زیادہ ہے۔" ڈی نوسٹر بولا۔ "اسی لیے تمھاری نظروں میں ان چوٹوں کی اہمیت نہیں ہے۔"

میں ہنس کر خاموش ہو گیا۔ دن یونہی گزر گیا۔ شام کے وقت روڈالیبو میرے پاس آیا۔ "تمھاری چوٹوں کا کیا حال ہے؟" اس نے پوچھا۔

"پہلے بھی ٹھیک ہی تھا اور اب تو مجھے محسوس ہی نہیں ہو رہا کہ کبھی میرے کوئی چوٹ لگی تھی۔"

"کیا تم کچھ دیر کے لیے میرے ساتھ چل سکتے ہو؟"

"بالکل۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "چلو۔"

میں اس کے ساتھ باہر نکل آیا۔ "میں نے تمھارے فرار کے انتظامات کو آخری شکل دے دی ہے۔" روڈالیبو نے میرے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "تم نے نقشے سمجھ لیے؟"

"بہت اچھی طرح۔" میں نے جواب دیا۔

"تم یہاں اجنبی ہو اس لیے تمام نقشے سمجھنے کے باوجود تمھیں دقت ہو گی۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ عین وقت پر راستوں کی تلاش کی وجہ سے تمھیں دیر ہو جائے۔"

"ایسا نہیں ہوگا روڈالیبو۔" میں نے بڑے اعتماد سے کہا۔ "جتنی تفصیل سے تم نے ہر بات مجھے سمجھا دی ہے اس کے بعد کسی گڑبڑ کا امکان باقی نہیں رہ جاتا۔"

"سوچ لو۔" روڈالیبو نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔ "رات کے وقت اندھیرا ہوگا اور اندھیرے میں راستوں کی تلاش..."

"بے فکر رہو روڈالیبو! اگر اس بات کا ایک فیصد بھی امکان ہوتا تو میں تم سے فرمائش کرتا کہ رات کے ڈرامے کی مجھے ہلکی سی ریہرسل کرا دو۔"

"میں اسی لیے تمھیں لایا تھا لیکن..." روڈالیبو نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔ اس کے انداز سے فکرمندی ظاہر ہو رہی تھی۔

"تم اب بھی مطمئن نہیں ہو روڈالیبو۔" میں نے کہا۔ "کسی منصوبے پر عمل کرتے ہوئے مکمل یقین و اطمینان کی ضرورت

ہوتی ہے۔ چونکہ تم بھی اس ڈرامے کے ایک فریق ہو لہٰذا تمھارا مطمئن ہونا بھی ضروری ہے۔"

"تم یوں کیوں نہیں کرتے کہ یہاں سے فرار ہونے کی ریہرسل کر لو۔ آخر اس میں حرج بھی کیا ہے۔"

"حرج تو کوئی نہیں ہے روڈالیبو! بلکہ اس کی ضرورت بھی نہیں تھی لیکن محض تمھارے اطمینان کے لیے میں تمھیں ریہرسل کر کے دکھاؤں گا۔" میں نے کہا۔ "یہ ریہرسل میں اکیلے ہی کر سکتا ہوں یا..."

"نہیں، تمھاری ساتھی کے لیے ریہرسل کرنا ضروری نہیں، ایک آدمی کے لیے ریہرسل بہت کافی ہے۔"

"تو آؤ روڈالیبو! لیکن تم مجھ سے ایک قدم پیچھے ہی رہو گے۔ اگر میں کوئی غلطی کروں تو ٹوک دینا۔ میں اس مقام کی طرف جا رہا ہوں جہاں ایک جیپ ہماری منتظر ہوگی۔"

روڈالیبو نے اثبات میں سر ہلا دیا اور میرے ساتھ چلنے لگا۔ میں نے کیمپ کے مشرقی سرے پر اسے ٹھیک اس جگہ لے جا کر کھڑا کر دیا جہاں پروگرام کے مطابق رات کے وقت ہمیں جیپ کھڑی ہوئی ملتی۔

"غالباً اس جگہ ہمیں جیپ کھڑی ہوئی ملے گی۔" میں نے رکتے ہوئے روڈالیبو سے کہا۔ "میں نے کوئی غلطی تو نہیں کی روڈالیبو؟"

روڈالیبو کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آ رہے تھے۔

"مجھے حیرت ہے کہ تم اتنے صحیح مقام پر آ گئے۔"

"اور مجھے تمھاری حیرت پر حیرت ہو رہی ہے۔ جو نقشے تم نے مجھے فراہم کیے ہیں ان پر تم نے بڑی وضاحت سے نشانات لگائے ہیں۔ اس کے بعد بھی اگر مجھ سے غلطی ہو جائے تو مجھے یہ کام چھوڑ کر کوئی اور دھندا دیکھنا چاہیے۔"

"تمھاری اس بات سے میں متفق ہوں۔" روڈالیبو نے کہا۔ "اب اگر تم کہو تو میں جیپ بھی منگوا لوں تاکہ تم وہ مقام بھی دیکھ لو جہاں میرے آدمی تمھیں روکنے کی کوشش کریں گے۔"

"ضرورت تو نہیں ہے لیکن حسبِ سابق محض تمھاری تسلی کے لیے میں یہ بھی کرنے کو تیار ہوں۔"

روڈالیبو نے اپنے ایک آدمی کو اشارہ کیا اور ذرا ہی دیر بعد وہاں جیپ پہنچ گئی۔ میں نے کچھ کہے بغیر ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور روڈالیبو میرے برابر میں بیٹھ گیا۔

"اب میں تمھیں دکھاؤں گا کہ تمھاری رہنمائی کے بغیر بھی میں اس مقام کی نشاندہی کر سکتا ہوں جہاں ہمیں ایک نام نہاد مقابلہ کرنا ہوگا۔"

روڈالیبو نے بڑے غور سے مجھے دیکھا۔ "ابھی سورج نہیں ڈوبا ہے اس لیے ممکن ہے تم سیدھے اس جگہ جا پہنچو لیکن رات کو جس وقت تمھیں سفر کرنا ہوگا اس وقت گہری تاریکی ہوگی اور آس پاس کی کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہوگی۔ اس وقت تمھارے لیے اس مقام کی صحیح نشاندہی ناممکن سی بات ہوگی۔"

"یقین کرو روڈالیبو! رات کی تاریکی میں بھی اس مقام تک پہنچنا میرے لیے اتنا ہی آسان ہوگا جتنا دن کی روشنی میں۔"

"میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"رات کی تاریکی میں کسی اجنبی جگہ پر پہلی ہی کوشش میں بغیر بھٹکے ہوئے کیسے پہنچا جا سکتا ہے؟"

"تم نے نقشے میں اس جگہ نشان لگا دیا ہے جہاں ہمیں روکنے کی کوشش کرنے کے لیے تمھارے آدمی چھپے ہوئے ہوں گے اور میں نے نقشے اچھی طرح ذہن نشین کر لیے ہیں۔ نقشوں سے مجھے یہ معلوم ہو گیا ہے کہ وہ جگہ کیمپ سے کتنے فاصلے پر ہے سمت کا اندازہ بھی ہے۔ اب مجھے جن چیزوں کا خیال رکھنا ہے وہ سمت اور فاصلے ہوں گے۔ فاصلے کا تعین جیپ کی رفتار اور وقت کو ذہن میں رکھ کر ہو جائے گا۔ پھر وہاں تک پہنچنا کیا مشکل ہے؟"

"تم ایک حیرت انگیز آدمی ہو۔" روڈالیبو نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھارا اعتماد قابلِ رشک ہے۔ میں نے اب تک کوئی ایسا آدمی نہیں دیکھا جو اتنے اعتماد سے کام کرتا ہو۔"

"کمال ہے روڈالیبو! میرے خیال میں تو آدمی کو صرف وہی کام کرنا چاہیے جس کے بارے میں وہ مکمل طور پر پُراعتماد ہو۔ اگر اسے خود میں اعتماد کی ذرا سی بھی کمی محسوس ہو رہی ہو تو پھر اس کام سے ہاتھ کھینچ لینا ہی بہتر ہے۔"

روڈالیبو مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے بریک لگا کر جیپ روک دی۔ روڈالیبو نے چونک کر ادھر ادھر دیکھا۔ "ارے ہم تو پہنچ گئے۔" اس نے کہا۔ "میں تو باتوں میں ایسا محو ہوا کہ مجھے کچھ خیال ہی نہیں رہا۔"

"میں غلط جگہ تو نہیں رکا روڈالیبو؟"

"نہیں، تم بالکل صحیح جگہ رکے ہو۔ میرے آدمی اسی چٹان کے پیچھے تمھارے منتظر ہوں گے۔"

"بس تو ٹھیک ہے۔ اب واپس چلتے ہیں۔" میں نے تنگ پہاڑی راستے پر جیپ موڑنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ جیپ موڑنے میں مجھے خاصی دقت ہوئی اس لیے کہ وہ سفر کرنے کا کوئی باقاعدہ راستہ نہیں تھا اور روڈالیبو نے بھی شاید وہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

راستہ اس لیے منتخب کیا تھا کہ ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وہاں سے دور نکل جائیں۔
"مجھے ایک بات کی طرف سے بہت تشویش ہے روڈالیبو" میں نے دفعتاً کہا۔
"کیا؟" روڈالیبو نے چونک کر مجھے دیکھا۔
"جس طرح ان لوگوں نے جیک کو توڑنے کی کوشش کی تھی اسی طرح ممکن ہے تمھارے کسی اور آدمی پر بھی طبع آزمائی کی گئی ہو۔"
"نہیں، اس بات کا امکان نہیں ہے۔"
"کیوں نہیں ہے؟"
"اگر ایسا ہوتا تو وہ شخص اب تک ہماری نظروں میں آچکا ہوتا۔" روڈالیبو نے کہا۔
"تمھارا خیال درست نہیں ہے روڈالیبو! جیک تو محض اپنی حماقت کی وجہ سے ہماری نظروں میں آگیا تھا۔ اگر وہ خاموشی سے ڈی فوسٹر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو ہمیں وقت گزرنے کے بعد ہی کچھ معلوم ہو پاتا۔"
"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک آفر بیک وقت دو افراد کو کیسے کی جا سکتی ہے۔ انھیں پہلے اس کے جواب کا انتظار کرنا چاہیے تھا۔ اگر انھوں نے کسی اور کو بھی آفر کر دی ہے تو اسے حماقت ہی کہا جا سکتا ہے۔"
"ہمارا سابقہ جن لوگوں سے ہے روڈالیبو! وہ سیکرٹ ایجنٹ کہلاتے ہیں۔ تم شاید نہ جانتے ہو لیکن میں تمھیں بتلائے دیتا ہوں کہ سیکرٹ ایجنٹس کبھی ایک ذریعے پر اکتفا نہیں کرتے۔ اس کی کئی وجوہات ہوتی ہیں۔ دوسرے ملک میں کام کرنے کی وجہ سے ان کی زندگیوں کو ہر وقت خطرہ لاحق رہتا ہے اس لیے وہ وقت ضائع کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک کام کرنے کے جتنے ذرائع انھیں میسر آسکتے ہیں بیک وقت ان سب سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ لوگ نہایت سفاک، بے رحم اور وعدہ خلاف قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ تم کیا سمجھتے ہو، اگر جیک ڈی فوسٹر کو ان لوگوں کے حوالے کر دیتا تو وہ اسے ایک لاکھ ڈالر ادا کر دیتے۔ نہیں، ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ اسے گولی مار کر ہلاک کر دیتے اور ڈی فوسٹر کو لے کر فرار ہو جاتے۔"
"لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اگر انھوں نے جیک کے علاوہ کسی اور کو بھی یہ آفر کرنے کی حماقت کی ہوتی تو کیا ڈی فوسٹر کو کیمپ سے نکال لے جانے کی کوشش میں ان دونوں افراد میں تصادم کا خطرہ نہ ہوتا؟"
"تم نے بہت اچھا نکتہ اٹھایا ہے روڈالیبو۔" میں نے تعریفی لہجے میں کہا۔ "یقیناً یہ بات ہے۔ اگر ایک سے زائد افراد ڈی فوسٹر کو نکالنے کے چکر میں پڑتے تو اس کوشش میں ان میں آپس میں تصادم کا خطرہ ہوتا اور تصادم کے نتیجے میں ڈی فوسٹر تو نکل پاتا، ان لوگوں کا راز افشا ہو جاتا۔ ان سیکرٹ ایجنٹوں نے اس نکتے کو نظر انداز نہیں کیا ہوگا۔"
"بس تو ثابت ہوا کہ صرف جیک ہی وہ کالی بھیڑ تھا جسے ان لوگوں کی طرف سے کوئی آفر ہوئی تھی۔" روڈالیبو نے خوش ہو کر کہا۔
"اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے روڈالیبو! کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ انھوں نے ہمارا پروگرام معلوم کرنے کے لیے تمھارے کچھ لوگوں کو توڑنے کی کوشش کی ہو۔"
"تم تو ہوش اڑا دینے والی باتیں کرتے ہو۔" روڈالیبو نے خوف زدہ سے انداز میں ہنس کر کہا۔
"قبل اس کے کہ کسی ناگہانی سے ہمارے ہوش اڑیں ہوش رُبا امکانات کا جائزہ لے لینا بہتر ہوتا ہے۔ اس سے کم از کم آدمی کسی بھی ناگہانی کے لیے ذہنی طور پر تیار تو ہوتا ہے۔"
"تو یہ بتاؤ کہ اب کیا کیا جائے۔" روڈالیبو نے تشویش زدہ لہجے میں پوچھا۔ "کیا اپنے آدمیوں کو ٹٹولنے کی کوشش کروں میں؟"
"ہمارے پاس وقت بہت کم ہے روڈالیبو!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اس لیے اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔"
"یہ ضروری تو نہیں ہے کہ فرار کے پروگرام پر آج ہی عمل کیا جائے۔ ہم کوئی اور پروگرام بنا لیں گے اور اس پر کسی اور روز عمل کر لیں گے۔"
"اب تو کوئی خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا روڈالیبو! یہ بات ان لوگوں کے علم میں آچکی ہے کہ ڈی فوسٹر تمھارے کیمپ میں موجود ہے اور اس کے بعد یہاں گزرنے والا ہر لمحہ ڈی فوسٹر کے لیے خطرے کا پیغام لائے گا۔"
ہم کیمپ میں واپس پہنچ چکے تھے۔ میں نے جیپ روک دی اور ہم جیپ سے اُتر گئے۔ سورج غروب ہو چکا تھا اور ہلکی ہلکی تاریکی پھیلنا شروع ہو گئی تھی۔
"یہاں رُکنے میں بھی خطرہ ہے اور فرار ہونے میں بھی خطرہ ہے تو پھر کیا کریں؟" روڈالیبو نے کہا۔
"یہاں رُکنے میں زیادہ خطرہ ہے لہٰذا طے شدہ پروگرام پر ہی عمل کیا جائے۔" میں نے جواب دیا۔
"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ یہاں ان لوگوں کے مقابلے کے لیے ایک پورا گروپ موجود ہے جبکہ اگر انھوں نے تمھیں راستے میں کہیں گھیر لیا تو تم تنہا ہو گے۔"

"پہلی بات تو یہ کہ تم نے ان کی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ ہمارے مقابلے پر کئی ملکوں کے سیکرٹ ایجنٹ ہیں ہمیں تو یہ بھی نہیں معلوم کہ ڈی فوسٹر کی یہاں موجودگی کی خبر کس ملک کے ایجنٹوں تک پہنچی ہے۔ اگر یہ خبر سارے ممالک کے ایجنٹوں تک پہنچ گئی تو تمھارے آدمی کس کس کا مقابلہ کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمارے پروگرام کے راز کا افشا ہو جانا محض ایک قیاس ہے اور قیاس بھی ایسا جس کے صحیح اور غلط ہونے کے امکانات برابر کے ہیں۔ لہٰذا میری رائے میں تو قیاس پر فیصلہ کرنا ٹھیک نہیں ہوگا۔ کیا خیال ہے؟"
"تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" روڈالیبو نے کہا۔ "واقعی اگر ان سب نے مل کر کیمپ پر چڑھائی کر دی تو ہم ان کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور کیمپ الگ تباہ ہو جائے گا۔ اس تباہی کے بعد بھی اگر ڈی فوسٹر کے بچ جانے کی ضمانت دی جا سکتی تو میں تمھیں فی الحال رکنے پر ہی اصرار کرتا لیکن چونکہ یہ ضمانت میسّر نہیں ہے اس لیے بہتر یہی ہے کہ تم جلد از جلد یہاں سے نکل ہی جاؤ۔"
"شکریہ۔ بات تمھاری سمجھ میں آگئی۔ لیکن ایک بات کا خیال رکھنا۔ خود کو بالکل نارمل رکھو اور اپنے کسی آدمی پر کچھ بھی ظاہر مت کرو۔"
"بے فکر رہو۔ میں کسی سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کروں گا۔"
روڈالیبو سے رخصت ہو کر میں واپس پہنچا تو ڈی فوسٹر اور تہذیب ماکم ایکس بے چینی سے میرا انتظار کر رہے تھے۔
"روڈالیبو سے کیا باتیں ہوئیں؟" تہذیب نے مجھے دیکھتے ہی پوچھا۔
"وہ مجھے یہاں سے فرار ہونے کی ریہرسل کرا رہا تھا۔" میں نے چھیکے سے انداز میں مسکرا کر کہا۔
"اور کوئی خاص بات تو نہیں؟"
"نہیں" میں نے کہا اور اس کے بعد خاموشی چھا گئی۔
رات تک کا وقت ہم نے زیادہ تر خاموش رہ کر ہی گزارا۔ ہم سب ہی اپنی اپنی جگہ کچھ نہ کچھ سوچ رہے تھے۔ ڈی فوسٹر خاص طور پر بہت مضطرب تھا۔ اس کا اضطراب اس کی حرکات و سکنات سے عیاں تھا۔ اسے کسی کل چین نہیں آرہا تھا۔ کبھی لیٹ جاتا، کبھی بیٹھ جاتا اور کبھی ٹہلنے لگتا۔ میں نے اور تہذیب نے اُسے کسی بات پر نہیں ٹوکا۔ اس دوران میں رات کا کھانا آیا اور بڑی خاموشی کے ساتھ کھا بھی لیا گیا۔
پھر وہ وقت بھی آگیا جب ہمیں یہاں سے فرار ہونا تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب کیمپ میں جیتی آوارہ گردنیٹے میں ڈوب کر

جاسوسی ڈائجسٹ کا دلچسپ ترین سلسلہ
انسان کی ترقی و تہذیب کے حیات افروز واقعات
صدیوں سے زندہ ایک پُراسرار شخص کی آپ بیتی، ہَوا جس کی دوست تھی، سمندر جس کے لیے آغوش مادر تھا، آگ اس کے بدن کو نمو دیتی تھی۔
☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

قیمت فی حصہ ۳۰/ روپے ● ڈاک خرچ فی حصہ ۱۲/ روپے
کتابیات پبلیکیشنز
[illegible]
کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدست ہو جاتے ہیں اور اپنے گرد و پیش سے بے خبر ہو جاتے ہیں۔ رات کے سناٹے میں کیمپ کے مغربی سرے پر ابھرنے والے فائروں کی پے در پے آوازوں نے سناٹے کا سینہ چھلنی کر دیا۔ مختلف اقسام کے آتشیں اسلحے سے لگاتار فائرنگ ہو رہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس فائرنگ نے کیمپ میں ہلچل مچا دی ہو گی لیکن ہم اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ سب طے شدہ پروگرام کے مطابق ہو رہا ہے چنانچہ ہم فرار ہونے کے لیے تیار ہو گئے۔

ہمیں راستہ بالکل صاف ملا تھا۔ جیپ تک پہنچنے کے دوران ہمیں روڈا لیبو کا ایک آدمی بھی نہیں ملا۔ میں ڈی فوسٹر اور تہذیب کو لے کر سیدھا جیپ تک پہنچا تھا۔ حسبِ پروگرام اگنیشن میں کنجیاں لگی ہوئی تھیں۔ میں نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر کسی توقف کے بغیر جیپ اسٹارٹ کر دی۔ تہذیب نے ڈی فوسٹر کے ساتھ عقبی حصہ سنبھال لیا تھا۔

"رائفل موجود ہے تہذیب؟" میں نے جیپ کو آگے بڑھاتے ہوئے تہذیب سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "خاصی تعداد میں فالتو راؤنڈ بھی موجود ہیں۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر کو جنبش دی اور جیپ کی رفتار بڑھانے لگا۔ فائرنگ کی آوازیں بتدریج ہم سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔ پہاڑی ڈھلانوں اور بلندیوں پر جیپ کا سفر جاری تھا۔ میں ممکنہ حد تک تیز رفتاری سے جیپ ڈرائیو کر رہا تھا لیکن پہاڑی راستوں پر زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ممکن نہیں تھا اس لیے جیپ بہت زیادہ رفتار سے بھی سفر نہیں کر رہی تھی۔

عقب سے آنے والی فائرنگ کی آوازیں دم توڑ چکی تھیں اور اب ہر طرف سناٹے اور ویرانی کا راج تھا۔ تاحدِ نگاہ جہاں تک جیپ کی ہیڈ لائٹس میں نظر کام کر رہی تھی، ویرانے اور پہاڑی چٹانوں کے علاوہ کچھ نہیں تھا۔ کچھ دور مزید سفر کرنے کے بعد ہم نے پہلے فائر کی آواز سنی۔ یہ فائر ہم سے کافی آگے ہوا تھا۔ اس کے بعد فائروں کی مسلسل آوازوں نے سناٹے کو مجروح کرنا شروع کر دیا۔

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ وہ ڈراما شروع ہو گیا تھا جو میرے مشورے پر روڈا لیبو نے کنگ اطلس کے کہنے سے ترتیب دیا تھا۔ میں بے خوفی سے جیپ ڈرائیو کرتا رہا۔ کسی قسم کے خوف کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ میرے اور تہذیب کے علاوہ ڈی فوسٹر بھی اس ڈرامے سے واقف تھا ورنہ وہ پہلے سے جس طرح سہما ہوا تھا اس کے پیشِ نظر اگر اس کی توقع کے خلاف اس قسم کا کوئی ہنگامہ شروع ہو جاتا تو خوف کے مارے اس کی گھگھی ہی بندھ گئی ہوتی۔

ذرا آگے بڑھنے کے بعد دفعتاً ہی مجھے احساس ہوا کہ ابھی وہ جگہ تو آئی نہیں جہاں ہم پر حملہ کیا جانا تھا۔ ان لوگوں نے اتنی بے صبری کا مظاہرہ کیوں کیا۔ ہمارے وہاں پہنچنے میں چند ہی منٹ تو رہ گئے تھے۔ کیا وہ لوگ چند منٹ انتظار نہیں کر سکتے تھے؟ انھوں نے اتنے فاصلے سے یہ اقدام کیوں کیا؟ انھیں جیپ کے راستے کا بھی علم تھا۔ اتنے فاصلے سے گولیاں برسانا تو نہایت بے معنی حرکت تھی۔ اتنی دیر میں تو اپنے بچاؤ کا انتظام بھی کیا جا سکتا تھا۔

کچھ دیر گولیاں چلنے کا سلسلہ جاری رہا اور پھر دفعتاً ہی دوبارہ پہلے کی طرح سناٹا چھا گیا۔ گولیاں چلنا بند ہو گئی تھیں۔ میں الجھن میں مبتلا ہو گیا تھا مگر میں نے جیپ نہیں روکی۔

"علی! عقب سے" تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔ "وہ جو سامنے چٹان نظر آ رہی ہے نا، میں نے اسی طرف سے شعلے لپکتے دیکھے تھے۔"

"ہاں، فائرنگ اسی چٹان پر سے ہو رہی تھی۔" میں نے جواب دیا۔ "اور ہم اسی چٹان کے سامنے سے گزریں گے۔"

تہذیب نے کوئی جواب نہیں دیا اور ڈی فوسٹر تو آواز نکالنے کے قابل بھی نہیں تھا۔ میں دانتوں پر دانت جمائے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا مگر اس نئی صورتِ حال کے متعلق میں کوئی رائے قائم نہیں کر پا رہا تھا۔

ابھی ہماری جیپ ان چٹانوں کے سامنے پہنچ بھی نہیں پائی تھی کہ اچانک ہی ہم پر روشنی کی یلغار ہو گئی۔ دونوں اطراف بکھری ہوئی چٹانوں نے تیز روشنی اگلنا شروع کر دی تھی۔ وہ طاقت ور سرچ لائٹوں کی روشنیاں تھیں جنھوں نے ہمارے ارد گرد کے علاقے کو منور کر کے رکھ دیا تھا۔ روشنیاں اتنی تیز تھیں کہ دن کا گمان ہونے لگا تھا۔ ان طاقت ور سرچ لائٹوں کے عقب میں دیکھنا تو ممکن نہیں تھا لیکن چٹانوں کے درمیان کئی جگہوں سے ابھری ہوئی رائفلوں کی نالیں ہمیں صاف نظر آ رہی تھیں۔

"رک جاؤ۔" ایک گرج دار آواز سنائی دی۔ "اگر فرار ہونے کی کوشش کی تو جیپ کے ساتھ ساتھ تم سب کے بھی پرخچے اڑ جائیں گے۔"

میں اچھی طرح جانتا تھا کہ وہاں اس ویرانے میں ان لوگوں نے ہماری ضیافت کے لیے اتنا اہتمام نہیں کیا ہو گا۔ اس لیے میں نے اس وارننگ سے قبل ہی جیپ روک دی تھی جہاں تگ و دو کا منفی نتیجہ نکلنے کی توقع ہو وہاں کسی قسم کی جدوجہد کرنے کو محض حماقت ہی قرار دیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس آواز نے میرے جسم میں سنسنی پیدا کر دی تھی۔

اس آواز میں شناسائی کی جھلکیاں تھیں۔ وہ آواز میرے لیے اجنبی نہیں تھی لیکن فوری طور پر مجھے یاد نہ آ سکا کہ وہ آواز میں نے پہلے کہاں سنی تھی؟

"تمہارے پاس جو اسلحہ بھی ہے اُسے جیپ سے باہر پھینک دو۔" گرج دار آواز میں دوبارہ کہا گیا۔

میرے پاس تو اسلحے کے نام پر کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ پروگرام تو یہ تھا کہ اس مقام سے کچھ آگے ہم روڈا لیبو کے آدمیوں سے مصنوعی مقابلہ کریں گے اور اسی وجہ سے میں نے اپنے پاس کوئی ہتھیار رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی تاہم اب مجھے احساس ہو رہا تھا کہ مجھ سے زبردست غلطی سرزد ہوئی ہے۔ یہ بات مجھے فراموش نہیں کرنا چاہیے تھی کہ ہمارا مقابلہ معمولی لوگوں سے نہیں ہے۔ ہمارے مقابلے پر دنیا کے انتہائی ترقی یافتہ ممالک کے مایہ ناز ایجنٹ تھے جن سے ہر وقت ہوشیار رہنا ضروری تھا لیکن مجھ سے جو چوک ہو چکی تھی اب پچھتاوے سے اُس کا مداوا تو نہیں ہو سکتا تھا۔

میری طرح ڈی فوسٹر بھی نہتا تھا اگر وہ نہتا نہ ہوتا تو بھی کیا فرق پڑ جاتا۔ وہ ذہنی کام کرنے والا کم زور اعصاب کا آدمی تھا۔ ایک سائنس دان، جو مہلک ہتھیار ایجاد تو کر سکتا ہے مگر انھیں استعمال نہیں کر سکتا۔ ڈی فوسٹر کے اعصاب پر تو گولیوں کی آوازیں بھی بم کے دھماکوں کی طرح اثر انداز ہو رہی تھیں۔ اُس کی گھگھی بندھی ہوئی تھی۔ اگر اُس کے پاس ہتھیار ہوتا تو یا تو وہ اُسے استعمال نہ کر پاتا یا اگر استعمال کرتا بھی تو شاید اپنے ساتھیوں کے لیے ہی ہلاکت خیزی کا سامان کرتا۔

تہذیب کے پاس البتہ ایک رائفل تھی جو مصنوعی مقابلہ کرنے کے لیے روڈا لیبو نے مہیا کی تھی۔ مقابلہ تو خیر کیا کرتے، اُلٹے ہم مصیبت میں پھنس گئے تھے اور جس طرح میں نے جیپ روک دی تھی اُسی طرح تہذیب کے پاس بھی رائفل پھینک دینے کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا اور اس نے کیا بھی یہی۔ سناٹے میں رائفل کے سنگلاخ زمین پر گرنے سے زوردار آواز پیدا ہوئی اور پھر سناٹا چھا گیا۔

میرے دونوں ہاتھ جیپ کے اسٹیئرنگ پر تھے۔ جیپ اور اُس کے ارد گرد کا پہاڑی علاقہ تیز روشنی میں ڈوبا ہوا تھا۔ میں بے حس و حرکت بیٹھا تھا مگر میری آنکھیں تیزی سے گردش کر رہی تھیں لیکن بے آب و گیاہ چٹانوں کے عقب سے جھانکتی ہوئی متعدد رائفلوں کی نالوں کے علاوہ کچھ اور نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس صورتِ حال میں رائفل پھینک کر تہذیب نے عقلمندی کا مظاہرہ کیا تھا۔

تہذیب کے رائفل پھینکنے کے چند لمحوں کے اندر اندر چٹانوں کے عقب سے کئی مسلح افراد برآمد ہوئے اور انھوں نے جیپ کو گھیرے میں لے لیا۔ اُن سب کے چہرے نقابوں میں پوشیدہ تھے۔ انھوں نے اندازہ کر لیا تھا کہ ہم کسی قسم کی مزاحمت کرنے کا ارادہ نہیں رکھتے اسی لیے وہ بلا جھجک جیپ کے بالکل نزدیک آ گئے تھے۔ میں خاموشی سے اسٹیئرنگ پر بیٹھا اُن لوگوں کو دیکھتا رہا۔ اُن میں سے کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر کسی نے مجھے کالر سے پکڑ کر بڑی بے دردی سے جیپ سے نیچے کھینچ لیا۔ میں بڑے بے ڈھنگے انداز میں زمین پر گرا اور مجھے اپنے جسم پر چند ٹھوکریں بھی برداشت کرنا پڑیں۔ مزید پٹائی سے بچنے کے لیے مجھے تیزی سے اُٹھ کر کھڑا ہو جانا پڑا۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب کے ساتھ بھی ایسا ہی بے رحمانہ سلوک کیا گیا تھا۔ پھر اُن لوگوں نے ہم تینوں کے ہاتھ ہماری پشت پر مضبوطی سے باندھ دیے۔ ہماری جامہ تلاشی لے کر انھوں نے ہمارے پاس موجود ہر چیز اپنے قبضے میں لے لی تھی۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں ان میں سے کس کی آواز میں نے پہلے بھی سنی تھی۔ میں ابھی تک یاد نہیں کر سکا تھا کہ مجھے اس آواز میں شناسائی کی جھلکیاں کیوں محسوس ہوئی تھیں۔ اگر وہ سب نقاب پوش نہ ہوتے تو شاید بولنے والے کا چہرہ دیکھ کر ہی مجھے کچھ یاد آ سکتا۔

ہمارے ہاتھ باندھنے کے بعد اُن لوگوں نے ہمیں جارحانہ انداز میں دھکیلنا شروع کیا۔ تقریباً پندرہ منٹ بعد وہ ہمیں دھکیلتے ہوئے ایک ایسے مقام پر لے گئے جہاں ایک چٹان کے عقب میں ایک بڑی سی گاڑی کھڑی ہوئی تھی۔ اُس وین کا عقبی دروازہ کھولا گیا اور اُن لوگوں نے ہمیں وین کے اندر پھینک دیا اور اس کے بعد خود بھی وین کے پچھلے حصے میں گھس گئے۔ تین افراد البتہ وین کے اگلے حصے کی طرف چلے گئے تھے۔

چند ہی لمحوں کے اندر اندر گاڑی اسٹارٹ ہو کر وہاں سے روانہ ہو گئی اور اُس کے ذرا ہی دیر بعد ہم نے ایک دھماکا سنا۔ غالباً بم مار کر ہماری جیپ کو تباہ کر دیا گیا تھا۔ ہم بُری طرح پھنس کر رہ گئے تھے لیکن ہمارے پاس خاموشی کے سوا کیا چارۂ کار تھا۔ ہمیں جانوروں کی طرح وین میں ٹھونسا گیا تھا اور ہم اس سلوک کے خلاف صدائے احتجاج بھی بلند نہیں کر سکتے تھے۔ اُن لوگوں کے انداز سے اس قدر درندگی ٹپک رہی تھی کہ ہم ذرا بھی چوں و چرا کرنے کی کوشش کرتے تو کچھ عجب نہیں تھا کہ وہ ہمیں مار کر ہماری لاشیں وہیں پھینک کر آگے بڑھ جاتے۔ میری طرح تہذیب بھی صورتِ حال کی سنگینی بھانپ چکی تھی۔ اسی لیے اُس نے بھی چپ سادھ رکھی تھی اور ڈی فوسٹر میں تو اتنی ہمت تھی ہی نہیں کہ اُن لوگوں سے کسی قسم کے سوال جواب بھی کر سکتا۔ اُس پر تو سکتہ طاری تھا۔

پہاڑی ناہموار راستوں پر وین اُچھلتی کودتی چلی جا رہی تھی۔ وین کے فرش پر پڑے ہونے کی وجہ سے ہر جھٹکا سہنا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ لوگ تو بیٹھے ہوئے تھے لیکن ہم لوگ بہت بُرے حال میں تھے۔ وہ قیامت کا سفر ثابت ہوا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہم ایک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کبھی ختم نہ ہونے والا سفر کر رہے ہیں۔ سفر کسی صورت ختم ہونے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ پے در پے لگنے والے جھٹکے آخر ہم کہاں تک برداشت کرتے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے تہذیب اور اس کے بعد میں بھی ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گیا۔

پھر صبح کے وقت ہمارے سفر کا اختتام ہوا۔ گاڑی رُکنے کے احساس سے مجھے کچھ ہوش آیا تھا۔ تہذیب ... غنودہ سے انداز میں آنکھیں کھول کر دیکھا تھا مگر اُن لوگوں ... نے بُری طرح کھینچ کر ہمیں اُٹھایا بلکہ اُٹھا لیا گیا، بس گھسیٹتے ہوئے ہمیں وین سے باہر پھینک دیا۔ اُن کے اس سلوک ... بعد غنودگی ہوا ہو گئی۔ اُس کے بعد وہ لوگ ایک بار پھر ہمیں ... ہی سے دھکیلتے ہوئے ایک کمرے تک لے گئے۔

تہذیب اور ڈی فوسٹر کے بارے میں تو مجھے نہیں معلوم لیکن مجھے اتنا ہوش تھا کہ میں نے دیکھ لیا، ہمارے سفر کا اختتام ایک عمارت پر ہوا ہے۔ لیکن اُن لوگوں نے اتنا موقع ہی نہیں دیا کہ میں اس عمارت کا تفصیلی جائزہ لے سکتا۔ ہمیں ایک کمرے میں دھکیل کر اُن لوگوں نے دروازہ باہر سے بند کر دیا۔ اُس کمرے میں فرنیچر نامی کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ بس فرش پر قالین بچھا تھا اور کچھ بھی نہیں تھا۔ انتہا تو یہ تھی کہ دیواروں پر سجاوٹ کے لیے بھی کسی شے کا وجود نہیں تھا۔ ایک کیل تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ چھت بھی خاصی بلند تھی اور دیواروں میں اگرچہ روشن دان موجود تھے مگر سپاٹ دیواروں پر چھپکلی کی طرح رینگ کر ہی اُن تک رسائی ممکن تھی۔ اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔

تمام رات کے تکلیف دہ سفر کے باعث میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا۔ تہذیب کا چہرہ بھی اُترا ہوا تھا۔ صاف معلوم ہو رہا تھا کہ وہ بھی سخت تکلیف میں ہے اور ڈی فوسٹر کے چہرے پر تو مُردنی چھائی ہوئی تھی۔ وہ بے سُدھ انداز میں قالین پر لیٹا ہوا تھا اور آنکھیں بند کیے گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔ ہاتھ پُشت پر بندھے ہونے کے باعث وہ ٹھیک سے لیٹ بھی نہیں سکتا تھا۔ یہی حال میرا اور تہذیب کا بھی تھا۔

کافی دیر تک خاموشی چھائی رہی پھر جب یہ خاموشی زیادہ ہی طویل ہونے لگی تو میں نے بولنے میں پہل کی۔

"کچھ اندازہ ہوا تہذیب؟" میں نے کہا۔

"کیا؟" تہذیب نے چونک کر کہا۔ اُس کا انداز ایسا تھا جیسے میری بات اُس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

"شاید کھیل بگڑ گیا۔ یہ لوگ کسی ملک کے ایجنٹ معلوم ہوتے ہیں جن کے ہتھے ہم چڑھ گئے ہیں۔"

تہذیب مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میں کسی اجنبی زبان میں گفتگو کر رہا ہوں۔

"تمہیں کیا ہو گیا ہے تہذیب؟" میں نے تیز قسم کی سرگوشی میں کہا۔ "خود کو سنبھالنے کی کوشش کرو۔ ہمیں ابھی بہت کچھ کرنا ہے۔"

"میں... میں بالکل ٹھیک ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ اُس کی آواز میں بے انتہا نقاہت تھی۔ میرا دل کٹ کر رہ گیا۔

"ہمارا رات بھر کا سفر بے حد تکلیف دہ تھا۔" میں نے کہا۔ "اور ممکن ہے آئندہ ہمیں اس سے بھی زیادہ خراب حالات کا سامنا کرنا پڑے۔ اُس وقت کیا ہوگا؟"

تہذیب مجھے یوں دیکھنے لگی جیسے میری بات سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو۔ "ہاں! تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔"

"کیا تم بہت زیادہ تکلیف محسوس کر رہی ہو؟" میں نے نرمی سے پوچھا۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے... جیسے میرے بازو اکڑ جائیں گے، میرا جسم پھوڑے کی طرح دُکھ رہا ہے۔" تہذیب نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"میرا بھی یہی حال ہے تہذیب! اگر تم اپنی تکلیفوں کی طرف توجہ دو گی تو تمہیں اور بھی زیادہ تکلیف محسوس ہوگی۔ بھول جاؤ کہ تم کس حال میں ہو۔"

"اگر صرف میرے ہاتھ کھل جائیں تو میری تکلیف آدھی رہ جائے گی۔ ہاتھوں کی مدد سے کم از کم میں اپنے جسم کے دُکھتے ہوئے حصوں کو دبا تو سکوں گی۔"

"میں چاہوں تو تمہاری بندشیں کھول سکتا ہوں۔ اور اس میں شاید پانچ منٹ سے زیادہ وقت نہ لگے مگر میں ایسا کروں گا نہیں۔"

تہذیب چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ "تم مجھے کیسے کھولو گے؟ تمہارے ہاتھ تو خود بندھے ہوئے ہیں۔"

"انگلیاں تو آزاد ہیں نا۔ تمہاری طرف پُشت کر کے میں اپنی انگلیوں کی مدد سے تمہارے ہاتھ آزاد کر سکتا ہوں۔ ذرا سی وقت ضرور ہوگی مگر یہ ناممکن نہیں ہے۔"

"تو تم دیر کیوں کر رہے ہو؟" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میرے ہاتھ کھل گئے تو میں بہ آسانی تمہاری اور ڈی فوسٹر کی بندشیں کھول سکوں گی۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ میں ایسا ہرگز نہیں کروں گا۔ یہ ہمارے حق میں خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"بے وقوفی مت کرو علی۔" تہذیب کا لہجہ ملتجیانہ ہو گیا۔ "کیا تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ اس طرح ہم بے بسی کی حالت میں مارے جائیں گے؟ ہاتھ کھلے ہوں گے تو ہم کم از کم اپنا دفاع تو کر سکیں گے۔"

"ان لوگوں نے ہمارے ساتھ جس جارحیت کا مظاہرہ کیا ہے اُسے تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہو۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سفاکی اور بے رحمی اِن لوگوں پر ختم ہے۔ وہ ہمارے ساتھ ذرہ برابر رعایت کرنے

کے موڈ میں نہیں ہیں۔ لہٰذا ہمارے لیے بہتر یہی ہے کہ خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیں اور انھیں زیادہ سے زیادہ غلط فہمی میں مبتلا کرنے کی کوشش کریں۔"

"تمہاری باتوں سے شکست خوردگی ٹپک رہی ہے۔" تہذیب نے جھنجلاتے ہوئے انداز میں کہا۔ "تم اُن لوگوں سے خوف زدہ ہو گئے ہو۔"

"میں ذرا بھی خوف زدہ نہیں ہوں تہذیب! لیکن کوئی ہلاکت خیز قدم اُٹھانے کے لیے بھی تیار نہیں ہوں۔" میں نے پُرسکون انداز میں جواب دیا۔

"تمہاری منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" تہذیب بے بسی سے بولی۔ "کیا تمہیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ میں شدید تکلیف میں مبتلا ہوں؟"

"میں خود بھی تو اتنی ہی تکلیف میں مبتلا ہوں۔ لیکن نہ تو میں خود سے دُشمنی کر سکتا ہوں اور نہ ہی تم سے۔"

"اُلجھی ہوئی باتیں مت کرو علی! مجھے کم از کم سمجھا تو دو کہ تمہارے ذہن میں کیا ہے؟"

"جسمانی حالت کے ساتھ ساتھ تمہاری ذہنی حالت بھی ٹھیک نہیں ہے ورنہ میں ضرور تمہیں سمجھا دیتا۔" میں نے کہا۔

"نہیں! میری ذہنی حالت ٹھیک ہے۔ تم کچھ بتاؤ تو سہی، میں سمجھنے کی پوری کوشش کروں گی۔"

"پہلے یہ بتاؤ کہ تمہارے خیال میں ہم کن لوگوں کی قید میں ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے ان لوگوں کا تعلق کسی ایسے ملک سے ہے جو فارمولوں کے حصول کے چکر میں ہے۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم سوچنے سمجھنے کی صلاحیت سے محروم نہیں ہوئیں۔" میں نے کہا۔ "گویا تم تسلیم کرتی ہو کہ جن لوگوں کی قید میں ہم ہیں وہ کسی ملک کے سیکرٹ ایجنٹ ہیں؟"

"ہاں، جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں ان میں اس کے علاوہ کچھ اور نہیں سوچا جا سکتا۔"

"سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں تم کیا جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"علی!" تہذیب نے احتجاجی لہجے میں کہا۔ "تم کس قسم کی باتیں کر رہے ہو؟"

"جو کچھ میں نے پوچھا ہے اُس کا جواب دو تہذیب تاکہ میں بات آگے بڑھا سکوں۔"

تہذیب نے جواب دینے سے قبل ایک لمحے کے لیے مجھے گھورا۔ "سیکرٹ ایجنٹوں کے بارے میں، میں تمہیں کیا بتاؤں؟"

"اُن کی استعداد، اُن کا رویّہ اور اُن کے کردار کے حیاسے کے بارے میں بتاؤ۔"

"ہر ملک اپنے ذہین ترین افراد میں سے ان کا انتخاب کرتا ہے۔ سیکرٹ ایجنٹ بے انتہا محبِ وطن ہوتے ہیں، نہ بکنے والے اور یہ اپنا کام نکالنے کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں... بس یا کچھ اور؟" تہذیب نے مجھے گھورا۔

"بہت ہے۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اب یہ بتاؤ کہ وہ لوگ جو اپنے ملک کے ذہین ترین لوگ ہیں، کیا وہ یہ نہیں سوچ سکتے تھے کہ ہم ایک دوسرے کے ہاتھ کھول کر آزاد ہو سکتے ہیں؟"

"ہو سکتا ہے بے خیالی میں اُنھوں نے اس بات پر غور ہی نہ کیا ہو۔"

"ہرگز نہیں۔ سیکرٹ ایجنٹ اپنے ہر کام میں ماہر ہوتے ہیں۔ اُن سے بے خیالی میں بھی اس قسم کی حرکت نہیں سرزد ہو سکتی۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے؟"

"یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اُنھوں نے جان بوجھ کر ہمیں یہ موقع فراہم کیا ہے۔"

"تم کسی طرح یہ ثابت نہیں کر سکو گے کہ اس حرکت سے اُنھیں کسی قسم کا فائدہ ہو سکتا ہے۔"

"وہ ہمیں پرکھنا چاہتے ہیں کہ ہم کتنے پانی میں ہیں۔ اگر ہم نے اس طرح خود کو آزاد کرا لیا تو یقین کرو ہمارا مستقبل بہت مخدوش ہو جائے گا۔ وہ ہمیں کسی قیمت پر بھی نہیں چھوڑیں گے لیکن اگر ہم اسی طرح چُپ چاپ بندھے پڑے رہے تو وہ ہمیں کسی خاص اہمیت کا حامل تصور نہیں کریں گے۔ پھر ممکن ہے ہم جھوٹ سچ بول کر اُن کے چنگل سے نکلنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اگر اُنھوں نے ہمیں آزاد نہیں کیا تو بھی کم از کم وہ ہماری طرف سے کسی قدر غلط فہمی میں تو مبتلا ہو ہی چکے ہوں گے اور ہم کوئی مناسب موقع دیکھ کر اُن کے چنگل سے نکل بھاگنے کی کامیاب کوشش تو کر سکیں گے۔"

تہذیب چند لمحے میری باتوں پر غور کرتی رہی پھر بولی۔ "تم ٹھیک کہہ رہے ہو علی! واقعی ہماری بہتری کے لیے ضروری ہے کہ ہم یونہی بندھے پڑے رہیں۔"

"شکر ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میری باتیں تمہاری سمجھ میں آ گئیں۔"

"سوال یہ ہے کہ یہ کم بخت اتنے صحیح مقام پر کیسے پہنچ گئے؟" تہذیب نے کہا۔

"غلطی ہماری ہے تہذیب! جب ہمیں اندازہ ہو گیا تھا کہ یہ لوگ ڈی فوسٹر کی بُو سونگھتے ہوئے روڈ ایلبو کے کیمپ تک آ پہنچے ہیں تو ہمیں بے حد محتاط ہو جانا چاہیے تھا۔"

"اِس سے زیادہ ہم اور کیا احتیاط برت سکتے تھے۔ رات کے اندھیرے میں کتنی خاموشی سے تو ہم وہاں سے نکلے تھے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں، ہمیں چاہیے تھا کہ آخری وقت میں اپنا پروگرام تبدیل کر دیتے۔ کسی اور راستے سے سفر کرتے۔ ان لوگوں نے روڈا ایلیو کے آدمیوں کو لالچ دے کر اُن سے یقیناً ہمارا پروگرام معلوم کر لیا ہوگا۔"

"خیر وہ تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ اب ان لوگوں سے کیا جھوٹ بولیں گے؟"

"ہم ان پر یہ ہرگز ظاہر نہیں کریں گے کہ ہم ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف ہیں بلکہ ہم یہ کہیں گے کہ ڈی فوسٹر کو ایک مخصوص مقام تک پہنچانے کے لیے ہماری خدمات کرائے پر حاصل کی گئی تھیں۔"

"میں سمجھتی ہوں کہ اس سے زیادہ مناسب بیان اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا لیکن کیا وہ لوگ ہماری بات پر یقین کر لیں گے؟"

"ہمیں اس سے کوئی غرض نہیں کہ وہ ہماری بات پر یقین کرتے ہیں یا نہیں۔ اُن کے پاس ہمارے بیان کی صحت کو پرکھنے کا کوئی ذریعہ تو ہوگا نہیں۔"

"لیکن اُن لوگوں نے روڈا ایلیو کے آدمیوں سے جو معلومات حاصل کی ہیں اُن کی روشنی میں تو ہمارا جھوٹ پکڑا جائے گا؟" تہذیب نے کہا۔ اس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"خوش قسمتی سے روڈا ایلیو کا کوئی بھی آدمی نہ تو ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف تھا اور نہ ہی ہماری اصلیت سے۔"

"تب تو واقعی اس بات کا امکان ہے کہ یہ لوگ ہمارا جھوٹ نہ پکڑ سکیں۔" تہذیب نے کہا۔

"امید تو یہی ہے۔ اور محض اس بات پر کہ یہ لوگ ہمارے بارے میں تاریکی میں ہیں، ہم محفوظ بھی ہیں ورنہ زندگی کی کوئی امید نہ رہ جاتی۔"

"لیکن یہ لوگ کتنے سفاک ہیں علی! انھوں نے روڈا ایلیو کے اُن تمام آدمیوں کو ختم کر دیا جن سے ہمارا مصنوعی مقابلہ ہونا تھا۔ ان سے یہ توقع کیسے رکھی جا سکتی ہے کہ ہمیں چھوڑ دیں گے۔"

"ان سے کسی قسم کی توقع رکھنا محض حماقت ہے۔ لیکن روڈا ایلیو کے اُن آدمیوں میں اور ہم میں بہت فرق ہے۔"

"کچھ بھی فرق نہیں ہے۔ وہ روڈا ایلیو کے ملازم تھے اور ہم کرائے کے لوگ ہیں — بات تو ایک ہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں۔ فرق یہ ہے کہ وہ لوگ مسلح تھے اور اگر یہ لوگ انھیں نہ مار دیتے تو وہ اِن کے عزائم دیکھ کر اِن سے مقابلہ ضرور کرتے لہٰذا انھوں نے اُن کو قبل از وقت ہی ٹھکانے لگا دیا تاکہ مقابلے کا کوئی امکان ہی باقی نہ رہ جائے اور وہ بہ آسانی ہمیں اغوا کر سکیں۔ انھیں ہلاک کر دینا تو ان کے لیے ناگزیر تھا۔"

"اور چونکہ ہم سے انھیں اتنا خطرہ نہیں ہوگا اس لیے ہم توقع کر سکتے ہیں کہ یہ ہمارے ساتھ ذرا مختلف قسم کا سلوک کریں گے۔" تہذیب پھیکے سے انداز میں مسکرائی۔

"ہاں، امید پر دُنیا قائم ہے۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا۔ "لیکن مجھے افسوس ہے کہ روڈا ایلیو کے آدمی خواہ مخواہ ہی مارے گئے۔"

دفعتاً ہم نے ڈی فوسٹر کے کراہنے کی آوازیں سنیں۔ وہ ہوش میں آ رہا تھا۔ میں اور تہذیب خاموش ہو گئے۔ ڈی فوسٹر نے آنکھیں کھول کر چند لمحے اس طرح آنکھیں پٹ پٹائیں جیسے کچھ سمجھ میں نہ آ رہا ہو پھر نحیف آواز میں بولا۔ "میں کہاں ہوں؟"

"ہم دشمنوں کی قید میں ہیں۔" میں نے کہا۔ "یاد نہیں، انھوں نے ہمیں راستے میں گھیر لیا تھا۔"

"اُف، ہائے... ہاں، مجھے یاد آ گیا۔ انھوں نے ہمیں قید کر لیا تھا لیکن میرے ہاتھ تو کھولو۔ میں مر رہا ہوں۔"

"کیسے کھولیں ڈی فوسٹر، ہم تو خود بندھے ہوئے ہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"ہاں، تم لوگ بھی کیا کر سکتے ہو۔ میری طرح تم بھی بے بس ہو۔ میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا، پہلے ہی سمجھ رہا تھا۔ سب بے بس ہیں۔ کوئی کچھ نہیں کر سکتا۔"

ڈی فوسٹر کا دماغ اُس کے قابو میں نہیں تھا اسی لیے وہ بے ربط گفتگو کر رہا تھا۔ "حوصلہ رکھو ڈی فوسٹر۔" میں نے کہا۔ "سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

"میری قسمت ہی خراب ہے۔ میں جانتا ہوں، تقدیر کبھی میرا ساتھ نہیں دے گی۔ میں جو بھی کوشش کرتا ہوں میرے خلاف جاتی ہے۔"

"کامیابی جتنی بڑی ہو اتنی ہی مشکل سے ملتی ہے ڈی فوسٹر! مشکلات کا مقابلہ تو کرنا ہی پڑتا ہے۔"

"میں کسی اور کو تو قصوروار نہیں ٹھہرا رہا۔ غلطی میری اپنی ہے۔ مجھے یہ سب کچھ کرنا ہی نہیں چاہیے تھا۔ جن لوگوں کے لیے میں نے خود کو خطرے میں ڈالا انھوں نے ہی مجھے اس حال کو پہنچا دیا۔"

"مستقبل پر نظر رکھو ڈی فوسٹر! ماضی میں جو کچھ ہوا اُسے یاد کرنے اور اُس پر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔"

"مستقبل سے بھی کون سی امید وابستہ کی جا سکتی ہے۔" ڈی فوسٹر تلخی سے ہنسا پھر غصیلے لہجے میں بولا۔ "کیا ہم لوگ یہاں بیٹھ کر یونہی چلائیں گے۔ آخر ان لوگوں نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟"

ڈی فوسٹر کے ان الفاظ کے ساتھ ہی دروازہ کھلا اور دو افراد نظر آئے۔ ایک کے ہاتھ میں ٹامی گن تھی اور دوسرا خالی ہاتھ تھا۔ ٹامی گن بردار دروازے پر ہی رُک گیا جبکہ دوسرا شخص اندر آ گیا۔

"مسٹر ڈی فوسٹر؟" اُس شخص نے اندر آ کر کہا۔ اُس کا انداز سوالیہ تھا۔

ڈی فوسٹر نے سر گھما کر اُس شخص کی طرف دیکھا۔ "کیا بات ہے؟" اُس نے تیکھے لہجے میں پوچھا۔ شاید وہ اپنی زندگی سے عاجز آ چکا تھا۔

"تم ڈی فوسٹر ہو؟" اُس شخص نے پوچھا۔

"ہاں، میں ہی ڈی فوسٹر ہوں۔" ڈی فوسٹر غرایا۔ "تم لوگوں نے ہمارے ہاتھ کیوں باندھ رکھے ہیں؟"

"ناراض کیوں ہو رہے ہو۔ ابھی کھولے دیتا ہوں۔" اُس نے کہا اور آگے بڑھ کر پہلے تہذیب کے اور پھر ڈی فوسٹر کے ہاتھ کھول دیے۔ مجھے اُس نے یوں نظرانداز کر دیا تھا جیسے میں وہاں موجود ہی نہ رہا ہوں۔ ڈی فوسٹر اور تہذیب اپنی کلائیاں مسل رہے تھے۔

"آؤ، میرے ساتھ چلو۔" اُس شخص نے ڈی فوسٹر سے کہا۔

"تم... تم مجھے کہاں لے جاؤ گے؟" ڈی فوسٹر نے خوفزدہ لہجے میں پوچھا۔

اُس شخص نے کوئی جواب دینے کے بجائے ڈی فوسٹر کو بازو سے پکڑا اور اُسے گھسیٹتا ہوا دروازے کی طرف لے جانے لگا۔

"ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں نے کیا قصور کیا ہے۔ مجھے بھی تو کھولتے جاؤ۔"

وہ شخص رُک گیا۔ "زیادہ بننے کی کوشش مت کرو۔ تمھیں یہ کھول دے گی۔" اُس نے تہذیب کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ اس دوران میں ڈی فوسٹر کھڑا ہو گیا تھا اور یہ بات بھی اُس کی سمجھ میں آ چکی تھی کہ اگر اُس نے ان لوگوں کے کہنے پر بے چون و چرا عمل نہ کیا تو اُس کا کیا حشر ہوگا۔ لہٰذا وہ اُن دونوں کے ساتھ ڈگمگاتے قدموں سے کمرے سے باہر نکل گیا۔ دروازہ ایک بار پھر باہر سے بند کر دیا گیا تھا۔

اُن کے جانے کے بعد تہذیب اُٹھ کر میری طرف بڑھی اور اُس نے میرے ہاتھوں کی بندشیں کھول کر مجھے بھی آزاد کر دیا۔ میں پھرتی سے اُٹھ کر بیٹھنے کے چکر میں منہ کے بل قالین پر گرا۔ جسم کے متعدد جوڑ گھنٹوں بندھے رہنے کے باعث تیزی سے حرکت کے متحمل نہیں ہو سکے تھے۔ تہذیب لپک کر میری طرف بڑھی اور میرے نزدیک آ کر گھٹنوں کے بل بیٹھ گئی۔

"کیا ہوا علی؟" اُس نے تشویشناک لہجے میں مجھ سے پوچھا۔ "کیا بہت زیادہ نقاہت محسوس کر رہے ہو؟"

"نہیں تہذیب! بس بعض اوقات حماقت سرزد ہو جاتی ہے۔ مجھے آہستگی سے حرکت کرنی چاہیے تھی۔ اتنی دیر سے بندھے ہوئے ہونے کے باعث جسم میں کچھ اکڑن سی پیدا ہو گئی ہے۔"

تہذیب میرا سر سہلانے لگی۔ "مجھے بتاؤ جسم کے کن حصوں میں تکلیف محسوس کر رہے ہو۔" تہذیب نے محبت سے کہا۔ "میں دبا دوں گی تو تکلیف کم ہو جائے گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں جان!" میں نے اُس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر کہا۔ "تم تو میری مسیحا ہو۔ میری تکلیفوں کے علاج کے لیے تو تمھاری قربت ہی بہت کافی ہے۔"

"گفتگو کرتے وقت موقع محل تو دیکھ لیا کرو۔" تہذیب نے شرما کر کہا۔ "ہم اس وقت دشمن کی قید میں ہیں۔ یہ وقت ان باتوں کا تو نہیں۔ ہمیں یہاں سے نکلنے کی فکر کرنی چاہیے۔"

"ان باتوں کے لیے کوئی موقع محل دیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "نہ ہی ان باتوں کے لیے کوئی وقت مقرر ہوتا ہے۔ بس جب بھی تمھاری شخصیت کا سحر غالب آ جائے...۔"

"اوہو... تو کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے جب جناب اس سحر سے آزاد ہوتے ہیں؟"

"ہاں۔" میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "جب میں فلسطین کے مظلوموں کے لیے سرگرم عمل ہوتا ہوں۔"

"اب اُٹھ کر بیٹھنے کی کوشش کرو علی۔" تہذیب نے موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"کوشش نہیں... یہ کہو کہ اب اُٹھ کر بیٹھ جاؤ۔" میں نے کہا اور آہستگی سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔

"اب تو کوئی تکلیف محسوس نہیں ہو رہی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں ذہنی خلش میں مبتلا ہو گیا ہوں۔"

"کیا بندھے رہنے کی وجہ سے؟" تہذیب نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تم نے وہ آواز سنی تھی جس نے ہمیں رُکنے کا حکم دیا تھا؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں سنی ہوگی۔" تہذیب نے کہا۔ "بڑی پاٹ دار آواز تھی۔"

"تمھیں یہ احساس تو نہیں ہوا جیسے وہ آواز تم نے پہلے بھی کبھی سن رکھی ہو؟"

"نہیں تو۔" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "لیکن یہ سوال پوچھنے کا مقصد کیا ہے؟"

"مجھے وہ آواز جانی پہچانی محسوس ہو رہی تھی۔ جب سے وہ آواز سنی ہے اسی اُلجھن میں ہوں لیکن یاد نہیں آتا کہ وہ آواز اس سے قبل میں نے کہاں سنی تھی۔"

"ممکن ہے وہ آواز تمھارے کسی واقف کار کی آواز سے ملتی ہوئی ہو اور تمھیں یوں محسوس ہو رہا ہو جیسے تم نے وہی آواز کہیں سنی ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی تو ہو جاتا ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ وہ کسی قسم کی مشابہت ہی رہی ہو جس نے مجھے اس خلش میں مبتلا کر رکھا ہے لیکن اگر ایسا ہے تو بھی مجھے یاد تو آنا چاہیے۔"

"کہیں ایسا تو نہیں کہ جس شخص کی وہ آواز تھی، وہ آواز بدل کر بولنے کی کوشش کر رہا ہو؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جب تک مجھے کچھ یاد نہیں آجاتا اُس وقت تک تو ہر امکان قابلِ قبول ہی نظر آتا رہے گا۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"تم کیوں ایک فضول بات میں اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔ مت سوچو اُس کے بارے میں۔ جو بھی ہوگا خود ہی سامنے آجائے گا۔"

"یہ فضول بات ہے تہذیب!" میں نے حیرت سے کہا "یہ تو بہت اہم بات ہے۔ اگر ہمیں قبل از وقت علم ہو جائے کہ ہمارا مدِمقابل کون ہے تو ہم بہتر لائحہ عمل طے کر سکیں گے۔"

"وہ تو تب ہے نا کہ جب یاد آ... میں تو کہہ رہی ہوں اگر یاد نہیں آ رہا تو ذہن پر زور مت ڈالو۔ خو... ہی یاد آجائے گا۔"

میں خاموش رہا مگر میرا ذہن بدستور اُلجھا ہوا تھا۔ آخر وہ آواز مجھے شناسا سی کیوں محسوس ہوئی تھی؟

"ان لوگوں کے بارے میں کچھ اندازہ لگایا علی! ان کا تعلق کس ملک سے ہو سکتا ہے؟"

"صرف اندازاً ہی کہہ سکتا ہوں کہ یہ فرانسیسی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔"

"اس نکتے کو ذہن میں رکھتے ہوئے غور کرو۔ ظاہر ہے جس شخص کی آواز ہم نے سُنی تھی اُس کا تعلق بھی فرانس سے ہی رہا ہوگا۔"

"میں پہلے ہی بہت غور کر چکا ہوں۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "جتنے فرانسیسیوں سے میرے تعلقات رہ چکے ہیں، میں اُن سب کو اپنے ذہن میں دُہرا چکا ہوں لیکن نتیجہ وہی صفر ہے۔"

"اور ہو۔" دفعتاً تہذیب اُچھل پڑی۔ "کہیں وہ اولیو ہاورڈ کی آواز تو نہیں تھی؟"

"کیا کہہ رہی ہو؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اولیو ہاورڈ کا فرانسیسی سیکرٹ سروس سے کیا تعلق؟"

"یہ تو صرف ہمارا اندازہ ہے نا کہ یہ لوگ فرانسیسی سیکرٹ سروس کے لوگ ہیں۔ کیا ضروری ہے کہ ہمارا اندازہ درست ہو۔"

"تب بھی اولیو ہاورڈ کے ساتھ فرانسیسیوں کی موجودگی سمجھ میں نہیں آتی۔" میں نے کہا۔

"لیکن یہودی قوم تو رنگ و نسل کے جھگڑوں سے آزاد ہے۔" تہذیب بولی۔

میں نے بہت زور سے اپنے ماتھے پر ہاتھ مارا۔ "واقعی تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔ اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا حالانکہ یہ بالکل سامنے کی بات ہے۔ یہ بالکل ممکن ہے کہ ان لوگوں کا تعلق اسرائیل سے ہو۔ اسرائیل ہی دُنیا کا وہ واحد ملک ہے جس کے ایجنٹوں کا تعلق دُنیا کے کسی بھی ملک سے ہو سکتا ہے۔ تاہم وہ شخص اولیو ہاورڈ نہیں ہو سکتا۔"

"کیوں نہیں ہو سکتا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اگر وہ اولیو ہاورڈ ہوتا تو تم نے بھی اُس کی آواز میں شناسائی کی جھلک محسوس کی ہوتی۔"

"تمہاری بات میں وزن ضرور ہے علی لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ کسی وجہ سے آواز بدل کر بول رہا ہو اور تم نے کسی قسم کی مماثلت محسوس کر لی ہو جس پر میں توجہ نہ دے سکی ہوں۔ ویسے بھی میرا اُس سے بہت کم واسطہ رہا ہے جبکہ تم اُس کے ساتھ بہت رہے ہو۔ میرا مطلب ہے تمہارا اور اولیو ہاورڈ کا تو تقریباً چولی دامن کا ساتھ رہا ہے۔"

"اگر وہ اولیو ہاورڈ ہی تھا تو سمجھ لو کہ ہمارے بچ نکلنے کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

"ایسی بھی کیا مایوسی۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "وہ ہمیں پہچانے گا کیسے؟ ہم دونوں ہی میک اپ میں ہیں۔"

"کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔" میں نے تیکھے لہجے میں کہا۔ "اولیو ہاورڈ کے سامنے کسی میک اپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔"

"اُس کے بارے میں سُنا تو بہت کچھ ہے۔" تہذیب ... منہ بنا کر بولی۔ "اب سامنا ہوگا تو پتا چل جائے گا کہ وہ ہے کتنے پانی میں۔"

"میری بات تمہاری سمجھ میں نہیں آ رہی۔" میں نے تہذیب کو گھورا۔

"ایک تم کیا، میں نے جس سے بھی سُنا ہے یہی ... ہے کہ وہ بے حد چالاک اور عیار آدمی ہے لیکن ہمارے میک ... تنے مکمل ہیں کہ..."

"اولیو ہاورڈ کے لیے کسی میک اپ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ جس طرح عام لوگ ایک دوسرے کو شکل دیکھ کر یا آواز سُن کر شناخت کر لیتے ہیں اسی طرح اولیو ہاورڈ کسی شخص کو ... کی چال ڈھال اور جسم کی دیگر حرکات سے شناخت کر سکتا ہے۔ اس کے لیے اُسے کسی کی صورت دیکھنے اور آواز سُننے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔"

تہذیب نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "تو کیا وہ تمہیں بھی شناخت کر لے گا؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"میری بات چھوڑو۔ مجھے اپنے جسم کی حرکات و سکنات پر اتنا اختیار ہے کہ جب چاہوں سب کچھ تبدیل کر لوں لیکن تمہاری وجہ سے میں بھی مارا جاؤں گا۔"

"تو اب یہ بھی تم ہی بتاؤ کہ اُس سے بچنے کی کیا صورت ہوگی؟"

"صرف کوشش کی جا سکتی ہے۔ کوشش کرنا کہ اپنی چال کے علاوہ اپنی دیگر حرکات پر بھی قابو رکھو۔ لائن آف کروزل والے معاملے میں اُسے شکست دینے کے بعد میں نے اُسے بہت بُری طرح بے بس بھی کر دیا تھا۔ اُس نے عہد کیا تھا کہ اپنی اس بے بسی کا بدلہ ضرور لے گا۔ اگر اُسے شبہ بھی ہو گیا کہ یہ میں ہوں تو زندگی کی کوئی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"تم تو اپنے ساتھ ساتھ مجھے بھی خوفزدہ کیے دے رہے ہو۔" تہذیب نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"میں خوفزدہ نہیں فکرمند ہوں اور تمہیں بھی خوفزدہ نہیں کر رہا بلکہ محتاط رہنے کی تلقین کر رہا ہوں اور محض احتیاطاً کر رہا ہوں ورنہ مجھے یقین نہیں ہے کہ وہ آواز اولیو ہاورڈ کی ہی تھی۔"

"اگر تمہیں یقین ہے کہ وہ اولیو ہاورڈ کی آواز نہیں تھی تو پھر کس بات کا ڈر ہے؟"

"یقین سے اُس وقت تک کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک یاد نہ آجائے کہ وہ آواز کس کی تھی اور جب تک یاد نہیں آجاتا اُس وقت تک یہ سمجھنے میں کوئی حرج نہیں کہ وہ آواز اولیو ہاورڈ کی ہی تھی۔ اس سے فائدہ ہی ہوگا نقصان تو کوئی بھی نہیں۔ احتیاط بہرحال اچھی چیز ہوتی ہے۔"

"ہم نے ڈی نوسٹر کے لیے تو کچھ سوچا ہی نہیں۔" تہذیب بولی۔ "یہ لوگ اُسے پکڑ کر لے گئے ہیں۔"

"ہاں، وہ اُسے لے گئے ہیں۔ اُس سے پوچھ گچھ کریں گے۔ وہ اُنھیں کچھ بتائے گا نہیں تو اُس پر تشدد بھی کیا جائے گا۔ ممکن ہے وہ اُنھیں بتا ہی دے کہ فارمولے اُس نے کہاں چھپائے ہیں۔"

"اگر اُس نے اُنھیں بتا دیا تو جانتے ہو کیا ہوگا؟" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"ہونا کیا ہے؟" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہمیں اس مشن میں ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا۔"

"تم اتنے اطمینان سے اپنی ناکامی کا تذکرہ کر رہے ہو؟" تہذیب حیرت سے بولی۔

"اس موقع پر اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ ہم بالکل بے بس ہیں۔ کسی چیز پر بھی ہمارا اختیار نہیں ہے علاوہ اس کے کہ بے جا تفکرات سے خود کو دور رکھیں۔"

"مجھے تو اُس بے چارے کے بارے میں سوچ سوچ کر افسوس ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں وہ لوگ اُس کے ساتھ کس قسم کا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"جس قسم کا بھی سلوک کر رہے ہوں گے اُس کا تعلق کسی اچھی قسم سے نہیں ہو سکتا بلکہ بہت ہی بُری قسم کا سلوک کر رہے ہوں گے۔"

"اگر اُن لوگوں نے فارمولے حاصل کر لیے تو ہم ایک بہت بڑی رقم کے حصول سے محروم ہو جائیں گے۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں۔ اگر فارمولے اُن کے ہاتھ لگ گئے اور ساتھ ہی ہمیں یہاں سے نکلنے کا موقع بھی مل گیا تو ہم اُنھیں چھوڑیں گے نہیں۔ فارمولے اتنی آسانی سے نہیں چھوڑے جا سکتے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو علی! آخر ہمیں اُدشیل میکائیل سے فلسطینی بھائیوں کے لیے رقم بھی تو وصول کرنی ہے۔"

"یہ درست ہے کہ فلسطینی ہمارے بھائی ہیں اور ہم نے اپنی زندگیاں اُن کے لیے وقف کر رکھی ہیں لیکن اب رقم ایک ثانوی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو علی! جو رقم فلسطینیوں پر خرچ ہونا ہے اُس کی حیثیت ثانوی کیسے ہو سکتی ہے؟"

"میں یہ بات ہرگز پسند نہیں کر سکتا تہذیب کہ اتنے مہلک ہتھیاروں کے فارمولے محض میری وجہ سے غلط ہاتھوں میں چلے جائیں۔ کل کو اگر ان کا غلط استعمال ہوتا ہے یا ان کی وجہ سے کسی ملک پر کوئی تباہی نازل ہوتی ہے تو میں خود کو قصوروار سمجھوں گا۔ اب یہ فارمولے میری ذمے داری بن گئے ہیں۔ انھیں غلط ہاتھوں میں جانے سے بچانا میرا فرض ہے۔"

"اس مشن میں میں بھی تمہارے شانہ بشانہ کام کروں گی۔" تہذیب نے دھیرے سے کہا۔

"ایک اسی مشن پر موقوف نہیں ہے تہذیب! اب تو تم تمام زندگی میرے شانہ بشانہ کام کرو گی۔"

"اب تو میں نے تمہارے لیے بہت سے ساتھی بھی مہیا کر دیے ہیں۔ علی گروپ بھی ہمارے ساتھ ہوگا۔"

"تم نے کیا تذکرہ چھیڑ دیا۔ مجھے بُڈیا یاد آ گیا۔ معلوم نہیں کہاں بھٹکتا پھر رہا ہوگا؟"

"جہاں بھی ہوگا یا تو ہمیں ڈھونڈتا ہوا ہم تک پہنچ جائے گا، ورنہ ہیڈ کوارٹر واپس چلا جائے گا۔"

"اب تو اُسے واپس ہی جانا پڑے گا۔ ہم تو اس قدر بھٹک چکے ہیں کہ خود ہمیں نہیں معلوم ہم کہاں ہیں۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر چند ہلکی پھلکی ورزشیں کیں جس سے میں خود کو بہت تازہ دم محسوس کرنے لگا۔

ڈی نوسٹر کے جانے کے کوئی ایک گھنٹے بعد وہی دونوں افراد واپس آئے جو ڈی نوسٹر کو لے گئے تھے۔ اس بار اُنھوں نے ہم سے چلنے کو کہا اور ہمیں لے کر ایک وسیع و عریض ہال میں پہنچ گئے۔ اس ہال کی چھت نیچی تھی اور اس میں ان گنت بلب جل رہے تھے۔ ہال کے دوسرے سرے پر واقع دیوار کے ساتھ ایک نیم بیضوی کاؤنٹر نظر آ رہا تھا جس کے عقب میں تین ہیولے نظر آ رہے تھے۔ وہ تین افراد تھے اور کاؤنٹر پر آویزاں رنگین شیشے کی وجہ سے اُنھیں ٹھیک سے دیکھنا ممکن نہیں تھا۔ وہ بس ہیولوں کی مانند دکھائی دے رہے تھے۔ میں سمجھ گیا کہ اب ہماری قسمت کا فیصلہ ہونے ہی والا ہے۔ ہم دونوں جس جگہ کھڑے ہوئے تھے وہاں سے کاؤنٹر کافی دور تھا۔

"تم دونوں کون ہو اور یہاں اُس ویرانے میں کیوں سفر کر رہے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھے۔" ہال میں ایک آواز سنائی دی۔ لہجہ سپاٹ تھا اور بولنے والا اُنھی تینوں میں سے کوئی ایک تھا جو کاؤنٹر کے عقب میں موجود تھے۔

"ہم دونوں سیاح ہیں جناب۔" میں نے سہمے ہوئے انداز میں کہنا شروع کیا۔ "بدقسمتی سے سفر کے دوران ہمارے پاس پیسے ختم ہو گئے۔ اس موقع پر کنگ نے ہماری مدد کی۔۔۔"

"کون سے ملک کے کنگ کی بات کر رہے ہو؟" سپاٹ آواز نے سوال کیا۔

"کک۔۔۔ کنگ اٹلس کی جناب۔" میں نے ہکلا کر کہا۔ "مسٹر کنگ اٹلس بہت بڑے آدمی ہیں جناب۔ اُنھوں نے ایک کام کے عوض ہمیں پانچ ہزار امریکی ڈالر کی پیش کش کی۔ کام چونکہ آسان تھا اس لیے ہم راضی ہو گئے۔"

"اور وہ کام یہ ہوگا کہ ڈی فوسٹر نامی ایک شخص کو روڈ ایلیو کے پاس سے اغوا کر کے اس کے حوالے کر دو۔" وہی آواز ایک بار پھر اُبھری لیکن اس بار لہجہ سپاٹ نہیں بلکہ طنزیہ تھا۔

میں بُری طرح گڑبڑا گیا لیکن میں نے اپنے انداز سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "آپ کو کیسے معلوم ہوا جناب!" میں نے حیران ہونے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔" اس بار سرد لہجے میں کہا گیا۔

میں نے بڑی تیزی سے غور کیا اور ایک فیصلے پر پہنچ گیا۔

"ڈی فوسٹر نامی شخص کو اغوا نہیں کرنا تھا جناب بلکہ روڈ ایلیو کے پاس سے اُسے کنگ اٹلس کے پاس پہنچانا تھا۔ مسٹر روڈ ایلیو تو خود ہم سے تعاون کر رہے تھے۔"

"تمھیں پھر مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو۔ جب اُسے اغوا نہیں کرنا تھا تو پانچ ہزار ڈالر تمھیں کس خوشی میں ملنا تھے؟"

"ڈی فوسٹر مسٹر کنگ اٹلس کے پاس نہیں جانا چاہتا تھا لہٰذا ہمارا کام یہ تھا کہ اُسے دھوکے سے اُن کے پاس پہنچا دیتے۔ ہمیں اسی کام کا معاوضہ ملنا تھا۔"

"تم نے ڈی فوسٹر کو اپنے ساتھ چلنے پر کس طرح آمادہ کیا؟"

"وہ جرمن نژاد ہے اور خود ہی وہاں سے فرار ہونا چاہتا تھا۔ ہم نے اُسے جھانسا دیا تھا کہ اُسے یہاں سے نکال لے جائیں گے لیکن دراصل ہم اُسے کنگ اٹلس کے حوالے کر دیتے۔"

"ڈی فوسٹر نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ وہ روڈ ایلیو کی قید میں کیوں تھا؟"

"نہیں جناب! ہمیں اس بات سے کوئی دلچسپی بھی نہیں تھی۔ ہمیں تو اپنے پانچ ہزار ڈالر سے غرض تھی لیکن افسوس اب وہ بھی ہاتھ سے گئے۔" میں نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"کیوں، پانچ ہزار ڈالر ہاتھ سے کیوں چلے گئے؟"

"اُسے آپ لوگوں نے جو اپنے قبضے میں کر لیا ہے۔" میں نے کہا مگر میرا دل دھڑکنے لگا تھا۔ منہ سے ایک غلط بات نکل گئی تھی۔

"تم نے یہ اندازہ کیسے لگایا کہ ہم اُسے واپس نہیں کریں گے؟" اس بار لہجہ چبھتا ہوا تھا۔

"تو کیا آپ لوگ ڈی فوسٹر کو ہمارے حوالے کر دیں گے؟" میں نے بہ ظاہر خوش ہو کر کہا مگر میرا جملہ پکڑا جا چکا تھا اور اب گلو خلاصی ہوتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

"تم نے تو یہ بھی معلوم نہیں کیا کہ ہم لوگ کون ہیں اور ہم نے تمھیں کیوں پکڑ لیا ہے؟"

"ہمیں ڈر لگ رہا تھا جناب کہ کہیں آپ لوگوں کو کوئی بات ناگوار گزرے اور ہماری چھٹی ہو جائے۔"

"تمھیں آخری بار مشورہ دیا جاتا ہے کہ سچ بولنے کی کوشش کرو ورنہ یہاں سے زندہ واپس نہیں جا سکو گے۔"

"ہم نے سب کچھ سچ سچ بتایا ہے جناب۔" میں نے خوشامدانہ انداز میں کہا۔ "آپ چاہیں تو مسٹر کنگ اٹلس سے معلوم کر سکتے ہیں۔"

"ہمیں کسی سے کچھ معلوم کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دوسروں سے وہ لوگ تصدیق کرتے ہیں جنھیں سچ اور جھوٹ پرکھنے کی تمیز نہ ہو۔ تمھیں سچ بولنے کا جو موقع دیا گیا تھا تم نے اُسے ضائع کر دیا ہے لیکن ہم بے انصاف لوگ نہیں ہیں۔ ایک موقع تمھاری ساتھی کو بھی دیا جائے گا۔ اگر اُس نے سب کچھ سچ سچ بتا دیا تو اُس کے طفیل تمھاری جاں بخشی بھی کر دی جائے گی۔ لڑکی تم بتاؤ۔"

تہذیب نے کانپ جانے کی اداکاری کی۔ "م۔ م۔۔۔ میرے ساتھی نے جھوٹ نہیں بولا جناب۔" اُس نے خوفزدہ لہجے میں کہا۔

"تمھاری باتیں کچھ تو سچ ہیں مگر اُن میں جھوٹ کی آمیزش بھی ہے۔ تمھیں بار بار موقع دیا گیا مگر تم نہیں مانے۔"

"یہ زیادتی ہے جناب۔" میں نے صدائے احتجاج بلند کی۔ "ہم نے کون سا جھوٹ بولا ہے؟"

"یہ کہ تم ڈی فوسٹر کی اہمیت سے ناواقف ہو۔ معلوم نہیں تم نے ہمیں کس حد تک بے وقوف سمجھ رکھا ہے۔ جو شخص بھی ڈی فوسٹر کی اہمیت سے واقف ہو، وہ سمجھ سکتا ہے کہ اُسے یونہی کسی کے حوالے نہیں کیا جا سکتا۔"

"معلوم نہیں جناب! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔" میں نے بے بسی سے کہا لیکن میں خوب سمجھ رہا تھا کہ اُس نے کیا کہا ہے اور اس کا مقصد کیا ہے۔ میں اُس سے متفق تھا۔ ڈی فوسٹر جیسا اہمیت کا حامل شخص یونہی کسی کے سپرد نہیں کیا جا سکتا تھا۔

"جب تم پر تشدد کیا جائے گا تو ہر بات خود بخود سمجھ میں آ

جائے گی۔"

"میرے ساتھ جو چاہے سلوک کر لیجیے۔" میں نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔ "مگر اسے کچھ نہ کہیے گا۔"

"تم سے ہی تو اگلوانے میں لطف آئے گا۔ لڑکی کو واپس لے جا کر بند کر دو اور اسے عقوبت خانے میں لے چلو۔"

ایک شخص تہذیب کی طرف بڑھا۔ تہذیب نے میری طرف دیکھا اور میں نے اُسے جانے کا اشارہ کیا۔ وہ جانا نہیں چاہتی تھی لیکن میرے اشارے پر مجبوراً چلی گئی۔

"تم اب بھی ہمیں حقیقت سے آگاہ کر کے خود کو تشدد سے بچا سکتے ہو۔" کاؤنٹر کے عقب سے آواز آئی۔

"اسلحے کے زور پر آپ لوگ میرے ساتھ جو سلوک چاہیں کریں۔ ظاہر ہے میں کچھ بھی نہیں کر سکتا۔"

"تم ہمیں طعنہ دے رہے ہو۔ ٹھیک ہے یہ بھی سہی۔ پہلے تمھیں بے بس کیا جائے گا پھر تم پر تشدد کیا جائے گا۔ پندرہ نمبر!" اُس نے بلند آواز سے پکارا۔ "اندر آ جاؤ۔"

ہال کا۔۔۔ دروازہ کھلا اور ایک ساڑھے چھ فٹ کا پہلوان ہال میں داخل ہوا۔ اُس کے جسم پر پتلون اور آدھی آستین کی سینڈو کٹ بنیان نظر آ رہی تھی۔ اُسی کو پندرہ نمبر کہہ کر پکارا گیا تھا۔

"پندرہ نمبر! تمھیں اس شخص کو بے بس کرنا ہے۔ اس کے لیے تمھیں دو منٹ سے زیادہ وقت نہیں دیا جا سکتا۔"

"دو منٹ بھی بہت ہیں۔" پندرہ نمبر نے پھٹی پھٹی سی آواز میں کہا۔

"ہال کے وسط میں آ کر پندرہ نمبر سے مقابلہ کرو۔" مجھ سے کہا گیا۔

"مقابلے کے دوران تمھارے یہ اسلحہ بردار۔۔۔" میں نے کہنا چاہا مگر کاؤنٹر کے عقب سے میری بات کاٹ دی گئی۔

"مقابلے کے دوران کوئی تمھیں کچھ نہیں کہے گا۔ ان کی یہاں موجودگی کا مقصد صرف یہ ہے کہ تم کوئی غلط حرکت نہ کرنے پاؤ۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہال کے وسط میں آ گیا۔ جو کچھ بھی ہو رہا تھا بہت بُرا ہو رہا تھا۔ لیکن ان سب باتوں پر میرا اختیار بھی تو نہیں تھا۔ اُن لوگوں کے سامنے اپنی طاقت اور مہارت کا مظاہرہ کرنا اچھا نہیں تھا لیکن یہ اس سے تو بہتر تھا کہ میں ویسے ہی عقوبت خانے میں لے جایا جاتا۔

ہال کے سرے پر نیم بیضوی کاؤنٹر کے عقب میں موجود تین افراد میں سے ایک نے اشارہ کیا اور اس کے ساتھ ہی میرا حریف مجھ پر جھپٹ پڑا۔ جھپٹا تو میں بھی تھا اُس پر لیکن یہ صرف دھوکا تھا۔ اُس سے جسمانی تصادم میرے حق میں مضر ثابت ہو سکتا تھا اس لیے میں اس کے پھیلے ہوئے ہاتھ کے نیچے سے غوطہ لگا کر اُس کے عقب میں پہنچ گیا۔ اُس کے ہاتھ کے نیچے سے گزرتے وقت میں نے اُس کی پسلیوں پر زوردار کہنی رسید کی تھی جس کا اُس کی صحت پر کوئی خاص اثر نہیں پڑا۔ تاہم اُس کے مُنہ سے غراہٹ خارج ہوئی اور قدموں میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ پیدا ہوئی۔

وہ سنبھل کر پلٹا اور دوبارہ مجھ پر حملہ آور ہوا۔ اس بار میں نے ایک عجیب حرکت کی۔ میں زمین کی طرف جھکا اور دونوں ہاتھ زمین پر ٹیک کر قلابازی کھا گیا۔ وہ مجھے زمین کی طرف جھکتے دیکھ کر ایک لمحے کو ٹھٹکا تھا اور اُسی لمحے میں قلابازی کھاتے ہوئے میرے دونوں پیر اُس کے مُنہ پر پڑے۔ میں اُچھل کر کھڑا ہوا اور چند قدم پیچھے ہٹ گیا۔ پندرہ نمبر کے مُنہ پر زبردست چوٹ لگی تھی۔ اُس نے دونوں ہاتھ اپنے مُنہ پر رکھ لیے تھے لیکن میں جانتا تھا کہ وہ مجھے دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ میں اُس پر حملہ کرنے کی کوشش کروں تو وہ مجھے اپنی گرفت میں لے لے۔ اور میں اچھی طرح جانتا تھا کہ ایک بار اُس کی گرفت میں آنے کے بعد نجات ملنا مشکل ہی ہوگا۔

میں اطمینان سے اپنی جگہ کھڑا رہا۔ اُس پر حملہ کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی۔ مجھے زیر کرنے کے لیے اُسے دو منٹ دیے گئے تھے۔ اگر وہ دیے گئے دو منٹ میں مجھے زیر نہ کر پاتا تو شکست اُس کی ہوتی میری نہیں۔

"ایک منٹ گزر چکا ہے پندرہ نمبر۔" ہال میں آواز اُبھری۔ "کیا تم نے شکست تسلیم کر لی ہے؟"

پندرہ نمبر ایک بار پھر مجھ پر جھپٹ پڑا اور میں نے ایک بار پھر اُس کا وار خالی دیا۔ تیسری بار میں نے اُس پر ریسلنگ ہی کا ایک داؤ آزمایا اور وہ اُچھل کر زمین پر جا پڑا۔ یہ اس مقابلے کا اختتام تھا اس لیے کہ دو منٹ پورے ہو گئے تھے اور وہ مجھے زیر کرنا تو کُجا مجھے چھونے تک میں ناکام رہا تھا۔

"تم ہار چکے ہو پندرہ نمبر۔" آواز گونجی۔ "اور اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تمھیں مزید تربیت کی ضرورت ہے۔"

پندرہ نمبر شکست خوردہ انداز میں سر جھکائے کھڑا تھا۔ سینڈو کٹ بنیان کی آستین سے اُس کے بازو کی اُبھری ہوئی مچھلیاں اب بھی پہلے ہی کی طرح پھڑک رہی تھیں۔

"میرے لیے کیا حکم ہے؟" میں نے سر کو قدرے خم کرتے ہوئے مؤدبانہ انداز میں پوچھا۔

"ابھی فیصلہ نہیں ہوا۔ تمھیں ایک اور مقابلہ کرنا ہوگا۔ پندرہ نمبر! تم باہر جاؤ اور دس نمبر تم آ کر اس شخص سے مقابلہ کرو۔"

پندرہ نمبر باہر چلا گیا اور ایک اور شخص اندر داخل ہوا۔ یہ پندرہ نمبر کی طرح دیو قامت نہیں تھا۔ مجھ میں اور اُس میں انیس بیس کا ہی فرق رہا ہوگا۔ گویا اُس سے مقابلہ کرنے میں مجھے خود کو بچانے کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کوشش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ پندرہ نمبر کی طرح اُسے بھی صرف دو منٹ دیے گئے۔ وہ میرے لیے خاصا سخت حریف ثابت ہوا۔ طاقت کے اعتبار سے اگرچہ وہ برتر نہیں تھا لیکن جسمانی لڑائی کی ہر تکنیک سے واقف ہونے کی وجہ سے اُس سے مقابلہ کرنا بہت مشکل رہا۔ میں محض اپنی پھرتی کی وجہ سے اُس کے سامنے ٹکنے میں کامیاب ہو سکا تھا۔

"حیرت ہے دس نمبر!" کاؤنٹر کے عقب سے اُسی شخص نے کہا جو شروع سے اب تک بولتا رہا تھا۔ "تم بھی ناکام ہو گئے!"

"مجھے وقت بہت کم دیا گیا تھا جناب!" دس نمبر نے کھوکھلے لہجے میں کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو!" متحیرانہ آواز آئی۔ "تمہارا مدِمقابل کوئی ماہر لڑاکا تو نہیں ہے اور پھر تم تو بیک وقت کئی آدمیوں سے مقابلہ کر سکتے ہو!"

"جو شخص میرے مقابلے پر دو منٹ گزار دے، وہ یقیناً لڑائی کے فن میں مہارت رکھتا ہوگا جناب!"

"گویا اب اس کا مقابلہ ایک نمبر سے کرانا پڑے گا؟"

"نہیں!" کاؤنٹر کے عقب سے اس بار ایک دوسری آواز اُبھری۔ "ایک نمبر سے مقابلہ کرانے کی ضرورت نہیں۔ پانچ نمبر ہی بہت کافی رہے گا!"

میں اس آواز کو سن کر چونک پڑا۔ یہ وہی آواز تھی جو پہلے بھی مجھے شناسا محسوس ہوئی تھی اور اس عمارت میں پہلی بار سنائی دی تھی۔ میں نے کاؤنٹر کے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی لیکن رنگین شیشے کی وجہ سے عقب میں بیٹھے ہوئے تینوں افراد کو دیکھنا مشکل تھا۔ میں بُری طرح بے چین ہو گیا لیکن بے صبری کا مظاہرہ کرنے سے مشکلات میں اضافہ ہی ہوتا۔ اس لیے میں اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا۔

"پانچ نمبر اس وقت موجود نہیں ہے اس لیے ایک نمبر سے ہی مقابلہ کرا دیتے ہیں۔ ہمیں اس سے ویسے بھی کوئی دلچسپی تو ہے نہیں!"

"ہرگز نہیں!" میری شناسا آواز نے کہا۔ "ایک نمبر کو مقابلے پر لانا سخت حماقت ہے۔ پانچ نمبر کی واپسی کا انتظار کیا جا سکتا ہے!"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا کہ اُن لوگوں نے ایک نمبر سے میرا مقابلہ نہیں کرایا۔ دس نمبر سے ہی نمٹنا میرے لیے دوبھر ہو رہا تھا، ایک نمبر سے کیا مقابلہ کرتا۔

"اسے واپس لے جاؤ۔ پانچ نمبر آجائے تو پھر لے آنا!"

میں ایک بار پھر اُسی جگہ واپس آگیا جہاں سے لے جایا گیا تھا۔ تہذیب قالین پر بیٹھی تھی۔ مجھے دیکھتے ہی اُٹھ کر میری طرف لپکی۔

"کیا ہوا علی! وہ لوگ تم پر تشدد کرنے کی باتیں کر رہے تھے!"

"میری زبان سے نکلنے والا جملہ وقتی طور پر تو تشدد سے محفوظ کر گیا ہے!" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "آگے دیکھو کیا ہوتا ہے!"

تہذیب بھی میرے پاس ہی بیٹھ گئی۔ "کون سا جملہ؟" اُس نے پوچھا۔

میں نے اُن سے کہہ دیا تھا کہ اسلحے کے زور پہ بے بس کر کے ہی وہ مجھ پر تشدد کر سکتے ہیں!"

"اوہ!" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "پھر کیا ہوا؟"

"وہ اپنی برتری ثابت کرنے کے چکر میں پڑ گئے اور اُنھوں نے ایک دیو قامت پہلوان کو مجھ سے مقابلہ کرنے کے لیے بُلا لیا۔ اُس کا نمبر پندرہ تھا!"

"پندرہ نمبر کا کیا مطلب ہوا؟"

"مطلب تو نہیں معلوم بس اُنھوں نے اُسے پندرہ نمبر کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ وہ مجھ پر اپنی برتری ثابت نہیں کر سکا تو دس نمبر کو مقابلے پر لایا گیا...!"

"اُس کے بعد پانچ نمبر آیا ہوگا!" تہذیب نے شوخی سے کہا۔

"جہاں تک میرا اندازہ ہے یہ نمبر اُن لوگوں کی مہارت کے مطابق دیے گئے ہیں۔ جس کا نمبر ایک ہوگا وہ سب سے زیادہ لڑاکا ہوگا۔ پندرہ نمبر والا جسمانی طور پر تو پہلوان تھا مگر اُس میں کچا پن تھا۔ اس لیے وہ میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔ دس نمبر والا جسمانی طاقت کے اعتبار سے اگرچہ کمتر تھا مگر اُس نے مجھے بہت پریشان کیا۔ پانچ نمبر اس وقت موجود نہیں تھا اس لیے وقتی طور پر بلا ٹل گئی ہے۔ اب اُس سے مقابلہ ہوگا تو خدا جانے وہ میرا کیا حشر کرے گا!"

"علی یار خان کے مذہب میں مایوسی گناہ ہے!" تہذیب نے کہا۔ "پہلے تو میں نے کبھی تمھیں مایوس نہیں دیکھا!"

"اسے مایوسی کہتے ہیں!" میں نے تہذیب پر آنکھیں نکالیں۔ "یہ فکرمندی کہلاتی ہے!"

"فکرمند ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔ پانچ نمبر بھی تم پر حاوی نہیں آسکے گا!"

"یہ تو بہت بُرا ہوگا۔ کیونکہ اُن کے پاس ایک نمبر بھی موجود ہے اور یقیناً وہ ماہر ترین شخص ہوگا!"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تو اُن لوگوں سے اس قسم کی بات کرنے کی کیا ضرورت تھی جس کے بعد اب یوں بیٹھے بسور رہے ہو!"

"اگر یہ بات منہ سے نہ نکل گئی ہوتی تو اس وقت ٹکٹکی پر بندھا ہوتا!" میں نے منہ بنا کر کہا۔

"یہاں سے نکلنے کی کوئی تدبیر کرو علی ورنہ بڑی مصیبت کھڑی ہو جائے گی!"

"اس مصیبت سے نجات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یہ لوگ بہت محتاط ہیں۔ دو چار افراد کا معاملہ ہوتا تو لڑ بھڑ کر نکل جاتے لیکن ان کی تو تعداد بھی بہت ہے اور سب مسلح ہیں!"

"اُس شخص کے بارے میں کچھ پتا چلا جس کی آواز تمھیں شناسا

محسوس ہو رہی تھی؟"

"ہاں، وہ وہیں کاؤنٹر کے عقب میں موجود تھا۔ لیکن میں اُس کی صورت نہیں دیکھ سکا۔ معلوم نہیں وہ کون ہے!"

"تم نے غور سے اُس کی آواز سُنی۔ کیا وہ ادلیو ہاورڈ...!"

"نہیں وہ ادلیو ہاورڈ نہیں ہے!" میں نے کہا۔ "اُسے تو میں ہر حال میں شناخت کر لیتا۔ لیکن میں نے اس کی آواز کہاں سُنی ہے؟" میں اپنی پیشانی مسلنے لگا۔ "آخر مجھے یاد کیوں نہیں آتا؟"

"یاد آجائے گا علی! ہر چیز کا ایک وقت ہوتا ہے۔ پھر یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس شخص کی آواز تم نے بہت کم سُنی ہو۔ ایک آدھ بار بصورتِ دیگر تمھیں یاد نہ آجاتا کہ وہ کون ہے!"

"یقیناً ایسا ہی ہے۔ لیکن ٹھہرو... کہیں ایسا تو نہیں کہ میں نے اسی مہم کے دوران کہیں اس کی آواز سُنی ہو؟"

"تب تو یہ یاد کرنے کی کوشش کرو کہ اس دوران کس کس سے تمھارا واسطہ پڑا ہے!"

"ٹھیک ہے۔ ہم مشرقی جرمنی میں داخلے کے وقت سے ابتدا کرتے ہیں۔ سب سے پہلے ایلنڈے فورے اور اس کا ساتھی ٹکرایا۔ اُس کے بعد... اوہ!" میں اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "مجھے یاد آگیا تہذیب! یقیناً یہ وہی ہے!"

"سنسنی مت پھیلاؤ!" تہذیب نے بے چینی سے کہا۔ "جلدی سے بتا دو وہ کون ہے؟"

"تمھیں یاد ہے میں ایلنڈے فورے کے بتائے ہوئے پتے پر ڈی فوسٹر کو تلاش کرتا ہوا ایک ہٹ تک پہنچا تھا!"

"ہاں ہاں! مجھے بہت اچھی طرح یاد ہے۔ تم نے بتایا تھا کہ اُس ہٹ میں ڈی فوسٹر تو نہیں مل سکا تھا البتہ وہاں روسیوں کی لاشیں ضرور ملی تھیں!"

"میں نے یہ بھی تو بتایا تھا کہ دروازہ ایک شخص نے کھولا تھا جو مجھے ہٹ کے ایک کمرے میں بٹھا کر غائب ہو گیا تھا۔ اُس وقت میں اُسے ڈی فوسٹر کا ملازم سمجھا تھا!"

"تو کیا یہ آواز اُسی شخص کی ہے؟"

"ہاں! یہ شخص سو فیصدی وہی ہے۔ یاد آنے میں اتنی دقت اس لیے ہوئی کہ اُس سے ملاقات کے وقت میں نے اسے کوئی اہمیت نہیں دی تھی اور اُس کے بعد پھر یہ کہیں نظر نہیں آیا اور اب اچانک نمودار ہوا تو اتنے پُراسرار انداز میں کہ ابھی تک ہم صرف اس کی آواز ہی سُنتے رہے ہیں خود وہ نظر نہیں آیا!"

"کھودا پہاڑ نکلا چوہا!" تہذیب نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "میں سمجھی تھی وہ کوئی بہت اہم شخص ہوگا!"

"تم اسے معمولی بات سمجھ رہی ہو۔ اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہم فرانسیسی سیکرٹ سروس والوں کی قید میں ہیں اور یہی لوگ اُن روسیوں کی موت کے ذمے دار بھی ہیں!"

"یہ لوگ یا وہ شخص؟" تہذیب نے کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔ وہ اپنے ساتھیوں کے درمیان کسی نمایاں حیثیت کا حامل معلوم ہوتا ہے۔ ذرا اندازہ تو کرو کہ یہ شخص تنہا ڈی فوسٹر کے ہٹ سے برآمد ہوا تھا جہاں چار روسی مُردہ حالت میں پائے گئے۔ اُن کی ہلاکت کی ذمے داری اس اکیلے شخص پر ہی عائد ہوتی ہے۔ اس نے یقیناً ڈی فوسٹر بن کر اُن روسیوں کی خاطر مدارات کی ہوگی جو اُن کے لیے فوری ہلاکت کا باعث بن گئی۔ اور اُس نے یہ حرکت محض اس لیے کی کہ روسی ڈی فوسٹر تک نہ پہنچنے پائیں۔ میری خوش قسمتی تھی کہ میں اس وقت وہاں پہنچا جب وہ وہاں سے جانے والا تھا ورنہ اس کی نظرِ کرم مجھ پر بھی ضرور پڑتی!"

"گویا وہ بہت خطرناک آدمی ہے اور اب تو اُس کے ساتھ بہت سے لوگ بھی ہیں!"

"افراد کی کمی بیشی سے کچھ نہیں ہوتا!" میں نے کہا۔ "اور میرے ذہن میں ایک اور بات آرہی ہے۔ کیوں نہ ہم ان لوگوں پر اپنی اصلیت ظاہر کر دیں!"

تہذیب اُچھل پڑی۔ "کیا کہہ رہے ہو علی! اگر ہم نے ایسا کیا تو یہ لوگ فوراً ہمیں مار ڈالیں گے!"

"تم میرا مطلب نہیں سمجھیں۔ ہم ان پر اپنی موجودہ اصلیت ظاہر کریں گے۔ اُنھیں یہی بات اُلجھا رہی ہے کہ ناگ کنگ اطلس نے ہم پر اتنا اعتماد کیسے کر لیا۔ اسی وجہ سے اُنھوں نے ہم پر تشدد کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ یہ ایک بات اُن کی سمجھ میں آجائے تو ہم فی الحال خود کو تشدد سے تو محفوظ کر سکیں گے!"

"ٹھیک ہے علی! واقعی یہ بہت ضروری ہے!" تہذیب نے اثبات میں سر ہلایا۔ "حیرت ہے کہ پہلے یہ بات ذہن میں کیوں نہیں آئی؟"

"جسم کے ساتھ ساتھ دماغ کی چولیں بھی ہل کر رہ گئی ہیں!" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "ایسے میں کوئی ڈھنگ کی بات کیسے سوچی جا سکتی ہے!"

کافی دیر بعد پھر میری طلبی ہوئی۔ مجھے اُسی ہال میں لے جایا گیا۔ ہال کا منظر وہی تھا لیکن اس بار ہال کے وسط میں پہلے سے ایک شخص موجود تھا۔

"آؤ اور اپنی برتری ثابت کرو!" ہال میں آواز اُبھری۔ "پانچ نمبر تم سے مقابلہ کرنے کے لیے بے چین ہے!"

"اب اس مقابلے کی ضرورت نہیں رہی!" میں نے کہا۔ "میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں سب کچھ بتا دیا جائے!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"پہلے پانچ نمبر سے مقابلہ کرو۔ اُس کے بعد ہی کوئی بات ہو سکے گی۔"

"تمھاری مرضی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میری خواہش تو یہی تھی کہ میرے ہاتھوں سے کسی کو نقصان نہ پہنچنے پائے۔"

"اوہو، تمھیں اپنے بارے میں کچھ زیادہ ہی خوش فہمی ہے۔"

"خوش فہمی کا شکار کون ہے اُس کا فیصلہ ابھی ہو جائے گا۔"

"پانچ نمبر!" کاؤنٹر کے عقب سے آواز آئی۔ "تم اس بارے میں کیا کہتے ہو؟"

"مقابلے کا فیصلہ ہونے سے قبل کچھ کہنا حماقت ہے۔" پانچ نمبر نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ میں اپنے حریف کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔"

میں حیرت سے پانچ نمبر کو دیکھنے لگا۔ وہ اوسط قد و قامت کا مالک تھا اور اُس کی جسامت بھی اوسط درجے کی ہی تھی لیکن میں اُس کی دانش مندی کا قائل ہو گیا۔ اگر یہ اُس کے سوچنے کا مستقل انداز تھا تو بلاشبہ وہ دوسروں سے کہیں زیادہ ذہانت کا مالک تھا۔ اور ذہین آدمی کچھ زیادہ ہی مشکلات کا باعث بن جاتا ہے۔

"اس سے قبل اس کا مقابلہ پندرہ نمبر سے کرایا گیا تھا۔" کاؤنٹر کے عقب سے کہا گیا۔ "وہ اسے چھو بھی نہیں سکا۔ اُس کے بعد دس نمبر سے اس کا مقابلہ ہوا اور خوب ہوا۔ یہ کہنا مشکل ہے کہ اگر مقابلہ جاری رکھا جاتا تو ان دونوں میں سے کون فتح یاب ہوتا۔ اب تمھارا کیا خیال ہے؟"

"کسی بھی شخص کی بھرپور صلاحیتیں اُس وقت تک سامنے نہیں آ سکتیں جب تک کہ اُسے انتہائی کڑے امتحان میں نہ ڈال دیا جائے۔ دس نمبر کے بارے میں یقین سے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اسے زیر کرنے کے لیے اپنی ساری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی لیکن اس کے بارے میں کچھ نہیں کہا جا سکتا۔ ممکن ہے اس نے مقابلہ جیتنے کی کوشش ہی نہ کی ہو۔ جب تک اس کی مہارت میں اپنی آنکھوں سے نہ دیکھ لوں، کوئی دعویٰ نہیں کر سکتا۔"

"تمھاری باتیں سن کر مجھے تم سے خوف محسوس ہونے لگا ہے پانچ نمبر!" میں نے کہا۔

اُس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ "جو کچھ میں نے کہا، وہ تو بہت سادہ سی حقیقت ہے۔ اس میں خوفزدہ ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔"

"انکسار برتنے والوں سے میں ہمیشہ ڈرتا ہوں کیونکہ میں نے ہمیشہ دعوے کرنے والوں کو نقصان اُٹھاتے دیکھا ہے۔"

"یہاں باتیں کرنے کا مقابلہ نہیں ہو رہا۔" غصیلی آواز اُبھری۔ "مقابلے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

تیار کیا ہونا تھا۔ ہم دونوں تو مقابلے کے لیے پہلے ہی تیار تھے۔

میرا حریف بظاہر تو خطرناک نظر آ رہا تھا لیکن اس کی حقیقت کیا تھی، یہ تو مقابلے کے بعد ہی معلوم ہو سکتا تھا۔

اسٹارٹ کی آواز کے ساتھ مقابلہ شروع ہو گیا۔ اس بار بھی مجھے زیر کرنے کے لیے پانچ نمبر کو صرف دو منٹ دیے گئے تھے۔

اسٹارٹ کی آواز کے ساتھ ہی وہ کسی عقاب کی طرح مجھ پر جھپٹا۔ اُس نے بڑے ماہرانہ انداز میں مجھ پر یکے بعد دیگرے تین وار کیے۔ پہلا دائیں ہاتھ سے، دوسرا بائیں ہاتھ سے اور تیسرا دائیں پیر سے۔ میں اُس کے پہلے دو وار خالی دینے میں کامیاب ہو گیا مگر تیسرے کی زد میں آ گیا۔ اس کی ٹانگ میرے گھٹنے کے تقریباً عقبی حصے سے ٹکرائی اور میں اپنا توازن کھو کر فرش پر گر پڑا۔ آگے بڑھ کر مزید حملہ کرنے کے بجائے پانچ نمبر حیرت انگیز طور پر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ مجھے سنبھلنے کا موقع دے رہا تھا۔

میں نے اُٹھنے میں بہت تیزی دکھائی۔ نہ صرف اُٹھنے میں بلکہ اُس پر حملہ کرنے میں بھی۔ اُسے مجھ سے اتنی پھرتی کی توقع ہرگز نہیں تھی لیکن اس کے باوجود وہ میرے دائیں ہاتھ کے پنج شاخے سے خود کو بچا گیا۔ میں نے اُس پر انتہائی خطرناک اور مہلک قسم کا وار کیا تھا۔ میرا پنجا اگر اُس کے نرخرے سے ٹکرا جاتا تو اُس کی دونوں آنکھیں بھی ضائع ہو سکتی تھیں۔ میں نے تابڑ توڑ اُس پر کئی حملے کیے۔ وہ کئی بار میری زد میں بھی آیا مگر اُن میں سے کوئی وار بھی مہلک نہیں تھا۔ پھر ایک بار وہ خود کو سنبھالنے میں کامیاب ہو گیا اور اُس نے مجھ پر جوابی حملہ کر دیا۔ اُس کے حملوں میں بے حد شدت تھی۔ مجھ پر بہت کڑا وقت آ پڑا تھا۔ مجھے پیچھے ہٹنے پر مجبور ہونا پڑا۔

وہ مجھ پر چڑھا چلا آ رہا تھا۔ مجھے اُس کے حملوں سے بچنے کی ہی فرصت نہیں مل رہی تھی کہ اچانک میرا پیر پھسلا اور میرا توازن بگڑ گیا۔ اُس کے لیے اتنا موقع بہت تھا۔ اُس نے بڑی تیزی سے میرا دوسرا پیر پکڑ کر کھینچ لیا۔ میں اُلٹ کر فرش پر گرا لیکن میری ٹانگ بدستور پانچ نمبر کی گرفت میں تھی اور وہ اُسے بُری طرح موڑ رہا تھا۔ میرے پورے جسم میں درد کی لہریں اُٹھ رہی تھیں۔ ابھی میں اس داؤ کا توڑ کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ دفعتاً ہال میں آواز گونجی۔

"دو منٹ پورے ہو گئے۔ مقابلہ روک دیا جائے۔"

اس آواز کے ساتھ ہی پانچ نمبر نے میری ٹانگ چھوڑ دی اور ہال کے وسط میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ میں بھی آہستگی سے اُٹھا اور اُس کے برابر جا کھڑا ہوا۔

"ہمیں افسوس ہے کہ یہ مقابلہ بھی برابر رہا۔" کاؤنٹر کے عقب سے آواز اُبھری۔ "پانچ نمبر! تم اپنی برتری ظاہر نہیں کر سکے۔"

"میں احتجاج کرتا ہوں۔" میں نے بلند آواز سے کہا۔

پانچ نمبر چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ مقابلہ تم نے جیت لیا ہے؟" کاؤنٹر کے عقب سے پوچھا گیا۔

"نہیں۔ اس کے بالکل برعکس۔" میں نے کہا۔ "پانچ نمبر نے مجھ پر اپنی برتری ثابت کر دی ہے۔"

"اس مقابلے کے جج ہم ہیں، تم نہیں۔" غصیلی آواز میں کہا گیا۔ "اور تمھیں ہمارے فیصلے سے اختلاف کا حق بھی حاصل نہیں ہے۔"

"میں فیصلے سے اختلاف نہیں کر رہا ہوں۔" میں نے بے خوفی سے کہا۔ "مقابلے کے نتیجے کے اعتبار سے یہ فیصلہ بالکل درست ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ پانچ نمبر نے میرے ساتھ رعایت برتی ہے۔ اسے مقابلے کے دوران کم از کم دو بار ایسے مواقع حاصل ہوئے تھے جب یہ مجھ پر فیصلہ کن ضرب بھی لگا سکتا تھا لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ میں اسے فاتح تسلیم کرتا ہوں اور اپنی شکست کا اعلان کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ میں نے ایک عالی ظرف شخص سے شکست کھائی ہے۔"

چند لمحوں کے لیے ہال پر سناٹا مسلط ہو گیا۔ میں حالات کو اپنے حق میں تبدیل کرنے کے لیے ہر ممکن کوشش کر رہا تھا۔

"تم اس الزام کے بارے میں کیا کہتے ہو پانچ نمبر؟" سخت لہجے میں پوچھا گیا۔

"یہ بات درست ہے جناب۔" پانچ نمبر نے سر جھکا کر کہا۔

"تمھیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو اور اس کی سزا کیا ہو سکتی ہے؟"

"میں جانتا ہوں جناب۔" پانچ نمبر نے کہا۔ اُس کا سر کچھ اور جھک گیا تھا۔

"پھر تم نے یہ حرکت کیوں کی؟ کیا تم اپنی صفائی میں کچھ کہنا چاہو گے؟"

"میں اسے ایسی کوئی ضرب لگائے بغیر زیر کرنا چاہتا تھا جو اس کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہوتی۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہمارا مقابلہ کسی محاذ پر نہیں ہو رہا تھا۔ اگر میں اس کے مقابلے پر کسی مہم کے دوران آتا تو کوئی رعایت نہ برتتا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ مجھ سے مقابلے سے قبل کچھ بتانے کو کہہ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ اگر اسے کوئی نقصان پہنچ گیا تو ہم کہیں قیمتی معلومات سے محروم نہ رہ جائیں۔ تیسری وجہ شاید میری تربیت کی خرابی ہے۔"

"تربیت کی خرابی سے تمھارا کیا مطلب ہے پانچ نمبر؟" درشت لہجے میں پوچھا گیا۔

"مجھے اس بات کی تربیت دی گئی ہے جناب کہ صرف اپنے جانی دشمن کو ہی نقصان پہنچاؤ۔ میں اپنی اس خامی پر معذرت خواہ ہوں جناب۔"

"ٹھیک ہے۔ تم جاؤ۔ تمھارا فیصلہ بعد میں کیا جائے گا۔"

پانچ نمبر سر جھکائے ہال سے باہر چلا گیا۔

"اب تم بتاؤ، تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" مجھ سے کہا گیا۔

"میں نے اور میری ساتھی نے فیصلہ کیا ہے کہ آپ لوگوں کو ساری بات بتا دی جائے۔"

"جب تمھیں پہلے سچ بولنے کا مشورہ دیا گیا تھا تو تم نے اُسی وقت یہ فیصلہ کیوں نہیں کر لیا تھا؟"

"ہماری عقلیں ماؤف ہو چکی تھیں جناب! ہماری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کیا چکر ہے۔"

"اب سمجھ میں آ گیا؟" طنزیہ لہجے میں پوچھا گیا۔

"نن... نہیں جناب۔" میں نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "سمجھ میں تو اب بھی کچھ نہیں آیا۔"

"پھر اب تم نے فیصلہ کیوں کر لیا؟"

"تشدد سے بچنے کے لیے جناب۔" میں نے کہا۔ "ایک بڑی رقم تو ہاتھ سے نکل ہی چکی اب خود پر تشدد بھی کروائیں؟"

"ٹھیک ہے۔ نئی کہانی بھی سنا دو۔"

"میں ایک ایک لفظ سچ بولوں گا جناب! کنگ اٹلس ہمارے آنجہانی باپ کا دوست ہے۔ اُس نے پانچ ہزار ڈالر کے علاوہ بھی ہمیں ایک بڑی رقم دینے کی پیشکش کی تھی لیکن وہ رقم ہمیں اُس وقت ملتی جب ہم ڈی فوسٹر کو اُس کے پاس پہنچا دیتے۔ اب ظاہر ہے کہ ہم اُس اضافی رقم سے محروم ہو گئے۔"

"ڈی فوسٹر کو کنگ تک پہنچانے کا کام تو کوئی بھی کر سکتا تھا۔ اُس کے پاس بھی آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے۔"

"اُس نے بتایا تھا کہ ڈی فوسٹر کے چکر میں کچھ اور لوگ بھی ہیں جو اُس کے آدمیوں کو پہچانتے ہیں، اس لیے وہ اپنے آدمیوں سے کام نہیں لینا چاہ رہا تھا۔ ہم لوگ اجنبی تھے اس لیے کسی کی نظروں میں آئے بغیر خاموشی سے یہ کام کر سکتے تھے۔"

"تم نے اُس سے یہ نہیں پوچھا کہ ڈی فوسٹر کی اتنی اہمیت کس وجہ سے ہے؟"

"پوچھا تھا جناب! لیکن اُس نے نہیں بتایا۔ کہنے لگا ہمیں صرف رقم سے غرض ہونی چاہیے۔"

"سوال یہ ہے کہ تمھاری ان باتوں پر کس طرح یقین کر لیا جائے؟ ممکن ہے تم نے پھر کوئی جھوٹ بولا ہو۔"

"ہم آپ کے قبضے میں ہیں جناب! آپ اپنے ذرائع سے ہمارے بیان کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تک تمھارے بیان کی تصدیق نہیں ہو جاتی اُس وقت تک تم ہمارے قبضے میں رہو گے۔"

"کیا... کیا اُس کے بعد ہمیں چھوڑ دیا جائے گا؟" میں نے بے چینی ظاہر کرتے ہوئے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں، اگر تمھاری تمام باتیں سچ ثابت ہوئیں تو تمھیں چھوڑ دیا جائے گا۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

"میں ایک بات اور پوچھنا چاہتا ہوں جناب! کوئی شخص کھائے پیے بغیر کتنی دیر زندہ رہ سکتا ہے؟"

"تم جاؤ، کھانے پینے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔"

میں دونوں افراد کی معیت میں تہذیب کے پاس پہنچا دیا گیا اور اُس کے تھوڑی ہی دیر بعد ہمارے لیے ناشتا بھی پہنچا دیا گیا۔ تہذیب کو میں نے ساری باتیں بتا دی تھیں۔

"لیکن علی!" تہذیب نے سب کچھ سننے کے بعد کہا۔ "تم شکست کیسے کھا گئے؟"

"کیوں؟ کیا میں انسان نہیں ہوں۔ میں شکست نہیں کھا سکتا؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب گڑبڑا گئی۔ "دراصل میں یہ کہنا چاہ رہی تھی کہ..."

"رہنے دو۔ مجھے خوب معلوم ہے تم کیا کہنا چاہ رہی تھیں۔ اگر تم نے اپنے طور پر مجھے ناقابلِ شکست سمجھ لیا ہے تو یہ تمھارا اپنا قصور ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس دُنیا میں ایک سے ایک ماہر موجود ہے۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔" تہذیب ہنس کر بولی۔ "میں نے ایسی کوئی بات تو نہیں کی تھی جس پر تم اس قدر ناراض ہو گئے۔"

"یہ بھی تمھاری غلط فہمی ہے کہ میں ناراض ہو گیا لیکن یہ ضرور ہے کہ تم اپنے نظریات درست کر لو۔ یاد رکھو کوئی بھی انسان ناقابلِ شکست نہیں ہو سکتا۔ انسان تو ویسے ہی خطا کا پُتلا ہوتا ہے۔ میں تو یہی سوچ کر حیران ہو رہا ہوں کہ پانچ نمبر کی مہارت کا یہ عالم تھا تو ایک نمبر کس قیامت کی چیز ہوگا۔"

"غور کرو تو میرا قصور بھی کچھ اتنا زیادہ نہیں۔ جو شخص بھی تمھارے کارنامے دیکھے گا وہ تمھیں ناقابلِ تسخیر سمجھنے لگے گا۔"

"مجھے دوسروں سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ میں تو بس تمھیں ٹھیک دیکھنا چاہتا ہوں۔"

"میں ٹھیک ہو گئی۔" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ "اب تمھیں ناقابلِ شکست نہیں سمجھوں گی۔"

ہم ناشتے سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ تہذیب کا بُلاوا آ گیا۔ وہ لوگ تہذیب کو اپنے ساتھ لے گئے۔

تہذیب کی واپسی کوئی آدھے گھنٹے بعد ہوئی تھی۔ اس دوران میں کمرے میں ٹہلتا رہا تھا۔

"کوئی خاص بات نہیں تھی۔" میرے پوچھنے پر تہذیب نے بتایا۔ "وہ مجھ پر جرح کر رہے تھے۔"

"میرا تازہ بیان جرح کی وجہ بنا ہوگا۔ مجھے پہلے ہی اس بات کا اندازہ تھا۔"

"اگر تمھیں پہلے سے اندازہ تھا تو کم از کم مجھ سے تذکرہ تو کرنا چاہیے تھا۔"

"کیا فائدہ ہوتا۔ سب کچھ تو تمھارے علم میں ہے اور ہمارے درمیان پہلے ہی طے ہو گیا تھا کہ ہمیں کیا کہنا ہے لہٰذا اُن لوگوں کو جرح میں ناکامی ہی ہوئی ہوگی۔"

"ظاہر ہے۔ وہ میری زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلوا سکے جو تمھارے بیان کے خلاف ہوتی۔ اُنھوں نے مجھ سے طرح طرح کے سوالات کیے اور میرا خیال ہے اُنھوں نے بڑی حد تک مطمئن ہونے کے بعد مجھے واپس بھیجا ہے۔"

"اب ہمیں سکون سے بیٹھ کر نتیجے کا انتظار کرنا ہوگا۔ ممکن ہے وہ اپنے ذرائع سے ہمارے بیانات کی تصدیق کرنے کی کوشش کریں۔"

"انھیں کوشش کرنے دو۔ نتیجہ تو ظاہر ہے ہمارے خلاف نکلنے سے رہا۔ لیکن علی! کیا یہ لوگ اس کے بعد ہمیں واقعی چھوڑ دیں گے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! زیادہ امکان تو یہی ہے کہ... بے خطر سمجھ کر یہ لوگ ہمیں چھوڑ ہی دیں مگر ان کے بارے میں یقین سے کچھ کہنا مشکل ہی ہے۔"

ہم دونوں تن بہ تقدیر ہو کر بیٹھ رہے۔ ڈی فوسٹر کا کچھ پتا نہیں چل رہا تھا۔ یقیناً اُس پر تشدد کیا جا رہا ہوگا۔ مجھے یہ فکر بھی تھی کہ اگر ڈی فوسٹر نے اپنی زبان کھول دی تو ہمارا کیا بنے گا؟

لیکن پورا دن خیریت سے گزر گیا اور رات ہو گئی۔ میں نے اور تہذیب نے پلک تک نہیں جھپکائی تھی جبکہ پچھلی رات ہم نے سفر کے دوران بہت تکلیف کے عالم میں گزاری تھی لیکن جس بے یقینی سے ہم گزر رہے تھے اس میں نیند آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ ہمیں ہر آن یہ دھڑکا لگا ہوا تھا کہ کسی بھی وقت دروازہ کھلے گا اور ہماری طلبی ہو جائے گی اور پھر ہم پر فردِ جرم عائد کی جائے گی کہ ہم نے اُن سے جھوٹ بولا تھا۔ یہ صرف اُسی صورت میں ممکن تھا کہ ڈی فوسٹر زبان کھول دیتا۔ اور اُس نے زبان نہیں کھولی ورنہ ہم محفوظ نہیں رہ سکتے تھے۔

جاگتے جاگتے ہمارے اعصاب شل ہو گئے تھے اور پھر ہم پر غنودگی طاری ہونے لگی۔ اُس وقت رات بھی آدھی کے قریب گزر چکی تھی کہ دفعتاً دو سماعت شکن دھماکے سُنائی دیے اور اس کے بعد اسٹین گنوں کی تڑتڑاہٹ کی آوازوں نے سناٹے کو چھلنی کر کے رکھ دیا۔ ہم لوگ چونکہ نیم غنودگی کی حالت میں تھے اس لیے بُری طرح اُچھل پڑے۔ تہذیب کھسک کر میرے قریب آ گئی۔

"یہ کس قسم کی آوازیں ہیں علی! کیا ہو رہا ہے؟" اُس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔

"انتظار کرو! جو بھی ہے سامنے آ جائے گا۔" میں نے کہا اور

تہذیب کو لے کر دروازے کے سامنے سے ہٹ گیا تاکہ اگر دروازے پر کوئی برسٹ پڑے تو ہم لوگ گولیوں سے محفوظ رہیں۔

پوری عمارت میں گولیاں چل رہی تھیں۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ عمارت پر کوئی بہت ہی منظم قسم کا حملہ کیا گیا ہے۔ گولیوں کی آوازیں اتنے تواتر سے آ رہی تھیں کہ اُن کی ہولناک آوازوں میں بات کرنا تک مشکل تھا۔ میں اور تہذیب ایک دیوار سے چپکے حالات کی نئی کروٹ کے منتظر تھے۔

پھر وہ لمحہ بھی آ گیا جس کی وجہ سے میں دروازے کے سامنے سے ہٹا تھا۔ گولیوں کے ایک برسٹ نے دروازے کو چھلنی کر کے رکھ دیا تھا۔ گولیاں دروازے کو توڑتی ہوئی کمرے کی دیواروں اور فرش پر بچھے ہوئے قالین سے ٹکرائی تھیں مگر ہم محفوظ رہے۔ اس لیے کہ ہم دروازے کے سامنے نہیں تھے۔ ایک گولی نے دروازے کا آہنی قفل بھی توڑ دیا تھا۔ ممکن ہے دروازے پر قفل توڑنے کے لیے ہی برسٹ مارا گیا ہو۔ اس لیے کہ قفل ٹوٹنے کے فوراً بعد کئی افراد دھڑ دھڑاتے ہوئے کمرے میں گھس آئے۔ وہ سب کے سب خودکار اسلحے سے لیس تھے اور سب نقاب پوش تھے۔ اُن میں سے ایک نے بڑے غور سے ہمیں دیکھا اور اپنے ساتھیوں کی طرف مڑ کر بولا۔

"بس یہاں یہی دونوں ہیں۔ انھیں بھی لے جاؤ۔ جلدی کرو۔"

وہ ہم پر ٹوٹ پڑے اور ہمیں جانوروں کی طرح کھینچ کر عمارت سے باہر لائے۔ جہاں ایک لینڈ روور میں ہم دونوں کو ٹھونس دیا گیا۔ لینڈ روور کے عقبی حصے میں ہی ڈی فوسٹر بھی موجود تھا۔ اُس کی حالت دیکھ کر ہم دونوں کانپ اُٹھے۔ وہ بے ہوش تھا اور بے ہوشی کے عالم میں بھی اُس کے منہ سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ اُن لوگوں نے اُس پر تشدد کی انتہا کر دی تھی۔ گرم سلاخوں سے اُس کا پورا جسم داغا گیا تھا۔ چہرے کی کھال تک جھلسی ہوئی تھی۔ دونوں ہاتھوں کی ایک ایک اُنگلی کٹی ہوئی تھی جس پر بڑی بے دردی سے پٹیاں کس دی گئی تھیں۔ وہ غالباً کسی دوا کے زیرِ اثر تھا ورنہ اس قدر تکلیف میں تو آدمی بے ہوش بھی نہیں ہو سکتا۔

میں اور تہذیب سناٹے کے عالم میں ڈی فوسٹر کو دیکھ رہے تھے۔ مجھے حیرت تھی کہ وہ کمزور، ناتواں اور ضعیف شخص اتنا تشدد کیونکر سہہ گیا۔ میں تو اُسے بہت کمزور سمجھتا رہا تھا۔ اُس کے بارے میں میری رائے یہی تھی کہ وہ تشدد کے خوف سے ہی سب کچھ اُگل دے گا، تشدد سہنا تو بہت دور کی بات ہے۔ لیکن میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ اُس ناتواں شخص نے نہ صرف تشدد سہا بلکہ اُس نے زبان بھی نہیں کھولی۔ اگر اُس نے زبان کھول دی ہوتی تو میری اور تہذیب کی زندگیاں بھی خطرے میں پڑ گئی ہوتیں۔ اُس نے وہ تشدد سہا تھا جس کے سامنے بڑے بڑے جواں مرد اور حوصلہ مند بھی

بول جاتے ہیں۔ اُس نے جو کچھ کہا تھا کر دکھایا۔ ناممکن کو ممکن بنا دیا۔ میں دل ہی دل میں بے حد شرمندہ ہوا۔ میری اور تہذیب کی زندگیاں اُس ناتواں بوڑھے کی رہینِ منت تھیں۔

ڈی فوسٹر کی حالت میں، میں کچھ اس طرح محو ہوا کہ کسی بات کا ہوش ہی نہیں رہ گیا۔ ہوش اُس وقت آیا جب لینڈ روور اسٹارٹ ہو کر ایک جھٹکے سے آگے بڑھی۔ میں نے محسوس کیا کہ عقبی حصے میں ہم تینوں کے علاوہ کوئی اور نہیں ہے اور اگلی نشستوں پر بھی ڈرائیور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ یہ کہ مجھے اور تہذیب کو باندھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی گئی تھی۔ میں حیران رہ گیا۔

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ وہ خود بھی حیران تھی۔ ماجرا ہماری سمجھ سے باہر تھا۔ اُن لوگوں سے کوئی بھیانک غلطی ہو گئی تھی۔ جان بُوجھ کر تو ایسی حرکت کرنے کا سوال ہی نہیں تھا۔ لیکن سوال یہ تھا کہ عمارت سے ہمیں کس نے نکالا تھا اور اس وقت ہم کس کے قبضے میں تھے۔ جیپ چلانے والا شخص کون تھا اور وہ ہمیں کہاں لے جا رہا تھا؟

میرا ذہن بڑی تیزی سے صورتِ حال کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا۔ صرف دو امکانات تھے۔ یا تو ہمارے کسی دوست نے ہمیں رہا کرایا تھا کہ ہمیں اس طرح کھلا چھوڑ دیا یا پھر یہ کسی قسم کی غلط فہمی تھی۔ میں نے پہلا امکان کُلی طور پر مسترد کر دیا اس لیے کہ وہاں نہ تو کوئی ہمارا دوست تھا اور نہ کوئی ہمدرد۔۔۔ کسی کو یہ معلوم تک نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں جبکہ دوسرا امکان بہت قوی تھا۔

لینڈ روور بہت تیز رفتاری سے دوڑ رہی تھی۔ میں نے لینڈ روور میں نگاہ دوڑائی تو ایک سیٹ کے نیچے لوہے کا ایک بڑا سا ٹکڑا پڑا نظر آیا۔ میں نے اُسے نکال کر اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اب میں کسی بھی لمحے ڈرائیور پر حملہ کر سکتا تھا مگر اس کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنا ضروری تھا۔ اتنی تیز رفتاری کے دوران ڈرائیور پر حملہ کرنے کا مطلب یہی تھا کہ خود کو بھی ہلاکت میں ڈال دیا جائے۔

لوہے کا ٹکڑا ہاتھ میں تولتے ہوئے میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ مقصد یہ تھا کہ وہ ہوشیار ہو جائے۔ تہذیب نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ وہ پہلے ہی میرا ارادہ بھانپ چکی تھی اور اُس نے خود کو ہر قسم کی ہنگامی صورتِ حال کے لیے تیار کر رکھا تھا۔

میں نے ڈرائیور پر نظریں جما دیں جو بڑے انہماک سے ڈرائیونگ کر رہا تھا۔ میں تاک میں تھا کہ کسی موڑ پر گاڑی کی رفتار کم ہو تو اُس کے سر پر لوہے کا ٹکڑا رسید کر کے اُسے بے ہوش کر دوں اور خود اسٹیئرنگ سنبھال لوں۔ بظاہر لینڈ روور کا تعاقب بھی نہیں کیا جا رہا تھا۔ شاید وہ لوگ ہمیں ڈرائیور کے حوالے کر کے مطمئن ہو گئے تھے۔

پھر اتفاقاً ہی ڈرائیور کی نگاہ عقب نما آئینے کی طرف اُٹھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اور اُس نے مجھے دیکھ لیا۔ اُس نے ایک دم ہی گاڑی لہرائی اور مجھے خود کو سنبھالنے کے لیے سیٹ کا سہارا لینا پڑ گیا۔

"کیا غضب کر رہے ہو چیف!" ڈرائیونگ سیٹ سے اُبھرنے والی آواز میرے اعصاب پر بم کے دھماکے کی طرح گری۔ اس لیے کہ وہ بڈ کی آواز تھی۔ "میری کھوپڑی کا بھیجہ نہیں ہو لیے۔ اگر تم نے اسے لڑھکا دیا تو دُنیا بھر کی حسینائیں ایک زبردست قسم کے عاشق سے محروم ہو جائیں گی۔"

حیرت کے اس شدید جھٹکے سے نکلنے میں مجھے چند لمحے لگ گئے۔ پھر میں نے سنبھل کر غراتے ہوئے کہا۔ "یہ تم ہو مردود بڈ؟"

"ہاں یہ مردود بڈ ہی ہے چیف! ذرا صبر سے کام لو اور پیچھے کا جائزہ لے لو۔ کوئی گاڑی ہمارا تعاقب تو نہیں کر رہی؟"

"نہیں، دور دور تک کوئی گاڑی نہیں ہے لیکن۔۔۔"

"بس تو پھر مجھے خاموشی سے ڈرائیونگ کرنے دو۔ کسی بات کی پرواہ مت کرو۔ تمہیں محفوظ جگہ لے جا رہا ہوں۔"

تہذیب تو اس قدر حیران تھی کہ اُس کے مُنہ سے کوئی آواز ہی نہیں نکل سکی تھی۔

بڈ خاموشی سے ڈرائیونگ کرتا رہا۔ ہموار سڑکوں پر خاصا سفر طے کرنے کے بعد لینڈ روور ناہموار سڑکوں پر دوڑنے لگی۔ یہاں آکر جیپ کی رفتار کم ہو گئی تھی۔ ناہموار راستوں پر بھی لینڈ روور کافی دیر تک چلتی رہی اور بالآخر ایک جگہ بڈ نے گاڑی روک دی۔

"یہ ایک متروک اور ویران فارم ہاؤس ہے۔" بڈ نے بتایا۔ "یہاں دور دور تک کوئی آدمی نظر نہیں آتا۔"

"گویا چھپنے کے لیے یہ موزوں ترین جگہ ہے۔" میں نے کہا۔

بڈ نے عقبی حصے میں آکر دروازہ کھولا اور پھر بڑے احترام سے بولا۔

"چیف اور میڈم! باہر تشریف لے آئیے۔"

"یہاں ہم دونوں کے علاوہ ایک شخص اور بھی ہے بڈ۔" تہذیب نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے میڈم۔" بڈ نے کہا۔ "یہ وہی شخص ہے جس کی وجہ سے اس قدر ہنگامے کھڑے ہو گئے ہیں۔"

"ہاں، اور اس کی حالت خطرے سے باہر معلوم نہیں ہوتی جبکہ اس کی زندگی ہمارے لیے بے حد قیمتی ہے۔"

"بس تو پھر جلدی کیجیے۔ ہم لوگ اسے اسٹریچر سمیت اُٹھا کر لیے چلتے ہیں۔"

بڈ کے کہنے پر میں نے جھک کر غور سے دیکھا۔ ڈی فوسٹر واقعی ایک اسٹریچر پر دراز تھا جسے اندھیرے اور افراتفری کے باعث پہلے میں دیکھ نہیں سکا تھا۔ میں نے بڈ کے ساتھ مل کر اسٹریچر اُٹھا لیا اور ڈی فوسٹر کو فارم ہاؤس کی طرف لے چلے۔ تہذیب مالکم ایکس نے لینڈ روور کے دروازے لاک کیے اور ہمارے ساتھ ہی آگے بڑھ گئی۔

فارم ہاؤس کی چوبی عمارت تک پہنچنے کے لیے ہمیں کوئی بیس قدم کا فاصلہ طے کرنا پڑا۔ بڈ کے انداز میں جس قدر اطمینان و سکون تھا اُس کے پیشِ نظر یقین سے کہا جا سکتا تھا کہ وہ جگہ بالکل محفوظ ہے۔ فارم ہاؤس تک پہنچنے کا راستہ ایسا تھا کہ جس جگہ بڈ نے لینڈ روور پارک کی تھی اُس سے آگے اُسے لایا بھی نہیں جا سکتا تھا۔

بڈ نے پیر سے فارم ہاؤس کا دروازہ کھولا اور ہم نے اندر داخل ہو کر اسٹریچر زمین پر رکھ دیا۔ سخت اندھیرے کے باعث ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دے رہا تھا۔ بڈ نے ایک لیمپ روشن کر دیا اور فارم ہاؤس کے اندر زرد رنگ کی ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی۔ میں نے فارم ہاؤس پر ایک اچٹتی ہوئی سی نگاہ ڈالی اور پھر میری نظریں ڈی فوسٹر پر جم گئیں جو گہری بے ہوشی بلکہ جاں کنی کے عالم میں تھا۔

"یہ فارم ہاؤس تم نے کیسے دریافت کر لیا بڈ؟" تہذیب نے پوچھا۔

"دریافت کر لیا!" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "ارے یہ میری سالی کا فارم ہے اور وہ صرف ہفتے کی رات کو یہاں آتی ہے۔"

تہذیب بڈ کو گھورنے لگی اور بڈ گڑبڑا گیا اور مجھ سے مخاطب ہو کر بولا۔

"کیا خیال ہے باس! کیوں نہ اس لینڈ روور کو فوری طور پر ٹھکانے لگا آؤں؟"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "اُسے ٹھکانے لگا دینا ہی مناسب ہے ورنہ خواہ مخواہ ہمارے لیے مشکلات بھی پیدا ہو سکتی ہیں لیکن فوراً جلدی واپس آنے کی کوشش کرنا۔"

"ممکن ہے کچھ دیر لگ جائے مگر تم یہاں بالکل مطمئن رہنا۔ اس لیے کہ فارم ہاؤس میری سالی کا ہے اور سالی بھی سالی ہوتی ہے۔ ویسے تمہاری طرف بیوی کی بہن کو کیا کہا جاتا ہے؟"

"اگر لینڈ روور کو ٹھکانے لگانا ہے تو جلدی کرو۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "فضول بکواس کر کے وقت ضائع مت کرو۔"

"کتنا ہی بڑا کارنامہ کیوں نہ سرانجام دے لو مگر مالک کبھی خوش نہیں ہوتا۔" بڈ بڑبڑاتا ہوا باہر چلا گیا اور تہذیب مالکم ایکس میری صورت دیکھنے لگی۔

"یہ شخص ایسے کارنامے کر گزرتا ہے کہ اس پر جادوگر ہونے کا گمان گزرنے لگتا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن فی الوقت تو ڈی فوسٹر کے بارے میں سوچو۔ اس کے بچنے کی اُمید نظر نہیں آتی۔"

تہذیب مالکم ایکس ڈی فوسٹر کی طرف متوجہ ہو گئی۔ میں نے

آگے بڑھ کر ڈی فوسٹر کا جائزہ لیا اور جھرجھری لے کر رہ گیا۔ اس کا پورا جسم داغ دار ہو رہا تھا۔ پورے جسم پر ایک انچ حصہ بھی ایسا نہیں تھا جہاں کی کھال اُدھڑی ہوئی نہ ہو۔

"اُن لوگوں نے تو بربریت کی انتہا کر دی۔" تہذیب نے ڈی فوسٹر کی حالت دیکھ کر متنفرانہ لہجے میں کہا۔ "اُنھوں نے تو نازیوں کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! ایک کمزور اور ناتواں بوڑھے پر اس قدر تشدد کرنا واقعی سفاکی اور سنگدلی کی انتہا کو ظاہر کرتا ہے۔"

"اور یہ سب کچھ انھوں نے وہ مہلک فارمولے حاصل کرنے کے لیے کیا ہے جو نوعِ انسان پر تباہی لانے کے لیے بنائے گئے ہیں۔"

"اب اگر ڈی فوسٹر کو ہوش آجائے تو یہ ایک حیران کن بات ہو گی۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ورنہ مجھے تو یہی خدشہ ہے کہ اس کی بے ہوشی کسی بھی وقت موت میں تبدیل ہو جائے گی۔"

"کیا خیال ہے علی! ڈی فوسٹر نے اُنھیں فارمولوں کے متعلق بتا دیا ہوگا؟"

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تہذیب! لیکن ڈی فوسٹر کی حالت دیکھ کر تو یہی کہا جا سکتا ہے کہ اس نے زبان نہیں کھولی ہوگی۔"

"یہ بہت بڑی بات ہے علی! ڈی فوسٹر کے بارے میں کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ شخص معمولی سا تشدد بھی جھیل سکے گا۔"

"بعض جذبے ایسے ہوتے ہیں تہذیب جو انسان سے ناممکن کام بھی کروا دیتے ہیں۔"

"لیکن تم نے تو خیال ظاہر کیا تھا کہ فارمولے ڈی فوسٹر نے اپنے پاس ہی چھپا رکھے ہیں۔ تم نے اپنے اس خیال کے حق میں دلائل بھی دیے تھے۔"

"ہاں مجھے یاد ہے، اور اپنے انھی دلائل کی روشنی میں، میں اب بھی اپنے خیال پر قائم ہوں۔" میں نے کہا۔ "ڈی فوسٹر ایک سائنسدان ہے اور یہ کام اس کے لیے زیادہ مشکل نہیں ہے۔"

"اس کے مقابلے پر سیکرٹ ایجنٹ تھے علی۔" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "اگر فارمولے ڈی فوسٹر کے پاس ہوتے تو اُن لوگوں نے برآمد کر لیے ہوتے۔"

"ممکن ہے وہ لوگ فارمولے برآمد کر بھی چکے ہوں۔ ہمیں کیا معلوم؟"

"نہیں۔" تہذیب نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر فارمولے اُن کے ہاتھ لگ جاتے تو وہ ڈی فوسٹر پر تشدد کر کے کبھی اپنا وقت ضائع نہ کرتے بلکہ ممکن ہے وہ اسے شوٹ ہی کر ڈالتے۔"

"بہت جاندار دلیل ہے۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "نہ تو میں اسے مسترد کر سکتا ہوں اور نہ ہی رد کر سکتا ہوں۔"

"اگر میری دلیل اتنی ہی جاندار ہے تو تم اسے قبول کیوں نہیں کر لیتے؟"

"میں انکار کب کر رہا ہوں لیکن اگر کسی صورت ڈی فوسٹر ہوش میں آجائے تو۔۔۔"

ڈی فوسٹر کے کراہنے کی آواز سُن کر میں خاموش ہو گیا۔ اُس کے پپوٹے لرز رہے تھے۔ شاید اُسے ہوش آرہا تھا۔ میں پھرتی سے اُس کے نزدیک جا کر بیٹھ گیا۔ تہذیب بھی قریب آگئی تھی۔

چند لمحوں کے اندر اندر اُس نے آنکھیں کھول دیں۔ اُس کے جسم کی بوٹی بوٹی لرز رہی تھی اور اُس کی آنکھوں میں نمی تھی۔ "میں۔۔۔ میں کہاں ہوں؟" ڈی فوسٹر کی ڈوبتی ہوئی سی آواز اُبھری۔

"تم محفوظ ہو ڈی فوسٹر۔" میں نے اس پر جھکتے ہوئے کہا۔ "اب دشمن ہماری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔"

ڈی فوسٹر کراہنے لگا۔ "اُنھوں نے فارمولوں کے لیے میری کھال اُدھیڑ دی۔" اس نے سسکیوں کے درمیان کہا۔ "وہ سمجھ رہے تھے کہ مائیکرو فلمیں میں نے اپنی کھال میں سی رکھی ہوں گی۔"

"اوہ! تو تم نے اُنھیں فارمولوں کے بارے میں کچھ نہیں بتایا؟" میں نے مضطربانہ لہجے میں پوچھا۔

"ہرگز نہیں۔" ڈی فوسٹر کراہا۔ "میں نے اُنھیں فارمولوں کی ہوا بھی نہیں لگنے دی۔"

"ڈی فوسٹر! بتاؤ ہم تمہارے لیے کیا کریں؟" تہذیب گلوگیر آواز میں بولی۔

"کچھ نہیں، بس میری تدفین ذرا اہتمام سے کر دینا۔" ڈی فوسٹر اٹک اٹک کر بول رہا تھا اور اُس کی سانسیں اُکھڑنے لگی تھیں۔ "سنو!" اُس نے کہا اور میں اور تہذیب ہمہ تن گوش ہو گئے۔ "میں اب مرنے والا ہوں۔ اُنھوں نے مجھے بے پناہ اذیتیں دی ہیں۔ میں شاید بات بھی پوری نہ کر سکوں۔ میرے سامنے کے نیچے والے چھ دانت نکال لینا۔ ان میں فارمولوں کی مائیکرو فلمیں پوشیدہ ہیں۔۔۔" ڈی فوسٹر نے ہچکی لی۔ موت کی ہچکی۔ اور اس کا سر ایک طرف ڈھلک گیا۔

اُس مظلوم شخص نے بالآخر موت کو گلے لگا لیا تھا۔ وہ ہر تکلیف سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ وہ سر پھرا شخص جس کے سر میں اپنوں کی مدد کرنے کا سودا سمایا تھا، اپنے انجام کو پہنچ گیا تھا۔ اس دور میں دوسروں کی مدد کرنے والوں کا یہی انجام ہوا کرتا ہے۔ ہر خلوص کے جواب میں دھوکے ہی تو ملتے ہیں۔ جس دل میں گداز ہو اُسی کو ان دیکھی آگ میں جلنا پڑتا ہے۔ ایسی بھٹی میں سُلگنا پڑتا ہے جس کی تپش کوئی محسوس بھی نہیں کر سکتا۔ ڈی فوسٹر تو پھر خوش نصیب تھا۔ بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ کر ہر اذیت سے محفوظ ہو گیا تھا۔

میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ تہذیب کی آنکھوں میں نمی تھی۔

"بے چارہ ڈی فوسٹر۔" اُس نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔ "حرف

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مرتے بھی ہمارے کام آ گیا۔"

"عظیم لوگ ایسے ہی ہوا کرتے ہیں تہذیب! کسی کے کام آئے بغیر مرتے بھی نہیں۔" میں نے کہا۔

"ڈی فوسٹر کے انجام پر میرا دل رو رہا ہے علی! اُس نے تو کسی کے ساتھ کوئی بُرائی بھی نہیں کی تھی۔"

میں تلخ انداز میں ہنسا۔ "یہ بُرائی کے پنپنے کا دور ہے تہذیب! پُرخلوص لوگ ہی نقصان میں رہتے ہیں۔ آؤ، اس شریف آدمی کے مشن کو آگے بڑھانے کے لیے اس کے دانتوں پر طبع آزمائی کریں۔"

"اس کی لاش کی بے حرمتی کرنے کی مجھ میں تو ہمت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"جسے تم بے حرمتی کہہ رہی ہو وہ عین حرمت ہے۔" میں نے کہا اور مُردہ ڈی فوسٹر کا منہ کھول کر اُس کے دانتوں پر زور آزمائی کرنے لگا۔ مجھے خاصی جدوجہد کرنی پڑی لیکن آخرکار میں کامیاب ہو گیا۔ اُس کے صرف وہ چھ دانت ہی مصنوعی تھے۔ باقی دانت اصلی تھے۔ میں نے اُن مصنوعی دانتوں کو اُلٹ کر دیکھا۔ اُن کے پیچھے سیاہ ڈھکن لگے ہوئے تھے۔ باقی حصہ دانتوں کو مسوڑھوں میں فکس کرنے کے لیے تھا۔ میں نے وہ مصنوعی دانت تہذیب کی طرف بڑھا دیے اور تہذیب انھیں روشنی میں لے جا کر دیکھنے لگی۔

چند لمحے روشنی میں اُن کا معائنہ کرنے کے بعد تہذیب نے اپنے سر سے ہیئرپن نکال کر دانتوں کے ڈھکن اُٹھانے کی کوشش کی۔ ذرا سی کوشش کے بعد ڈھکن کھل گئے۔ اُن کے نیچے دانتوں کے خول میں ننھی فلموں کے رول رکھے ہوئے تھے جو تعداد میں چھ تھے اور انتہائی باریک تھے۔ تہذیب ہتھیلی پر پلٹ کر انھیں دیکھنے لگی۔

"تمھارا خیال درست ثابت ہو کر رہا۔" تہذیب نے کہا۔ "فارمولے واقعی اس نے اپنے پاس ہی رکھے تھے۔"

"اس کے سوا وہ اور کچھ کر بھی نہیں سکتا تھا۔" میں نے وہ فلمیں تہذیب سے لے کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"تمھیں اندازہ ہے علی کہ یہ فارمولے قبضے میں آتے ہی خود ہم کس قدر غیر محفوظ ہو گئے ہیں؟"

"مجھے بہت اچھی طرح اندازہ ہے تہذیب لیکن فی الوقت تو ہم محفوظ ہی ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ ان ننھی منی فلموں کو حفاظت سے رکھنا بھی ایک مسئلہ ہے۔"

"میرے خیال میں تو فی الحال انھیں ان دانتوں میں ہی واپس رکھ دیتے ہیں۔ اس طرح یہ زیادہ محفوظ رہیں گی۔"

"یہ بہت عمدہ آئیڈیا ہے۔" میں خوش ہو کر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ انھیں دانتوں ہی میں رکھ دو۔"

تہذیب نے فلموں کے رول واپس دانتوں میں رکھ کر احتیاط سے اُن کے ڈھکن بند کر دیے اور میں نے وہ دانت حفاظت سے رکھ لیے۔

"اب ان کے گم ہونے کا امکان نہیں رہا۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن ہم نے کیا سوچا تھا علی! اور کیا ہو گیا؟"

"ہاں، حالات ہی کچھ اس طرح پیش آئے کہ ہم کچھ بھی نہ کر سکے اور اور اگر اب بھی ڈی فوسٹر نے ہوش میں آ کر ہمیں فارمولوں کے بارے میں نہ بتا دیا ہوتا تو یہ ڈی فوسٹر کے ساتھ ہی دفن ہو جاتے۔"

باہر کسی گاڑی کے رُکنے کی آواز سُنائی دی اور ہم دونوں ہی چونک پڑے۔

"اس وقت یہاں کون آ گیا؟" تہذیب تشویش ناک لہجے میں بولی۔

"کیا کہا جا سکتا ہے۔" میں نے کہا۔ "ہم تو کسی چیز سے بھی واقف نہیں ہیں۔ ممکن ہے آنے والا بڈ ہی ہو لیکن ہمیں چھپ جانا چاہیے تاکہ کسی خطرے کی صورت میں اپنا دفاع تو کر سکیں۔"

میں اور تہذیب ایک ایسے گوشے میں چھپ گئے جہاں سے نہ صرف آنے والے پر نظر رکھ سکتے تھے بلکہ ضرورت پڑنے پر آنے والے کے خلاف کارروائی بھی کر سکتے تھے۔ لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑی۔ آنے والا بڈ تھا۔

"ذرا خیال سے چیف!" اُس نے اندر داخل ہونے سے قبل ہانک لگائی۔ "میں بڈ ہوں۔ کہیں اچانک ہی مجھ پر حملہ نہ کر بیٹھنا۔"

میں اور تہذیب اپنی جگہ سے باہر نکل آئے اور بڈ مسکراتا ہوا اندر داخل ہو گیا۔

"یقیناً تمھیں دوسری گاڑی کی آواز سُن کر حیرت ہوئی ہو گی لیکن یہ گاڑی بھی ایک کرم فرما کی ہے۔ تمھیں تو معلوم ہے، مجھے کرم فرما ملتے ہی رہتے ہیں۔"

"کام کی بات کرو۔" تہذیب غُصیلے لہجے میں بولی۔ "لینڈ روور کہاں گئی؟"

"اُسے تو میں نے ایک بُلندی سے لُڑھکا دیا۔"

"تمھارا مسخرہ پن تمھیں اتنی مہلت نہیں دے رہا کہ تم ڈی فوسٹر کی طرف دیکھ سکو۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

بڈ نے مُردہ ڈی فوسٹر کی طرف دیکھا اور چونک پڑا۔ "اوہ! تو کیا یہ مر گیا؟"

"ہاں، یہ ہمیشہ کے لیے بے ہوش ہو گیا ہے۔"

"مجھے تو پہلے ہی اندازہ تھا۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس کے بچنے کی کوئی اُمید نہیں تھی۔"

"اب فوری طور پر ہمیں یہ مسئلہ درپیش ہے کہ اس کی لاش کا کیا کیا جائے؟"

"یہ تو کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ لینڈ روور کی طرح اسے بھی کسی بلندی سے لُڑھکا آتا ہوں۔"

"بڈ!" تہذیب نے کہا۔ اُس کا لہجہ بے حد درشت تھا۔ "مسخرہ پنے کے چکر میں بعض اوقات تم حد سے گزر جاتے ہو۔"

"م... م... معافی چاہتا ہوں میڈم۔" بڈ ہکلا کر بولا۔ "اگر آپ کہیں گی تو اس کی تدفین بھی ہو سکتی ہے۔"

"ہو سکنے کی بات مت کرو بڈ۔" میں نے کہا۔ "ہمیں یہ کام ابھی اور اسی وقت کرنا ہے۔"

"تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے چیف! یہاں اس کا خاصا معقول بندوبست ہو جائے گا۔"

میں اور تہذیب بڈ کے ساتھ باہر نکل آئے۔ فارم خاصا وسیع و عریض معلوم ہو رہا تھا۔ میں نے اُس کے بارے میں بڈ سے سوال کیا تو اُس نے کہا۔

"یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم کہ یہ فارم کس کی ملکیت ہے، بس اتنا جانتا ہوں کہ یہ ویران اور غیر آباد پڑا تھا۔ میں نے اسے آباد کر دیا ہے۔"

تہذیب کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ "اور وہ تمھاری محبوبہ؟" اُس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

"کون سی والی محبوبہ کی بات کر رہی ہیں میڈم؟" بڈ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "محبوبہ کا نمبر بتائیے۔ نمبر یاد نہ ہو تو یہ بتلائیے کہ آپ کس وقت کی بات کر رہی ہیں؟"

"اس سے کیا ہو گا؟" تہذیب نے ہونٹ بھینچ کر پوچھا۔

"میں کم از کم یاد تو کر سکوں گا کہ اُس عرصے میں میری محبوبہ کون تھی۔ یہاں محبوباؤں کی تعداد اس قدر بڑھ چکی ہے کہ اب صرف محبوبہ کہہ دینے سے کام نہیں چل سکتا۔ معلوم نہیں آپ کا اشارہ کس محبوبہ کی طرف ہے؟"

"بکواس مت کرو۔" تہذیب آپے سے باہر ہو گئی۔ "اور ڈی فوسٹر کی تدفین کا انتظام کرو۔"

"یہ کہاں کا انصاف ہے۔" بڈ بڑبڑایا۔ "خود ہی سوال کرتی ہیں۔ جواب دو تو کہتی ہیں بکواس مت کرو۔ جواب نہ دو تو..."

"تم نے سُنا نہیں، میں نے تم سے کیا کہا ہے؟" تہذیب نے سرد لہجے میں کہا۔

"سُن لیا ہے۔" بڈ نے جھلاتے ہوئے انداز میں کہا اور کدال سنبھال کر ایک نرم گوشے کی کھدائی شروع کر دی۔ زمین نرم ہونے کی وجہ سے قبر تیار کرنے میں زیادہ دشواری نہیں ہوئی۔ میں نے اور بڈ نے جلد ہی اتنی زمین کھود لی کہ ڈی فوسٹر کو اس میں بہ آسانی دفن کیا جا سکتا تھا۔

اس بدنصیب شخص کی وصیت تھی کہ اسے اہتمام سے دفن کیا جائے لیکن اس بے سروسامانی کے عالم میں ہم اُس کی اس آخری خواہش کا احترام تو کر سکتے تھے مگر اس پر اس کی مرضی کے مطابق عمل نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ہم نے بڑی سوگواری کے ساتھ اس کی لاش ایک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دی۔ بڈ بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ ڈی فوسٹر کی موت پر میں اور تہذیب بہت افسردہ ہیں۔ اُسے کچھ معلوم بھی تو نہیں تھا۔ اور ہم اس بات سے لاعلم تھے کہ وہ اچانک کہاں سے آ کودا تھا؟

ڈی فوسٹر کی تدفین کے بعد میں نے بڈ سے پوچھا۔ "تم اس بات سے کیسے واقف ہو گئے بڈ کہ ہم لوگوں کو کہاں قید کیا گیا ہے؟"

"یہ تو بزنس سیکرٹ ہے باس۔" اُس نے اکڑ کر کہا۔ "اگر یہی بتا دیا تو پھر باقی کیا بچے گا؟"

میں نے اُس کی گدّی پکڑ لی۔ "اگر مجھ سے بکواس کی تو کوئی ہڈی تڑوا بیٹھو گے۔"

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو؟" بڈ نے اپنی گدّی میری گرفت سے چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بڑی نازک گدّی ہے اور بہت سی محبوباؤں کی امانت بھی۔"

میں نے اُس کی گدّی پر دباؤ بڑھا دیا۔ "مجھے معلوم ہے تم شرافت سے نہیں مانو گے۔"

"ہائے میں مرا۔" بڈ بُری طرح مچلا۔ "ابے بتاتا ہوں۔ میری گدّی تو چھوڑ دو۔"

میں نے اُس کی گدّی چھوڑ دی۔ تہذیب ہنس رہی تھی۔

"تم اسی طرح ٹھیک رہتے ہو۔" اس نے بڈ سے کہا۔

بڈ اپنی گدّی سہلاتا ہوا بُرے بُرے منہ بنا رہا تھا۔

"ایک تو تم لوگ بڈ کو کنگ اٹلس کے کیمپ میں تنہا چھوڑ کر چلے گئے اور اب تمھیں اتنی مشکل سے ڈھونڈا ہے تو یہ سلوک کر رہے ہو۔"

"ہمیں احساس ہے کہ تمھارے ساتھ زیادتی ہوئی تھی لیکن ہمیں اتنا موقع ہی نہیں مل سکا کہ تمھیں کچھ بتا پاتے۔" میں نے کہا۔

"اور مجھے تو یقین تھا کہ ہم چاہے جہاں بھی پہنچ جائیں تمھاری نظروں سے پوشیدہ نہیں رہ سکتے۔ تم ہمیں ڈھونڈتے ہوئے ہم تک ضرور پہنچ جاؤ گے۔" تہذیب بولی۔

"اس بھری پُری دُنیا میں مکھی لگانے کے لیے ایک بڈ ہی تو رہ گیا ہے۔" بڈ نے منہ بنا کر کہا۔

"تم پھر پٹڑی سے اُتر رہے ہو۔" میں نے بڈ کو گھورا۔ "میں نے تم سے پوچھا تھا کہ تم ہم تک کس طرح پہنچے؟"

"اوہ ہاں۔" بڈ نے سنبھل کر کہا۔ "جب تم دونوں کنگ اٹلس کے کیمپ سے اچانک غائب ہو گئے تو میں نے تمھاری تلاش شروع

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی لیکن بڈ بے چارے کو کوئی کچھ بتانے کے لیے تیار نہیں تھا۔ تھک ہار کر میں نے اُن دونوں افراد کو تاکا جن کے بارے میں میں نے تمہیں بتایا تھا کہ وہ تمہیں قتل کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے۔ میں چھپ کر اُن کی گفتگو سننے میں کامیاب ہو گیا اور اُنھی سے مجھے معلوم ہوا کہ تم روڈ ایلبو کے کیمپ کی طرف جاتے دیکھے گئے ہو۔ بڈ کے لیے اتنی معلومات بہت تھیں۔۔۔" بڈ اتنا کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"پھر تم وہاں سے روڈ ایلبو کے کیمپ پہنچ گئے ہو؟" تہذیب نے بڈ کو ٹوکا۔

"ہاں۔ اور وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ تم لوگ وہاں سے بھی نکل گئے ہو لیکن اتفاق سے وہاں مجھے بعض لوگوں پر شبہ ہوا اور میں خود کو ضرورت مند ظاہر کر کے اُن کے ساتھ شامل ہو گیا۔ میرا شبہ درست نکلا۔ وہ روسی ایجنٹ تھے اور اُن کا تعلق کے جی بی سے تھا۔ میں اُن کے ساتھ ڈرائیور کی حیثیت سے شامل ہوا تھا۔ تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ یہ لوگ مقامی لوگوں کی مدد سے کام کر رہے ہیں۔ مجھے بھی اُنھوں نے اپنے لیے بے ضرر سمجھ کر اپنے ساتھ شامل کر لیا۔ اس طرح میں اُس عمارت تک پہنچ گیا جہاں تم لوگ فرانسیسی ایجنٹوں کی قید میں تھے۔"

"اوہ تو اُس عمارت پر روسی ایجنٹوں نے چھاپا مارا تھا۔" تہذیب نے پُرخیال لہجے میں کہا۔

"لیکن اُن بے چاروں کو کچھ بھی نہیں ملا اس لیے کہ سارا مال تو بڈ لے اُڑا۔" میں نے کہا۔

"یہی تو بڈ کا کمال ہے۔" تہذیب تعریفی لہجے میں بولی۔ "بے ضرر دکھائی دینے کے باوجود یہ بڑے بڑوں کے کان کتر جاتا ہے۔"

"بڈ کی جادوگری پر تو ہمیں پہلے ہی یقین تھا۔" میں نے کہا۔ "اور اب تو بڈ نے اس کا ثبوت بھی دے دیا ہے۔"

بڈ بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگا۔ "تم بڈ پر طنز تو نہیں کر رہے ہو چیف؟"

"ہرگز نہیں بڈ! میں تو بڑے خلوص سے تمھاری تعریف کر رہا ہوں۔"

"دیکھو چیف! بڈ نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ وہ دُنیا میں کسی کا بھی ملازم نہیں ہے۔ اس لیے کہ وہ نہ تو کسی کو خود سے زیادہ ذہین تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی کسی کو اپنے سے زیادہ پُرکشش سمجھتا ہے۔ لیکن عقیدت کے رشتے بہت مضبوط ہوتے ہیں۔ میں نے تم سے یہی رشتہ قائم کیا تھا جو اب بھی پہلے ہی کی طرح قائم ہے لیکن افسوس کہ یہ رشتہ یک طرفہ ہے۔"

"بہت سے رشتے یک طرفہ ہوتے ہیں بڈ۔" میں نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"میں جانتا ہوں چیف۔" بڈ سنجیدگی سے بولا۔ "صرف وہی رشتے یک طرفہ ہوتے ہیں جہاں ایک فریق وفورِ جذبات میں اظہار کر بیٹھتا ہے۔"

"او ہو۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "آج تو بڑی فلسفیانہ گفتگو کر رہے ہو۔"

"تم جو چاہو کہو لیکن حقیقت وہی ہے جو میں نے کہی۔ وہ لوگ بڑے خوش قسمت ہوتے ہیں جو کسی کی بے غرض چاہت کی ناقدری نہیں کرتے لیکن ہوتا یہ ہے کہ جہاں ایک فریق نے اپنے جذبات کا اظہار کیا، دوسرے فریق نے اُسے اپنا حق سمجھ لیا اور اُس سے ناجائز فائدے اُٹھانا شروع کر دیے۔"

"لیکن بڈ! جذبہ تو ایک فطری چیز ہے۔ اُسے بالارادہ تو نہیں پیدا کیا جا سکتا؟"

"مجھے معلوم ہے چیف! میں تمہیں چاہتا ہوں تو ضروری نہیں ہے کہ تم بھی مجھے چاہو۔ نہ ہی میں تم پر وہ جذبات مسلط کر سکتا ہوں جو میرے تمھارے لیے ہیں لیکن تم کم از کم بڈ کی قدر تو کر سکتے ہو۔ اُس کے جذبات کا احترام تو کر سکتے ہو۔ تم نے لاتعداد مرتبہ مجھ سے جان چھڑانے کی کوشش کی۔ مجھے نظرانداز کیا تاکہ مجھ سے پیچھا چھڑا سکو لیکن ابھی میرے صبر کا پیمانہ لبریز نہیں ہوا ہے۔ جس روز میری قوتِ برداشت جواب دے گئی اُس روز میں خود تمھیں چھوڑ دوں گا، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے۔"

"تم تو شکایات کے دفتر کھول کر بیٹھ گئے۔"

"میں تو تمہیں بتا رہا تھا چیف! میرا کام صرف بتانا ہے، شکایت کرنا نہیں۔"

"جو تفصیلات تم نے بتائی ہیں اُن سے اندازہ ہوتا ہے کہ اتفاقات نے تمہیں اس عمارت تک پہنچا دیا جہاں ہم قید تھے۔" تہذیب نے کہا۔

"اتفاقات!" بڈ نے آنکھیں پھاڑ کر تہذیب کو دیکھا۔ "اگر آپ اسی پر مُصر ہیں تو یہی سہی ورنہ حقیقت تو یہ ہے کہ میں نے بہت محنت کی تھی۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "تم نے جو کارنامہ انجام دیا ہے، بڈ وہ ہمارے تمام کارناموں پر بھاری ہے۔"

"بڈ ایسے کارنامے انجام دینے کا ماہر ہے میڈم۔" بڈ نے اکڑ کر کہا۔

"یوں تو ایسے بے شمار مواقع آئے جب ہمیں تمھارا شکریہ ادا کرنا چاہیے تھا لیکن آج۔۔۔"

"ایک منٹ میڈم ایک منٹ۔" بڈ نے بے صبری سے ہاتھ اُٹھا کر تہذیب کی بات کاٹ دی۔ "شکریہ صرف وہ لوگ قبول کرتے ہیں جن کے پاس کرنے کے لیے کوئی کام نہیں ہوتا۔"

"کیا مطلب؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔ "تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"خالی شکریہ ادا کرنے سے کام نہیں چلے گا میڈم! میں انعام کا

مستحق ہوں۔"

"جو کارنامہ تم نے انجام دیا ہے اُس کے پیشِ نظر تمہیں بڑے سے بڑے انعام سے نوازا جا سکتا ہے۔" تہذیب بولی۔ "مانگو کیا مانگتے ہو؟"

"آپ اور آپ کے وہ اگر مجھے پانچ عشق کرنے کی اجازت دے دیں تو میرا حساب کتاب برابر ہو جائے گا۔ پانچ عشق زیادہ تو نہیں ہیں نا چیف؟"

مجھے ہنسی آ گئی اور میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ تہذیب بڑے فراخدلانہ انداز میں کہہ رہی تھی۔

"تمہیں پانچ عشق کرنے کی اجازت ہے بڈ اور اس کے علاوہ ایک میری طرف سے انعام۔"

"شکریہ میڈم شکریہ۔" بڈ نے دانت نکال دیے۔ "آپ بڑی فراخدل خاتون ہیں۔"

"اور اس کے علاوہ ایک عشق علی کی طرف سے بھی انعام۔" تہذیب نے مزید نوید سُنائی۔

"آہ! میں کہیں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔ سات عشق۔ سات عشق۔" بڈ لہرانے لگا۔

"ہوش میں آجاؤ بڈ۔" میں نے گھونسا تان کر کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تم سے عشق شروع کر دوں۔"

بڈ سنبھل گیا۔ "نہیں چیف! یقین کرو یہ میرے لیے بہت بڑی خوشخبری ہے۔"

"خوشخبری کے بچے! رات گزرتی جا رہی ہے۔ قبل اس کے کہ صبح ہو، ہمیں کچھ دیر سو بھی لینا چاہیے۔"

"اوہ ہاں معاف کرنا چیف! مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ واقعی اب ہمیں سونے کی فکر کرنی چاہیے۔"

"تمھارے پاس کوئی پستول وغیرہ بھی موجود ہے؟" تہذیب نے بڈ سے پوچھا۔

"ابھی لا کر دیتا ہوں۔" بڈ نے کہا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ ذرا ہی دیر بعد وہ واپس آیا تو اُس کے پاس دو عدد ہلکی لیکن نفیس ساخت کی اسٹین گنیں موجود تھیں۔ اُس نے وہ اسٹین گنیں ہم دونوں کی طرف بڑھا دیں۔ "آپ دونوں یہ اسٹین گنیں رکھ لیں۔ شاید ان کی ضرورت پڑ جائے۔"

"یہ اسٹین گنیں تمھارے پاس کہاں سے آ گئیں؟" تہذیب نے تعجب سے پوچھا۔

"روسیوں کی سوغات ہے۔ لینڈ روور سے برآمد ہوئی ہیں۔ پوری پانچ اسٹین گنیں تھیں۔ دستی بم اس کے علاوہ تھے۔ میں نے تین اسٹین گنیں نکال لیں اور دو اسٹین گنیں اور دستی بم لینڈ روور کے ساتھ ہی ضائع کر دیے اس لیے کہ ہم لوگ اتنے زیادہ جنگجو بھی نہیں ہیں۔"

"لینڈ روور میں سے اور کیا کیا برآمد ہوا؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

بڈ مجھ سے نظریں چُرانے لگا۔ "بتا تو دیا۔" اُس نے کہا۔ "اس کے علاوہ اور کیا برآمد ہوتا؟"

"اُڑنے کی کوشش مت کرو بڈ! تم مجھ سے جھوٹ نہیں بول سکتے۔"

بڈ نے ایک طویل سانس لی۔ "شاید آدھا کلو کے قریب ہیروئن اور کچھ نقد رقم بھی ہاتھ لگی ہے لیکن میں اس کا حساب نہیں دوں گا۔ بس کام بن ہی جاتا ہے چیف کسی نہ کسی طرح۔ خیر اب تم لوگ آرام کرو۔"

"اور تم کہاں جا رہے ہو؟" میں نے سوال کیا۔

"میں شریف آدمی ہوں چیف جو دوستوں کا حساب دل میں رکھتا ہوں لہٰذا اب تم خود بتاؤ کہ ان حالات میں میرا یہاں رُکنا مناسب ہے؟"

"کن حالات میں!" میں نے حیرت سے کہا۔ "مجھے تو کوئی غیرمعمولی بات نظر نہیں آتی۔"

"ظاہر ہے تم خود تو منہ سے نہیں کہو گے لیکن ایک اچھے میزبان کی حیثیت سے تمھارا خیال رکھنا میرا فرض ہے۔"

"کہیں تم کار میں سونے کا ارادہ تو نہیں رکھتے؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ میں اس کا مطلب سمجھ گیا تھا۔

"تم سمجھدار آدمی ہو چیف۔" بڈ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "میں یہاں رہ کر تم دونوں کی تنہائی میں مخل نہیں ہونا چاہتا اس لیے۔۔۔"

بڈ جملہ ادھورا چھوڑ کر باہر نکل گیا۔ اُسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ فوراً ہی باہر نہ نکل گیا تو اُسے میری طرف سے کسی جارحانہ کارروائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔

"بہت بے ہودہ آدمی ہے۔" تہذیب نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا۔

"بے ہودہ یا سمجھدار۔" میں نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"بکواس مت کرو۔ اب تم بھی ویسی ہی باتیں کرو گے۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"بڈ اگر یہ سب کچھ نہ کرتا تو کیا ہمیں رہائی نصیب ہو سکتی تھی؟" میں نے کہا۔ "اُسے سمجھدار کہہ کر میں نے ایسی کون سی زیادتی کر دی؟"

"اور اگر ڈی فوسٹر ہمیں بتائے بغیر مر جاتا تو کیا امریکی فارمولوں کا راز اس کے ساتھ ہی دفن نہ ہو جاتا؟" تہذیب نے جواباً کہا۔ "فرانسیسی اُس کا پورا جسم اُدھیڑنے کے باوجود فارمولے برآمد نہیں کر سکے تھے۔"

"یہی بات تو غور طلب ہے تہذیب! وہ اتنے احمق نہیں تھے کہ دانتوں کی طرف اُن کا دھیان نہ جاتا لیکن جو کام نہیں ہونا ہوتا، وہ کسی طرح بھی نہیں ہوتا اور جو ہونا ہوتا ہے وہ کتنی آسانی سے ہو جاتا ہے ورنہ کیا ضروری تھا کہ مرنے سے قبل ڈی فوسٹر کو ہوش آ جاتا اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ ہمیں قلعوں کے بارے میں بتا ہی دیتا۔"

"یہ سب مقدر کے کھیل ہوتے ہیں علی! سارے کام معجزانہ طور پر ہی ہوئے ہیں اور تقریباً ناکامی کی انتہا کو پہنچنے کے بعد اچانک ہی ہمیں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔"

"اس پورے کھیل میں بُڈ کا کردار کلیدی نوعیت کا حامل رہا ہے۔ اُس نے عین وقت پر مداخلت کر کے ہاری ہوئی بازی ہمارے حق میں پلٹ دی۔"

"اس میں تو کوئی شبہ ہے ہی نہیں کہ اگر بُڈ نہ ہوتا تو ہم تمام عمر اسرکی فارمولے حاصل نہیں کر سکتے تھے۔" تہذیب نے کہا۔ "اور اب جبکہ وہ فارمولے ہمارے قبضے میں ہیں، یہ سوچنا ہے کہ آئندہ کیا کرنا ہے۔"

"سوچنے سمجھنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ پہلے بھی ہم نے جو منصوبہ بندی کی تھی وہ دھری کی دھری رہ گئی۔ فارمولے ہمیں ملے ضرور مگر اُس طرح نہیں جس طرح ہم نے سوچا تھا۔"

"تب بھی یہ تو سوچنا ہی پڑے گا کہ کیا یہ فارم ہاؤس محفوظ ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"بُڈ ذہین آدمی ہے۔ اُس نے خوب دیکھ بھال کر ہی کوئی قدم اُٹھایا ہوگا۔"

"وہ ذہین سہی لیکن اس فارم کا کوئی نہ کوئی مالک تو ضرور ہوگا۔ وہ اتفاقاً ادھر نکل آیا تو کیا ہوگا؟"

"آتی رات گئے اس ویرانے میں آئے گا تو پاگل ہی کہلائے گا۔" میں نے بیزاری سے کہا۔

"پھر وہ گاڑی معلوم نہیں کس کی اُٹھا لایا ہے۔ ممکن ہے پولیس گاڑی تلاش کرتی ہوئی یہاں تک پہنچ جائے۔ کچھ سوچو علی! یہاں ہمارا رکنا مناسب نہیں ہے۔"

"یہ رات تو بہر حال یہاں گزاری جا سکتی ہے تہذیب! اگلے دن میں اس پر غور کریں گے۔ کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ اب ہم سو جائیں۔ تھکن نے جسم کے ساتھ دماغ کو بھی شل کر کے رکھ دیا ہے۔"

"واقعی علی! تم سو جاؤ۔ سوری! مجھے خود خیال رکھنا چاہیے تھا کہ تمہیں سخت نیند آ رہی ہوگی۔"

میں لیٹ گیا اور تہذیب میرے سرہانے آ کر بیٹھ گئی۔ "تم بھی لیٹ جاؤ نا۔" میں نے تہذیب سے کہا۔

"تم سو جاؤ پھر میں بھی سو جاؤں گی۔" تہذیب نے میرے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "مجھے شرمندہ نہ کرو تہذیب! تم بھی تو بہت تھکی ہوئی ہو۔"

"کیسی باتیں کر رہے ہو علی! تمہارے کام آ کر تو مجھے خوشی ہوتی ہے۔" اُس کی نرم و نازک انگلیاں میرے بالوں سے کھیل رہی تھیں۔

اُس کے ہاتھوں کا لمس مجھے اَن دیکھے جہانوں کی سیر کرا رہا تھا۔ سکون و انبساط کی لہریں میرے پورے جسم میں دوڑتی پھر رہی تھیں۔ شاید یہ لہریں تہذیب کی انگلیوں سے خارج ہو کر میرے جسم میں داخل ہو رہی تھیں اور میرے جسم کے ایک ایک رُوئیں سے تھکن کو نچوڑ رہی تھیں۔ اُس کی انگلیاں میرے بالوں سے اُلجھتی رہیں اور میرا ذہن بالکل ہلکا پھلکا ہو گیا۔ میری نظریں تہذیب کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"آنکھیں بند کر لو علی!" تہذیب نے بڑی محبت سے کہا۔ "تمہیں نیند آ جائے گی۔"

"تمہارا پھول سا چہرہ جو نظروں سے اوجھل ہو جائے گا۔" میں نے خمار آلود لہجے میں کہا۔

"نہیں ہوگا۔" تہذیب نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جس روز یہ چہرہ تمہاری نظروں سے اوجھل ہو گیا میرا اس دُنیا میں کوئی کام نہیں رہے گا۔"

"تو میں آنکھیں بند کر لوں؟" میں نے معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب نے کہا اور اپنا ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ دیا۔ میں نے اپنے دونوں ہاتھ اُس کے ہاتھ پر رکھے اور اُسے ہولے ہولے سہلانے لگا۔ تہذیب کے ساتھ ساتھ نیند کی دیوی بھی مجھ پر مہربان ہو رہی تھی اور پھر مجھے احساس بھی نہ ہو سکا کہ میں کس وقت نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

دوسری صبح آنکھ کھلی تو بُڈ اپنی مخصوص مسکراہٹ کے ساتھ موجود تھا۔ اس نے ناشتے کا انتظام کر دیا تھا۔ ہم ناشتے وغیرہ سے فارغ ہو گئے تو اُس نے کہا۔

"بُڈ کے لیے اب کیا حکم ہے؟ ویسے میں ڈر رہا تھا کہ صبح جب یہاں پہنچوں گا تو کمرا خالی ملے گا، آپ دونوں غائب ہوں گے اور پھر آپ لوگوں کی تلاش میں معلوم نہیں کتنا وقت ضائع کرنا پڑے گا۔"

"تمہارا ڈر ناحق بجا تب بھی ہے اور بے جا بھی۔" میں نے کہا۔ "اس لیے کہ جب بھی ایسا ہوا بڑی مجبوری کے عالم میں ہوا۔ ہم نے جان بوجھ کر تو تمہیں نظر انداز نہیں کیا۔"

"اگر تم نے جان بوجھ کر بُڈ کو نظر انداز کیا تب بھی بُڈ تمہارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" بُڈ نے کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟" میں نے دلچسپی سے پوچھا۔ "تم پیچھا کیوں نہیں چھوڑو گے؟"

"ارے اگر اس طرح پیچھا چھوٹ گیا تو پھر عشق ہی کیا۔" بُڈ نے چہک کر کہا۔ "تم میڈم کو چاہتے ہو چیف اور بُڈ تمہیں۔ جس طرح تم ہر قسم کے حالات سے نبرد آزما ہونے کے بعد پھر میڈم کے پاس پہنچ جاتے ہو اسی طرح بُڈ بھی تمہیں تلاش کر ہی لیتا ہے۔ یہ تو دُنیا میں ہوتا ہی ہے چیف! کوئی کسی کے چکر میں اور کوئی کسی کے چکر میں۔"

"اوہو! اب تم ہمیں شرمندہ ہی کیے جاؤ گے۔" تہذیب نے کہا۔

"دراصل ہمیں تمہاری صلاحیتوں پر اس قدر اعتماد ہے کہ اگر تمہیں کہیں چھوڑنا پڑ جائے تو ہمیں یقین ہوتا ہے کہ تم ضرور ہمیں ڈھونڈ نکالو گے۔"

"ایسی ہی باتیں کر کے خواتین عموماً مردوں کو بے وقوف بنایا کرتی ہیں لیکن بُڈ آپ کو عام خواتین سے بہت مختلف تصور کرتا ہے۔ خیر یہ بتائیے کہ اب بُڈ کے لیے کیا حکم ہے؟"

"جس مقصد کے لیے ہم یہاں آئے تھے وہ پورا ہو چکا۔" میں نے کہا۔ "اور ہماری اس کامیابی کا سہرا تمہارے سر ہے۔ اگر تم رودیسوں کے ساتھ مل کر اس عمارت تک نہ پہنچ گئے ہوتے تو ہمیں یقیناً بے نیل مرام واپس لوٹنا پڑتا اور ہمارا یہ مشن ناکام ہو جاتا۔"

"کیا تمہیں وہ سب کچھ حاصل ہو چکا ہے چیف جس کے تم خواہش مند تھے؟" بُڈ نے پوچھا۔

"میں نے بتایا تو ہے کہ محض تمہاری وجہ سے کامیابی نے ہمارے قدم چومے ہیں۔"

"اگر کام پورا ہو چکا ہے تو پھر ہمبرگ میں رُکنا کیا معنی رکھتا ہے؟"

"اب ہمیں یہاں مزید رُکنے کی ضرورت نہیں رہی۔" میں نے کہا۔ "جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

"لیکن چیف! یہاں سے نکلنے کے لیے ہمیں کون سا راستہ اختیار کرنا چاہیے؟"

"میرا خیال ہے ہمبرگ کے ساتھ ساتھ ہمیں مغربی جرمنی سے بھی نکل جانا چاہیے تاکہ اُن غیر ملکی جاسوسوں سے تو پیچھا چھوٹے جو شکاری کتوں کی طرح ہماری بُو سونگھتے پھر رہے ہوں گے۔"

"تب تو کام بہت آسان ہو جاتا ہے۔" بُڈ نے اُچھل کر کہا۔ "مغربی جرمنی کی سرحد عبور کر کے ہم ڈنمارک میں داخل ہو سکتے ہیں۔"

"ڈنمارک میں داخل ہونا اتنا آسان تو نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔

"جنت کے علاوہ اور جہاں بھی جانا چاہو بُڈ اس کا انتظام کر سکتا ہے چیف!"

"اگر تم ڈنمارک میں داخلے کا بندوبست کر سکتے ہو تو فوری طور پر کام شروع کر دو۔"

"مجھے صرف چوبیس گھنٹے کی مہلت دے دو چیف! زیادہ سے زیادہ چوبیس گھنٹے میں، میں سارے انتظامات مکمل کر کے واپس آ جاؤں گا۔"

"اور اگر اس دوران فارم ہاؤس کا مالک آ گیا تو...؟" تہذیب نے کہا۔

"بظاہر تو یہ فارم ہاؤس کسی کی ملکیت نظر نہیں آتا لیکن اگر کوئی آ ہی جائے تو اُسے سنبھال لینا چیف! چوبیس گھنٹے کے دوران میں کسی بھی وقت واپس آ جاؤں گا۔"

"تم اطمینان رکھو بُڈ!" میں نے کہا۔ "اگر کسی کی شامت آئے

علمِ ہپناٹزم پر ایک نئی کتاب
جسے
ایک ماہرِ ہپناٹزم نے تحریر کیا ہے
بالتصویر
ہپناٹزم کی جدید تحقیقات
قیمت ۳۰ روپے۔ ڈاک خرچ ۱۶ روپے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

ہپناٹزم کے موضوع پر ایک مکمل اور مستند کتاب جس میں مصنف کے ذاتی تجربے بھی شامل ہیں۔
ارتکازِ توجہ کے لیے سیاہ دائرہ اور مشقوں کو سمجھنے کے لیے حقیقی تصاویر۔
ملنے کا پتہ
مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۱۲۳۳ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں پہنچ ہی لائی تو ہم ان اسٹین گنوں سے اس کا استقبال کریں گے۔"

"اطمینان ہی تو نہیں ہوتا۔ ہر وقت یہی دھڑکا لگا رہتا ہے کہ اب واپس آؤں گا تو تم لوگ غائب ہو چکے ہو گے۔"

"بے فکر رہو۔" میں ہنس کر بولا۔ "اس بار جب تم واپس آؤ گے تو ہمیں یہیں موجود پاؤ گے۔"

"پھر بھی اگر یہاں سے فرار ہونا ہی پڑ جائے تو میرے لیے کوئی ایسی علامت چھوڑ جانا جس کے ذریعے میں تمھارا سراغ لگا سکوں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "تم تو ویسے ہی ہمیں ڈھونڈ لیتے ہو۔"

بڈ چلا گیا لیکن جانے سے قبل وہ ہمارے لیے کھانے کا انتظام کرنا نہیں بھولا تھا۔

اُس کی واپسی اگلے روز صبح کوئی بیس گھنٹے بعد ہوئی۔ احتیاطاً ہم نے وہ سارا وقت اندر ہی رہ کر گزارا تھا اور باہر نکلنے سے گریز کیا تھا۔

"میں سارا انتظام کرا آیا ہوں چیف۔" بڈ نے بتایا۔ "ویسے تم لوگوں کو دیکھ کر بڑی حیرت ہو رہی ہے۔"

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ اب تم روانگی کی فکر کرو۔" میں نے کہا۔

ہم اُسی وقت وہاں سے روانہ ہو گئے۔ بڑی سفر زیادہ طویل نہیں تھا اور بڈ کے تیار کرائے ہوئے کاغذات کی وجہ سے سرحد عبور کرنے میں کسی قسم کی رکاوٹ کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ میں تمام راستے چوکنا رہا تھا اس لیے کہ کئی ممالک کے سیکرٹ ایجنٹ میدانِ عمل میں تھے اور ان سے مڈبھیڑ خطرناک ثابت ہو سکتی تھی لیکن خوش قسمتی سے ہم کسی خطرے کا سامنا کیے بغیر سرحد عبور کر گئے۔

پہلا دن ہم نے اوڈنسے میں گزارا۔ چونکہ اب جاسوسوں کا خطرہ نہیں رہا تھا اس لیے اعصاب پر کوئی دباؤ بھی نہیں تھا۔ ایک ہی دن کے آرام نے ہمارے اندر نئی روح پھونک دی اور ہم تازہ دم ہو کر کوپن ہیگن کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوپن ہیگن پہنچ کر ہم ایک عمدہ سے ہوٹل میں مقیم ہو گئے۔

"یہاں رُکنے کی کیا ضرورت تھی" تہذیب نے اعتراض کیا۔ "ہم براہِ راست پیرس نکل چلتے۔"

"ہمارے پاس ہلاکت آفریں ہتھیاروں کے فارمولے موجود ہیں۔ ہمیں ہر قدم سوچ سمجھ کر اٹھانا پڑے گا۔" میں نے کہا۔

"اس میں سوچنے سمجھنے کی کیا بات ہے۔" تہذیب حیرت سے بولی۔ "دُنیا کے بہترین جاسوس اس وقت جرمنی میں جھک مار رہے ہوں گے۔ اب ہمیں کیا خطرہ ہے۔ کسی کو نہیں معلوم کہ ہمارے پاس اتنی قیمتی چیز موجود ہے۔"

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ابھی نہیں، پہلے کوپن ہیگن کی سیر کر لیں پھر بتاؤں گا۔ ہمیں یہ بھی تو ظاہر کرنا ہے کہ ہم سیاح ہیں۔ ذرہ برابر خطرہ مول نہیں لیا جا سکتا۔ ہمیں بے حد محتاط رہنا ہوگا۔"

تہذیب نے کوئی جرح نہیں کی اور ہم کوپن ہیگن کی سڑکوں پر نکل آئے۔

کوپن ہیگن کی تاریخ صدیوں پرانی ہے۔ سن گیارہ سو ستر سٹھ میں ایک پادری نے اس شہر کا سنگِ بنیاد رکھا تھا۔ اس پادری نے جس کا مجسمہ اب ٹاؤن ہال کے سامنے ایستادہ ہے، یہاں ایک قلعہ تعمیر کیا تھا۔ اُس وقت کی چھوٹی سی بندرگاہ جلد ہی ایک تجارتی مرکز کی صورت اختیار کر گئی اور کوبن ہیون یعنی تاجروں کی بندرگاہ کہلائی۔

سینٹرل اسٹیشن کے ساتھ ہی کوپن ہیگن کا صدیوں پرانا تفریحی پارک تِوالی ہے جو بیس ایکڑ سے زائد رقبے پر پھیلا ہوا ہے۔ اس پارک میں ہمیشہ میلے کا سا سماں رہتا ہے۔ رنگین پھولوں کے تختے، چھوٹی چھوٹی جھیلیں، اُبلتے ہوئے فوارے اور رنگ برنگی مصنوعی روشنیاں شہریوں کی دلچسپی کا مرکز ہیں۔

ہم بہت دیر تک کوپن ہیگن کے کوچہ و بازار کی سیر کرتے رہے اور پھر ایک ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا جہاں ہمہ اقسام کے کھانے میسر تھے۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہم ٹاؤن ہال کے پہلو سے گزرتی ہوئی سڑک اسٹروگیٹ پر آ گئے جو اس شہر میں خرید و فروخت کا سب سے بڑا مرکز تھی۔ بڑی بڑی دکانیں اور ڈیپارٹمنٹل اسٹور انواع و اقسام کی اشیاء سے بھرے پڑے تھے جہاں ہر شے دستیاب تھی۔ ہمیں ان دکانوں سے خریداری کرنا تھی اور یہ میرے منصوبے کا دشوار ترین حصہ تھا۔ مجھے جو چیزیں خریدنا تھیں وہ کسی کو ہماری طرف سے مشکوک بھی کر سکتی تھیں۔

ہم نے بہت احتیاط سے خریداری کی۔ اس خریداری میں دو گھنٹے سے زیادہ لگ گئے۔ اگرچہ ہم ایک ہی جگہ سے ساری اشیاء خرید سکتے تھے لیکن ہم نے ایسا نہیں کیا اور ساری چیزیں الگ الگ دکانوں سے خریدیں تاکہ ہمارے بارے میں کوئی کسی قسم کی رائے قائم کر سکے۔

تمام چیزیں خریدنے کے بعد ہم ہوٹل کی طرف واپس چل پڑے۔ اب کوپن ہیگن کی رونقیں ہمارے لیے اپنی کشش کھو بیٹھی تھیں اس لیے کہ اب ہمیں کام کرنا تھا۔

ہوٹل کے کمرے میں واپس پہنچ کر تہذیب نے مجھ سے کہا۔ "تم نے مجھے کچھ نہیں بتایا تھا علی! لیکن اب میری سمجھ میں آنے لگا ہے کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔"

"مجھے معلوم تھا کہ تم خود ہی اندازہ لگا لو گی اسی لیے میں نے تمھیں

کچھ نہیں بتایا تھا۔"

"تم شاید یہ فارمولے اوشیل میکائیل کے حوالے کرنے سے گریز کرنا چاہتے ہو۔"

"وہ یہودی ہے اور میں دُنیا کے کسی یہودی پر اعتماد نہیں کر سکتا۔"

"گویا تمھارا مقصد یہ ہے کہ یہ فارمولے اوشیل میکائیل کو نہ دیے جائیں؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اس سلسلے میں میں کوئی حتمی بات نہیں کہوں گا لیکن ہم اصل فارمولے بہرحال اُس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"سوچ لو علی! معاملہ بہت خطیر رقم کا ہے۔ مطمئن ہوئے بغیر وہ ہمیں بقیہ رقم ادا نہیں کرے گا۔"

"رقم ادا کرنے کا پابند تو وہ صرف اسی صورت میں ہے جب ہم ڈی فوسٹر کو بھی اُس کے حوالے کریں اور وہ مر چکا ہے۔"

"تمھارے لہجے سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم اس سلسلے میں بہت فکر مند ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"میں فکر مند نہیں ہوں، تشویش میں مبتلا ہوں۔ اُس یہودی سے بقیہ رقم نکلوانا بہت ضروری ہے۔"

"تشویش میں مبتلا ہونے کی قطعی ضرورت نہیں ہے۔ ہم ایسا بندوبست کریں گے کہ اوشیل میکائیل ہمیں بقیہ رقم ادا کرنے سے انکار نہیں کر سکے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"کیسا بندوبست؟" میں چونک پڑا۔ تہذیب اگر یہ بات کہہ رہی تھی تو یقیناً اُس کے ذہن میں کوئی معقول طریقہ موجود رہا ہوگا۔

"ہمیں ایک نیا ڈی فوسٹر تیار کرنا پڑے گا۔ میرا مطلب ہے اوشیل میکائیل کے پاس ہم ڈی فوسٹر کے میک اپ میں کسی اور شخص کو لے جائیں گے۔"

"یہ بات تو میں بھی سمجھ رہا ہوں لیکن اس کے لیے ہم آدمی کہاں سے مہیا کریں گے؟"

"یہ بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔" تہذیب مسکرائی۔ "تم علی گروپ کے اُن ستائیس ارکان کو بھول گئے جو ہمارے اشارے پر کوئی بھی کام کرنے کے منتظر بیٹھے ہوں گے۔"

"اوہ! مگر اس کے لیے اُن سب کو یہاں طلب کرنا ہوگا اور اُن میں سے کوئی ایسا شخص منتخب کرنا ہوگا جو ڈی فوسٹر جیسی جسامت اور قد و قامت کا مالک ہو۔ ہر کس و ناکس پر تو اُس کا میک اپ کیا بھی نہیں جا سکے گا اس لیے کہ اوشیل میکائیل کے پاس ڈی فوسٹر سے متعلق ساری تفاصیل موجود ہیں۔"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔" تہذیب نے کہا۔ "صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہ تجویز تمھارے نزدیک قابلِ عمل ہے؟"

"میں نے اس تجویز سے اختلاف تو نہیں کیا۔ یہ تجویز تو سو فیصدی قابلِ عمل ہے۔ میں تو صرف وہ رُکاوٹیں بیان کر رہا تھا جو اس سلسلے میں درپیش ہو سکتی ہیں۔"

"بس تو یہ بات طے پا گئی۔ اب اس سلسلے میں باقی کام میں کر لوں گی۔ تم اس طرف سے بے فکر ہو جاؤ اور یہ بتاؤ کہ تم نے مائیکرو پروجیکٹر اور مائیکرو کیمرا کس لیے خریدا ہے؟"

"ڈی فوسٹر کی طرح اوشیل میکائیل کی خدمت میں فارمولے بھی نقلی ہی پیش کیے جائیں گے۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔

"اوہو!" تہذیب اچھل پڑی۔ "لیکن یہ بہت مشکل کام ہو گا علی۔"

"ناممکن تو نہیں ہے نا؟"

"سوال یہ ہے کہ نقلی فارمولے ہم مہیا کہاں سے کریں گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"یہ کام تم کرو گی اور میں تمھاری مدد کروں گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"میں؟" تہذیب حیران رہ گئی۔ "میں بھلا ایٹمی ہتھیاروں کے فارمولے کیسے تیار کر سکوں گی؟"

"بالکل کرو گی۔" میں نے کہا۔ "بس جیسا میں کہوں ویسے ہی کرتی رہنا۔ تم دیکھو گی کہ تم نے نئے ایٹمی فارمولے وضع کر لیے ہیں۔"

تہذیب بے بسی سے ہنس پڑی۔ "تم مجھے نئے ایٹمی فارمولوں کا خالق بنا ہی دینے پر تُل گئے ہو تو میں بھلا کیا کر سکتی ہوں۔ تم تو مجھے جو چاہو بنا دو لیکن مجھے بتا تو دو کہ مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"سب سے پہلے تو ہم پروجیکٹر پر اُن فلموں کو دیکھیں گے۔ ظاہر ہے فارمولے کسی نہ کسی زبان میں، ہندسوں میں یا اشکال کی صورت میں تحریر کیے گئے ہوں گے۔ ہم انھی جیسی تھوڑی سی مختلف شکلیں بنا کر انھیں مائیکرو کیمرے کے ذریعے سلائیڈ پر محفوظ کر لیں گے۔ یوں نئے ایٹمی فارمولے معرضِ وجود میں آئیں گے جو اوشیل میکائیل کی خدمت میں پیش کیے جائیں گے۔"

"یہ اتنا آسان کام نہیں ہے علی!" تہذیب نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔ "اوشیل میکائیل پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی رقم ادا کرے گا۔"

"مجھے تو اس بات پر بھی شبہ ہے کہ وہ رقم ادا کرے گا تاہم اس بات کو مفروضہ بناتے ہوئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ اُسے فارمولوں کے نقلی ہونے کا علم کیسے ہوگا؟"

"ایسے فارمولوں کی ایک مخصوص زبان ہوتی ہے۔ اوشیل میکائیل کے اپنے ذرائع بھی کم تو نہیں ہیں۔ وہ کسی بھی ماہر سے اُن فلموں کو چیک کرا سکتا ہے اور اُسے پتا چل جائے گا کہ وہ قطعی مہمل ہیں۔"

"ہمارا کام تو اُس تک فارمولے پہنچانا ہے۔ ہمیں اس سے کیا دلچسپی ہو سکتی ہے کہ وہ مہمل ہیں یا بامعنی؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کمال کر رہے ہو علی! کیا وہ ایک معمولی تحریر کے عوض ہمیں ایک خطیر رقم ادا کرے گا؟"

"ممکن ہے امریکی حکومت نے کسی مخصوص کوڈ میں وہ فارمولے تحریر کر رکھے ہوں۔ کیا ہم وہ فارمولے ڈی کوڈ کرنے کے ذمے دار بھی ہیں؟ نہیں تہذیب! ہرگز نہیں۔ ہمیں فارمولوں کی فراہمی کے عوض رقم ادا کی گئی ہے۔ انھیں ڈی کوڈ کرنا ہماری ذمے داری نہیں ہے۔ اور پھر ہم ڈی فوسٹر کو بھی تو اس کے حوالے کریں گے۔ اب یہ اوشیل میکائل پر منحصر ہے کہ وہ ڈی فوسٹر سے کس طرح کام لیتا ہے۔"

تہذیب بُری طرح ہنس رہی تھی۔ "تم تو اوشیل میکائل کو پاگل کر دو گے۔ واقعی یہ امکان تو ہے۔ امریکی حکومت کے کوڈ سمجھنا آسان نہیں ہو سکتا۔"

"بس تو ہم اپنا کام شروع کرتے ہیں۔ چلو پروجیکٹر نکالو اور فلمیں دیکھو۔"

منی پروجیکٹر کے ساتھ منسلک چھوٹے سے اسکرین پر ہندسے، نشانات اور ناقابلِ فہم سائنسی اصطلاحات دیکھ کر ہمیں کوئی حیرت نہیں ہوئی اس لیے کہ ہم ایسی ہی کسی چیز کی توقع کر رہے تھے۔ تہذیب کے سامنے ایک پیڈ موجود تھا جس پر وہ کچھ نوٹ کرتی جا رہی تھی۔ اس وقت میری حیثیت ایک خاموش تماشائی سے زیادہ کچھ نہیں تھی۔ اس لیے کہ تہذیب ان معاملات میں مجھ سے بہت آگے تھی اور گرین پول میں رہ کر اس نے ایسے کاموں کے خاصے تجربات بھی حاصل کر لیے تھے۔

تہذیب بڑے انہماک سے اپنے کام میں معروف تھی اور میں اس سے بھی زیادہ انہماک سے اسے کام کرتے دیکھ رہا تھا۔ تہذیب نے ان فارمولوں کے فوٹو گراف تیار کیے۔ ان کا جائزہ لیا اور پھر انھیں تبدیل کرنے میں معروف ہو گئی۔ کہاں تو اس کا یہ حال تھا کہ نقلی فارمولوں کی تیاری کے مسئلے پر مجھ سے بحث کیے جا رہی تھی اور کہاں اب یہ عالم تھا کہ آنکھ اٹھا کر میری طرف دیکھنے تک کی زحمت نہیں کر رہی تھی، مشورہ لینا تو بہت دور کی بات ہے۔ میں اس کی خود اعتمادی دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔

ہم دونوں ہی اس قدر منہمک تھے کہ ہمیں وقت گزرنے کا احساس بھی نہیں ہوا۔ ہمیں پتا بھی نہیں چلا کہ کب سورج ڈوبا اور کب رات ہوئی۔ ہم شاید یونہی معروف رہتے لیکن دروازے پر ہونے والی دستک نے ہمیں چونکا دیا۔ ہم نے چونک کر ایک دوسرے کی طرف اور پھر گھڑی کی طرف دیکھا۔ رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔

تہذیب نے جلدی جلدی تمام چیزیں سمیٹیں اور بولی: "غالباً بڈھا آیا ہوگا۔"

"اس وقت اس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور اٹھ کر دروازے کے قریب گیا۔ "کون ہے؟" میں نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

"دروازہ کھولو چیف۔" بڈھے کی آواز سنائی دی۔ "یہ میں ہوں بڈھا۔"

میں نے بڈھے کی آواز پہچان کر دروازہ کھول دیا۔

"سوری چیف!" بڈھا معذرت خواہانہ انداز میں بولا۔ "غالباً تم کسی اہم کام میں مصروف تھے۔"

"نہیں بڈھا آؤ۔" میں نے کہا۔ "تم سے کام ہے۔"

"حاضر چیف حاضر۔" بڈھے نے جھک کر کہا۔ "بڈھا ہر خدمت کے لیے حاضر ہے۔" وہ بہت خوش نظر آ رہا تھا۔ یہاں آتے ہی ہم سے کٹ کر اپنی تفریحات میں مگن ہو گیا تھا اور ہم نے بھی اس سے کوئی تعرض نہیں کیا تھا۔ اس وقت بھی وہ خاصی چڑھائے ہوئے تھا لیکن میں نے اسے کچھ نہیں کہا اس لیے کہ وہ پی کر بھی اپنے حواس نہیں کھوتا تھا۔ بڈھا اندر آ گیا لیکن اس نے ہمارے کام کی طرف توجہ نہیں دی۔ یہ بھی اس کی بہت بڑی خوبی تھی کہ وہ بلا وجہ تجسس کا شکار نہیں ہوتا تھا اور صرف اس کام میں دلچسپی لیتا تھا جس میں دلچسپی لینے کو اس سے کہا جائے۔

"بڈھا تمھیں فوری طور پر علی گروپ کے ارکان کو ٹیلی گرام کرنا ہے۔ میں انھیں ڈنمارک میں طلب کرنا چاہتی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔

"بہت بہتر میڈم! یہ کام کل صبح ہی ہو جائے گا۔" بڈھے نے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ "اور کوئی حکم؟"

"ہاں۔" تہذیب بولی: "تمام ارکین کو نہیں بلانا۔ جن لوگوں کے نام میں تمھیں دوں گی صرف انھیں ہی طلب کرنا ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ جن لوگوں کو بلانا ہے ان کے نام لکھ کر مجھے دے دیجیے۔ انھیں کتنے دن میں یہاں پہنچنا ہوگا اور کہاں قیام کرنا ہوگا؟"

تہذیب بڈھے کو تفصیلات بتانے لگی اور بڈھے نے بڑی فرماں برداری سے سارے کام انجام دینے کا وعدہ کر لیا۔

"میں نے ساری باتیں تمھیں زبانی بتائی ہیں۔ تم انھیں بھول تو نہیں جاؤ گے؟"

"اوہو میڈم! کیا اس سے قبل کبھی آپ کو بڈھے سے ایسی کوئی شکایت ہوئی ہے؟"

"نہیں بڈھا۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن اس وقت تم جتنے مگن نظر آ رہے ہو اس کے پیشِ نظر یہ خدشہ پیدا ہوا تھا۔"

"بڈھا مگن کیوں نہیں ہوگا میڈم! پورے سات عشق کرنے کی اجازت ملی ہے۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" تہذیب سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دے کر بولی: "سات میں سے کتنے عشق کر ڈالے؟"

"موقع ہی کہاں ملا تھا میڈم!" بڈھے نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آج ہی تو ذرا فرصت نصیب ہوئی ہے۔"

"تو کیا ابھی تک کورے ہی چل رہے ہو؟" میں نے تفریح لینے کے لیے بڈھے کو چھیڑا۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے چیف!" بڈھے نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "آج میں نے اپنا پہلا عشق شروع کر دیا ہے۔"

"آج ہی فرصت ملی اور آج ہی عشق بھی شروع کر دیا؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ایسے معاملات میں بڈھا دیر نہیں کیا کرتا چیف!" بڈھے نے اکڑ کر کہا۔ "عشق کرنا تو بڈھے کی ہابی ہے۔"

"دوسرا عشق کب تک شروع کرنے کا ارادہ ہے؟" تہذیب نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"ایک وقت میں ایک ہی عشق۔" بڈھے نے بڑے مدبرانہ انداز میں کہا۔ "اس معاملے میں میں وحدت کا بڑی شدت سے قائل ہوں۔"

میرے حلق سے ایک بے ساختہ قسم کا قہقہہ ابل پڑا۔

"کیوں کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی؟" بڈھے نے چونک کر پوچھا۔

"اپنی طرف کے صوفی اگر تمھارا فلسفۂ وحدت سن لیں تو ان کی طبیعت صاف ہو جائے۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"صوفی کیا ہوتا ہے؟" بڈھے نے پلکیں جھپکاتے ہوئے پوچھا۔

"تمھاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔" میں نے کہا۔ "تم یہ بتاؤ کہ تمھارا عشق کس مرحلے میں ہے؟"

"ابھی تو بے چارہ نوخیز ہے۔ آئندہ چند روز میں اس پر شباب آئے گا۔ اس کے بعد۔۔۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے کیا؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔ "ہم یہاں عمر بھر نہیں رہیں گے۔ پرسوں تک روانہ ہو جائیں گے۔"

"دو دن بھی بہت ہوتے ہیں چیف! میں عشق کے مراحل ذرا تیزی سے طے کر لوں گا۔"

"تمھارا مرض لا علاج ہے۔" میں نے مایوسی سے کہا۔ "بہتر یہ ہوگا کہ اب تم جا کر آرام کرو۔ کیا تمھیں نیند نہیں آ رہی؟"

"یاد دلانے کا شکریہ چیف! واقعی مجھے بہت سخت نیند آ رہی ہے۔ اب میں چلوں گا۔"

"جو کام میں نے تم سے کہا ہے پہلے وہ کرنا اس کے بعد سونا۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ مجھے پہلے ہی صبح تک کی اجازت دے چکی ہیں لہٰذا پہلے سوؤں گا اور کام بعد میں کروں گا۔" بڈھے نے کہا اور چلا گیا۔

"بہت اعلا درجے کا مسخرا آدمی ہے۔" تہذیب نے اس کے جانے کے بعد کہا۔

"کھسکا ہوا ہے۔" میں نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس معاملے میں ذرا بھی صحیح الدماغ نہیں ہے۔"

"ارے علی! ابھی ہمیں کھانا بھی تو کھانا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"آپ نے یاد دلایا تو مجھے یاد آیا ورنہ میں تو بھول ہی چکا تھا۔"

کھانے کے بعد ہم دوبارہ اپنے کام میں معروف ہو گئے اور ساڑھے تین بجے تک معروف رہے لیکن کام آدھا بھی نہیں ہوا تھا۔ ہم نے بقیہ کام اگلے دن پر ملتوی کیا اور سو گئے۔

اگلی صبح ناشتے سے فارغ ہو کر ہم نے پھر سے کام شروع کر دیا۔ تمام دن کام میں معروف رہنے کے بعد رات آٹھ بجے کے قریب کہیں جا کر کام ختم ہوا۔ ہم ایسی چھ عدد نقلی فلمیں تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے جن میں جعلی فارمولے تھے۔

"مبارک ہو تہذیب۔" میں نے فلمیں دیکھتے ہوئے کہا۔ "تم ایٹمی ہتھیاروں کے جعلی فارمولے تیار کرنے والی خاتونِ اوّل ہو گئیں۔"

"مذاق مت کرو علی! ان فلموں کے بارے میں اپنی صحیح رائے سے آگاہ کرو۔"

"تم خود بھی فیصلہ کر سکتی ہو کہ تم نے کتنی مہارت سے ان فارمولوں کو تبدیل کیا ہے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں علی لیکن تمھاری مدد کے بغیر میں کچھ بھی نہیں کر سکتی تھی۔"

"اتنا زبردست بے وقوف تو کوئی کسی کو نہیں بنا سکتا۔ ارے میں نے کیا ہی کیا ہے؟ کسی چیز میں انگلی تک تو لگائی نہیں۔"

"میں سچ کہہ رہی ہوں علی! تم نے فرمائش کی تھی نا اس لیے میں یہ کام کر گزری ورنہ یہ پیچیدہ کام میرے بس کا نہیں تھا۔ تمھاری فرمائش ٹالنا بھی تو میرے بس میں نہیں ہے۔"

"ہم دونوں کا ایک دوسرے پر اتنا ہی حق ہے تہذیب! میں بھی تو تمھاری کوئی فرمائش نہیں ٹال سکتا۔"

ہم نے ہر زاویے سے اپنے تیار کردہ فارمولوں کا جائزہ لیا۔ وہ ہر طرح سے مکمل تھے۔ ان کی طرف سے مطمئن ہو کر ہم نے جعلی فارمولوں کی مائیکرو فلمیں ڈی فوسٹر کے مصنوعی دانتوں میں محفوظ کر دیں اور اصل فارمولوں کی فلمیں ایک چھوٹے سے پیکٹ میں محفوظ کر لیں۔

"اب ہمیں ان دونوں فارمولوں کی حفاظت کرنا پڑے گی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "گویا ہمارا کام دگنا ہو گیا۔"

"جعلی فارمولے تو ڈی فوسٹر کے مصنوعی دانتوں میں محفوظ ہیں لیکن اصلی فارمولوں کا کیا کرو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ یہ پیکٹ میں اپنے جوتے کی ایڑی میں محفوظ کر لوں۔"

"خیال تو بہت عمدہ ہے لیکن اس کے لیے خاص طور پر جوتا تیار

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرانا پڑے گا اور یہاں کوپن ہیگن میں ایسا موچی کہاں ملے گا جس پر ہم مکمل طور پر اعتماد کر سکیں۔"

"میں ایک ایسے شخص سے واقف ہوں جو اس وقت کوپن ہیگن میں موجود ہے۔ اگرچہ وہ اناڑی ہے لیکن ہم پورے اعتماد سے اس سے یہ کام لے سکتے ہیں۔"

"کوپن ہیگن میں تمھارا کوئی واقف کار کہاں سے نکل آیا؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"یہ کام میں خود کروں گا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا مجھ سے زیادہ قابلِ اعتماد کوئی اور ہو سکتا ہے؟"

"تم؟" تہذیب حیران رہ گئی۔ "تم بھلا یہ کام کیسے کر سکو گے؟"

"کوئی کام مشکل نہیں ہوتا۔ بس مجھے اوزاروں کی ضرورت پڑے گی اور وہ بازار سے بہ آسانی دستیاب ہو جائیں گے۔"

اگلے روز صبح ہی میں تہذیب کے ساتھ نکل کھڑا ہوا اور دوپہر سے قبل ہی ہم بازار سے ضروری سامان خرید کر ہوٹل اپنے کمرے میں واپس پہنچ چکے تھے۔ دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میں نے کمرے کا دروازہ اندر سے بند کیا اور اپنے دائیں پیر کا جوتا سنبھال لیا۔

"مبارک ہو علی!" تہذیب نے مجھے چھیڑا۔ "اب تم موچی بھی ہو گئے۔"

"ہاں، روزگار کی پریشانی نہیں رہے گی۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "فلسطین آزاد ہو جائے تو ہم دونوں شادی کر کے پاکستان میں مستقل رہائش اختیار کر لیں گے۔ میں یہی پیشہ اختیار کر لوں گا اور لوگ تمھیں موچی کی بیوی کہا کریں گے۔"

"کیا بے ہودگی ہے۔" تہذیب جھینپ گئی۔

"بے ہودگی؟" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "کیا چیز بے ہودگی ہے۔ شادی کرنا یا موچی کی بیوی کہلانا؟"

"اچھا تم کام کرو۔ مذاق پھر کسی وقت کے لیے اٹھا رکھو۔"

چونکہ میں پہلی بار اس قسم کا کوئی کام کر رہا تھا اس لیے مجھے دقت تو بہت ہو رہی تھی لیکن کسی نہ کسی طرح میں نے کام مکمل کر ہی لیا۔ اصلی فارمولوں کا چھوٹا سا پیکٹ جوتے کی ایڑی میں رکھ کر میں نے ایڑی دوبارہ فٹ کر دی اور تنقیدی نظروں سے اپنے کام کا جائزہ لینے لگا۔ "کیا خیال ہے تہذیب؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔ "کام اطمینان بخش ہوا یا نہیں؟"

"ہوں!" تہذیب نے جوتا ہاتھ میں لیا اور اُسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگی۔ "کام تو تم نے بہت محنت سے کیا ہے لیکن ۔۔۔"

"تسلی بخش نہیں ہے۔" میں نے اُس کا جملہ پورا کر دیا۔

"ہاں!" تہذیب بولی۔ "لیکن اگر یہ بات ذہن میں رکھی جائے کہ تم نے پہلی ہی بار میں ۔۔۔"

"ہمیں تو صرف یہ دیکھنا ہے کہ کوئی اس جوتے کی طرف خواہ مخواہ تو متوجہ نہیں ہو جائے گا؟" میں نے جوتا اُس سے لے کر پہنتے ہوئے کہا۔

"نہیں!" تہذیب نے میرے دائیں پیر کو بغور دیکھتے ہوئے نفی میں سر ہلایا۔ "اتنے فاصلے سے بغور دیکھنے پر بھی کوئی فرق محسوس نہیں ہوتا۔"

"بس۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ میں نے کامیابی سے اپنا کام کر لیا ہے۔ ہمارا مقصد تو صرف یہی ہے کہ فارمولوں کی فلمیں دوسروں کی نگاہ میں آنے سے بچی رہیں۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اس حد تک تو ہمارا کام مکمل ہوا۔ اب ہمیں اپنے آدمیوں کی آمد کا انتظار ہے تاکہ اگلے مرحلے کی تیاریاں شروع کی جا سکیں۔"

"بڈ نے انھیں ٹیلی گرام تو کر دیا ہوگا؟" میں نے چونک کر پوچھا مجھے تہذیب سے یہ پوچھنا یاد ہی نہیں رہا تھا کہ ٹیلی گرام کا کیا رہا۔ اور خود بڈ دوبارہ مجھے نظر نہیں آیا تھا۔

"جوابی ٹیلی گرام بھی موصول ہو گیا ہے۔ وہ لوگ کل یہاں پہنچ رہے ہیں۔"

اگلے روز اپنے ہوٹل کی لابی میں ہم نے اُن چھ افراد سے ملاقات کی جنھیں تہذیب نے ہیڈ کوارٹر سے طلب کیا تھا۔ بڈ بھی اُس وقت ہمارے ساتھ تھا۔ میں نے اُن چھ افراد کا بغور جائزہ لیا اور اُن میں سے ایک شخص کو منتخب کر لیا۔ اُس شخص کا نام زاہر تھا اور اُس کا تعلق مصر سے تھا۔ قد و قامت اور جثے کے اعتبار سے وہ ہو بہو ڈی فوسٹر تھا اور اس پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کرنا زیادہ مشکل نہیں تھا۔

"تم ہمارے ساتھ رُک جاؤ زاہر۔" میں نے کہا۔ "بقیہ لوگ یہاں سے فرانس جائیں گے اور وہاں رُک کر ہمارا انتظار کریں گے۔" سب لوگوں نے اثبات میں سر ہلا دیے۔

میں نے بڈ کو ضروری ہدایات دے دیں اور اُس نے سارے انتظامات کرنے کا ذمّہ لے لیا۔

"تمھیں ایک بہت مشکل کام سرانجام دینا ہے زاہر۔" بڈ اور علی گروپ کے پانچوں افراد کے جانے کے بعد میں نے کہا۔

"میری خوش قسمتی ہے جناب کہ مجھے کسی کام کے لیے منتخب تو کیا گیا۔ ہم لوگ تو بے کار بیٹھے بور ہو رہے تھے۔"

"تو پھر آؤ، اوپر تمھارے کمرے میں چل کر گفتگو کریں گے۔"

میں، تہذیب اور زاہر اُس کمرے میں پہنچ گئے جو اسی ہوٹل میں زاہر کے لیے مخصوص کرا دیا گیا تھا۔

"تم پر ایک ایسے شخص کا میک اپ کیا جائے گا جو ایک سائنس داں ہے اور جرمن نژاد ہے۔ اُس کے میک اپ میں تمھیں اوشیل میکائیل نامی ایک شخص کے سامنے پیش کیا جائے گا جو رطل

تمھیں انجام دینا ہے وہ خاصا خطرناک ہے۔ تمھاری زندگی بھی خطرے میں پڑ سکتی ہے اس لیے تمھیں آزادی ہے۔ اگر چاہو تو انکار بھی کر سکتے ہو۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب! میری جان کے عوض اگر فلسطین کی آزادی کی جانب صرف ایک قدم بھی بڑھا جا سکے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی تصور کروں گا۔"

"علی گروپ کے سارے ارکان ایسے ہی سرفروش ہیں علی!" تہذیب نے فخریہ لہجے میں کہا۔

"میں جانتا ہوں تہذیب۔" میں نے کہا۔ "میں نے تو صرف احتیاطاً زاہر سے پوچھا تھا۔"

میں نے زاہر پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کر دیا۔ اُسے ڈی فوسٹر کے بارے میں تمام ضروری باتوں سے آگاہ کرنے کے علاوہ ہم نے دو دن تک اُسے ہر چیز کی ریہرسل کرائی۔ ہمارا پروگرام یہ تھا کہ اُسے نیم مدہوشی کی حالت میں اوشیل میکائیل کے پاس لے جائیں گے۔ ویسے بھی اُسے ایک ایسے شکست خوردہ آدمی کی اداکاری کرنی تھی جو ہر طرف سے مایوس ہو کر تن بہ تقدیر ہو گیا ہو۔

دو روز بعد ہم زاہر کی طرف سے پوری طرح مطمئن ہو گئے۔ "تم بہت باصلاحیت آدمی ہو زاہر!" میں نے کہا۔ "مجھے توقع نہیں تھی کہ صرف دو دن میں تم اتنی اچھی طرح اپنا کردار ادا کرنے لگو گے۔"

"آپ دونوں نے ہی دن رات ایک کر کے مجھے سب کچھ ازبر کرایا ہے۔ میرا کمال کچھ اتنا زیادہ تو نہیں ہے!"

بڈ نے کاغذی کارروائیاں پہلے ہی مکمل کر لی تھیں چنانچہ اگلے ہی روز ہم کوپن ہیگن سے فرانس کے لیے روانہ ہو گئے۔ کوپن ہیگن میں ہمارا چند روزہ قیام پُرسکون مگر بہت مصروف رہا۔ اگر اس دوران ہمیں سکون نہ ملتا تو وہی کام جو چند روز میں پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا تھا، شاید ایک مہینے میں بھی نہ ہو پاتا۔

طیارے میں بڈ کو ہم سے علیحدہ سیٹ ملی تھی اور وہ سخت بیزار تھا اس لیے کہ اُس کے برابر والی سیٹ پر ایک فربہ اندام خاتون براجمان تھی جو نوخیز لڑکیوں کے سے انداز میں گفتگو کر رہی تھی ۔۔۔ بڈ اس سے بہت بے رُخی برت رہا تھا مگر وہ خاموش ہونے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔

کوپن ہیگن میں قیام کی طرح پیرس تک کا فضائی سفر بھی بغیر کسی ہنگامے کے طے ہو گیا۔ اگر کسی کو معلوم ہو جاتا کہ ہمارے پاس کیسے اہم ایٹمی ہتھیاروں کے فارمولے موجود ہیں تو شاید وہ فلائٹ اتنی آسانی سے پیرس تک نہ پہنچ پاتی۔ دنیا کے ہر ملک کے لیے ہمارے پاس موجود فارمولوں میں اتنی کشش تھی کہ انھیں حاصل کرنے کے لیے کوئی ملک کچھ بھی کر سکتا تھا۔

پیرس میں ہم نے اُسی ہوٹل میں قیام کیا جس میں بڈ نے پہلے ہی کمرے مخصوص کرا رکھے تھے۔ میں اور تہذیب ایک کمرے میں تھے جبکہ بڈ اور زاہر نے دوسرے کمرے میں قیام کیا تھا۔

"اب ہمیں اوشیل میکائیل کی مصروفیات کے بارے میں معلوم کرنا ہے۔" ہوٹل پہنچنے کے تھوڑی دیر بعد میں نے کہا۔ "بڈ یہ کام تم کر لو گے یا ۔۔۔؟"

"ایسے کام بڈ کے علاوہ اور کون کر سکتا ہے۔" بڈ نے اکڑ کر کہا۔ "ایک گھنٹا انتظار کرو چیف! میں ساری معلومات حاصل کر کے آتا ہوں۔"

بڈ چلا گیا اور پورے ایک گھنٹے بعد واپس بھی آ گیا۔

"وہ کل شام ہی یہاں پہنچا ہے چیف!" بڈ نے بتایا۔ "کاروباری دورے پر سویڈن گیا ہوا تھا۔"

"میں فوری طور پر اس سے رابطہ قائم کرنا چاہتا ہوں۔ اس کی کیا صورت ہوگی؟"

"مجھے معلوم تھا۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "اسی لیے میں نے اُس کے فون نمبر بھی حاصل کر لیے ہیں۔ اس وقت تم اُس سے اِس نمبر پر بات کر سکتے ہو۔" بڈ نے ایک کاغذ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

میں نے فوری طور پر فون کا ریسیور اُٹھایا اور آپریٹر سے مطلوبہ نمبر ملانے کو کہا۔ ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں آپریٹر نے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو!" دوسری طرف سے ایک سُریلی نسوانی آواز آئی۔ "آپ کو کس سے بات کرنی ہے؟"

"مسٹر اوشیل میکائیل سے بات کرائیے۔" میں نے کہا۔

"کون صاحب بات کریں گے؟" اوشیل کی سیکریٹری نے بڑی شائستگی سے پوچھا۔

"ایک ایک طرح قیمتی ہے ... مسٹر میکائیل

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk
Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے علاوہ کسی اور کو نہیں بتایا جا سکتا کہ میں کون ہوں۔ اگر تم اُن سے بات کرا سکو تو ٹھیک ہے ورنہ فون بند کر دو۔"

"ذرا سا انتظار فرمایئے۔" آواز آئی اور اس کے چند ہی لمحے بعد ریسیور سے اوشیل میکائیل کی آواز سنائی دی: "ہیلو۔"

"آپ مسٹر اوشیل میکائیل بات کر رہے ہیں؟" میں نے پوچھا۔

"آپ کون صاحب بات کر رہے ہیں۔ میں پہچان نہیں سکا؟"

"خادم ہیں آپ کے مسٹر میکائیل! آپ نے ہمیں ایک کام سونپا تھا۔ حوالے کے لیے گرین پول کا نام کافی رہے گا۔"

"اوہ مائی گاڈ! تم! کیا تم کامیاب لوٹے ہو؟"

"جی ہاں اور اب آپ سے ملاقات کے خواہش مند ہیں۔"

"میں اپنی تمام مصروفیات ترک کر کے ابھی تم سے ملاقات کر سکتا ہوں۔ میرا خیال ہے اس ملاقات کے لیے میری رہائش گاہ مناسب رہے گی۔ تم وہیں آجاؤ۔"

"اس وقت نہیں مسٹر میکائیل! اس کام کے لیے شام سات بجے کا وقت مناسب رہے گا۔"

"شام تک انتظار کرنا میرے لیے خاصا صبر آزما ہوگا تاہم میں انتظار کر لوں گا۔ شام سات بجے میں اپنی رہائش گاہ پر تمھارا منتظر رہوں گا۔"

میں سلسلہ منقطع کر کے تہذیب کی طرف مڑا اور اُسے بتایا کہ اوشیل میکائیل کیا کہہ رہا تھا۔

"ہمیں بہت محتاط رہنا ہے علی!" تہذیب نے کہا: "کیا ڈی فوسٹر کو بھی لے کر چلو گے؟"

"ہاں، ہم اُسے بھی ساتھ لے جائیں گے۔" میں نے کہا: "لیکن محتاط رہنے سے تمھارا کیا مطلب ہے؟"

"کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ پہلے ہم اُس سے ملاقات کر لیں۔ میرا مطلب ہے بغیر زاہر کے۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"میرا مطلب ہے اگر وہ ہمارے ساتھ کوئی دھوکا کرنا چاہے تو۔۔۔"

"دھوکا کرنا تو یہودی قوم کی فطرت ہے لیکن بغیر ڈی فوسٹر کے تو وہ رقم بھی ادا نہیں کرے گا لہٰذا زاہر کو ساتھ لے کر جانا بھی ضروری ہے۔"

"تو پھر یوں کرتے ہیں کہ اوشیل اور اس کی رہائش گاہ کے گرد اپنے آدمی پھیلا دیتے ہیں۔ کیا خیال ہے؟"

"بہت مناسب خیال ہے میڈم!" میرے بجائے بڈ نے جواب دیا۔

میں نے بڈ کو گھور کر دیکھا۔ "میرے خیال میں تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اوشیل میکائیل ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن اگر تم چاہتی ہو تو اس کی نگرانی کرانے میں کوئی حرج بھی نہیں ہے۔"

"محتاط رہنا بہت ضروری ہے۔" تہذیب نے کہا اور اوشیل میکائیل کی نگرانی کے لیے بڈ کو ضروری ہدایات دینے لگی۔

شام کو ہم اوشیل میکائیل کی رہائش گاہ کی طرف چل پڑے۔ ہم نے ہوٹل سے ہی ایک کرائے کی کار حاصل کر لی تھی جسے بڈ ڈرائیو کر رہا تھا۔ میں، تہذیب اور زاہر پچھلی نشست پر تھے۔ زاہر، ڈی فوسٹر کے میک اپ میں ایک نیم مدہوش شخص کی اداکاری کر رہا تھا۔ اوشیل میکائیل پر یہی ظاہر کرنا تھا جیسے ڈی فوسٹر کو اعصاب شل کر دینے والی دواؤں کے زیر اثر رکھا گیا ہے۔

اوشیل میکائیل نے اپنی محل نما رہائش گاہ کے بیرونی گیٹ پر ہمارا استقبال کیا۔ وہ بے حد مضطرب نظر آ رہا تھا لیکن ابھی اُسے کچھ دیر اور انتظار کرنا تھا۔

میں نے زاہر کو سہارا دے کر کار سے اُتارا۔ اوشیل میکائیل کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگی تھیں۔ وہ بڑے اہتمام سے ہم تینوں کو لے کر اندر داخل ہوا۔ مختلف راہداریوں سے گزرتے ہوئے بالآخر ہم ایک دروازے کے سامنے رُک گئے۔

"معاملے کی نزاکت کے پیشِ نظر اس بار ہم تہ خانے میں نشست کریں گے۔" اوشیل میکائیل نے کہا اور ہم نے تفہیمی انداز میں اپنے سروں کو جنبش دی۔

اوشیل میکائیل نے دروازہ کھولا اور ہم اُس کے ساتھ سیڑھیاں اُتر کر اس آراستہ و پیراستہ وسیع و عریض تہ خانے میں داخل ہو گئے جو اس سے قبل ہم نے نہیں دیکھا تھا۔ ایک جانب الماریوں میں شراب کی بوتلیں بھی سجی نظر آ رہی تھیں۔ اوشیل میکائیل کے اشارے پر ہم نفیس قسم کے صوفوں پر بیٹھ گئے۔

"تمھارے ساتھ ڈی فوسٹر کی موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ گرین پول کی زبردست نمائندہ کامیاب لوٹی ہے۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔

"ہم نے آپ سے وعدہ کیا تھا مسٹر میکائیل!" تہذیب نے کہا "اور ہم ہر حال میں اپنے وعدے پورے کرتے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے کہ اس قسم کے کاموں کے لیے ساکھ کتنی ضروری ہوتی ہے۔ بلاشبہ تم نے ایک ناقابلِ یقین کارنامہ سرانجام دیا ہے۔"

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے مسٹر میکائیل کہ ہم نے کتنی مشکل سے کامیابی حاصل کی ہے۔" تہذیب بولی: "اس نے دنیا کے تقریباً سارے بڑے بڑے ممالک کو دعوت نامے بھیج دیے تھے اور جب ہم وہاں پہنچے تو نہ صرف برلن بلکہ ہمبرگ بھی غیر ملکی ایجنٹوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ہم اُن سب کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو فارمولوں

سمیت نکال کر لائے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں مس ایکس! اور اسی وجہ سے میں نے کئی بار سوچا بھی کہ تمھارا کامیاب ہونا ناممکن ہے۔ میرا خیال تھا کہ شاید مجھ سے غلطی سرزد ہوئی ہے۔ اُن غیر ملکی ایجنٹوں کے مقابلے میں تمھاری کامیابی کے امکانات نہ ہونے کے برابر تھے لیکن آج میں بہت خوش ہوں۔ پہلے اس کامیابی کی خوشی میں ہم ایک ایک جام پئیں گے اُس کے بعد باتیں ہوں گی۔" اس نے شراب کی چند بوتلیں نکال کر میز پر رکھیں اور اُن میں سے تھوڑی تھوڑی سی شراب ایک جگ میں انڈیل کر کاک ٹیل بنائی اور پھر وہ کاک ٹیل تین جاموں میں انڈیلنے لگا۔

"سوری مسٹر میکائیل!" تہذیب نے کہا: "ہم لوگ شراب نہیں پیتے۔"

اوشیل میکائیل نے حیرت سے ہماری طرف دیکھا پھر ایک قہقہہ لگا کر بولا: "اوہ! تب تو یہ تینوں جام میں ہی پیوں گا۔ تمھاری کامیابی کی خوشی میں۔ لیکن مسٹر ڈی فوسٹر کی کیا حالت ہو رہی ہے۔ یہ کچھ نڈھال نڈھال سے نظر آ رہے ہیں۔ ان کی طبیعت تو ٹھیک ہے نا؟"

"انھیں شروع سے ہی خواب آور انجکشنوں کے زیر اثر رکھا گیا ہے اس لیے ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے۔ ظاہر ہے یہ اپنی خوشی سے تو یہاں آئے نہیں ہیں۔"

"اوہ ہاں! ٹھیک ہے۔ واقعی تمھیں ہر معاملے میں بے انتہا مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔" اوشیل میکائیل نے کہا پھر ذرا توقف کر کے بولا: "فارمولے کہاں ہیں؟"

"وہ بقیہ رقم کہاں ہے مسٹر میکائیل جس کا آپ نے ہم سے وعدہ کیا تھا؟" تہذیب نے کہا۔

"بقیہ رقم ادا نہ کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میں نے تم سے جو وعدہ کیا تھا ہر حال میں اس کا پابند ہوں۔"

"ہم بھی اپنا وعدہ پورا کرنے کے پابند ہیں مسٹر میکائیل۔ اس بات کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ فارمولے آپ کے حوالے نہ کیے جائیں۔"

"تم نے میری زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری کی ہے۔" اوشیل میکائیل نے مضطربانہ انداز میں کہا: "میں بقیہ رقم کے علاوہ بھی تمھیں بہت بڑے انعام سے نوازوں گا۔ تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔ تمھارے علاوہ کوئی اور شاید یہ کام کر بھی نہیں سکتا تھا۔ ہاروت راہیل کو شکست سے ہمکنار کرنا میرا خواب تھا اور تم نے میرے خواب کو تعبیر بخشی ہے۔ میں چاہوں بھی تو تمھیں اس کا صلہ ادا نہیں کر سکتا۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ ہاروت راہیل سخت بے چینی کا شکار ہے اور تمام تر کوششیں اس بات پر صرف کر رہا ہے کہ کسی طرح ڈی فوسٹر کو تمام فارمولوں سمیت واپس حاصل کر لے۔ اُس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔"

"اُس کے آدمی ہمبرگ میں موجود تھے اور ڈی فوسٹر کے چکر میں تھے۔ اُن سے ہمارا براہِ راست ٹکراؤ بھی ہوا تھا۔" تہذیب نے کہا۔

"او ہو! اس اعتبار سے تو تمھارا کارنامہ اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر گیا۔ اب یہ بتاؤ کہ ادائیگی تمھیں کس شکل میں کی جائے۔ چیک، ڈرافٹ، نقد یا جس شکل میں بھی تم پسند کرو۔ کل میں اس کا بندوبست کر دوں گا۔"

"ہمیں کوئی جلدی بھی نہیں ہے مسٹر میکائیل!" تہذیب نے بے پروائی سے کہا: "فارمولوں کے بارے میں بھی کل ہی تفصیلی گفتگو ہو گی۔"

"کیا تم لوگ اتنا بڑا کارنامہ انجام دینے کے بعد مجھ جیسے معمولی شخص سے کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہو؟" اوشیل میکائیل نے ہیجان خیز لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں مسٹر میکائیل!" تہذیب نے کہا: "ایسی کوئی بات نہیں ہے لیکن معاملات اسی طرح انجام دیے جانے چاہئیں جس طرح کاروبار میں انجام دیے جاتے ہیں۔"

"کیا تمھیں میری بے چینی کا اندازہ نہیں ہے۔ تم لوگ میرے

سب رنگ ڈائجسٹ میں ... کہانی

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

معاف ہو، میں تمہیں اس وقت یہاں سے کہیں نہیں جانے دوں گا۔ کل صبح مطلوبہ رقم ادا کر کے میں ان فارمولوں کا مالک بن جاؤں گا۔"

"آپ کا پروگرام کیا ہے مسٹر میکائیل! کیا ان فارمولوں کو آپ اپنے طور پر فروخت کریں گے یا . . .؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" اوشیل میکائیل نے سختی سے کہا۔ "میں کبھی کچا کام نہیں کرتا۔ یہ حقیقت ہے کہ ان فارمولوں کے عوض مجھے بہت بڑی رقم مل سکتی ہے لیکن یہ ایک ٹیڑھا کام ہے جو اول تو میرے بس کا نہیں ہے۔ اور اگر بس کا ہو تب بھی اس میں بے شمار خطرات ہیں۔ دولت کے عوض زندگی جیسی قیمتی چیز کو خطرے میں ڈالنے سے بڑی حماقت اور کوئی نہیں ہو سکتی۔ اس کے علاوہ میرا یہ مقصد تھا بھی نہیں کہ یہ فارمولے فروخت کروں۔ ان فارمولوں کے عوض جو کچھ پیش کروں گا اسے دنیا یاد رکھے گی۔ حکومت امریکا اس غدار ہاروت رابیل سے وہ ساری مراعات چھین لے گی جن کی وجہ سے وہ اربوں ڈالر کما رہا ہے۔ یہ فارمولے تو میں صرف اس شرط پر حکومت امریکا کے حوالے کروں گا کہ ہاروت رابیل کو جو مراعات دی گئی ہیں وہ مجھے منتقل کر دی جائیں۔ تم لوگ شاید یہودی ذہن سے ناواقف ہو۔ ہم لوگ خرچ کرتے ہیں تو کمانا بھی جانتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے مسٹر میکائیل۔" تہذیب نے طویل سانس لے کر کہا۔ "یہ آپ کا مسئلہ ہے کہ آپ ان فارمولوں کا کیا کرتے ہیں۔ ہمیں تو جیسے ہی ہماری مطلوبہ رقم ملے گی ہم وہ فارمولے آپ کے حوالے کر دیں گے۔"

"اب تک ہمارے درمیان مکمل اعتماد کی فضا رہی ہے۔" اوشیل میکائیل بولا۔ "کیا اس وقت میں وہ فارمولے دیکھ بھی نہیں سکتا؟"

"فارمولے آپ کو دکھائے جا سکتے ہیں مسٹر میکائیل۔" میں نے تہذیب کے بولنے سے قبل ہی کہا اور وہ نقلی فارمولے جو مائیکرو فلموں کی شکل میں تھے نکال کر اوشیل میکائیل کے سامنے رکھ دیے۔ اوشیل میکائیل نے ایک رول اٹھایا اور اسے روشنی کی طرف کر کے دیکھنے لگا۔

"کیا میں پروجیکٹر پر انھیں دیکھ سکتا ہوں؟" اس نے بڑے بے تابانہ انداز میں پوچھا۔

"اگر آپ کے پاس مائیکرو پروجیکٹر موجود ہے مسٹر میکائیل تو آپ انھیں ضرور دیکھ سکتے ہیں۔"

"ہاں، میرے پاس ایسا پروجیکٹر موجود ہے۔ منگوا لوں؟"

"منگوا لیجیے مسٹر میکائیل۔" میں نے کہا۔ "ہم بھی تو دیکھیں وہ کیا چیز ہے جس کی وجہ سے اس قدر خون خرابا ہوا ہے۔"

اوشیل میکائیل نے انٹرکام پر کسی سے رابطہ قائم کر کے پروجیکٹر لانے کو کہا اور اس کے بعد ہمیں تقریباً دس منٹ انتظار کرنا پڑا۔ دس منٹ بعد ایک قوی ہیکل شخص پروجیکٹر لیے ہوئے تہ خانے میں آیا۔ اس کی آنکھوں میں شاطرانہ چمک تھی لیکن اس نے نگاہ اٹھا کر کسی کی طرف بھی نہیں دیکھا۔ اوشیل میکائیل کے اشارے پر اس نے ایک رول پروجیکٹر پر لگایا اور پھر چھوٹے سے اسکرین پر مہلک فارمولے کی فلم دیکھی جانے لگی۔ میں اور تہذیب بھی اپنی اس کاوش کی طرف متوجہ ہو گئے تھے۔ پروجیکٹر لانے والا شخص واپس جا چکا تھا۔

فلم ختم ہونے کے بعد اوشیل میکائیل نے پروجیکٹر آف کر دیا۔

"میں یہ سب کچھ نہیں سمجھتا۔" اس نے کہا۔ "لیکن ڈی فوسٹر انھیں سمجھنے کے لیے بہترین آدمی ہے۔ میں ان فارمولوں کی نقلیں ضرور تیار کراؤں گا اور یہ کام ڈی فوسٹر ہی کرے گا۔ تم دونوں میرے محسن ثابت ہوئے ہو۔ ایک ایسے مشکل کام کو تم نے میرے لیے آسان کر دیا جس کے لیے معلوم نہیں میں کب سے پریشان تھا۔"

"لیکن تمہیں معلوم نہیں ہے کہ تمہاری وجہ سے ہم ایک بہت بڑی مشکل میں گرفتار ہو گئے تھے۔" میں نے کہا۔

"میری وجہ سے؟" اوشیل میکائیل حیران ہو کر بولا۔ "میں نے تو ایسا کوئی کام نہیں کیا جو تمہارے خلاف ہو۔"

"ہماری پچھلی ملاقات کے وقت جو شخص تمہارا ملازم تھا کیا اب بھی وہ یہاں موجود ہے؟"

"نہیں، وہ تو موجود نہیں ہے لیکن تم اس کے بارے میں کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"اس نے ہماری گفتگو سن لی تھی اور یہاں سے ساری تفصیلات حاصل کر کے وہ سیدھا برلن پہنچ گیا تھا جہاں اس نے ان لوگوں کو ہماری حقیقت سے آگاہ کر دیا جن کے پاس ڈی فوسٹر نے پناہ لی تھی۔ اس وجہ سے نہ صرف ہمارا کام مشکل ہو گیا بلکہ ہماری زندگیاں تک خطرے میں پڑ گئی تھیں۔"

"او میرے خدا!" اوشیل میکائیل حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "تو اس کے اچانک غائب ہو جانے کی یہ وجہ تھی۔ تمہیں تو بڑی مشکلات سے گزرنا پڑا ہو گا؟"

"ہاں، لیکن اس کی تفصیل بتانا ہمارے اصول کے خلاف ہے۔ لیکن ہم نے اس شخص کو زندہ نہیں چھوڑا، ہلاک کر دیا۔"

"اس کے لیے تم علیحدہ سے انعام کے مستحق ہو۔" اوشیل میکائیل نے خوش ہو کر کہا۔ "اور یہ انعام میں ادھار نہیں رکھوں گا، فوراً ہی ادا کروں گا۔ کیا سمجھے؟" اوشیل میکائیل زور سے کھنکارا۔ تہ خانے میں اچانک ہی چاروں طرف تیز روشنیاں جل اٹھیں۔ ابھی ہم اس اچانک تبدیلی پر حیران ہو ہی رہے تھے کہ اگلی تبدیلی بھی رونما ہو گئی۔ تہ خانے کی دیواروں میں کئی مقامات پر دروازے نمودار ہو گئے۔ ہر دروازے سے اسٹین گن کی ایک خوف ناک نال جھانکتی نظر آ رہی تھی۔ میں اور تہذیب ششدر رہ گئے۔

"یہ یہ سب کیا ہے مسٹر اوشیل میکائیل؟" میں نے اسٹین گنوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

اوشیل میکائیل نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔ "یہ آتشیں ہتھیار ہیں۔" اس نے کہا۔ "اب تمہاری زندگیاں میرے ایک اشارے کی محتاج ہیں۔"

میں نے تہذیب کی طرف دیکھا۔ اس کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا بلکہ وہ تو کسی کی طرف متوجہ بھی نہیں تھی۔

"ہم ایک دوسرے کے دوست ہیں مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہمارے درمیان ہتھیاروں کا کیا کام؟"

"میں اس دوستی کو امر کر دینا چاہتا ہوں۔" اوشیل بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ مس ایکس کچھ نہیں بول رہیں۔ شاید وہ کچھ ناراض ہیں؟"

"نہیں مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "میں بقیہ رقم وصول کرنے سے قبل تم سے کیسے ناراض ہو سکتی ہوں۔"

"میں پہلے ہی بہت بڑی رقم ادا کر چکا ہوں مس ایکس! اور مزید ادائیگی کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"تم ایک کاروباری آدمی ہو اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "اس قسم کی بدمعاملگی کرو گے تو تمہاری ساکھ خراب ہو جائے گی۔"

"کسی کو معلوم ہو گا تبھی تو ساکھ خراب ہو گی۔" اوشیل میکائیل معنی خیز لہجے میں بولا۔ "تمہیں شاید اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ تم کسی کو کچھ بتاؤ۔"

"مہلت طلبی نہیں ہے، حاصل کی جاتی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "جو کچھ تم کر رہے ہو شاید تم نے اس کے عواقب پر غور نہیں کیا۔"

"جو غور کیے بغیر قدم اٹھاتے ہیں وہ اوشیل میکائیل نہیں کہلاتے۔ اب میں دنیا کا امیر ترین آدمی بن جاؤں گا۔"

"گویا تمہاری نیت میں پہلے سے ہی فتور تھا۔" تہذیب نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اگر تم لوگ اسے نیت کا فتور سمجھتے ہو تو یوں ہی سہی۔" اوشیل میکائیل نے کندھے اچکائے اور پھر اپنے ایک آدمی کو آواز دے کر ہماری تلاشی لینے کو کہا۔ ہماری تلاشی لی گئی اور ایک ایک چیز نکال لی گئی۔

"تم جو کچھ کر رہے ہو اس کے نتائج تمہارے حق میں اچھے نہیں نکلیں گے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کوئی شخص اپنے ہی خلاف کیسے کچھ کر سکتا ہے۔" اوشیل میکائیل متحیرانہ انداز میں بولا۔ "یہ سب کچھ میں اپنی بہتری کے لیے ہی تو کر رہا ہوں۔"

"یہ صرف تمہارا خیال ہے مسٹر اوشیل ورنہ تم اپنی تباہی کو دعوت پہلے ہی دے چکے ہو۔"

"اگر یہ اطلاع ہے تو میں اسے غلط قرار دیتا ہوں اور اگر پیشن گوئی ہے تو ہنسنے کے علاوہ اور کیا کر سکتا ہوں۔"

میں تہذیب کی طرف مڑا۔ "میں نے تم سے کہا تھا نا کہ کسی یہودی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔"

"اب میری سمجھ میں آ رہا ہے۔" تہذیب بولی۔ "ورنہ اب تک میرا خیال یہی تھا کہ یہودی بہت اچھے کاروباری ہوتے ہیں۔"

"آپ کا خیال صحیح تھا میڈم ایکس۔" اوشیل نے کہا۔ "یہودی واقعی بڑے اچھے کاروباری ہوتے ہیں۔ کاروباری موقع ہاتھ سے گنوانا پسند نہیں کرتے۔"

"تم بدعہدی کے مرتکب ہوئے ہو اوشیل۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "کیا یہ اسٹین گنیں بھی ہمارے معاہدے میں شامل تھیں؟"

"ارے یہ کچھ نہیں میڈم ایکس۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ تو میرے آدمیوں کی تفریح ہے۔"

"کیا تم ان لوگوں کو روک نہیں سکتے؟" تہذیب چیختے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ظاہر ہے یہ لوگ تمہارے تنخواہ دار ملازم ہوں گے؟"

"میں ان لوگوں کو بڑی بڑی تنخواہیں ادا کرتا ہوں اور یہ میرے اشاروں پر چلتے ہیں۔ اگر کبھی ان کا تفریح کا موڈ ہو تو میں انھیں روکتا نہیں ہوں۔"

"اگر تم بھی تفریح کے موڈ میں آ گئے تو کیا ہو گا مسٹر اوشیل؟" میں نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر کہا۔

"تم عقل مند شخص ہو۔ مجھے یقین ہے کہ کوئی حماقت نہیں کرو گے۔ یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔"

"اتنے خطرناک کہ گھر آئے مہمانوں کے ساتھ تفریح کرتے ہیں۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "ایسے جی داروں کی موجودگی میں تمہیں فارمولوں کی بازیابی کے لیے ہمارا سہارا لینے کی کیا ضرورت تھی؟"

اوشیل میکائیل نے پہلو بدلا۔ "ان کا کام صرف مجھے تحفظ فراہم کرنا ہے۔" اس نے کہا۔

"اس وقت بھی غالباً یہ تمہیں تحفظ ہی فراہم کر رہے ہیں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہاں۔" اوشیل نے سنجیدگی سے سر ہلایا۔ "اگر یہ نہ ہوتے تو تم مجھ سے بقیہ رقم وصول کیے بغیر ہرگز نہ ٹلتے۔"

"بات اگر صرف اتنی ہی سی ہے مسٹر اوشیل تو ہم بقیہ رقم کی ادائیگی کے مطالبے سے دستبردار ہوئے جاتے ہیں۔" میں نے کہا۔

"مجھے افسوس ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ اب تمہیں بقیہ رقم کے ساتھ ساتھ اپنی زندگیوں سے بھی ہاتھ دھونے پڑیں گے۔" اوشیل بولا۔

"کیا یہ اس بات کی سزا ہے اوشیل کہ ہم نے تمہارے لیے ایک ناممکن قسم کا کارنامہ سرانجام دیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم نے اس کام کے لیے مجھ سے جو رقم طلب کی تھی وہ میرے تصور سے بھی بڑھ کر تھی۔"

"اگر تم اتنے ہی غریب ہو کہ مطلوبہ رقم ادا نہیں کر سکتے... تو تم نے اُسی وقت انکار کر دیا ہوتا۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اُس وقت میں تمھارا مطالبہ ماننے کے لیے مجبور تھا۔ میری نظر میں کوئی اور اہل آدمی ہوتا تو میں یہ کام تم سے نہ کرواتا۔"

"لیکن وہ فارمولے بہت قیمتی ہیں۔ تم انھیں فروخت بھی کر دو تو اُس رقم سے کئی گنا زیادہ رقم حاصل کر سکتے ہو جو تم نے ہمیں معاوضے کے طور پر ادا کی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے کہ میں اُن فارمولوں کو فروخت کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا۔"

"ہاں، اور اس طرح تم زیادہ بڑا فائدہ حاصل کرو گے۔ پھر تم معاوضہ ادا کرنے سے کیوں گریز کر رہے ہو؟"

"اُس وقت رقم ادا کرنا میری مجبوری تھی لیکن اب تم میرے قبضے میں ہو۔ جب میرا کام ہو چکا تو میں تمھیں خواہ مخواہ رقم کیوں دوں۔"

"میں پہلی آفر کر چکا ہوں اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہم تم سے رقم طلب نہیں کریں گے بس تم ہمیں یہاں سے جانے دو۔"

"اگر میں نے تمھاری بات مان لی تو مجھ سے بڑا احمق کوئی نہیں ہوگا۔" اوشیل نے کہا۔

"اس میں حماقت کی کیا بات ہے مسٹر اوشیل! یہ تو تمھارے فائدے کی بات ہے۔"

"تم لوگ یہاں سے زندہ واپس چلے گئے تو ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی کہانی عام ہو جائے گی۔"

"ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اس بارے میں کسی سے ایک لفظ بھی نہیں کہیں گے۔" میں نے کہا۔

"میں تمھارے کسی وعدے پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"تم چاہو تو ہم تمھیں ایک ایسی تحریر دے سکتے ہیں جس کے بعد ہمارے ہاتھ پیر کٹ جائیں گے اور ہر بات ہمارے اپنے خلاف جائے گی۔"

"اس کے باوجود بھی میں تمھیں یہاں سے زندہ واپس نہیں جانے دوں گا۔" اوشیل نے سفاکی سے کہا۔

"ہم تمھیں ہر طرح کی ضمانت فراہم کرنے کو تیار ہیں اوشیل! آخر تم ہماری زندگیوں کے درپے کیوں ہو رہے ہو؟"

"میں تم لوگوں پر کسی طرح بھی اعتماد نہیں کر سکتا۔ تم یہاں سے نکلنے کے بعد میری زندگی کے لیے بھی خطرہ بن سکتے ہو۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ تمھیں ختم کر دیا جائے۔"

"اگر تم نے ہماری زندگیوں سے کھیلنے کا تہیہ ہی کر لیا ہے تو پھر مجبوری ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"ہاں، میں تہیہ کر چکا ہوں۔" اوشیل میکائیل بھاری آواز میں بولا۔ "تاہم تم لوگ اپنی زندگی کی آخری خواہش بیان کر سکتے ہو۔"

"کیا یہ کمینگی نہیں ہے مسٹر اوشیل؟" تہذیب نے کہا۔ اُس کے لہجے میں جارحیت تھی۔

اوشیل کے ہونٹوں پر ایک مکاری سے بھرپور مسکراہٹ ابھری۔ "اگر تھوڑی سی کمینگی کے عوض بہت بڑا فائدہ ہو رہا ہو تو کمینگی ضرور کر لینی چاہیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو اوشیل۔" تہذیب نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "یہودی قوم اپنی اسی کمینگی کے باعث پوری دنیا میں بدنام ہے۔"

"جسے تم کمینگی کہہ رہی ہو میڈم ایکس! وہ کاروباری گر کہلاتا ہے۔ اسی لیے آج یہودی دنیا کی امیر ترین قوم ہے۔"

"ہم بھی اگر چاہتے تو تمھارے ساتھ دھوکا کر سکتے تھے لیکن ہم نے دیانت داری سے کام لیا۔"

"تم لوگ بزنس کرنا نہیں جانتے۔" اوشیل میکائیل بُرا سا منہ بنا کر بولا۔ "یہودی نہیں ہو نا۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ہمیں بھی فریب کاری سے کام لینا چاہیے تھا۔" تہذیب تیکھے لہجے میں بولی۔

"کرنا تو چاہیے تھا لیکن تم لوگ میرے ساتھ دھوکا نہیں کر سکتے تھے۔" اوشیل نے ہنس کر کہا۔

"بالکل کر سکتے تھے اوشیل۔" میں نے کہا۔ "لیکن ہمارا اصول ہے کہ سودے کو دیانت داری کے ساتھ اختتام تک پہنچاؤ۔"

"کیا تم اس معاملے میں یہودی ذہن کی داد نہیں دو گے۔ میں کسی اور کا بھی انتخاب کر سکتا تھا لیکن میں نے خاص طور پر میڈم ایکس کو اسی لیے منتخب کیا کہ ان کی طرف سے مجھے دھوکے کا اندیشہ نہیں تھا۔"

"تمھارے دل میں کبھی یہ خدشہ پیدا نہیں ہوا کہ ہم لوگ بھی تمھارے ساتھ دھوکے بازی کر سکتے ہیں؟" تہذیب بولی۔

"خطرہ مول لیے بغیر کوئی بڑا کام نہیں کیا جا سکتا۔ جس حد تک احتیاط میں کر سکتا تھا میں نے کی۔ اس کے بعد اگر میں ناکام ہو جاتا تو میری قسمت تھی۔"

"اس بات کو اگر بہت سادہ الفاظ میں ادا کیا جائے تو یوں کہا جائے گا کہ تم بہت عقلمند ہو اور ہم انتہائی بے وقوف۔" میں نے کہا۔

"یہ بات کہنے یا سننے کی کیا ضرورت ہے۔" اوشیل میکائیل مسکرایا۔ "یہ تو ثابت شدہ حقیقت ہے۔"

"میرا خیال اس کے بالکل برعکس ہے مسٹر اوشیل میکائیل۔" میں نے استہزائیہ لہجے میں کہا۔ "بظاہر یوں نظر آتا ہے جیسے ہم کامیابی کے بہت قریب پہنچ کر ناکام ہو گئے ہوں۔"

"میں تمھارے خیالات پر تو پابندی عائد نہیں کر سکتا۔" اوشیل خوش دلی سے مسکرایا۔ "تم جو چاہو سمجھو، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"کبھی تمھارے ساتھ بھی ایسا ہوا ہے اوشیل کہ کامیابی کے بہت قریب پہنچ کر تمھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا ہو؟" میں نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"میرا نام اوشیل میکائیل ہے۔ سمجھے! میں نہیں جانتا کہ ناکامی کس چڑیا کا نام ہے۔"

"یعنی آج تک تم نے جس کام میں بھی ہاتھ ڈالا ہے اُس میں تمھیں ناکامی کا سامنا نہیں کرنا پڑا؟"

"ناکامی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ میں خوب سوچ سمجھ کر قدم اُٹھانے والا آدمی ہوں۔"

"خیر ایسا تو نہ کہو اوشیل میکائیل! زندگی میں کبھی نہ کبھی ایسا وقت ضرور آتا ہے جب آدمی ناکام ہو جاتا ہے۔"

"ممکن ہے۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے شانوں کو جنبش دی۔ "مگر آج تک تو ایسا نہیں ہوا۔"

"فرض کرو مستقبل میں تمھارے ساتھ کبھی ایسا ہو جائے تو تمھارے کیا تاثرات ہوں گے؟"

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" اوشیل میکائیل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ وہ کچھ بے چین نظر آنے لگا تھا۔

"فرض کرو کسی معاملے میں تم کامیابی کے بالکل نزدیک پہنچ جاتے ہو اور اپنی دانست میں وہ تمام چیزیں حاصل کر لیتے ہو جو تمھارا مقصد ہیں لیکن اس کے بعد اچانک تمھیں پتا چلتا ہے کہ جو چیزیں تمھارے ہاتھ لگی ہیں وہ اصلی نہیں ہیں تو تم پر کیا گزرے گی؟"

"اوّل تو ایسا ہونا ممکن نہیں ہے۔ اور اگر کبھی ایسا ہو ہی گیا تو میں اس کا توڑ سوچ لوں گا۔"

"میرا مطلب ہے ایسی غیر متوقع ناکامی کو برداشت کرنا آسان نہیں ہوتا۔ تم یقیناً جھلا جاؤ گے۔"

"جھلاتے وہ ہیں جو ذہنی طور پر کمزور ہوتے ہیں اور انھیں اپنے اعصاب پر قابو نہیں ہوتا۔"

"گویا تم دماغی طور پر بھی بہت طاقتور ہو اور تمھیں اپنے اعصاب پر بھی غیر معمولی کنٹرول ہے؟"

"جتنے بڑے بزنس کا مالک ہوں اُسے چلانے کے لیے ان دونوں خصوصیات کا حامل ہونا بہت ضروری ہے۔"

"تب تو اوشیل میکائیل کو وہ خبر سنائی جا سکتی ہے۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"میرے خیال میں یہ مناسب نہیں ہوگا۔" تہذیب بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "مجھے شبہ ہے کہ یہ اس ناگہانی صدمے کو برداشت نہیں کر سکیں گے۔"

"انھوں نے ابھی ابھی بتایا ہے کہ ان کے اعصاب بہت مضبوط ہیں۔ کیا تم نے سُنا نہیں؟"

"سُن لیا ہے۔" تہذیب بے پروائی سے بولی۔ "لیکن انھوں نے خود کو ناقابلِ اعتبار ثابت کر دیا ہے۔ ان کی کسی بات پر بھروسا نہیں کیا جا سکتا۔"

"تم بھی ٹھیک ہی کہہ رہی ہو۔" میں نے اپنے لہجے میں تشویش پیدا کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ پھر کیا کیا جائے؟"

"سوچنا پڑے گا۔" تہذیب متفکرانہ انداز میں بولی۔ "خبر تو بہرحال انھیں سنانی ہی ہے۔"

"یہ تم لوگوں نے کیا بکواس شروع کر دی۔" اوشیل جھنجلا گیا۔ "کیا تمھیں یہ احساس بھی نہیں ہے کہ موت تم سے کتنی قریب ہے؟"

"یہ کوئی خاص بات نہیں ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "موت ہمیشہ ہم جیسے لوگوں کے اتنی ہی قریب رہا کرتی ہے۔"

"اگر تم لوگ یہ سمجھ رہے ہو کہ مجھے باتوں میں اُلجھا کر نکل جاؤ گے تو یہ تمھاری غلط فہمی ہے۔ تمھاری کسی بھی غلط حرکت پر میرے ایک اشارے پر یہ لوگ تمھیں بھون کر رکھ دیں گے۔"

"اطلاع فراہم کرنے کا شکریہ مسٹر اوشیل! ہمیں خوب اندازہ ہے کہ ہم کس قسم کے حالات سے دوچار ہیں۔"

"اب تم لوگ مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔" اوشیل میکائیل نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ ہی دیر قبل تم نے اپنے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم سے ہماری آخری خواہش پوچھی تھی؟" میں نے کہا۔

"میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔ اگر تم نے کسی ناممکن قسم کی خواہش کا اظہار نہ کیا تو تمھاری خواہش ضرور پوری کی جائے گی۔"

"بہت بے ضرر سی خواہش ہے اوشیل! ہمیں صرف تھوڑی سی مہلت درکار ہے۔"

"تمھیں کتنی مہلت درکار ہے اور اس سے تم کیا فائدہ اٹھاؤ گے؟" اوشیل نے مشکوک انداز میں پوچھا۔

"میں اپنی ساتھی سے کچھ باتیں کر رہا تھا اور چاہتا ہوں کہ مرنے سے قبل یہ گفتگو مکمل کر لوں۔ بس زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ لگیں گے۔ اس کے بعد بے شک ہمیں مروا دینا۔"

"ٹھیک ہے۔ اگر یہ بے سروپا گفتگو کرنا ہی تمھاری آخری خواہش ہے تو مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"شکریہ اوشیل! تم بہت رحم دل آدمی ہو۔" میں نے کہا اور تہذیب کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "ہم کیا باتیں کر رہے تھے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میرے خیال میں اس شخص کے اعصاب بہت کمزور ہیں۔ اگر ہم نے اسے اتنی بڑی خبر اچانک سُنادی تو اندیشہ ہے کہ کہیں اس کا ہارٹ فیل نہ ہو جائے۔"

"میں تم سے متفق ہوں، تو کیوں نہ ایسا کریں کہ پہلے اسے ذہنی طور پر اس بُری خبر کو سُننے کے لیے تیار کرلیں؟"

"ہاں، یہ مناسب رہے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "اسے رفتہ رفتہ وہ خبر سُناؤ تاکہ یہ محفوظ رہے ورنہ ہمیں بقیہ رقم کون ادا کرے گا۔"

"لگتا ہے موت کو قریب دیکھ کر تم لوگوں کے دماغ پر اثر پڑا ہے۔" اوشیل میکائیل بولا۔ "تم کیا اوٹ پٹانگ ہانک رہے ہو۔"

"اسے اوٹ پٹانگ مت کہو اوشیل! ہم بڑی سنگین نوعیت کی گفتگو کر رہے ہیں۔"

"تم کیسا ہی حربہ کیوں نہ استعمال کرلو، موت سے نہیں بچ سکو گے۔" اوشیل نے کہا لیکن صاف معلوم ہو رہا تھا کہ ہماری باتوں سے اُس کے اعصاب شکستہ ہونے لگے ہیں۔

"ہماری باتیں تمھاری سمجھ میں آگئیں تو تم خود ہماری زندگیوں کی حفاظت کرتے نظر آؤ گے۔" میں نے کہا۔

اوشیل میکائیل نے زبردستی ایک قہقہہ لگایا۔ "میں نے تمھیں کم از کم پندرہ منٹ کی مہلت دی ہے اور ابھی صرف پانچ منٹ ہی گزرے ہیں، بے فکر رہو، وقت پورا ہونے سے قبل تمھاری موت کے احکام نہیں جاری کروں گا۔"

"واقعی تم ہمارے ساتھ بے حد رعایت برت رہے ہو۔" میں نے سر ہلایا۔ "اب اگر اجازت ہو تو چند باتیں تم سے بھی ہو جائیں۔"

"جتنی چاہو باتیں کرلو لیکن یہ نہ سمجھنا کہ تم مجھے کوئی جھانسہ دے سکو گے۔ مجھ پر تمھارا کوئی نفسیاتی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

"ہمیں بخوبی اندازہ ہے کہ تم ہمارے لیے کیا عزائم دل میں لیے بیٹھے ہو لیکن تمھاری ہمت کی داد دینی پڑتی ہے۔ ہم دُنیا کے خطرناک ترین جاسوسوں کو چکمہ دے کر اُن کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو مسودہ فارمولوں سمیت نکال کر لے آئے اور تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ ہم اتنے بے وقوف نہیں ہو سکتے کہ اس آسانی سے تمھارے چنگل میں پھنس جائیں گے۔"

"دیکھ لو اس کے باوجود تم لوگ کتنی آسانی سے میرے جال میں پھنس گئے۔ اسی لیے میں کہتا ہوں کہ ذہانت کے معاملے میں کوئی قوم یہودیوں کی ہمسر نہیں ہو سکتی۔"

"اوشیل میکائیل!" میں نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "کیا تم نے ایک لمحے کے لیے بھی یہ نہیں سوچا کہ ہم نے بھی اپنے تحفظ کے لیے کچھ نہ کچھ ضرور کیا ہوگا۔"

اوشیل میکائیل گڑبڑا گیا لیکن اُس نے فوراً ہی خود کو سنبھال بھی لیا۔ "دراصل تمھیں اندازہ نہیں تھا کہ مجھے کچھ خطرناک لوگوں کی خدمات بھی حاصل ہوں گی۔ تم تو مجھے ایک سیدھا سادا بزنس مین سمجھ رہے تھے۔ محض اسی بنا پر تم اپنی حفاظت کا کوئی بندوبست کیے بغیر یہاں چلے آئے اور میں نے اسی چیز سے فائدہ اُٹھاتے ہوئے تم پر قابو پالیا۔"

"واقعی ہم بڑے گدھے ہیں۔" میں نے تہذیب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "کہ بغیر کچھ سوچے سمجھے یہاں چلے آئے۔"

"تم نے وہ مثل نہیں سُنی۔" تہذیب بولی۔ "دو پیسے کی ہانڈی جاتی ہے اور کُتّے کی ذات پہچانی جاتی ہے۔"

"کُتّے کی ذات تو پہچانی جاچکی۔ اب ہانڈی کی فکر کرو۔ یہ دو پیسے کی نہیں کروڑوں کی ہانڈی ہے۔"

"بہت ہو چکا۔" اوشیل میکائیل غصّے سے دہاڑا۔ "میں اس سے زیادہ توہین برداشت نہیں کر سکتا۔"

"رقم تو ہر حال میں وصول کی جائے گی۔" تہذیب نے اوشیل کی طرف توجّہ دیے بغیر کہا۔ "معاوضے سے دست بردار ہونا ہمارا شیوہ نہیں ہے۔"

"سنا تم نے اوشیل؟" میں نے یوں کہا جیسے اوشیل بہرہ ہو۔ "مادام ایکس نے معاوضے کی رقم وصول کرنے کا تہیہ کر رکھا ہے۔"

"تمھارے پاس مزید پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں۔" اوشیل نے گھڑی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "تمھاری زندگی کی آخری خواہش سمجھ کر میں یہ سب کچھ برداشت کر رہا ہوں ورنہ۔۔۔"

"تم انتہائی درجے کے احمق اور جلد باز آدمی ہو اوشیل۔" میں نے اُس کی بات کاٹ کر کہا۔ "اور اپنی اسی جلد بازی کے باعث چوٹ کھا گئے۔"

"نہ تو میں جلد باز ہوں اور نہ ہی احمق۔۔۔۔ مجھ پر تمھارا کوئی نفسیاتی حربہ کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

"اگر تم جلد باز نہ ہوتے تو ہم پر ہاتھ ڈالنے سے قبل اس بات کی تسلی ضرور کرلیتے کہ ڈی فوسٹر کے روپ میں جو شخص تمھارے حوالے کیا گیا ہے وہ واقعی ڈی فوسٹر ہے، کوئی اور تو نہیں ہے۔"

اوشیل میکائیل بُری طرح چونک پڑا۔ اُس کی نگاہ بے ساختہ زاہر کی طرف اُٹھی جو ڈی فوسٹر کے میک اپ میں نیم مدہوشی کی اداکاری کر رہا تھا۔

"مجھے بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔" اُس نے کہا مگر اُس کے لہجے میں پہلے کی سی جان باقی نہیں رہ گئی تھی۔ "یہ ڈی فوسٹر ہی ہے۔"

"حیرت ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تم اب بھی اتنے یقین سے یہ بات کہہ رہے ہو۔"

"میرے پاس ڈی فوسٹر کی تصویر موجود ہے۔ میں اسے پہچاننے میں دھوکا نہیں کھا سکتا۔"

"یہ ہمارا آدمی ہے اوشیل! جس پر ڈی فوسٹر کا میک اپ کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ فارمولوں کی فلمیں بھی اصلی نہیں ہیں۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے کا رنگ بدل گیا۔ "میں تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ تم موت سے بچنے کے لیے جھوٹ کا سہارا لے رہے ہو۔"

"اور تم کتنے بڑے عقلمند ہو کہ ہماری بات کو تجربے کی کسوٹی پر پرکھے بغیر ہی مسترد کر رہے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے کہ موت کے خوف نے تمھیں جھوٹ بولنے پر مجبور کر دیا ہے۔ یہ شخص ڈی فوسٹر ہے اور فارمولے بھی اصلی ہیں۔"

"ٹھیک ہے اوشیل۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "اگر تمھیں اتنا ہی یقین ہے تو ہمیں مروا دو لیکن یاد رکھو اس کے بعد زندگی بھر تمھیں اصل فارمولے نہیں مل سکیں گے۔"

اوشیل میکائیل متذبذب نظر آنے لگا۔ اُس کی حالت دیدنی تھی۔ بساط کچھ اس طرح اُلٹی تھی کہ اُس کی عقل ہی ماؤف ہو کر رہ گئی تھی۔

"تمھارے پاس کیا ثبوت ہے کہ یہ شخص اصلی ڈی فوسٹر نہیں ہے۔" اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہمارے سوا سب کچھ نقلی ہے اوشیل! ڈی فوسٹر بھی اور فارمولے بھی۔ اصل فارمولوں کی تو تمھیں ہوا بھی نہیں لگنے دی گئی۔"

"تمھیں یہ سب کچھ کرنے کی کیا ضرورت تھی؟" اوشیل نے پُراعتماد رہنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"تمھیں سوچنا چاہیے تھا اوشیل کہ فارمولوں کے حصول کے لیے جن لوگوں پر تم نے اعتماد کیا ہے وہ اتنے احمق نہیں ہو سکتے کہ تم جیسے گدھوں کے فریب میں آجائیں گے۔ ہم نے جو کچھ کیا وہ تمھارا امتحان بھی تھا اور ہماری کاروباری چالاکی بھی۔ تم خود کو ذہین سمجھتے ہو اور اس سے بڑھ کر حماقت کوئی اور نہیں ہو سکتی۔"

میری باتیں سن کر اوشیل میکائیل کی آنکھوں کی چمک ایک دم غائب ہو گئی۔ اس کا چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور وہ احمقوں کی طرح میرا منہ دیکھ رہا تھا۔

چند لمحوں تک اُس کی یہی حالت رہی پھر اُس نے سنبھل کر ایک ہذیانی سا قہقہہ لگایا۔ "نہیں نہیں، تم بکواس کر رہے ہو۔ تمھیں بھلا یہ اندازہ کیسے ہو گیا کہ میں تمھارے ساتھ یہ فریب کروں گا؟"

"اس لیے اوشیل میکائیل کہ ہم جرم کی دُنیا میں پہلی بار نہیں آئے ہیں۔ ہمیں مجرموں کی نفسیات کا بہت اچھی طرح علم ہے۔"

"لیکن میں کوئی مجرم تو نہیں ہوں۔ میں تو ایک کاروباری آدمی، ایک معزز شہری ہوں۔"

"اوشیل تم بہت بڑے مجرم ہو، عام مجرموں سے مختلف۔ اسی لیے ہم نے تمھارے لیے انتظامات بھی نرالا اعلیٰ درجے کے کیے ہیں۔"

"ڈی فوسٹر کو تو چیک کیا جا سکتا ہے لیکن فارمولوں کے اصلی یا نقلی ہونے کا فیصلہ کیسے ہوگا؟"

"اس کی ترکیب بہت آسان ہے اوشیل! فارمولوں کی یہ فلمیں تمام تفصیلات کے ساتھ حکومتِ امریکا کو فراہم کر دینا۔"

"اس سے کیا ہوگا؟" اوشیل کے منہ سے بے ساختہ نکلا۔ "وہ لوگ تو میرے شکر گزار ہوں گے۔"

"میں بتاتا ہوں اوشیل! جب وہ دیکھیں گے کہ فارمولے نقلی ہیں تو اصل فارمولوں کی تلاش شروع کریں گے جو ظاہر ہے کہ موجود نہیں ہیں۔ جانتے ہو اس کا نتیجہ کیا نکلے گا؟ وہ لوگ یہ سمجھیں گے کہ پہلے تم نے فارمولے غائب کرائے اس کے بعد نقلی فارمولے فراہم کر کے تم حکومتِ امریکا کو بلیک میل کرنا چاہتے ہو۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ امریکا کے لیے ان فارمولوں کی کیا اہمیت ہے اور وہ ان کی بازیابی کے لیے کیا نہیں کر سکتی۔ یقین کرو، ان فارمولوں کی بازیابی تک پوری امریکی سی آئی اے اپنی تمام سرگرمیاں ترک کر کے تمھارے پیچھے پڑ جائے گی۔"

اوشیل میکائیل بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ اس کے چہرے پر پسینے کی بوندیں نمودار ہو گئی تھیں اور وہ بونق دکھائی دینے لگا تھا۔ "میں۔۔ میں نہیں مانتا۔"

"تم نہیں مانتے تو مت مانو اوشیل میکائیل۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ ضرور بتا دو کہ ہمیں اب کیا کرنا چاہیے، پندرہ منٹ کی مہلت تو کب کی پوری ہو چکی۔"

"تم۔۔۔ تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو۔" اوشیل میکائیل نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "مجھ سے چال چل رہے ہو۔"

"تمھیں اس بات پر اتنا ہی یقین ہے تو اپنے آدمیوں کو گولی چلانے کا حکم کیوں نہیں دیتے؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"پہلے تو مجھے حقیقت بتاؤ۔ کیا ڈی فوسٹر واقعی نقلی ہے؟" اوشیل میکائیل نے کسی ہارے ہوئے جواری کے سے انداز میں پوچھا۔

"اس کے چہرے کا میک اپ امونیا سے دُھل سکتا ہے۔ امونیا منگاؤ اور سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لو۔ ظاہر ہے کہ یہ نقلی ڈی فوسٹر ثابت ہوا تو تم فارمولوں کے نقلی ہونے پر بھی یقین کرلو گے۔"

اوشیل میکائیل سکتے کے سے عالم میں بیٹھا رہ گیا۔ کئی منٹ تک اُس کی یہی حالت رہی پھر اُس نے بھرائی ہوئی آواز میں اپنے ایک آدمی سے امونیا لانے کو کہا۔ وہ شخص جس نے ہماری تلاشی لی تھی اپنی اسٹین گن دوسرے شخص کے حوالے کر کے تہ خانے سے باہر چلا گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بالآخر تم نے درست فیصلہ کر ہی لیا۔" میں نے کہا۔ "یہ کام تمھیں پہلے ہی کر لینا چاہیے تھا۔"

اوشیل میکائیل بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا پھر اُس نے کہا۔ "اگر میں تمھیں رقم کی ادائیگی کر دیتا تو کیا تم اصل فارمولے میرے حوالے کر دیتے؟"

"ہم نے وہ فارمولے اپنے لیے تو حاصل نہیں کیے تھے اوشیل! ظاہر ہے ہم انھیں تمھارے ہی حوالے کرتے۔"

"نہیں، تمھاری نیّت میں فتور تھا۔ مجھ سے رقم لے کر تم... اُن فارمولوں کو کسی اور کے ہاتھ فروخت کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔"

"وہ فارمولے ہمارے لیے بالکل بے کار ہیں اوشیل! اُن کی وجہ سے پہلے ہی بہت لوگ مارے جا چکے ہیں اور ہم نہیں چاہتے کہ مرنے والوں کی فہرست میں ہمارا نام بھی شامل ہو۔"

"اگر تم لوگ موت سے ایسے ہی ڈرنے والے ہوتے تو ایسے کاموں میں کبھی ہاتھ نہ ڈالا کرتے۔"

"یہ ٹھیک ہے کہ ایسے کام کے دوران موت ہر قدم پر ہمارے تعاقب میں ہوتی ہے لیکن ہم تمھاری طرح لالچی نہیں ہیں اوشیل! ان فارمولوں کو حاصل کر کے تمھارے حوالے کرنے کا ہمیں جتنا معاوضہ ملا ہے اس کے بعد ہم ان فارمولوں سے کوئی غرض رکھنا پسند بھی نہیں کریں گے۔"

"زیادہ سے زیادہ دولتمند بننے کا لالچ کسے نہیں ہوتا۔" اوشیل بے اعتباری سے بولا۔ "تم صرف زبانی باتیں کر رہے ہو۔ تمھارے پاس اپنی باتوں کا کوئی ثبوت نہیں ہو سکتا۔"

"حالانکہ تم گرین پول کے بارے میں بہت اچھی طرح جانتے ہو۔ گرین پول کے لوگ ہر قسم کے معاملات میں دیانت دار مشہور ہیں۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اب تمھارا گرین پول سے کیا تعلق؟ میڈم ایکس تو گرین پول سے علیحدہ ہو چکی ہیں۔"

"ہاں انھوں نے علی گروپ کے نام سے اپنی ایک الگ تنظیم قائم کر لی ہے جس کا تمھیں پہلے سے علم ہے اور تم نے اس کے باوجود یہ کام ہمارے سپرد کیا تھا۔ کیوں؟"

"اُس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم لوگ میرے ساتھ اس طرح کا دھوکا بھی کر سکتے ہو۔"

"تم کسی حال میں سچ نہیں بول سکتے اوشیل! تم نے صرف اس وجہ سے یہ کام ہمارے سپرد کیا تھا کہ تمھیں گرین پول پر اعتماد تھا جس کا اعتراف تھوڑی دیر قبل تم خود اپنی زبان سے بھی کر چکے ہو۔"

"ہاں میں نے کہا تھا لیکن اب ظاہر ہو رہا ہے کہ میں غلطی پر تھا۔ تم لوگوں کی بددیانتی ثابت ہو چکی ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ "واقعی اوشیل تم سچ کہہ رہے ہو۔ جو کچھ ہوا ہے اس سے تم دیانت دار ٹھہرے ہو اور ہماری بددیانتی ثابت ہو گئی۔ بہت خوب۔"

"وقتی طور پر میں بے بس ہوں۔" اوشیل اپنا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولا۔ "اس لیے تم جتنا چاہو میرا مذاق اڑا سکتے ہو۔"

"ہم جیسے لوگ اگر ایک لمحے کے لیے بھی غافل ہو جائیں تو جہنم واصل ہو سکتے ہیں اس لیے ہمیں حالات کے ہر پہلو کا جائزہ لینا پڑتا ہے۔ اگر تم ہمیں رقم کی ادائیگی کر دیتے تو اصل فارمولے بھی تمھارے حوالے کر دیے جاتے لیکن تم نے ہمیں احمق گردانا۔ ہم اپنے مقصد کی تکمیل سے قبل دوسرے کے مقصد کی تکمیل نہیں کرتے۔"

"فرض کرو میں ڈی فوسٹر اور فارمولوں پر لعنت بھیج کر تمھیں ہلاک کرنے پر اُتر آؤں تو تم کیا کرو گے؟"

"اس معاملے میں ہم قطعی بے بس ہیں۔ تم نے ہم پر چھ مسلح افراد مسلط کر دیے ہیں۔ ہم تو اپنے دفاع میں پوری طرح ہاتھ پیر بھی نہیں ہلا سکیں گے۔"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔" اوشیل میکائیل نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اگر ڈی فوسٹر اور فارمولے نقلی ثابت ہوئے تو بھی تم دونوں کو جہنم واصل کر دیا جائے گا۔"

"تم ایسی حماقت نہیں کر سکتے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایسا کرنے کی صورت میں تمھیں ہمیشہ کے لیے فارمولوں سے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔"

"اور جو رقم تم نے ہمیں بطور ایڈوانس ادا کی تھی وہ بھی ڈوب جائے گی۔" تہذیب نے ٹکڑا لگایا۔

"جب میں شکست کھاتا ہوں تو دوسرے کو بھی فاتح نہیں دیکھ سکتا خواہ اس کے لیے مجھے کتنا ہی بڑا نقصان کیوں نہ برداشت کرنا پڑے۔" اوشیل بولا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے اوشیل! اور اسی لیے میں تمھیں نصیحت کروں گا کہ ایسی حماقت مت کرنا۔" میں نے کہا۔

"کیوں؟ کیا اب کوئی نئی ہوائی چھوڑنے کا ارادہ ہے؟" اوشیل میکائیل نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"غالباً تم یہ سمجھ رہے ہو کہ جان بچانے کے لیے ہم اصل فارمولے تمھارے حوالے کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"اگر نہیں کرو گے تو ایک یقینی موت تمھارا مقدر ہو جائے گی۔" اوشیل نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"اور اگر ہم لوگ مارے گئے تو نہ صرف تم بلکہ تمھارا پورا خاندان نہایت ذلت آمیز موت سے دوچار ہو جائے گا۔" میں نے کہا۔

"موت کو سامنے دیکھ کر ہر آدمی ہذیان بکنے لگتا ہے۔" اوشیل میکائیل نے بے پروائی سے کہا۔ "یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے۔"

"دماغ ہمارا نہیں تمھارا ماؤف ہوا ہے اوشیل! اگر یہ شخص نقلی ڈی فوسٹر ثابت ہوا تو کیا تم یہ نہیں سوچو گے کہ اصلی ڈی فوسٹر کہاں ہے؟"

"اور کیا تمھیں یہ خیال بھی نہیں آئے گا کہ اصل فارمولے کہاں ہیں؟" تہذیب نے کہا۔

اوشیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں باری باری مجھے اور تہذیب کو دیکھنے لگا۔

"بددیانت ہونا الگ بات ہے اوشیل میکائیل اور ذہین ہونا ایک بالکل مختلف چیز ہے۔ تم نے بددیانتی کی اور خود کو ذہین سمجھنے لگے۔ تمھیں اندازہ ہی نہیں ہوا کہ تم کتنی گھٹیا اور مخدوش قسم کی حرکت کے مرتکب ہو رہے ہو۔ تم تو صرف یہ دیکھ رہے ہو کہ تم نے ہمیں ایک خطیر رقم ادا کی ہے۔ تم یہ نہیں سوچتے کہ ہم نے جن خطرات میں پڑ کر یہ کام کیا ہے اُس کو مدِنظر رکھتے ہوئے تمھاری ادا کی ہوئی رقم کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔"

"اگر تم لوگ یہاں سے واپس نہ گئے تو کیا ہوگا؟" اوشیل میکائیل نے پوچھا۔ اُس نے ایک بار پھر ہاتھ پیر ڈال دیے تھے۔

"اتنی دیر میں تم نے پہلا سوال ڈھنگ کا کیا ہے۔ علی گروپ کے سارے ارکان کو علم ہے کہ ہم اس وقت یہاں ہیں اور یہاں ہمیں کسی بھی قسم کا خطرہ پیش آ سکتا ہے۔ وہ ہماری واپسی کا انتظار کریں گے۔ اُن کے پاس ہمارا انتظار کرنے کی ایک حد ہے۔ جب وہ حد پوری ہو جائے گی تو علی گروپ کے ارکان دو حصوں میں تقسیم ہو جائیں گے۔ ایک گروپ کے لوگ ڈی فوسٹر اور فارمولے لے کر خاموشی سے امریکا کی طرف روانہ ہو جائیں گے جہاں وہ حکومتِ امریکا سے سودے بازی کریں گے۔ علی گروپ کے بقیہ ارکان کا نشانہ تم ہو گے۔ وہ اُس وقت تک سکون سے نہیں بیٹھیں گے جب تک تم اور تم سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد کو موت کے گھاٹ نہیں اُتار دیں گے۔"

"تم... تم مذاق کر رہے ہو۔" اوشیل میکائیل نے خوفزدہ سے انداز میں کہا۔

"مذاق تو تم خود اپنے آپ سے کر رہے ہو اوشیل! اب بھی وقت ہے، عقل کے ناخن لو اور حالات کو مزید بگاڑنے سے گریز کرو۔"

اوشیل کے کوئی جواب دینے سے قبل ہی وہ شخص واپس آ گیا جو اونیا لینے گیا تھا۔ اوشیل میکائیل کی ہدایت پر نقلی ڈی فوسٹر کے چہرے پر سائنس کی بوتل سے امونیا کی پھواریں ماری گئیں اور اس کے بعد اوشیل میکائیل پھٹی پھٹی آنکھوں سے زاہر کو دیکھنے لگا جس کے چہرے سے پلاسٹک کے ٹکڑے اکھڑنے لگے تھے۔ ذرا ہی دیر میں زاہر اپنی اصلی شکل صورت میں سب کے سامنے آ گیا۔

اوشیل میکائیل بے جان سے انداز میں صوفے کی پُشت سے ٹک گیا اور اُس نے ہاتھ اُٹھا کر سب کو واپس جانے کا اشارہ کیا تو کمرے میں موجود سارے مسلح افراد انھی دروازوں سے واپس چلے گئے جن سے اندر داخل ہوئے تھے۔

"اب میں اصل فارمولے حاصل کرنا چاہتا ہوں۔" کچھ دیر بعد اوشیل میکائیل نے ڈوبی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"بہت آسان طریقہ ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "طے شدہ رقم سے دوگنی رقم ادا کیجیے اور اصل فارمولے حاصل کر لیجیے۔"

اوشیل چونک پڑا۔ "کیا کہہ رہے ہو تم؟" اُس نے بے یقینی سے کہا۔ "اس کا مطلب سمجھتے ہو؟"

"بہت اچھی طرح سمجھتا ہوں مسٹر اوشیل! ہمارے درمیان پچاس ملین ڈالر معاوضہ طے ہوا تھا۔ تمھاری اس بے ہودگی کی سزا کے طور پر ہم نے یہ رقم دوگنی کر دی ہے۔ کُل معاوضہ بڑھ کر سو ملین ڈالر ہو گیا ہے جس میں سے پچیس ملین ڈالر تم پہلے ہی ادا کر چکے ہو۔ مزید پچھتر ملین ڈالر ادا کرو اور فارمولے حاصل کر لو۔"

"نہیں نہیں! ایسا مت کہو پلیز! ایسا مت کہو۔" اوشیل میکائیل گڑگڑانے لگا۔

"کیوں نہ کہیں مسٹر میکائیل؟" تہذیب زہریلے لہجے میں بولی۔ "تم نے جو کمینگی کی ہے اس کے عوض یہ بہت حقیر سی رقم ہے اور یہ تمھیں ہر حال میں ادا کرنا پڑے گی۔"

یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اوشیل میکائیل کے جسم سے پورا خون نچوڑ لیا ہو۔ "مم... میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھ سے واقعی غلطی سرزد ہوئی ہے۔ میں بددیانتی کا مرتکب ہوا ہوں۔ میں لالچ کا شکار ہو گیا تھا لیکن تم لوگوں نے جہاں مجھ پر اتنے احسانات کیے ہیں وہاں ایک یہ احسان اور کر دو۔ مجھے معاف کر دو۔"

"ہرگز نہیں۔" تہذیب نے بڑی سختی سے کہا۔ "تم جیسا شخص سزا کا مستحق ہے تاکہ آئندہ تم کسی کے ساتھ بدعہدی نہ کرو۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" اوشیل میکائیل گلوگیر آواز میں بولا۔ "آئندہ کسی کے ساتھ بھی بدعہدی نہیں کروں گا۔"

"اگر یہ نقلی ڈی فوسٹر نہ ہوتا اور یہ فارمولے اصلی ہوتے تو کیا تم ہمیں زندہ چھوڑتے اوشیل؟" میں نے کہا۔ "اب جو کچھ تم نے کیا ہے اُسے بھگتو گے بھی تم ہی۔"

"یہ میرے لیے بہت بڑی سزا ہے۔ میں تباہ ہو جاؤں گا، برباد ہو جاؤں گا۔"

"ہمیں تم سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ ہمیں تو صرف رقم سے غرض ہے۔" تہذیب نے سنگدلی سے کہا۔ "اسے حرفِ آخر سمجھو۔"

"نہیں پلیز نہیں۔" اوشیل میکائیل گڑگڑایا۔ "یہ بہت بڑی رقم ہے، بہت بڑی دولت ہے۔ اسے ذہن سے نکال دو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو پھر فارمولوں کو بھی ذہن سے نکال دو" میں نے کہا: "فارمولوں کا حصول صرف اس رقم کی ادائیگی کے ساتھ مشروط ہے!"

"اتنے سنگدل نہ بنو۔ کیا اس رقم میں تھوڑی بہت رعایت بھی نہیں ہو سکتی؟"

"تم خوش قسمت ہو اوشیل کہ سزا کے طور پر تمھیں صرف ایک حقیر سی رقم ادا کرنا پڑ رہی ہے ورنہ تمھاری جان کے لالے بھی پڑ سکتے تھے۔"

"جس رقم کو تم حقیر قرار دے رہے ہو وہ اتنی ہے کہ کئی پشتوں کے لیے کافی ہو سکتی ہے۔"

"گویا تم رقم ادا کرنے کے موڈ میں نہیں ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا: "اس کا مطلب ہوا کہ ہمیں فارمولے فروخت کرنے کے لیے مجبوراً کسی ادارے سے رابطہ قائم کرنا پڑے گا!"

"تمھارا جو جی چاہے کرو لیکن میں اتنی بڑی رقم ہرگز ادا نہیں کروں گا۔" اوشیل نے بے جان سے لہجے میں کہا۔ وہ آخر وقت تک بھاؤ تاؤ کے موڈ میں تھا۔ مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ رقم تو اس کا باپ بھی ادا کرے گا۔ وہ فارمولے اس کے لیے اتنے ہی اہم تھے کہ انھیں کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن یہودی تھا۔ کوشش کر رہا تھا کہ کسی طرح تھوڑا بہت فائدہ ہی ہو جائے۔

"میرے خیال میں سودے بازی کے لیے محفوظ ترین پارٹی ہاروت ماریل ہوگا۔" میں نے اوشیل میکائیل کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا: "وہ ہمیں اس سے دگنی رقم بھی ادا کر دے گا۔"

"نہیں۔" اوشیل میکائیل نے بڑے کرب سے کہا: "مجھ سے ایسی باتیں مت کرو۔ میں سوچنے کے لیے کچھ مہلت چاہتا ہوں۔"

"مہلت دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے کہا: "تمھیں کسی فیصلے پر پہنچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ بیس گھنٹے کی مہلت دی جا سکتی ہے۔"

"لیکن اس دوران تم یہاں سے باہر نہیں جا سکو گے۔ میرے کسی فیصلے پر پہنچنے تک تمھیں یہیں رہنا ہوگا۔"

"ہمیں یہاں سے جانے کی کوئی جلدی بھی نہیں ہے اوشیل۔" میں نے کہا: "لیکن خیال رہے کہ بیس گھنٹے بعد حالات کی تمام تر ذمے داری تم پر ہوگی۔"

اوشیل میکائیل نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھ کر تہ خانے سے چلا گیا۔ جاتے وقت وہ مائیکرو فلمیں اپنے ساتھ لے جانا نہیں بھولا تھا۔

"یہ سب کیا ہو رہا ہے جناب۔" زاہر نے کہا: "میں تو آپ لوگوں کی زندگی کی طرف سے مایوس ہی ہو گیا تھا۔"

"مایوسی گناہ ہے زاہر۔" میں نے کہا: "تمھاری خدمات اسی لیے تو حاصل کی گئی تھیں کہ حالات پر ہمارا کنٹرول رہے۔"

"اوشیل اپنے ساتھ مائیکرو فلمیں کیوں لے گیا ہے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"وہ کاروباری آدمی ہے تہذیب! کوئی فیصلہ کرنے سے قبل یہ اطمینان ضرور کرے گا کہ مائیکرو فلمیں کہیں اصل فارمولوں ہی کی تو نہیں ہیں۔"

"یہاں تو اب کوئی بھی نہیں ہے جناب۔" زاہر نے کہا: "یہاں سے نکلنے کی کوشش کیوں نہ کریں۔"

"ضرور کرو زاہر۔" میں نے کہا: "لیکن مجھے یقین ہے کہ یہاں سے نکلنا ممکن نہیں ہوگا۔ اوشیل نے ہمارے فرار کی ساری راہیں مسدود کر رکھی ہوں گی۔"

"میں کوشش کر کے دیکھتا ہوں جناب۔" زاہر نے کہا اور اٹھ کر تہ خانے کے دروازے کی طرف بڑھ گیا۔ میں اور تہذیب دلچسپی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ آدھے گھنٹے تک زاہر کی کوششیں جاری رہیں اور اس کے بعد تھک ہار کر وہ واپس آ گیا: "آپ ٹھیک کہہ رہے تھے جناب۔" اس نے جھینپے ہوئے انداز میں کہا: "واقعی یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔"

"مجھے بہت خوشی ہے زاہر کہ تم نے آنکھ بند کر کے میری بات پر یقین نہیں کر لیا۔ ایک ایجنٹ کو ایسا ہی ہونا چاہیے۔"

زاہر نے حیرت سے میری طرف دیکھا: "اگر آپ اجازت دیں تو ایک بات پوچھوں جناب۔"

"آئندہ کے لیے یاد رکھو کہ تمھیں کوئی بات پوچھنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے کہا: "میں یہ پوچھنا چاہ رہا تھا کہ جب آپ نے مجھے آنکھ بند کر کے یقین نہ کرنے کی تلقین کی ہے تو خود آپ نے اپنے اندازے پر کیسے یقین کر لیا؟"

"اس کا جواب بہت آسان ہے زاہر! اگر مجھے یہاں سے نکلنا ہوتا تو میں کبھی یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہ بیٹھا رہتا۔"

"تو پھر آپ نے یہ بات مجھے پہلے ہی کیوں نہیں بتلا دی؟" زاہر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"تاکہ اپنے اس اندازے کی تصدیق کر سکوں کہ فرار کی راہیں مسدود کی جا چکی ہیں۔"

"اوہ۔" زاہر نے کہا اور تفہیمی انداز میں سر ہلانے لگا: "لیکن جناب۔" اس نے دفعتاً چونک کر کہا: "بدر باہر موجود ہے۔ اس کا کیا ہوگا؟"

"اب تک وہ واپس جا چکا ہوگا۔" تہذیب نے جواب دیا: "اسے ہدایت کر دی گئی تھی کہ اگر چوبیس گھنٹے تک ہم اس سے رابطہ قائم نہ کریں تو وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس عمارت پر چڑھائی کر دے۔"

"لیکن یہ ہدایات ہم نے محض احتیاطاً ہی دی تھیں۔" میں نے کہا: "اب اس بات کا کوئی امکان نہیں ہے کہ اس کی ضرورت پیش آئے۔"

"بیس گھنٹے اس تہ خانے میں گزارنا تو بہت مشکل ہوگا علی۔" تہذیب نے کہا۔

"ضروری تو نہیں ہے کہ بیس گھنٹے ہی لگیں۔ اوشیل کی واپسی اس سے قبل بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیسے؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"وہ صرف فارمولوں کی فلمیں چیک کرانے گیا ہے۔ جیسے ہی اسے یقین ہو جائے گا کہ فارمولے نقلی ہیں، وہ اپنا فیصلہ سنانے دوڑا چلا آئے گا!"

میرا خیال درست ثابت ہوا۔ کوئی چھ گھنٹے بعد اوشیل میکائیل تہ خانے میں داخل ہوتا نظر آیا۔ وہ بڑا جھنجھلایا ہوا نظر آ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مائیکرو فلمیں میرے سامنے میز پر پھینک دیں۔

"ان سب میں بوگس تحریریں بھری ہوئی ہیں۔" اس نے بڑے غصے کے عالم میں کہا۔

"تو اس میں ناراض ہونے کی کیا بات ہے۔" میں متحیرانہ لہجے میں بولا: "یہ بات تو ہم نے تمھیں پہلے ہی بتا دی تھی۔"

"مجھے تمھاری اس بات پر یقین نہیں تھا کہ ان فلموں میں اصلی فارمولے نہیں ہیں۔"

"یہ سراسر تمھاری اپنی غلطی تھی جس کے لیے تم ہمیں مورد الزام نہیں ٹھہرا سکتے۔" تہذیب نے کہا۔

"فضول باتوں سے گریز کرو اوشیل اور کام کی بات کرو۔" میں نے کہا: "رقم کی ادائیگی کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا؟"

"رقم کل دن کے گیارہ بجے تک ادا کر دی جائے گی۔ ادائیگی کس شکل میں کی جائے؟"

"ادائیگی کی صورت وہی ہوگی جس میں ہم نے ایڈوانس وصول کیا تھا لیکن خیال رہے کہ یہ رقم ایڈوانس کی رقم سے تین گنا ہوگی۔"

"مجھے معلوم ہے۔" اوشیل نے غصیلے لہجے میں کہا: "اصل فارمولے کہاں ہیں؟"

"جہاں بھی ہیں بڑی حفاظت سے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا: "ان کی فکر میں تمھیں دبلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"میں انھی کے عوض تو اتنی خطیر رقم ادا کر رہا ہوں۔ اصل فارمولے میرے حوالے کر دو۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو اوشیل۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا: "جو کچھ تم کر چکے ہو اس کے بعد بھی تم میں اتنی جرأت موجود ہے کہ ادائیگی سے قبل فارمولے طلب کر رہے ہو۔"

"تو پھر مجھے بتاؤ کہ فارمولے مجھے کب ملیں گے؟"

"جب تمھارے بل کے بینک سے رقم کی وصولیابی کی رسید ہمیں موصول ہو جائے گی۔"

"لیکن اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ اصل فارمولے تمھاری تحویل میں ہیں؟" اوشیل نے جرح کی۔

"کوئی ثبوت نہیں ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا: "تمھیں ہماری زبان پر یقین کرنا ہوگا۔"

"جب تم کوئی ثبوت پیش کرنے سے قاصر ہو تو میں تمھیں رقم کی ادائیگی کیوں کروں؟"

"مت کرو۔ ہم تمھیں کسی بات کے لیے مجبور تو نہیں کر رہے۔ ہاروت ماریل ہمیں ہاتھوں ہاتھ لے گا۔"

"اس خبیث کا نام مت لو میرے سامنے۔" اوشیل میکائیل نے غصے سے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔

"ہم تو کسی بھی خبیث یہودی کا نام لے کر اپنی زبان ناپاک نہیں کرنا چاہتے لیکن کیا کیا جائے مجبوری ہے۔"

اوشیل میکائیل مجھے گھورنے لگا مگر اس نے کچھ کہا نہیں۔ چند لمحے بعد بولا: "رقم کی ترسیل کے کاغذات تمھارے حوالے کر کے میں تم سے اصل فارمولے لے لوں گا!"

"تم نے خود کو ذرہ برابر رعایت کا مستحق بھی نہیں چھوڑا ہے اوشیل! پہلے یہ ممکن تھا لیکن اب یہ نہیں ہو سکتا۔ جب تک رقم کی وصولیابی کی رسید نہ مل جائے تمھیں اصل فارمولوں اور ڈی فورسٹر کی ہوا بھی نہیں لگنے دی جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" اوشیل نے ایک سرد آہ بھر کر کہا: "جہاں میں نے اتنا انتظار کیا ہے وہاں تھوڑا سا صبر اور کر لوں گا۔"

"اب آئے ہو نا راہ پر۔" میں نے کہا: "ویسے تم بے فکر رہو، سارے معاملات طے ہونے تک ہم یہیں قیام کریں گے۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے پر میری بات سن کر قدرے بحالی کے آثار پیدا ہوئے: "لیکن تمھارے وہ ساتھی۔۔۔" اس نے تشویشناک لہجے میں کہنا چاہا لیکن میں نے اس کی بات کاٹ دی۔

"ان کی طرف سے بے فکر رہو۔ میں فون پر انھیں تازہ ہدایات جاری کر دوں گا۔"

"آؤ میں تمھیں تمھارے کمروں تک پہنچا دوں۔" اوشیل میکائیل نے کہا اور ہمیں تہ خانے سے باہر لے آیا۔

مجھے اور تہذیب کو ایک کمرا ملا تھا جبکہ زاہر کو ہمارے برابر والا کمرا دیا گیا تھا۔ کمرے میں فون موجود تھا۔ میں نے موقع ملتے ہی بدر کو فون کر دیا۔ وہ ہوٹل میں اپنے کمرے میں موجود ملا تھا۔ میں نے اسے بتا دیا کہ حالات معمول پر ہیں۔ ممکن ہے مزید ایک آدھ روز تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہم واپس نہ آسکیں لہٰذا ہمارے اگلے پیغام کا انتظار کرے۔

اوشیل میکائیل نے ہمیں معزز مہمانوں کی طرح رکھا تھا۔ تمام ملازمین کو ہدایت کر دی گئی تھی کہ ہر طرح سے ہمارا خیال رکھیں۔ اس کے سارے کس بل نکل چکے تھے اور وہ بالکل سیدھا ہو گیا تھا لیکن ہمیں محتاط رہنا تھا۔ وہ اپنی فطری کینگی تو ظاہر کر ہی چکا تھا اس لیے اس سے کسی بھی حرکت کی توقع کی جا سکتی تھی۔ یہ اطمینان بہرحال تھا کہ جب تک اصل فارمولے اس کے ہاتھ نہیں لگ جاتے وہ ہمارے خلاف کچھ نہیں کر سکے گا اور ڈی فوسٹر کے بارے میں تو میرے، تہذیب اور بڈ کے علاوہ کسی کو بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ اب اس دُنیا میں موجود نہیں ہے۔

مجھے اوشیل میکائیل کی طرف سے اور کوئی خطرہ تو نہیں تھا لیکن یہ اندیشہ بہرحال تھا کہ اُس نے اس کمرے میں ایسے آلات نہ چھپا رکھے ہوں جو اُس تک اس کمرے میں ہونے والی گفتگو پہنچا سکیں۔ اگر ایسا ہوتا تو یہ ہمارے حق میں سب سے زیادہ خطرناک بات ہو سکتی تھی۔ اس لیے کہ ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو سن کر وہ اُن حقائق سے واقف ہو سکتا تھا جو ہمارے علاوہ کسی کے علم میں بھی نہیں تھے اور جن کا اُس کے علم میں آنا ہمارے لیے ہلاکت خیز ثابت ہو سکتا تھا۔ مثلاً یہ کہ ڈی فوسٹر مر چکا ہے اور یہ کہ اصل فارمولے میں نے اپنے جوتے کی ایڑی میں چھپا رکھے ہیں۔

یہ سب کچھ سوچ کر میں نے اشارے سے تہذیب کو اپنے قریب بلایا اور اُس کے کان سے منہ لگا کر انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔ "مجھے شبہ ہے جان کہ اس کمرے میں کی جانے والی گفتگو کہیں اور بھی سُنی جا سکتی ہے اس لیے ہم جو بھی گفتگو کریں گے وہ ہمارے مشن سے غیر متعلق ہو گی۔"

تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دی اور صوفے پر جا کر بیٹھ گئی۔

"بہت عرصے بعد ایسی تنہائی میسر آئی ہے۔" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "اور تم اتنی دور جا کر بیٹھ گئیں۔"

تہذیب نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "مت بھولو کہ ہم اس وقت کسی اور کی قید میں ہیں۔" اس نے شیکھے لہجے میں کہا۔

"ارے نہیں، تمھیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ہم قید میں نہیں ہیں بلکہ معاہدہ تکمیل کو پہنچنے تک یہاں مہمان ہیں۔"

"مجھے اوشیل میکائیل سے اس حرکت کی توقع نہیں تھی جو اس نے ہمارے ساتھ کی۔" تہذیب نے کہا۔

"میں خود حیران رہ گیا تھا۔ اُسے کسی حال میں بھی بدعہدی کا مرتکب نہیں ہونا چاہیے تھا۔"

"خاص طور پر اس صورت میں کہ اس کا واسطہ گرین پول سے تھا۔ اُسے معلوم ہے کہ گرین پول کا اوّلین اصول دیانت داری ہے اور اس نے آج تک اپنے کسی بھی مؤکل کے ساتھ دھوکا نہیں کیا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب مائی کم ایکس۔ جو دھوکا دینے کے عادی نہیں ہوتے وہ دھوکا کھانے کے روادار بھی نہیں ہوتے۔"

"خیر اُس نے جو کچھ کیا اُس کا خمیازہ بھی اُسی کو بھگتنا پڑ رہا ہے۔ اگر اُس نے یہ حرکت نہ کی ہوتی اور شرافت سے بقیہ رقم ادا کر دی ہوتی تو اس وقت ڈی فوسٹر اصل فارمولوں سمیت اُس کے قبضے میں ہوتا۔"

"اب کیا ارادہ ہے تہذیب! رقم کی ادائیگی کے بعد فارمولے اُس کے حوالے کرتے ہیں یا اُسے مزید سزا دینی ہے؟"

"اُسے اُس کے کیے کی سزا مل چکی ہے لہٰذا جیسے ہی وہ ادائیگی کر دے گا فارمولے اُس کے حوالے کر دیے جائیں گے۔"

"لیکن میں تمھارے ذہنِ رسا کا قائل ہو گیا۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "اگر تم نے جعلی فارمولے نہ تیار کر لیے ہوتے تو اس وقت ہم اس جہانِ فانی سے کوچ کر چکے ہوتے۔"

تہذیب مسکرائی۔ "یہ سب کچھ بہت ضروری تھا۔" اُس نے بھی جواباً بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "اُس وقت تو تم میرے اقدامات کی مخالفت کر رہے تھے۔ اب تمھارا کیا خیال ہے؟"

"اگر ہم کسی قابل ہوتے تو میڈم ایکس کی جگہ پر نہ ہوتے۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "واقعی تم نے اُس وقت جو کچھ کیا تھا وہ بہت ضروری تھا۔"

"تم کئی بار میری جگہ لینے کی کوشش کر چکے ہو۔ اب تمھیں اندازہ ہوا کہ طاقت ذہانت کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔"

"بالکل اندازہ ہو گیا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمھاری ذہانت کو سلام کرتا ہوں۔"

"ایسے نہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "عہد کرو کہ آئندہ کبھی میری جگہ لینے کی کوشش نہیں کرو گے اور میرے نائب خصوصی کی حیثیت سے ہی کام کرتے رہو گے۔"

"میری توبہ جو آئندہ ایسا خیال بھی ذہن میں لاؤں۔" میں نے کان پکڑ کر کہا۔ "مجھے تو بس تم اپنے قدموں میں جگہ دے دو۔"

"قدموں میں جگہ دی جا سکتی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ اُس کے ہونٹوں پر ایک شرمیلی سی مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔

"میں اس اعزاز کے لیے مادام ایکس کا بے حد مشکور ہوں۔" میں نے کہا اور اُٹھ کر تہذیب کے پیروں کے پاس جا بیٹھا۔

"ارے ارے یہ کیا کر رہے ہو!" تہذیب مجھے واقعی اپنے قدموں میں بیٹھتے دیکھ کر بوکھلا گئی۔

"ماضی میں میں نے کئی بار تمھاری جگہ لینے کی کوشش کر کے تمھیں جو کچھ تکلیف پہنچائی ہے اُس کا ازالہ کر رہا ہوں۔" میں نے گلوگیر آواز میں کہا۔ مگر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ تھی۔ "مجھے اپنے قدموں میں پڑا رہنے دو

تہذیب مائی کم ایکس۔"

"تمھاری جگہ میرے قدموں میں نہیں میرے برابر ہے۔" تہذیب نے کہا اور میں ہنستا ہوا اُٹھ کر اُس کے برابر صوفے پر بیٹھ گیا۔

سائیڈ ٹیبل سے رائٹنگ پیڈ اُٹھا کر میں نے اُس پر لکھا۔ "بظاہر تو یہاں ایسی کوئی چیز نظر نہیں آئی تہذیب جس سے شبہ ہو کہ اوشیل ہماری گفتگو سن سکے گا۔"

"اس کے باوجود ہم محتاط رہیں گے۔" تہذیب نے میرے ہاتھ سے بال پوائنٹ لے کر لکھا۔

"تمھارا خیال درست ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ اوشیل میکائیل کے ساتھ کیا سلوک کرنے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

"اُس کم بخت کا زندہ رہنا ہمارے لیے خطرناک ہو گا۔" تہذیب نے کہا۔

"ممکن ہے وہ کوئی نئی چال چلنے کی تیاریاں کر رہا ہو؟"

"فی الوقت تو اس کے امکانات ذرا کم ہی نظر آتے ہیں۔ فارمولے حاصل کیے بغیر وہ ہمارے خلاف کوئی قدم اُٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

"تو کیا خیال ہے رقم کی وصولی کی رسید لے کر اسے یہیں قتل کر کے نکل چلیں؟"

"اس بارے میں ابھی کوئی فیصلہ کرنا قبل از وقت ہو گا۔ معلوم نہیں حالات کیا کروٹ اختیار کریں۔ جیسے حالات ہوں گے اُس کے مطابق عمل کر لیں گے۔"

میں نے سر ہلا کر تہذیب سے متفق ہونے کا اظہار کیا اور جس کاغذ پر ہم نے لکھا تھا اُسے جلا کر راکھ غسل خانے میں بہا دی۔ احتیاطاً پیڈ کے مزید دو تین کاغذ اور جلا دیے تاکہ سادہ صفحات پر تحریر کا کوئی نشان باقی نہ رہ جائے جسے پڑھا جا سکے۔

وہ رات اور اُس سے اگلا دن اور رات ہم نے اوشیل میکائیل کے مہمان کے طور پر سکون سے گزارے۔ ملازمین ہماری ضروریات کا پوری طرح خیال رکھ رہے تھے جبکہ اوشیل میکائیل دکھائی نہیں دیا تھا۔ ہم نے بھی اُس کے بارے میں کسی سے پوچھنے کی زحمت نہیں کی۔ گو کہ ٹریپل کے بینک سے رقم کی وصولیابی کی رسید آنے میں کچھ وقت تو لگنا ہی تھا۔

تیسرے روز صبح ہی صبح ہمیں طعام گاہ میں لے جایا گیا جہاں کھانے کی میز پر اوشیل میکائیل بھی موجود تھا۔ ہمیں دیکھ کر وہ عجیب سے انداز میں مسکرایا اور اُس نے ایک فائل نکال کر ہمارے سامنے رکھ دی۔

"یہ لو میں نے رقم جمع کرا دی ہے۔ کاغذات چیک کر لو۔" اُس نے کہا۔

"رقم تو پوری جمع کرائی ہے نا اوشیل؟" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کاغذات گواہی دیں گے کہ میں نے پورے پچھتر ملین ڈالر ہی جمع کرائے ہیں۔"

"دراصل تم سے ڈر ہی لگتا ہے۔ تم بزنس مین ہو نا اور تمھارے تجارتی نظریات ذرا مختلف قسم کے ہیں۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

اوشیل میکائیل کا چہرہ مارے خفت کے سُرخ ہو گیا لیکن اُس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس بات کا فیصلہ کیسے ہو گا اوشیل کہ یہ کاغذات جعلی نہیں ہیں؟" تہذیب نے کہا۔

"تمھیں اختیار ہے کہ تم میں سے کوئی ایک جا کر ان کاغذات کی تصدیق کرا آئے لیکن تصدیق ہونے تک بقیہ دو افراد کو یہیں رُکنا ہو گا۔"

"لیکن اوشیل!" میں نے کہا۔ "اس کام میں تو کئی دن لگ جاتے ہیں۔ تم نے ایک ہی دن میں یہ سارا کام کیسے کر لیا؟"

"مجھ پر بلاوجہ شبہ مت کرو۔" اوشیل نے ناگواری سے کہا۔ "میں نے رقم بہت ارجنٹ طریقے سے بھیجی ہے اور اتنی جلدی رسیدیں منگوانے میں مجھے بڑی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے۔ محض اس معاملے کی اہمیت کے پیشِ نظر میں نے اتنی جلدی کی ہے ورنہ یہ اتنا آسان کام نہیں تھا۔"

"اسی لیے تو مجھے حیرت ہو رہی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا اور فائل کھول کر اپنے سامنے رکھ لی۔ رسیدوں کی جانچ پڑتال میں نے بہت باریک بینی سے کی اس لیے کہ اس کم بخت سے کسی بھی دھوکے بازی کی توقع کی جا سکتی تھی۔ کاغذات کی اچھی طرح جانچ پڑتال کرنے کے بعد میں نے فائل تہذیب کی طرف بڑھا دی۔ تہذیب کے بعد زاہرے نے بھی کاغذات چیک کیے۔

اوشیل میکائیل خاصی بے چینی سے ہمیں دیکھ رہا تھا۔ "کاغذات کے اصلی ہونے کی تصدیق کرنے کے لیے تم میں سے کون جائے گا؟" اُس نے پوچھا۔

"بظاہر تو ان کاغذات میں کوئی گڑبڑ نہیں معلوم ہوتی۔" میں نے کہا۔ "تاہم اس ضمن میں حتمی فیصلہ میڈم ایکس ہی کریں گی۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "کاغذات اصلی ہی معلوم ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسٹر اوشیل سے یہ توقع بھی نہیں کی جا سکتی کہ انھوں نے مزید کوئی حماقت کی ہو گی۔"

"یعنی آپ ان کاغذات سے پوری طرح مطمئن ہیں؟" اوشیل نے بے تابی سے پوچھا۔

"ہاں۔" تہذیب بولی۔ "میں ان کاغذات سے پوری طرح مطمئن ہوں۔"

"گویا اب ہم مطلب کی بات کر سکتے ہیں۔" اوشیل میکائیل نے کہا۔ "تمھارا مطلب ہے کہ اب ڈی فوسٹر اور فارمولے تمھارے حوالے کر دیے جائیں؟"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں ہو" اوشیل نے کہا۔ "اب تو میں نے جرمانے کی رقم بھی ادا کردی ہے۔"

"پھر تو تم ٹھیک ہو" تہذیب کچھ سوچنے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ "لیکن یہ بتاؤ کہ مال یہیں منگوادیا جائے یا تم ہمارے ساتھ چلو گے؟"

"مناسب تو یہی رہے گا کہ وہ چیزیں آپ یہیں منگوالیں۔" اوشیل میکائیل بولا۔

"بالکل منگوا دیتے اوشیل! لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کام کے لیے ہمیں خود جانا پڑے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"تو آپ تینوں میں سے کوئی ایک جاکر انھیں لے آئے۔ بقیہ دو آدمی یہیں رک جائیں۔"

"ایسی بھی کیا بے اعتباری مسٹر اوشیل۔" تہذیب مسکرائی۔ "بےفکر رہیں آپ کے ساتھ کوئی دھوکا نہیں ہوگا۔"

"لیکن اس میں حرج ہی کیا ہے؟" اوشیل میکائیل نے اصرار کیا۔ "فارمولے اور ڈی نوسٹر لانے کے لیے ایک آدمی بھی بہت کافی ہے۔"

"یہی تو مشکل ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب طویل سانس لے کر بولی۔ "ڈی نوسٹر اور فارمولوں کے حصول کے لیے ہم تینوں کا جانا بہت ضروری ہے۔"

"مگر... میں سمجھ نہیں سکا کہ اس کی کیا ضرورت ہے؟" اوشیل نے ہکلا کر کہا۔

"ہم تینوں میں سے اگر ایک بھی فرد کم ہوا تو نہ تو ڈی نوسٹر ملے گا اور نہ فارمولے۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم نے اس سلسلے میں بہت سخت ہدایات جاری کی تھیں۔"

"اگر تم تینوں کا ہی جانا ضروری ہے تو کیا یہ مناسب نہیں ہوگا کہ میں بھی تمھارے ساتھ ہی چلوں؟"

تہذیب نے سوالیہ نگاہوں سے میری طرف دیکھا۔ میں نے تہذیب کی نگاہوں کا مطلب سمجھتے ہوئے جلدی سے کہا: "ٹھیک ہے۔ مسٹر اوشیل میکائیل اگر صبر نہیں کرسکتے تو انھیں بھی اپنے ساتھ لیے چلتے ہیں۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم آپ کو بھی ساتھ لے چلیں گے لیکن آپ کو تنہا چلنا ہوگا۔"

اوشیل میکائیل کے چہرے پر بدحواسی کے آثار ابھرے۔ "لیکن میں اپنے ساتھ کچھ لوگوں کو بھی لے جانا چاہتا ہوں۔" اس نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" تہذیب کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ "اصولی طور پر تو ہمیں آپ کو بھی اپنے ساتھ نہیں لے جانا چاہیے — ہم نے اس کی اجازت دے دی یہی بہت کافی ہے۔"

اوشیل میکائیل بوکھلایا ہوا نظر آنے لگا۔ "جن لوگوں کو میں اپنے ساتھ لے جاؤں گا وہ میرے اعتبار کے آدمی ہیں۔"

"لیکن ہم اسے پسند نہیں کریں گے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "کیا آپ کو ہم پر اعتبار نہیں ہے؟"

"مم... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" اوشیل گڑبڑا گیا۔ "مجھے تم پر مکمل اعتماد ہے۔"

"تو پھر آپ یہیں ہمارا انتظار کیوں نہیں کرلیتے؟" تہذیب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ کی امانت آپ کو پہنچ جائے گی۔"

"تم تو جانتے ہو اوشیل کہ رقم کی وصولی کے بعد ہمیں نہ تو ڈی نوسٹر سے کوئی دلچسپی ہے اور نہ ہی فارمولوں سے۔" میں نے کہا۔ "لہٰذا گھبرانے کی کیا ضرورت ہے؟"

"ٹھ... ٹھیک ہے۔ میں تنہا ہی چلتا ہوں۔" اوشیل نے گھبرا کر کہا۔ "لیکن میں ڈی نوسٹر کو کیسے قابو میں کروں گا؟"

"اوہ! تو آپ اس وجہ سے پریشان ہو رہے تھے۔" تہذیب نے کہا۔ "بےفکر رہیے۔ اُسے بےہوشی کی حالت میں آپ کے حوالے کیا جائے گا مگر شرط یہی ہے کہ آپ ہمارے ساتھ تنہا چلیں گے۔"

"اگر اسے بحالت بےہوشی میرے حوالے کیا جائے گا اور اسے یہاں لانے میں مجھے کوئی دشواری نہیں ہوگی تو مجھے تمھارے ساتھ تنہا چلنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

"دراصل ہمارے اپنے کچھ اصول ہیں جن پر ہم بہت سختی سے عمل پیرا رہتے ہیں اس لیے یہ تاکید بھی کرنا ضروری ہے کہ آپ کا کوئی آدمی ہمارا تعاقب کرنے کی کوشش بھی نہیں کرے گا۔" تہذیب نے کہا۔ "اگر آپ نے اس قسم کی کوئی بھی حماقت کرنے کی کوشش کی تو یہ پہلے سوچ لیجیے گا کہ اس کے نتیجے میں آپ کو ڈی نوسٹر اور فارمولوں سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہاتھ دھونے پڑ جائیں گے۔"

اوشیل میکائیل کے تھوک نگلنے کی آواز میں نے صاف سُنی۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "مجھے یہ شرط بھی منظور ہے۔ میرا کوئی آدمی تعاقب بھی نہیں کرے گا۔"

"آپ سمجھدار ہیں مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے سر ہلا کر کہا۔ "آپ نے تعاون کیا تو بہت جلد فارمولوں کے مالک بن جائیں گے۔"

اوشیل میکائیل خاموشی سے اُٹھ گیا۔ اُس نے تیار ہوکر آنے میں زیادہ دیر نہیں لگائی۔

"ہم کس طرح چلیں گے؟" اُس نے پوچھا: "میں اپنی کار نکلواؤں یا کسی اور طرح چلنا ہے؟"

"ہم آپ کی کار پر ہی چلیں گے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن آپ کار خود ڈرائیو کریں گے۔ ڈرائیور کو بھی ساتھ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔"

اوشیل میکائیل کا چہرہ بجھ کر رہ گیا مگر اُس نے ڈرائیور کو ساتھ

لینے کے لیے اصرار نہیں کیا۔ غالباً اُس کا ارادہ یہ تھا کہ ڈرائیور کے روپ میں اپنے کسی خطرناک آدمی کو ساتھ لے لے گا۔

دس منٹ بعد ہم اوشیل میکائیل کی کار میں پیرس کی سڑکوں پر سفر کر رہے تھے۔ کار اوشیل میکائیل خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تہذیب اُس کے برابر بیٹھی اُسے راستے بتا رہی تھی جبکہ میں اور طاہر پچھلی نشست پر تھے۔

اوشیل میکائیل کے بارے میں ہم نے فیصلہ کرلیا تھا کہ اُس کی زندگی اب فضول ہے لیکن اُسے ٹھکانے لگانے کے طریقۂ کار کے بارے میں میرے اور تہذیب کے درمیان کوئی حتمی طریقہ طے نہیں ہوسکا تھا۔ اب یہ کام تہذیب کے سر آپڑا تھا۔ مجھے کچھ کچھ اندازہ تھا کہ اُس کے ذہن میں کیا طریقہ ہے۔

کار تہذیب کی بتائی ہوئی سڑکوں پر دوڑتی ہوئی بتدریج شہر سے باہر کی طرف جارہی تھی۔

"یہ... یہ تم لوگ مجھے کہاں لے جارہے ہو؟" اوشیل میکائیل نے کہا۔ "اب تو شہری حدود بھی ختم ہوگئیں۔"

"ہم نے تم سے یہ تو نہیں کہا تھا کہ ہماری منزل شہر کے اندر ہی ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"کہیں تم تعاقب کا اندازہ کرنے کے لیے تو مجھے بےمقصد ہی مختلف سڑکوں پر نہیں گھما رہی ہو؟"

"اس کا اندازہ تو ہوچکا اوشیل۔" میں نے کہا۔ "ہمارے تعاقب میں کوئی بھی نہیں ہے۔"

"آخر مجھے معلوم تو ہونا چاہیے کہ اب ہمیں مزید کتنا سفر اور کرنا ہے۔" اوشیل نے جھنجھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

"کیا تم گھبرا رہے ہو اوشیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"نہیں، لیکن مجھے اُلجھن ہو رہی ہے۔" اوشیل بولا۔ "شہر کے بعد اب مضافاتی علاقہ بھی ختم ہونے کو ہے۔ معلوم ہے ہم بائیس میل سفر کرچکے ہیں۔"

"ہمیں تقریباً تین میل مزید سفر کرنا ہوگا مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے کہا۔ "واپسی میں پٹرول تو ختم نہیں ہوجائے گا؟"

"اس کی طرف سے بےفکر رہو۔ ٹنکی فل ہے۔ اس کے علاوہ کار میں پٹرول کے فاضل ٹِن ہر وقت موجود رہتے ہیں۔"

تھوڑی دیر کے لیے کار میں خاموشی چھا گئی پھر اوشیل میکائیل ہی دوبارہ بولا: "آپ مجھے کہاں لے جارہی ہیں میڈم ایکس! اب تو مضافاتی علاقہ بھی پیچھے رہ گیا؟"

"بس مسٹر اوشیل! اس جگہ سے کار سڑک سے نیچے اُتار لیجیے۔" تہذیب نے ایک طرف اشارہ کرکے کہا۔

"کیا!" اوشیل حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "لیکن اس طرف تو کچھ بھی نہیں ہے۔"

"حیرت ہے مسٹر اوشیل! آپ پیرس کے باشندے ہوکر بھی نہیں جانتے کہ اس طرف کیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس خزانے کو چھپانے کے لیے ایسی ہی جگہ درکار تھی اوشیل جس کی طرف کسی کا بھی ذہن نہ جاسکے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اوشیل نے کہا اور کار سڑک سے نیچے اُتار دی۔ اب کار کچے راستے پر دوڑ رہی تھی۔ تقریباً ڈیڑھ میل تک تو زمین سخت تھی اس لیے کار آگے بڑھتی رہی لیکن اس کے بعد ریتلا علاقہ شروع ہوگیا۔ یہاں پہنچ کر کار کی رفتار سست ہوئی اور پھر بالآخر کار رُک گئی۔

"کیا بات ہے مسٹر اوشیل۔" تہذیب نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "آپ نے کار روک کیوں دی؟ ابھی ہماری منزل تو نہیں آئی۔"

"اب کیا اسے ہوائی جہاز بنادوں؟" اوشیل نے جھنجھلا کر کہا۔ "اس ریت پر کار کیا خاک چلے گی؟"

"ایسے مقامات پر کار چلانے کے لیے تجربے کی ضرورت ہوتی ہے۔" میں نے کہا۔

"کیا بکواس ہے۔" اوشیل میری طرف پلٹا۔ "ریت پر کار کسی طرح بھی نہیں چل سکتی۔"

"چل سکتی ہے مسٹر اوشیل۔" میں نے کہا۔ "اگر آپ کہیں تو میں آپ کو عملی مظاہرہ کرکے دکھا سکتا ہوں۔"

"آؤ۔" اوشیل نے جھنجھلائے ہوئے انداز میں کہا اور دروازہ کھول کر نیچے اُتر گیا۔ اُس کے ساتھ ہی میں بھی کار سے باہر آگیا لیکن میں اگلی نشست کی طرف بڑھنے کے بجائے خود اُس کی طرف بڑھا تھا۔ اُس نے حیرت سے مجھے دیکھا لیکن قبل اس کے کہ اُس کے منہ سے کسی قسم کی کوئی آواز نکلتی میں نے اُس کے کوٹ کی جیب سے پستول نکال لیا۔

"یہ... یہ کیا بدتمیزی ہے؟" اوشیل میکائیل نے خوف اور غصّے سے ملے جلے لہجے میں کہا۔

"تم بتاسکتے ہو اوشیل کہ یہ پستول تمھاری جیب میں کیا کر رہا تھا؟" میں نے اُس کی بات نظرانداز کرکے کہا۔

"تم میرے ساتھ یہ سلوک کرنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔ میں اس پستول کا مالک ہوں۔ اسے جہاں چاہوں رکھوں۔"

"میں بتاسکتا ہوں اوشیل!" میں نے بڑے مزے سے کہا۔ "دراصل ہمارے پاس تمھیں ہلاک کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہیں تھا۔"

"نہیں نہیں۔" اوشیل نے دونوں ہاتھ سامنے کی طرف پھیلا کر کہا۔ "مجھ سے مذاق مت کرو۔ مجھے خوفزدہ مت کرو۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں تمہیں اتنا خوفزدہ کر سکتا ہوں کہ تم خوف کی زیادتی سے مر جاؤ گے تو یقین کرو میں تمہیں قتل کرنے کے لیے کوئی ہتھیار نہ استعمال کرتا۔"

"آپ ہی اسے سمجھائیے میڈم ایکس۔" اوشیل نے ملتجیانہ انداز میں تہذیب سے کہا جو کار سے اتر آئی تھی۔

"بُری بات ہے علی! کسی کو قتل کرنے سے قبل اُسے خوفزدہ کرنا بُری بات ہے۔" تہذیب نے ناصحانہ انداز میں مجھ سے کہا۔ "یاد رکھو نیک کام میں کبھی دیر نہیں کرنی چاہیے۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم ایکس؟" اوشیل خوفزدہ لہجے میں بولا۔ "میں نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟"

"اپنی طرف سے تو تم نے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی اوشیل!" تہذیب نے نفرت سے کہا۔ "اگر ہم نے اپنے تحفظ کا بندوبست نہ کر رکھا ہوتا تو کیا تم ہمیں چھوڑ دیتے؟"

"م... میں اپنے کیے کا خمیازہ بھگت چکا ہوں۔ جتنی بڑی رقم میں نے ادا کی ہے اتنا تاوان تو کچھ ملک بھی ادا نہیں کرتے۔"

"تم اس کے لیے مجبور ہو گئے تھے اوشیل! کاش یہ سب کچھ تم نے اپنی خوشی سے کر لیا ہوتا تو تمہیں یہ وقت نہ دیکھنا پڑتا۔" میں نے کہا۔

"مجھے قتل کر کے تم لوگ بچ نہیں سکو گے۔" اوشیل میکائیل نے پینترا بدلا۔

"کسی کو کانوں کان خبر نہیں ہوگی اوشیل! اسی لیے تو ہم تمہیں تنہا یہاں لائے ہیں۔" تہذیب بولی۔

"پیرس کی پولیس مجرموں کو کیفرِ کردار تک پہنچانے میں اپنا جواب نہیں رکھتی۔" اُس نے دھمکی دی۔

میں استہزائیہ انداز میں ہنس پڑا۔ "فرانس کے سیکرٹ ایجنٹوں کی آنکھوں میں دھول جھونک کر تو ہم نے فار ہولے اڑا لئے ہیں۔ اب پولیس سے بھی دو دو ہاتھ ہو جائیں گے۔"

"تم لوگ کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" اوشیل گڑگڑایا۔ "میری جان لے کر تمہیں کیا مل جائے گا؟"

"تم انتہائی احمق آدمی ہو اوشیل!" میں نے پستول لہرایا۔ "اپنا آلۂ قتل اپنی جیب میں لے کر گھوم رہے تھے۔ تم جیسے احمق سے ہمیں کوئی ہمدردی نہیں ہو سکتی۔"

"اگر تمہیں مزید رقم درکار ہے تو میں تمہیں وہ بھی دے سکتا ہوں۔" اُس نے ہمیں لالچ دینے کی کوشش کی۔

"ہم بہت بے وقوف لوگ ہیں اوشیل!" میں نے ہنس کر کہا۔ "قناعت پسند بھی ہیں اس لیے جو تھوڑی بہت رقم ہاتھ لگ گئی ہے اسی پر اکتفا کر لیں گے۔"

"میں تمہیں مالا مال کر دوں گا لیکن میری زندگی سے مت کھیلو۔" اوشیل گھگھیایا۔

"سنو مکار یہودی!" میں دانت پیس کر بولا۔ "موت تمہارا مقدر ہو چکی ہے۔ اب کسی بھی حربے سے تم موت سے نہیں بچ سکو گے۔ اپنی آخری خواہش بیان کرو۔"

"میڈم ایکس!" اوشیل رو دینے والے انداز میں بولا۔ "تم تو کہہ رہی تھیں کہ گرین پول اپنی دیانت داری کے لیے مشہور ہے۔ یہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اسی کو دیانت داری کہتے ہیں؟"

"میڈم ٹھیک کہہ رہی تھیں اوشیل!" میں نے بھاری آواز میں کہا۔ "گرین پول واقعی اپنی دیانت داری کے لیے مشہور ہے لیکن اب میڈم ایکس گرین پول کی ممبر نہیں ہیں۔ اب وہ علی گروپ کی سربراہ ہیں۔"

"علی گروپ!" اوشیل نے علی گروپ کی ٹانگ توڑی۔ "یہ بھی تو گرین پول کی کوئی شاخ ہوگی۔"

"نہیں، یہ یہودیوں کی شامتِ اعمال ہے۔" میں نے کہا۔ "اور بدقسمتی سے تم بھی یہودی ہو۔"

"یہودیوں... یہودیوں کی شامتِ اعمال؟ میں اس بات کا مطلب نہیں سمجھا۔" اوشیل نے اٹک اٹک کر کہا۔

"اس بات کا مطلب میں تمہیں بہت اچھی طرح سمجھا دوں گا۔ کبھی علی یار خان کا نام سنا ہے؟"

یوں محسوس ہوا جیسے اوشیل میکائیل کو کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ "و... وہی علی یار خان...؟"

"ہاں میں وہی علی یار خان ہوں جو اسرائیل کے وجود کے لیے اُسی طرح خطرہ بن کر رہ گیا ہے جس طرح خود اسرائیل کا وجود فلسطینیوں کے لیے۔ جس گروپ کی خدمات تم نے حاصل کی تھیں وہ تنظیم آزادیٔ فلسطین کی ایک شاخ ہے جسے تہذیب مالکم ایکس نے میرے نام پر قائم کیا ہے۔ تم سے جو رقم وصول کی گئی ہے وہ تمہارے نام نہاد اسرائیل کے خلاف صرف کی جائے گی۔ بیروت کے کیمپوں میں بے یار و مددگار پڑے ہوئے فلسطینی تمہاری اس دولت کے زیادہ مستحق ہیں اوشیل میکائیل جس دولت پر تم سانپ بنے بیٹھے ہو۔ کبھی اُن کیمپوں کی حالتِ زار جاننے کی ضرورت بھی محسوس کی ہے اوشیل؟ اُن لوگوں کے پاس پہننے کو کپڑے اور کھانے کو خوراک تک نہیں ہے۔ انہیں بے گھر کر دیا گیا ہے۔ دودھ پیتے بچے بھوک کی وجہ سے بلک بلک کر مر جاتے ہیں۔ ماؤں کی چھاتیوں سے دودھ خشک ہو چکا ہے اور یہ سب اسرائیلی فوج کے مظالم ہیں اور اس پر تم یہودی لابی کا یہ پروپیگنڈہ ہے کہ اسرائیل غاصب نہیں ہے۔ مظلوم کو ظالم ثابت کیا جا رہا ہے اور ظالم مظلوم بنا ہوا ہے۔ بین الاقوامی پریس پر یہودیوں کا قبضہ ہے، عالمی معیشت پر یہودیوں کا کنٹرول ہے لیکن مظلوم فلسطینی بہترین اسلحے سے لیس اسرائیلی فوج کے سامنے اپنے حقوق کے لیے سینہ سپر ہیں۔ اُن کے پاس ہتھیار نہیں ہیں لیکن اُن کے حوصلے جوان ہیں۔ تم اندازہ کر سکتے ہو اوشیل کہ وہ صرف پتھروں کے سہارے اپنی جنگ جاری رکھے ہوئے ہیں۔ یہ صرف اُن کا جذبہ ہے، حق کی جدوجہد ہے جس کے باعث انہوں نے آج تک ہتھیار نہیں پھینکے۔ تم لوگ اپنی تمام تر طاقت اور وسائل کے باوجود اُن کی آواز نہیں دبا سکے اور نہ دبا سکو گے۔ آخری فتح حق کی ہو کر رہے گی۔ طاقت کے جس زعم میں تم لوگ مبتلا ہو وہ بہت جلد ٹوٹ جائے گا۔ تم لوگوں کو فلسطین کی سرزمین چھوڑ کر نکل پڑے گا اور یاد رکھو کہ جب تک ایک فلسطینی بھی زندہ ہے اُس وقت تک علی یار خان بھی اُن کی جدوجہد میں شریک رہے گا خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ ان کے مفادات کے لیے لڑتا رہے گا۔"

اوشیل میکائیل پھٹی پھٹی سی آنکھوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ "لیکن میرا قصور کیا ہے؟" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "کیا میرا جرم صرف یہ ہے کہ میں یہودی ہوں۔ تم اسی جرم کی بنا پر مجھے مار ڈالو گے۔ میں تو اسرائیل میں رہتا بھی نہیں ہوں۔"

"بکواس مت کرو اوشیل!" میں نے درشت لہجے میں کہا۔ "تم علی یار خان کی آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔ جتنے قریب سے میں نے یہودیوں کو دیکھا ہے تم لوگوں نے دیکھا ہوگا۔ اگر تم اسرائیل میں نہیں رہتے تو کیا ہوا۔ اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ تم اسرائیل کے خلاف ہو۔ مجھے معلوم ہے اوشیل کہ دنیا بھر کے دولت مند یہودی اسرائیل کی بقا کے لیے اس کی مالی امداد کرتے رہتے ہیں۔ تم لوگوں کی اس دولت پر اسرائیل سے زیادہ مظلوم فلسطینیوں کا حق ہے۔ میں نے یہودیوں کی ناجائز دولت کا صحیح مصرف تلاش کر لیا ہے۔ اب یہ دولت اسرائیل کے خلاف استعمال ہوگی۔"

"تم... تم میری ساری دولت لے لو۔ میں اپنی تمام دولت فلسطینیوں کے نام کر دوں گا۔ اسرائیل سے ناتا توڑ لوں گا۔ تم جو کہو گے وہی کروں گا۔ مجھے مت مارو پلیز! میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔"

میرا لگایا ہوا قصہ بہت طویل تھا۔ "موت کو سامنے دیکھ کر تو بڑے بڑے سیدھے ہو جاتے ہیں۔ تم کیا چیز ہو؟"

"م... مجھ پر رحم کرو۔ مجھے مت مارو۔ جو تم کہو گے میں وہی کرنے کو تیار ہوں۔ تمہاری ہر بات مانوں گا۔"

"تم نے اپنی آخری خواہش بیان نہیں کی اوشیل!" میں نے سفاکانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش ضرور پوری کروں گا۔"

"ک... کون سی خواہش؟"

"تمہارے بعد بارود اور ایٹم کا نمبر آئے گا۔ تم یہی چاہتے تھے نا کہ امریکا میں اسلحے کی نجی صنعت اُس کی تحویل سے نکل جائے۔ اب تمہاری یہ خواہش بہت جلد پوری ہو جائے گی لیکن افسوس کہ تم اسے دیکھنے کے لیے زندہ نہیں رہو گے۔" میں نے پستول والا ہاتھ بلند کیا۔ اوشیل نے آخری لمحوں میں مجھ پر جھپٹنے کی کوشش کی تھی مگر گولی اُس کے دل میں پیوست ہو چکی تھی۔ وہ کوئی آواز نکالے بغیر ہی اوندھے منہ ریت پر گر پڑا۔

"آؤ تہذیب!" میں نے پستول اوشیل کی لاش پر پھینکتے ہوئے کہا۔ "اب یہاں سے نکل چلیں۔"

"اس کار پر ہی کیوں نہ واپس چلے چلیں جناب!" ناہر نے ہمیں پیدل واپس ہوتے دیکھ کر کہا۔

"پیرس کے لوگوں کے لیے یہ جانی پہچانی کار ہوگی ناہر! اسے استعمال کرنا بے حد خطرناک ہوگا۔"

"تو کیا ہم شہر تک پیدل ہی جائیں گے؟" ناہر نے پوچھا۔

"نہیں ناہر! شہر تک پیدل جانا بہت مشکل ہوگا۔ یہاں سے شہر کا فاصلہ کم از کم پچیس میل تو ضرور ہوگا۔ اگر ہم نے پیدل ہی سفر کرنے کی کوشش کی تو شام ہو جائے گی اور ہم شہر تک پھر بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"لیکن سواری کا انتظام ہونا بھی تو ممکن نہیں ہے جناب! یہ تو بالکل ہی ویرانہ ہے۔"

"ہمیں سڑک تک تو پیدل ہی جانا ہوگا۔" تہذیب بولی۔ "وہاں سے کوئی نہ کوئی ہمیں لفٹ دے ہی دے گا۔"

"میرے خیال میں مناسب یہ ہوگا کہ ہم تینوں افراد علیحدہ علیحدہ سفر کریں۔" میں نے کہا۔ "اب ہمارا ایک ساتھ دیکھا جانا مناسب نہیں ہوگا۔"

میری اس تجویز پر عمل کیا گیا اور ہم تینوں مختلف سمتوں کو چل پڑے۔ اوشیل میکائیل سے وصول کیے ہوئے کاغذات میرے پاس محفوظ تھے۔

کوئی ایک گھنٹے تک پیدل چلنے کے بعد میں سڑک تک پہنچ سکا جہاں سے مجھے ایک کمپنی کی گاڑی میں لفٹ مل گئی۔ وہ گاڑی کسی دوسرے شہر سے آ رہی تھی اور اُس نے مجھے پیرس کی ایک سڑک پر اُتار دیا۔ شہر میں داخل ہونے کے بعد ہوٹل تک پہنچنا کیا مشکل تھا۔ مجھے فوراً ہی ایک ٹیکسی مل گئی جس نے مجھے ہوٹل پہنچا دیا۔

تہذیب کمرے میں موجود تھی اور نہا دھو کر نکھری نکھری نظر آنے لگی تھی۔ مجھے دیکھ کر وہ مسکرائی۔ "بہت دیر کی مہرباں آتے آتے۔" وہ گنگنائی۔

"دیر آید درست آید۔" میں نے بھی مسکرا کر کہا اور اوشیل سے وصول شدہ کاغذات اُسے دے دیے۔ "ان کاغذات کی حفاظت بے حد ضروری ہے تہذیب! یہی ہماری محنت کا ثمرہ ہیں۔"

"پہلے تم نہا لو۔" تہذیب نے کاغذات لیتے ہوئے کہا۔ "پھر ہم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھانا کھائیں گے۔ طویل عرصہ ہو گیا سکون سے کھانا کھائے ہوئے بھی۔"

"بُڈ حاضر ہو سکتا ہے چیف؟" دروازے کی طرف سے بُڈ کی آواز سنائی دی۔ وہ دروازے سے کمرے میں جھانک رہا تھا۔

"آؤ آؤ بُڈ۔" میں نے کہا۔ "بس میں ابھی تمہیں بلوانے ہی والا تھا۔"

"رہنے دو چیف۔" بُڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "مجھے معلوم ہے یہ سب منہ دیکھے کی باتیں ہیں۔ میڈم کے سامنے بُڈ بے چارے کی کیا اوقات ہے۔"

"مجھے احساس ہے بُڈ کہ ہماری وجہ سے تمہیں خاصی ذہنی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا ہو گا۔"

"تین دن سے راتوں کی نیندیں حرام ہو گئی ہیں چیف! اگر اس وقت میڈم اور زاہر نہ آ گئے ہوتے تو میں اس کمبخت اوشیل میکائیل کے خلاف کوئی قدم اُٹھانے ہی والا تھا۔"

"بُری بات ہے بُڈ! امیر ہوتے لوگوں کو بُرا بھلا نہیں کہا کرتے۔" میں نے کہا اور بُڈ چونک کر تہذیب کو دیکھنے لگا۔

"اوہ! لیکن مجھے میڈم نے کچھ نہیں بتایا۔ بُڈ بے چارہ اس قابل ہی کہاں ہے کہ اُسے کسی بات پر شریک کیا جائے۔"

"اتنی مہلت ہی کہاں ملی۔" تہذیب نے کہا۔ "اور پھر تمہیں بھی تو چیف کے بارے میں پوچھنے سے فرصت نہیں مل رہی تھی۔"

بُڈ جھینپ گیا۔ "بس کیا کروں! دل کے ہاتھوں مجبور ہوں۔ چیف کی شخصیت میں معلوم نہیں کیا بات ہے کہ بُڈ کو ان کے بغیر کل سی محسوس ہونے لگتی ہے۔"

"اچھا بس۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "اب میں بھی ذرا نہا دھو کر تازہ دم ہونا چاہتا ہوں۔ بقیہ باتیں کھانے کی میز پر ہوں گی۔"

"کسے خبر کہ اب کب ملاقات ہو گی۔" بُڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "میری تازہ ترین محبوبہ میرا انتظار کر رہی ہو گی۔"

"تین روز سے تو تم ہماری فکر میں گھلے جا رہے ہو۔" میں نے بُڈ کو گھورا۔ "پھر یہ نئی محبوبہ کہاں سے آ گئی؟"

"ارے تو کیا اب میں عشق بھی نہ کروں۔" بُڈ نے بُرا مان کر کہا۔ "یہ ہی تو ایک ایسا کام ہے جو ہر حال میں کیا جا سکتا ہے۔ مجھے یہ پسند نہیں ہے کہ کوئی میرے عشق کرنے پر قدغن لگائے۔" وہ کچھ سنے بغیر پیر پٹختا ہوا کمرے سے باہر نکل گیا۔

کوئی ایک گھنٹے بعد میں تہذیب اور زاہر کے ساتھ ہوٹل کے ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھا تھا۔ کھانے کے دوران گفتگو کا سلسلہ جاری تھا۔

"ہمارے پہلے مشن کی تکمیل ہو چکی ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "اور اس مشن میں ہم نے غیر متوقع کامیابی حاصل کی ہے۔"

"غیر متوقع غالباً تم اس لیے کہہ رہی ہو کہ ہم نے اوشیل میکائیل سے طے شدہ رقم سے دگنی رقم وصول کر لی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"ہماری کامیابی ہر لحاظ سے غیر متوقع ثابت ہوئی ہے علی!" تہذیب بولی۔ "فارمولے بھی غیر متوقع طور پر ہی ہمارے ہاتھ لگے ورنہ ڈی نوسٹر کے ساتھ وہ بھی ہمیشہ کے لیے دفن ہو گئے ہوتے۔"

"اگر آدمی کوئی نیک مقصد لے کر اُٹھے تو اُسے ایسی ہی غیر متوقع کامیابیاں حاصل ہوتی ہیں۔" زاہر نے کہا۔

"کسی حد تک تمہاری بات درست ہے زاہر!" میں نے کہا۔ "لیکن ایک بنیادی چیز اور بھی ہے جسے ہم طرزِ عمل کا نام دے سکتے ہیں۔ ہم خواہ کتنا ہی نیک مقصد لے کر کیوں نہ اُٹھے ہوں اگر ہمارا طرزِ عمل درست نہیں ہے تو یا تو کامیابی بڑی مشکل سے ہو گی اور یہ بھی ممکن ہے کہ سرے سے کامیابی حاصل ہی نہ ہو۔"

"آپ کی بات وضاحت طلب ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "بات پوری طرح سمجھ میں نہیں آ سکی۔"

"مثال کے طور پر ڈی نوسٹر کا کیس ہی لے لو۔ فارمولوں کے حصول کے لیے کئی پارٹیاں کوشاں تھیں۔ اُن سب کا طرزِ عمل جارحانہ تھا۔ اُنھوں نے تشدد کی پالیسی اپنائی تھی۔ اس کے برخلاف ہم نے مختلف راہ اپنائی۔ اگر ہم بھی انھی کے نقشِ قدم پر چلے ہوتے اور ہم نے بھی ڈی نوسٹر پر تشدد کیا ہوتا تو وہ اپنی جان دے دیتا مگر ہمیں فارمولوں کے بارے میں کچھ نہ بتاتا لیکن محض ہمارا ہمدردانہ رویہ دیکھ کر اس نے از خود ہی ہمیں سب کچھ بتا دیا۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے کہا۔ "لیکن کیا انسان کا طرزِ عمل اس کے بنیادی مقاصد کے ساتھ مشروط نہیں ہوتا؟"

"عام طور پر تو ایسا ہی ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی اس کے برعکس بھی ہو سکتا ہے۔"

"خیر۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ تو بحث طلب بات ہے۔ اب یہ بتاؤ کہ مستقبل کا کیا پروگرام ہے؟"

"یہ تو طے ہو بھی چکا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "اب ہمارا ٹارگٹ اگلا یہودی ہو گا۔"

"یعنی ہاروت رابیل!" تہذیب نے خوش ہو کر کہا۔ "اسلحے کا ارب پتی امریکی تاجر۔"

"ہاں، اگر ہم نے اس سے صرفِ نظر کر دیا تو بڑی بے انصافی ہو جائے گی اور تمہیں معلوم ہے کہ میں بے انصافی کو سخت ناپسند کرتا ہوں۔"

"معلوم نہیں اُس کے کرتوت ابھی تک امریکا کی حکومت کے علم میں آئے یا نہیں؟" تہذیب بولی۔

"آئے ہوں یا نہ آئے ہوں، ہمارے لیے دونوں صورتیں ایک سے فائدے مند ہیں۔"

"وہ کس طرح؟" تہذیب نے پوچھا۔

"اگر حکومتِ امریکا اس کی حرکتوں سے لاعلم ہے تو ہم اُسے بلیک میل کر سکیں گے اور اگر اُس کی حرکتیں طشت از بام ہو چکی ہیں تو بھی وہ ان فارمولوں کے حصول کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دے گا۔"

"یعنی یہ بات طے شدہ ہے کہ اب ہماری اگلی منزل امریکا اور آئندہ شکار ہاروت رابیل ہو گا؟"

"ہاں، ہم یہاں سے امریکا کے لیے روانہ ہوں گے۔ وہاں پہنچ کر ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں گے اور فارمولے سمیت ڈی نوسٹر اُس کے حوالے کرنے کی تجویز پیش کریں گے۔"

"اس کے عوض ہم اُس سے کتنی رقم کا مطالبہ کریں گے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"کم از کم اتنی رقم تو ہونی چاہیے جتنی ہم نے اوشیل میکائیل سے وصول کی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "لیکن کیا اس رقم کے عوض فارمولے بھی اُس کے حوالے کر دو گے؟"

"یہ تو ہماری مرضی پر منحصر ہو گا۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "فارمولے اُس کے حوالے نہ بھی کیے تو کیا فرق پڑ جائے گا؟"

تہذیب ہنس پڑی۔ "یہی کیا کم ہو گا کہ ہم حکومت کی نگاہوں میں اُسے ذلیل نہیں ہونے دیں گے۔"

"صرف ذلیل؟" میں نے تعجب سے کہا۔ "ارے اُس کا پورا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ بجلی کی کرسی الگ اُس کا مقدر بنے گی۔"

"ذلیل ہونے میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں علی۔"

"اوشیل میکائیل تو ہمارے لیے بہت تر نوالہ ثابت ہوا لیکن میرا اندازہ ہے کہ ہاروت رابیل بہت ٹیڑھی کھیر ثابت ہو گا۔" میں نے کہا۔

"تب تو اور بھی زیادہ مزہ آئے گا۔" تہذیب چٹخارہ لے کر بولی۔

"تو اس پروگرام پر کب سے عمل درآمد شروع کر رہے ہو؟"

"فوری طور پر۔" میں نے کہا۔ "ہمارے پاس ضائع کرنے کے لیے ایک لمحہ بھی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "میں بُڈ کو یہیں بلا لیتی ہوں تاکہ اُسے ضروری ہدایات دے دی جائیں۔"

"تم نے تو سب کچھ سُن ہی لیا ہے زاہر! اس مہم میں تم بھی ہمارے ساتھ شریک ہو گے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں جناب! ضرورت پڑنے پر مجھے پھر ڈی نوسٹر کا رول کرنا ہو گا۔"

"ہاں! اب تم ہمارے لیے اتنے ہی اہم ہو گئے ہو جتنی کسی اندھے کے لیے اُس کی لاٹھی اہم ہوتی ہے۔"

بُڈ کو بلانے کی ضرورت نہیں پڑی۔ وہ ڈائننگ ہال میں داخل ہوتا نظر آیا تھا لیکن تنہا نہیں تھا۔ اُس کے ہمراہ ایک فرانسیسی دوشیزہ بھی نظر آ رہی تھی۔ بُڈ کسی مناسب سی میز کی تلاش میں نگاہ دوڑا رہا تھا کہ ہم اُسے نظر آ گئے۔ بُڈ نے ہمیں یوں نظر انداز کر دیا جیسے اُس کے لیے ہماری کوئی اہمیت نہ ہو یا جیسے وہ ہمیں جانتا تک نہ ہو۔

"تم نے دیکھا۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں مجھ سے کہا۔ "کتنی بے رُخی سے دوسری میز پر جا کر بیٹھ گیا۔"

"میں دیکھ رہا ہوں، اس وقت وہ مصروف ہے۔ ہمیں اس سے اتنا زیادہ شاکی نہیں ہونا چاہیے۔"

"تم اُس کی طرف داری کر رہے ہو!" تہذیب حیرت سے بولی۔ "میں یہ حرکتیں برداشت نہیں کر سکتی۔"

"بہت کارآمد آدمی ہے تہذیب! اگر فرصت کے اوقات میں بے ہودگیاں کرتا ہے تو ہماری صحت پر اس کا کیا اثر پڑتا ہے۔"

"ہمیں اس سے کام ہے اور وہ لاٹ صاحب مصروف ہیں۔ میں ابھی جا کر اُس کا دماغ درست کرتی ہوں۔" تہذیب بڑے غصے کے عالم میں کرسی سے اُٹھی۔

میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ لیا۔ "بیٹھ جاؤ تہذیب! میں خود جا کر اُس سے بات کرتا ہوں۔"

میں نے تہذیب کو بٹھا دیا اور خود اُٹھ کر بُڈ کی میز کے قریب پہنچ گیا۔ میری آمد پر اُس نے چونک کر میری طرف دیکھا۔ اُس کی ساتھی بھی چونکی تھی لیکن میں نے اُن دونوں پر توجہ دیے بغیر بڑے اطمینان سے ایک کرسی کھینچی اور بیٹھ گیا۔

"معاف کیجیے گا میں آپ کو پہچانا نہیں۔" بُڈ نے فرانسیسی میں بڑی شائستگی سے کہا۔ "ویسے بغیر اجازت لیے کسی کی میز پر اس طرح بیٹھ جانا غیر اخلاقی حرکت ہے۔"

"میں تم سے اخلاقیات پر لیکچر لینے نہیں آیا ہوں۔" میں نے انگریزی میں کہا۔ "لیکن یاد رکھو اگر میں نے فرانسیسی بولنی شروع کر دی تو۔۔۔" میرا لہجہ دھمکی آمیز ہو گیا۔

"اوہو! یہ شخص فرانسیسی نہیں جانتا۔ غالباً کوئی غیر ملکی ہے۔" بُڈ نے اپنی ساتھی سے کہا۔ "اگر تم اجازت دو تو میں اس سے انگریزی میں دو چار باتیں کر لوں۔"

بُڈ کی ساتھی نے سر کی جنبش سے اُسے اجازت دے دی لیکن اُس کی نظریں مجھ پر جمی رہی تھیں۔

"یہ فرانسیسی کے علاوہ اور کوئی زبان نہیں جانتی چیف!" بُڈ نے مجھ سے انگریزی میں کہا۔ "لیکن تم کیوں میرا بیڑہ غرق کر دینے پر تُل گئے ہو؟"

"بیڑہ غرق کرنے پر تُلا ہوتا تو اس وقت فرانسیسی بول رہا ہوتا۔" میں نے بے اعتنائی سے کہا۔ "مجھے اس وقت تم سے کچھ اہم باتیں کرنی ہیں اور غالباً تمہیں فرصت نہیں ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ارے تو کیا وہ اہم باتیں یہیں اس میز پر کرو گے؟" بڈ نے بوکھلا کر پوچھا۔

"اگر تمھاری مصروفیات طویل ہیں تو مجبوراً یہیں بات کرنی پڑے گی۔"

"بالکل طویل نہیں ہیں چیف۔" بڈ نے گھگیا کر کہا۔ "یہ ملازمت کرتی ہے، بڑی مشکل سے لنچ ٹائم میں لے کر آیا ہوں۔ بس مجھے ایک گھنٹے کی اجازت دے دو۔"

"ایک گھنٹے میں کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "ایک گھنٹے بعد میرے کمرے میں آجاؤ۔"

"سیاح ہے بے چارہ۔" میں نے بڈ کو فرانسیسی میں کہتے سُنا۔ "اُسے یہ غلط فہمی ہو گئی تھی کہ میں کوئی گائیڈ ہوں۔"

میں پلٹ کر دیکھے بغیر اپنی میز پر واپس آگیا۔ "اس نے ایک گھنٹے کی مہلت طلب کی ہے۔" میں نے تہذیب سے کہا۔

"اس کی حرکتیں بے حد تکلیف دہ ہیں۔" تہذیب نے کہا۔ "وہ ابھی تک غصے میں تھی۔" "اس سے تو میں اچھی طرح نمٹوں گی۔"

"کیوں اپنا خون جلا رہی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "وہ بہت ڈھیٹ آدمی ہے۔ اُس پر کسی بات کا اثر نہیں ہوگا۔"

اپنے وعدے کے مطابق بڈ ٹھیک ایک گھنٹے بعد میرے پاس پہنچ گیا۔ کمرے میں تہذیب اور زاہد بھی موجود تھے۔

"بیٹھو بڈ۔" میں نے کہا۔ "تمھیں معلوم ہے کہ فرانس میں ہماری آمد کا مقصد پورا ہو چکا ہے اور اب ہمیں امریکا روانہ ہونا ہے۔"

"بڈ کے لیے کیا حکم ہے چیف۔" اُس نے کمال سعادت مندی سے کہا۔ "بڈ کو تو بس حکم دیا کرو۔"

"دراصل میں چاہتا ہوں کہ یہاں سے روانگی میں تاخیر نہ ہونے پائے۔ جس قدر جلد ہم یہاں سے نکل جائیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

"ہم سب قانونی طریقے سے یہاں آئے تھے چیف۔ اب یہاں سے روانگی ہمارے لیے کیا مشکل ہے۔ بس کسی فلائٹ میں سیٹیں ہی تو کنفرم کرانی پڑیں گی۔"

"یہ کام بھی ظاہر ہے تم ہی کرو گے۔" میں نے کہا۔ "یا یہ کام کسی اور سے کرا لیا جائے؟"

"بڈ کے ہوتے ہوئے کسی اور کو زحمت دینے کی کیا ضرورت ہے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "میں کل ہی کسی فلائٹ میں سیٹیں بک کرا لیتا ہوں۔"

ہم لوگ مطمئن ہو گئے۔ بڈ کے سپرد کوئی کام کرنے کے بعد مطمئن ہی ہوا جا سکتا تھا۔

دن کا بقیہ حصہ سکون سے گزرا۔ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہوئی تھی۔ ہم لوگ رات کے کھانے کے بعد سو گئے تھے۔ پھر دروازے پر مسلسل دستک کی آواز سُن کر میری آنکھ کھلی تھی۔ میں نے گھڑی کی طرف دیکھا۔ صبح کے چھ بھی نہیں بجے تھے اور دستک دینے کا انداز بہت غیر معمولی تھا۔

میں اُٹھ کر دروازے کی طرف بڑھا۔ "کون ہے؟" میں نے دروازہ کھولنے سے قبل پوچھا۔

"دروازہ کھولو چیف۔" باہر سے بڈ کی گھبرائی ہوئی سی آواز سُنائی دی۔

میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ دروازہ کھول دیا۔ بڈ اجازت لیے بغیر ہی کمرے میں گھس آیا۔ اُس کے ہاتھ میں کئی اخبار موجود تھے۔

"ارے اونٹ تیری کوئی کل سیدھی بھی ہے۔" میں نے اپنی تشویش چھپاتے ہوئے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"اس وقت تو ساری کلیں ٹیڑھی ہو گئی ہیں چیف۔" بڈ نے بدحواسی سے کہا۔ "تم خود ہی دیکھ لو۔" اُس نے سارے اخبارات میرے سامنے رکھ دیے۔

میں نے دھڑکتے دل سے اخبار اُٹھایا۔ تہذیب بھی اُٹھ چکی تھی۔ وہ بھی میرے پاس آکر اخبار دیکھنے لگی۔ پہلے اخبار کے صفحۂ اوّل پر مجھے وہ خبر نظر آگئی جس کی وجہ سے بڈ اس قدر پریشان ہو گیا تھا۔ خبر اوشیل میکائیل کے قتل سے متعلق تھی۔ اخبار میں اوشیل میکائیل کی تصویر بھی تھی اور خبر میں اُن تین افراد کا تذکرہ موجود تھا جن کے ساتھ اوشیل میکائیل کو آخری بار دیکھا گیا تھا۔ وہ دو مرد اور ایک عورت تھی۔ خیر تو خبر زیادہ تشویشناک نہیں تھی لیکن خبر کے ساتھ ہی جو پینسل اسکیچ شائع کیے گئے تھے اُنھوں نے اصل مصیبت پیدا کی تھی۔ ان اسکیچز کی تیاری میں یقیناً اوشیل میکائیل کے ساتھیوں سے مدد طلب کی گئی تھی۔ اسکیچز ہو بہو تو نہیں تھے لیکن ہم تینوں سے اس قدر مماثلت رکھتے تھے کہ کوئی بھی شخص ہمیں پہچان سکتا تھا۔ میں نے جلدی جلدی پوری خبر پڑھ ڈالی۔

"ہر اخبار نے یہ خبر اور تینوں اسکیچز نمایاں طور پر شائع کیے ہیں چیف۔" بڈ نے کہا۔

بڈ کے کہنے پر میں نے جلدی جلدی سارے اخبار دیکھ ڈالے۔ واقعی ہر اخبار میں اس خبر کے ساتھ ہم تینوں کے اسکیچز موجود تھے۔

"انتہائی خوفناک اور سنسنی خیز خبر ہے گلی۔" تہذیب نے کہا۔ "اب ہمارا کیا بنے گا؟"

"ہم سمجھ رہے تھے کہ آسانی سے یہاں سے نکل جائیں گے لیکن اب تو پیرس میں ہمارے پھنس جانے کے امکانات پیدا ہو گئے ہیں۔" میں نے کہا۔

"تم تو صبح ہی صبح بڑی ہوش رُبا خبر لے آئے۔" تہذیب نے بڈ سے کہا۔ "مجھے تو اس بات پر حیرت ہو رہی ہے کہ تم نے اتنی صبح اخبار پڑھ کیسے لیا؟"

"مجھے اندیشہ تھا میڈم کہ ایک عرب پتی فرانسیسی تاجر مارا گیا ہے تو کچھ نہ کچھ ضرور ہو کر رہے گا۔ اسی لیے میں اخبار پڑھنے کے لیے بے چین تھا۔ چنانچہ جیسے ہی اخبار مجھے ملا میں نے اسے پڑھ ڈالا۔ لیکن یہ تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ تم لوگوں کی تصویریں تک اخباروں میں چھاپ دیں گے۔"

"اب یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہوگی؟ ہم تو کمرے سے نکلتے ہی دھر لیے جائیں گے۔"

"تم کمرے سے نکلنے کی بات کر رہی ہو۔" میں نے کہا۔ "جیسے ہی اخبار ہوٹل کے عملے کے کسی بھی فرد کی نگاہوں سے گزرے گا وہ پہلی فرصت میں پولیس کو مطلع کر دے گا۔"

"تو پھر جلدی سے کچھ سوچنا علی۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "کیوں نہ ہم میک اپ کر لیں۔"

"وہ تو کرنا ہی پڑے گا لیکن اس کے علاوہ اور بھی بہت سے مسائل ہیں جن سے نمٹنا پڑے گا۔"

"جب میک اپ کر کے حلیہ تبدیل کر لو گے تو اُس کے بعد کیا باقی رہ جائے گا؟" بڈ نے حیرت سے پوچھا۔

"سب سے پہلا مسئلہ تو یہ کھڑا ہوگا کہ ہم اپنا سامان لے کر ہوٹل سے باہر نہیں جا سکیں گے۔ اس کے لیے ہوٹل کا حساب بے باق کرنا پڑے گا جو میک اپ کے بعد ممکن نہیں رہے گا۔"

"ہم نہایت ضروری سامان اپنے ساتھ لیں گے اور فالتو چیزیں یہیں چھوڑ جائیں گے۔ ہوٹل کا حساب بے باق کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" تہذیب بولی۔

"بڈ کو بھی لوگ ہمارے ساتھی کی حیثیت سے جانتے ہیں۔ اُن کی نشاندہی پر پولیس والے بڈ کو بھی نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے کہا۔

"اس بات کی طرف تو میرا دھیان ہی نہیں گیا تھا۔" بڈ بوکھلا گیا۔ "گویا مجھے بھی فرار ہونا پڑے گا۔"

"تو کیا ہوا۔" تہذیب نے کہا۔ "ہماری طرح بڈ بھی میک اپ کر کے یہاں سے نکل چلے گا۔ ہم کسی اور ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔"

"پیرس کی پولیس کی کارکردگی کے بارے میں تمھیں کچھ معلومات ہیں؟" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"بہت اچھی طرح۔" تہذیب سر ہلا کر بولی۔ "جب میں گرین پول میں تھی اُس وقت ان لوگوں سے میرا واسطہ پڑا تھا۔ پیرس کی پولیس کی کارکردگی بہت اچھی ہے۔"

"اس کے باوجود تم ایسی بات کر رہی ہو۔ جب ہم پولیس کو یہاں نہیں ملیں گے تو کیا وہ اندازہ نہیں کر لیں گے کہ ہم فرار ہو گئے ہیں۔ اس کے بعد وہ قدرتی طور پر دوسرے ہوٹلوں کا رُخ کریں گے۔ انھیں یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ رات ہم نے یہیں گزاری ہے اس لیے

زندگی کے نشیب و فراز
گناہ و ثواب
اندھیروں اور اُجالوں
وقت اور حالات کے بھنور میں جنم لینے والی ایک
بصیرت افروز کہانی۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

وہ عشقِ حقیقی میں ڈوب گیا۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کیں تو قلب روشن ہو گیا۔۔۔ لیکن ایک اچانک حادثے نے ماضی کے زخموں کو کرید کر پھر ہرا کر دیا تو اس نے تڑپ کر آنکھیں کھول لیں۔۔۔!!
تاریک راہوں کی گھٹن سے اُبھرنے والی ایک خوبصورت اور عبرت انگیز داستان۔

قیمت: ۳۰/ روپے

ملنے کا پتہ

کتابیات پبلیکیشنز

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ ایسے تمام لوگوں کو چیک کریں گے جو آج کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہوں گے۔ ایسے قیام کرنے والے خاص طور پر زد میں آئیں گے جو دو مرد اور ایک عورت ہوں گے یا تین مرد اور ایک عورت ہوگی۔"

"تمھارا مطلب ہے ایسے گروپ جن میں ایک عورت ہو اور مردوں کی تعداد دو یا تین ہو، خاص طور پر چیک کیے جائیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"ہاں، اس لیے کہ اگر میرے اور زاہر کے ساتھ بڈھے کو بھی شامل کر لیا جائے تو ہم تین مرد ہو جاتے ہیں۔"

"اس کا حل تو بہت آسان ہے۔" بڈھے نے کہا۔ "ہم گروپ کی صورت میں قیام نہیں کریں گے بلکہ الگ الگ کمرے حاصل کریں گے۔ میک اپ میں تو ہوں گے ہی، کسی کو کیا پتا چلے گا کہ ہم ایک دوسرے سے واقف بھی ہیں۔"

"پولیس کو اتنا بے وقوف بھی مت سمجھو بڈھے! وہ کوئی نکتہ بھی نظر انداز نہیں کریں گے۔ بہتر یہی ہے کہ یہاں سے نکلنے کے بعد ہم الگ الگ ہوٹلوں میں قیام کریں۔" میں نے کہا اور میک اپ کا سامان نکال لیا۔ "تم جلدی سے جاکر زاہر کو بلا لاؤ تاکہ اس کا حلیہ بھی تبدیل کیا جا سکے۔ یہ ہوٹل تو ہمارے لیے بارود کا ڈھیر بن گیا ہے۔" میں نے بڈھے سے کہا۔

بڈھا پانچ منٹ کے اندر اندر زاہر کو بلا لایا۔ اس نے مختصراً زاہر کو حالات سے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ اس نے آتے ہی کہا "مجھے صورت حال کا علم ہو گیا ہے۔ اب ہمیں کیا کرنا ہوگا؟"

"پہلے ہم میک اپ کے ذریعے اپنے حلیے اس حد تک تبدیل کر لیں گے کہ ہمیں آسانی سے شناخت نہ کیا جا سکے۔ آؤ میں تمھارا میک اپ کر دوں۔"

زاہر میرے نزدیک آکر بیٹھ گیا۔ تہذیب اور بڈھے نے اپنے میک اپ خود کرنے شروع کر دیے تھے۔ اس کام میں پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں لگے تھے۔

"اب تم لوگ ڈائننگ ہال میں جاکر ناشتہ کرو۔" میں نے ان سے کہا۔ "یہاں سے ایک ایک کرکے جاؤ اور اکٹھے مت بیٹھنا۔ جو ضروری چیزیں ساتھ لینی ہوں ابھی لے لو۔ بعد میں کوئی بھی کمرے کی طرف نہیں آئے گا۔"

سب سے پہلے زاہر اٹھا۔ اس نے کمرے کا دروازہ کھول کر محتاط انداز میں باہر جھانکا اور پھر جلدی سے کمرے سے نکل گیا۔ اس کے بعد بڈھا اور پھر تہذیب بھی کمرے سے چلی گئی۔ اس دوران میں، میں بھی اپنا حلیہ تبدیل کر چکا تھا اس لیے تہذیب کے جانے کے چند منٹ بعد میں بھی کمرے پر الوداعی نظر ڈال کر کمرے سے باہر نکل آیا۔ میں دل ہی دل میں بڈھے کو دعائیں دے رہا تھا کہ اس نے اتنی صبح اخبارات دیکھ لیے ورنہ ہم بے خبری میں مارے جاتے۔

زینوں سے نیچے اترتے ہوئے میں نے پولیس کو ہوٹل میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ کافی تعداد میں پولیس والے ہوٹل کے اندر داخل ہوئے تھے جن میں سے دو داخلی دروازے پر رک گئے تھے جبکہ بقیہ ہوٹل کے اندر پھیل گئے تھے۔

مجھے یقین تھا کہ انھوں نے باہر سے بھی ہوٹل کو گھیرے میں لے لیا ہوگا۔ چند پولیس والے ایک افسر کے ساتھ میرے برابر سے بھی گزرے۔ وہ مجھ پر ایک اچٹتی ہوئی سی نگاہ ڈال کر گزر گئے تھے۔

ڈائننگ ہال میں زیادہ میزیں آباد نہیں تھیں۔ میں نے ایک لمحے کے لیے سوچا اور پھر تہذیب کی میز کی طرف بڑھ گیا۔ زاہر اور بڈھا الگ الگ میزوں پر تھے۔

"پولیس یہاں پہنچ چکی ہے تہذیب۔" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے دھیمی آواز میں کہا۔

"اوہ! اس کا مطلب ہے ہوٹل کے اسٹاف میں سے کسی نے انھیں مطلع کر دیا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں، اور پولیس والے اوپر کی طرف گئے ہیں۔ سب سے پہلے وہ ہمارے کمروں پر چھاپا ماریں گے۔"

"اور وہاں ہم انھیں نہیں ملیں گے تو کیا وہ پورے ہوٹل کی تلاشی نہیں لیں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"بالکل لیں گے لیکن ان کے پاس تصویریں موجود ہیں۔ اجنبی چہروں پر تو وہ توجہ بھی نہیں دیں گے۔"

"جلدی سے یہاں سے نکل چلو علی۔" تہذیب نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "کہیں یہ ہوٹل ہمارے لیے چوہے دان نہ بن کر رہ جائے۔"

"بن جاتا لیکن بھلا ہو بڈھے کا کہ اس نے بر وقت اخبار دیکھ لیا اور ہم نے اپنے حلیے تبدیل کر لیے۔ ویسے میرا خیال ہے کہ اس وقت ہوٹل گھیرے میں ہے اور تلاشی مکمل ہونے سے قبل وہ کسی کو بھی ہوٹل سے باہر نہیں جانے دیں گے۔"

میں نے بیرے کو ناشتا لانے کا آرڈر دیا اور اس پولیس آفیسر کی طرف دیکھنے لگا جو ڈائننگ ہال کے دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ اس نے ہال میں موجود تمام لوگوں کو بغور دیکھا اور اس کے بعد کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا۔ کاؤنٹر پر موجود شخص سے چند منٹ باتیں کرنے کے بعد پولیس افسر واپس چلا گیا۔

"وہ یقیناً ہمارے بارے میں پوچھ رہا ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔

"ظاہر ہے۔ اس نے یہی پوچھا ہوگا کہ ہم ڈائننگ ہال کی طرف تو نہیں آئے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ اسے نفی میں جواب ملا ہوگا۔ اب وہ لوگ ہوٹل کے دوسرے حصوں میں ہمیں تلاش کریں گے۔"

"انھوں نے ہمارے کمروں کی تلاشی بھی لی ہوگی لیکن اس سے

بھی انھیں کچھ حاصل نہیں ہوا ہوگا۔" تہذیب نے کہا۔ "وہاں سامان کے علاوہ اور رکھا ہی کیا ہے۔"

"وہاں سے انھیں بہت سی قیمتی چیزیں ملی ہوں گی۔" میں نے کہا۔ "میں اپنے کاغذات وہیں چھوڑ آیا تھا۔"

"یہ تم نے کیا حماقت کی علی؟" تہذیب حیران رہ گئی۔ "تم سے اتنی بدترین غلطی کی توقع نہیں کی جا سکتی۔"

"یہ حماقت ہے؟" میں نے آنکھیں نکالیں۔ "کاغذات سے انھیں میری تصویر کے علاوہ اور کیا ملے گا؟"

"کمال ہے، تم اپنی یقینی شناخت چھوڑ آئے ہو اور مجھ پر آنکھیں بھی نکال رہے ہو۔ بھلا اس کی ضرورت ہی کیا تھی؟"

"ضرورت تھی تہذیب! اب وہ پُریقین ہو کر مجھے تلاش کریں گے ورنہ وہ اس کش مکش میں پڑے رہتے کہ معلوم نہیں شائع شدہ تصویریں ہمارے اصل حلیوں سے کتنی مختلف ہیں۔"

"کیا دوسرے لوگ اس بات کی تصدیق کرنے کے لیے کافی نہیں تھے؟" تہذیب نے کہا۔

"تصویر اور اسکیچ میں بہت فرق ہوتا ہے تہذیب! اخبارات میں ہماری اصل تصویریں نہیں چھپیں بلکہ ملتی جلتی تصویریں چھپی ہیں۔ ایسے اسکیچ جو محض دوسروں کے بیان کردہ حلیے پر بنائے گئے ہوں ان سے پولیس کی پوری طرح تسلی نہیں ہو سکتی۔ اب ان کے ہاتھ ایک عدد اصلی تصویر بھی لگ جائے گی تو وہ کسی قدر مطمئن ہو جائیں گے۔ اب تم دیکھنا اخبارات میں میری اصل تصویر چھپے گی۔"

"تم نے یہ بات ہمیں پہلے کیوں نہیں بتائی۔ ہم بھی اپنے کاغذات وہیں چھوڑ آتے۔"

"مجھے خود اس بات کا خیال ذرا دیر سے آیا۔ تم لوگ کمرے سے نکل چکے تھے۔ میں نے سوچا تھا کہ یہاں آکر تم سے کہوں گا کہ اپنے کاغذات کمروں میں ہی چھوڑ دو لیکن مجھے اتنا موقع ہی نہ مل سکا۔ پولیس یہاں پہنچ چکی تھی۔"

"کیا پولیس والوں کا ذہن میک اپ کی طرف منتقل نہیں ہو گا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "خاص طور پر اس صورت میں کہ ہمارے کمرے میں انھیں میک اپ کا سامان بھی نظر آئے گا۔"

"نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "زیادہ تر سامان تو استعمال ہو گیا۔ تھوڑا بہت سامان جو بچ رہا تھا اسے میں چلتے چلتے ضائع کر آیا تھا۔"

"اوہ!" تہذیب نے طویل سانس لی۔ "گویا فوری طور پر اس بات کا کوئی خطرہ نہیں ہے کہ وہ میک اپ کی طرف توجہ دیں۔"

"فی الحال تو ہم محفوظ ہیں۔ ہم انھیں ہوٹل میں نظر نہیں آئیں گے تو وہ یہی سمجھیں گے کہ ہم ہوٹل سے فرار ہو گئے ہیں۔"

"لیکن علی! اب ہم یہاں سے نکل کر جائیں گے کہاں؟ کسی اور ہوٹل میں ٹھہرنا بھی خطرناک ہوگا۔"

"مخدوش کہو۔" میں ہنس کر بولا۔ "اس لیے کہ آج صبح کے بعد سے جو شخص بھی کسی ہوٹل میں قیام پذیر ہوا ہوگا اس سے اس کے کاغذات ضرور طلب کیے جائیں گے جو ظاہر ہے ہمارے پاس نہیں ہیں۔"

"تو کیا ہمیں سر چھپانے کا ٹھکانہ تک میسر نہیں آئے گا؟" تہذیب نے پُرتشویش لہجے میں کہا۔

"فوری طور پر تو اس کے علاوہ اور کوئی صورت نہیں ہے کہ ہم یہاں سے نکل کر کسی اور ریستوران میں جا بیٹھیں۔ اور اس کے بعد سر جوڑ کر کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کریں۔ ہوٹل میں قیام کرنے کا تو خیال ہی ذہن سے نکال دو۔ یہاں سے بھی ہم اس وقت نکلیں گے جب پولیس یہاں سے چلی جائے گی۔"

"اس کے بعد پیرس سے نکلنے کا بھی مسئلہ درپیش ہوگا۔ پولیس نے ہر راستے کی ناکہ بندی کر رکھی ہوگی۔"

"اوشیل میکائیل کی لاش ملنے کے بعد جس وقت اس کے آدمیوں کی مدد سے ہمارے اسکیچ بنائے گئے ہوں گے اس کے فوراً بعد ہی پولیس نے یہ بندوبست کر لیا ہوگا کہ ہم شہر سے باہر نہ نکلنے پائیں۔ ہماری فرضی تصویروں کی کاپیاں ہر جگہ پہنچا دی گئی ہوں گی۔ اب ہم آسانی سے فرانس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

ڈائننگ ہال کے دروازے سے ایک بار پھر میں نے ایک پولیس آفیسر کو اندر آتے دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں نہ صرف میرا پاسپورٹ دبا ہوا تھا بلکہ اس کے ساتھ اوشیل میکائیل کے چند آدمی بھی تھے۔ انھوں نے دروازے پر ہی رک کر ہال میں موجود لوگوں پر نظریں دوڑائیں۔ پھر میں نے ان کے سر نفی میں ہلتے دیکھے اور اس کے بعد وہ واپس چلے گئے۔

"اب پولیس نے ان لوگوں کو بھی بلوا لیا ہے جو ہمارے اصل حلیوں سے واقف ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "یعنی پولیس والے کلی طور پر ان اسکیچز پر انحصار نہیں کر رہے جو اخبارات میں شائع ہوئے ہیں۔"

ہال میں موجود لوگوں میں سے زیادہ تر لوگ اسی ہوٹل میں مقیم تھے۔ انھوں نے پولیس کی نقل و حرکت دیکھی تو ان میں بے چینی پیدا ہو گئی اور انھوں نے یہ معلوم کرنے کی کوششیں شروع کر دیں کہ پولیس وہاں کیوں آئی ہے۔ میں نے بھی ویٹر سے یہی سوال کیا۔

"ہوٹل میں کوئی حادثہ نہیں ہوا جناب۔" ویٹر نے کہا۔ "بلکہ یہاں کچھ ایسے لوگ ٹھہرے ہوئے ہیں جو پولیس کو ایک قتل کے سلسلے میں مطلوب ہیں۔ پولیس انھی کی تلاش میں یہاں آئی ہے۔"

"اوہو!" تہذیب نے اضطراب ظاہر کیا۔ "کیا پولیس نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انھیں گرفتار کر لیا ہے۔"

"وہ لوگ اپنے کمروں سے غائب ہیں۔ اب پولیس انھیں ہوٹل کے دوسرے کمروں میں تلاش کر رہی ہے۔"

"یہ تو بہت خطرناک بات ہے۔ اگر وہ لوگ ابھی تک ہوٹل میں موجود ہیں تب تو ہماری زندگیاں بھی خطرے میں ہیں۔" تہذیب نے تشویش زدہ لہجے میں کہا۔ "ان لوگوں کی تعداد کتنی ہے؟"

"میرے خیال میں پولیس والے اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔ وہ لوگ ہوٹل سے نکل بھاگے ہیں۔ شاید انھوں نے صبح کے اخبارات پڑھ لیے تھے۔"

"صبح کے اخبارات سے ان کے فرار کا کیا تعلق ہے؟" میں نے پوچھا۔

"معلوم ہوتا ہے آپ لوگوں نے ابھی تک اخبار نہیں دیکھا۔ ان کی تصویریں اخبارات میں شائع ہوئی ہیں۔ روم سروس والا بیرا بتا رہا تھا کہ ان کے کمرے سے آج کے اخبارات ملے ہیں۔"

"تب تو واقعی یہ لوگ اپنا وقت ضائع کر رہے ہیں۔" میں نے کہا۔ "اخبارات میں اپنی تصویریں دیکھنے کے بعد کون رُکتا ہے۔"

بیرا چلا گیا اور میں نے ایک طویل سانس لی۔ "اب دیکھو کب تک یہاں بیٹھ کر پولیس کے جانے کا انتظار کرنا پڑتا ہے۔"

ہمیں تقریباً ایک گھنٹہ انتظار کرنا پڑا۔ اس دوران ہم سب ہی اضطراب کا شکار رہے تھے۔ بظاہر تو ہم محفوظ تھے لیکن ہم کسی بھی وقت خطرے میں پڑ سکتے تھے۔ پولیس کے جانے کے بعد یوں محسوس ہوا جیسے میرے اعصاب پر سے کوئی بوجھ ہٹ گیا ہو۔ میں خود کو بہت پُرسکون اور ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا تھا۔ غالباً اسی قسم کے احساسات دوسروں کے بھی تھے۔

"اب یہاں سے نکلنے کے بارے میں کیا ارادہ ہے علی؟" تہذیب نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

"اب یہاں رُکنے کا کوئی جواز نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "بس بل ادا کر کے نکل چلتے ہیں۔"

میں نے بیرے کو بلا کر ناشتے کا بل ادا کیا اور ہم لوگ اُٹھ گئے۔ چلتے وقت میری نگاہیں بڈا اور زاہر سے ملیں۔ میں نے غیر محسوس انداز میں انھیں وہاں سے اُٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اور تہذیب ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ ہم دونوں ٹہلتے ہوئے چل رہے تھے تاکہ بڈا اور زاہر بھی ہم سے آملیں۔ ہم دونوں ہوٹل سے نکل کر چند ہی قدم چلے ہوں گے کہ ہم نے بڈا اور زاہر کو بھی ہوٹل سے باہر آتے دیکھا۔

سڑکوں پر ٹریفک کا اور فٹ پاتھ پر پیدل چلنے والوں کا ہجوم تھا۔ کسی کی توجہ ہماری طرف نہیں تھی۔ ہر شخص اپنے آپ میں مگن تھا لیکن اس کے باوجود کوئی خطرہ مول لینا مناسب نہیں تھا۔ میں نے بڈا اور زاہر کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا اور ہم ٹہلتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہوٹل سے کوئی ایک ڈیڑھ میل دور نکل آنے کے بعد میں نے ایک ریستوران کا رُخ کیا۔ ریستوران میں داخل ہونے سے قبل میں نے اطراف کا جائزہ لے کر بڈا اور زاہر کو بھی اپنے قریب ہی بلا لیا تھا۔

ہم چاروں ایک ساتھ ریستوران میں داخل ہوئے اور ہم نے اپنے لیے ایک دور افتادہ میز منتخب کی جس کے آس پاس کی میزیں خالی پڑی تھیں۔

"ہم بہت سنگین مسئلے سے دوچار ہو گئے ہیں بڈا۔" میں نے کہا۔ "اب ہم اتنی آسانی سے فرانس سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"

"میں تو سمجھ رہا تھا جناب کہ ہم اس ہوٹل سے ہی بچ کر نہیں نکل سکیں گے۔" زاہر بولا۔ "بیرا بتا رہا تھا کہ پولیس نے ہوٹل میں لوگوں کی آمد و رفت پر پابندی عائد کر دی ہے۔"

"ویسے ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "ہماری طرف کوئی بھی توجہ نہیں دے گا لیکن اگر ہم نے کسی ہوٹل میں قیام کرنے کی کوشش کی تو ہمیں فوراً چیک کیا جائے گا اور ہم مارے جائیں گے۔"

"بڈا کو حکم دو چیف! بڈا تمھارے لیے کسی پرائیویٹ رہائش گاہ کا بندوبست کر دے گا۔" بڈا نے اکڑ کر کہا۔

"ہاں، یہ طریقہ محفوظ رہے گا لیکن اب ہمیں یہاں کم سے کم قیام کرنا ہے۔ ہمارا مسئلہ تو یہ ہے کہ فرانس سے باہر کیسے نکلا جائے۔"

"بڈا اس سلسلے میں کیا کہہ سکتا ہے چیف۔" بڈا نے مایوسی سے کہا۔ "حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں کہ ایسی کسی کوشش میں ہم پھنس بھی سکتے ہیں۔"

"اسی لیے تو میں تشویش کا شکار ہوں بڈا! عام حالات میں تو جعلی کاغذات بنوائے جا سکتے تھے لیکن موجودہ صورت میں یہ کام انتہائی خطرناک ہو گیا ہے۔"

"مجھے تو بڈا کا مشورہ ہی مناسب معلوم ہو رہا ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "چند روز کسی پرائیویٹ جگہ پر ٹھہر جاتے ہیں۔ جب پولیس کی سرگرمیاں کم ہو جائیں گی تب یہاں سے نکلنے کی کوشش کریں گے۔"

"میرے ذہن میں ایک ایسا طریقہ کار موجود ہے جس پر عمل کر کے ممکن ہے ہم فرانس سے باہر نکل جائیں۔" میں نے کہا۔

تہذیب مجھے غور سے دیکھنے لگی۔ "اگر ایسا کوئی طریقہ ہے تو تم بتاتے کیوں نہیں؟" اس نے کہا۔

"ڈنکرک سے ڈوور تک سفر کرنے کے لیے سمندری راستہ بہت موزوں خیال کیا جاتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا اور تہذیب اچھل پڑی۔

"حیرت ہے علی! یہ خیال میرے ذہن میں کیوں نہیں آیا۔ حالانکہ ایک بار میں خود بھی اس راستے سے سفر کر چکی ہوں۔"

بڈا کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں پلکیں جھپکا رہا تھا۔ "بڈا کو بھی تو سمجھاؤ چیف۔"

"ڈنکرک سے ڈوور کی بندرگاہ تک آنے جانے کے لیے سمندری راستہ بہت استعمال ہوتا ہے۔ لوگ بڑی تعداد میں پیرس سے لندن کا سفر کرنے کے لیے یہی راستہ اختیار کرتے ہیں۔ خاص طور پر مزدور اور ایسے تاجر پیشہ لوگ اس راستے سے سفر کرتے ہیں جنھیں آئے دن پیرس سے لندن آنا جانا ہوتا ہے۔ ان کے پاس ایسے اجازت نامے ہوتے ہیں جن کے ذریعے یہ سفر کرنا ممکن ہوتا ہے۔"

"بڈا اب بھی کچھ نہیں سمجھ سکا تھا۔" لیکن چیف اگر وہ لوگ اس راستے پر سفر کر سکتے ہیں تو اس سے ہمارا کیا تعلق ہے؟"

"اگر کسی طرح ایسے چار اجازت نامے ہمیں حاصل ہو جائیں تو۔۔۔" میں نے جان بوجھ کر جملہ ادھورا چھوڑ دیا اور بڈا میری بات سمجھ کر اچھل پڑا۔

"تم فکر مت کرو چیف۔" اس نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "بڈا کے لیے چار کیا چار سو اجازت نامے حاصل کرنا بھی دشوار نہیں ہوگا۔"

"ویسے تو ذہانت میں میں بھی تم سے کم نہیں ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن جس برق رفتاری سے تم سوچتے ہو اس کا کوئی ثانی نہیں ہے۔"

بڈا زور سے کھنکارا اور مسکرا کر بولا۔ "ایک بار میری ایک محبوبہ نے بھی مجھ سے اسی قسم کے الفاظ کہے تھے لیکن میرے ساتھ بدقسمتی یہ ہے کہ تمام تر عقل اور ذہانت کے باوجود کوئی محبوبہ بھی چند روز سے زیادہ نہیں ٹکتی ورنہ وہ بھی میرے بارے میں دوسروں کو اپنے تاثرات سے یوں ہی آگاہ کرتی جیسے۔۔۔"

"فضول باتیں کر کے وقت ضائع کرنے کے بجائے کیا یہ بہتر نہیں ہوگا کہ تم اجازت نامے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔" تہذیب نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یہ کام جس قدر جلد ہو جائے اتنا ہی ہمارے حق میں مفید ہوگا۔"

"اس سے ثابت ہوا میڈم کہ آپ لوگ ذہین ضرور ہیں لیکن آپ کا جسم بڈھا ہے۔" بڈا نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"میں تم سے کہہ رہی ہوں کہ فضول باتیں مت کرو اور تم وہی کیے جا رہے ہو۔" تہذیب نے جھنجھلا کر کہا۔

"ٹھیک ہے میں کوشش کرتا ہوں میڈم لیکن میں زاہر کو اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔"

"ضرور لے جاؤ۔" میں نے کہا۔ "لیکن کیا تمھیں اس بات کا یقین ہے کہ تم یہ کام کر لو گے؟"

"آہ! اب اس طرح سے بھی بڈا کو بے عزت کیا جائے گا۔" بڈا نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔

"اس میں بے عزتی کی تو کوئی بات نہیں ہے بڈا! میں نے تو تم سے محض ایک سوال کیا ہے۔"

"بڈا خواہ کتنے ہی کارنامے کیوں نہ انجام دے لے لیکن تم لوگ اس کی قدر و قیمت کبھی نہیں پہچان سکو گے۔ تم لوگ تو بس اسی چکر میں رہتے ہو کہ اُسے چھوڑو اور بھاگ جاؤ۔"

"ارے تم تو ناراض ہو گئے۔" میں نے بڈا کو چمکارا۔ "بُری بات ہے، اچھے بچے بڑوں سے ناراض نہیں ہوا کرتے۔"

"مجھے بتاؤ کہ ایسا کون سا کام ہے چیف جو تم کر سکتے ہو اور بڈا نہیں کر سکتا۔" بڈا غصیلے لہجے میں بولا۔

"اچھا اب غصہ تھوک دو اور یہاں سے اٹھو۔" میں نے کہا اور ہم بل ادا کر کے ریستوران سے نکل آئے۔

"مجھے اس کام کے لیے صرف تین گھنٹے درکار ہیں چیف۔" بڈا نے کہا۔ "اگر اس دوران میں یہ کام نہ کر سکا تو پھر تم یہ کام خود کر لینا یا کسی اور کے سپرد کر دینا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ایک مقام پر رُکتے ہوئے کہا۔ "یہاں سے ہمارے راستے الگ الگ ہو جاتے ہیں۔ تم نے تین گھنٹے کی مہلت طلب کی ہے نا۔ اس دوران ہم فلم دیکھیں گے۔" میرے ان الفاظ کے ساتھ بڈا اور زاہر کی نگاہ اس سینما گھر کی جانب اٹھ گئی جس کے سامنے ہم کھڑے ہوئے تھے۔ "ٹھیک تین گھنٹے بعد ہم اسی جگہ تمھیں تلاش کریں گے۔ اگر تم ہمیں یہاں نہ ملے تو ہم اسی ریستوران میں چلے جائیں گے جہاں سے ہم ابھی اٹھ کر آ رہے ہیں۔ تمھیں واپسی میں دیر ہو جائے تو اسی ریستوران میں آ جانا۔"

"اتنا بہت کافی ہے چیف! تم اطمینان رکھو، ہم تمھیں یہیں ملیں گے۔" بڈا اور زاہر چلے گئے اور میں نے اور تہذیب نے سینما ہال کا رُخ کیا۔

ہم تین گھنٹے بعد سینما ہال سے باہر نکلے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ بڈا اور زاہر اسی جگہ موجود ہیں جہاں سے ہم ان سے رخصت ہوئے تھے۔

"تم بہت سست اور کاہل آدمی ہو۔ تین گھنٹے گزر گئے اور تم ابھی تک یہیں کھڑے ہوئے ہو۔"

بڈا حیرت سے مجھے دیکھنے لگا جبکہ تہذیب اور زاہر ہنس پڑے تھے۔

"اجازت نامے حاصل کر لیے ہیں جناب۔" زاہر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "مسٹر بڈا تو کمال کے آدمی ہیں۔ اتنی آسانی سے ہر کام کر لیتے ہیں۔"

"آسان کام اسی لیے ان کے حوالے کیے جاتے ہیں کہ یہ انھیں آسانی سے کر لیتے ہیں۔" تہذیب نے بڑے تفریح لیتے ہوئے کہا۔

"کیا۔۔۔ کیا تم لوگ یہ باتیں سنجیدگی سے کہہ رہے ہو!" بڈا نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

"نہایت سنجیدگی سے۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "جو کام صرف تین گھنٹے میں ہو جائے اُسے مشکل کیسے کہا جا سکتا ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں احتجاج کرتا ہوں میڈم! آپ کو کیا معلوم کہ مجھے یہ اجازت نامے حاصل کرنے کے لیے کتنے جھوٹ بولنے پڑے ہیں اور ایک موٹی رقم الگ خرچ ہوئی ہے۔"

"تب تو یہ کام اور بھی آسان ہوا۔ جھوٹ بولنا تمھاری عادت ہے اور رہی رقم کی بات تو وہ کون سی تمھاری جیب سے گئی۔ ہماری رقم تھی نا اس لیے اسے اتنی بے دردی سے خرچ کر دیا۔"

بڈ کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ "ٹھیک ہے میڈم۔" اس نے بہ دقت تمام کہا۔ "بڈ کی قسمت میں یہی لکھا ہے۔ وہ کتنا ہی بڑا کارنامہ کیوں نہ کر لے اسے کوئی نہیں سراہے گا۔"

"اچھا آؤ۔" میں نے دخل اندازی کی۔ "کہیں چل کے کھانا کھاتے ہیں۔ اس کے بعد مزید گفتگو ہوگی۔"

ہم ایک ریستوران میں آ بیٹھے۔ بڈ کا موڈ آف ہو گیا تھا۔ میں نے تو خیر اس سے مذاق کیا تھا لیکن تہذیب بڑی سنجیدگی سے اسے تنگ کرنے پر اتر آئی تھی۔ اس طرح شاید وہ اپنی جھنجلاہٹ اتار رہی تھی جو اسے بڈ کے گزشتہ روز والے رویے سے ہوئی تھی۔

ریستوران میں کھانے کے دوران میں نے گفتگو کا آغاز کیا۔ "کاغذات ہر طرح سے مکمل ہیں نا بڈ؟"

"ہاں۔" بڈ نے بے رخی سے جواب دیا۔ "بڈ کبھی کچے کام نہیں کرتا۔"

"ہم پیرس سے کب تک روانہ ہو سکیں گے بڈ؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"آج شام کو ڈنکرک سے ایک اسٹیمر روانہ ہوگا۔ ہم اس سے روانہ ہو سکیں گے۔ میں نے اس کا انتظام بھی کر لیا ہے۔"

"تم نے دیکھا تہذیب! میں نے تم سے کہا تھا نا کہ بڈ ہماری توقع سے بھی پہلے سارے کام مکمل کر لے گا۔"

"مجھے تو حیرت اس بات پہ ہو رہی ہے کہ بڈ نے اتنی جلدی یہ کام کر کیسے لیا۔" تہذیب نے کہا۔ اسے بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے مذاق سے بڈ بہت زیادہ دل گرفتہ ہو گیا ہے۔ "کیا تم ہمیں تفصیلات نہیں بتاؤ گے بڈ؟"

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ اجازت نامے معمولی سی رقم کے عوض مل جاتے ہیں۔" بڈ نے نیم دلی کے ساتھ کہا۔ "بہت سے لوگ اس راستے سے تفریحاً بھی لندن کا سفر کرتے ہیں لہٰذا یہاں ایسی ایجنسیاں قائم ہیں جو معمولی رقم کے عوض ایسے اجازت نامے بنوا دیتی ہیں۔ چونکہ ہم لوگ ہنگامی حالات سے گزر رہے ہیں اور ہمارے پاس کاغذات بھی نہیں ہیں اس لیے میں نے ایک ایجنٹ کو منہ مانگی رقم دے کر اس سے چار اجازت نامے حاصل کر لیے۔ اس کے ساتھ ساتھ میں نے آج شام روانہ ہونے والے اسٹیمر کے ٹکٹ بھی حاصل کر لیے تاکہ ہم جلد از جلد یہاں سے نکل سکیں۔"

"تم واقعی کمال کے آدمی ہو بڈ۔" میں نے تعریفی انداز میں کہا۔ "تمھارے علاوہ کوئی اور یہ کام اتنی جلدی نہیں کر سکتا تھا۔"

"تھوڑی دیر پہلے تو تم کچھ اور کہہ رہے تھے چیف۔" بڈ نے مجھے مشکوک نظروں سے دیکھا۔

"ارے وہ تو میں مذاق کر رہا تھا۔" میں نے کہا اور بڈ خوشی سے پھول گیا۔

"میری ایک محبوبہ نے بھی ایک بار مجھ سے اسی قسم کا مذاق کیا تھا۔" وہ ترنگ میں آ کر بولا۔ "بڈ کے ساتھ مصیبت یہ ہے کہ وہ مذاق اور حقیقت میں تمیز نہیں کر سکتا۔"

زاہرہ کو بے اختیار ہنسی آ گئی اور بڈ اسے گھورنے لگا۔ "تم کیوں ہنس رہے ہو؟" وہ غرایا۔

"کچھ نہیں مسٹر بڈ! دراصل مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ گئی تھی کہ آپ پر اس مذاق سے کیا گزری ہوگی؟"

"بڈ کی کوئی محبوبہ مذاق میں بھی اس کی برائی کر دے تو بڈ اداس ہو جاتا ہے۔" بڈ نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "ایسے شخص کی زندگی کا کیا فائدہ جس کی محبوبہ اس کی برائی کرتی ہو۔"

"معلوم نہیں مسٹر بڈ۔" زاہرہ نے ہنسی ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل مجھے محبوباؤں کا کوئی تجربہ نہیں ہے۔"

"کیا مطلب؟" بڈ چونک پڑا۔ "کیا تمھاری کوئی محبوبہ نہیں ہے؟"

"نہیں مسٹر بڈ! بدقسمتی سے میری کوئی محبوبہ نہیں ہے۔" زاہرہ نے جواب دیا۔

"مجھے بہت افسوس ہوا مسٹر زاہرا! تم اس دنیا کی سب سے زیادہ قابلِ رحم ہستی ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔" بڈ نے سر ہلایا۔ "ذرا فرانس سے نکل لینے دو پھر تمھاری زندگی کی اس سب سے بڑی کمی کو میں پورا کر دوں گا۔"

"آپ مسٹر بڈ!" زاہرہ نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "واقعی آپ باکمال آدمی ہیں۔ مجھے معلوم نہیں تھا کہ آپ میں محبوبہ بننے کی صلاحیت بھی ہے۔"

تہذیب کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بڈ بری طرح جھینپ گیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ دراصل مجھ پر محبوبائیں برستی ہیں۔ ان میں سے کسی کو تمھاری طرف ڈائریکٹ کر دوں گا۔"

"نہیں مسٹر بڈ۔" زاہرہ نے مستغنیانہ انداز میں سر ہلایا۔ "سیکنڈ ہینڈ محبوبہ کا بھلا میں کیا کروں گا۔"

"اچھا تو پھر بڈ تمھارے لیے کوئی نئی نویلی محبوبہ تلاش کرے گا۔" بڈ نے بڑے خلوص سے کہا۔

"آخر آپ پر محبوبائیں کیوں سوار ہیں مسٹر بڈ؟" زاہرہ اس کی سنجیدگی دیکھ کر بوکھلا گیا۔

"تمھیں یہ لفظ اچھا نہیں لگا مسٹر زاہرا! کتنی نغمگی ہے اس لفظ

میں۔ محبوبہ! ایسا لگتا ہے پوری کائنات کی حلاوت اس ایک لفظ میں تحلیل ہو کر رہ گئی ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر بڈ لیکن عموماً محبوبائیں بے وفا ہوتی ہیں اس لیے مجھے تو معاف ہی رکھیے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو میرے بھائی! بڈ کو بھی بڑے تلخ تجربات ہوئے ہیں لیکن بڈ ابھی مایوس نہیں ہوا۔ اسے امید ہے کہ کسی روز کوئی باوفا قسم کی محبوبہ مل جائے گی جیسے چیف . . . ."

"بس۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "بہت بے ہودگی ہو گئی۔ اب کام کی بات کرو۔"

"کام کی بات یہ ہے چیف کہ اجازت ناموں کی رو سے میں اور زاہر تو اکٹھے سفر کر سکیں گے لیکن تمھیں اور میڈم کو اجنبیوں کی طرح سفر کرنا ہوگا۔"

"یہ تو ہو جائے گا لیکن اب صرف اس بات کی طرف سے تشویش باقی رہ گئی ہے کہ کہیں ڈنکرک سے ڈوور تک کے راستے بھی تو پولیس چیکنگ کی زد میں نہیں ہیں۔"

"یہ تو وہاں پہنچ کر ہی معلوم ہو سکے گا چیف! مجھے اس بات کا خیال تو آیا تھا لیکن میں نے احتیاطاً کسی سے اس بارے میں پوچھ گچھ کرنے سے گریز ہی کیا۔" بڈ نے کہا۔

"تم نے بہت اچھا کیا۔ ہمیں کوئی بھی ایسی بات کرنے سے گریز کرنا چاہیے جس سے کوئی شخص ہماری طرف سے مشکوک ہو۔"

"ممکن ہے اس راستے پہ بھی زبردست چیکنگ ہو رہی ہو۔" تہذیب بولی۔ "لیکن تھوڑی دیر قبل جو بات بالکل ہی ناممکن معلوم ہو رہی تھی اب وہ کم از کم ممکنات کی حدود میں تو داخل ہو گئی ہے۔"

"اب ہمیں یہاں سے روانہ ہو جانا چاہیے۔" میں نے کہا۔ "ہم لوگ یہاں سے الگ الگ روانہ ہوں گے۔ پہلے بڈ اور زاہرا، اس کے بعد تہذیب اور سب سے آخر میں، میں نکلوں گا۔ ہم سب کو بندرگاہ تک پہنچنا ہے۔ ہم الگ الگ ہوں گے لیکن ایک دوسرے پر نظر رکھیں گے تاکہ کسی مصیبت میں پڑنے کی صورت میں دوسرے لوگ مدد کر سکیں۔ اسٹیمر کی روانگی کے بعد ہم بے فکر ہو جائیں گے لیکن ڈوور کی بندرگاہ پر ایک دوسرے سے مل جائیں گے۔"

ہم نے بڈ سے اپنے کاغذات لیے اور پھر ہمارے سفر کا پہلا مرحلہ شروع ہو گیا۔ میں سب سے آخر میں بندرگاہ پہنچا تھا۔ بندرگاہ پر میں نے کوئی غیر معمولی بات محسوس نہیں کی۔ معلوم نہیں کیوں پولیس نے اس ذریعے کو نظر انداز کر دیا تھا اور یہ ہمارے حق میں بہت اچھا ثابت ہوا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ معمول کی کارروائیاں سرانجام دینے والے پولیس کے عملے کے پاس ہماری قلمی تصاویر موجود رہی ہوں اور پیرس کی پولیس نے صرف اسی بات پر انحصار کر رکھا ہو کہ ہم اپنی اصل صورتوں میں سفر کرنے کی کوشش کریں گے تو پھنس جائیں گے۔

غروب آفتاب سے کچھ دیر قبل ہی اسٹیمر نے ساحل چھوڑ دیا۔ میرے علاوہ تہذیب، زاہرا اور بڈ بھی کسی خطرے سے دوچار نہیں ہوئے تھے۔ اب بظاہر ہم لوگ خطرے کی حدود سے نکل آئے تھے۔ میں عرشے پہ کھڑا ہو کر ڈوبتے ہوئے سورج کا نظارہ کرنے لگا۔ میری طرح اور بھی بہت سے مسافر عرشے پر لگی ریلنگ کے سہارے کھڑے ہوئے اس حسین نظارے سے لطف اندوز ہو رہے تھے۔ عرشے پر خنکی ضرور تھی لیکن ابھی وہ خنکی ناگوار نہیں گزر رہی تھی۔

میری نگاہ سمندر کی پرسکون لہروں پر جمی تھی لیکن ذہن میں ہلچل مچی ہوئی تھی۔ میرے اندازے کے مطابق اوٹیل میکائیل ایک سیدھا سادہ تاجر تھا اس لیے اس کے مقابلے میں ہم نے آسانی سے کامیابی حاصل کر لی تھی جبکہ ہاروت رابیل نہ صرف جوڑ توڑ والا آدمی تھا بلکہ عیار بھی تھا۔ اسے جرائم پیشہ لوگوں کی خدمات حاصل تھیں اور اوٹیل میکائیل کی نسبت اس سے نمٹنا ہمارے لیے بہت دشوار ثابت ہو سکتا تھا۔

مجھے جرمنی میں فارمولوں کے حصول والی مہم یاد آئی اور اس کے بارے میں سوچ کر میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ فارمولوں کے حصول کے چکر میں کئی بار ہماری زندگیاں خطرے میں پڑیں اور اس کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہماری قسمت میں ابھی جینا لکھا تھا اس لیے ہم زندہ تھے ورنہ جس جس طرح ہم پر حملے کیے گئے تھے اس کے بعد ہمارا زندہ بچ جانا کسی معجزے سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔ فارمولوں کا ہمارے ہتھے چڑھ جانا بجائے خود کسی معجزے سے کم معلوم نہیں ہوتا تھا۔ اگر ڈی فوسٹر نے مرتے وقت ہمیں آگاہ نہ کر دیا ہوتا تو فارمولوں کا راز ہمیشہ کے لیے لاینحل ہی رہ جاتا۔ مجھے ڈی فوسٹر سے عجیب سی انسیت محسوس ہوئی تھی۔ وہ ستم رسیدہ آدمی تھا، مظلوم تھا اور اس نے اپنے خاندان کی بہبود کے لیے ایک منصوبہ تیار کیا تھا لیکن ان بدقسمت لوگوں نے اسی کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور وہ بے چارہ اپنی زندگی تک سے محروم ہو گیا۔ ڈی فوسٹر جس نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ ہاروت رابیل کی قید میں گزارا اور بڑی مجبوری کے عالم میں اپنی خدمات سے یہودیوں کو فائدہ پہنچاتا رہا۔ یہودی جنھیں میں عالم اسلام کے لیے ایک خطرہ تصور کرتا تھا، ہٹلر نے انھیں جرمنی کے لیے خطرہ سمجھا تھا اور بڑے پیمانے پر یہودیوں کا قتل عام کرایا تھا۔ ہٹلر جو ایک بے دین شخص تھا لیکن اس نے بھانپ لیا تھا کہ جرمنی کو یہودیوں کے ناپاک وجود سے پاک کیے بغیر ایک مضبوط مملکت کا خواب کبھی شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکے گا۔ اس نے جانچ لیا تھا کہ یہودیوں سے بڑھ کر مفاد پرست قوم روئے زمین پر اور کوئی نہیں ہے۔ وہ اپنے ذاتی مفاد کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خاطر یہ لوگ بڑی سے بڑی چیز کا سودا کر سکتے ہیں۔ ہٹلر کے ان نظریات کی پوری جرمن قوم حامی ہے۔ اسی وجہ سے یہودی لابی جرمنوں کی دشمن ہے اور میں جرمنوں کو اپنا دوست سمجھتا ہوں۔ ڈی فوسٹر بھی یہودیوں سے نفرت کرتا تھا، نہ صرف نفرت کرتا تھا بلکہ اُس نے یہودیوں کے ہاتھوں ناقابلِ برداشت اذیتیں بھی اُٹھائی تھیں، اپنی عمر کا بڑا حصہ اُن کی قید میں بسر کیا تھا اور آخر میں اُنھی کی وجہ سے موت کو گلے لگانے پر بھی مجبور ہوا تھا۔ میں ڈی فوسٹر کی موت کو عمر کے کسی حصے میں بھی فراموش نہیں کر سکتا تھا۔ اُس نے جتنی اذیتیں سہی تھیں اور جس قدر بے بسی سے میری آنکھوں کے سامنے موت کی آغوش میں پہنچا تھا اُس کا ذمّے دار سو فیصدی ہاروت رابیل تھا جس سے انتقام لینے کے لیے میں بُری طرح بے چین تھا۔ تہذیب کا مقصد صرف ہاروت رابیل سے فلسطینیوں کے لیے دولت کا حصول تھا جبکہ میرے لیے اُس سے ڈی فوسٹر کی موت کا انتقام لینا اوّلیں مقصد تھا۔ باقی ہر چیز ثانوی حیثیت کی حامل ہو کر رہ گئی تھی۔

میں اپنے خیالات میں اس طرح ڈوبا کہ مجھے وقت گزرنے کا احساس ہی نہ ہو سکا۔ اسٹیمر کے عرشے پر تاریکی پھیل گئی تھی۔ سورج غروب ہوئے دیر ہو چکی تھی اور خنکی نے سردی کی شکل اختیار کر لی تھی۔ عرشے پر موجود مسافر سمندر کی تیز و تند سرد ہوا سے بچنے کی خاطر غالباً اسٹیمر کی نچلی منزل پر واقع قہوہ خانے میں جا چکے تھے۔ میں نے بھی سردی سے بچنے کے لیے وہیں جانے کا فیصلہ کیا۔

عرشے کے برعکس قہوہ خانے میں سمندری لہروں کا شور نہیں تھا لیکن یہاں انسانی آوازیں اس قدر تھیں کہ اُن کے سامنے سمندری لہروں کا شور ماند پڑتا نظر آ رہا تھا۔ کثرتِ تمباکو نوشی کے باعث قہوہ خانے کی فضا میں دُھویں کے مرغولے چکراتے پھر رہے تھے۔ ماحول میں سگریٹ اور شراب کی تیز بُو پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ لوگوں کے ہاتھ میں کافی کے کپ دیکھ کر میری جان میں جان آئی ورنہ میں تو سوچ رہا تھا کہ اگر یہاں چائے یا کافی کا رواج ہی نہ ہوا تو میں اس یخ بستہ رات میں ٹھٹھر کر رہ جاؤں گا۔

قہوہ خانے میں لوگوں کی اکثریت میزوں اور کُرسیوں پر ٹانگیں پھیلائے اونگھنے اور سونے کی کوشش میں مصروف تھی۔۔۔۔

قہوہ خانے کے دروازے کے ساتھ ہی سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک معمّر شخص ٹیک لگائے بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اُس کی نگاہیں فرش پر جمی تھیں جہاں ایک بدمست نوجوان جوڑا مخربِ اخلاق حرکتیں کرنے میں مصروف تھا۔ ایک طرف چند موسیقار اپنے سازوں سے ٹیک لگائے اونگھ رہے تھے۔ میں اُن سب کو نظر انداز کر کے کاؤنٹر کی طرف بڑھ گیا جہاں سے شراب کی ناگوار بُو کے ساتھ ساتھ گرما گرم کافی کی سوندھی خوشبو بھی اُٹھ رہی تھی۔

میں نے کاؤنٹر کے عقب میں موجود شخص کو کافی کا آرڈر دیا ہی تھا کہ عقب سے ایک ہاتھ میری کمر پہ آ جما۔ میں چونک کر پلٹا۔ وہ فرانس کی بے حیا تہذیب کی شاہکار ایک نوجوان لڑکی تھی جس کی آنکھیں نشے کی شدّت سے جھکی پڑ رہی تھیں۔ سُرخ رنگ کے رنگے ہوئے بالوں کی لٹیں اُس کے چہرے پر جھول رہی تھیں۔ میک اپ کے نام پر چہرے پر بھی مختلف رنگوں سے گل کاری کی گئی تھی۔ وہ یقیناً بے حد حسین نقش و نگار کی مالک رہی ہو گی لیکن اُس نے مصنوعی گل کاری کر کے اپنے آپ کو کراہت آمیز بنا لیا تھا۔ کم از کم مجھے تو یہی محسوس ہوا۔

"تم نے کافی طلب کی ہے کیوں؟" اُس نے خمار آلود لہجے میں کہا: "کیا یہ سرد رات صرف کافی کے لیے ہے؟"

"میں آپ کو کس نام سے مخاطب کروں خاتون؟" میں نے اُس کا ہاتھ اپنی کمر سے ہٹاتے ہوئے کہا۔

"ناموں میں کیا رکھا ہے۔" اُس نے کہا: وہ بُری طرح مدہوش تھی: "ویسے تم مجھے میگی کہہ سکتے ہو۔"

"محترمہ میگی! رات اگر اس سے بھی زیادہ سرد ہو میں تب بھی کافی کے علاوہ کچھ نہیں پیتا۔"

"تم شراب نہیں پیتے!" لڑکی نے حیرت سے سوال کیا: "کون سے پاگل خانے میں تھے؟"

میرے ہونٹوں پر ایک تضحیک آمیز مسکراہٹ اُبھر آئی: "محترمہ میگی! میرا خیال ہے کہ۔۔۔"

"تمھارا ہر خیال غلط ہے۔" میگی نے میری بات کاٹ دی پھر کاؤنٹر مین سے مخاطب ہوئی: "نہیں اسے کافی نہیں شراب دو۔"

کاؤنٹر پر موجود شخص پہلے ہی میرے لیے کافی نکال چکا تھا اس لیے اُس نے سوالیہ نظروں سے میری طرف دیکھا جبکہ میگی نے کمال بے تکلّفی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کافی کے کپ کی طرف ہاتھ بڑھایا تو میں نے اُس کا ہاتھ اپنی گرفت میں لے لیا۔

"کیا کرتے ہو ڈارلنگ! شراب پیو شراب۔ اسٹیمر پر ٹیکس فری شراب ملتی ہے۔ تمھیں صرف ففٹی پرسنٹ ادائیگی کرنی پڑے گی۔"

"اور تم؟" میں نے سوالیہ نگاہوں سے میگی کی طرف دیکھا تو وہ شرابیوں کے سے انداز میں ہنس پڑی۔

"میں بھی ٹیکس فری ہوں ڈارلنگ۔" اُس نے وارفتگی سے کہا۔ "تم مجھے ہر طرح سے استعمال کر سکتے ہو۔"

میرے ہونٹ نفرت سے سکڑ گئے: "افسوس مجھے ٹیکس فری چیزوں میں کوئی کشش محسوس نہیں ہوتی۔" میں نے کہا اور تیزی سے وہاں سے ہٹ گیا۔

لوگوں کی باتیں سُن کر مجھے معلوم ہو گیا کہ اسٹیمر رات بھر سفر کرنے کے بعد صبح تک ڈوور پہنچے گا۔ کافی کی چسکیاں لیتے ہوئے میں وہاں موجود لوگوں کی خرمستیاں بھی دیکھتا جا رہا تھا۔ اس راستے سے سفر کرنے والے کچھ لوگ واقعی ایسے ہوتے ہیں جو کسی ضروری کام سے ڈنکرک سے ڈوور تک کا سفر کرتے ہیں لیکن ایسے لوگوں کی بھی کمی نہیں ہوتی جو سفر کے ساتھ ساتھ اپنی ساتھی لڑکیوں سے مستقبل کے سارے معاملات بھی اسٹیمر پر ہی طے کر لیتے ہیں۔ اور پھر ٹیکس فری شراب اور اس کے علاوہ ٹیکس فری لڑکیاں!

مجھے کچھ ایسے افراد بھی نظر آئے جنھوں نے لڑکیوں جیسے منی اسکرٹ پہن رکھے تھے۔ یہ اسکرٹ چار خانے والے اونی کپڑوں کے بنے ہوئے تھے۔ یہ اسکاٹ لینڈ کے بہادر مردوں کا روایتی لباس تھا جو کلٹ کہلاتا تھا۔ لڑکیاں اس لباس پہ مرتی ہیں اور یہ اُن کا پسندیدہ ترین لباس ہے۔ یورپی اقوام کی یہ دیوانگی میرے لیے کوئی نئی بات نہیں تھی۔

کافی ختم ہو گئی۔ اس سرد موسم میں گرما گرم کافی کا ایک کپ مزا دے گیا تھا۔ اسٹیمر کی روانگی کے بعد سے تہذیب، مجدا اور زاہر کہیں نظر نہیں آئے تھے۔ مجھے بالکل معلوم نہیں تھا کہ وہ لوگ اسٹیمر کے کس حصّے میں پائے جاتے ہوں گے۔ ممکن ہے انھوں نے احتیاطاً لوگوں کے درمیان آنے سے گریز کیا ہو۔

قہوہ خانے کے مذموم ماحول میں زیادہ دیر رُکنا میرے لیے ممکن نہیں تھا اس لیے میں عرشے کی طرف چل پڑا۔ مجھے معلوم تھا کہ عرشے پہ مجھے سخت سردی کا سامنا کرنا ہو گا لیکن فی الحال اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی نہیں تھا۔ قہوہ خانے کی گھٹن برداشت کرنا بھی آسان نہیں تھا۔

عرشہ ویران پڑا ہوا تھا۔ اسٹیمر کے جنگلے کے اوپر لگے ہوئے بلب جل رہے تھے جن کی مدھم روشنی عرشے کے بھیگے تختوں پہ چمک رہی تھی۔ کیبنوں کے ساتھ ساتھ آرام کرسیوں کی قطار رکھی تھی جن میں سے کچھ کرسیوں پر اونی کمبل اوڑھے مسافر گٹھڑیوں میں سر دیے سو رہے تھے۔ رودبارِ انگلستان کی موجیں اسٹیمر سے سر ٹکرائیں اور ایک ہلکی سی پھوار فضا میں بلند ہو جاتی۔ میں نے رسّیوں پر جھولتے ہوئے قمقموں سے پرے دیکھنے کی کوشش کی لیکن وہاں صرف لہروں کا شور اور مکمل تاریکی تھی۔ کبھی کبھی اسٹیمر کا ہارن زور سے بجنے لگتا اور اس کے بعد بے کراں خاموشی چھا جاتی تھی۔

میں نے بھی اپنے لیے ایک کُرسی منتخب کی اور اس پر بیٹھ کر اونگھنے لگا۔ ممکن تھا کہ انھی میں سے کسی کرسی پر میرے ساتھیوں میں سے بھی کوئی موجود ہوتا لیکن فی الوقت میں اپنے خیال کی تصدیق نہیں کر سکتا تھا۔

میں کھلی فضا میں بیٹھا ٹھٹھر رہا تھا۔ میرے پاس اوڑھنے کے لیے کچھ بھی نہیں تھا۔ مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ پیرس سے کم از کم ایک کمبل ہی خرید لینا چاہیے تھا۔ یہ قیامت خیز رات تو سکون سے بسر ہو جاتی لیکن اب غلطی ہو ہی گئی تھی تو اُسے نبھانا ہی تھا۔

وقت بہت سُست رفتاری سے گزر رہا تھا۔ سردی لحظہ بہ لحظہ بڑھتی جا رہی تھی۔ مجھ سے کچھ فاصلے پہ ایک کرسی پہ پڑی ہوئی گٹھڑی میں کبھی کبھی کلبلاہٹ پیدا ہو جاتی تھی اور میں دزدیدہ نگاہوں سے اُسے دیکھنے لگتا تھا کہ شاید اس طرح سردی کا اثر ذرا زائل ہو جائے۔ تھوڑی دیر بعد گٹھڑی میں ذرا زوردار کلبلاہٹ پیدا ہوئی اور گٹھڑی میں پوشیدہ شخصیت عیاں ہو گئی۔ مدھم روشنی میں نظر آنے والے خدوخال بہت حسین تھے۔ گہری نیلی آنکھیں، ناک قدرے اوپر کو اُٹھی ہوئی، سرخ و سفید گول چہرہ اور لمبے لمبے بال بے حد بھلے لگ رہے تھے۔ وہ نیند آلود آنکھوں سے اِدھر اُدھر دیکھتی رہی اور پھر اُس کی نظر مجھ پہ جم گئی۔ شاید اُس نے اندازہ کر لیا تھا کہ میں جاگ رہا ہوں۔ اُس نے اپنے جسم کے گرد کمبل اچھی طرح لپیٹا اور آہستہ آہستہ میری طرف بڑھی۔

"ایکس کیوز می! آپ کے پاس لائٹر یا ماچس ہے؟" اُس نے میرے نزدیک پہنچ کر کہا۔

میں بھونچکا رہ گیا۔ اُس کی آواز بے حد بھاری اور مردانہ تھی۔ خدوخال سے قطعی اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کوئی لڑکا ہے لیکن دنیا کی کسی بھی لڑکی کی آواز اس قدر بھاری نہیں ہو سکتی تھی۔ مجھے اپنے اندازے کی تصحیح کرنا پڑی۔ وہ لڑکی نہیں بلکہ کوئی۔۔۔ آوارہ گرد ہپی لڑکا تھا۔ میں نے سنبھل کر اُس سے معذرت کی تو وہ دوسری گٹھڑیاں ٹٹولنے لگا اور پھر اُس نے اپنی جیب سے چرس بھری سگریٹ نکالی۔ شاید کہیں سے اُسے ماچس نصیب ہو گئی تھی۔ اُس نے سگریٹ سُلگائی تو فضا میں چرس کی بُو پھیلنے لگی اور مجھے کرسی سے دستبردار ہونا پڑا۔

کرسی سے اُٹھ کر میں ٹہلتا ہوا وہاں سے کافی دُور ریلنگ کے ساتھ آن کھڑا ہوا۔ سمندر سے چلنے والی ہوائیں رگوں میں خون جمائے دے رہی تھیں لیکن اِن ہواؤں سے بچنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ماحول پہ سکوت طاری تھا۔ معلوم نہیں تہذیب وغیرہ کہاں غائب ہو گئے تھے۔ مجھے بڈّھے پر غصّہ آنے لگا۔ اُسی نے کہا تھا کہ مجھے اور تہذیب کو الگ الگ سفر کرنا چاہیے۔ اس وقت اگر تہذیب موجود ہوتی تو میں اُس سے باتیں کر کے ہی سردی کا احساس کم کرنے کی کوشش

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کرتا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس طرح ایک دوسرے سے بالکل ہی اجنبی بن کر سفر کرنے کی کیا تُک تھی۔

دفعتاً میں نے عرشے پر قدموں کی آوازیں سنیں۔ یہ زنانہ سینڈلوں کی آوازیں تھیں۔ میں نے پلٹ کر دیکھا اور مدھم روشنی کے باوجود میگی کو پہچان لیا۔ وہ میری ہی طرف آرہی تھی۔

"اوہ یہ تھی ہو ناتی بولٹے' جسے ٹیکس فری چیزیں پسند نہیں ہیں۔" اُس نے میرے قریب پہنچ کر بہکے ہوئے لہجے میں کہا۔

"تم یہاں کیا کر رہی ہو۔ تمھارے پاس کوئی کمبل وغیرہ نہیں ہے، جاؤ قہوہ خانے میں واپس جاؤ۔ تمھیں سردی لگ جائے گی۔"

میگی ہنس پڑی۔ "مجھے وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے پاس کیبن موجود ہے۔"

"کیا تم تنہا سفر کر رہی ہو؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ میرے ذہن میں خیال آیا تھا کہ اگر وہ تنہا ہے تو اُسی کے کیبن میں رات کیوں نہ بسر کی جائے۔

"ہاں میں بالکل تنہا بھی ہوں اور ٹیکس فری بھی ہوں۔ کیا تم مجھے میرے کیبن تک نہیں پہنچاؤ گے؟"

"ہاں تم نشے میں ہو۔ تمھیں تمھارے کیبن تک پہنچانا ضروری ہے۔ آؤ۔" میں نے اُس کا بازو پکڑ کر کہا اور اُس نے اپنا سارا بوجھ مجھ پر ڈال دیا۔

"میں نشے میں ضرور ہوں لیکن مدہوش نہیں ہوں۔" میگی نے لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں خوب سمجھ رہی ہوں۔ تم صرف میرے کیبن میں رات گزارنا چاہتے ہو لیکن یاد رکھو تمھیں اس کی قیمت ادا کرنی پڑے گی۔"

میرے ہوش اُڑ گئے۔ اُس کی مطلوبہ قیمت ادا کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا لیکن میں نے اپنے اوسان خطا نہیں ہونے دیے۔ میگی واقعی مدہوش نہیں تھی۔ وہ غلطی کیے بغیر مجھے اپنے کیبن تک لے آئی۔ میں دروازہ کھول کر اندر داخل ہو گیا۔ نہایت مختصر سا کیبن تھا جس میں صرف ایک دیوار گیر نشست نظر آ رہی تھی۔ عرشے کی خنکی سے نجات ملتے ہی مجھے خاصے سکون کا احساس ہوا۔ دیوار گیر نشست کے بعد کیبن میں صرف اتنی جگہ تھی کہ ایک آدمی فرش پر لیٹ سکتا تھا اور موجودہ حالات میں اتنی جگہ میرے لیے بہت کافی تھی لیکن اس کے لیے مجھے پہلے میگی سے نمٹنا ہوگا۔

"تم بھی یہیں آ جاؤ نا ڈارلنگ۔" اُس نے دیوار گیر نشست پر ڈھیر ہوتے ہوئے کہا۔

"وہاں اتنی جگہ نہیں ہے کہ دو آدمی لیٹ سکیں۔" میں نے اُس سے جان چھڑانے کی شریفانہ کوشش کی۔

"تو پھر مجھ کو خود تمھارے پاس آنا پڑے گا۔" میگی نے اُٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔" میں مسکرایا۔ "تمھیں زحمت کرنے کی ضرورت نہیں، میں آرہا ہوں۔"

میگی کے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ اُبھری۔ "میں ہر حال میں اپنی پسندیدہ چیز حاصل کر لینے کی عادی ہوں۔"

میں کوئی جواب دیے بغیر دیوار گیر نشست کی طرف بڑھا۔ نشست پر دو افراد کی گنجائش نہیں تھی لیکن میگی نے کھسک کر میرے لیے جگہ بنائی۔ میں سیٹ کے ایک گوشے پر ٹک گیا اور میگی نے بے تابانہ انداز میں میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ میں نے نرمی سے اپنا ہاتھ چھڑایا اور اپنے ہاتھ اُس کے کندھوں پر رکھ دیے۔ اُس پر سرشاری کی کیفیت طاری ہونے لگی۔

"اُس وقت جب تم نے کہا تھا کہ تمھیں ٹیکس فری چیزیں پسند نہیں ہیں تو مجھے بہت غصہ آیا تھا۔" وہ جذبات سے بوجھل آواز میں بولی۔

"کیوں؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ میرے ہاتھ اُس کے کندھوں کے بعد اُس کی نرم جلد والی حسین گردن پر سے گزر رہے تھے۔

"تم نے میری توہین جو کی تھی۔" اُس نے کہا۔ "لوگ مجھے حاصل کرنے کے لیے ترستے ہیں۔" اُس نے مجھ سے لپٹ جانے کی کوشش کی۔

میں نے غیر محسوس انداز میں اُسے خود سے دور رکھا اور اب میرے ہاتھ اُس کے بالوں سے کھیل رہے تھے۔ میگی کی آنکھیں بند ہو چکی تھیں اور اُس کے ہونٹوں سے لذت آمیز سسکاریاں خارج ہو رہی تھیں۔

"اب تم سو جاؤ۔" میں نے کہا۔ "تمھیں بہت نیند آ رہی ہے۔"

"نہیں۔" میگی نے تڑپ کر آنکھیں کھول دیں۔ اُس کی آنکھوں میں سُرخ ڈورے تیر رہے تھے۔ نشے کی وجہ سے آنکھیں پہلے ہی سُرخ تھیں اور اب تو ان میں جذبات کی سُرخی بھی شامل ہو گئی تھی۔ "یہ حسین رات اور تمھارا کیف آور قرب یوں سو کر ضائع کرنے کے لیے نہیں ہے۔ تم ابھی تک بیٹھے ہوئے کیوں ہو، لیٹ جاؤ۔"

"بس ایک منٹ صبر کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے کہا اور اس کے ساتھ ہی میری انگلیاں اُس کی کنپٹی پر پہنچ گئیں۔

"اوہ۔" وہ مُسکرائی۔ "تم اغوا کرنے کے قائل ہو۔" اُس نے سسکاری لے کر کہا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔ میں اغوا کرتا نہیں ہوں اغوا کراتا ہوں۔" ان الفاظ کے ساتھ میں نے اُس کی کنپٹی کی ایک مخصوص رگ دبا دی۔ میگی نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھنے کی کوشش کی۔ اس کے ہونٹ بھی کھلے ہوئے تھے۔ شاید کچھ کہنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اچانک طاری ہو جانے والی بے ہوشی نے اُسے کچھ کہنے تک کی مہلت نہیں دی اور اس کی گردن ایک جانب ڈھلک گئی۔

میں ایک طویل سانس لے کر اُس کے پاس سے اُٹھ گیا۔ میگی کو صبح ہونے سے قبل ہوش نہیں آ سکتا تھا۔ کیبن موسم کی چیرہ دستیوں سے محفوظ تھا۔ اس لیے میں نے میگی کے پیروں میں پڑا ہوا کمبل اٹھایا اور اسے فرش پر بچھا کر لیٹ گیا۔ چند گھنٹوں کی نیند بہت ضروری تھی جو عرشے پر ناممکن تھی۔ میں نے آنکھیں بند کر لیں اور جلد ہی نیند کی آغوش میں پہنچ گیا۔

صبح ہونے سے قبل ہی میری آنکھ کھل گئی اور میں جلدی سے اٹھ بیٹھا۔ میگی بے خبر سو رہی تھی۔ میں نے اُسے کمبل اُڑھایا اور کیبن سے باہر نکل آیا۔ باہر ابھی تک اندھیرا پھیلا ہوا تھا لیکن صبح ہونے کے آثار پیدا ہو چلے تھے گویا سفر کا اختتام اب قریب ہی تھا۔ ملگجے اُجالے میں ڈوور کی مشہور زمانہ چٹانیں دکھائی دے رہی تھیں۔ چٹانوں کے پہلو میں شہر کا قدیم قلعہ برقی روشنیوں سے منور تھا۔ سمندری لہروں کے شور کے درمیان قلعے کے در و دیوار سے پھوٹتی روشنیاں اندھیرے سے جنگ کرتی محسوس ہو رہی تھیں۔

میں سحر زدہ سے انداز میں اُن روشنیوں کو دیکھتا رہا۔ کچھ دیر کے لیے تو میں موسم کی شدت سے بھی بے نیاز ہو گیا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ بس اب کچھ ہی دیر بعد ڈوور کی بندرگاہ آ جائے گی اور پھر ہماری اُلجھنوں کا ایک دَور ختم ہو جائے گا۔ انگلینڈ پہنچنے کے بعد فرانس کی پولیس ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھی۔ انھیں کبھی علم ہی نہ ہو پاتا کہ ہم فرانس سے نکل چکے ہیں۔ اچانک سوجھ جانے والی ترکیب پر عمل کر کے ہم ایک بڑے خطرے سے نکل آئے تھے۔ لندن پہنچنے کے بعد ہم ہر طرح سے محفوظ ہو جاتے۔

تھوڑی دیر بعد ڈوور کا ساحل دکھائی دینے لگا۔ اسٹیمر کے مسافر بیدار ہونے لگے تھے اور جو قہوہ خانے میں تھے اُن میں سے اکثر اوپر عرشے پر آ چکے تھے۔ میں اُن میں اپنے ساتھیوں کو تلاش کر رہا تھا۔ سب سے پہلے میری نظر بڈ پر پڑی۔ وہ پہلے ہی مجھے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اپنی طرف دیکھتے پا کر وہ غیر محسوس سے انداز میں مسکرایا۔ اس کے بعد زاہر اور تہذیب بھی نظر آ گئے۔

بندرگاہ میں داخلے پر اسٹیمر نے زوردار ہارن بجایا اور ذرا ہی دیر میں اسٹیمر برتھ سے جا لگا۔ مسافر اپنا سامان سنبھال کر اُترنے کی تیاری کرنے لگے۔ میں بھی اُترنے کے لیے آگے بڑھ رہا تھا کہ کسی نے عقب سے میرا بازو پکڑ لیا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ میگی خونخوار نگاہوں سے مجھے گھور رہی تھی۔

"رات تم نے کیا حرکت کی تھی؟" وہ غرّائی۔ "اب منہ چھپا کے کہاں بھاگے جا رہے ہو؟"

میں اس ناگہانی افتاد سے بوکھلا گیا لیکن میں نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھالا اور متحیرانہ لہجے میں بولا۔ "معاف کیجیے گا محترم خاتون! میں آپ کو پہچان نہیں سکا۔"

"تمھیں یاد نہیں، تم نے کہا تھا کہ ٹیکس فری چیزیں تمھیں پسند نہیں ہیں۔" اُس نے زہریلے انداز میں کہا۔

میں نے یادداشت پر زور دینے کی اداکاری کی۔ "اوہ، ہاں، شاید قہوہ خانے میں آپ سے ملاقات ہوئی تھی۔"

"اور اس کے بعد رات تم نے میرے کیبن میں گزاری۔" میگی غصیلے لہجے میں بولی۔ "کیا تمھیں یہ یاد نہیں ہے؟"

"رات تو میں نے عرشے پر گزاری ہے۔" میں نے حیرانی سے کہا۔ "آپ کو یقیناً کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں تمھیں اپنے کیبن میں لے گئی تھی لیکن تم نے میرے ساتھ معلوم نہیں کیا حرکت کی۔ مجھے بے ہوش کر کے وہاں سے نکل آئے۔"

"جب آپ مجھے قہوہ خانے میں ملی تھیں اُس وقت بھی نشے میں تھیں، معلوم ہوتا ہے آپ نے بعد میں اور پی ہو گی۔ آپ کے حواس قابو میں نہیں تھے معلوم نہیں نشے میں آپ کو کس قسم کی غلط فہمی ہوئی ہے؟"

"میں نشے میں ضرور تھی مگر مجھے سب کچھ یاد ہے۔" میگی دانت پیس کر بولی۔ "تم مجھ سے بچ نہیں سکو گے۔"

"اگر آپ کو اتنا ہی یقین ہے تو پھر آپ کو کسی ماہرِ نفسیات سے رجوع کرنا چاہیے۔ آپ کو علاج کی ضرورت ہے۔" میرا لہجہ ہمدردانہ ہو گیا۔

"تم اتنی آسانی سے مجھے بے وقوف نہیں بنا سکتے۔" میگی نے میرے بازو کو جھٹکا دیا۔

"میرے پاس فضول باتوں کے لیے وقت نہیں ہے۔" میں نے بے رخی سے کہا اور اس سے بازو چھڑا کر آگے بڑھ گیا۔ بڈ رک کر بڑی دلچسپی سے ہماری گفتگو سن رہا تھا جبکہ دوسرے مسافروں نے ہماری طرف کوئی توجہ نہیں دی تھی۔ میں نے بڈ کی طرف بھی نہیں دیکھا اور تیزی سے اسٹیمر سے اُتر گیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ڈوور کی بندرگاہ پہ کسٹم اور امیگریشن سے بہ آسانی گزر کر ہم باہر نکل آئے۔ زاہد اور تہذیب باہر میرے منتظر تھے۔

"وہ عورت تم سے کیا کہہ رہی تھی؟" تہذیب نے کسی تمہید کے بغیر مجھ سے سوال کیا۔

"مجھ سے پوچھیے میڈم۔" بڈ نے میرے عقب سے نمودار ہوتے ہوئے کہا۔ "چیف نے رات اُس کے کیبن میں بسر کی تھی۔"

"پہلے سر چھپانے کی فکر کرو۔" میں نے کہا۔ "باتیں تو بعد میں بھی ہوتی رہیں گی۔"

بندرگاہ کے قریب ہی ہمیں ایک معمولی درجے کا ہوٹل مل گیا جہاں ہم رات بھر کی تھکن دور کر سکتے تھے۔ خطو یوں کہ ٹل چکا تھا اس لیے اب محتاط رہنے کی ضرورت بھی نہیں رہی تھی۔ ہم نے دو کمرے کرائے پر حاصل کیے۔ ایک میں میں اور تہذیب ٹھہرے اور دوسرا زاہد اور بڈ کے حصے میں آ گیا۔

"میرے لیے جلدی سے ناشتا منگوا لو۔" تہذیب نے کہا۔ "میں ناشتا کر کے سو جانا چاہتی ہوں۔"

میں نے اُس کی ہدایت پر عمل کیا۔ اُبلے ہوئے انڈوں اور پنیر کے سینڈوچ اور کافی پر مشتمل ناشتا مزہ دے گیا۔ ناشتے کے دوران ہی میں نے تہذیب کو مختصراً میگی کے بارے میں بھی بتا دیا۔ تہذیب بہت مضمحل نظر آ رہی تھی۔ گزری ہوئی رات کی تھکن نے اُسے نڈھال کر رکھا تھا اس لیے وہ جلدی جلدی ناشتا کر کے بستر میں گھس گئی اور لیٹتے ہی سو گئی۔ اُس کے سونے کے بعد دوسرا بستر میں نے سنبھال لیا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہد اور بڈ بھی اس وقت خوابِ خرگوش کے مزے لوٹنے میں مگن ہوں گے لہٰذا میرے لیے بھی بہتر یہی تھا کہ سو کر اپنی نیند پوری کر لوں۔

دن کے ایک بجے میری آنکھ کھلی۔ نیند پوری ہو چکی تھی لیکن طبیعت پر کسلمندی طاری تھی۔ تہذیب بے خبر سو رہی تھی۔ اُسے جگانا مناسب نہیں تھا اس لیے میں اُٹھ کر باتھ روم میں جا گھسا۔ آدھے گھنٹے بعد میں باتھ روم سے باہر آ گیا تو تہذیب بھی اُٹھ چکی تھی۔

"کیا حال ہے تہذیب؟" میں نے مسکرا کر پوچھا۔ "رات کی سردی کا تو کوئی اثر محسوس نہیں کر رہیں؟"

"نہیں، لیکن میں تمھارے لیے بہت پریشان رہی۔ اسٹیمر پر تمھیں بہت تلاش کیا مگر تم کہیں نظر نہیں آئے۔"

"اپنے بارے میں تو میں تمھیں بتا چکا ہوں۔ پہلے تو خود میں تم لوگوں کو تلاش کیا پھر عرشے پر ڈھونڈا۔ اگر میگی دل جاتی تو شاید اس وقت میں ڈبل نمونیے کا شکار ہو چکا ہوتا۔"

"میں تو ایک کیبن میں گھس گئی تھی جس میں کاٹھ کباڑ بھرا ہوا تھا۔ بڈ اور زاہد کے بارے میں مجھے نہیں معلوم لیکن میرا خیال ہے کہ وہ بھی کسی کیبن میں ہی گھس گئے ہوں گے۔"

"اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ تم لوگوں نے مجھ سے زیادہ ذہانت کا ثبوت دیا۔"

"یہ ہماری خوش قسمتی ہے علی کہ ہم فرانس سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ میرا خیال ہے کہ لندن میں ہمیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا۔"

"بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود ہمیں یہاں بہت محتاط رہنا ہوگا۔"

"ٹھیک ہے علی! ہم محتاط رہیں گے۔ اب میرا خیال ہے کھانا منگوا لیا جائے۔ کھانے کے بعد ہم یہ ہوٹل چھوڑ دیں گے۔"

"یہ بے سرو سامانی زیادہ عرصے تو نہیں چل سکے گی تہذیب! ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل بہتر یہ ہوگا کہ ہم روزمرہ استعمال کے لیے کچھ سامان خرید لیں۔"

"وہ تو ظاہر ہے علی! دوسرے ہوٹل میں قیام سے قبل ہم بازار سے کافی خریداری کریں گے تاکہ کوئی ہم پر کسی قسم کا شبہ نہ کر سکے۔"

کھانے سے فارغ ہو کر ہم زاہد اور بڈ کے کمرے کی طرف گئے۔ وہ دونوں بڑے مزے سے بیٹھے باتیں کر رہے تھے اور کسی بات پر ہنس رہے تھے۔ ہمیں دیکھ کر دونوں کھڑے ہو گئے۔

"ہم نے آپ لوگوں کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا چیف۔" بڈ بولا۔ "سفر کے دوران رات بڑی بھیانک گزری تھی اس لیے ہم نے فیصلہ کیا تھا کہ تمھیں آرام کرنے دیا جائے اور جب تک تم ہمیں طلب نہ کرو۔ . ."

"تم لوگوں نے کھانا کھا لیا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں چیف۔" بڈ نے کہا۔ "وہ تو ایک بجے ہی کھا لیا تھا۔"

"رات تم نے کہاں گزاری؟" میں نے اگلا سوال کیا۔

"کیپٹن کے کیبن میں۔" بڈ نے بڑے سکون سے جواب دیا۔ "میں نے ایک کمبل چرا لیا تھا اُس میں سمٹ کر ایک گوشے میں لیٹ گیا تھا، بعد میں میں نے وہ کمبل وہیں چھوڑ دیا۔ آخر ایمانداری بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

بڈ کے انداز پر میں اور تہذیب ہنس پڑے۔ زاہد نے بھی کہیں سے ایک کمبل حاصل کر کے ایک کرسی پر رات بسر کی تھی لیکن اب وہ خوفناک رات گزر چکی تھی اور ہم سب مطمئن تھے۔

"تم لوگ اپنے لیے لباس وغیرہ خرید لو۔" میں نے بڈ اور زاہد کو ہدایت کی۔

"بات تو بہت مناسب ہے چیف۔" بڈ نے سر کھجاتے ہوئے کہا۔ "لیکن اس کے لیے کرنسی کی ضرورت پڑے گی اور کرنسی ہمارے پاس ہے نہیں۔"

میں نے ضروری خریداری کے لیے کرنسی کی خاصی مقدار اُن کے حوالے کی اور اس کے بعد میں اور تہذیب بھی بازار کی طرف نکل کھڑے ہوئے۔ ہم اُسی میک اپ میں تھے جس میں ہم نے یہاں تک سفر کیا تھا لیکن اب ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم اپنے میک اپ تبدیل کر لیتے۔ چنانچہ طے یہ کیا گیا کہ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل ہم میک اپ بھی تبدیل کر لیں گے۔

بازار سے ہم نے اشد ضروری اشیا کے علاوہ میک اپ کا سامان بھی خریدا اور ہوٹل واپس آ گئے۔ بڈ اور زاہد بھی واپس آ چکے تھے۔ ہم نے اپنے میک اپ تبدیل کیے اور ہوٹل کا حساب بے باق کر کے نکل آئے۔ ہماری اگلی قیام گاہ لندن کا ایک مشہور ہوٹل تھا۔ ہمیں اس ہوٹل کی آٹھویں منزل پر دو کمرے مل گئے۔ رات کا کھانا ہم نے کمرے میں ہی طلب کر لیا تھا۔ بڈ اور زاہد بھی کھانے پر ہمارے ساتھ ہی تھے۔

"پیرس میں علی گروپ کے چند افراد باقی رہ گئے ہیں۔" تہذیب نے کھانے کے دوران کہا۔ "اُن کے بارے میں کیا فیصلہ کرنا ہے؟"

"انھیں پیغام بھجوا دو کہ وہ ہیڈ کوارٹر واپس چلے جائیں۔ فی الحال ہمیں اُن سے کوئی کام تو لینا نہیں ہے۔ وہ مشکوک لوگ بھی نہیں ہیں اس لیے انھیں پیرس کی پولیس کی طرف سے بھی کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"تم نے سن لیا بڈ۔" تہذیب نے بڈ سے کہا۔ "تمھیں پہلی فرصت میں یہ کام کرنا ہے۔ پیغام کوڈ ورڈز میں دیا جائے گا۔"

"اس ہدایت کا شکریہ میڈم۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ورنہ بڈ بے چارے کو اتنی عقل کہاں کہ خود سے یہ پیغام کوڈ ورڈز میں بھیجنے کا فیصلہ کر لیتا۔"

تہذیب نے اُسے گھور کر دیکھا مگر کچھ بولی نہیں۔ بڈ بڑے اطمینان سے سر جھکائے کھانا کھانے میں مگن تھا۔

"جب ہمیں ان لوگوں کی روانگی کی اطلاع مل جائے گی اُس کے بعد ہم امریکا کے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں گے۔"

"تیاریاں تو ہم فوراً ہی شروع کر سکتے ہیں چیف۔" بڈ بولا۔ "اُن لوگوں کی روانگی کی اطلاع ملنے تک ہماری تیاریاں مکمل ہو چکی ہوں گی اور ہم فوراً روانہ ہو سکیں گے۔"

"میرا مطلب یہی تھا۔ اُن لوگوں کو پیغام بھجوانے کے ساتھ ساتھ تم امریکا روانگی کے لیے ضروری تیاریاں بھی کل سے ہی شروع کر دو۔"

کھانے کے بعد بڈ اور زاہد چلے گئے۔ ہم نے اُن کے سامنے ہارورڈ رابیل کے متعلق گفتگو نہیں کی تھی۔ اُن کے جانے کے بعد میں نے اس مسئلے پر تہذیب سے گفتگو کی۔

"ہارورڈ رابیل کا صدر دفتر واشنگٹن میں ہے تہذیب! لہٰذا ہمیں یہاں سے سیدھا واشنگٹن ہی جانا ہوگا۔"

"ہاں علی۔" تہذیب نے کہا۔ "اُس کا صدر دفتر بھی وہاں ہے اور رہائش بھی واشنگٹن میں ہی ہے۔ اُسے تلاش کرنا ذرا مشکل نہیں ہوگا۔"

"تلاش کرنا تو مشکل نہیں ہوگا لیکن اس تک رسائی حاصل کرنا کتنا مشکل کام ہوگا۔" میں نے کہا۔

"ہاں یہ تو ہے علی! اور اس کے لیے ہمیں کوئی باقاعدہ قسم کا منصوبہ بنانا پڑے گا۔ تمھارے ذہن میں کچھ ہے؟"

"واشنگٹن پہنچنے کے بعد حالات کا جائزہ لے کر ہی کوئی فیصلہ کیا جا سکتا ہے تہذیب! اس وقت تک کے لیے ذہن کو آزاد چھوڑ دو۔ تمام تفکرات سے بے نیاز ہو جاؤ۔"

اگلے روز بڈ نے اطلاع دی کہ اُس نے پیغام بھجوا دیا ہے اور ضروری کاغذات کی تیاری کے لیے بھی کام شروع کر دیا ہے۔ بڈ

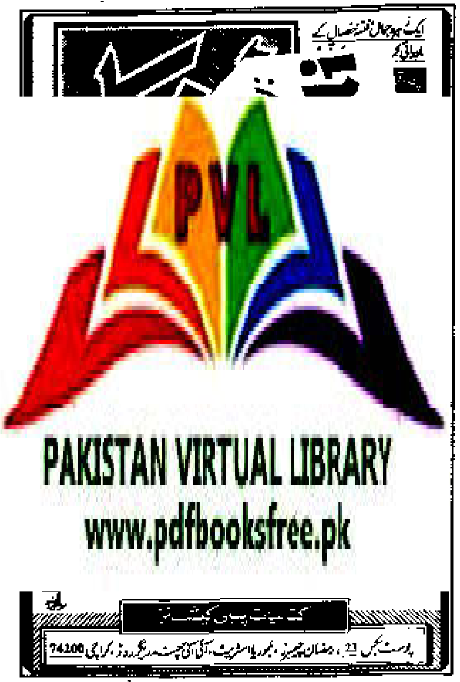

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے ٹیلی گرام کا جواب دو دن بعد ہی موصول ہو گیا جس کے مطابق علی گروپ کے پیرس میں مقیم ارکان ہیڈ کوارٹر واپس روانہ ہو چکے تھے۔ زاہر کو واپس بھجوانے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ مستقبل قریب میں ہمیں اُس کی ضرورت پڑ سکتی تھی۔ ممکن تھا ہاروت رابیل کو مطمئن کرنے کے لیے زاہر کو ایک بار پھر ڈی فوسٹر کا روپ دھارنا پڑ جاتا۔ بڈ کو بھی ہم خود سے الگ نہیں کر سکتے تھے۔ ایک تو اُس کی کارکردگی بہت عمدہ تھی، دوسرے یہ کہ وہ ہمارا پیچھا کرتا ہوا ہم تک پہنچ جاتا تھا۔ ہمیں یقین تھا کہ اگر ہم اُسے لندن میں چھوڑ کر واشنگٹن روانہ ہو جائیں تو وہ واشنگٹن ایئرپورٹ پر ہمارے استقبال کے لیے موجود ہوگا۔ ماضی میں ایسی مثالیں بکھری پڑی تھیں جب وہ ہم سے بچھڑ گیا تھا لیکن اُس نے ہمیں تلاش کرنے میں دیر نہیں لگائی اور ہم تک پہنچ گیا۔

امریکا روانگی کی تیاریوں میں ایک ہفتہ صرف ہو گیا۔ یہ کام ہم نے بہت محتاط طریقے سے کیا تھا۔ امریکا خاص طور پر ہمارے لیے خطرناک جگہ ثابت ہو سکتی تھی اس لیے کہ ماضی میں وہاں ہم نے بہت سی مہمات سرانجام دی تھیں۔ چنانچہ ہم نے اس ضمن میں خصوصی احتیاط کو مدِنظر رکھا تھا۔ آخر آٹھویں روز ہم پان امریکن ایئرلائن کے ایک طیارے سے واشنگٹن روانہ ہو گئے۔

امریکی دارالحکومت واشنگٹن میں اپنے قیام کے لیے ہم نے ایک عمدہ فائیو اسٹار ہوٹل کا انتخاب کیا۔ ہمیں اندازہ نہیں تھا کہ امریکا میں ہمیں کتنا عرصہ قیام کرنا پڑے گا اس لیے ہم نے بڑی تعداد میں کرنسی منتقل کرائی تھی جس میں ہمیں کوئی دقت نہیں ہوئی تھی اور اب ہم اخراجات کی طرف سے قطعی بے فکر تھے۔

واشنگٹن پہنچنے کے چند ہی گھنٹے بعد ہم نے ایک میٹنگ کی۔ جس میں آئندہ لائحہ عمل طے کیا گیا۔ بڈ اور زاہر کو ہاروت رابیل کے متعلق معلومات حاصل کرنے پر مامور کرنے کے بعد میں اور تہذیب واشنگٹن کی سیر کرنے نکل کھڑے ہوئے۔ مقصد صرف تفریح نہیں تھا بلکہ ہم یہاں کے حالات کا جائزہ بھی لینا چاہتے تھے۔ اس کام کے لیے ہم نے اخبارات کا سہارا بھی لیا تھا۔

چوبیس گھنٹے بعد بڈ اور زاہر نے اپنی رپورٹ پیش کر دی جس کے مطابق ہاروت رابیل کی رہائش واشنگٹن کے سب سے فیشن ایبل علاقے میں تھی۔ اس کا نام رابیل پیلس تھا اور ہاروت رابیل اس وقت رابیل پیلس میں موجود نہیں تھا بلکہ وہ واشنگٹن میں ہی موجود نہیں تھا۔

"وہ کہاں گیا ہوا ہے اور کب تک واشنگٹن واپس آ جائے گا؟" میں نے بڈ سے پوچھا۔

"اس بارے میں کچھ معلوم نہیں ہو سکا چیف۔" بڈ نے کہا۔ "وہ اپنے پروگرام خفیہ رکھنے کا عادی ہے۔"

"یہ تو اچھی ابتدا نہیں ہے۔" تہذیب نے تشویش سے کہا۔ "یہ معلوم ہونا تو ضروری ہے کہ وہ کب واپس آئے گا؟"

"آج سے تیسرے روز چیمبر آف کامرس کی ایک میٹنگ ہو رہی ہے۔" بڈ نے کہا۔ "اس میٹنگ میں ہاروت رابیل کی شرکت یقینی ہے۔"

"اتنا بہت کافی ہے۔" میں نے کہا۔ "زاہر تم پریس فوٹوگرافر کی حیثیت سے کام شروع کر دو۔ کوشش کرو کہ دو دن میں متعلقہ حلقے کے کچھ لوگ تمہیں پریس فوٹوگرافر کی حیثیت سے جاننے لگیں۔ چیمبر آف کامرس کی اس میٹنگ میں تم خاص طور پر ہاروت رابیل کی تصویریں بناؤ گے۔ ممکن ہے کسی موقع پر یہ تصاویر ہمارے کسی کام آ سکیں۔ فوری طور پر کام شروع کر دو۔"

زاہر سر ہلا کر چلا گیا اور میں بڈ کی طرف متوجہ ہو گیا۔ "تمہیں رابیل پیلس کے اطراف کا نقشہ تیار کرنا ہے۔ نقشے میں ایسے تمام راستے واضح ہونے چاہئیں جو کسی بھی اعتبار سے ہمارے کام آ سکتے ہوں۔"

"یہ تو کوئی کام نہ ہوا۔" بڈ نے مایوسانہ لہجے میں کہا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ٹھیک ہے بڈ! اس کے علاوہ تم کوئی ایسی تدبیر بھی سوچو جس کے ذریعے ہاروت رابیل تک ہماری رسائی ہو سکے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہاں یہ کام بڈ کے شایانِ شان ہے۔" بڈ نے کہا۔ اُس کا چہرہ کھل اٹھا تھا۔ اس کے بعد وہ رکا نہیں تھا فوراً ہی رخصت ہو گیا تھا۔

"یہ شخص ہمارے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت اختیار کرتا جا رہا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔

"اس میں شک نہیں کہ بے حد باصلاحیت آدمی ہے لیکن کسی پر ضرورت سے زیادہ انحصار کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

کافی دیر بعد بڈ واپس آیا۔ "میں ایک اہم خبر لایا ہوں چیف۔" اُس نے جوشیلے انداز میں کہا۔ "چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کرنے کے لیے فرانس سے مسٹر اینڈ مسز سوتراں بھی آئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے سوتراں نامی کسی شخص کا نام بھی میں نے کبھی نہیں سنا۔" میں نے کہا۔

"وہ فرانس کے بہت بڑے کاروباری ہیں۔ مسٹر سوتراں کی عمر پچپن اور مسز سوتراں کوئی چالیس سال کی ہوں گی۔"

"کیا فضول ہانک رہے ہو۔ ہم نے تو تمہیں ہاروت رابیل سے متعلق اطلاعات فراہم کرنے کو کہا تھا۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔

"اُن کے ساتھ اُن کی سیکرٹری مس پینی بھی ہے۔" بڈ نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ "میں اُسے دوست بنانے میں کامیاب ہو گیا ہوں۔"

"کہیں تمہارا یہ مقصد تو نہیں کہ ہم اُن کے میک اپ میں میٹنگ میں شرکت کریں؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"بڈ کا کام تو اطلاعات فراہم کرنا ہے چیف! ان اطلاعات سے کس طرح فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یہ سوچنا بڈ کا دردِ سر نہیں ہے۔"

"بڈ ٹھیک کہہ رہا ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "اس جوڑے کے ذریعے ہم ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کر سکتے ہیں۔"

"یہ تو میں بھی سمجھ رہا ہوں تہذیب لیکن کیا یہ طریقہ خطرناک نہیں ہوگا؟"

"خطرناک تو ہے علی لیکن یہ خطرہ مول لے کر اگر ہم وقت کی بچت کر سکتے ہیں تو اس سے فائدہ کیوں نہ اٹھائیں۔"

"ٹھیک ہے تہذیب! جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے ایک طویل سانس لے کر رضامندی ظاہر کر دی۔

"دراصل چیف! تمہیں اُن لوگوں کے بارے میں بتانے کا مقصد بھی یہی تھا کیونکہ وہ براہِ راست اس میٹنگ میں شرکت کر رہے ہیں۔ اگر تم پسند کرو تو میڈم پر بھی بہ آسانی مسز سوتراں کا میک اپ ہو جائے گا۔"

"مسئلہ یہ بھی تو ہے بڈ کہ مسٹر اینڈ مسز سوتراں کو اس میٹنگ میں شرکت سے باز کیسے رکھا جائے؟"

"اس کی فکر مت کرو چیف! بڈ سارا انتظام کر لے گا۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہ حیثیت برقرار رکھو گے یا صرف ایک عارضی ملاقات کے لیے انھیں منتخب کرو گے؟"

"عارضی ملاقات بھی بُری نہیں رہے گی۔ اگر ہم کوشش کر کے پہلے ہی مرحلے میں کامیاب ہو گئے تو اس کے بعد ظاہر ہے ہمیں اُن کا روپ دھارے رکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔"

"گویا اُن سے تمہاری ملاقات کا بندوبست کیا جائے؟" بڈ نے پوچھا۔

"ہمیں اُن کا کردار ادا کرنا ہوگا اس کے لیے اُن سے کچھ نہ کچھ واقفیت تو بہت ضروری ہے لیکن تم اس ملاقات کا بندوبست کیسے کرو گے۔ کیا وہ ہم سے ملنے کے لیے تیار ہو جائیں گے؟"

"مس پینی زندہ باد! بھلا یہ ممکن ہے کہ بڈ کوئی درخواست کرے اور مس پینی اُسے رد کر دے۔"

بڈ کی یہ صلاحیت بھی حیران کن تھی۔ اُس نے سوتراں کی سیکرٹری مس پینی کو بُری طرح اپنے دام میں پھنسا لیا تھا۔ مس پینی بے چاری کی تو حیثیت ہی کیا تھی، صحرائے اعظم افریقہ کے وحشی قبائل کی عورتیں تک بڈ میں دلچسپی لیے بغیر نہیں رہ سکی تھیں۔ معلوم نہیں اُس کی شخصیت میں ایسی کیا خاص بات تھی جس سے لڑکیاں بچ نہیں سکتی تھیں۔

بڈ نے اُسی روز مسٹر اور مسز سوتراں سے ہماری ملاقات کا بندوبست کر دیا۔ ہم نے خود کو اسپینی تاجر کی حیثیت سے اُن سے متعارف کرایا۔ امریکی دورے کے بارے میں ہم نے انھیں ایک فرضی کہانی سنا دی تھی۔ مسٹر سوتراں ایک خوش اخلاق انسان تھے۔ ذرا ہی دیر میں ہم آپس میں گھل مل گئے۔ میں نے انھیں اسپین میں اپنے کاروبار کی تفصیلات بتائیں جو زیادہ بڑا نہیں تھا اور مسٹر سوتراں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے تھے۔ جواباً مسٹر سوتراں اپنے کاروبار کے بارے میں بتا

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں بڑی توجہ سے سب کچھ ذہن نشین کرنے میں مصروف تھا۔ اس دوران تہذیب مسز سوتراں سے خاصی بے تکلف ہوگئی تھی۔ اُن دونوں کے کردار ادا کرنے کے لیے مجھے اور تہذیب کو اُن کے عادات و اطوار اور لب و لہجے کے علاوہ اُن کے کاروبار کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم ہونا ضروری تھا اور اس ملاقات کے دوران یہ ساری معلومات بتدریج ہمیں حاصل ہوتی جارہی تھیں۔ اُن سے ملاقات کرکے ہم اس نتیجے پر پہنچے تھے کہ ہم بہ آسانی اُن کا رول نبھا سکیں گے۔

مسٹر سوتراں ہم سے اتنے متاثر ہوئے کہ اگلے روز انھوں نے ہمیں ڈنر پر مدعو کر لیا۔ چنانچہ اگلی رات ہم نے اُن کے ہوٹل میں اُن کے ساتھ ہی کھانا کھایا۔ چونکہ عارضی طور پر انھیں استعمال کرنا ضروری تھا اس لیے اُن کا زیادہ سے زیادہ قرب ہمارے لیے فائدے مند تھا۔ یہ بات تو ہمیں معلوم ہو چکی تھی کہ اُن کے ساتھ صرف اُن کی سیکرٹری بینی گراہم ہی آئی ہے اور اُن کے تمام پروگرام بینی گراہم ہی طے کرتی ہے یہاں تک کہ وہ اُن کے کاروباری امور میں بھی بڑی حد تک دخیل ہے۔

بینی گراہم کے گرد بڈ نے اپنا جال بہت مضبوط کر لیا تھا اس لیے ہمیں بڈ کے ذریعے اُس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مسٹر اینڈ مسز سوتراں میٹنگ میں اپنا کیا موقف پیش کریں گے۔

"اب تو اس شخص کی صلاحیتوں پر حیرت بھی نہیں ہوتی۔" تہذیب نے کہا۔ "اس نے ہمارے لیے کتنی آسانیاں پیدا کر دی ہیں ورنہ شاید ہمیں ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کرنے میں بہت مشکلات پیش آتیں۔"

"صلاحیتیں ہر شخص میں موجود ہوتی ہیں تہذیب۔" میں نے کہا۔ "کوئی انھیں بروئے کار لے آتا ہے اور کوئی اپنی صلاحیتیں ضائع کر دیتا ہے۔ بڈ اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرنے کے ہنر سے واقف ہے۔"

تیسرے روز رات کے ساڑھے نو بجے ہمیں چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کے لیے جانا تھا۔ بڈ کے ساتھ مل کر ہم نے پورا منصوبہ ترتیب دے لیا تھا۔ طے یہ ہوا تھا کہ پونے نو بجے یعنی عین اُس وقت جب وہ لوگ میٹنگ میں شرکت کی تیاریاں کر رہے ہوں گے، بڈ انھیں بے ہوش کر دے گا۔ اُس وقت تک بینی تمام کاغذات مکمل کر چکی ہوگی۔ اس لیے ہمیں اُن کاغذات سے مکمل معلومات حاصل ہو جائیں گی۔

وقت مقررہ سے کافی قبل ہم نے مسٹر اور مسز سوتراں کا میک اپ کر لیا۔ زاہر نے ہمیں اُن دونوں کی تصویریں فراہم کر دی تھیں جس کی وجہ سے ہمیں میک اپ کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوئی۔

ساڑھے آٹھ بجے ہم اپنے ہوٹل سے نکل آئے اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سوتراں کے ہوٹل پہنچ گئے۔ بڈ ہوٹل کے دروازے پر ہمارا منتظر تھا۔ ہمیں ٹیکسی سے اُترتے دیکھ کر وہ ہمارے پاس آ گیا۔

"تمام تیاریاں مکمل ہیں چیف! وہ سیاہ رنگ کی کار سوتراں کے لیے ہے۔ تم خود اُسے ڈرائیو کرو گے۔ بقیہ تفصیلات پہلے سے تمھارے علم میں ہیں۔"

"زاہر کے بارے میں کیا خبر ہے؟" میں نے پوچھا۔ "وہ ہمیں کہاں ملے گا؟"

"زاہر چیمبر آف کامرس کی بلڈنگ میں ٹائمز کے فوٹو گرافر کی حیثیت میں موجود ہے۔" بڈ نے کہا۔ "وہ میک اپ میں ہے لیکن کسی نہ کسی طرح خود کو تم پر ظاہر کر دے گا۔"

"تم نے اُن تینوں کو بے ہوش کر دیا ہے نا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "انھیں کب تک ہوش آ جائے گا؟"

"بے ہوشی کی جو دوا میں نے انھیں استعمال کرائی ہے وہ انھیں بارہ گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آنے دے گی۔ وہ تینوں اپنے کمروں میں بارہ گھنٹے تک بے ہوش پڑے رہیں گے۔ اس دوران تمھیں اپنا کام مکمل کر لینا ہوگا۔"

"بارہ گھنٹے بھی ہمارے لیے بہت ہیں بڈ۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس دوران اگر اُن کی بے ہوشی کا راز فاش ہو گیا تو کیا ہوگا؟"

"کمال کرتے ہو چیف! ابھی تم ہوٹل کے عقبی زینوں سے اوپر جاؤ گے اور واپس اُترتے ہوئے کاؤنٹر پر کمروں کی چابیاں دو گے تو بھلا کسی کو کیا پڑی ہے کہ تمھاری غیر موجودگی . . . میرا مطلب ہے مسٹر اور مسز سوتراں کی غیر موجودگی میں اُن کے کمروں میں جانے کی کوشش کرے۔ اس کے باوجود اگر تم چاہو تو میں یہیں رک کر اُن کی نگرانی کروں؟"

"ہم کسی معمولی سی بے پروائی سے خود کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے بڈ! اس لیے بہتر یہی ہوگا کہ تم یہاں رک کر حالات پر نظر رکھو۔"

"او کے چیف۔" بڈ نے کہا۔ "میں یہیں رکوں گا۔ تم کام مکمل کرکے نو بجے تک واپس آ جانا۔"

میں اور تہذیب مالکم ایکس مسٹر اینڈ مسز سوتراں کے میک اپ میں عقبی زینوں سے اوپر گئے اور پھر چابیاں لے کر نیچے اُتر آئے۔ ہم نے چابیاں کاؤنٹر پر جمع کرائیں اور اس کے بعد ہم ہوٹل سے باہر نکل آئے۔ بڈ کا کوئی پتا نہیں تھا۔ اس نے سیاہ کار کی چابیاں پہلے ہی ہمارے حوالے کر دی تھیں۔

کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر میں نے کاغذات پر ایک نگاہ ڈالی۔ میٹنگ میں شرکت کا دعوت نامہ تھا اور کانفرنس میں اپنے کاروبار کی نمائندگی کرنے کے لیے کچھ ضروری پوائنٹس تھے۔

میں نے مطمئن ہو کر کار اسٹارٹ کر دی۔

چیمبر آف کامرس بلڈنگ کے گیٹ پر ہمارے کاغذات چیک کیے گئے اور اس کے بعد ہمیں کانفرنس ہال میں پہنچا دیا گیا۔ ہم مسٹر اور مسز سوتراں کے لیے مخصوص نشستوں پر بیٹھ گئے۔ کافی شرکا آ چکے تھے اور مزید شرکا کی آمد کا سلسلہ جاری تھا۔

ہمیں اپنی نشستوں پر بیٹھے تھوڑی ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک فوٹو گرافر ہمارے پاس آیا۔ اُس نے ہم سے تصویریں کھنچوانے کی درخواست کی اور ہمیں ترتیب سے بٹھا کر کیمرے کا لینس درست کرنے لگا۔ اسی دوران اُس نے آہستہ سے کہا "سامنے کی آٹھویں نشست پر ہاروت رابیل موجود ہے۔ آپ اُسے دیکھ چکے ہوں گے۔" اس کے ساتھ ہی اُس نے تصویر کھینچنے کے لیے بٹن دبا دیا۔ روشنی کا ایک جھماکا ہوا اور وہ گردن خم کرکے ہمارا شکریہ ادا کرنے کے بعد آگے بڑھ گیا۔

فوٹو گرافر یقیناً زاہر تھا جو ٹائمز کے فوٹو گرافر کی حیثیت سے وہاں موجود تھا اور ہاروت رابیل کی نشاندہی کر گیا تھا۔ میں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔ وہ مطمئن انداز میں سر کے بالوں پر ہاتھ پھیر رہا تھا۔ اُسے معلوم نہیں تھا کہ اُس کے سکون کے دن پورے ہو چکے ہیں اس لیے وہ اتنے اطمینان سے بیٹھا تھا۔ اگر اُسے معلوم ہو جاتا کہ کیا کیا مصائب اُس کی گھات لگائے بیٹھے ہیں تو دہشت سے بے ہوش ہو جاتا۔

"ابھی تک تو ہر کام بڑی خوبی سے انجام پا رہا ہے۔" تہذیب نے میرے کان میں سرگوشی کی۔

"ہاں۔" میں نے بھی انتہائی دھیمی آواز میں کہا۔ "خدا نے چاہا تو آئندہ بھی سب کچھ ٹھیک ٹھاک ہی ہوگا۔"

کانفرنس ہال کے دروازے بند ہو گئے۔ اور اس کے بعد کانفرنس کی کارروائی شروع ہو گئی۔ بڑے بڑے سرمایہ داروں کی خشک اور بے مقصد تقاریر سے ہمیں کوئی سروکار نہیں تھا۔ ہمیں یہ بھی معلوم ہو گیا تھا کہ کانفرنس میں ہمارے لیے ضروری نہیں ہے کہ ہم بھی تقریر کریں۔ یہ معلوم ہونے کے بعد میں بالکل پُرسکون ہو گیا تھا۔

میں اور تہذیب بیٹھے بور ہوتے رہے۔ کبھی ڈیسک بجانے کی نوبت آتی تو ہم بھی ڈیسک بجا دیتے ورنہ ہمیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہاں کیا ہو رہا ہے؟ ہماری توجہ کا مرکز تو ہاروت رابیل تھا۔ وہ خاصے ٹھنڈے مزاج کا آدمی معلوم ہو رہا تھا۔ ڈیڑھ گھنٹے تک میں نے اُسے اپنی جگہ سے جنبش تک کرتے نہیں دیکھا تھا۔

دو گھنٹے بعد وقفہ ہوا اور مہمان اُٹھ کر باہر جانے لگے۔ تقریباً تمام ہی لوگ باہر وسیع لاؤنج میں آ گئے تھے اور کاروباری معاملات پر بحث مباحثہ کر رہے تھے۔ انھی لوگوں میں ہاروت رابیل بھی شامل تھا۔ اُس کی چال میں کسی قدر لنگڑاہٹ تھی۔

"یہ سب سے بہتر وقت ہے تہذیب۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "ہمیں اسی وقت کچھ کر گزرنا چاہیے ورنہ بعد میں موقع نہیں ملے گا۔"

"لیکن یہاں اتنے بہت سے لوگوں کے درمیان ہم کیا کر سکیں گے؟" تہذیب حیران ہو کر بولی۔

"آؤ میرے ساتھ آؤ، میں تمھیں تماشا دکھاتا ہوں۔ اتنے بہت سے لوگوں کے درمیان کسی شخص کو کس طرح قابو میں کیا جا سکتا ہے۔"

میں اور تہذیب ٹہلتے ہوئے ہاروت رابیل کی طرف بڑھنے لگے۔ ہم اس وقت اس کے قریب پہنچے جب اُس کے آس پاس کوئی اور نہیں تھا۔

"ہیلو مسٹر ہاروت رابیل! کیا حال ہیں آپ کے؟" میں نے بے تکلفی سے کہا اور ہاروت رابیل چونک کر ہمیں دیکھنے لگا۔ اُس نے پہلے مجھے اور پھر تہذیب کو سر سے پیر تک دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں استعجاب کروٹیں لے رہا تھا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

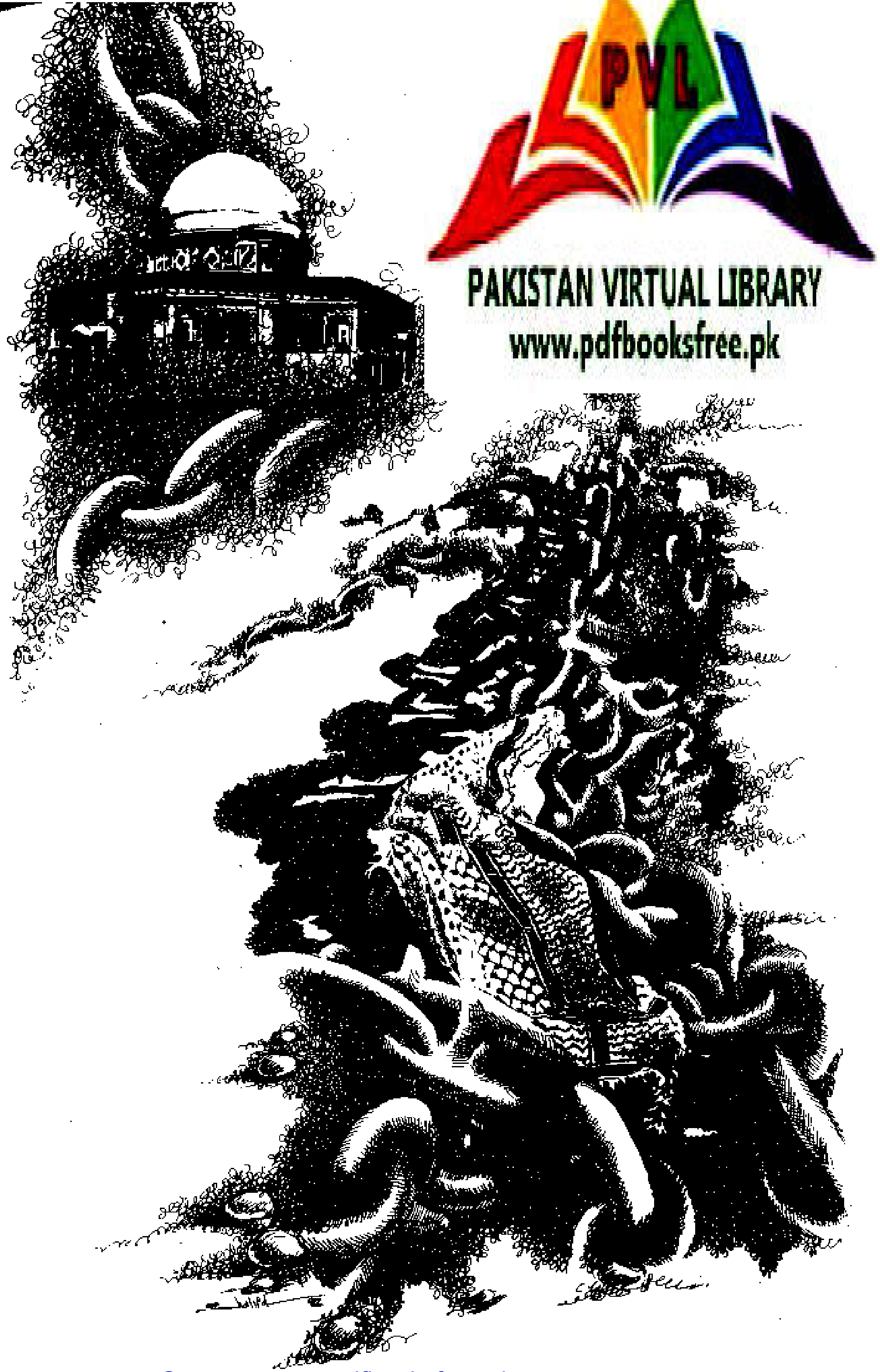

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"معاف کیجیے گا، میں نے آپ کو پہچانا نہیں"۔ ہاروت رابیل نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "غالباً اس سے قبل ہماری کبھی ملاقات نہیں ہوئی"۔

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "میرا خیال اس کے برعکس ہے مسٹر ہاروت رابیل۔ میرا نام سوتراں ہے اور یہ مسز سوتراں ہیں"۔

"اوہ اچھا! آپ لوگ فرانس سے آئے ہیں؟" اس نے پوچھا۔

"جی ہاں مسٹر رابیل، لیکن آپ نے شاید ہمارے ناموں سے ہماری قومیت کا اندازہ لگایا ہے؟"

"ظاہر ہے"۔ ہاروت رابیل نے کہا۔ اس کے لہجے میں اب بھی الجھن تھی۔ "مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میری کبھی آپ لوگوں سے ملاقات ہوئی ہو"۔

"اتفاق کی بات ہے مسٹر رابیل"۔ میں نے کہا۔ "ویسے بھی ہماری ایک ہی ملاقات ہوئی تھی اور وہ بھی بہت مختصر تھی اس لیے اگر آپ کو یاد نہیں رہا تو یہ کوئی ایسی زیادہ تعجب خیز بات بھی نہیں ہے۔ ہم جنیوا میں آپ سے ملے تھے"۔

"ممکن ہے"۔ ہاروت رابیل نے شانے اچکائے۔ "کیا حال ہیں آپ لوگوں کے؟" اس نے پوچھا لیکن یہ محض ایک رسمی سا سوال تھا۔ اس کے لہجے میں ذرا بھی گرم جوشی نہیں تھی۔

"آپ سے دوبارہ ملنے کا بڑا اشتیاق تھا مسٹر رابیل! ہم لوگ اکثر آپ کے بارے میں باتیں کیا کرتے تھے"۔

"اچھا"۔ ہاروت رابیل نے یوں بے نیازی سے کہا جیسے یہ اس کا حق رہا ہو۔

"آپ اندازہ نہیں کر سکتے کہ آپ سے دوبارہ مل کر ہم کتنی خوشی محسوس کر رہے ہیں"۔ تہذیب بولی۔

"آپ دونوں کا حد سے بڑھا ہوا اشتیاق میری سمجھ سے باہر ہے۔ میں کوئی اتنی اہم شخصیت تو نہیں ہوں"۔

"اکثر لوگ اپنے بارے میں صحیح اندازہ نہیں لگا سکتے مسٹر رابیل"۔ میں نے کہا۔ "آپ کو اپنی اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہے"۔

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے تم ذومعنی گفتگو کر رہے ہو مسٹر سوتراں! اور الجھی ہوئی گفتگو سے مجھے ویسے بھی چڑ ہے"۔

"آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے مسٹر رابیل"۔ میں نے ہنس کر کہا۔ "ہم تو بہت واضح قسم کی گفتگو کر رہے ہیں جس کا کوئی اور مطلب نہیں ہے"۔

"کیا تمہارا مقصد صرف مجھ سے ملاقات ہی کرنا تھا؟" ہاروت رابیل نے خشک لہجے میں کہا۔

"بنیادی مقصد تو یہی تھا مسٹر رابیل، لیکن ہمیں آپ سے کچھ کام بھی تھا جو یقیناً آپ کے لیے فائدے مند ثابت ہوگا"۔

"اوہ"۔ ہاروت رابیل بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھنے لگا۔ اس کا رویہ اچانک ہی تبدیل ہو گیا تھا۔ "تب تو آپ لوگ میرے ساتھ کچھ وقت ضرور گزاریے گا"۔

"ضرور گزاریں گے مسٹر رابیل"۔ میں نے کہا۔ "لیکن آپ ہم سے ملنے کے لیے کب وقت نکال سکیں گے؟"

"فوری طور پر تو میں کچھ نہیں بتا سکوں گا۔ مجھے اپنے سیکرٹری سے معلوم کرنا پڑے گا"۔

"ہم نے تو سنا تھا آپ بہت بڑے کاروباری ہیں لیکن آپ کا رویہ تو اس بات کی نفی کر رہا ہے"۔ میں نے مایوسی سے کہا۔

"میں سمجھا نہیں کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اچھا کاروباری کوئی موقع ہاتھ سے گنوانا پسند نہیں کرتا۔ آپ معلوم نہیں کیسے کاروباری ہیں کہ اس موقع سے فائدہ نہیں اٹھا رہے"۔

"سمجھنے کی کوشش کرو سوتراں"۔ ہاروت رابیل نے قدرے بے تکلفی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا کاروبار اتنا پھیلا ہوا ہے کہ میں بڑی مشکل سے کوئی وقت نکال پاتا ہوں"۔

"مجھے معلوم ہے مسٹر رابیل! لیکن آپ کو شاید اندازہ نہیں ہے کہ ہمارے پاس آپ کے لیے جو آئیڈیا ہے اس سے آپ کے بزنس کو چار چاند لگ جائیں گے"۔

"اوہ!" ہاروت رابیل نے دلچسپی سے کہا۔ "تمہیں معلوم ہے کہ میں اسلحے کی سپلائی کرتا ہوں"۔

"آپ کوئی بھی کاروبار کرتے ہوں مسٹر رابیل! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ منافع کروڑوں تک بھی پہنچ سکتا ہے"۔

"کروڑوں ڈالر کا منافع!" ہاروت رابیل نے چونک کر کہا۔

"کروڑوں ڈالر تو ایک سرسری اندازہ ہے۔ ورنہ منافع کی رقم اربوں ڈالر بھی ہو سکتی ہے"۔

ہاروت رابیل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "کیا تم میرے ساتھ مسخرہ پن کر رہے ہو سوتراں؟"

"ہرگز نہیں مسٹر رابیل! جو کچھ میں نے آپ سے کہا ہے وہ ایک اٹل حقیقت ہے"۔

"میں نہیں مان سکتا"۔ ہاروت رابیل نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر اربوں ڈالر منافع کا معاملہ ہے تو میں ہی کیوں۔۔؟"

"اس لیے کہ معاملہ آپ ہی سے متعلق ہے۔ ہم خاص طور پر اسی لیے اس کانفرنس میں شریک ہوئے ہیں۔ اگر یہ معاملہ نہ ہوتا تو شاید ہم اس کانفرنس میں شریک نہ ہوتے"۔

"مجھ سے متعلق کیا معاملہ ہو سکتا ہے؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ وہ بہت محتاط انداز میں گفتگو کر رہا تھا۔

"یہ معاملہ تفصیل طلب ہے مسٹر رابیل! اتنے مختصر وقت میں ہم آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھا سکیں گے۔ اسی لیے ہم آپ سے آپ کے قیمتی وقت کا کچھ حصہ مانگ رہے ہیں۔"

"یہ بھی تو ممکن ہے مسٹر سوتراں کہ جو بات تمھارے نزدیک بہت اہم ہے مجھے اس میں دلچسپی نہ محسوس ہو۔ کیا اس صورت میں میرا وقت ضائع نہیں ہوگا؟"

"ہمارے وقت کی بھی کوئی قیمت ہے مسٹر رابیل!" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ آپ فائدے سے اس طرح دامن کتراتے ہیں تو ہم آپ سے اتنی بات بھی نہ کرتے۔"

"اوہو تم تو ناراض ہو گئے۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میرا خیال ہے تمھاری بات سن لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اگر تم نے مجھے متاثر کر دیا تو تم دیکھو گے کہ میں تم سے کس طرح تعاون کرتا ہوں۔"

"اصل بات کا فیصلہ تو ہوا ہی نہیں مسٹر رابیل!" میں نے کہا۔ "آپ ہمیں کب وقت دے سکیں گے؟"

"اس وقت تو چونکہ کانفرنس ہو رہی ہے، اس لیے ابھی تو ممکن نہیں ہوگا۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "تم یوں کیوں نہیں آ جاتے کہ کل۔۔۔"

"کانفرنس کے بعد ہمیں گفتگو کر لینے میں کیا حرج ہے مسٹر رابیل! ہم آپ کا زیادہ وقت نہیں لیں گے۔"

"میرے خیال میں یہ موزوں نہیں رہے گا۔ کاروباری گفتگو کے لیے پرسکون ماحول درکار ہوگا۔"

"اس وقت ہماری گفتگو کاروباری نوعیت کی نہیں ہوگی۔ ہم تو آپ کو صرف اپنا آئیڈیا بتائیں گے۔ اگر آپ کو منظور ہوا تو ہم بعد کا کوئی وقت طے کر کے تفصیلی بات چیت کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھارا یہی اصرار ہے تو یوں ہی سہی۔ کانفرنس کے اختتام پر مجھ سے مل لینا۔"

وقفہ ختم ہو چکا تھا اور کانفرنس کے شرکا واپس کانفرنس ہال میں جانا شروع ہو گئے تھے۔ چنانچہ ہم بھی کانفرنس ہال میں آ کر اپنی سیٹوں پر بیٹھ گئے۔ پہلا مرحلہ کامیابی سے طے ہو گیا تھا۔ ہاروت رابیل تک رسائی ہو گئی تھی۔ اب مسئلہ صرف یہ رہ گیا تھا کہ جب ہم اس پر ڈی فوسٹر اور اپنی تھیوری سے متعلق دھماکا خیز انکشافات کریں گے تو اس کا ردعمل کیا ہوگا؟

کانفرنس جاری رہی لیکن میرا ذہن چونکہ الجھا ہوا تھا، اس لیے میں کچھ نہ سن سکا۔ مجھے تو یہ اندازہ بھی نہیں ہوا کہ کانفرنس کس وقت ختم ہوئی۔ شاید تہذیب بھی میری طرح ذہنی طور پر الجھی ہوئی تھی۔ پھر میں اس وقت چونکا تھا جب کانفرنس کے شرکا ہال سے باہر جانے لگے۔

"معلوم ہوتا ہے کانفرنس ختم ہو گئی۔" تہذیب نے چونک کر کہا۔

"یقیناً ایسا ہی ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "آؤ ہم بھی اٹھ چلیں۔" ہم اٹھ کر ہاروت رابیل کی طرف بڑھے جو ابھی تک اپنی نشست پر ہی براجمان تھا۔ ہمیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"وقت بہت ہو گیا ہے۔ اس لیے میں تمھیں آدھے گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"ہمارے لیے آپ کا آدھا گھنٹہ بھی بہت ہے مسٹر رابیل!" میں نے کہا۔ "اس سے بہت کم وقت میں آپ ہم سے متفق ہو جائیں گے۔"

"کیا خیال ہے باہر لان میں چل کر بات چیت کر لیں؟" ہاروت رابیل نے ہال کے دروازے سے باہر نکلتے ہوئے کہا۔

"لاؤنج کا وہ گوشہ کیسا رہے گا؟" میں نے ہاتھ سے لاؤنج کے ایک دور افتادہ گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ "آپ کے ساتھ کچھ اور افراد تو نہیں ہیں مسٹر رابیل؟"

"نہیں۔ بس میرا ڈرائیور اور سیکرٹری ہیں۔ وہ دونوں باہر گاڑی میں موجود ہیں۔"

"تب تو لاؤنج میں ہی گفتگو کرنا بہتر رہے گا۔" میں نے کہا۔ "کیا خیال ہے مسٹر رابیل؟"

"ٹھیک ہے۔ یہ جگہ پرسکون بھی ہے اور یہاں کرسیاں بھی موجود ہیں۔" ہاروت رابیل نے ہمارے ساتھ ٹہل کر چلتے ہوئے کہا۔

ہم تینوں لاؤنج کے اس گوشے میں کرسیوں پر آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ ہاروت رابیل نے بیٹھتے ہی اپنی کلائی پر بندھی ہوئی قیمتی طلائی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔

"آدھے گھنٹے کے اندر اندر آپ اگر مجھے متاثر نہ کر سکے مسٹر سوتراں تو اس کے بعد مجھے معذور سمجھیے گا۔ اس لیے کہ اس سے زیادہ وقت میں آپ کو نہیں دے سکوں گا۔"

"اور اگر ہم آپ کو متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے مسٹر رابیل تو پھر آپ کا رویہ کیا ہوگا؟" میں نے پوچھا۔

"اگر ایسا ہو گیا۔" ہاروت رابیل نے مسکرا کر کہا۔ "تو پھر وقت

کی کوئی اہمیت نہیں رہ جائے گی۔"

"میں آپ سے پہلے کہہ چکا ہوں مسٹر رابیل کہ میں اس سے بہت کم وقت میں آپ کو خود سے متفق کر لوں گا۔ دراصل جو آئیڈیا میں آپ کے سامنے پیش کرنے والا ہوں، وہ آپ کے عظیم الشان کاروبار سے ہی متعلق ہے۔ آپ اسلحے کی سپلائی کا کام بہت اعلیٰ پیمانے پر کرتے ہیں۔ اس بارے میں یہاں تک کہا جاتا ہے کہ بعض ملک لڑ ہی صرف اسی لیے رہے ہیں کہ آپ کا اسلحہ فروخت ہوتا رہے۔"

ہاروت رابیل کا چہرہ بے تاثر ہو گیا اور اس نے سرد نگاہوں سے مجھے دیکھا۔ "لوگوں نے اپنی اپنی بساط کے مطابق میرے بارے میں بہت سی کہانیاں گھڑ رکھی ہیں۔" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "چونکہ لوگوں کا کام ہی چہ میگوئیاں کرنا ہوتا ہے اس لیے میں ایسی باتوں پر زیادہ توجہ نہیں دیتا۔ میں نے کبھی ایسی باتوں کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ اس قسم کی کہانیاں میرے لیے نئی نہیں ہیں مسٹر سوتراں! اس لیے میں آپ کو مشورہ دوں گا کہ ان من گھڑت داستانوں سے صرف نظر کرتے ہوئے اصل بات کی طرف آ جائیے۔"

"اتنے بڑے کاروبار کو سنبھالنا بھی مسئلہ ہی ہوتا ہوگا مسٹر رابیل! یہ آپ ہی کا حوصلہ ہے کہ آپ اتنے وسیع کاروبار کو نہایت کامیابی سے سنبھالے ہوئے ہیں۔"

"میں آپ کی اس بات سے بھی متاثر نہیں ہو سکا مسٹر سوتراں، اس میں میرا اربوں ڈالر کا فائدہ کہاں ہے؟" ہاروت رابیل نے خالصتاً یہودیوں والے انداز میں کہا۔ اس کے الفاظ سے طمع ظاہر ہو رہی تھی لیکن اس کا لہجہ سپاٹ اور بے تاثر تھا۔

"فائدہ بھی ظاہر ہو جائے گا مسٹر رابیل!" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "فرض کیجیے، میں آپ کو کوئی ایسی بات بتاؤں جس کے نتیجے میں آپ کسی متوقع نقصان سے بچ سکیں تو کیا یہ بات آپ کے لیے فائدہ مند نہیں ہوگی؟"

ہاروت رابیل کی آنکھوں میں ہلکے سے جذباتی تغیر کے آثار نمودار ہوئے۔ "میں بالکل نہیں سمجھ سکا مسٹر سوتراں!" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "شاید معموں میں گفتگو کرنا تمھاری عادت ہے۔"

"میں نے تو بہت واضح بات کی ہے مسٹر رابیل! آپ بہت بڑے کاروبار کے مالک ہیں اور اربوں ڈالر منافع اسی کاروبار سے حاصل کر رہے ہیں۔ کیا آپ یہ پسند نہیں کریں گے کہ آپ کا یہ اربوں ڈالر کا منافع برقرار رہے؟"

ہاروت رابیل مجھے گھورنے لگا۔ "کیا یہ مناسب نہیں ہوگا مسٹر سوتراں کہ جو کچھ تمھیں کہنا ہے کھل کر کہہ ڈالو؟"

"حکومت امریکا نے آپ کو خصوصی مراعات دے رکھی ہیں مسٹر رابیل، ورنہ نجی شعبے میں اسلحہ ساز فیکٹریوں کے قیام کی کوئی دوسری مثال ملنا شاید ناممکن ہی ہو۔"

"تم درست کہہ رہے ہو مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے سرد مہری سے کہا۔ "اس کے علاوہ مجھے اور بھی بہت سی مراعات حاصل ہیں جن کے بارے میں تم اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"مجھے اندازہ تو تھا مسٹر رابیل لیکن آپ کی زبانی اپنے اندازے کی تصدیق سے مجھے بے حد خوشی ہوئی ہے۔ آپ کو معلوم ہے اس خبر کے بعد میرے آئیڈیے کی قدر و قیمت میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے۔"

"تمھارے پاس آدھے گھنٹے کا وقت ہے سوتراں! میں تم سے وعدہ کر چکا ہوں، اس لیے چاہے تم کتنی ہی بے سروپا باتیں کیوں نہ کرو، میں انھیں سننے کے لیے مجبور ہوں۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ آپ کا کاروبار حکومت امریکا سے حاصل شدہ مراعات کے ساتھ مشروط ہے۔ کیا آپ یہ پسند کریں گے کہ حکومت امریکا آپ سے تمام مراعات واپس لے لے۔ نہ صرف مراعات واپس لے بلکہ آپ کی تمام فیکٹریاں بھی سیل کر دے۔ آپ کو گرفتار کر کے آپ پر غداری اور شاطرانہ چالیں چلنے کے الزام میں مقدمہ چلائے۔ اگر یہ سب کچھ ہو جائے تو کیا آپ کو اربوں ڈالر کا نقصان نہیں ہوگا؟"

ہاروت رابیل کے ماتھے پر شکنیں پڑ گئیں۔ اس نے بھویں سکیڑ کر پہلے مجھے اور پھر تہذیب کو دیکھا۔ اس کے بعد اس نے اپنی کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا۔

"وقت تیزی سے گزر رہا ہے مسٹر سوتراں۔" اس نے اپنے مخصوص سپاٹ اور بے تاثر لہجے میں کہا۔ "اور تم ابھی تک مجھے اپنی کسی ایک بھی بات سے متاثر نہیں کر سکے۔"

"تب تو مجبوری ہے۔" میں نے ٹھہرے ہوئے انداز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کا حوالہ دیے بغیر کام بنتا نظر نہیں آتا۔"

ڈی فوسٹر کا نام سن کر ہاروت رابیل اپنے چہرے کا مصنوعی نقاب برقرار نہیں رکھ سکا۔ اس نے یوں پہلو بدلا جیسے اس کے پہلو میں اچانک ہی کوئی نوک دار چیز چبھ گئی ہو لیکن اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال بھی لیا اور قدرے متجسس انداز میں بولا۔ "یہ ڈی فوسٹر کیا چیز ہے مسٹر سوتراں؟"

"بڑی زوردار چیز ہے مسٹر رابیل۔" میں اپنی بائیں آنکھ دبا کر بولا۔ "شاید آپ کو علم ہو کہ اس نادر الوجود شے کا تعلق جرمنی سے ہے۔"

"نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ وہ اپنی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بے نیازی برقرار رکھنے کی ناکام کوشش کر رہا تھا۔ "کیا یہ کسی قسم کی مشین ہے؟"

"مشین نہیں مسٹر رابیل، پوری فیکٹری ہے جس کے حصول کے لیے ایک دنیا سرگرداں ہے۔"

"کمال ہے!" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "میں کسی ایسی فیکٹری کے وجود سے لاعلم ہوں۔"

"مشکل یہ ہے مسٹر رابیل کہ ہمارے پاس وقت بہت کم ہے۔" میں نے مایوسانہ انداز میں کہا۔ "کتنا وقت اور باقی رہ گیا ہے مسٹر رابیل؟"

"اوہ! وقت کو چھوڑو۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "مجھے اس فیکٹری کے بارے میں تو کچھ بتاؤ۔"

"نہیں مسٹر رابیل! آپ کی لاعلمی کی جڑیں بہت گہری ہیں، شاید ہم آپ کی لاعلمی کا مداوا نہ کر سکیں۔"

"تم بتاؤ تو سہی۔ میں پوری توجہ سے تمھاری باتیں سنوں گا اور انھیں سمجھنے کی کوشش بھی کروں گا۔"

"جو شخص کسی آدمی کو فیکٹری سمجھنے پر مُصر ہو، اسے کیا سمجھایا جا سکتا ہے مسٹر رابیل؟"

"تم کس قسم کی باتیں کرتے ہو سوتراں؟" ہاروت رابیل جھنجھلا گیا۔ وہ جلد از جلد ڈی فوسٹر کے بارے میں سب کچھ جان لینا چاہتا تھا لیکن میں اس کے اعصاب کا امتحان لینے پر مُصر تھا۔

"میں بڑی حقیقت پسندانہ گفتگو کرنے کا عادی ہوں مسٹر رابیل۔" میں نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "پہلے آپ اعتراف کیجیے کہ ڈی فوسٹر کوئی چیز نہیں بلکہ ایک جیتا جاگتا آدمی ہے، بالکل میری اور آپ کی طرح۔"

"تم مجھ سے یہ اعتراف کیوں کرانا چاہتے ہو سوتراں! اس سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"ہم یہاں اپنے فائدے کے لیے نہیں بلکہ آپ کے فائدے کے لیے آئے ہیں مسٹر رابیل، لیکن ہمیں افسوس ہے کہ آپ ہم سے بالکل بھی تعاون نہیں کر رہے۔"

"میں تم سے ہر طرح کا تعاون کروں گا لیکن اس کے لیے تمھیں مجھ سے کھل کر گفتگو کرنا ہوگی۔"

"تم ڈی فوسٹر سے واقف ہو رابیل؟" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "اور مسلسل اس سے ناواقفیت کا اظہار کر رہے ہو۔"

"اگر تم زبردستی کرو گے تو میں مجبوراً ڈی فوسٹر نامی کسی شخص سے اپنی واقفیت کا اعتراف کر لوں گا لیکن اس سے کیا فرق پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے مسٹر رابیل! میں تمھیں ڈی فوسٹر کے بارے میں چند باتیں بتاتا ہوں۔ شاید انھیں سُن کر تمھاری یادداشت پر کچھ اچھا اثر پڑ جائے۔ سنو! ڈی فوسٹر ایک جرمن سائنس داں کا نام ہے جس کا تعلق جرمنی کے ایک پسماندہ خاندان شیرغ سے ہے۔ اب کیا کہتے ہو؟"

"ڈی فوسٹر تو کیا میں جرمنی کے کسی بھی سائنس داں سے واقف نہیں ہوں۔" ہاروت رابیل نے ڈھٹائی سے کہا۔ شاید اس نے تہیہ کر لیا تھا کہ کسی بات کا بھی اعتراف نہیں کرے گا۔

"کوئی بات نہیں مسٹر رابیل! میرے پاس معلومات کا ایک ایسا خزانہ موجود ہے جسے اگر میں تمھارے کانوں میں انڈیل دوں تو تمھاری یادداشت میں زلزلہ آجائے گا۔ ڈی فوسٹر نامی یہ جرمن سائنس داں تمھاری قید میں تھا۔ ایک طویل عرصے تمھاری قید میں رہا اور تم اس کی صلاحیتوں کا استعمال کرتے رہے۔ وہ تم سے تعاون کرنے پر مجبور تھا۔ اس کے بعد اسے موقع ملا اور وہ فرار ہو گیا۔"

"جو کچھ تم کہہ رہے ہو، وہ بے بنیاد الزامات کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔" ہاروت رابیل نے بڑے سکون سے کہا۔ "ایسے الزامات جنھیں تم ثابت نہیں کر سکو گے۔"

"تم نے حکومتِ امریکا کے بعض جوہری راز چُرا کر ڈی فوسٹر کے حوالے کیے تھے۔ تمھارا منصوبہ یہ تھا کہ ڈی فوسٹر کی مدد سے جوہری ہتھیار تیار کر کے مختلف جنگ باز ممالک کو فروخت کرو۔ تم چونکہ صرف عام اسلحہ بنا سکتے ہو۔ جوہری ہتھیار بنانے کی اجازت ظاہر ہے تمھیں نہیں مل سکتی۔ دوسری طرف خود حکومتِ امریکا دیگر ممالک کو جوہری ہتھیار نہیں دیتی، اس لیے تمھارا خیال تھا کہ تم چوری چھپے یہ ہتھیار ضرورت مند ملکوں کو فروخت کرو گے۔ عام اسلحے کے مقابلے میں جوہری ہتھیاروں کی فروخت پر تمھیں سیکڑوں گنا زیادہ منافع حاصل ہونے کی توقع تھی۔" میں خاموش ہو کر ہاروت رابیل کو دیکھنے لگا۔

"میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ تم مجھ پر کس حد تک الزامات عائد کر سکتے ہو۔"

"تمھاری اس توقع پر اس وقت پانی پھر گیا جب ڈی فوسٹر تمھاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔ وہ نہ صرف فرار ہوا بلکہ اپنے ساتھ وہ مسروقہ جوہری فارمولے بھی لے گیا جو تم نے خدا جانے کس طرح چوری کروائے تھے اور اُن سے تمھارا اربوں ڈالر کا منافع وابستہ تھا۔"

"کیا تم کوئی کہانی کار ہو سوتراں؟" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "تمھارا تخیل بہت زرخیز ہے۔"

"تمھارے اندازے سے کہیں زیادہ مسٹر رابیل!" میں نے

مسکرا کر کہا۔ "خیر تو ڈی فوسٹر کے فرار کے بعد تم نے اپنے ایجنٹ اس کے تعاقب میں روانہ کیے تاکہ ڈی فوسٹر کو مسروقہ فارمولوں سمیت بازیاب کیا جا سکے۔ ڈی فوسٹر یہاں سے فرار ہو کر جرمنی گیا تھا جہاں سے اس نے دنیا کے چند بڑے ممالک کو فارمولوں کی فروخت کے لیے دعوت نامے ارسال کر دیے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے برلن اور اس کے بعد ہیمبرگ دنیا کے بڑے بڑے ممالک کے ایجنٹوں کا گڑھ بن کر رہ گیا۔ ایجنٹوں کی اس بھیڑ میں تمھارے آدمیوں کے لیے کام کرنا مشکل ہو گیا۔ اس لیے کہ انھیں ہر حال میں ڈی فوسٹر کو فارمولوں سمیت حاصل کرنا تھا جبکہ اس کے مقابلے میں دوسرے ممالک کے ایجنٹوں کو ڈی فوسٹر کی زندگی سے کوئی غرض نہیں تھی۔"

"تمھاری کہانی بہت دلچسپ ہے سوتراں، لیکن یہ بتاؤ کہ تم نے یہ کہانی کس سے سُنی ہے؟"

"سنتے جاؤ رابیل! بیچ میں مت بولو۔ میرے پاس معلومات کا بڑا ذخیرہ ہے۔" میں نے کہا۔ "تمھارے آدمیوں نے عقل مندی یہ کی کہ اُن لوگوں کو توڑ لیا جنھوں نے ڈی فوسٹر کی حفاظت کی ذمے داری قبول کی تھی۔ ایسے افراد میں کنگ اٹلس اور روڈ ایلیو کے نام خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔"

کنگ اٹلس اور روڈ ایلیو کے تذکرے پر میں نے ہاروت رابیل کو چونکتے دیکھا۔ اب تک غالباً وہ یہی سمجھتا رہا تھا کہ میں نے کہیں کسی سے ڈی فوسٹر کے بارے میں کچھ سن لیا ہے اور اپنی معلومات سے اسے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہا ہوں، اسی لیے وہ میری باتوں کو اہمیت نہیں دے رہا تھا لیکن محض اس خیال سے بیٹھا میری باتیں سن رہا تھا کہ ممکن ہے میرے ذریعے اسے ڈی فوسٹر کے بارے میں کوئی نئی بات معلوم ہو جائے۔ میں نے جو حوالہ دیا اس سے یہ بات بہرحال ثابت ہوتی تھی کہ میں محض سنی سنائی باتیں نہیں کر رہا ہوں۔

"لیکن بدقسمتی سے ڈی فوسٹر اچانک لاپتا ہو گیا۔" میں نے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "اور تمھارے ایجنٹ بھی اس بات سے لاعلم ہیں کہ ڈی فوسٹر کہاں غائب ہو گیا۔ کیا میں غلط کہہ رہا ہوں مسٹر رابیل؟"

"تم... تم یہ سب باتیں کیسے جانتے ہو؟" ہاروت رابیل نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس کے اعصاب جواب دے چکے تھے، چہرہ تاریک ہو گیا تھا اور اس پر اضطرابی کیفیت طاری ہو گئی تھی جسے چھپانا اس کے بس سے باہر تھا۔

"کیوں؟ کیا ہمارے ان باتوں کے جاننے پر پابندی ہے مسٹر رابیل؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"نن... نہیں۔" ہاروت رابیل ہکلایا۔ "میرا مطلب ہے، ان چیزوں سے تمھارا کیا تعلق ہے؟ تم تو محض ایک تاجر ہو۔"

"پہلے یہ بتاؤ رابیل کہ کیا ہم تمھیں متاثر کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں یا ابھی کوئی کسر باقی ہے؟"

"میں نہیں سمجھ سکتا کہ تمھاری معلومات کا ذریعہ کیا ہو سکتا ہے!" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔

"کچھ ہی دیر پہلے تم اس بات پر مُصر تھے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں، وہ سراسر بکواس اور محض تخیل کی کارستانی ہے۔"

"اس وقت مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم میرے معاملات سے اس حد تک آگاہ ہو۔ اب اگر میں انکار کر دوں تو اس سے کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔"

"گویا تم اس بات کا اعتراف کر رہے ہو کہ جو کچھ میں نے کہا، وہ حرف بہ حرف درست ہے۔"

"ہاں... مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "تمھارے انکشافات حیرت انگیز ہیں۔"

میری جیب میں پڑا ہوا چھوٹا سا ٹیپ ریکارڈر اپنا کام کر رہا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس چھوٹے سے مگر نہایت حساس ٹیپ ریکارڈر نے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو کا ایک ایک لفظ محفوظ کر لیا ہوگا۔ میں نے ٹائمز کے فوٹوگرافر کو دیکھا جو ہم سے کچھ فاصلے پر کھڑا بڑی بے نیازی سے سگار پی رہا تھا۔ زاہر کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح مستعد تھا۔ میں بھی اپنے طور پر پوری طرح تیار تھا لیکن ہاروت رابیل کی طرف سے ہمیں کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔

"اگر تمھارے پاس وقت ہے تو میری رہائش گاہ پر چلو۔ وہاں اطمینان سے باتیں کریں گے۔" ہاروت رابیل نے کرسی پر بے چینی سے پہلو بدل کر کہا۔

"ہم اطمینان سے ہی باتیں کرنا چاہتے ہیں مسٹر رابیل۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "اس لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں جو باتیں بھی کرنی ہیں یہیں کر لیں۔"

"سمجھنے کی کوشش کرو سوتراں! میری رہائش گاہ پوری طرح محفوظ ہے۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے سر ہلایا۔ "تمھاری رہائش گاہ تمھارے لیے واقعی پوری طرح محفوظ ہوگی۔"

"وہ تمھارے لیے بھی اتنی ہی محفوظ ہوگی جتنی میرے لیے ہے۔" ہاروت رابیل زور دے کر بولا۔

"میں بہت بے وقوف آدمی ہوں مسٹر رابیل۔ اس لیے میری سمجھ میں تمھاری یہ بات کبھی نہیں آئے گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لیکن یہ جگہ...؟" ہاروت رابیل نے قدرے جھجکتے ہوئے کہا۔ "ایسی باتیں کرنے کے لیے یہ جگہ تو موزوں نہیں ہے۔"

"انتہائی موزوں ہے مسٹر رابیل! یہاں گفتگو کرنے میں تمھیں آخر کیا قباحت ہے۔ یہاں سکون ہے، کوئی ہمیں ڈسٹرب کرنے والا نہیں ہے پھر تم ہمیں اپنے گھر لے جانے پر ہی کیوں مُصر ہو؟"

"نہیں مسٹر سوتراں! میں تو ایک تجویز پیش کر رہا تھا۔ مُصر تو ہرگز نہیں ہوں۔ اگر تم میرے گھر نہیں چلتے تو نہ سہی۔" ہاروت رابیل نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔

"تب تو کوئی مسئلہ نہیں رہا۔" میں نے فاتحانہ انداز میں کہا۔ "ابتدائی گفتگو ہم یہیں کریں گے اور جو معاملات اس نشست میں طے نہیں ہو سکیں گے ان پر بعد میں کسی وقت مزید گفتگو بھی ہو سکتی ہے۔"

"ٹھیک ہے سوتراں! لیکن گفتگو شروع کرنے سے قبل میری ایک الجھن دور کر دو۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"ہم یہاں اسی لیے مل کر بیٹھے ہیں مسٹر رابیل کہ ایک دوسرے کی الجھنیں دور کریں۔ تم جو چاہو پوچھ سکتے ہو۔ اگر مناسب سمجھا تو ضرور تمھاری بات کا جواب دوں گا ورنہ مجبوری ہے۔"

"تم تو کاروباری آدمی ہو سوتراں! تمھاری بیوی بھی کاروباری معاملات میں تمھاری معاونت کرتی ہے پھر یہ ڈی فوسٹر والے معاملے سے تمھارا تعلق کیسے نکل آیا؟"

"تم تو یوں کہہ رہے ہو مسٹر رابیل جیسے اس معاملے سے ہمارا کوئی سرسری تعلق ہو۔" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

"اگر سرسری تعلق نہیں ہے تو کیا ذاتی تعلق ہے؟" ہاروت رابیل نے کہا — اس کے لہجے میں بے یقینی تھی۔

"بالکل ذاتی تعلق ہے مسٹر رابیل! لیکن تمھاری سمجھ میں یہ بات ذرا مشکل سے آئے گی۔"

"اگر تم یہ بات مجھے سمجھا دو تو میرا ذہن صاف ہو جائے گا اور پھر میں تم سے زیادہ بہتر انداز میں معاملات طے کر سکوں گا۔"

"میں ہر بات تمھیں بتا دوں گا رابیل، لیکن ذرا ترتیب کے ساتھ بتاؤں گا لیکن تم نے جو حرکت کی تھی وہ تمھارے لیے انتہائی خطرناک بھی ثابت ہو سکتی تھی۔"

"میں سمجھا نہیں سوتراں! تم کون سی حرکت کی بات کر رہے ہو؟"

"فرض کرو ڈی فوسٹر تمھارے ہاتھ نہ لگ سکا اور اس نے مسروقہ فارمولے کسی اور کو فروخت کر دیے تو کیا ہوگا؟"

"غلطی میری ہے۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ ڈی فوسٹر میری قید سے فرار بھی ہو سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ اگر اس نے امریکا کی حکومت سے رابطہ قائم کر کے تمھارا سارا کچا چٹھا کھول دیا تو...؟"

"یہی تو مشکل ہے مسٹر سوتراں۔" ہاروت رابیل نے ایک طویل سانس لی۔ "لیکن تم... میرا مطلب ہے کہ کیا...؟"

"ہاں مسٹر رابیل! ہم ان معاملات سے غیر متعلق نہیں ہیں بلکہ یوں سمجھ لیں کہ میں آپ کی مدد کرنا چاہتا ہوں۔"

"تم کس طرح میری مدد کر سکتے ہو؟" ہاروت رابیل نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "ڈی فوسٹر کہاں ہے؟"

"ڈی فوسٹر تمھارے لیے ہتھیار تیار کیا کرتا تھا نا؟ اور جوہری ہتھیاروں کے فارمولے تم نے محکمۂ خاص سے چرا کر اس کے حوالے کیے تھے تاکہ ضرورت مند ملکوں کو..."

"یہ میرا کاروبار ہے۔ اسے وسعت دینا میرا فرض ہے۔" ہاروت رابیل نے جارحانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن تم مجھ سے بار بار یہ اعتراف کیوں کرا رہے ہو۔ اس سے تمھیں کیا فائدہ پہنچے گا؟"

"یہ میں تمھیں بعد میں بتاؤں گا رابیل کہ اس سے مجھے کیا فائدہ پہنچے گا۔ فی الوقت اتنا سمجھ لو کہ میں تم سے کوئی کاروباری مفاد حاصل کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم وہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت میرے حوالے کر دو یا اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکو تو میں زندگی بھر تمھارا احسان مند رہوں گا۔"

"ایک طویل سفر کر کے امریکا آنے سے ہمارا مقصد بھی یہی تھا مسٹر رابیل۔" تہذیب نے گفتگو میں شریک ہوتے ہوئے کہا۔

"کیا مطلب؟" ہاروت رابیل چونک پڑا۔

"مطلب یہ کہ دونوں چیزیں یعنی فارمولے اور ڈی فوسٹر ہماری تحویل میں ہیں۔" تہذیب نے کہا۔

"نہیں؟" ہاروت رابیل کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ "نہیں، یہ ناممکن ہے۔ میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔"

"کیا میں نے کوئی بہت زیادہ ناقابلِ یقین بات کہہ دی ہے مسٹر رابیل؟" تہذیب نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ہاں یہ بات قطعی ناقابلِ یقین ہے۔ دنیا کے خطرناک ترین ایجنٹ سخت کوششوں کے باوجود جن چیزوں تک نہیں پہنچ سکے وہ تمھاری تحویل میں کہاں سے آ گئیں؟"

"یہ ایک الگ مسئلہ ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔ "مجھے توقع ہے کہ اس بات سے آپ کو بھی بہت زیادہ دلچسپی نہیں ہوگی کہ ڈی فوسٹر ہمارے ہاتھ کس طرح لگا۔ آپ کو آم کھانے

سے غرض ہے یا پیڑ گننے سے؟"

"نہیں، مجھے صرف ڈی فوسٹر اور ان فارمولوں سے دلچسپی ہے لیکن اس کے لیے پہلے مجھے یقین تو دلاؤ کہ وہ دونوں تمھارے ہی قبضے میں ہیں۔"

"اگر ممکن ہو مسٹر رابیل تو فی الحال اس مفروضے کے تحت ہی گفتگو آگے بڑھالو کہ تمھاری مطلوبہ چیزیں ہمارے پاس ہیں۔ اگر یہ ممکن نہیں ہے تو مزید گفتگو وقت برباد کرنے کے مترادف ہوگی۔"

"میں... میں تمھاری بات مان لیتا ہوں۔" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔ "لیکن مجھے نہیں معلوم کہ تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

"صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں مسٹر رابیل کہ اگر ہم آپ کی مطلوبہ اشیا آپ کے حوالے کر دیں تو ہمیں کیا ملے گا؟" میں نے خالص کاروباری انداز میں کہا۔

"جو چاہو مانگ لو۔ میں تمھیں منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں اگر تمھارا دعویٰ سچ ہے تو مجھے یہ تو بتا دو کہ ڈی فوسٹر تمھارے ہاتھ کہاں سے لگا؟"

"جرمنی کے ایک کاروباری دورے کے دوران وہ اتفاقاً ہم سے آ ٹکرایا تھا۔ اس وقت برلن دنیا بھر کے خطرناک ترین ایجنسیوں کا اکھاڑا بنا ہوا تھا۔ ان میں سے اکثر ڈی فوسٹر کی جان کے دشمن ہو رہے تھے اور وہ فارمولوں سے زیادہ اپنی جان بچانے کے چکر میں اِدھر اُدھر چھپتا پھر رہا تھا۔ ہم نے اسے پناہ دی اور اس نے اپنی ساری رام کہانی ہمیں سنا دی۔ اس کی زبانی ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ تم نے بھی اپنے ایجنٹ اس کے پیچھے لگا رکھے ہیں لیکن کیا تمھیں یہ سب باتیں معلوم نہیں ہیں؟ تمھارے ایجنٹ تمھیں اطلاعات تو فراہم کر رہے ہوں گے۔"

"ہاں، مجھے برابر اطلاعات مل رہی ہیں لیکن ڈی فوسٹر اس طرح غائب ہوا کہ اب اس کا سراغ مل کر ہی نہیں دے رہا تھا۔ میں اس طرف سے سخت پریشان تھا۔" ہاروت رابیل نے کہا اور پھر میں نے اچانک اسے یوں چونکتے دیکھا جیسے کسی خواب سے بیدار ہوا ہو۔ اس کی آنکھوں میں اچانک ہی دہشت ابھر آئی تھی۔ "کیا بکواس کر رہے ہو تم۔ تمھارا دماغ تو نہیں خراب ہو گیا ہے۔ کون ڈی فوسٹر؟ کیسے فارمولے؟ میں کسی کو نہیں جانتا۔ مجھے کچھ نہیں معلوم تمھیں اگر مجھ سے کوئی بات کرنی ہو تو میرے گھر پر آ کر کرو اور یہاں سے فوراً دفع ہو جاؤ۔ تم نے مجھے کوئی معمولی آدمی سمجھ رکھا ہے۔ نکلو یہاں سے ورنہ سیکورٹی گارڈز بلا کر تمھیں شوٹ کرا دوں گا۔"

"گویا تم نے خود کو سنبھال لیا ہاروت رابیل۔" میں نے متاثر ہوئے بغیر کہا۔ "میں بہت دیر سے منتظر تھا کہ کب تم اس قسم کی گفتگو شروع کرو۔ اب میں تمھیں تمھارے گھر پر فون کروں گا۔ اس کے بعد باقی باتیں ہوں گی۔"

ہاروت رابیل کوئی جواب دیے بغیر اٹھ کر چل دیا اور تہذیب نے مسکرا کر میری طرف دیکھا۔ میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر ٹیپ ریکارڈر آف کر دیا۔

"کیا ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو ٹیپ ہو گئی؟" تہذیب نے پوچھا۔

"ہونی تو چاہیے۔" میں نے جیب تھپ تھپا کر کہا۔ "اس پورے عرصے میں ٹیپ ریکارڈر آن رہا ہے۔"

"تب تو یقیناً گفتگو ٹیپ ہو گئی ہو گی۔ اب اس کے اعترافات اس کے خلاف اضافی ثبوت کے طور پر استعمال ہو سکیں گے۔"

"مجھے یقین نہیں تھا کہ اس جیسا شخص یوں آسانی سے ہمارے جال میں پھنس جائے گا۔"

"ہماری محنت کو رنگ تو لانا ہی تھا علی! ہم نے اس تک پہنچنے کے لیے کچھ کم محنت تو نہیں کی ہے۔"

"ہماری محنت اپنی جگہ اور اس کی غلطی اپنی جگہ۔ اگر وہ یہاں بات کرنے پر آمادہ نہ ہوتا، اپنے گھر پر ہی بات کرنے پر مُصر رہتا یا اگر وہ یہاں بات تو کرتا مگر اعتراف نہ کرتا تو کیا ہماری محنت رائیگاں نہ جاتی؟"

"تم بھی بعض اوقات بہت دور کی باتیں سوچنے لگتے ہو۔ ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی بازیابی اس کے لیے بہت بڑا مسئلہ ہے۔ اسے اعتراف کرنا ہی تھا۔"

ناہر ٹہلتا ہوا ہمارے پاس آ گیا۔ "وہ بڑے غصے میں واپس گیا ہے چیف۔" اس نے کہا۔

"ہاں اپنی ناکامی پر ہر شخص کو غصہ آ جاتا ہے اور وہ تو پھر ایسا شخص ہے جس نے ناکامی کا منہ ذرا کم ہی دیکھا ہو گا۔"

"اس کی ناکامی کا مطلب ہے کہ آپ لوگوں نے کامیابی حاصل کر لی۔" ناہر نے کہا۔

"ایسا بھی نہیں ہے ہمیں تھوڑی بہت کامیابی تو ضرور ہوئی ہے تاہم مشن بہت بڑا ہے۔ وقت تو لگے گا ہی۔"

ہاروت رابیل کے جانے کے چند منٹ بعد ہم بھی اٹھ گئے۔ رات کافی گزر چکی تھی اور واشنگٹن جیسے مشینی اور مصروف شہر کی سڑکوں پر بھی اس وقت زیادہ ٹریفک نظر نہیں آ رہی تھی۔ کار میں ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔ تہذیب میرے ساتھ اگلی سیٹ پر تھی اور ناہر نے عقبی سیٹ سنبھال رکھی تھی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تو آپ کا خیال رکھنا زاہر۔" میں نے کہا۔ "ہاروت رابیل کے مقابلے پر بہت محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔"

"میں ہوشیار ہوں چیف۔" زاہر نے جواب دیا۔ "ابھی تک تو ایسے آثار نظر نہیں آئے جن کی بنیاد پر یہ کہا جا سکے کہ ہمارا تعاقب کیا جا رہا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی محتاط رہو اور آخر وقت تک عقب میں نظر رکھو۔ جیسے ہی کوئی مشکوک گاڑی نظر آئے مجھے بتاؤ۔"

"او کے چیف۔" زاہر نے سعادت مندی سے کہا۔ "میں اندازہ لگانے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"اب کیا پروگرام ہے علی؟" تہذیب نے پوچھا۔ "یہ کار تو سوتراں کی ہے۔"

"بڈ ہماری واپسی کا منتظر ہوگا۔ ہم سوتراں کے ہوٹل چل رہے ہیں۔ کار وہیں کھڑی کر دیں گے جہاں سے ہم اس میں سوار ہوئے تھے۔"

"ہمیں اس میک اپ میں کب تک رہنا ہوگا علی؟" تہذیب نے پوچھا۔ "گاڑی ہوٹل میں کھڑی کرتے وقت ہمارا میک اپ میں ہونا ضروری تو نہیں ہوگا؟"

"بالکل نہیں۔" میں نے جواب دیا۔ "بلکہ ہم اس سے ابھی چھٹکارا حاصل کر لیں گے اور گاڑی کھڑی کرنے کے بعد بڈ کو لے کر نکل چلیں گے۔"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔" تہذیب نے کہا اور پھر ہم نے کار میں ہی اپنے میک اپ اتار دیے۔ زاہر کے لیے میک اپ تبدیل کرنا ضروری نہیں تھا۔ اس لیے وہ اسی میک اپ میں رہا۔ سوتراں کے ہوٹل میں بڈ مستعد تھا اور ہمارا منتظر تھا۔

"کیا رہا چیف؟" اس نے بے چینی سے پوچھا۔

"کام ہو گیا بڈ۔" تہذیب نے کہا۔ "ہم نے ہاروت رابیل تک رسائی حاصل کر لی اور فی الحال یہی ہمارا مقصد تھا۔"

"یہاں کے حالات کیا ہیں؟" میں نے پوچھا۔ "مسٹر اور مسز سوتراں کو ہوش تو نہیں آیا؟"

"وہ دونوں اپنے کمرے میں محو خواب ہیں اور ان کی سیکرٹری اپنے کمرے میں [illegible] نے مسکرا کر کہا۔ "اب انھیں دن چڑھے ہی ہوش آئے گا۔ اس کے بعد اگر انھوں نے واویلا کیا بھی تو اس کا ہماری صحت پر کیا اثر پڑے گا؟"

"ٹھیک ہے بڈ۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اب یہاں رکنے کی ضرورت نہیں رہی۔ آؤ واپس چلتے ہیں۔"

ہم چاروں اپنے ہوٹل واپس آ گئے۔ میں نے اور تہذیب نے اپنے کمرے کا رخ کیا اور ٹیپ ریکارڈر پر ہاروت رابیل سے ہونے والی گفتگو سننے بیٹھ گئے۔ ریکارڈنگ بہت صاف ہوئی تھی۔

"تمھارے انکشاف کے پہلے جھٹکے سے وہ بوکھلا گیا تھا اور اسی بوکھلاہٹ کے عالم میں اس نے اعترافات کر لیے۔ ورنہ یہ کام آسان نہیں تھا۔" تہذیب نے ٹیپ سننے کے بعد کہا۔

"ہاں، وہ بہت محتاط آدمی ہے لیکن اس پر جو انکشافات ہوئے وہ اس کے اعصاب کی مضبوطی سے زیادہ طاقت ور تھے۔"

"اس کے بارے میں میرا اندازہ ہے کہ وہ محتاط ہونے کے ساتھ ساتھ سخت گیر، سنگ دل اور چالاک بھی ہے۔ ہمیں بہت احتیاط سے اپنے ہاتھ پیر بچا کر کام کرنا ہوگا۔"

"کسی بھی شخص کو انتہائی حیران کن بات بتا دو تو اس کے اعصاب کی مضبوطی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔"

"پہلا مرحلہ تو بخوبی نمٹ گیا۔ اب دوسرے مرحلے کے بارے میں کیا پروگرام ہے؟"

"بس ایک بات ذہن میں رکھنی ہوگی تہذیب! وہ یہودی ہے اور اس سے کوئی بھی غلط توقع رکھی جا سکتی ہے۔ اب جب کہ اسے معلوم ہو گیا ہے کہ ڈی فوسٹر اور مسروقہ فارمولوں کی بازیابی ممکن ہو گئی ہے تو وہ اس معاملے میں کسی حد تک بھی جا سکتا ہے۔ تمھیں یاد ہے میں نے کہا تھا کہ ہاروت رابیل ہمارے لیے ادشیل میکاٹیل سے کہیں زیادہ مشکل شکار ثابت ہوگا۔"

"گو کہ ابھی تک ایسا موقع نہیں آیا ہے جس سے تمھاری بات ثابت ہو سکے لیکن اس بارے میں میں تم سے متفق ہو گئی ہوں۔"

"اگلے مرحلے کے لیے ہمیں بس یہی بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ اب وہ ہوشیار ہو چکا ہے۔ اس پر کوئی نفسیاتی حربہ آسانی سے کارگر نہیں ہو سکے گا۔"

اپنے آئندہ مرحلے کے بارے میں کسی حتمی نتیجے پر پہنچے بغیر ہم سو گئے اور اگلی صبح کافی دیر سے اٹھے۔ اس لیے کہ ہم بہت دیر سے سوئے تھے۔

ناشتے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد ہم نے بڈ اور زاہر کو بلوایا تو معلوم ہوا کہ بڈ موجود نہیں ہے۔ زاہر سے معلوم کیا کہ وہ کہاں گیا ہے تو پتا چلا کہ وہ کچھ بتا کر نہیں گیا۔

"کیا خیال ہے علی! ہاروت رابیل کو ابھی فون کرو گے یا آج کا دن انتظار کرنا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میرے خیال میں ہاروت رابیل کو تھوڑا سا وقت دینا بہتر رہے گا۔ ممکن ہے وہ آج ہی ہمارے فون کی توقع کر رہا ہو۔"

"یعنی تم چاہتے ہو کہ اسے انتظار کی اذیت میں مبتلا رکھا جائے تاکہ جب ہم اس سے رابطہ قائم کریں تو وہ زیادہ ردّ و قدح نہ کرے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "یہ بہت ضروری ہے۔ اگر ہم نے اسے فوراً فون کر لیا تو وہ سمجھے گا کہ ہم بہت زیادہ بے تاب ہیں۔ اس صورت میں ممکن ہے وہ سودے بازی کرنے پر اتر آئے۔"

لنچ کے قریب بڈ واپس آ گیا۔ جو خبر وہ لے کر آیا تھا وہ خاصی دھماکا خیز تھی اور اس خبر نے مجھے بہت ملول کر دیا تھا۔

"مسٹر اور مسز سوتراں اور ان کی سیکرٹری اپنے کمروں میں مردہ پائے گئے ہیں۔" بڈ نے بتایا۔ "انھیں بے ہوشی کے دوران ذبح کر دیا گیا ہے۔"

میں اور تہذیب یہ خبر سن کر پہلے تو ششدر رہ گئے پھر میں نے تہذیب کے چہرے پر افسردگی کے تاثرات نمودار ہوتے دیکھے۔ وہ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر بولی۔

"یہ بہت برا ہوا علی! وہ دونوں بے گناہ تھے اور ان کے قتل کی ذمے داری ہم پر ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو تہذیب! لیکن جو کچھ ہوا وہ بعید از عقل ہے۔ یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ ہاروت رابیل اس قسم کا کوئی قدم اٹھا سکتا ہے۔"

"اس کے باوجود بھی ہم ان کے خون کی ذمے داری سے بری نہیں ہو سکتے۔ ہاروت رابیل محض اس وجہ سے اُن سے واقف ہو سکا تھا کہ ہم نے ان کے میک اپ میں اس سے ملاقات کی تھی۔"

"اس بات سے مجھے کب انکار ہے لیکن اس بات کو تو ان کے حق میں جانا چاہیے تھا۔"

"حق میں جانا چاہیے تھا!" تہذیب نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "تمھیں معلوم ہے تم کیا کہہ رہے ہو؟"

"بہت اچھی طرح۔" میں نے کہا۔ "ہاروت رابیل زیادہ سے زیادہ انھیں اغوا کرا سکتا تھا، انھیں قید کر سکتا تھا۔ ان پر تشدد کر سکتا تھا لیکن یہ تو سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا کہ وہ انھیں قتل کرا دے گا۔"

"اوہ! تمھارا مطلب ہے اُسے پہلے ان سے معلومات حاصل کرنا چاہیے تھیں۔ اس کے بعد قتل کرانا چاہیے تھا؟"

"ظاہر ہے۔ بالکل سامنے کی بات ہے۔ بغیر معلومات حاصل کیے انھیں قتل کرا دینا نہ سمجھ میں آنے والی بات ہے۔"

"ممکن ہے اُس نے یہی کیا ہو۔" تہذیب نے کہا اور میں حیران رہ گیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تہذیب! وہ اُن سے معلومات کیسے حاصل کر سکتا تھا؟" میں نے تحیرانہ لہجے میں کہا۔

"تشدد کے ذریعے۔" تہذیب نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔ "اگر تم یہ اعتراض کرو کہ وہ بے ہوش تھے تو اس کا بہت آسان جواب ہے۔ بہت سی ایسی دوائیں ہیں جن کے استعمال سے بے ہوش آدمی کو ہوش میں لایا جا سکتا ہے۔"

"کمال کر رہی ہو۔ اُن بے چاروں کو تو کچھ معلوم ہی نہیں تھا۔ پھر وہ بھلا اُن سے کیا معلومات حاصل کر سکتا تھا۔"

"اوہ! معاف کرنا علی!" تہذیب اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے بولی۔ "شاید یہ خبر میرے دماغ پر اثر انداز ہوئی ہے۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا۔"

"صدمہ تو مجھے بھی بہت ہوا ہے لیکن میرا دماغ متاثر نہیں ہوا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت پوری طرح بحال ہے۔ اس کے باوجود میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہاروت رابیل نے آخر انھیں کیوں قتل کرا دیا۔ اُس میں ذرا بھی عقل ہوتی تو وہ ان سے معلومات حاصل کیے بغیر انھیں ہرگز قتل نہ کراتا۔"

"واقعی بہت اُلجھا ہوا معاملہ ہے علی! اور اسے حل کرنا آسان نہیں ہے۔ آخر ہاروت رابیل نے بغیر معلومات حاصل کیے اُن لوگوں کو قتل کیوں کرا دیا؟" تہذیب بڑبڑائی۔

"ایک ہی بات کا امکان ہے تہذیب! ہاروت رابیل نے شدید جذباتی کش مکش کے دوران اُن کے قتل کا حکم صادر کیا ہوگا ورنہ ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی اہمیت کے پیش نظر اُس سے اس قسم کی حماقت کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ وہ اپنے کرتوتوں کا اعتراف نہیں کرنا چاہتا تھا لیکن ایک جذباتی لمحے میں وہ خود پر قابو نہیں رکھ سکا اور اُس نے اعتراف کر لیا کہ وہی فارمولوں کی چوری کا ذمے دار ہے۔ اب غور کرو تو ایک طرف تو اُس کا ڈی فوسٹر اور مسروقہ فارمولوں کی بازیابی سے اربوں ڈالر کا مفاد وابستہ ہے، دوسری طرف اگر یہ راز طشت از بام ہو جائے کہ فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کرائے تھے تو نہ صرف اُس کا کاروبار تباہ ہو جاتا ہے بلکہ اُس کا زندہ رہنا تک مشکوک ہو جائے گا۔ لازمی بات ہے حکومت امریکا ایسے شخص کو کبھی زندہ نہیں چھوڑے گی جو اس طرح کی حرکتوں میں ملوث ہوگا۔ غالباً ہاروت رابیل نے یہی سب کچھ سوچنے کے بعد ترجیح اس بات کو دی ہوگی کہ ایسے لوگوں کا زندہ نہ رہنا ہی بہتر ہے جو اُس کے لیے کسی قسم کا خطرہ بن سکتے ہوں۔"

"یہ سوال تو اپنی جگہ برقرار ہے کہ اُس نے فارمولے اور ڈی فوسٹر کو حاصل کرنے کی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"اُس نے خطرہ مول لینا مناسب نہیں سمجھا ہوگا۔ یہ درست

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے کہ وہ ایسی کوئی کوشش کر سکتا تھا لیکن اس کے بعد اگر اُن دونوں میں سے کوئی بچ نکلتا اور یہ بات حکومت امریکا تک پہنچا دیتا تو ہاروت رابیل کے لیے وہی مسئلہ کھڑا ہو جاتا۔ دراصل ہم لوگوں کی بے خوفی نے اسے دہلا دیا ہوگا۔ جس طرح ہم نے بھری کانفرنس میں اسے جا پکڑا تھا اس سے وہ یہی سمجھا ہوگا کہ ایسے لوگوں کا آسانی سے ہاتھ آنا مشکل ہوگا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اگر دونوں میں سے ایک ہاتھ آیا اور ایک بچ نکلا تو کیا وہ انتقامی کارروائی نہیں کرے گا؟"

"اس واقعے سے اس کی سفاکی کا اندازہ بھی ہوتا ہے اور اس کی پہنچ کا بھی۔" تہذیب نے طویل سانس لے کر کہا۔ "کسی نے ہمارا تعاقب نہیں کیا لیکن اس کے آدمی راتوں رات سوتراں تک پہنچ گئے۔ انھوں نے اُن کی سیکرٹری تک کو محض اس خدشے کے پیش نظر ہلاک کر دیا کہ کہیں اسے بھی ڈی توستراور خاموں کے بارے میں تھوڑی بہت معلومات نہ ہوں۔"

"تم لوگوں کو بھی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہمارے مقابلے پر جو شخص ہے وہ کس قماش کا ہے۔" میں نے بُڈا اور زاہر سے کہا۔

"یہ تو بہت اچھا ہوا چیف کہ ہمیں اس کے بارے میں پہلے ہی پتا چل گیا۔" بُڈ نے کہا۔ "اب ہم بہت محتاط رہیں گے۔"

"ہاں، اب ہم نئی حکمت عملی ترتیب دیں گے تاکہ ہاروت رابیل سے بہتر طور پر مقابلہ کر سکیں۔" میں نے کہا۔

"آپ حکم کریں چیف۔" زاہر بولا۔ "ہمارا کام تو آپ کے احکامات کی تعمیل کرنا ہے۔"

"سب سے پہلے تو ہم اپنی قیام گاہ تبدیل کریں گے۔ ہمیں کسی اور ہوٹل میں قیام کرنا ہوگا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" تہذیب بولی۔ "ہاروت رابیل کو ہماری موجودہ قیام گاہ کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں ہے۔"

"اگر ہم نے خاموشی اختیار کیے رکھی تو اسے معلوم ہو بھی نہیں سکے گا لیکن ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کرنے کے بعد ہمارے لیے خطرہ پیدا ہو جائے گا۔"

"وہ کیسے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"بُڈ کے تعلقات سوتراں کی سیکرٹری مس پینی کے ساتھ خاصے بڑھ گئے تھے۔ بہت سے لوگوں نے ان دونوں کو ساتھ دیکھا ہوگا۔ اگر ہم نے ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کیا تو اُسے پتا چل جائے گا کہ سوتراں اور مسز سوتراں کے میک اپ میں کچھ اور لوگوں نے اس سے ملاقات کی تھی۔ اگر اس نے اس بنیاد پر سوتراں کے ہوٹل میں پوچھ گچھ شروع کر دی تو بُڈ کی نشان دہی ہو گی اور اس کے بعد اس کے آدمیوں کے لیے ہمارے ہوٹل تک پہنچنا کوئی مسئلہ نہیں رہ جائے گا۔ خیال رہے کہ ہمیں اس ہوٹل کے سارے لوگ بُڈ کے ساتھیوں کی حیثیت سے جانتے ہیں لہٰذا ہم یہاں ایک ممکنہ خطرے کی زد میں ہیں۔"

"تمھاری بات رد نہیں کی جا سکتی علی۔" تہذیب نے کہا۔ "اس ہوٹل کو چھوڑنے کے بعد ہم محفوظ ہو جائیں گے؟"

"ہاں۔ کسی کو بھی علم نہیں ہوگا کہ ہوٹل چھوڑ کے ہم کہاں گئے۔ اس کے علاوہ اب ہم کسی اعلیٰ ہوٹل میں نہیں ٹھہریں گے۔"

"اس کی وجہ؟" زاہر نے پوچھا۔

"ہمارے اس ہوٹل میں قیام کا علم ہونے کے بعد ہاروت رابیل اور اس کے آدمیوں کو ہماری حیثیت کا علم ہو جائے گا اور وہ ہمیں فائیو اسٹار یا فور اسٹار ہوٹلوں میں ہی تلاش کرتے رہ جائیں گے جبکہ ہم کسی معمولی درجے کے ہوٹل میں ہوں گے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی اس نکتے تک پہنچ جائیں اور ہماری تلاش کا دائرہ چھوٹے ہوٹلوں تک بھی وسیع کر دیں؟" بُڈ نے اعتراض کیا۔

"یہ امکان بھی ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اُن کا فوری طور پر یہ نتیجہ اخذ کرنا ذرا مشکل ہے۔ اس کے علاوہ یہ اتنا طویل اور مشکل کام ہے کہ ہمیں اس کی طرف سے فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ واشنگٹن میں ایسے ہوٹل ہزاروں کی تعداد میں تو ضرور ہوں گے۔ وہ ہمیں کہاں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے؟"

"ٹھیک ہے چیف۔" بُڈ نے کہا۔ "ہم کسی معمولی سے ہوٹل میں قیام کر لیں گے۔ اور کچھ؟"

"اس بار ہم اجنبیوں کی طرح رہیں گے اور ایک دوسرے کی نگرانی کرتے رہیں گے۔ اس طرح کسی خطرے سے دوچار ہونے کی صورت میں ہم ایک دوسرے کی مدد کر سکیں گے۔"

تہذیب کے علاوہ بُڈ اور زاہر نے بھی میری تجاویز پسند کیں اور اس کے بعد ہم ہاروت رابیل سے دو دو ہاتھ کرنے کے لیے سرگرم عمل ہو گئے۔ ہوٹل تبدیل کرنے سے قبل ہم نے ایسے ہتھیار خریدے جو مختصر ہونے کے ساتھ ساتھ زیادہ موثر بھی ہوں اور جنھیں بہ آسانی اپنے ساتھ رکھا جا سکے۔ ہاروت رابیل کو جیسے ہی یہ علم ہوتا کہ اس نے غلط لوگوں کو قتل کروا دیا ہے اور اصل لوگ ابھی تک آزاد ہیں، وہ ہمارے خلاف پوری قوت سے سرگرم عمل ہو جاتا۔ ہم اسی وقت کے لیے پیش بندی کر رہے تھے۔

ہتھیاروں کے حصول کے سلسلے میں ہمیں خاصی دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا لیکن ہم نے بے صبری کا مظاہرہ نہیں کیا اسی وجہ سے ہمیں چند روز لگ گئے۔ وقت کا ضیاع گوارا تھا مگر کوئی جلد بازی کر کے کھیل بگاڑنے کا خطرہ نہیں مول لیا جا سکتا تھا۔

"امریکی پولیس کی طرف سے بھی تو محتاط رہنا ہے علی۔" تہذیب نے کہا۔ "یہ کم بخت بہت تیز طرار ہیں۔"

"اس بات سے کسی کو کیا اختلاف ہو سکتا ہے۔ واقعی امریکی پولیس اپنی اعلیٰ کارکردگی کی وجہ سے پوری دنیا میں مشہور ہے۔ اسی لیے تو ہمیں اتنی احتیاط برتنی پڑ رہی ہے۔"

"عجیب بات ہے کہ ہمارا سابقہ ان لوگوں سے بار بار پڑ جاتا ہے۔ اب تو وہ بھی ہماری کارکردگی سے بہت اچھی طرح واقف ہو گئے ہوں گے۔"

"اسی لیے تو میں کوشش کر رہا ہوں کہ اس بار ہمارا نام ہی سامنے نہ آنے پائے۔ دو محاذوں پر لڑنا ناممکن ہوتا ہے۔"

بُڈ اور زاہر کے علاوہ میں اور تہذیب بھی مصروف عمل ہو گئے تھے۔ چند دنوں کے اندر اندر ہم نے ساری تیاریاں مکمل کر لیں۔ قیام کے لیے ہم نے نچلے درجے کا ایک ہوٹل منتخب کیا تھا۔ ہم چاروں افراد مختلف ناموں اور مختلف حلیوں کے ساتھ ایک ہی ہوٹل میں قیام پذیر ہو گئے تھے۔ تہذیب نے درمیانی عمر کی ایک بھدی سی شکل کی عورت کا میک اپ کیا تھا تاکہ خواہ مخواہ دوسروں کی توجہ کا مرکز نہ بننے پائے۔

"اب اس سے رابطے کے لیے کیا کرو گے؟" تہذیب نے پوچھا۔

"میرے پاس اس کا فون نمبر موجود ہے۔ اس سے فون پر ہی رابطہ کرنا مناسب رہے گا۔ ضرورت پڑنے پر صرف میں منظر عام پر آؤں گا۔ بقیہ لوگ خفیہ رہ کر کام کریں گے۔ تم میری نگرانی کرو گی، بُڈ تمھاری نگرانی کرے گا اور زاہر بُڈ کی نگرانی کرے گا۔ اس طرح ہم سب محفوظ رہیں گے۔"

ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد میں واشنگٹن کی سڑکوں پر نکل آیا۔ آدھے گھنٹے کی راہ نوردی کے بعد میں نے ایک ٹیلی فون بوتھ منتخب کیا اور وہاں سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ دوسری طرف سے آپریٹر کی مترنم آواز سنائی دی۔

"مجھے ہاروت رابیل سے بات کرنی ہے۔" میں نے ریسیور میں کہا۔

"کیا آپ کا اُن سے اپائنٹمنٹ ہے سر؟"

"مجھے اُن سے ملاقات نہیں کرنی۔" میں نے کھردرے لہجے میں کہا۔ "صرف فون پر بات کرنی ہے۔"

"وہ بہت مصروف آدمی ہیں سر! وقت لیے بغیر اُن سے فون پر بات کرنا بھی مشکل ہے۔"

میں جھنجلا گیا۔ "مجھے نہیں معلوم کہ اُن سے وقت لینے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا۔"

"آپ مجھے اپنا نام اور کام بتائیے سر! میں اُن سے آپ کے لیے وقت لینے کی کوشش کرتی ہوں۔"

"تم میرا نام ایلن گراہم بتا سکتی ہو۔ مجھے ہاروت رابیل سے کاروباری نوعیت کی گفتگو کرنی ہے جو اس کے لیے ہی فائدہ مند ثابت ہوگی۔"

"بہت بہتر سر۔" آپریٹر نے خوش اخلاقی سے کہا۔ "آپ ہولڈ کریں، میں اُن سے معلوم کرتی ہوں۔"

مجھے چند لمحے انتظار کرنا پڑا اس کے بعد دوبارہ آپریٹر کی آواز سنائی دی۔ "آپ ایک گھنٹے بعد رنگ کریے گا جناب! اُن سے بات ہو جائے گی۔"

میں نے آپریٹر کا شکریہ ادا کر کے فون بند کر دیا۔ واشنگٹن ڈی سی میں ایک گھنٹا گزارنا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ ایک گھنٹے بعد میں نے ایک دوسرے بوتھ سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ آپریٹر نے مجھے پہچان کر فوراً ہی ہاروت رابیل سے رابطہ ملا دیا۔

"ہیلو، رابیل اسپیکنگ۔" مجھے ہاروت رابیل کی جانی پہچانی آواز سنائی دی۔

"میرا نام ایلن گراہم ہے مسٹر رابیل۔" میں نے کہا۔

"مجھے تمھارا یہی نام بتایا گیا ہے۔" ہاروت رابیل نے بے تاثر لہجے میں کہا۔ "تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے آپریٹر کو یہ بھی بتایا تھا کہ جو گفتگو میں کرنا چاہتا ہوں وہ کاروباری طور پر آپ کے لیے بے حد سود مند ثابت ہوگی۔"

"ممکن ہے تمھارا کہنا درست ہو لیکن خیال رہے کہ میں فون پر بھی تمھیں بہت زیادہ وقت نہیں دے سکوں گا۔ میری اور بھی بہت مصروفیات ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے مسٹر رابیل۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "لیکن میں آپ کے لیے اجنبی نہیں ہوں۔ آپ مجھ سے واقف ہیں۔"

"میرا خیال ہے ایلن گراہم نامی کوئی شخص میرا شناسا نہیں ہے۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "اگر تم کہتے ہو کہ میں تم سے واقف ہوں تو اپنی شناخت کراؤ۔"

"آپ نہ صرف مجھ سے واقف ہیں بلکہ ہماری ملاقات بھی ہوئی ہے اور حال ہی میں ہوئی ہے۔"

"ہو سکتا ہے کہ ہماری ملاقات ہوئی ہو لیکن تم مجھے یہ بتاؤ کہ اس وقت تم نے مجھے کیوں فون کیا ہے؟"

"لیکن مسٹر رابیل آپ مجھے ایلن گراہم کے نام سے نہیں جانتے۔" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "آپ مجھے سوتراں کی حیثیت سے واقف ہیں۔"

"سوتراں؟" ہاروت رابیل کی سپاٹ آواز آئی۔ "میں کسی سوتراں سے بھی واقف نہیں ہوں۔"

"کانفرنس والی رات یاد کرو رابیل! سوتراں اپنی بیوی کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ تم سے ملا تھا؟"

"ہاں، شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میری مصروفیات اتنی ہیں کہ ہر بات یاد رکھنا میرے لیے بہت مشکل ہے۔"

"تم اتنے خوفزدہ ہوئے کہ تم نے اُن دونوں کو اُن کی سیکرٹری سمیت قتل کرادیا؟"

"معلوم نہیں تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"تم نے زبردست حماقت کی ہے رابیل! وہ دونوں تو تمھارے جرم کی پردہ پوشی کرنا چاہتے تھے اور تم نے انھیں قتل کرادیا۔"

"تمھاری کوئی بات بھی میری سمجھ میں نہیں آرہی۔ اگر وہ زندہ نہیں ہیں تو تم کون ہو؟"

"وہ بے چارے تو استعمال ہوئے تھے۔ انھیں کسی بات کا علم نہیں تھا۔ میں نے مسٹر سوتراں کا میک اپ کیا تھا اور میری ساتھی اُس کی بیوی کے میک اپ میں تھی۔ وہ تو صرف چیمبر آف کامرس کی میٹنگ میں شرکت کی غرض سے یہاں آئے تھے اور ہم نے تم تک پہنچنے کے لیے انھیں استعمال کر ڈالا۔ تمھاری پوزیشن اب بھی اتنی ہی نازک ہے جتنی انھیں قتل کرانے سے پہلے تھی۔"

"تم مستقل بے پرکی ہانکے چلے جارہے ہو۔ اگر تم نے یہ گفتگو ترک نہ کی تو میں فون بند کردوں گا۔"

"فون تو میں بند کروں گا مسٹر رابیل۔" میں نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "بس یہ سوچ لو کہ اس کے بعد کیا ہوگا۔"

"تم آخر کون ہو اور کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ اُس کی آواز سے خوفزدگی ظاہر ہونے لگی تھی۔

"تم سمجھ رہے تھے کہ انھیں قتل کراکے تمھاری جان چھوٹ جائے گی لیکن تم غلطی پر تھے رابیل! ہم تو تم سے تعاون کی غرض سے امریکا آئے تھے لیکن تم نے جس ردِعمل کا مظاہرہ کیا ہے اس کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ تمھیں کوئی موقع نہ دیا جاتا لیکن میں نے اپنے ساتھیوں کے مشورے سے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں ایک موقع اور دیا جائے۔ اگر تم اس سے فائدہ اُٹھالو تو تمھاری مرضی ورنہ اس کے بعد ہم آزاد ہوں گے۔"

"تم لوگ جو کوئی بھی ہو مجھ پر الزامات تو لگا سکتے ہو، میرے خلاف کچھ ثابت نہیں کرسکتے۔ محض الزام لگا دینے سے کسی کو سزا نہیں ہوجاتی۔"

"میں اس وقت ایک پبلک بوتھ سے فون کر رہا ہوں رابیل! محض اس لیے کہ تم بہت برق رفتاری سے کام کرنے کے عادی ہو۔ ممکن ہے اس کال کے ختم ہونے تک تمھارے آدمی میرے سر پر مسلط ہوچکے ہوں لیکن یہ سمجھ لینا کہ میں اکیلا نہیں ہوں۔ اگر تم نے میرے خلاف کچھ کیا تو میرے ساتھی تمھیں نہیں بخشیں گے۔"

"میری طرف سے تم اپنے ساتھیوں سمیت جہنم میں جاؤ۔۔۔ ہاروت رابیل کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔"

"میں تمھاری یہ خوش فہمی بھی دور کردوں رابیل! فی الحال ایک آخری بات اور سن لو۔" میں نے کہا اور جیب سے ٹیپ ریکارڈر نکال کر آن کرنے کے بعد اُسے ماؤتھ پیس کے نزدیک کردیا۔ میں اُسے ٹیپ کا وہ حصہ سُنا رہا تھا جہاں اُس کے اعترافات تھے۔

"کہو، کچھ یاد آیا رابیل۔" میں نے کہا۔ "کہو تو یہ بھی یاد دلا دوں کہ یہ گفتگو کانفرنس والی رات چیمبر آف کامرس کی لابی میں ہوئی تھی۔"

جواب میں دوسری طرف سے کوئی آواز نہیں سُنائی دی۔ سلسلہ منقطع ہونے کی آواز بھی نہیں آئی تھی جس کا مطلب یہ تھا کہ رابیل سکتے میں آگیا تھا۔

"ہیلو۔" میں نے کہا۔ "تم سن رہے ہو ہاروت رابیل یا میں سلسلہ منقطع کردوں؟"

"ن... نہیں۔" ہاروت رابیل کی آواز آئی جس سے مُردنی ظاہر ہو رہی تھی۔ "میں سن رہا ہوں۔ فون بند مت کرنا۔"

"نہیں مسٹر رابیل! اب میں یہ جگہ چھوڑ رہا ہوں۔ امکان یہ ہے کہ اب تک تم اپنے ہرکارے میری طرف روانہ کرچکے ہوگے۔ اب سے کچھ دیر بعد میں دوبارہ تمھیں رنگ کروں گا۔ میں تمھیں سوچنے کے لیے وقت دے رہا ہوں۔ اس دوران تم سوچ سمجھ کر کسی فیصلے پر پہنچ چکے ہوگے۔ اس کے بعد جو گفتگو ہوگی وہ زیادہ بہتر انداز میں ہوگی۔" میں نے اُس کے جواب کا انتظار کیے بغیر سلسلہ منقطع کردیا اور فون بوتھ سے نکل آیا۔ ہم نے یہی کچھ طے کیا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ ہمیں ہاروت رابیل کے صحیح وسائل کا اندازہ نہیں تھا۔ کسی ذریعے سے یہ معلوم کرنا اُس کے لیے زیادہ مشکل نہیں تھا کہ میں کس فون بوتھ سے کال کر رہا ہوں۔ یہ معلوم کرنے کے بعد وہ اپنے آدمیوں کو فون بوتھ کی طرف روانہ کرسکتا تھا اور ایک نادیدہ خطرے سے بچنے کی یہی صورت تھی کہ احتیاط برتی جائے۔

فون بوتھ سے نکلتے وقت میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ گردوپیش کا اچھی طرح جائزہ لے کر میں چل پڑا۔ بظاہر کوئی مشکوک آدمی نظر نہیں آیا تھا۔ مجھے یہ اطمینان بھی تھا کہ میرے ساتھی بھی مجھ پر نظر رکھے ہوئے ہیں۔

ایک دوسرے کا تعاقب کرتے ہوئے تہذیب، بُڈ اور زاہر میرے ساتھ ایک ریستوران میں یکجا ہوگئے۔

"پروگرام کے مطابق میں نے اُسے کچھ دیر کی مہلت دے دی ہے۔ کچھ دیر بعد دوبارہ اُسے فون کروں گا۔" میں نے انھیں بتایا۔

"تم نے اُسے ریکارڈ کی ہوئی گفتگو سُنائی تھی؟" تہذیب نے مجھ سے پوچھا۔

"ہاں، اور گفتگو سن کے اُسے سکتہ ہوگیا تھا۔ اس کے بعد ہی میں نے اُسے سوچنے کی مہلت دے کر فون بند کردیا۔"

"ٹھیک ہے۔" تہذیب نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ "دوبارہ فون کرنے تک اُس کے سارے کس بل نکل چکے ہوں گے۔"

"میں بہت بور ہو رہا ہوں چیف۔" بُڈ نے ایک طویل جماہی لے کر کہا۔ "کرنے کو کوئی کام ہی نہیں ہے۔"

"کیوں؟" میں نے اُسے گھورا۔ "کیا تم تہذیب کا تعاقب نہیں کر رہے تھے؟"

"وہ تو کر رہا ہوں چیف۔" بُڈ نے سر کھجایا۔ "لیکن تعاقب کرتے رہنا تو کوئی کام نہیں ہے۔"

"تمھاری غیر سنجیدگی بعض اوقات کھلنے لگتی ہے۔" تہذیب بُرا سا منہ بنا کر بولی۔ "کبھی سنجیدہ بھی ہوجایا کرو۔"

"ایک وقت میں ایک ہی کام ہوسکتا ہے میڈم۔" بُڈ نے دوٹوک انداز میں کہا۔ "بندہ یا تو سنجیدہ ہوسکتا ہے یا کام کرسکتا ہے۔ دونوں کام بیک وقت نہیں ہوسکتے۔"

"حالانکہ اس وقت دونوں کام ہورہے ہیں۔" زاہر نے دخل اندازی کی۔

"کہاں ہورہے ہیں؟" بُڈ حیران ہوکر بولا۔ "نہ تو میں سنجیدہ ہوں اور نہ ہی کوئی کام کر رہا ہوں۔"

"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں۔" زاہر نے شرارت آمیز انداز میں کہا۔ "آپ سنجیدہ رہ کر کوئی کام نہیں کرسکتے۔ اس وقت غیر سنجیدہ رہ کر بھی کوئی کام نہیں کر رہے۔ جب آپ کوئی کام نہیں کر رہے تو پھر سنجیدہ ہوجائیے۔۔۔ اپنے فارمولے کے مطابق۔"

بُڈ زاہر کو گھورنے لگا اور تہذیب کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "تم خود کو بہت تیز طرار سمجھتے ہو۔ اس وقت زاہر نے تمھیں کیا بروقت پکڑا ہے۔ اب جواب دو نا اسے، یا لاجواب ہوگئے؟" تہذیب چڑانے والے انداز میں بولی۔

"میں احتجاج کرتا ہوں چیف۔" بُڈ نے کہا۔ "زاہر مجھ سے جونیئر ہے اور میڈم اُس کی طرف داری کر رہی ہیں۔"

"طرف داری؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم نے ایک غلط بات کی تھی۔ زاہر نے تمھیں پکڑ لیا تو اب جھینپ کیوں رہے ہو؟"

"کوئی بات نہیں۔" بُڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "بُڈ سے جیتنا آسان کام نہیں ہے۔ اب تم مجھ سے بچ کر رہنا زاہر۔"

"ارے ارے آپ تو ناراض ہوگئے۔" زاہر نے گھبرا کر کہا۔ "میں تو مذاق کر رہا تھا مسٹر بُڈ۔"

"ہرگز نہیں زاہر! تم مذاق نہیں کر رہے تھے۔" تہذیب غصیلے لہجے میں بولی۔ "میں دیکھتی ہوں بُڈ تمھارا کیا بگاڑتا ہے۔"

"ٹھیک ہے میڈم ٹھیک ہے۔" بُڈ نے بے بسی سے کہا۔ "دیکھتا ہوں آپ کب تک اس کی طرف داری کریں گی۔"

"بس اب اپنی چونچ بند کرو۔ بہت بکواس کرچکے۔" میں نے بُڈ سے کہا۔ "کافی وقت گزر چکا ہے۔ اب ہم روانہ ہوں گے۔"

ہم طے شدہ ترتیب کے مطابق ریستوران سے نکلے۔ میں نے کافی فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ کا انتخاب کیا اور وہاں سے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ وہ بے چینی سے میری کال کا منتظر تھا۔

"تم کون ہو بے غیرت ذلیل انسان! کیوں میرے پیچھے پڑ گئے ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"عزت افزائی کا شکریہ رابیل۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "ہماری پچھلی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ میں نے اپنی ایک ساتھی کے ساتھ آپ سے مسٹر اور مسز سوتراں کے روپ میں ملاقات کی تھی۔ مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت ہمارے قبضے میں ہیں اور ہم آپ سے اُن کا سودا کرنا چاہتے ہیں۔"

"گفتگو کرنے کا یہ انداز انتہائی احمقانہ ہے۔ کیا تم مجھ سے ملاقات نہیں کرسکتے؟"

"ہم اُن لوگوں میں سے نہیں ہیں رابیل جو دوسروں سے خوفزدہ رہتے ہیں۔ کیا سمجھے؟"

"تو پھر تم مجھ سے مل کیوں نہیں لیتے؟ میرے گھر پر آجاؤ، یہاں ہم اطمینان سے گفتگو کرسکیں گے۔"

"لیکن ہم احمق بھی نہیں ہیں رابیل کہ بلاوجہ اپنی بہادری کا مظاہرہ کرتے پھریں۔"

"سنو، میں تم سے بات چیت کرنا چاہتا ہوں۔ میرے گھر نہیں آنا چاہتے تو جگہ کا انتخاب خود کرلو۔"

"اب تم کچھ کچھ راہ پر آتے جارہے ہو لیکن تمھاری نیت کا فتور اب بھی برقرار ہے۔"

"جگہ کا انتخاب میں نے تم پر چھوڑ دیا ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمھارے ساتھ کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔"

"کسی یہودی سے یہ توقع کرنا کہ وہ دھوکا نہیں کرے گا محض خود فریبی کہلائے گی۔"

"پھر بتاؤ میں کیا کرسکتا ہوں۔ میں تمھاری تسلی کے لیے سب کچھ تم پر چھوڑتا ہوں۔ تم خود ہی کوئی مناسب فیصلہ کرلو۔"

"ٹھیک ہے رابیل! آج رات ساڑھے نو بجے تمھیں بتادوں گا کہ میں تم سے کل کس جگہ ملوں گا۔"

"رات ساڑھے نو بجے کیوں؟" ہاروت رابیل کی مضطربانہ آواز آئی۔ "ابھی کیوں نہیں؟ میں تم سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔"

"وقت یاد رکھنا رابیل۔" میں نے ہلکا سا قہقہہ لگایا۔ "رات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ٹھیک ساڑھے نو بجے۔" میں نے فون بند کیا اور بوتھ سے نکل آیا۔ میں ہاروت رابیل کو ذہنی طور پر معطّل کر دینا چاہتا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ اب وہ بقیہ وقت اضطراب اور خوف و ہراس کے عالم میں گزارے گا۔ اُس کا یہ خوف و ہراس ہماری کامیابی کا ذریعہ بھی ہو سکتا تھا۔

ہم کسی خطرے سے دوچار ہوئے بغیر واپس اپنے ہوٹل پہنچ گئے موقع دیکھ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو رات کے پروگرام سے مطلع کر دیا تھا۔

دن کا بقیہ حصّہ ہوٹل میں گزارنے کے بعد رات ساڑھے نو بجے ہم ایک بار پھر سرگرمِ عمل ہو گئے۔ ہوٹل سے بہت فاصلے پر واقع ایک فون بوتھ سے میں نے ہاروت رابیل کو فون کیا۔ اس وقت پونے دس بج چکے تھے۔

"تم نے ساڑھے نو کا وقت دیا تھا۔ اس وقت پونے دس بج رہے ہیں۔ یہ وعدہ خلافی کیوں؟" اُس نے رابطہ ملتے ہی اضطرابی لہجے میں کہا۔

"صرف پندرہ منٹ کا ہی تو فرق ہے رابیل۔ تمھارے ہاتھ بہت لمبے ہیں۔ یہ دیر محض احتیاطاً کی گئی ہے۔ ممکن ہے ساڑھے نو بجے کے لیے تم نے کوئی خاص قسم کا بندوبست کر رکھا ہو۔ اس تاخیر کو نظر انداز کر دو اور یہ بتاؤ کہ تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"فیصلہ تو تمھیں کرنا تھا — میں تم سے فوراً ملنا چاہتا ہوں۔ ابھی اور اسی وقت۔"

"جلد بازی ہمیشہ خراب نتائج مرتب کرتی ہے رابیل۔ اچھے خوب غور و خوض کر لو اس کے بعد کوئی فیصلہ کرنا۔"

"آج میں کوئی کام نہیں کر سکا۔ سارا دن اسی سلسلے میں سوچ بچار کرتا رہا ہوں۔"

"اور سوچ لو رابیل اس لیے کہ ہم تم سے محض ملاقات نہیں کریں گے۔ اس ملاقات سے ہمارا ایک خاص مقصد وابستہ ہے۔"

"یہ بات میں تم سے زیادہ اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم مجھے کیا پڑھا رہے ہو۔"

"گویا تم اس نتیجے پر پہنچ چکے ہو کہ تم مجھے استعمال کیے بغیر اپنی مقصد برآری نہیں کر سکتے؟"

"ہاں اور اسی لیے میں فوراً تم سے ملنا چاہتا ہوں۔ جو کچھ بھی ہونا ہے فوراً ہو جائے تو بہتر ہے۔"

"اتنی جلدی تو قطعی ناممکن ہے رابیل! مجھے خود بھی اس ملاقات کے لیے کچھ انتظامات کرنے ہوں گے۔ تم بھی یہ بات سمجھتے ہو گے۔"

"مجھے اس قدر پریشان مت کرو۔" ہاروت رابیل گڑگڑایا۔ "میں دل کا مریض ہوں۔ زیادہ انتظار کرنا میری موت کا باعث بھی ہو سکتا ہے۔"

"یہ سن کر بہت افسوس ہوا کہ تم دل کے مریض ہو۔" میں نے کہا مگر میرے لہجے میں ہمدردی کے بجائے سفاکی تھی۔ "تاہم اگر تمھیں اتنی ہی جلدی ہے تو کل دن کے گیارہ بجے میگراف کے سوئمنگ پول پر ملاقات کر لو۔ وقت اور جگہ یاد رکھنا۔ ہوٹل میگراف، سوئمنگ پول، دن کے ساڑھے گیارہ بجے۔ میں خود ہی تم سے رابطہ قائم کر لوں گا۔"

"ابھی تو تم نے گیارہ بجے کہا تھا اور اب خود ہی ساڑھے گیارہ کہہ رہے ہو۔ اس سے میں کیا سمجھوں؟"

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے۔ میں بھول جانے کا مریض ہوں۔ گیارہ بجے کا وقت ہی ٹھیک ہے۔"

"میں اتنا انتظار بھی نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل کی مضطربانہ آواز اُبھری۔ "اگر تم کوئی سودے بازی کرنا چاہتے ہو تو اُسے طول کیوں دے رہے ہو۔ ٹال مٹول سے کام کیوں لے رہے ہو۔ جب میں تم سے تعاون پر آمادہ ہوں تو پھر اس کا مقصد ہے کہ۔۔۔"

"کل صبح گیارہ بجے۔۔۔ ہوٹل میگراف کے سوئمنگ پول پر۔" میں نے کہا اور فون بند کر دیا۔ میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچ کر میں لمبی تان کر سو گیا۔ ہاروت رابیل کے مقابلے پر ہماری ابتدائی کامیابیاں ہمارے اندازوں سے کہیں بڑھ کر تھیں پھر پُرسکون نیند کیوں نہ آتی۔

اگلے روز صبح میں کوئی نو بجے کے قریب اپنے کمرے میں ناشتا کر رہا تھا۔ ناشتے کے دوران اخبار بھی پڑھتا جا رہا تھا کہ ایک خبر نے مجھے چونکا دیا۔ خبر بہت مختصر اور ایک کالمی تھی لیکن میرے لیے تشویش کا باعث تھی۔ خبر کے مطابق پولیس نے تین افراد کو گرفتار کر لیا تھا۔ اُن تینوں کا تعلق تنظیم آزادیٔ فلسطین سے تھا اور انھیں امریکا کے ایک یہودی کے خلاف کام کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا تھا۔ اخبار نے اُن تینوں کے نام بھی شائع کیے تھے جو ناصر برق، فواد اور حسن ناصر تھے۔ تینوں ہی میرے شناسا تھے اور اُن کی گرفتاری کو میں نظر انداز نہیں کر سکتا تھا۔ خاص طور پر ناصر برق اور فواد تو میرے بہترین رفیق رہ چکے تھے۔

خبر پڑھنے کے بعد میں نے جیسے تیسے ناشتا ختم کیا اور اخبار لے کر تہذیب کے کمرے میں جا پہنچا۔ مجھے اپنے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ کر تہذیب چونک پڑی۔

"خیریت تو ہے علی! تم اس طرح میرے کمرے میں۔" اُس نے حیرت سے کہا۔ "طے تو یہ ہوا تھا کہ۔۔۔"

"میں چھپ کر یہاں آیا ہوں۔ کسی نے مجھے تمھارے کمرے میں داخل ہوتے نہیں دیکھا اور نہ ہی یہاں سے باہر نکلتے دیکھے گا۔ تم ذرا یہ خبر پڑھ لو۔" میں نے اخبار اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

تہذیب نے اخبار میرے ہاتھ سے لے لیا اور میری بتائی

ہوئی خبر پڑھنے لگی۔ "اوہ! تو تینوں ہی۔۔۔"

"ہاں تہذیب! صبح ہی صبح بڑی خراب خبر ملی ہے۔ تینوں افراد پولیس کی تحویل میں ہیں۔ اس خبر نے مجھے پریشان کر دیا ہے اسی لیے میں تمھارے کمرے میں چلا آیا۔"

چند لمحے تک تہذیب پُرتفکر انداز میں مجھے دیکھتی رہی پھر سر جھٹک کے بولی۔ "اُن کے لیے کچھ کرنا ہماری ذمّے داری تو نہیں ہے تاہم دوستی اور ہمدردی کے ناتے ہمیں اُن کے لیے کچھ نہ کچھ کرنا ہی پڑے گا۔"

"ابھی ہاروت رابیل کا معاملہ بھی نہیں نمٹا تھا کہ ایک نیا مسئلہ ہمارے سامنے آ گیا۔" میں نے پریشانی سے کہا۔

"اور مسئلہ بھی معمولی نہیں بہت گمبھیر۔" تہذیب بولی۔ "اُن تینوں پر جو فردِ جرم عائد کی گئی ہے وہ بھی تو معمولی نہیں ہے۔"

"اس کے علاوہ یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اُنھیں کہاں قید رکھا گیا ہے۔ تینوں فلسطینی گوریلوں کو ظاہر ہے کسی خاص جگہ ہی قید کیا گیا ہوگا۔"

"ممکن ہے اُن کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی ہوں۔ انھیں رہا کرانا آسان نہیں ہوگا۔"

"بیٹھے بٹھائے ایک اور اُلجھن پیش آ گئی تہذیب! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا سکون وقتی تھا۔"

تہذیب نے شاید میری آواز سُنی ہی نہیں تھی۔ وہ گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی نظر آ رہی تھی۔ چند لمحے بعد اچانک ہی وہ اُچھل پڑی۔

"کیا ہوا؟" میں نے اس سے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"پہلے یہ بتاؤ کہ حکومتِ امریکا کے مسروقہ جوہری فارمولوں کے بارے میں تم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میں نے ابھی تک اُن کے بارے میں کوئی حتمی فیصلہ نہیں کیا لیکن یہ بات طے ہے کہ فارمولے بجائے خود ہمارے کسی کام کے نہیں ہیں۔"

"اور فی الحال ہم اُن کے ذریعے بیروت کے کیمپوں میں پناہ گزین فلسطینیوں کے لیے رقم جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔"

"اس بات میں اتنا اضافہ اور کر لو کہ ہمارا شکار یہودی دولت مند ہیں۔" میں نے کہا۔

"یعنی مالی فوائد حاصل کرنے کے سوا وہ ہمارے کسی اور کام نہیں آ رہے ہیں؟"

"ظاہر ہے۔ نہ صرف ہم خود اُن فارمولوں سے کوئی فائدہ نہیں اُٹھا سکتے بلکہ وہ ہمارے کسی ساتھی کے کام بھی نہیں آ سکتے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے علی کہ وہ ہمارے کسی کام کے نہیں لیکن کیا واقعی وہ ہمارے کسی ساتھی کے کام بھی نہیں آ سکتے؟"

"کیا مطلب ہے تمھارا؟" میں نے تہذیب کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا لیکن اُس کے جواب دینے سے قبل ہی میرے ذہن میں ایک جھماکا سا ہوا۔ "کہیں تمھارا یہ مطلب تو نہیں کہ۔۔۔"

"اُن فارمولوں کے عوض ہم اپنے گرفتار شدہ ساتھیوں کو رہا کرانے کی کوشش کریں۔" تہذیب نے میری بات مکمل کر دی۔

"خیال تو بہت عمدہ ہے تہذیب لیکن جس مقصد کے لیے ہم اس وقت ان فارمولوں کو استعمال کر رہے ہیں اس کا کیا بنے گا؟"

"یہ ٹھیک ہے علی کہ اگر ہم یہ فارمولے کسی بڑے ملک کے ہاتھوں فروخت کرنا چاہیں تو ہمیں اچھی خاصی رقم مل سکتی ہے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ پہلے ہی ان کے عوض جتنی رقم ہم وصول کر چکے ہیں وہ بھی کچھ کم تو نہیں ہے۔"

"کم تو بے شک نہیں ہے تہذیب لیکن بے سوچے سمجھے اتنا بڑا فیصلہ کر لینا عقلمندی تو نہیں ہے۔"

"اس سلسلے میں سوچنے سمجھنے کو رکھا ہی کیا ہے۔ ہمیں صرف اتنا ہی تو کرنا ہے کہ ان فارمولوں کی قیمت پر امریکا سے اپنے ساتھیوں کو رہا کرا لیں۔"

"تم صرف اُن تینوں کی بات کر رہی ہو اور میں ہاروت رابیل کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔ میں اُسے بخشنے کو تیار نہیں ہوں۔"

"تم یہ نہیں سوچ رہے علی کہ اپنے ساتھیوں کی گرفتاری اس وقت ہمارے علم میں آئی ہے جبکہ یہ معاملات ہمارے قابو میں ہیں۔ اگر فارمولے ہاروت رابیل کے حوالے کر دینے کے بعد یہ واقعہ ہوتا تو ہم کیا کرتے؟"

"مجھے تمھاری اس بات سے اختلاف نہیں ہے تہذیب! واقعی اگر بعد میں یہ بات ہمارے علم میں آتی تو ہم اتنی مضبوط پوزیشن میں نہ ہوتے جتنی مضبوط پوزیشن میں اب ہیں۔"

"جب تمھیں میری بات سے اختلاف نہیں ہے تو فیصلہ کرنے میں کیوں ہچکچا رہے ہو؟" تہذیب نے کہا۔

"جو کچھ تم کہہ رہی ہو اُس سے میں پوری طرح متفق ہوں لیکن اس طرح نہیں جیسے تم چاہ رہی ہو۔"

"میں کیا چاہ رہی ہوں؟"

"تمھارے کہنے کا مقصد یہ ہے کہ ہم اُن فارمولوں کے عوض اپنے ساتھیوں کو چھڑا لیں۔ ہاروت رابیل کو اس کے حال پر چھوڑ دیں۔"

"اور تم کیا چاہتے ہو؟" تہذیب نے پُرسکون لہجے میں پوچھا۔

"میں چاہتا ہوں کہ فارمولوں کے عوض اپنے ساتھیوں کی رہائی کا مطالبہ ضرور کیا جائے مگر پہلے ہم ہاروت رابیل سے نمٹ لیں۔"

"چلو ٹھیک ہے۔ میں تمھاری بات مانے لیتی ہوں لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس بات پر عمل کرنے میں تمھیں کیا پس و پیش ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مجھے پس و پیش تو کوئی نہیں ہے" تہذیب! "بس ہمیں پورے پروگرام کا ڈھانچا تبدیل کرنا پڑے گا۔ ہاروت رابیل سے رقم اینٹھنے کے بعد ہی ہم کوئی اگلا قدم اٹھائیں گے۔ تم میرا مطلب سمجھ رہی ہو نا؟"

"بہت اچھی طرح سمجھ رہی ہوں۔ تمھارا مطلب ہے کہ ہم ہاروت رابیل سے رقم تو وصول کریں گے لیکن فارمولے اس کے حوالے نہیں کریں گے۔"

"ہاں اور یہ زیادہ بہتر رہے گا۔ فارمولوں کا کسی اور کے ہاتھ لگنا تباہ کاری کو وسعت دینا ہوگا۔"

"میں خود بھی اسی خیال کی حامی ہوں۔" تہذیب نے کہا۔ "فارمولے حکومتِ امریکا کی ملکیت ہیں اور اسی کو واپس ملنے چاہئیں۔"

"اب ہمیں یہ بھی معلوم کرنا ہوگا کہ ناظمہ برق، فواد اور حسن ناصر کس سلسلے میں گرفتار ہوئے ہیں۔"

"کیا تم نے خبر پوری طرح نہیں پڑھی؟" تہذیب نے حیران ہو کر پوچھا۔ "اُن کی گرفتاری کی وجہ بھی تو چھپی ہے۔"

"اُن پر جو فردِ جرم عائد کی گئی ہے وہ بہت سرسری نوعیت کی ہے۔ خبر بہت مبہم اور غیر واضح ہے۔ اُس میں صرف یہ بتایا گیا ہے کہ انھیں ایک امریکی یہودی کے خلاف کام کرنے کے جرم میں گرفتار کیا گیا ہے۔"

"کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ خبر میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ حقائق کے خلاف ہے؟"

"یہ بھی ممکن ہے کہ حقائق چھپا لیے گئے ہوں لیکن اگر ہم خبر کے مندرجات درست تسلیم کر لیں تب بھی سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا فلسطینی گوریلے یہاں کوئی معمولی نوعیت کا کام کر رہے ہوں گے؟"

"یقیناً وہ کوئی غیر معمولی کام کر رہے ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ "لیکن میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"اُس امریکی یہودی کا نام بھی ظاہر نہیں کیا گیا جس کے خلاف وہ لوگ کام کر رہے تھے۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"بہت فرق پڑتا ہے۔ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ بھی ہاروت رابیل کے خلاف کام کر رہے ہوں۔"

تہذیب چونک پڑی۔ "ہاں۔" اُس نے کہا۔ "یہ ممکن ہے لیکن ہمیں اس سلسلے میں کیا کرنا چاہیے؟"

"کچھ نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "فی الحال سب کچھ بھول کر ہاروت رابیل پر توجہ مرکوز کر دو۔ بعد کی بعد میں دیکھی جائے گی۔"

میں تہذیب کے کمرے سے نکل آیا۔ اب ہمیں ہوٹل میگراف روانہ ہونا تھا۔ اس ضمن میں پروگرام طے تھا۔ بڈا وزنا اسرکو پہلے سے وہاں پہنچ کر پوزیشن سنبھالنی تھی اور مجھے بعد میں روانہ ہونا تھا جبکہ تہذیب میرا تعاقب کرتی ہوئی ہوٹل میگراف پہنچتی۔

وقتِ مقررہ سے کچھ دیر قبل ہی میں ہوٹل سے نکل آیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر سیدھا ہوٹل میگراف جا پہنچا۔ میگراف ایک خوبصورت ہوٹل تھا اور ہوٹل ہی کی طرح اس کا سوئمنگ پول بھی بے حد شاندار تھا۔ سوئمنگ پول پر اچھا خاصا رش نظر آرہا تھا۔ بیشتر لوگ سوئمنگ ڈریس میں تھے جن میں اکثریت خواتین کی تھی۔ میں نے متلاشی انداز میں نگاہ دوڑائی اور ہاروت رابیل مجھے نظر آگیا۔ وہ ایک کرسی پر بیٹھا تھا اور اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ دیگر لوگوں کی طرح وہ بھی نہانے کے لباس میں تھا لیکن اُس نے شاید پانی کو چھوا بھی نہیں تھا۔ اُس کے نزدیک ایک خالی کرسی اور بھی نظر آرہی تھی جو یقیناً میرے لیے تھی۔

کچھ دیر تک میں بے مقصد سوئمنگ پول کے گرد چکرا تا رہا۔ مقصد یہ تھا کہ اگر کوئی خطرہ ہو تو نگاہ میں آجائے لیکن کوئی شخص بھی ایسا نظر نہیں آیا جس کی توجہ خصوصیت سے ہاروت رابیل کی جانب ہوتی۔ بڈا اور ناصر بھی کہیں دکھائی نہیں دے رہے تھے مگر میں اُن کی طرف سے مطمئن تھا۔ دونوں بہت مستعد لوگ تھے اور یقیناً کسی ایسی جگہ چھپے ہوئے ہوں گے جہاں سے حالات پر نگاہ رکھی جا سکتی ہو گی۔

اپنے طور پر مطمئن ہونے کے بعد میں ہاروت رابیل کی طرف بڑھا اور ٹہلتا ہوا اُس کی پشت پر پہنچ گیا۔ پھر اطمینان سے اُس کے نزدیک رکھی ہوئی خالی کرسی گھسیٹ کر اُس پر بیٹھ گیا۔ ہاروت رابیل یوں اُچھلا تھا جیسے اُسے کسی بچھو نے ڈنک مار دیا ہو۔ وہ خوفزدہ سے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ڈیئر رابیل۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں تمھارا وہی دوست ہوں جس کے تم منتظر ہو۔"

"نہیں۔" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔ "کیا تم وہی ہو جو مجھ سے سوتراں کی حیثیت سے ملے تھے؟"

"ہاں پیارے رابیل! میں وہی ہوں۔ لیکن تم اتنے حیران کیوں ہو رہے ہو؟ کوئی اور اتنی بے تکلفی کا مظاہرہ کہاں کر سکتا تھا۔"

"لیکن تمھارا چہرہ! سوتراں کے اور تمھارے نقوش میں زمین آسمان کا فرق ہے۔"

"اسے میک اپ کا کمال کہتے ہیں۔" میں نے بائیں آنکھ دبا کر کہا۔ "دوبارہ ملاقات ہوگی تو میں تمھیں کسی اور صورت میں ملوں گا۔"

"خدا کی پناہ!" ہاروت رابیل نے اپنا سر پکڑ لیا۔ "تم آخر کون ہو اور مجھ سے کیا چاہتے ہو؟"

"ساری باتیں تو میں تمھیں پہلے ہی بتا چکا ہوں۔ اگر تم وہی باتیں دوبارہ سننا چاہو تو میں انھیں دُہرانے کے لیے بھی تیار ہوں۔"

"میں تمھیں پہچاننے سے قاصر ہوں اس لیے ضروری ہے کہ تم ساری باتیں دوبارہ دُہراؤ تاکہ مجھے یقین آجائے کہ میں کسی غلط آدمی سے بات نہیں کر رہا ہوں۔"

"سوتراں کی حیثیت سے میں نے تمھیں ڈی فوسٹر کی کہانی سنائی تھی جو جرمنی کے شیرخ خاندان کا ایک مایہ ناز سائنس داں تھا اور جسے تم نے ایک طویل عرصے تک اپنا قیدی بنائے رکھا تھا۔ اتنا حوالہ کافی نہیں ہے؟"

"نہیں۔" ہاروت رابیل غرّایا۔ "صرف اتنی سی بات سے مجھے مطمئن کرنے کے لیے قطعی ناکافی ہے۔"

"تم بہت شکی مزاج آدمی ہو ہاروت رابیل! حالانکہ جو کچھ میں نے بتایا اس کے بعد کسی شک و شبے کی گنجائش نہیں رہ جاتی۔"

"نہ رہے۔" ہاروت رابیل نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن مکمل اطمینان کے بغیر کسی کام میں ہاتھ ڈالنا میرے اصول کے خلاف ہے۔ اگر تم اپنی اصل صورت میں مجھ سے ملے ہوتے تو میں تم سے کچھ بھی نہ پوچھتا۔"

"تم ہتھیار بناتے ہو ہاروت رابیل اور انھیں مختلف ضرورت مند ممالک کو فروخت کر دیتے ہو۔ زیادہ منافع کمانے کے لالچ میں تم نے ہلکے جوہری ہتھیاروں کے فارمولے حکومتِ امریکا کے خفیہ محکموں سے چوری کروائے۔ ڈی فوسٹر اُن فارمولوں سمیت تمھاری قید سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا اور تمھارا منصوبہ دھرا رہ گیا۔"

"جب تم سوتراں کی حیثیت میں مجھ سے ملے تھے اُس وقت بھی میں نے تم سے سوال کیا تھا کہ تم کون ہو۔ اس وقت بھی میں تم سے یہی سوال کرنا چاہتا ہوں کہ تم کون ہو اور ان معاملات سے تمھارا کیا تعلق ہے؟"

"پچھلی بار میں نے تمھیں کچھ اور کہانی سنائی تھی ہاروت رابیل لیکن آج معاملہ مختلف ہے۔ آج میں تمھیں بتاؤں گا کہ میں کون ہوں اور اس ... سے میرا کیا تعلق ہے۔ اوشیل میکائیل سے واقف ہو؟"

ہاروت رابیل بری طرح چونک پڑا۔ "ہاں، وہ فرانسیسی تاجر جو گزشتہ دنوں پُراسرار طریقے سے قتل کر دیا گیا تھا۔"

"ہاں۔" میں نے تلخی سے کہا۔ "وہی، اور تم اُسے محض اس لیے جانتے ہو کہ تمھاری طرح وہ بھی یہودی تھا۔"

"میں نے اُس کے بارے میں پڑھا تھا۔ جب وہ قتل ہوا میں پیرس میں موجود تھا لیکن تم نے اُس کا حوالہ کیوں دیا؟"

"اُس نے ڈی فوسٹر اور فارمولوں کی بازیابی کے لیے ہماری خدمات حاصل کی تھیں۔" میں نے کہا۔

"کیا کہہ رہے ہو تم!" ہاروت رابیل حیرت سے منہ پھاڑ کر رہ گیا۔ "اُن فارمولوں سے بڑے بڑے ملکوں کی دلچسپی تو سمجھ میں آتی ہے لیکن اوشیل میکائیل کا تعلق سمجھ میں نہیں آتا۔"

"میرے بتائے بغیر تمھاری سمجھ میں کچھ بھی نہیں آئے گا رابیل۔ وہ دراصل امریکا میں تمھاری اجارہ داری توڑنا چاہتا تھا۔"

"تم بڑی حیران کن باتیں کر رہے ہو۔ اوشیل میکائیل میری اجارہ داری کس طرح توڑ سکتا تھا؟"

"اسلحہ سازی کے کاروبار میں منافع بہت زیادہ ہے ہاروت رابیل اور یہودی قوم پیسے کے لیے کچھ بھی کر سکتی ہے۔ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ بھی امریکا میں اسلحہ سازی کا کاروبار شروع کرے۔ چونکہ یہاں اسلحہ سازی کا اجازت نامہ صرف تمھارے پاس تھا اور تمھاری موجودگی میں کسی اور کو یہ اجازت نامہ نہیں مل سکتا تھا اس لیے اوشیل میکائیل نے اس موقع سے فائدہ اُٹھانے کا فیصلہ کیا جو اُسے اتفاقاً میسر آگیا تھا۔ اُس نے ہم سے رابطہ قائم کیا اور ایک خطیر رقم کے عوض ہمیں اس کام پر مامور کر دیا کہ ہم مسروقہ فارمولے اُس کے لیے حاصل کریں۔ اُس کا ارادہ تھا کہ وہ فارمولے امریکا کے حوالے کر کے اُسے تمھارے کرتوتوں سے آگاہ کر دے گا تاکہ تمھاری ساکھ ختم ہو جائے، تم سے تمام مراعات واپس لے لی جائیں اور خود اُسے امریکا میں اسلحہ سازی کی اجازت مل جائے۔"

"اوہ! اُس نے بڑی بھیانک چال چلی تھی۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "لیکن وہ ناکام کیوں ہو گیا۔ کیا تم نے فارمولے اُس کے حوالے نہیں کیے؟"

"ہم نے فارمولے اور ڈی فوسٹر اُس کی خدمت میں پیش کر دیے تھے لیکن اُس کی نیت میں فتور پیدا ہو گیا۔ بجائے اس کے کہ وہ بقیہ رقم ہمارے حوالے کرتا اُس نے ہمیں ہلاک کرنے کی کوشش کی۔ ہر یہودی کی ذہنیت یہی ہوتی ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہمارے ہاتھوں مارا گیا۔"

"یعنی تم نے اُسے محض رقم کے حصول کے لیے قتل کر دیا۔" ہاروت رابیل نے کہا۔

"نہیں رابیل! صرف رقم کے لیے نہیں بلکہ اُس نے بدعہدی کی تھی۔ نہ صرف بدعہدی کی تھی بلکہ ہماری جانیں لینے کی کوشش بھی کی تھی۔ ہم نے اُسے ہلاک کر کے کوئی غلط قدم نہیں اٹھایا۔"

"اس کے بعد تم فرانس سے ڈی فوسٹر اور فارمولوں سمیت فرار ہو کر امریکا آگئے۔"

"ہاں مسٹر رابیل! اب دونوں چیزیں ہمارے قبضے میں ہیں اور ہم نے صرف تمھاری خاطر طویل سفر کیا ہے۔"

"تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ تم نے مجھ سے ہمدردی کی ہے؟" ہاروت رابیل نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"نہیں! ہمیں تو وہ رقم چاہیے جو ہم اوشیل میکائیل سے وصول نہیں کر سکے۔ اگر تم نے ہمیں وہ رقم ادا کر دی تو ٹھیک ہے ورنہ فارمولے دیگر ثبوتوں سمیت امریکا کی حکومت کے حوالے کرنا ہماری مجبوری ہوگی۔ ہمیں یقین ہے کہ حکومتِ امریکا نہ صرف ہمیں مطلوبہ رقم ادا کرے گی بلکہ ہماری ممنون بھی ہوگی۔"

"تو پھر تم نے حکومت سے ہی رابطہ کیوں نہ قائم کر لیا؟" ہاروت رابیل نے خاصی سرد مہری سے کہا۔

"ایک مجرم کی ہمدردی ہمیشہ دوسرے مجرم کے ساتھ ہوتی ہے رابیل! لیکن کسی خوش فہمی میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم نے اپنے تحفظ کے پورے انتظامات کرنے کے بعد ہی تم سے رابطہ قائم کیا ہے۔ تمہارے خلاف سارے ثبوت اور فارمولے میرے ساتھیوں کے پاس ہیں۔ وہ لوگ امریکی محکمۂ خفیہ سے اتنے قریب ہیں کہ ضرورت پڑنے پر فوراً اس محکمے سے رابطہ قائم کر کے فارمولے اور تمام ثبوت اس کے حوالے کر دیں گے۔ تم خود اندازہ کر سکتے ہو کہ اگر ایسا ہو گیا تو اس کے کیا نتائج نکل سکتے ہیں۔"

"تو تم مجھے بلیک میل کر رہے ہو؟" ہاروت رابیل نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا اور پھر دفعتاً دونوں ہاتھ اپنی آنکھوں پر رکھ کر یوں جھک گیا جیسے آنکھوں میں اچانک ہی شدید قسم کی تکلیف اٹھی ہو۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا، سوئمنگ پول سے کچھ فاصلے پر دو فائروں کی آوازیں سنائی دیں اور میں اچھل پڑا۔ جس جگہ سے فائر کی آوازیں سنائی دی تھیں وہاں سے اب چیخیں بلند ہونے لگی تھیں۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ کیا واقعہ رونما ہوا ہے۔ لوگوں میں افراتفری مچ گئی تھی۔ نسوانی چیخیں بھی سنائی دینے لگی تھیں۔ بہت سے لوگ دریافتِ حال کے لیے دوڑ دوڑ کر سوئمنگ پول کے اسی حصے کی طرف جا رہے تھے۔

میں اپنی جگہ پر جما بیٹھا رہا جبکہ ہاروت رابیل کی تکلیف غائب ہو گئی تھی۔ اس پر اضطرابی کیفیت طاری تھی اور وہ اچک اچک کر اس سمت دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا جہاں فائرنگ ہوئی تھی مگر لوگوں کے جمع ہو جانے کی وجہ سے کچھ نظر آنا ممکن نہیں تھا۔ میری سمجھ میں بھی کچھ نہیں آیا تھا۔ ہاروت رابیل کا اضطراب لمحہ بہ لمحہ بڑھتا جا رہا تھا۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی۔ میں اور ہاروت رابیل دونوں ہی خاموش تھے پھر ایک شخص ٹہلتا ہوا ہمارے قریب پہنچا اور میری کرسی کے عقب میں آ کر کھڑا ہو گیا۔

"مسٹر رابیل نے دو آدمیوں کو آپ کے قتل پر مامور کیا تھا چیف!" اس شخص نے آہستہ سے کہا۔ وہ زاہر کے علاوہ اور کوئی نہیں تھا۔ "لیکن اس سے پہلے کہ وہ آپ کا نشانہ لے کر آپ کو ہلاک کر سکتے، ہم نے ان دونوں کا ہی کام تمام کر دیا۔"

ہاروت رابیل نے خوف اور غصے کے ملے جلے عالم میں زاہر کو گھور کر دیکھا۔ میرے ہونٹوں پر ایک زہریلی مسکراہٹ ابھر آئی تھی لیکن میں نے ہاروت رابیل سے کچھ کہنے کے بجائے زاہر کو مخاطب کیا۔

"تم جاؤ اور مستعد رہو۔" میں نے کہا اور زاہر چلا گیا۔ سوئمنگ پول پر ابھی تک افراتفری مچی ہوئی تھی۔ لوگ خون خون چلا رہے تھے۔

"مجھے تم سے یہی امید تھی رابیل۔" میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر تم مجھ سے واقف ہوتے تو کبھی ایسی حماقت نہ کرتے۔"

"تم نے بتایا ہی نہیں کہ تم کون ہو؟" ہاروت رابیل نے نروس انداز میں کہا۔

"میں یہودیوں کی نفسیات پر اتھارٹی ہوں رابیل۔ مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ کتنی کمینی فطرت کے مالک ہوتے ہو۔ کیا اتنا بتا دینا کافی نہیں ہے؟"

ہاروت رابیل بے بسی سے مجھے دیکھتا رہا۔ منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"مکاری، عیاری اور بدعہدی تمہاری فطرت میں شامل ہے۔ پیسے کی خاطر تم لوگ کچھ بھی کر سکتے ہو۔ ابھی تم نے جو حرکت کی، اس کی مجھے توقع تھی۔ تم نے مجھے یہاں گفتگو کرنے کے لیے بلایا تھا اور مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کے لیے اپنے آدمی بھی چھپا رکھے تھے۔ اگر میں نے احتیاطی تدابیر نہ اختیار کر رکھی ہوتیں یا میرے آدمیوں نے ذرا سی بھی غفلت کا مظاہرہ کیا ہوتا تو اس وقت تم اپنی فتح کا جشن منا رہے ہوتے۔ یہ اور بات ہے کہ تمہارا جشن مکمل ہونے سے قبل ہی تمہارے سارے کرتوت حکومت کے علم میں آ چکے ہوتے۔ تمہیں اپنے کیے پر پچھتاوے کے سوا کچھ حاصل نہ ہوتا رابیل! اور پچھتاوا بھی ایسا کہ جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت تمہارے پاس نہ ہوتی۔"

ہاروت رابیل کے چہرے پر مردنی چھا گئی تھی۔ "مجھے اعتراف ہے کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے۔" اس نے بے جان سی آواز میں کہا۔ "اور میں اس پر بے حد شرمندہ بھی ہوں۔"

میرے ہونٹوں پر ایک سفاکانہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ "غالباً یہ پہلا موقع ہوگا کہ تم نے کسی سے معافی مانگی ہوگی۔"

ہاروت رابیل کے چہرے کی رنگت متغیر ہو گئی۔ اسے مجھ پر شدید غصہ آیا تھا۔ وہ مجھے کوئی سخت جواب دینے ہی والا تھا کہ اسے اپنی نازک پوزیشن کا احساس ہو گیا اور اس نے بڑی تیزی سے خود کو سنبھال لیا۔ "اگر آدمی سے کوئی غلطی ہو جائے تو اعتراف کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔" اس نے دھیمی آواز میں کہا۔

"تم نے غلطی نہیں کی ہاروت رابیل! بدترین حماقت کا مظاہرہ کیا ہے۔ اور ایسا پہلی بار نہیں ہوا ہے۔ اس سے قبل تم ان تین

بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگ چکے ہو جن کا اس معاملے سے کوئی تعلق ہی نہیں تھا اور اب تم نے مجھ پر بھی حملہ کرانے کی ناکام کوشش کی۔ میں تو تمہیں بہت عقلمند آدمی سمجھتا تھا ہاروت رابیل! تم نے آخر کیا سوچ کر اس قسم کی حرکتیں کی ہیں؟"

"میرے اعصاب پر بہت دباؤ تھا۔" ہاروت رابیل نے شکست خوردگی سے کہا۔ "میرے سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں جواب دے گئی تھیں۔"

"تمہاری اس حرکت پر تمہیں معاف بھی کیا جا سکتا ہے ہاروت رابیل لیکن اس کے لیے تمہیں کچھ شرائط تسلیم کرنی ہوں گی۔"

"اس وقت میں بے بس ہوں۔ تم جو چاہو شرائط عائد کر دو میں کر بھی کیا سکتا ہوں۔ بتاؤ تمہاری کیا شرائط ہیں؟"

"جو رقم ان فارمولوں کے عوض میں تم سے وصول کرنے والا تھا وہ اب دگنی کر دی گئی ہے ہاروت رابیل۔"

"دگنی!" ہاروت رابیل نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ "مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ پہلے تم مجھ سے کیا وصول کرنے کا ارادہ رکھتے تھے؟"

"معلوم ہو جائے گا ہاروت رابیل۔" میں نے عیاری سے کہا۔ "جو رقم تم سے طلب کی جائے گی اس کی ادائیگی کے لیے تمہیں دو روز کی مہلت دی جائے گی۔ اگر اس مہلت کے اندر تم ادائیگی کرنے میں ناکام ہو گئے تو تیسرے روز تمہارے خلاف سارے ثبوت حکومت کے حوالے کر دیے جائیں گے۔"

"ن... نہیں۔ میں پہلے ہی اپنی غلطی تسلیم کر چکا ہوں۔ اگر آئندہ مجھ سے کوئی غلطی سرزد ہو تو جو چاہو سزا دے لینا لیکن اس بار درگزر کر دو۔"

"ہرگز نہیں ہاروت رابیل۔" میں نے قطعیت سے کہا۔ "تمہارے جرائم نظر انداز کر دینا بجائے خود ایک جرم ہوگا۔ تم نے یہ تک نہیں سوچا کہ میں صرف دھمکی نہیں دے رہا بلکہ اس پر عمل بھی کر سکتا ہوں۔"

"میں... میں خوفزدہ تھا۔ جو کچھ ہوا وہ میری حماقت تھی۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ وہ فارمولے...."

"میں اب بھی تمہارے حوالے کرنے کو تیار ہوں ہاروت رابیل لیکن اب تم سے رقم دگنی وصول کروں گا۔"

"کک... کتنی رقم؟" ہاروت رابیل نے اپنے خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر پوچھا۔

"تم سے دس کروڑ ڈالر وصول کرنے کا ارادہ تھا۔ تم نے اپنی حماقت سے اس رقم کو دگنا کر دیا ہے۔"

"بیس کروڑ ڈالر!" ہاروت رابیل کی آواز حلق میں پھنسنے لگی۔ "تمہیں اندازہ ہے کہ تم کتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر رہے ہو؟"

"ہم نے ان گنت خطرات مول لے کر یہ فارمولے حاصل کیے ہیں ہاروت رابیل اور ہمیں ان کی قدر و قیمت کا خوب اندازہ ہے۔ تم تو صرف یہ بتاؤ کہ رقم ادا کرو گے یا نہیں؟"

"ن... نہیں۔ تم نے میری بساط سے بہت بڑھ کر مطالبہ کر دیا ہے۔ میں اتنی رقم ادا نہیں کر سکتا۔"

"گویا تم فارمولوں کا سودا کرنے کے موڈ میں نہیں ہو۔" میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ "کیا یہ تمہارا حتمی جواب ہے؟"

"رقم بہت زیادہ ہے۔" رابیل گڑگڑایا۔ "اس پر نظرِ ثانی کر لو تو میں فارمولے خریدنے کو تیار ہوں۔"

"تم بکواس کر رہے ہو رابیل! اگر تمہیں فارمولے خریدنے سے اتنی ہی دلچسپی ہوتی تو مجھ پر قاتلانہ حملے نہ کراتے۔ نہیں، میں بے کار وقت برباد کر رہا ہوں۔ مجھے اب کچھ اور ہی کرنا پڑے گا۔"

"ٹھہرو۔" ہاروت رابیل نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔ "میں اپنی غلطی کا اعتراف کر چکا ہوں۔ مجھ پر کچھ تو رحم کرو۔"

"کیا اتنا رحم کم نہیں ہے کہ میں اب بھی فارمولے تمہیں فروخت کرنے پر آمادہ ہوں؟"

"مجھ پر ترس کھاؤ، میں تباہ ہو جاؤں گا۔ میں مر جاؤں گا۔ یہ بہت بڑی رقم ہے۔"

"تو تم مر جاؤ رابیل۔" میں نے کرسی سے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔ "تمہاری موت کے بعد ہم یہ فارمولے روسی حکومت کے حوالے کر دیں گے۔ کچھ نہ کچھ معاوضہ تو مل ہی جائے گا۔"

"بیٹھ جاؤ، پلیز بیٹھ جاؤ۔" ہاروت رابیل نے اپنے ہاتھ مسلتے ہوئے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں اب کوئی سازش نہیں کروں گا۔ تم نے مجھے بدترین شکست دی ہے۔"

"سازش کر کے دیکھنا رابیل! تم مجھے ہر طرح تیار پاؤ گے لیکن رقم میں کمی کا خیال دل سے نکال ہی دو۔ تمہیں ہر حال میں بیس کروڑ ڈالر ادا کرنے ہیں۔" میں نے جیب میں ہاتھ ڈال کر کاغذ کا ایک پرزہ نکالا اور اسے رابیل کی طرف بڑھا دیا۔ "بیس کروڑ ڈالر کی رقم تمہیں بیروت کے اس بینک میں جمع کرانی ہے۔ اکاؤنٹ نمبر بھی اس پر موجود ہے۔"

"تم نے مجھے دو دن کا وقت دیا ہے۔ دو دن میں یہ کام کیسے ہو سکے گا۔ اس کے لیے زیادہ وقت چاہیے۔"

"تاکہ تم کوئی اور سازش کر سکو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "نہیں ہاروت رابیل! اس سے زیادہ وقت دینا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رقم بیروت کے بینک میں کس طرح منتقل کی جائے گی۔ یہ نہ تو کوئی مشکل کام ہے اور نہ ہی تمہارے لیے یہ کوئی نیا کام ہے۔ دو دن کی مہلت کم ضرور ہے لیکن تم جیسے آدمی کے لیے ناکافی ہرگز نہیں کہی جا سکتی۔ مجھے بینک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اسسٹنٹ تمام اسناد کے ساتھ درکار ہوگا۔ اس کام میں اگر تم نے کوئی گڑبڑ یا تاخیر کرنے کی کوشش کی تو اپنی تباہی کے ذمّے دار تم خود ہوگے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا۔"

"لیکن میری بات تو سنو۔۔" ہاروت رابیل نے کہنا چاہا مگر میں نے اُس کی بات کاٹ دی۔

"جو کچھ تم کر چکے ہو رابیل! وہ میرے سامنے ہے۔ ہوسکتا ہے تم کسی اور چکّر میں ہو۔ پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہوگی اب میں بالکل نہیں رُکوں گا۔ ٹاٹا!" میں نے کہا اور ہاتھ ہلا کر چل پڑا۔ میں نے اس کی کوئی بات سننے کے لیے رُکنے کی زحمت نہیں کی تھی۔ لوگوں پر ابھی تک دہشت طاری تھی۔ لان پر دو لاشیں پڑی تھیں۔

میں لاشیں دیکھنے کے لیے رُکتا تو مزید وقت ضائع ہونے کا احتمال تھا لہٰذا میں سیدھا ہوٹل سے باہر نکلا چلا گیا۔ میں ہوٹل کے بیرونی گیٹ سے نکل رہا تھا اور پولیس کاریں سائرن بجاتی ہوئی اندر داخل ہو رہی تھیں۔ میں بے فکری سے باہر نکل آیا۔ بُڈّا اور زاہر کی طرف سے بھی مجھے کوئی فکر نہیں تھی۔ میرے بعد اُن دونوں کے لیے بھی وہاں رُکنے کا کوئی سوال پیدا نہیں ہوتا تھا۔ آج انھوں نے جس کارکردگی کا مظاہرہ کیا تھا وہ میرے لیے باعثِ فخر تھی۔ وہ لوگ چوک گئے ہوتے تو میری خیر نہیں تھی۔

واشنگٹن کی معروف شاہراہوں پر چلتے وقت میں اپنے گرد و پیش سے پوری طرح باخبر تھا۔ ہاروت رابیل سے کچھ بعید نہیں تھا کہ اُس نے میرے لیے کچھ اور انتظام بھی کر رکھا ہو۔ میں نے کئی ٹیکسیاں تبدیل کیں اور جب میں پوری طرح مطمئن ہوگیا تب میں نے اپنے ہوٹل کا رُخ کیا۔ کسی نے میرا تعاقب نہیں کیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر میں نے پوری صورتِ حال پر غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچا کہ ہماری کارکردگی مجموعی طور پر تسلی بخش ہے۔ بہت مختصر سے وقت میں ہم نے ہاروت رابیل جیسے گھاگ شخص کو دو بدترین شکستوں سے ہمکنار کیا تھا۔ اس بات کا امکان ذرا کم ہی تھا کہ وہ اب مزید کوئی حرکت کرے لیکن میرا تجربہ کہتا تھا کہ جس طرح بچھّو اپنی فطرت سے مجبور ہوکر ڈنک ضرور مارتا ہے اسی طرح یہودی بھی دھوکا دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ یہودی قوم وہی تو ہے جس نے خدا سے بھی دھوکا کیا اور ایک بار نہیں بار بار کیا۔ اُن کی یہ فطرت نسل در نسل خون میں منتقل ہوتی چلی آ رہی تھی۔ ہر یہودی آج بھی اتنا ہی دھوکے باز تھا جتنا روزِ ازل میں تھا۔ اُس وقت تھا جب سے اس قوم کی تاریخ شروع ہوتی ہے۔ جو قوم اپنے معبود سے، اپنے رب سے اپنے پیدا کرنے والے سے دھوکا کرسکتی ہے وہ کسی اور سے کیا وفا کرے گی۔ اگر کوئی یہودیوں کو قابلِ اعتبار سمجھتا ہے تو وہ صریح گمراہی پر ہے۔ یہ تو میں جانتا ہوں کہ اس قوم کے افراد نے خود پر کیسے کیسے خول چڑھا رکھے ہیں۔ وہ لوگ جو ظاہر بیں ہوتے ہیں، جن کی نظریں بہت کوتاہ ہوتی ہیں، جو خود کو سب سے زیادہ عقلمند سمجھتے ہیں، مذہب کی بھی اُن کی نگاہ میں کوئی حقیقت نہیں ہوتی وہی اس قوم کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے دھوکا کھا جاتے ہیں اور جب اُن پر ضرب پڑتی ہے تو سنبھلنے کا وقت گزر چکا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو پہلے اپنا اعتماد قائم کرتے ہیں اُس کے بعد موقع دیکھ کر تاک کر ایسا وار کرتے ہیں کہ آدمی کو سنبھلنے کا موقع تک نہیں ملتا۔ سازشیں کرنے میں یہودی سب سے آگے ہیں۔ انگریز سے بھی زیادہ آگے جس نے تاجروں کا روپ دھار کر برّصغیر پر قبضہ کر لیا اور سادہ لوح مسلمانوں کو ڈیڑھ سو سال تک اپنا غلام بنائے رکھا۔ یہودی قوم کی گندی اور سازشی ذہنیت پر مجھے ویسے بھی یقین ہے لیکن اگر میرے پاس علم کا کوئی اور ذریعہ نہ ہوتا تب بھی میرے ذاتی تجربات مجھے اس بات کا یقین دلانے کے لیے بہت کافی تھے۔ جس یہودی سے بھی میرا واسطہ پڑا تھا اُس نے اپنی بساط کے مطابق مجھے دھوکا دینے کی کوشش ضرور کی تھی۔ اس کلیے سے صرف لڑکیوں کو خارج کیا جاسکتا تھا۔ یہودی لڑکیوں نے کئی مواقع پر میرا بھرپور ساتھ دیا تھا لیکن میں اُن کی حقیقت سے بھی بے خبر نہیں تھا۔ اُن کے پیشِ نظر میری بھلائی ہرگز نہیں تھی بلکہ وہ مجھے اپنی جسمانی اور جنسی تسکین کا ذریعہ بنانا چاہتی تھیں اور انھوں نے اپنی یہ طلب پوری کرنے کی خاطر اپنی قوم سے غدّاری کی۔ اگر میں اُن کی طلب پوری کر دیتا تو پھر وہ مجھ سے دھوکا کرتیں۔ یہی یہودی ذہنیت ہے۔

مجھے اپنے ساتھیوں کی واپسی کا شدّت سے انتظار تھا۔ اُن کے آنے پر ہی مجھے علم ہوسکتا تھا کہ ہاروت رابیل کے دونوں آدمیوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے کا کارنامہ کس نے سرانجام دیا تھا۔ اب تک تو میں بے خبر ہی تھا۔ زیادہ بے چینی اس لیے بھی تھی کہ کہیں اُن میں سے کوئی پولیس کے چنگل میں نہ پھنس گیا ہو۔ اگرچہ اس کا امکان بہت کم تھا لیکن تھا۔

مجھے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔ میرے کمرے میں سب سے پہلے داخل ہونے والی تہذیب ہاشم ایکس تھی۔ وہ کمرے میں داخل ہوئی تو میں مسرّت آمیز انداز میں اُٹھ کر اُس کی طرف بڑھا۔ تہذیب بھی مسکراتی ہوئی میری طرف بڑھ رہی تھی۔ ایک دوسرے کے قریب پہنچ کر ہم رُک گئے۔ جذبات کے اظہار میں حد سے گزر جانا ہمارے کردار کے خلاف تھا۔ میں نے تہذیب کے دونوں ہاتھ تھام کر گرم جوشی سے دبائے۔

"بہت خوش ہو علی!" تہذیب نے کہا۔ "معلوم ہوتا ہے، ہاروت رابیل سے معاملات طے ہوگئے؟"

"ہاں تہذیب!" میں نے خوشی سے بھرپور لہجے میں کہا۔ "میں نے بیس کروڑ ڈالر کا مطالبہ کیا ہے اور ادائیگی کے لیے اُسے دو دن کا وقت دیا ہے۔"

"ادائیگی کا طریقۂ کار کیا ہوگا؟" تہذیب نے پوچھا۔ "کیا وہی طریقہ جس کے تحت ہم نے اوشل میکائیل سے رقم وصول کی تھی؟"

"ہاں۔ میں نے اُسے بینک کا نام اور اکاؤنٹ نمبر دے دیا ہے۔ اگر دو دن کے اندر رقم منتقل نہ ہوئی تو اس کا ذمّے دار وہ خود ہوگا۔"

"مبارک ہو علی! بالآخر تم نے ایک اور کامیابی حاصل کر لی۔ اُس سے رقم نکلوانا آسان نہیں تھا۔"

"ابھی تو دیکھو، رقم کی وصولی تک معلوم نہیں کتنے مراحل سے اور گزرنا پڑے لیکن اگر یہ کامیابی ہے تو مجھ سے زیادہ میرے ساتھیوں کی کامیابی ہے۔"

"ہاں علی! خاص طور پر بُڈّے نے تو کمال ہی کر دیا۔ اُسی نے اُن دونوں کو دیکھا تھا جو تمھاری تاک میں تھے۔"

"اوہ! یہی میں سوچ رہا تھا کہ معلوم نہیں یہ کارنامہ کس نے سرانجام دیا ہوگا!"

"بُڈّے کے علاوہ اور کون ہوسکتا ہے۔ اُس نے نہ صرف اُن دونوں کو دیکھا بلکہ بروقت فائرنگ کرکے انھیں ہلاک بھی کر دیا۔"

"معلوم نہیں بُڈّے نے کیا کرتب دکھایا ہوگا ورنہ اُس بھرے پُرے سوئمنگ پول کے کنارے اُسے فائرنگ کرتے ہوئے کوئی دیکھ بھی سکتا تھا۔"

"یہی تو اُس کا کمال ہے علی! کوئی اُسے فائر کرتے ہوئے نہیں دیکھ سکا۔ میں اور زاہر بھی کوئی اندازہ نہیں کر پائے تھے۔ جب بُڈّے نے ہمیں اشارے سے بتایا تو ہمیں پتا چلا کہ وہ کیا کارنامہ سرانجام دے چکا ہے۔"

"اس کی صلاحیتوں سے انکار کرنا آسان نہیں ہے تہذیب! بعض اوقات تو یہ ایسا کمال دکھاتا ہے کہ دُنیا کا بڑے سے بڑا شخص حیران رہ جائے۔ اور میں تمھیں کیا بتاؤں تہذیب! تمھیں وہ وقت یاد ہے جب بیروت میں مجھے اور تمھیں ہمیشہ کے لیے یکجا کرنے کی تیاریاں کی جارہی تھیں۔۔۔"

"وہ وقت میں کیسے بھول سکتی ہوں علی!" تہذیب نے افسردگی سے کہا۔ "اُس وقت سے تو بہت سی یادیں وابستہ ہیں۔"

"اوہ! مجھے افسوس ہے کہ یہ تذکرہ نکل آیا جس سے تم اُداس ہو گئیں۔" میں نے کہا۔

"ارے نہیں علی! تم کہو۔" تہذیب زبردستی ہنس کر بولی۔ "جو ہو گیا اُسے تبدیل تو نہیں کیا جاسکتا۔ ہاں تو تم کیا بتانے والے تھے؟"

"اُس وقت اولیو ہاورڈ نے ہمارے خلاف سازش کی تھی اور اُس لڑکی کو مار دیا تھا جو تمھارے میک اپ میں میری بیوی بننے والی تھی۔ جانتی ہو اس وقت حملہ آور کو کس نے پکڑا تھا؟"

"نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس بے گناہ لڑکی کے قاتل کو پکڑنے والا بُڈّا ہی تھا۔ اس کی صلاحیتوں کا اندازہ کرنا آسان نہیں ہے۔"

"واقعی علی! مجھے یہ سُن کر بہت حیرت ہوئی ہے حالانکہ نہیں ہونی چاہیے تھی۔ یہ شخص ہر موقع پر دوسروں سے بازی لے جاتا ہے۔"

"ہاروت رابیل کو بھی ہم بُڈّے کی وجہ سے شکست دے سکے ہیں۔ اگر بُڈّا نہ ہوتا تو ہمیں اس سے نمٹنے کے لیے خاصی تگ و دو کرنی پڑتی۔"

"لیکن علی! یہ ہاروت رابیل کا تعلق انسانوں کی کس قسم سے ہے۔ سو ترال اور اس کی بیوی کے بعد اُس نے تم پر بھی قاتلانہ حملہ کرانے سے دریغ نہیں کیا۔"

"شاید وہ ہر اُس شخص کو قتل کر دینا چاہتا ہے جو اُس کے ان معاملات سے واقف ہے۔ اُن دونوں کو بھی اُس نے اسی لیے قتل کرایا تھا اور اب مجھ کو بھی اسی لیے ختم کرا دینا چاہتا تھا۔ اُس نے جو سازش کی تھی وہ خود اُس کے لیے ہی وبال بن کر رہ گئی ہے۔ اس کی بنیادی وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ وہ جرائم پیشہ شخص نہیں ہے۔ ہم نے اُس پر جو انکشافات کیے اُن سے بوکھلا کر وہ یہ حرکتیں کرنے پر اُتر آیا ہے ورنہ اصولی طور پر اُسے فارمولے اپنے قبضے میں لینے سے پیشتر کوئی ایسا قدم اُٹھانے سے گریز کرنا چاہیے تھا جو اس کے لیے انتہائی خطرناک ثابت ہوسکتا ہو۔"

"تم نے اُس سے اتنی بڑی رقم کا مطالبہ کر دیا ہے کہ اُسے اپنے کیے کی بھرپور سزا مل جائے گی۔" تہذیب نے مسکرا کر کہا۔

ذرا ہی دیر بعد بُڈّا اور زاہر بھی آ گئے۔ میں نے اُٹھ کر بُڈّے کو گلے لگا لیا۔ بُڈّے نے مسکرا کر زاہر کو آنکھ ماری۔

"تم اندازہ بھی نہیں کرسکتے زاہر کہ مجھے کتنا بڑا مقام ملا ہے۔" اُس نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔ "میں دعوے سے کہہ سکتا ہوں کہ یہ مقام صرف میڈم کے لیے تھا اور اگر کسی کو میڈم کا حصّے دار بنا لیا جائے تو اس کا یہی مطلب ہوسکتا ہے کہ وہ شخص علی کی نگاہوں میں بڑی پوزیشن کا حامل ہے۔"

"تم اپنے کارناموں پر خود ہی پانی پھیر دیتے ہو۔" تہذیب نے قدرے برہمی سے کہا۔ "تمھیں یہ تمیز بھی نہیں ہے کہ گفتگو کس طرح کرنی چاہیے۔"

"بس یہی تو ایک خامی ہے میڈم!" بُڈّے نے طویل سانس لے کر کہا۔ "بُڈّا بے چارہ اس قابل کہاں کہ اس کی ذرا سی خامی بھی برداشت کی جاسکے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم بدتمیزی کی حد تک پہنچ جاتے ہو۔ بات اگر صرف بکواس تک ہو تو بھی برداشت کیا جا سکتا ہے۔"

"معاف کیجیے گا میڈم! ہر شخص اپنے جذبات کا اظہار اپنے انداز میں ہی کر سکتا ہے۔" بُڈّ نے ڈھٹائی کا مظاہرہ کیا۔

مجھے ہنسی آ گئی اور تہذیب نے مُنہ بنا کر کہا۔ "تم نے بھی اسے بہت سر چڑھا لیا ہے۔"

"یہ بات نہیں تہذیب! بُڈّ زبان کا بھی اتنا بُرا نہیں ہے۔ بس کبھی کبھی پٹری سے اُتر جاتا ہے۔ ایسے موقعوں پر اسے نظر انداز کر دینا ہی دانشمندی ہے۔" میں نے کہا۔

بُڈّ منہ اُٹھا کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ "خدا کی شان ہے۔ آج تو وارے نیارے ہو گئے۔ میڈم کے مقابلے پر بُڈّ کی حمایت ہو رہی ہے۔"

"مصلحت۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم سے کچھ تفصیلات معلوم کرنی ہیں اس لیے طرف داری کر رہا ہوں۔ اس کے بعد پھر وہی شب و روز ہوں گے۔"

"میں پہلے ہی سمجھ رہا تھا کہ کوئی نہ کوئی چکّر ضرور ہے ورنہ بُڈّ کی ایسی قسمت کہاں کہ میڈم کے مقابلے پر۔۔۔"

"زبان بعد میں بھی چلائی جا سکتی ہے بُڈّ! پہلے یہ بتاؤ کہ تم نے ان لوگوں کو کس طرح تاڑ لیا تھا؟"

"اوہ! ہاں!" بُڈّ نے سنبھل کر کہا۔ "میرے سپرد جو کام کیا گیا تھا چیف! اس کے لیے مستعد رہنا بہت ضروری تھا اور میں مستعد تھا۔ میں نے سوئمنگ پول کے اطراف واقع جگہوں کا کئی امکانات کے تحت جائزہ لیا۔ ممکن ہے مجھے بہت زیادہ محنت کرنی پڑتی لیکن میں اس لیے بچ گیا کہ ان دونوں پر میری نظر پڑ گئی تھی۔ دونوں افراد کے لباس ایسے تھے کہ اس میں ہلکے قسم کا کچھ فاصلے تک مار کرنے والا اسلحہ بہ آسانی چھپایا جا سکتا تھا۔ میں سب کچھ چھوڑ کر ان دونوں کے پیچھے لگ گیا۔ ذرا سی کوشش سے میں یہ اندازہ کرنے میں بھی کامیاب ہو گیا کہ ان دونوں کے پاس ہلکی رائفلیں موجود ہیں۔ اس کے بعد مزید کسی چیز کی ضرورت نہیں رہ جاتی تھی۔ تمھیں بھی شاید اندازہ ہو کہ ہارورت رابیل تم سے بات کرتے کرتے دونوں ہاتھ آنکھوں پر رکھ کر یوں جھک گیا تھا جیسے اُس کی آنکھوں میں اچانک کوئی تکلیف ہو گئی ہو۔۔۔"

"ہاں مجھے یاد ہے بُڈّ! میں تو واقعی یہی سمجھا تھا کہ اُس کی آنکھوں میں کسی قسم کی تکلیف اچانک ہی اُٹھی ہے لیکن جب دھماکوں کی آواز سنائی دی تو۔۔۔"

"تم ٹھیک سمجھے چیف! یہ دراصل اُن دونوں کے لیے اشارہ تھا کہ اب وہ تمھیں شوٹ کر دیں۔ جوں ہی انھوں نے رائفلیں نکالیں میں نے اُن کی کھوپڑیوں میں سوراخ کر دیے اور وہ تمھیں نشانہ بنانے کی حسرت دل میں لیے دُنیا سے ہی کوچ کر گئے۔ مجھے اُن کی ناگہانی موت پر بہت دُکھ ہوا چیف۔"

"ہاں اب تم جتنی چاہو بکواس کر سکتے ہو۔ میں یہی جاننا چاہ رہا تھا کہ تم نے یہ کارنامہ کس طرح انجام دیا۔"

"مجھے میری محنت کا صلہ مل گیا چیف! اب کم از کم میڈم یہ نہیں کہہ سکتیں کہ کچھ چیزوں پر صرف انھی کا حق ہے۔"

"بکواس مت کرو بُڈّ! ابھی ہمارا کام ختم نہیں ہوا بلکہ صحیح معنوں میں تو کام اب شروع ہوا ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"تم مشورہ دو بُڈّ کہ اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" میں نے کہا۔ "ہم نے رقم کی ادائیگی کے لیے ہارورت رابیل کو دو دن کی مہلت دی ہے۔"

"کیا تم سنجیدہ ہو چیف!" بُڈّ نے حیرت سے کہا۔ "کہیں مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے ہو؟"

"میں بڑی سنجیدگی سے تم سے مشورہ طلب کر رہا ہوں بُڈّ! اس میں مذاق کا کون سا پہلو ہو سکتا ہے۔"

"یہ میرے لیے بڑے اعزاز کی بات ہے چیف! میں اس موقع سے ضرور فائدہ اُٹھاؤں گا۔ مجھے یہ کہنے کا موقع تو مل جائے گا کہ زندگی میں ایک وقت ایسا بھی آیا تھا جب علی یار خان جیسا شخص مجھ سے مشورے کا طالب ہوا تھا۔"

"میں کوئی آسمانی مخلوق نہیں ہوں بُڈّ! تم جیسا ہی ایک انسان ہوں۔ اس وقت مجھے تمھارے مشورے کی ضرورت محسوس ہو رہی ہے۔"

"تم مجھے بے وقوف بنا رہے ہو چیف!" بُڈّ نے بے یقینی سے کہا۔ "شاید اس طرح تم میرا شکریہ ادا کرنے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں بُڈّ!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم دیکھو گے کہ تمھارے مشورے کو پوری اہمیت دی جائے گی۔"

"تب تو چیف پہلی فرصت میں اس ہوٹل کو چھوڑ دو اور قیام کے لیے کوئی نیا ہوٹل دیکھو۔" بُڈّ نے کہا۔

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" زاہر نے کہا۔ "ایسا تو صرف اس صورت میں کیا جانا چاہیے جب ہمیں کوئی خطرہ درپیش ہو۔"

"اپنی طرف سے تو ہم نے ہر ممکن احتیاط برتی ہے۔" بُڈّ نے کہا۔ "لیکن مقابلے پر جو شخص ہے وہ مجھے بہت خطرناک محسوس ہوتا ہے۔ ممکن ہے کسی طرح وہ سُراغ لگانے میں کامیاب ہو جائے کہ ہم اس ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ہیں لہٰذا میرے خیال میں ہمیں ہوٹل تبدیل کرتے رہنا چاہیے۔ اس طرح ہم ایک امکانی خطرے سے محفوظ رہیں گے۔"

"میں تمھاری رائے سے پوری طرح متفق ہوں بُڈّ!" میں نے کہا اور بُڈّ کھل اُٹھا۔

"شکریہ چیف!" اُس نے کہا۔ "ایک ذہین آدمی ہی دوسرے ذہین آدمی کی بات سمجھ سکتا ہے۔ ہر کس و ناکس کے بس کا روگ نہیں ہے۔"

"بس تو پھر ہوٹل کا انتخاب کر لو۔ ہم لوگ وقفے وقفے سے اس ہوٹل میں جا کر مقیم ہو جائیں گے۔"

"اس کے لیے ٹیلی فون ڈائریکٹری درکار ہو گی۔" زاہر نے کہا۔ "ہوٹلوں کے نام تلاش کرنے ہوں گے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" بُڈّ نے کہا۔ "یہاں سے آوارہ گردوں کی طرح نکل کھڑے ہوں گے۔ راستے میں جو بھی مناسب ہوٹل ملے گا اس میں رہ پڑیں گے۔"

بُڈّ کی اس بات سے بھی میں نے اتفاق کیا تھا اور اس کے بعد پہلے میں اور تہذیب سامان سمیت ہوٹل چھوڑ کر باہر آ گئے۔۔۔ پروگرام کے مطابق آدھے گھنٹے بعد بُڈّ اور زاہر بھی ہم سے آ ملے اور ہم نئے ٹھکانے کی تلاش میں چل پڑے۔

ہمارا نیا ٹھکانا بھی ایک نچلے درجے کا ہوٹل ہی ثابت ہوا۔ وہ ہوٹل قدیم طرز کی ایک عمارت میں واقع تھا اور وہاں زیادہ تر کمرے خالی ہی تھے۔ چند کمرے جو آباد تھے اُن کے مکین بھی غریب طبقے کے لوگ تھے۔ ہوٹل کی آبادی کم ہونے کے باعث ہم نے خود کو خاصی حد تک محفوظ تصور کیا تھا۔ کم سے کم لوگوں کی نظروں میں آنا ہی ہمارے لیے بہتر تھا۔

اس ہوٹل میں رہائش کے بعد ہم زیادہ تر آرام ہی کرتے رہے۔ کام کوئی نہیں تھا اس لیے آرام کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا تھا۔ نازرین فراد اور حسن ناصر کی رہائی کے لیے بھی کوئی قدم اُٹھانا تھا لیکن اس سے قبل ہارورت رابیل کا مسئلہ طے ہو جانا ضروری تھا۔ ایک ساتھ دونوں کام شروع کر دینے سے توجہ کسی ایک کام پر بھی مرکوز نہ رہ پاتی اور ممکن تھا کہ دونوں ہی کام ادھورے رہ جاتے۔

دو دن سکون سے گزر گئے۔ ہارورت رابیل کو دی گئی مہلت پوری ہو چکی تھی لہٰذا میں نے ایک پبلک فون بوتھ سے ہارورت رابیل کو فون کیا۔ حسبِ معمول فون اُس کی سیکریٹری نے اُٹھایا تھا۔ اُس نے بتایا کہ ہارورت رابیل بیمار ہے اور اگر اُن سے گفتگو کرنی ہو تو اُن کے مخصوص نمبر پر کی جائے۔ اُس نے میرے اصرار پر مجھے ہارورت رابیل کا مخصوص نمبر بتا دیا۔ اس فون پر ہارورت رابیل خود موجود تھا۔

"کون ہے؟" ہارورت رابیل کی نحیف آواز سنائی دی۔

"تمھارا بہی خواہ ہارورت رابیل! کیا تمھیں میرے فون کی توقع

موسیقی کے شائقین کے لیے
اپنے طرز کی اچھوتی کتاب

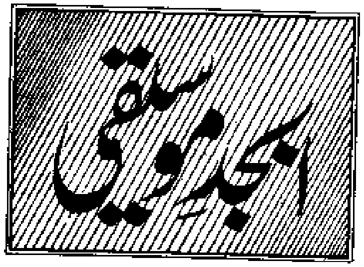

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مہدی حسن کا تفصیلی تبصرہ
مع اُن کی رنگین تصویر کے
اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں

یہ کتاب موسیقی کے اُستاد کی جگہ پوری کرتی ہے

قیمت: ۶۰ روپے ٥ ڈاک خرچ: ۱۰ روپے
پیشگی رقم بذریعہ منی آرڈر بھیجیے پر ڈاک خرچ معاف

کتابیات پبلی کیشنز
پوسٹ بکس نمبر ۲۳ سید مینشن بلیمویا اسٹریٹ آئی آئی چندریگر روڈ کراچی ۱

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نہیں تھی؟"

"اوہ یہ تم ہو!" اس نے کہا۔ "میں نے ہدایت کر دی تھی کہ تمھارا فون آئے تو تمھیں گھر کا نمبر دے دیا جائے۔"

"میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہاروت رابیل! دو دن گزرنے کے بعد ہی تمھیں فون کر رہا ہوں۔ میرے کام کا کیا ہوا؟"

"تم نے مجھے بہت کم مہلت دی تھی۔ اتنے کم وقت میں کام مکمل ہونا ممکن نہیں تھا۔"

"تمھیں خوب اندازہ ہوگا کہ کام نہ ہونے کی صورت میں تمھارا کیا حشر ہو سکتا ہے؟"

"تبھی تو میں پوری کوشش کر رہا ہوں۔ مجھے تھوڑی سی مہلت اور دے دو۔ صرف چوبیس گھنٹے۔"

"ہمیں ذرا جلدی ہے ہاروت رابیل! اس لیے تمھیں مزید مہلت نہیں دی جا سکتی۔ تم جان بوجھ کر تاخیر کر رہے ہو۔"

"ہرگز نہیں، رقم منتقل کی جا چکی ہے لیکن بیروت کے بینک سے کاغذات موصول نہیں ہو سکے ہیں۔"

"تمھیں اپنا کوئی آدمی بھیجنا چاہیے تھا ہاروت رابیل! از خود اتنی جلدی کاغذات کیسے آ سکتے ہیں۔"

"دو دن کی مہلت اتنی کم ہے کہ یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہو سکا۔ میرا نمائندہ خود بیروت گیا ہے لیکن تم نے تو اسے مذاق سمجھ رکھا ہے۔ دو دن تو صرف بیروت جا کر واپس آنے کے لیے بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ جب تک میرا آدمی واپس نہیں آجاتا، میں کاغذات تمھارے حوالے کیسے کر سکتا ہوں۔"

"میں کیسے یقین کر لوں کہ تم کوئی سازش کرنے میں مصروف نہیں ہو۔" میں نے سنگدلی سے کہا۔

"چوبیس گھنٹے میں، میں کون سی سازش کر لوں گا۔ میں بیمار ہو گیا ہوں اور اس کی وجہ صرف تم ہو۔ میں ... میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ میری طرف سے کوئی وعدہ خلافی نہیں ہوگی۔ میں نے بہت غور و خوض کیا ہے اور اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ میں تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ تم بہت مضبوط پوزیشن میں ہو۔"

"بہت دیر میں عقل آئی ہاروت رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں چوبیس گھنٹے کی مزید مہلت دے رہا ہوں لیکن خیال رہے کہ اگر مقررہ مدّت میں مجھے کاغذات نہ ملے تو ہمارے درمیان ہونے والا معاہدہ ختم ہو جائے گا۔ اس کے بعد مجھ سے کوئی شکایت مت کرنا۔"

"مجھے منظور ہے۔ لیکن یہ بتاؤ کہ ڈی فورسٹر کہاں ہے اور فارمولے مجھے کس طرح ملیں گے؟"

"کاغذات کی وصولیابی کے دس منٹ کے اندر اندر ڈی فورسٹر کو تمھارے حوالے کر دیا جائے گا ہاروت رابیل۔ اس کے پاس وہ فارمولے بھی ہوں گے جو اب تمھاری ملکیت ہیں۔"

"تمھارے پاس میرے بعض اعترافات بھی تو ہیں جو تم نے چیمبر آف کامرس میں ٹیپ کیے تھے۔"

"بے فکر رہو ہاروت رابیل! ہم ایسی کوئی چیز اپنے پاس نہیں رکھیں گے جو تمھارے خلاف استعمال ہو سکتی ہو۔"

"محض تمھارے کہنے پر تو میں اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔ مجھے اپنے بچاؤ کے لیے ٹھوس ثبوت درکار ہوں گے تاکہ میں محفوظ رہ سکوں۔"

"ہم تمھیں مطمئن کرنے کی ہر ممکن کوشش کریں گے ہاروت رابیل! دیانت داری ہمارا اوّلین اصول ہے۔"

"میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم مجھے کیسے مطمئن کرو گے؟"

"یہ گفتگو تو اسی وقت ہوگی جب تم کاغذات ہمارے حوالے کرو گے۔" میں نے کہا۔ "اس وقت یہ گفتگو کرنا مناسب نہیں ہے۔"

"میرے لیے ضروری ہے۔ اتنی بڑی رقم کے کاغذات تمھارے حوالے کرنے سے قبل میرا مطمئن ہونا ضروری ہے۔"

"فی الحال ہمارے پاس ایسا کوئی ذریعہ نہیں جس سے تمھیں مطمئن کر سکیں۔ تم ڈی فورسٹر کو پہچانتے ہو نا؟"

"اسے کیسے نہیں پہچانوں گا۔ لیکن کیا وہ اپنی خوشی سے میرے پاس آنا پسند کرے گا؟"

"اپنی خوشی سے نہیں، ہماری خوشی سے۔" میں نے ہنستے ہوئے کہا اور سلسلہ منقطع کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بہت بڑی رقم کی منتقلی کا معاملہ ہے اور آسان نہیں ہے۔ دو دن کا وقت تو اسے صرف اس لیے دیا گیا تھا کہ وہ پھر کسی سازش کی طرف توجہ دینے کے بجائے رقم کی منتقلی کے چکر میں پھنس جائے۔ اس جیسے سازشی شخص کو الجھائے رکھنا ضروری تھا۔ اس نے مزید چوبیس گھنٹے کی جو مہلت طلب کی تھی وہ اس میں حق بجانب تھا اور خود میں بھی جانتا تھا کہ دو دن کے قلیل عرصے میں یہ کام ممکن نہیں تھا اس لیے میں نے اسے مزید مہلت دے دی تھی۔

ہوٹل واپس پہنچنے کے بعد میں نے تہذیب، بُڈّ اور زاہر کو ہاروت رابیل سے ہونے والی گفتگو سے آگاہ کیا اور ان سے پوچھا کہ رقم کے کاغذات وصول کرنے کے بعد ہاروت رابیل کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

"اپنا مقصد حاصل کرنے کے بعد اس کی زندگی ہمارے لیے بے مصرف ہو جائے گی۔" زاہر نے کہا۔

"صرف ہمارے لیے ہی نہیں بلکہ اس کی زندگی تو پوری پُرامن دُنیا کے لیے خطرہ ہے۔" تہذیب نے ٹکڑا لگایا۔

"لہٰذا رقم کے کاغذات وصول کرنے کے فوراً بعد اسے موت کے گھاٹ اتار دینا ہی بہتر رہے گا۔" بُڈّ نے اضافہ کیا۔

"تم تینوں اس بات پر متفق ہو کہ اسے مار دیا جائے لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔ ہم اسے زندہ رکھیں گے۔"

"تمھارے پاس اپنے اس خیال کے حق میں معقول دلائل بھی ضرور ہوں گے۔" تہذیب نے کہا۔ بُڈّ اور زاہر نے کچھ نہیں کہا تھا لیکن ان کے انداز سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ بھی میری تجویز پر تہذیب کی طرح حیران ہو رہے ہیں۔

"یوں تو بہت سے دلائل دیے جا سکتے ہیں تہذیب لیکن اصل بات یہ ہے کہ اگر ہم نے اسے قتل کر دیا تو پھر کھیل میں وہ لطف نہیں آئے گا جو آنا چاہیے۔"

تہذیب نے حیرت سے مجھے دیکھا۔ "میرا خیال ہے یہ کوئی کھیل نہیں ہے۔ ایک سنجیدہ نوعیت کا معاملہ ہے۔ ہم بیروت میں فلسطین کے پناہ گزینوں کے لیے فنڈ جمع کرنے کا کام کر رہے ہیں۔"

"یہی تو کہو کہ یہ فنڈ جمع کرنے کے لیے یہودی خصوصیت سے ہمارا نشانہ ہیں۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن رقم وصول کرنے کے بعد ہاروت رابیل کو زندہ رکھنے کا جواز سمجھ میں نہیں آتا؟"

"رقم تو ایک طرح سے یوں سمجھ لو کہ خراج کے طور پر وصول کی جا رہی ہے۔ اسے اس کے کرتوتوں کی سزا بھی تو دینی ہوگی۔"

"اس کے لیے تو اسی قدر کافی ہوگا کہ فارمولے اس کے حوالے نہ کیے جائیں۔ وہ تمام عمر اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔"

"تمھاری یہی بات ظاہر کرتی ہے کہ لاشعوری طور پر تم خود بھی اسے زندہ رکھنے کے حق میں ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔

"کون سی بات؟" تہذیب نے چونک کر پوچھا۔

"یہی کہ وہ تمام عمر اپنے زخم چاٹتا رہے گا۔" میں نے کہا اور تہذیب شرمندہ ہو گئی۔

"دراصل اسے زندہ رکھنے میں خطرہ ہے۔" اس نے جھینپتے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہم اپنے لیے ایک مستقل دشمن کا اضافہ کر لیں گے۔"

"اس سے رقم وصول کرنے کے بعد ہم حکومتِ امریکا کو اس کے کرتوتوں سے آگاہ کر دیں گے۔ اس طرح بقیہ زندگی خود اس کے لیے ایک آزار بن جائے گی۔"

"آپ کا خیال درست ہے جناب۔" زاہر بولا۔ "حکومت کو علم تو ہونا چاہیے کہ یہودی لابی اپنے مفاد کے لیے حکومت کو نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرتی۔"

"امریکی حکّام یہ بات اچھی طرح جانتے ہیں۔" بُڈّ نے کہا۔

"لیکن یہاں کے اقتصادی معاملات اس حد تک یہودیوں کی گرفت میں ہیں کہ حکومت ان کے زیرِ نگیں ہے۔ یہودی سیاست میں حصّہ نہیں لیتے اور اس ناتے حکومت پر ان کے زیادہ اثرات نہیں ہونے چاہئیں مگر معاملہ اس کے برعکس ہے۔ نہیں چیف! یہ معاملہ حکومت کے علم میں لانے سے زیادہ فائدہ نہیں ہوگا۔"

"دُنیا کا ہر شخص اس بات سے واقف ہوگا کہ امریکی حکومت کے در پردہ یہودی لابی کی مرتب کردہ پالیسیاں ہوتی ہیں۔ بہت سے معاملات کا امریکی حکّام کو اندازہ بھی ہوگا لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ ان کے پاس اس سلسلے میں ثبوت نہیں ہوں گے۔ ہاروت رابیل کے خلاف ہم انھیں ثبوت فراہم کر دیں گے تو ایک معاملہ باقاعدہ ان کے علم میں آ جائے گا اور اس سے وہ امریکا کے دیگر یہودیوں کے بارے میں اندازہ بھی کر لیں گے۔"

"ٹھیک ہے علی!" تہذیب نے کہا۔ "تمھارا فیصلہ مناسب ہی معلوم ہوتا ہے۔"

بُڈّ اور زاہر نے مجھ سے اتفاق نہیں کیا مگر انھوں نے اختلاف بھی نہیں کیا تھا۔ تہذیب ویسے بھی کسی معاملے میں مجھ سے شدید اختلاف نہیں کرتی تھی۔ ان تینوں کے اصرار نہ کرنے کی وجہ سے ہاروت رابیل کی زندگی بچ گئی تھی۔ درحقیقت میں بھی اس کی موت کا خواہاں تھا مگر میں اسے خود نہیں مارنا چاہتا تھا بلکہ یہ کام امریکی حکّام سے لینے کا خواہش مند تھا۔

ہاروت رابیل کو دیے گئے چوبیس گھنٹوں کی مزید مہلت کے اختتام پر میں نے پہلے کی طرح تمام احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کے بعد اس سے رابطہ قائم کیا۔ وہ میرے فون کا انتظار کر رہا تھا۔

"ہاں، تمھارے کام کی تکمیل ہو گئی ہے۔" اس نے مُردہ سی آواز میں مجھے بتایا۔

"وہ تو ہونی ہی تھی۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "یہ بتاؤ کہ رقم کے کاغذات تم سے کہاں وصول کروں؟"

"میں کوئی جگہ تجویز نہیں کروں گا۔ جگہ کا انتخاب تم خود ہی کرو گے لیکن اس سے قبل مجھے یہ یقین دہانی درکار ہے کہ میرے ساتھ دھوکا نہیں ہوگا۔"

"یہ یقین دہانی تو میں تمھیں پہلے ہی کرا چکا ہوں ہاروت رابیل! اب تمھیں کیا پریشانی ہے؟"

"تم نے صرف زبانی یقین دہانی کرائی تھی۔ تم رقم کے کاغذات لے کر فرار ہو گئے تو میں تمھارا کیا بگاڑ لوں گا۔"

"بات واقعی غور طلب ہے ہاروت رابیل! لیکن کسی نتیجے پر پہنچنے کے لیے مجھے سوچنا پڑے گا۔"

"میں نے تمھاری ہدایت کے مطابق کوئی گڑبڑ نہیں کی لیکن

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یاد رکھو! اس کے بعد میں تمھارا کوئی مطالبہ پورا نہیں کر سکوں گا۔"

"مجھے معلوم ہے ہاروت رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یہ مطالبہ بھی تم نے جس طرح پورا کیا ہے اُس سے بھی میں بخوبی واقف ہوں۔"

"گزری ہوئی باتیں دُہرانے سے بہتر یہ ہے کہ ہم آئندہ کی فکر کریں۔ رقم کے کاغذات تم کہاں وصول کرنا پسند کرو گے؟"

"بددیانت لوگ دوسروں کو بھی اپنی طرح بددیانت سمجھتے ہیں ہاروت رابیل! جہاں تم کہو گے میں کاغذات وصول کرنے وہیں آجاؤں گا۔"

"لیکن جگہ کے انتخاب کا معاملہ تو میں پہلے ہی تم پر چھوڑ چکا ہوں پھر تمھیں اس میں کیا اعتراض ہے؟" ہاروت رابیل نے تحیرانہ لہجے میں کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے رابیل لیکن تمھیں ہماری طرف سے جس دھوکے کا اندیشہ ہے اُس کے پیش نظر میں تمھاری بتائی ہوئی جگہ پر آؤں گا تاکہ تمھیں کچھ تو اطمینان رہے۔"

"اگر میں رابیل پیلس کا نام تجویز کروں تو کیا تم وہاں آنا پسند کرو گے؟"

"نہیں ہاروت رابیل! احمق سے احمق آدمی بھی جانتے بوجھتے سانپ کے بل میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔"

"تو پھر سواناونگ پر پہنچ جاؤ۔ وہاں میرا ہٹ موجود ہے۔ سبز رنگ کا ہٹ۔ تم آسانی سے اُسے ڈھونڈ لو گے۔"

"میں وہاں آجاؤں گا رابیل لیکن خیال رہے کہ کوئی حماقت نہ کر بیٹھنا ورنہ اس بار تمھاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"میں شکست تسلیم کر چکا ہوں اور شکست تسلیم کرنے کے بعد میں کسی قسم کی جدوجہد کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"اگر تمھاری بات حقیقت پر مبنی ہے تو تم اپنے حق میں ہی بہتری کرو گے۔ میرے ساتھیوں کی کارکردگی تو تمھارے علم میں ہے ہی۔"

"ہاں لیکن میں ڈی فوسٹر کے سلسلے میں پریشان ہوں۔ اگر تم اُسے لے آئے تو میں اُسے کس طرح قابو میں کروں گا؟"

"ہم اُس کا انتظام بھی کر دیں گے رابیل! بشرطیکہ تم نے کوئی گڑبڑ نہ کی۔" میں نے کہا۔

"اب میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں ہوں بھی نہیں۔ جن لوگوں پر میں نے لاکھوں ڈالر خرچ کیے تھے وہی ناکام ہو گئے۔ اس لیے اب میں کسی پر انحصار نہیں کر سکتا۔"

"بہت اچھے رابیل!" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "یعنی اگر اب بھی تمھیں ایسے لوگ مل جائیں جن پر تم انحصار کر سکو تو تم اب بھی ہمارے خلاف کوئی سازش کرنے سے باز نہیں رہو گے؟"

"ن۔۔ نہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں۔" ہاروت رابیل نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں ویسے بھی تمھارے خلاف کچھ کر کے خود کو ڈبونا پسند نہیں کروں گا۔ رقم تو میرے ہاتھ سے جا ہی چکی ہے۔ اب وہ مجھے واپس تو نہیں مل سکتی۔ اگر اس رقم کے عوض مجھے میری مطلوبہ چیزیں مل رہی ہیں تو میں کسی معمولی حماقت سے اُن چیزوں کو کیسے گنوا دوں گا۔"

"بڑی عقل مندی کی باتیں کر رہے ہو رابیل! کہیں حیرت کی زیادتی سے میں بے ہوش ہی نہ ہو جاؤں۔"

"اب میں نے تمھارے خلاف کچھ نہ کرنے کا تہیہ کر لیا ہے۔ کاغذات لے کر میں تنہا ہی آؤں گا اور کاغذات تمھارے حوالے کرنے کے بعد تمھارے رحم و کرم پر ہوں گا۔ تم نے میرے ساتھ اچھا سلوک کیا تو تمھاری بڑائی ہے ورنہ میرے ساتھ جو کچھ بھی ہو گا اُسے میں تقدیر کا لکھا سمجھ کر قبول کر لوں گا۔" ہاروت رابیل کے لہجے میں شکستگی تھی۔

"جگہ کا تعین تو ہو گیا رابیل! اب یہ بھی بتا دو کہ ہم سواناونگ پر کس وقت پہنچ جائیں؟"

"میں تو چاہتا ہوں کہ یہ معاملہ جلد از جلد نمٹ جائے۔ تم بتاؤ کتنی دیر بعد سواناونگ پہنچ سکو گے۔ تمھیں تو ڈی فوسٹر کو بھی ساتھ لے کر آنا ہو گا۔"

"ہم تین بجے تک سواناونگ پہنچ جائیں گے۔" میں نے کہا۔ اور ہاروت رابیل رضامند ہو گیا۔

ہوٹل واپس پہنچ کر میں نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کیا۔ میں نے ہاروت رابیل کو تین بجے کا وقت دیا تھا جس میں چند گھنٹے باقی تھے۔ اس دوران میں ہمیں یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ سواناونگ ہے کہاں؟

"ہمیں بہت تیزی سے کام کرنا ہو گا۔" میں نے کہا۔ "سب سے پہلے تو یہ معلوم ہونا ضروری ہے کہ سواناونگ کا محل وقوع کیا ہے؟"

"آپ کو چاہیے تھا کہ ہاروت رابیل سے ہی معلوم کر لیتے۔ آپ نے جگہ معلوم نہ ہوتے ہوئے بھی ہامی کیسے بھر لی؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔

"اگر میں ہاروت رابیل سے سواناونگ کے بارے میں پوچھتا تو ظاہر ہے وہ مجھے بتا دیتا لیکن میں نے جان بوجھ کر اُس سے اس بارے میں کچھ پوچھنے سے گریز کیا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ ہماری لاعلمی سے آگاہ ہو کر پھر کسی سازش میں مصروف ہو جائے۔ دوسری بات یہ کہ میرے اندازے کے مطابق سواناونگ کوئی تفریح گاہ ہے۔ ظاہر ہے کسی تفریح گاہ کو تلاش کرنا مشکل کام نہیں ہے۔ اسی لیے میں نے اُس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں سواناونگ کے محل وقوع سے ناواقف ہوں۔"

"ٹھیک ہے چیف! تم فکر مت کرو۔" بڈ نے کہا۔ "میں سواناونگ کے بارے میں معلوم کر کے تمھیں بتاتا ہوں۔"

"زاہر کو بھی ساتھ لے جاؤ۔ سواناونگ پہنچ کر تم لوگ مطلوبہ ہٹ تلاش کرو گے۔ ہٹ ملنے کے بعد زاہر واپس آجائے گا جبکہ تم وہیں رُک کر ہٹ کی نگرانی کرتے رہو گے تاکہ ہاروت رابیل کوئی گڑبڑ نہ کرنے پائے۔"

بڈ اور زاہر چلے گئے۔ تقریباً دو گھنٹے بعد زاہر واپس آیا اور اُس نے سواناونگ کے بارے میں ہمیں تفصیلات بتائیں جس کے مطابق سواناونگ آبادی سے کافی دور ایک تفریح گاہ تھی جہاں واشنگٹن کے رؤسا چھٹیاں گزارنے جاتے تھے — زاہر سے سواناونگ کا محل وقوع سمجھنے کے بعد میں نے اُسے بڈ کی مدد کرنے کے لیے واپس بھیج دیا۔

وقت مقررہ سے کچھ پہلے ہی میں اور تہذیب سواناونگ کی طرف روانہ ہو گئے۔ واشنگٹن شہر سے کوئی تیس میل کے فاصلے پر واقع سواناونگ کا علاقہ بہت پُر فضا تھا۔ ایک قدرتی جھیل کے کنارے جابجا چھوٹے چھوٹے ہٹ بنے ہوئے تھے۔ بعض مقامات پر جھیل کے درمیان سڑک سے بھی گزرنا پڑتا تھا۔

سواناونگ پر سبز رنگ کا ہٹ تلاش کرنے میں ذرا بھی دُشواری نہیں ہوئی۔ ہمیں وہاں آتے دیکھ کر بڈ اور زاہر ہمارے پاس آگئے۔ اُنھوں نے بتایا کہ ہٹ کا دروازہ باہر سے بند ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ہٹ سُنسان پڑا ہے۔

"صرف دروازہ باہر سے بند ہونے سے تو یہ یقین نہیں کیا جا سکتا کہ اندر کوئی نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔

"ہم نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے میڈم۔" زاہر نے جواب دیا۔ "اندر کوئی نہیں ہے۔"

"آس پاس کوئی مشکوک آدمی یا کسی قسم کی مشکوک سرگرمی تو دیکھنے میں نہیں آئی؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اردگرد کے سارے ہٹ چیک کر لیے ہیں چیف!" بڈ نے کہا۔ "سب کے سب غیر آباد ہیں۔ اس کے علاوہ جب سے ہم یہاں آئے ہیں ہم لوگوں کے علاوہ یہاں کوئی آدمی دکھائی نہیں دیا۔"

"تعجب ہے!" میں نے کہا۔ "میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ اس بار ہاروت رابیل ہمارے لیے کس قسم کا جال بچھا رہا ہے۔"

"ضروری تو نہیں ہے کہ وہ اس بار بھی کوئی حرکت کرے۔ ممکن ہے اُسے عقل آگئی ہو اور اُس نے یہی بہتر سمجھا ہو کہ شرافت سے فارمولے ہم سے خرید لے۔"

میں دھیرے سے ہنس پڑا۔ "ممکن ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن وہ چونکہ یہودی ہے اس لیے میں آخر وقت تک اس کی بات پر یقین نہیں کروں گا۔"

"بے فکر رہو چیف!" بڈ بولا۔ "ہم دونوں یہاں موجود ہیں۔ اُس کی کوئی حرکت کارگر نہیں ہونے دیں گے۔"

"مجھے تم پر فخر ہے بڈ! لیکن ہوشیار رہنا۔ ممکن ہے اس بار وہ کوئی ایسی چال چلے جس تک ہم نہ پہنچ سکیں۔ وہ ہماری کارکردگی دیکھ چکا ہے اس لیے اب جو کچھ بھی کرے گا بہت محتاط ہو کر کرے گا۔"

"ممکن ہے وہ کاغذات ہمارے حوالے کرنے سے قبل ڈی فوسٹر کا مطالبہ کر بیٹھے۔" زاہر نے کہا۔ "میں نے اس کی تیاری کر لی ہے۔" اُس نے جیب سے وہ ماسک نکال کر دکھایا جس کے ذریعے وہ اس سے قبل بھی ڈی فوسٹر بن چکا تھا۔

"مجھے خوشی ہے زاہر کہ تم نے اس پہلو پر نگاہ رکھی جس کے لیے تم سے کہا بھی نہیں گیا تھا لیکن بے فکر رہو۔ اس کی نوبت نہیں آنے پائے گی۔ ہم ہاروت رابیل سے ویسے ہی نمٹ لیں گے۔"

"تم لوگ خود بھی کہیں چھپ جاؤ چیف!" بڈ نے کہا۔ "ہاروت رابیل خود آکر ہٹ کا دروازہ کھولے گا۔ اُس وقت تک پوشیدہ رہنا ہی مناسب ہے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو بڈ!" میں نے کہا۔ "اس سے یہ بھی پتا چل جائے گا کہ وہ تنہا آتا ہے یا اپنے ساتھ کچھ اور لوگوں کو بھی لاتا ہے۔"

ہم نے کچھ فاصلے پر ایک ہٹ کی آڑ میں اپنی کار چھپا دی اور خود بھی ایک دوسرے ہٹ کی آڑ میں چھپ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہم نے ایک رولس رائس آتے دیکھی۔ رولس رائس سبز رنگ کے ہٹ کے سامنے آکر رکی تھی اور اُس کے اندر سے ہاروت رابیل برآمد ہوا تھا۔ وہ خود ہی کار ڈرائیو کرتا ہوا آیا تھا۔

کار سے اُترنے کے بعد وہ چند منٹ تک متلاشی نگاہوں سے اِدھر اُدھر دیکھتا رہا لیکن ہم لوگ ایسی جگہ چھپے تھے جہاں وہ آسانی سے ہمیں نہیں دیکھ سکتا تھا۔ چند منٹ بعد وہ ہٹ کی طرف بڑھ گیا۔

"کیا خیال ہے چیف؟" بڈ نے سرگوشی کی۔ "یہ تو تنہا ہی آیا ہے۔ دور دور تک کوئی نظر نہیں آرہا۔"

"مگر میں مطمئن نہیں ہوں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "تم ذرا جلدی سے رولس رائس کی تلاشی تو لے ڈالو۔"

بڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور مختلف ہٹوں کی آڑ لیتا ہوا رولس رائس کی طرف بڑھنے لگا۔ تہذیب اور زاہر مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ مجھے اُن کی نظروں کا احساس تھا لیکن میں نے اُن کی طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ مجھے معلوم تھا کہ اُن کے خیال کے مطابق میں وہم میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ اُنھیں مطمئن کرنے کی مجھے کوئی ضرورت نہیں تھی اس لیے میں بے پروائی سے بڈ کی طرف دیکھتا رہا جو رولس رائس کے قریب پہنچ کر شیشوں کے اندر جھانک رہا تھا۔ اُس کے چہرے کے تاثرات سے ہی مجھے اندازہ ہو گیا کہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کار کے اندر اُسے کوئی نظر نہیں آیا۔ پھر تہذیب نے کار کی ڈکی سے کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی اور اُس کے بعد میں نے اُسے کار کے نیچے گھستے ہوئے دیکھا۔

"تم دیکھ لینا کار میں کسی آدمی کی موجودگی ثابت نہیں ہو سکے گی۔" تہذیب نے کہا۔

"محض ایک خیال کی بنیاد پر احتیاط کا دامن تو ہاتھ سے نہیں چھوڑا جا سکتا۔" میں نے مسکرا کر جواب دیا۔

"میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" تہذیب گڑبڑا گئی۔ "احتیاط ضرور برتنی چاہیے لیکن ہاروت رابیل اب اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ کوئی خطرہ مول لے سکے۔"

"خود میری خواہش بھی یہی ہے تہذیب کہ ہم کسی جھگڑے میں پڑے بغیر اُس سے رقم کے کاغذات حاصل کر لیں۔ اگر کار سے کوئی برآمد نہ ہوا تو مجھے بے حد خوشی ہوگی۔"

چند منٹ کار کے نیچے گزارنے کے بعد بُڈ کار کے نیچے سے نکل آیا اور چھپتا چھپاتا ہمارے پاس واپس آ گیا۔

"کار میں کوئی بھی نہیں ہے چیف۔" اُس نے اطلاع دی۔ "ڈکی مقفل ہے۔ میں نے کار کے نیچے لیٹ کر آہٹیں لینے کی کوشش کی تھی مگر وہاں تو مکمل سناٹا ہے۔"

"اس کا مطلب ہے کہ وہ اکیلا ہی آیا ہے۔" میں نے کہا۔ "یہ اور بات ہے کہ اُس نے ہمارے لیے کچھ اور ہی قسم کے انتظامات کر رکھے ہوں۔"

"تم نے اُس کا انداز نہیں دیکھا علی! کس قدر شکست خوردہ لگ رہا تھا۔ وہ اب بالکل سیدھا ہو گیا ہے۔"

"ہو سکتا ہے یہی بات ہو۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا اور کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھنے لگا۔ "آؤ اب ہاروت رابیل کی طرف چلیں۔ تین بجنے ہی والے ہیں۔"

میں نے کار اسٹارٹ کی اور ذرا سا چکر لگا کر کار رولس رائس کے پیچھے لے جا کر روک دی۔ تہذیب میرے ساتھ تھی۔ کار سے اُتر کر میں ہٹ کے دروازے کی طرف بڑھا اور کال بیل کے بٹن پر انگلی رکھ دی۔ ہٹ کا دروازہ چند لمحوں کے اندر اندر کھل گیا۔ دروازہ کھولنے والا ہاروت رابیل تھا۔ اُسے دیکھ کر یوں لگتا تھا جیسے اُس کے چہرے کی جھریوں میں بے حد اضافہ ہو گیا ہو۔ آنکھوں کے گرد گہرے سیاہ حلقے نظر آ رہے تھے۔

"اپنے وعدے کے مطابق ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہیں مسٹر ہاروت رابیل۔" میں نے کہا۔

ہاروت رابیل نے ہم دونوں کو بڑے غور سے دیکھا۔ یوں جیسے ہمارے خدوخال ذہن نشین کر لینا چاہتا ہو پھر ہمارے کندھوں کے اوپر سے عقب میں دیکھنے کی کوشش کی۔

"کسے تلاش کر رہے ہو ہاروت رابیل! ہم تنہا ہی آئے ہیں۔" میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

ہاروت رابیل نے بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ سر کو اثباتی جنبش دی اور آہستگی سے بولا۔ "اندر آجاؤ۔"

ہم اُس کے ساتھ چلتے ہوئے آراستہ و پیراستہ ڈرائنگ روم میں پہنچ گئے۔ ہاروت رابیل نے ہمیں ایک صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود ہم سے تین فٹ کے فاصلے پر دوسرے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم ڈی فوسٹر کو بھی ساتھ نہیں لائے۔" اُس نے دھیمی آواز میں کہا۔ "جبکہ وعدے کے مطابق . . ."

"تم سے کیے گئے ہر وعدے کو پورا کرنا ہمارا فرض ہے۔" میں نے اُس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "تمھاری سابقہ حرکتوں نے ہمیں محتاط رہنے پر مجبور کر دیا ہے۔ ڈی فوسٹر کو ہمارے چند ساتھی لا رہے ہیں۔ تمھارا ریکارڈ اگر بے داغ رہا ہوتا تو ہمیں اس جھنجھٹ میں پڑنے کی ضرورت نہیں تھی۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاروت رابیل نے بے بسی سے کہا۔ "لیکن ڈی فوسٹر کو تم میرے حوالے تو کر دو گے نا؟"

"ضرور کر دیں گے مگر اُس وقت جب ہمیں یقین ہو جائے گا کہ تم نے اپنے وعدے کی تکمیل کر دی ہے اور اب ہمیں کوئی خطرہ بھی نہیں رہا۔ اس لیے کہ تمھاری سرگرمیوں کے خلاف ڈی فوسٹر ہی تو واحد گواہ ہے۔"

"نہیں، میں پہلے ہی اعترافِ شکست کر چکا ہوں۔ اب کوئی دھوکا نہیں کروں گا۔" ہاروت رابیل نے ایک مختصر سی فائل نکال کر میری طرف بڑھائی۔ "لو یہ کاغذات چیک کر لو۔ جس بینک کا حوالہ تم نے دیا تھا اُس کے کاغذات تم خود بھی پہچانتے ہو گے۔ میں نے مطلوبہ رقم تمھارے بتائے ہوئے اکاؤنٹ میں جمع کرا دی ہے۔"

میں نے فائل اُس کے ہاتھ سے لے لی۔ بیس کروڑ ڈالر کی رسیدیں میرے سامنے موجود تھیں۔ کاغذات کے اصلی ہونے میں کوئی شبہ نہیں تھا۔ میرا دل خوشی سے بلیوں اُچھلنے لگا اور میں نے فائل تہذیب کی طرف بڑھا دی۔ ہاروت رابیل کو شکست ہو چکی تھی لیکن میں اب بھی پوری طرح ہوشیار تھا۔ میری نگاہیں کمرے کے گوشے گوشے کا جائزہ لینے میں مصروف تھیں . . . . ہاروت رابیل کی ایک ایک حرکت پر میری نظر تھی مگر وہ حرکت کر ہی کب رہا تھا۔ وہ تو بے جان سے انداز میں صوفے کی پشت سے ٹکا بیٹھا تھا۔ یوں معلوم ہوتا تھا جیسے کسی بھی لمحے اس کا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔

تہذیب بڑی باریک بینی سے کاغذات کا جائزہ لے رہی

تھی۔ آخرکار وہ مطمئن ہو گئی اور اُس نے اپنی جیکٹ کی زپ کھول کر فائل اندر رکھ کے جیکٹ کی زپ بند کر لی۔

"کاغذات جعلی ہونے کا تو کوئی امکان نہیں ہے۔" میں نے تہذیب سے پوچھا۔

"نہیں۔" تہذیب نے جواب دیا۔ "کاغذات بالکل اصلی ہیں۔ رقم ہمارے اکاؤنٹ میں پہنچ چکی ہے اور اب ہم اُس کے مالک ہیں۔"

"جس کی چیز ہو اُس کے پاس پہنچ ہی جانی چاہیے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔

"کیا مطلب؟" ہاروت رابیل نے چونک کر کہا۔

"اس رقم پر ہمارا حق تھا رابیل۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔ "تم نے فارمولوں اور ڈی فوسٹر کی بازیابی کے لیے معلوم نہیں کتنی رقم خرچ کر دی ہوگی جو سب کی سب ضائع ہو گئی۔ اب تم نے جو رقم ادا کی ہے اُس کے عوض تمھیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔"

"لیکن میں نے تم لوگوں کو بہت بڑی رقم ادا کی ہے۔ اتنی رقم سے تو میں کئی نئے کاروبار شروع کر سکتا تھا۔"

"تمھیں نہیں معلوم کہ جو رقم ہم نے تم سے وصول کی ہے وہ کتنے عظیم کام میں صرف کی جائے گی۔" تہذیب نے کہا۔

"میں سمجھا نہیں۔" ہاروت رابیل نے حیرت سے کہا۔

"وقت آنے پر سب کچھ سمجھ جاؤ گے۔" میں نے کہا۔ "ضروری تو نہیں ہے کہ تمھیں ابھی سب کچھ بتا دیا جائے۔"

ہاروت رابیل اُلجھے ہوئے انداز میں مجھے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "میں تم سے کچھ اور سوالات بھی کرنا چاہتا ہوں۔"

"ہم تمھیں سوال کرنے سے نہیں روک سکتے لیکن ہم ہر سوال کا جواب دینے کے پابند بھی نہیں ہیں۔"

"میں تم لوگوں کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔ پہلے تم سوتراں کے میک اپ میں مجھ سے ملے۔ اُس کے بعد ایلن گراہم کے نام سے مجھے فون کیا۔ ظاہر ہے نہ تو تم سوتراں تھے اور نہ ہی ایلن گراہم ہو۔"

"ہمارے درمیان ایک سودا طے پایا تھا رابیل۔ کیا ضروری ہے کہ ہم ایک دوسرے کے بارے میں بھی کچھ جانیں؟"

"تم نے بتایا تھا کہ اوشیل میکائیل نے تمھاری خدمات حاصل کی تھیں اور اُس کے لیے ہی تم نے مسروقہ فارمولے ڈی فوسٹر سمیت حاصل کیے تھے۔"

"ہاں مگر اُس نے رقم کی ادائیگی نہ کر کے وعدہ خلافی کی اور ہم نے اُسے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔"

"مم . . . میں نے تو تمھیں رقم ادا کر دی ہے۔" ہاروت رابیل نے ہکلا کر کہا۔ "میری چیزیں تو میرے حوالے کر دو۔"

"میں نے کہہ تو دیا ہے رابیل کہ ابھی ہمارے آدمی آئیں گے تب ہی یہ ممکن ہو سکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" ہاروت رابیل نے مُردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن کیا تم اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں بتاؤ گے؟"

"ضرور بتائیں گے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تاکہ اگر ابھی ہم پر تمھارا کوئی داؤ نہ چل سکے تو تم بعد میں ہم سے نمٹ سکو۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ اصل بات یہ ہے کہ میں تمھاری صلاحیتوں سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ ڈی فوسٹر کا حصول کوئی معمولی کارنامہ نہیں ہے جسے نظرانداز کیا جا سکے۔ دُنیا کے بہت سے ملکوں کے جاسوس ڈی فوسٹر کے حصول کے لیے کوشاں تھے۔ اُن کے درمیان سے ڈی فوسٹر کو لے اُڑنا معمولی کارنامہ نہیں ہے۔"

"یہ بات ہم بھی جانتے ہیں ہاروت رابیل! اب ذرا اس تعریف و توصیف کی غرض و غایت بھی بتا ڈالو۔"

"مجھے اپنے کاروباری حریفوں سے اکثر واسطہ پڑتا رہتا ہے اس لیے مجھے باصلاحیت لوگوں کی ضرورت رہتی ہے۔"

"تم تو اس میدان کے تنہا کھلاڑی ہو رابیل! جب کوئی اور اسلحہ نہیں بنا رہا تو کاروباری حریف کہاں سے آ گئے تم؟"

"اوشیل میکائیل کی مثال تمھارے سامنے ہے۔ اُس کی طرح اور بھی بہت سے لوگ ہیں جو میرے کاروبار پر دانت جمائے بیٹھے ہیں۔ کسی وقت کسی کا بھی وار چل سکتا ہے۔"

"یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے جس کے لیے تم اتنی شدت سے پریشان ہو۔ تمھارے پاس دولت ہے۔ تم کسی کی بھی خدمات حاصل کر سکتے ہو۔"

"میں منہ مانگا معاوضہ ادا کرنے کا قائل ہوں۔" ہاروت رابیل نے کہا۔ "اگر تم اپنے بارے میں نہیں بتانا چاہتے تو مت بتاؤ۔ صرف یہ بتا دو کہ اگر میں تم سے کوئی کام لینا چاہوں تو تم کتنا معاوضہ طلب کرو گے؟"

"ہم ہر کام میں ہاتھ نہیں ڈالتے مسٹر رابیل! پھر یہ کہ ہمارا معاوضہ بھی اتنا ہوتا ہے کہ کوئی عام آدمی اُسے ادا کرنے کا تصور تک نہیں کر سکتا۔"

"مجھے اندازہ ہے۔" ہاروت رابیل نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "لیکن میں اپنی پسندیدہ چیز ہر قیمت پر حاصل کر لینے کا عادی ہوں۔"

"تمھارے ذہن میں شاید زر خرید غلاموں والا تصور ہے۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔ "مجھے کہنے دو ہاروت رابیل کہ تمھیں آدمیوں کی ذرا بھی پرکھ نہیں ہے۔"

"تم غلط سمجھے۔" ہاروت رابیل نے سنبھل کر کہا۔ "میں تو صرف خدمات کے معاوضے کی بات کر رہا تھا۔"

"میں خوب جانتا ہوں کہ تم کیا بات کر رہے تھے۔" میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مُنہ بنا کر کہا۔ "ایک تم کیا، دُنیا کا ہر یہودی تم جیسی ہی ذہنیت کا مالک ہوتا ہے۔"

"اس سے قبل بھی تم نے یہودیوں کے خلاف ایسے ہی خیالات کا اظہار کیا تھا۔" ہاروت رابیل نے نرمی سے کہا۔ "میں جاننا چاہتا ہوں کہ تم یہودیوں کے اتنے خلاف کیوں ہو؟"

"اُن کی ذہنیت کی وجہ سے۔" میں نے سادگی سے کہا۔ "یہودی قوم لالچی اور دھوکے باز ہوتی ہے۔"

"یہودیوں کے بارے میں تمھاری رائے بہت خراب ہے۔ بعض متعصب لوگوں نے یہودی قوم کے خلاف بہت زہر افشانیاں کی ہیں۔ تم اُس پروپیگنڈے سے متاثر معلوم ہوتے ہو۔"

"مثلاً تم۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "تم بھی یہودی ہو اور تم نہ تو لالچی ہو اور نہ ہی دھوکے باز ہو۔"

"دُنیا کا ہر شخص زیادہ سے زیادہ امیر بننا چاہتا ہے۔ پھر اگر یہودی قوم بھی یہی چاہتی ہے تو اُسے بُرا کیوں کہا جاتا ہے۔"

"اس لیے کہ یہودی حصولِ دولت کے لیے ہر جائز و ناجائز ذریعہ اختیار کرتے ہیں۔ تمام اخلاقی ضابطوں کو پامال کر دیتے ہیں۔"

"کیا دُنیا کا ہر یہودی اتنا ہی بُرا ہے جتنا تم کہہ رہے ہو۔ دیگر اقوام کی طرح یہودیوں میں بھی اچھے لوگ تو ہوتے ہی ہوں گے۔"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" میں نے شدت سے نفی میں سر ہلایا۔ "دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں اور ان کا ایک جگہ جمع ہونا محال ہے۔ کسی آدمی کے بُرا ہونے کے لیے یہی چیز بہت کافی ہے کہ وہ یہودی ہے۔"

ہاروت رابیل کا چہرہ غصّے اور خجالت سے سُرخ ہو گیا۔ "تم انتہا پسند نظریات کے حامل ہو اور صرف اپنے نظریات پر اصرار کر رہے ہو۔ تمھارے پاس کوئی دلیل نہیں ہے۔"

"میرے ذاتی تجربات ہی میرے یقین کو پختگی بخشنے کے لیے بہت کافی ہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "جس یہودی سے بھی میرا واسطہ پڑا وہ دھوکے باز نکلا۔"

"کیا تمھارا واسطہ دُنیا کے ہر یہودی سے پڑ چکا ہے۔" ہاروت رابیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہر یہودی سے تو نہیں پڑا لیکن اس کے باوجود جتنے یہودیوں سے میرا واسطہ پڑا ہے اُن کی تعداد ہزاروں میں نہیں تو سیکڑوں میں تو ضرور ہوگی۔"

"صرف چند سو افراد کو بنیاد بنا کر تم پوری یہودی قوم کو یوں بُرا بھلا کہنے کا کوئی حق نہیں رکھتے۔"

"مجھے معلوم ہے ہاروت رابیل! تم لوگ اس معاملے میں بہت حسّاس ہوتے ہو۔ تم لوگ بھیڑ کی کھال میں بھیڑیے ہو۔ جہاں بھی موقع ملتا ہے تم خود کو معصوم بلکہ مظلوم ثابت کرنے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ تم ہٹلر کو بُرا کہتے ہو تو محض اس لیے کہ اُس نے یہودیوں کا قتلِ عام کرا دیا تھا۔ ہر کم فہم آدمی تمھارے اس پروپیگنڈے کا شکار ہو کر تمھیں واقعی مظلوم سمجھنے لگتا ہے لیکن میں اُن کوتاہ بیں لوگوں میں سے نہیں ہوں۔ ہٹلر کی ساری بُرائیاں ایک طرف اور اُس کی یہ خوبی ایک طرف کہ وہ یہودیوں کا جانی دُشمن تھا۔ یہودیوں کا قتلِ عام ایک ایسا کارنامہ ہے جو رہتی دُنیا تک یاد کیا جائے گا۔ دُنیا اس کے اس احسان تلے ہمیشہ دبی رہے گی۔ کاش! وہ کچھ عرصہ اور زندہ رہ جاتا۔"

"تم مجھے کوئی خبطی آدمی معلوم ہوتے ہو۔ تمھاری اب تک کی گفتگو سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"کیا تم یہاں یہودیوں کی وکالت کرنے آئے تھے مسٹر رابیل؟" تہذیب مالکم ایکس بولی۔

"میں اپنی قوم پر ایسی بہتان تراشی برداشت نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل نے جھنجلا کر کہا۔

"نہیں کر سکتے تو مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم کسی حقیقت کو جھٹلا کر اُسے تبدیل نہیں کر سکتے۔"

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ تم کون سے مذہب کے پیروکار ہو تو میں تمھیں جواب دیتا۔ مجھے سب معلوم ہے۔ دُنیا میں کوئی پارسا نہیں ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے۔" میں نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "میں تو یہ کہہ رہا ہوں کہ یہودی ازل کے دھوکے باز ہیں۔ اُن پر خدا کی لعنت ہے۔"

"پوری دُنیا کی معیشت یہودیوں کے قبضے میں ہے۔" ہاروت رابیل فخریہ لہجے میں بولا۔ "کیا خدا کی لعنت ایسی ہی ہوتی ہے؟"

"یہی تو لعنت ہے مسٹر رابیل! تم لوگ پیسے کے علاوہ کچھ نہیں سوچ سکتے۔ اسی ذہنیت کو تو میں اتنی دیر سے بُرا کہہ رہا ہوں۔"

ہاروت رابیل تلملا کر رہ گیا۔ وہ غصّے میں کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک اُسے کچھ خیال آ گیا اور اُس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بکھر گئی۔ "تم بہت کٹّر ہو۔ میں کسی طرح تمھیں قائل نہیں کر سکوں گا۔ تمھارے آدمی ابھی تک نہیں پہنچے؟"

"بس وہ آنے ہی والے ہوں گے۔ تھوڑی بہت دیر تو ہو ہی جاتی ہے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

"تم نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔ اگر مجھے کبھی تمھاری خدمات درکار ہوں تو میں تم سے کس طرح رابطہ قائم کروں؟"

میں نے ایک طویل سانس لے کر تہذیب کی طرف دیکھا۔ "میرا خیال ہے ہمیں اپنا تعارف کرا ہی دینا چاہیے۔"

"میں نے تم سے پہلے ہی کہا تھا۔" ہاروت رابیل بولا۔ "تم نے دیر میں فیصلہ کیا لیکن درست فیصلہ کیا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اس موقع پر ہمیں کیا کرنا چاہیے۔" تہذیب متفکرانہ لہجے میں بولی۔ "یہ ایک مشکل فیصلہ ہے۔"

"یوں کرتے ہیں کہ پہلے میں تمھارا تعارف کرا دیتا ہوں۔ اس کے بعد اپنے بارے میں بھی بتا دوں گا۔"

تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دے کر رضامندی ظاہر کر دی اور میں نے ہاروت رابیل سے کہا۔ "یہ تہذیب مالکم ایکس ہیں۔ شاید تم ان سے واقف ہو؟"

"نہیں۔" اُس نے نفی میں سر ہلایا۔ "یاد نہیں پڑتا کہ میں نے یہ نام پہلے بھی کبھی سُنا ہو۔"

"میں اس سے قبل گرین پول میں ہوا کرتی تھی۔ اب میں نے اپنا ایک الگ گروہ بنا لیا ہے جس کا نام علی گروپ ہے۔"

"گرین پول سے تو میں واقف ہوں۔ ایک زمانے میں اس تنظیم نے بڑے کارنامے سرانجام دیے ہیں لیکن علی گروپ کا نام میں نے پہلی بار سُنا ہے۔"

"تمھاری خوش قسمتی ہے کہ سُن لیا ہے۔ نہ صرف سُن لیا ہے بلکہ علی گروپ کے دو اہم ارکان بھی تمھارے سامنے موجود ہیں۔" میں نے کہا۔

"بے شک بے شک۔" ہاروت رابیل نے بڑی شدومد سے سر ہلایا۔ "واقعی تم جیسے باصلاحیت لوگوں سے ملاقات بھی خوش قسمتی کے برابر ہے۔"

"ابھی میں تم سے اپنا باقاعدہ تعارف کرواؤں گا اور پھر شاید تم یہ سوچنے لگو کہ کاش! تم نے ہمیں یوں ہی نکل جانے دیا ہوتا بغیر تعارف کے۔"

"تم سسپنس پیدا کرنے کے عادی معلوم ہوتے ہو لیکن تمھاری صلاحیتوں کے پیش نظر اسے برداشت کرنے میں کوئی قباحت بھی نہیں ہے۔"

"میں صرف سسپنس ہی پیدا نہیں کرتا دھماکے بھی کرتا ہوں ہاروت رابیل! میں تمھیں اپنا نام نہیں بتاؤں گا۔ میرا نام تو تم خود لو گے اپنی زبان سے۔"

ہاروت رابیل کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں مجھے دیکھ رہا تھا۔ میرے اندازِ بیان نے اُسے بہت اُلجھا دیا تھا تاہم اُس نے ممکنہ حد تک خود کو کسی بڑے انکشاف کے لیے تیار کر لیا تھا۔

"میری ساتھی سے تو تمھارا تعارف ہو چکا۔ ہم نے جو تنظیم بنائی ہے وہ میرے نام سے موسوم ہے اور ہم لوگ فلسطین کی آزادی کے لیے سرگرمِ عمل ہیں۔"

میں نے ہاروت رابیل کو چونکتے دیکھا۔ "تم۔۔۔ تم کہیں علی یار خان تو نہیں ہو؟" اُس نے سرسراتی ہوئی آواز میں کہا۔

"علی یار خان پاکستانی۔"

"میں نے تم سے کہا تھا نا کہ میرا نام تم خود اپنی زبان سے لو گے۔ میں نہیں بتاؤں گا۔" میں چہکا۔

ہاروت رابیل کا چہرہ دھواں ہو گیا۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی اور آنکھیں حلقوں سے اُبلی پڑ رہی تھیں۔ "میں کیسے یقین کر لوں۔" اُس کی تیز سرگوشی کمرے میں گونجی۔

"مت یقین کرو لیکن تم سے حاصل کی ہوئی حقیر سی رقم اُن بے یار و مددگار فلسطینیوں کے کام آئے گی جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کے عالم میں پڑے ہیں۔"

ہاروت رابیل بے بسی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ اُس کے چہرے سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ اُس نے امید کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا ہے۔ چند لمحے وہ بے حس و حرکت بیٹھا رہا پھر دفعتاً اُس نے چونک کر کہا۔ "تم نے ڈی فوسٹر کے سلسلے میں کچھ نہیں کیا اب تک؟"

میں نے کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی میں وقت دیکھا اور تہذیب کو اُٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے خود بھی اُٹھ کھڑا ہوا۔

"اب جبکہ تمھیں معلوم ہو ہی گیا ہے کہ میں کون ہوں تو میرے خیال میں تمھیں بھی مجھ سے کسی قسم کی توقع نہیں رہی ہوگی۔"

"کچھ دیر قبل تم بڑی شدومد سے یہودیوں کو بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اب خود دھوکے بازی کر رہے ہو۔"

"لوہے کو لوہا کاٹتا ہے رابیل! تم لوگ اسی قابل ہو۔ دوسروں کے ساتھ دھوکا کرتے وقت تمھیں کچھ خیال نہیں آتا اور خود تمھارے ساتھ ایک فریب ہو جائے تو چیخنے لگتے ہو۔" میں نے تلخ لہجے میں کہا۔

"یہ ظلم ہے، زیادتی ہے۔ تم آسانی سے میرے بیس کروڑ ڈالر ہضم نہیں کر سکو گے۔" ہاروت رابیل نے ہذیانی انداز میں کہا اور صوفے سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ میں اُس کی کسی جارحیت کے خلاف پوری طرح تیار ہو گیا لیکن میری طرف بڑھنے کے بجائے وہ پلٹا اور جس صوفے پر وہ بیٹھا ہوا تھا جھک کر اُس کے عقب میں کچھ کرنے لگا۔ قبل اس کے کہ میں کچھ سمجھ سکتا مجھے اپنے پیروں کے نیچے سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔

پوسٹ بکس نمبر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تہذیب بے اختیار چیخ پڑی لیکن میرے پاس اتنی فرصت نہیں تھی کہ اُس کے چیخنے پر توجہ دیتا۔ اُس خوف ناک لمحے میں نہ تو مجھے اتنی فرصت تھی اور نہ ہی اتنا ہوش تھا۔ میری توجہ کا مرکز تو پہلے سے ہی ہاروت رابیل تھا۔ میں اُسے صوفے کے عقب میں جھکتے دیکھ کر چونکا ضرور تھا مگر یہ نہیں سمجھ سکا تھا کہ اُس کا ارادہ کیا ہے۔

جیسے ہی مجھے اپنے پیروں کے نیچے زمین ہلتی محسوس ہوئی میں نے ہاروت رابیل کی طرف پھرتی سے چھلانگ لگائی اور اس کا گریبان پکڑ لیا۔ وہ جھونک میں مجھ پر آ پڑا لیکن میں خود بھی زمین پر کب گرا تھا۔ میں تو گہرائیوں کی طرف جا رہا تھا۔ ہاروت رابیل سخت جدوجہد کر رہا تھا لیکن جب میں ہی خود کو نہیں سنبھال رہا تھا تو وہ اپنے آپ کو کیسے سنبھال سکتا تھا ہم دونوں ایک دوسرے سے اُلجھے ہوئے تھے۔

دفعتاً ایک زوردار چھپاکا ہوا اور میں پانی میں گر پڑا۔ ہاروت رابیل اب بھی میری گرفت میں تھا۔ اُس نے تڑپ کر میری گرفت سے نکلنے کی کوشش کی۔ میں خود پر پڑنے والی ناگہانی اُفتاد سے بُری طرح بوکھلایا ہوا تھا لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ میں ہاروت رابیل کو چھوڑ دیتا۔ اُسی نے مجھے اس مصیبت میں پھنسایا تھا اور یہ قطعی ناممکن تھا کہ مجھے مصیبت میں پھنسا کر وہ خود چین کی بنسی بجاتا۔ میرے لیے جو گڑھا اُس نے کھودا تھا اس میں اُس کا گرنا بھی ضروری تھا۔

پانی میں ہاتھ پیر مار کر ڈوبنے سے خود کو بچانے کی جدوجہد کے ساتھ ساتھ میں ہاروت رابیل کو بھی اپنی گرفت میں رکھنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا۔ ہاروت رابیل پر دیوانگی طاری تھی۔ پھر اچانک ہی اُس کا پیر بڑی زور سے میری پیشانی پر لگا۔ اُس کے جوتے کے نچلے حصّے میں لوہے کا خول تھا یا جوتے کی ایڑی میری پیشانی سے ٹکرائی تھی کہ مجھے اپنی پیشانی کی کھال پھٹتی سی محسوس ہوئی۔ بہت زوردار ضرب تھی۔ میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے اور ہاروت رابیل میری گرفت سے آزاد ہو گیا۔

لیکن اگلے ہی لمحے میں خود کو سنبھال چکا تھا۔ میں نے غرّا کر غوطہ لگایا اور ہاروت رابیل کو دوبارہ دبوچ لیا۔ اُس وقت سوچنے سمجھنے کی ساری قوتیں سلب ہو چکی تھیں تہذیب تک کا خیال میرے ذہن سے محو ہو گیا تھا۔ میں تو بس جنون کے عالم میں ہاروت رابیل کو دبوچے ہوئے تھا۔ وہ بُری طرح مچل رہا تھا۔ اُس کے گھونسے میری پسلیوں پر پڑ رہے تھے۔ لاتیں بھی چلا رہا تھا لیکن اس بار میں نے اُسے گردن سے پکڑا تھا۔ اس لیے اُس کے گھونسے اور لاتیں مجھ پر زیادہ اثر انداز نہیں ہو رہی تھیں۔ پانی ہمارے سروں سے اوپر تھا جس کی وجہ سے ہم سانس نہیں لے پا رہے تھے۔ میں نے تو خیر سانس روک رکھا تھا لیکن ہاروت رابیل کے لیے جدوجہد کرتے رہنے کی وجہ سے سانس روکے رکھنا ناممکن ہو گیا تھا۔ اُس نے سانس لی اور اس کے پیٹ میں پانی کی اچھی خاصی مقدار پہنچ گئی۔ اُس نے میری گرفت سے نکلنے کی جدوجہد ترک کر کے پانی کی سطح تک پہنچنے کی کوشش شروع کر دی۔ خود میرے لیے بھی مزید سانس روکے رکھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔ اس لیے میں نے اُسے پانی کی سطح کی طرف جانے سے نہیں روکا۔ سطح سے سر اُبھار کر میں نے دو تین گہرے گہرے سانس لیے اور ہاروت رابیل کی ناک پر مُکّا جڑ دیا۔ اُس کے حلق سے ایک کربناک کراہ نکلی۔ میں عجیب خود فراموشی کے عالم میں تھا کہ میں نے اِدھر اُدھر دیکھنے تک کی زحمت نہیں کی تھی۔ میں نے ہاروت رابیل کے چہرے پر دوسرا گھونسا مارنے کی کوشش کی۔ اُس نے بدقت تمام خود کو میرے اس وار سے بچایا اور بڑی بدحواسی کے عالم میں بولا۔

"نکلو۔ . . نکلو یہاں سے۔ جھیل کے کنارے کی طرف چلو۔ اس جھیل میں مگرمچھ ہیں۔ اُن سے بچو!"

"بکواس مت کرو ہاروت رابیل!" میں نے دانت پیس کر اور اُس کی گردن پر اپنے ہاتھ کی گرفت سخت کرتے ہوئے کہا۔ "اب میں تمہارے کسی فریب میں آنے کے لیے تیار نہیں ہوں!"

"مم . . . میں کوئی فریب نہیں کر رہا!" ہاروت رابیل منمنایا۔ "دیکھو . . . دیکھو وہ مگرمچھ ہماری طرف بڑھ رہا ہے!"

میں نے سامنے نگاہ دوڑائی اور وہ دیوہیکل مگرمچھ مجھے نظر آ گیا جس کا رُخ ہماری جانب ہی تھا یعنی ہاروت رابیل جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اُس نے ہمیں اپنے ہٹ سے بلاشبہ اسی لیے جھیل میں پھینکنے کی کوشش کی تھی کہ جھیل میں موجود مگرمچھ ہمیں اپنا نوالہ بنا لیں لیکن میری بروقت کارروائی کی وجہ سے ہاروت رابیل خود بھی جھیل میں گر پڑا۔ اگر اس وقت وہ میرے ساتھ نہ ہوتا تو ممکن تھا کہ میں بے خبری میں مارا جاتا لیکن چونکہ میں نے اُسے پکڑ رکھا تھا اس لیے وہ مجھے خبردار کرنے پر مجبور ہو گیا۔ اگر نہ کرتا تو میری گرفت میں ہونے کی وجہ سے خود بھی مگرمچھوں سے نہیں بچ سکتا تھا۔

ایک لمحے کے اندر اندر سب کچھ میری سمجھ میں آ گیا۔ ہاروت رابیل کو . . . پکڑے رکھنے کی صورت میں مگرمچھ مجھ تک پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا اُسے چھوڑنا ناگزیر ہو گیا تھا چنانچہ میں نے اُسے چھوڑا اور تیزی سے غوطہ لگا کر اُس جگہ سے دور نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی دوران میرے ذہن میں تہذیب مالکم ایکس کا خیال آیا اور میں بے چین ہو گیا۔ وہ بھی تو میرے ساتھ ہی جھیل میں گری تھی بلکہ اُس کے منہ سے تو جھیل میں گرتے وقت ایک بے ساختہ قسم کی چیخ بھی نکلی تھی یعنی وہ اپنے حواس کھو بیٹھی تھی۔ وہ جھیل میں مگرمچھوں کی موجودگی سے بھی بے خبر تھی۔ اس اعتبار سے اس کی زندگی زیادہ خطرے میں تھی۔

میں نے جھیل کی سطح پر سر اُبھار کر تہذیب کو آوازیں دینا شروع کر دیں۔ چند ہی لمحوں میں مجھ سے تھوڑے ہی فاصلے پر تہذیب کا سر پانی پر اُبھرتا نظر آیا۔ وہ بدحواس دکھائی دے رہی تھی۔

"جھیل میں مگرمچھ ہیں تہذیب!" میں نے چیخ کر کہا۔ "تیزی سے کنارے پر پہنچنے کی کوشش کرو!"

تہذیب نے دوبارہ غوطہ لگا دیا اور مجھے بھی غوطہ لگانا پڑا۔ اگر ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی ہوتی تو میں اس مگرمچھ کی زد میں آ جاتا جو منہ پھاڑ کر مجھ پر جھپٹا تھا۔ پھرتی سے غوطہ لگانے کے باوجود اُس کی دُم میرے جسم کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی۔ میں اُسی سمت میں تیر رہا تھا جدھر تہذیب گئی تھی۔ چند ہی لمحوں میں میں اُس کے قریب پہنچ گیا۔ ہماری مخالف سمت میں تقریباً دس گز کے فاصلے پر ایک اور دیوہیکل مگرمچھ ہماری طرف بڑھا چلا آ رہا تھا۔ میں نے تہذیب کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رُخ تبدیل کر دیا۔ ہاروت رابیل گم ہو چکا تھا اور اب میں اُس کے بارے میں کوئی اندازہ بھی نہیں لگا سکتا تھا کہ وہ کدھر گیا ہو گا۔ نہ ہی میں اس سلسلے میں کچھ کرنے کی پوزیشن میں تھا۔ ہمیں اپنی جان بچانا دوبھر ہو رہا تھا۔ جھیل میں کافی تعداد میں مگرمچھ تھے۔ ہم ایک کی زد سے نکلتے تو دوسرا نمودار ہو جاتا۔

بالآخر ہم کنارے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ یہاں بھی تقدیر نے یاوری کی تھی۔ ہم ایک دیوہیکل مگرمچھ کی زد میں آنے سے بال بال بچے اور جلدی سے کنارے پر چڑھ گئے۔ جس جگہ ہم کنارے پر چڑھے تھے وہاں ایک بورڈ نصب تھا جس پر جلی حروف میں تحریر تھا:

"جھیل میں خطرناک مگرمچھ موجود ہیں، نہانے سے گریز کیجیے!"

میں اور تہذیب کنارے سے کافی دُور آ کر خشکی پر بیٹھ گئے۔ یہاں سے ہاروت رابیل کا سبز رنگ کا ہٹ خاصے فاصلے پر تھا۔ ہمیں اُس کا عقبی حصّہ نظر آ رہا تھا۔ بڑا اور زاہر چونکہ سامنے کی سمت میں تھے اس لیے ہم انھیں نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں نے ایک طویل سانس لی اور تہذیب کو دیکھنے لگا جس کے کپڑے گیلے ہو کر اس کے جسم سے چپک گئے تھے۔

"غضب خدا کا علی!" تہذیب نے کانپ کر کہا۔ "اُس کم بخت یہودی نے تو اپنی طرف سے ہمیں ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی!"

"مجھے اُن کاغذات کی زیادہ فکر ہے جو ہم نے ہاروت رابیل سے وصول کیے ہیں۔ اگر وہ ضائع ہو گئے تو . . ."

تہذیب چونک کر اپنی جیکٹ کی طرف متوجہ ہوئی۔ اُس نے جیکٹ کی زپ کھولی اور یہ دیکھ کر میری جان میں جان آئی کہ پانی جیکٹ کے اندر نہیں پہنچا تھا۔ تہذیب نے ہاروت رابیل سے وصول کی ہوئی فائل نکال کر میری طرف بڑھائی۔ فائل خشک تھی اور کاغذات بھی پوری طرح محفوظ تھے۔

"انھیں اپنے ہی پاس رکھو تہذیب! اگر اس وقت اتفاق سے تم نے یہ جیکٹ نہ پہن رکھی ہوتی تو ہم اس خطیر رقم سے محروم بھی ہو سکتے تھے!"

"یہ واٹر پروف جیکٹ ہے۔ تم نے دیکھا نہیں، اس کے اندر نفیس قسم کا پلاسٹک لگا ہوا ہے۔ ہاں یہ محض اتفاق تھا کہ میں نے زپ پوری طرح بند کر لی تھی ورنہ پانی اندر پہنچ گیا ہوتا!"

میں نے جھیل کی سطح پر نظریں دوڑائیں۔ پانی کی سطح دور تک ساکن دکھائی دے رہی تھی۔ کہیں کوئی ایسی تحریک نظر نہیں آئی جس سے ہاروت رابیل کے بارے میں کوئی اندازہ قائم کیا جا سکتا۔

"ہاروت رابیل کا کیا بنا علی؟" تہذیب نے اپنے بالوں سے پانی جھٹکتے ہوئے پوچھا۔ "مجھے کچھ یہ احساس ہو رہا ہے جیسے تم اُس سمیت پانی میں گرے تھے؟"

"ہاں تہذیب! میں اُس کی طرف سے کسی لمحے بھی مطمئن نہیں تھا۔ جیسے ہی میں نے اپنے پیروں تلے فرش میں حرکت محسوس کی تو اس پر چھلانگ لگا دی اور اپنے ساتھ اُسے بھی گھسیٹ لیا!"

"اوہ، تو اس کا مطلب ہے میرا احساس درست تھا لیکن اگر وہ بھی جھیل میں ہی گرا تھا تو اب کہاں ہے؟"

"میں بھی یہی سوچ رہا ہوں کہ وہ کہاں ہو گا۔ جھیل میں موجود مگرمچھوں کی وجہ سے میں اُسے چھوڑنے پر مجبور ہو گیا تھا!"

"اگر وہ ابھی تک جھیل سے برآمد نہیں ہوا ہے تو اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کا واحد مطلب یہی ہو سکتا ہے کہ وہ کسی مگرمچھ کی خوراک بن چکا ہوگا۔"

"خدا ہی بہتر جانتا ہے۔" میں بڑبڑایا اور پلٹ کر ہٹ کی طرف دیکھنے لگا۔ "بڈ اور زاہر سمجھ رہے ہوں گے کہ ہم ابھی تک ہٹ کے اندر ہی موجود ہیں۔"

"کوئی بھی نہیں سوچ سکتا علی کہ ہاروت رابیل نے اتنا خطرناک انتظام کر رکھا ہوگا اور ہمیں اندازہ بھی نہیں ہو سکا کہ اُس کمرے کا فرش کھوکھلا ہے۔"

"اگر خاص طور پر توجہ دی جاتی تو شاید کچھ اندازہ ہو سکتا تھا لیکن اُس وقت ہماری توجہ دوسری ہی باتوں پر مرکوز تھی اِس لیے ظاہر ہے کہ اس سمت ذہن جا بھی نہیں سکتا تھا۔"

کچھ دیر سستانے کے بعد ہم اُٹھ کھڑے ہوئے تہذیب ابھی تک خود کو پوری طرح نہیں سنبھال پائی تھی۔ اُس کی چال میں خفیف سی لڑکھڑاہٹ اب بھی موجود تھی۔ اعصاب کو لگنے والا اچانک جھٹکا اتنا ہی شدید تھا کہ اُس کے اثر سے آسانی سے نہیں نکلا جا سکتا تھا۔ اُس پر وہ شدید جدوجہد جو ہم نے جھیل میں اپنی زندگی بچانے کے لیے کی تھی وہ بھی کم خوف ناک نہیں تھی۔

بڈ اور زاہر ہٹ کے سامنے ہاروت رابیل کی کار کے نزدیک موجود تھے۔ ہمیں دیکھ کر اُن کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں اور وہ ہماری طرف دوڑ پڑے۔

"چیف تم؟" بڈ نے مجھے اور تہذیب کو سر سے پیر تک دیکھتے ہوئے حیرت سے کہا۔ "تم لوگوں کو کیا ہوا چیف؟"

"ہم محفوظ ہیں بڈ!" میں نے کہا۔ "ہاروت رابیل نے غیر متوقع انداز میں ہماری زندگی لینے کی کوشش کر ڈالی تھی۔"

"خدا کی پناہ چیف!" بڈ نے منہ پھاڑ کر کہا۔ "لیکن تم تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہٹ میں داخل ہوئے تھے۔ پھر اِس طرف سے کہاں سے آ رہے ہو؟"

"ہٹ کے ایک کمرے کا فرش کھوکھلا ہے بڈ۔ ہاروت رابیل نے کسی میکنزم کے ذریعے فرش ہمارے پیروں کے نیچے سے نکال دیا اور ہم جھیل میں گر پڑے۔"

"اوہ! لیکن ہاروت رابیل خود کہاں گیا؟" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "ابھی تک وہ بھی ہٹ سے برآمد نہیں ہوا ہے۔"

"گرتے گرتے میں نے اُسے بھی جھپٹ لیا تھا اور وہ بھی ہمارے ساتھ ہی جھیل میں گرا تھا۔ ہم تو مگرمچھوں سے بچ کر نکل آئے۔ اُس کا معلوم نہیں کیا حشر ہوا۔"

"بڑی خوف ناک صورتِ حال سے گزر کر آ رہے ہو چیف۔" بڈ نے کہا۔ "لیکن ذرا اس واقعے کی تفصیلات بھی تو بتاؤ۔"

"تفصیل بعد میں بھی معلوم کی جا سکتی ہے بڈ! اس وقت تو جلد از جلد یہاں سے نکلنے کی فکر کرو۔"

"تفصیل بیشک بعد میں بتا دینا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "اِس وقت اتنا تو بتا ہی سکتے ہو کہ کام ہو گیا یا نہیں؟"

"کام تو ہو ہی گیا ہے بڈ۔" میں نے کہا اور تہذیب نے فائل نکال کر بڈ کی طرف بڑھا دی۔ بڈ نے فائل کھول کر کاغذات پر نگاہ دوڑائی۔

"خدا کا شکر ہے چیف!" اُس نے کہا۔ "گویا ہاروت رابیل نے اس معاملے میں کوئی بد دیانتی نہیں کی لیکن تمھاری جان لینے کی کوشش۔۔۔"

"پلیز بڈ۔" میں نے ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ "ہم لوگ بہت خطرناک حالات سے گزر کر آئے ہیں۔ واپسی کا فوری بندوبست کرو۔"

بڈ نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم اُس کار کی طرف چل دیے جس میں یہاں تک آئے تھے۔ اسٹیئرنگ بڈ نے سنبھالا تھا اور زاہر اُس کے برابر والی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں اور تہذیب عقبی نشست پر تھے۔ بڈ نے کار سڑک پر لے جا کر اس کا رُخ شہر کی سمت موڑ دیا۔ تہذیب نشست کی پشت گاہ سے سر ٹکائے گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔

ابھی کار کو روانہ ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ ایک فائر کی آواز نے خاموشی کا سینہ چھلنی کر دیا۔ گولی ہماری کار کی دائیں جانب والی باڈی سے ٹکرائی تھی۔ بڈ نے فوراً ہی کار سڑک پر لہرانا شروع کر دی۔ رفتار میں بھی اضافہ ہو گیا تھا۔ میں نے فوری طور پر پلٹ کر دیکھا۔ کار کے عقب میں خاصے فاصلے پر چار موٹر سائیکلیں دوڑتی نظر آ رہی تھیں۔ ہر موٹر سائیکل پر دو افراد سوار تھے۔ ایک موٹر سائیکل چلانے والا اور دوسرا اُس کے عقب میں بیٹھا ہوا۔ عقب میں بیٹھے ہوئے ہر شخص کے ہاتھ میں ہلکی رائفل نظر آ رہی تھی۔ چاروں موٹر سائیکل سوار مہارت کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے موٹر سائیکلیں چلا رہے تھے۔

تہذیب نے بھی پلٹ کر اُن موٹر سائیکل سواروں کو دیکھ لیا تھا جن کا فاصلہ ہماری کار سے بتدریج کم ہوتا جا رہا تھا۔

"یہ لوگ کہاں سے نازل ہو گئے علی؟" تہذیب نے میری طرف جھک کر تشویش ناک لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے یہ لوگ سڑک کے نشیب میں کہیں پوشیدہ تھے اور انھیں ہاروت رابیل نے ہمیں ہلاک کرنے پر مامور کیا تھا۔"

موٹر سائیکل سواروں کی طرح بڈ بھی کار چلانے کے معاملے میں خاصی مہارت کا مظاہرہ کر رہا تھا لیکن اس طرح کار ڈرائیو کرتے ہوئے مطلوبہ فاصلہ برقرار نہیں رکھا جا سکتا تھا تاہم اب ہم اُس فائرنگ کی زد میں نہیں آ پا رہے تھے جو موٹر سائیکلوں پر سے ہم پر کی جا رہی تھی۔ اُن کی کوشش غالباً یہ تھی کہ کسی طرح ٹائروں کو نشانہ بنا لیں۔

پھر میں نے زاہر کو ایک ہلکی دور مار رائفل نکالتے دیکھا۔ اُس نے اپنی طرف کا شیشہ گرا لیا تھا اور رائفل کی نال کھڑکی سے باہر جھانکنے لگی تھی۔ میں اور تہذیب جھک گئے تھے۔ کوئی بھولی بھٹکی گولی عقبی شیشے پر لگتی تو ہماری زندگیاں خطرے میں پڑ سکتی تھیں۔

زاہر آدھے دھڑ سے کھڑکی سے باہر لٹک گیا تھا۔ پھر اُس نے قریب آتی ہوئی موٹر سائیکل کا نشانہ لے کر گولی چلا دی۔ عقب سے ہونے والی فائرنگ زاہر کے فائر کرنے کے ساتھ ساتھ معدوم ہو گئی تھی۔ میں نے سر اُٹھا کر عقبی شیشے سے دیکھا۔ چاروں موٹر سائیکلیں ہم سے بہت پیچھے رہ گئی تھیں۔ اُن میں سے ایک سڑک کے کنارے پڑی ہوئی تھی۔

"میں نے سب سے آگے آنے والی موٹر سائیکل کا نشانہ لیا تھا۔" زاہر نے فاتحانہ لہجے میں کہا۔ "اور میں نے اُسے نشانہ بنا دیا ہے۔"

"شاباش زاہر!" تہذیب نے کہا۔ "تم نے کارنامہ سرانجام دیا ہے تمھیں اس کا انعام ملے گا۔"

"میڈم کی تعریف ہی میرے لیے سب سے بڑا انعام ہے۔" زاہر نے کہا اور کھڑکی سے باہر عقب میں دیکھنے لگا۔

"وہ لوگ اپنے ساتھی کا انجام دیکھنے کے لیے رک گئے ہیں زاہر۔" میں نے کہا۔ "وہ پھر ہمارے پیچھے آئیں گے۔"

"اس بار شاید ہی انھیں ہم پر فائر کرنے کا موقع ملے۔ پچھلی بار تو انھوں نے بے خبری میں ہم پر حملہ کر دیا تھا لیکن اس بار میں پوری طرح تیار ہوں۔" زاہر نے کہا۔

"یہ ہاروت رابیل تو بڑا خبیث آدمی نکلا چیف!" بڈ نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "خود تو مر گیا لیکن ہمارے لیے یہ مصیبت چھوڑ گیا۔"

"جب تک اُس کی موت کی تصدیق نہ ہو جائے میں اس کی موت پر بھی یقین نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"مگر میں تمھاری طرح رحم دل نہیں ہوں چیف! اُس کے سامنے تو جو بھی آئے گا اُس کے ساتھ ایک جیسا ہی سلوک کریں گے۔" بڈ نے کہا۔

"امکان تو یہی ہے کہ مگرمچھ اُس کی ضیافت اُڑا چکے ہوں گے لیکن ہمیں یہ بات ذہن میں رکھنی ہوگی کہ جب اس نے ایک جال تیار کیا ہے تو اُس سے نکلنے کا بھی کوئی راستہ رکھا ہوگا۔"

"سنبھالو زاہر!" بڈ نے عقب نما میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "وہ لوگ پھر ہمارے پیچھے آ رہے ہیں۔"

زاہر کے ساتھ ساتھ میں نے اور تہذیب نے بھی پلٹ کر دیکھا۔ تین موٹر سائیکلیں دوبارہ ہمارے تعاقب میں تھیں۔ وہ لوگ اپنے ساتھی کو اُسی حال میں چھوڑ آئے تھے۔ ابھی موٹر سائیکلیں ہم سے کافی فاصلے پر تھیں کہ زاہر نے فائرنگ شروع کر دی۔ جواب میں اُدھر سے بھی فائرنگ ہوئی لیکن رینج سے باہر ہونے کی وجہ سے کوئی بھی فائر کارگر نہیں ہوا۔

"جلدی کیا ہے زاہر!" میں نے کہا۔ "انھیں قریب آنے دو پھر اطمینان سے انھیں نشانہ بنا لینا۔"

"اس بار وہ ٹائروں کو نشانہ بنانے کی زحمت نہیں کریں گے جناب۔" زاہر نے جواب دیا۔ "انھیں خود سے دور ہی رکھنا ہوگا ورنہ وہ ہم پر براہِ راست فائر کر کے ہمارے لیے سخت خطرات پیدا کر دیں گے۔"

"تمھاری بات میں وزن ہے زاہر!" میں نے کہا۔ "لیکن اس طرح کب تک کام چلے گا۔ اُن کے پاس ہم سے زیادہ ایمونیشن ہوگا۔"

"ہماری بدقسمتی یہ ہے جناب کہ یہاں دُور دُور تک آبادی نہیں ہے اور نہ ہی ٹریفک ہے۔ جیسے ہی ہم اس علاقے سے نکلیں گے تو وہ لوگ فرار ہونے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر! لیکن کار میں ہونے کی وجہ سے ہم اُن کی نسبت زیادہ محفوظ ہیں۔ ہم سے زیادہ خطرہ تو وہ لوگ خود محسوس کر رہے ہوں گے۔"

"ہمارا ردِعمل کیا ہونا چاہیے جناب؟" زاہر نے پوچھا۔

"مقابلہ۔" میں نے کہا۔ "کار کی رفتار ہلکی کر دو بڈ اور زاہر! تم پوری طرح تیار رہو۔ فاصلہ کم ہوتے ہی فائر کرنا۔"

بڈ نے کار کی رفتار سست کر دی لیکن فاصلہ کم نہیں ہوا۔ موٹر سائیکلوں کی رفتار بھی سست ہو گئی تھی۔ وہ ہمارے نزدیک آنے سے کترا رہے تھے۔

"اب کیا کیا جائے جناب؟" زاہر نے کہا۔ "وہ تو اب بھی رینج سے باہر ہیں۔"

"اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ لوگ عقل مند ہیں۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "ہمیں قتل کرنے سے زیادہ انھیں اپنی جانیں بچانے کی فکر لاحق ہے اور یہ ایک اچھی علامت ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں کار روک رہا ہوں چیف!" بڈ نے کہا۔

"تم واقعی ذہین آدمی ہو بڈ! فوراً فیصلہ کر سکتے ہو" میں نے کہا۔ "کار روکنے کے بعد کیا کرو گے؟"

"یو ٹرن لے کر کار اُن کے پیچھے لگا دوں گا" بڈ نے اکڑ کر کہا اور کار کی رفتار مزید سست کرتے ہوئے بریک لگا دیے۔ کار رُکنے کے ساتھ ہی عقب میں آنے والی موٹر سائیکلیں بھی رک گئی تھیں۔

"دیکھا چیف!" بڈ نے فاتحانہ قہقہہ لگایا۔ "مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ کار رُکتے دیکھ کر وہ خوف زدہ ہو جائیں گے۔"

موٹر سائیکلیں رُکی ضرور تھیں مگر انھوں نے اچانک ہی بے تحاشا فائرنگ شروع کر دی تھی۔ اُن کے اس عمل سے ظاہر ہوتا تھا کہ ایک آدمی ضائع ہونے کے بعد اُن پر ہمارا خوف سوار ہو گیا ہے۔

"بے دھڑک ہو کر کار اُن کی طرف موڑ دو بڈ!" میں نے کہا۔ "اُن کی چلائی ہوئی گولیاں ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گی۔ ہم اب بھی اُن کی رینج سے باہر ہیں۔"

بڈ نے کار کو یو ٹرن کیا۔ اس دوران میں زاہر نے دو چار فائر بھی کیے تھے۔ ہمیں یوں مڑتے دیکھ کر وہ لوگ بُری طرح بوکھلا گئے اور انھوں نے بھی موٹر سائیکلیں مخالف سمت میں موڑ دیں۔ بڈ نے کار کی رفتار بڑی تیزی سے بڑھائی تھی اور پھر جلد ہی وہ لوگ رینج میں آ گئے۔ انھیں احساس تھا کہ ہماری جانب سے فائرنگ ہو گی۔ اس لیے وہ موٹر سائیکلوں کو لہراتے ہوئے چلا رہے تھے۔ زاہر نے کئی فائر کیے تب کہیں جا کر اُس کی گولی نشانے پر پہنچی۔ ایک موٹر سائیکل کے لہرانے کی رفتار اچانک ہی بہت تیز ہو گئی اور پھر وہ سڑک پر گر کر دُور تک پھسلتی چلی گئی۔ بڈ نے کار کی رفتار میں مزید اضافہ کر دیا۔

"کار روک دو بڈ!" میں نے کہا۔ "اب وہ لوگ پلٹ کر نہیں آئیں گے لہٰذا اُن کا مزید تعاقب کرنے سے کچھ فائدہ نہیں ہو گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے کار کی رفتار سست کرتے ہوئے کہا۔ "یہ بہت اچھا موقع ہے۔ ہم اُن سب کا صفایا کر دیں گے۔"

"اُن کا صفایا کرنا ہمارے مشن کا حصہ نہیں ہے بڈ! ہمارا مشن مکمل ہو چکا ہے اور اب ہمیں جلد از جلد واپسی کی فکر کرنی ہے۔"

کار کی رفتار مزید سست ہو گئی۔ "لیکن کچھ دیر پہلے ان لوگوں نے ہم پر حملہ کیا تھا۔ ہم ذرا سا چوکتے تو مارے جاتے۔ ایسے لوگوں . . . کو!"

"تم نے سُنا نہیں، میں نے تم سے کیا کہا ہے" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "گاڑی شہر کی طرف موڑ دو۔"

بڈ نے بڑبڑاتے ہوئے میرے کہنے پر عمل کیا۔ موٹر سائیکل سوار پہلے ہی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔ مجھے یقین تھا کہ اب وہ ہمارا تعاقب کرنے کی ہمت نہیں کریں گے۔

"تم دیکھ لینا چیف! ایک روز تمھارا رحمدلانہ رویّہ تمھارے لیے کوئی بہت بڑی مصیبت کھڑی کر دے گا" بڈ نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔

"میں بھی اس بات کے حق میں ہوں جناب" زاہر نے دبی زبان میں کہا۔ "دشمن کا سر کچلنے میں دریغ نہیں کرنا چاہیے۔"

"تم بھی کس کی باتوں میں آ گئے زاہر!" میں نے حیرت سے کہا۔ "وہ کرائے کے ٹٹو تھے۔ اُن سے اُلجھ کر ہمیں کچھ حاصل نہ ہوتا۔ ہمارا وقت ہی ضائع ہوتا۔ ممکن تھا ہم کسی اور چکر میں پھنس جاتے جس کے ہم ان حالات میں ہرگز بھی متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔"

"اس معاملے میں تو میں متفق ہوں جناب لیکن بعض دوسرے معاملات میں بھی میں نے یہی کچھ سُنا ہے۔"

"تمھارا اشارہ شاید اولیو ہاورڈ کی طرف ہے" میں نے ہنس کر کہا۔ "ہاں، اکثر لوگ اس معاملے میں میرے مخالف ہیں۔"

"معاف کیجیے گا جناب، گستاخی ضرور ہے لیکن آپ کا یہ رویّہ ناقابلِ فہم ہے۔ جب ایک دشمن سے نجات حاصل کی جا سکتی ہے تو اُسے کیوں زندہ چھوڑا جائے۔"

"یہ آسانی سے سمجھ میں آنے والی بات نہیں ہے زاہر! دشمن جتنا بڑا ہو اُسے اتنا ہی زیادہ سسکا سسکا کر مارنا چاہیے۔ اُسے زخم لگتے رہو تا کہ وہ اپنے زخم چاٹتا رہے۔"

"یہ بات تو سمجھ میں آتی ہے جناب لیکن دشمن کسی وقت کوئی کاری وار بھی تو کر سکتا ہے۔ کوئی ناقابلِ تلافی نقصان بھی تو پہنچا سکتا ہے۔"

"وہ تو کوئی بھی پہنچا سکتا ہے زاہر! دنیا میں ایک اولیو ہاورڈ ہی تو نہیں ہے اور بھی بہت سے سازشی دماغ موجود ہیں۔ اسرائیل کے حمایتیوں میں تو خاص طور پر ایک سے ایک سازشی بھرے پڑے ہیں۔"

زاہر خاموش ہو گیا لیکن اُس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا

کہ وہ مجھ سے متفق نہیں ہوا۔ ایک وہی کیا، اس معاملے میں تو تقریباً سبھی میرے خلاف تھے اور میں کسی کو بتا بھی نہیں سکتا تھا کہ اولیو ہاورڈ پر قابو پا لینے کے بعد اُسے چھوڑ دینے میں میں کیا لذّت محسوس کرتا تھا۔ ہر بار اُسے شکست دے کر مجھے کتنا لطف آتا تھا۔ ہر بار وہ مجھ سے انتقام لینے کے لیے میدان میں اُترتا تھا اور ہر بار اُسے میرے ہاتھوں ایک نئی ہزیمت اُٹھانا پڑتی تھی۔

میں خیالات میں ڈوبا رہا۔ اور پھر اُس وقت چونکا جب میں نے بڈ کی آواز سنی۔ وہ کہہ رہا تھا: "ہم آبادی کے قریب پہنچ گئے ہیں چیف! اب کیا کرنا ہے؟"

"اس گاڑی میں تو ہم شہر میں داخل ہونے کا خطرہ مول نہیں لیں گے بڈ!" میں نے کہا۔ "اس لیے مناسب یہی ہے کہ کار کسی جگہ کھڑی کر کے پیدل ہی چل نکلو۔"

بڈ نے ایک مقام پر کار روک دی اور ہم سب کار سے اُتر گئے۔ میرے اور تہذیب کے کپڑے ابھی تک گیلے تھے۔ کپڑوں کے خشک ہونے تک ہم پیدل ہی چلتے رہے لیکن ہم سڑک سے دُور ہی دور رہے تھے تا کہ کوئی ہمارے حلیے دیکھ کر شکوک و شبہات کا شکار نہ ہونے پائے۔

تقریباً ایک گھنٹے بعد ہمارے کپڑے خشک ہوئے۔ حُلیہ تو اب بھی ٹھیک نہیں تھا مگر اب خطرہ بڑی حد تک کم ہو گیا تھا۔ ہم نے ایک ٹیکسی روکی اور ہوٹل پہنچ گئے۔ ہوٹل میں بھی جس نے ہمیں دیکھا، عجیب سی نظروں سے دیکھا لیکن ہم کسی پر توجہ دیے بغیر اپنے کمروں میں چلے آئے۔ بڈ اور زاہر اپنے کمرے میں چلے گئے تھے۔

ہم نے لباس تبدیل کیے اور اپنے اپنے بستروں پر ڈھیر ہو گئے۔ کچھ دیر ہم دونوں ہی خاموش رہے۔ اس کے بعد تہذیب نے مہرِ سکوت توڑی۔

"ہنگامے ہمارا پیچھا ہی نہیں چھوڑتے علی! میرا خیال ہے کہ اس بار تمھارے اعصاب بھی متاثر ہوئے ہیں۔"

"اب ہنگامے تو اتنا متاثر نہیں کرتے البتہ باروت رابیل نے جس انوکھے انداز میں ہم سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کی تھی، اُس سے اعصاب کا متاثر ہونا لازم ٹھہرا۔"

"اُس شیطان نے ہمیں قتل کرنے میں واقعی کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اُس کمرے کے فرش کے نیچے جھیل ہو گی۔"

"ہاں، تہذیب! اور اُسے یقین رہا ہو گا کہ ہم اُس کے اس جال سے بچ کر نہیں نکل سکیں گے اور واقعی ہم بچ بھی نہیں سکتے تھے بس قسمت ہی یاوری کر گئی۔"

"لیکن علی! اُس نے پھر ایسی حماقت کرنے کی جرأت کی حالانکہ ہم نے فارمولے بھی اُس کے حوالے نہیں کیے تھے۔ کیا وہ بالکل ہی احمق ہے؟"

"تم بھول رہی ہو تہذیب! جب اُسے معلوم ہوا کہ میں علی یار خان ہوں تو اُس کے بعد اُس نے یہ حرکت کی تھی۔ میری حقیقت سے آگاہ ہونے کے بعد ظاہر ہے کہ وہ ہر چیز کی طرف سے مایوس ہو گیا ہو گا۔"

"اوہ ہاں، مجھے واقعی خیال نہیں رہا تھا لیکن نہیں" تہذیب نفی میں سر ہلاتے ہوئے مسکرائی۔ "اگر ہم اُسے یہ بات نہ بتاتے تب بھی وہ ہماری جان لینے کی کوشش ضرور کرتا۔"

"ممکن ہے" میں نے کہا۔ "یہودی قوم کے کسی فرد سے کچھ بعید نہیں ہوتا مگر تم یہ بات اتنے وثوق سے کیسے کہہ رہی ہو؟ وہ تو ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔"

"اُن موٹر سائیکل سواروں کو کس خانے میں فٹ کرو گے جو واپسی پر ہمارا استقبال کرنے کے لیے موجود تھے۔ ظاہر ہے انھیں بعد میں تو وہاں تعینات نہیں کیا گیا ہو گا؟"

میں نے سر کو تفہیمی انداز میں جنبش دی۔ "تمھارا تجزیہ سو فیصد درست ہے تہذیب! اُس نے ہمیں ٹھکانے لگانے کے انتظامات پہلے سے ہی کر رکھے تھے۔ ہم اُس کے ایک جال میں سے بچ نکلتے تو دوسرے کی زد میں ضرور آ جاتے۔"

تہذیب مسکرائی۔ "لیکن اس میں ایک اُلجھن ہے" اُس نے کہا۔ "اگر اُس کا ارادہ واقعی یہی تھا تو وہ ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کیوں کر رہا تھا؟"

"یہ کوئی اتنی بڑی اُلجھن نہیں ہے۔ میرا خیال ہے کہ میں اس کا جواب بہت آسانی سے دے سکتا ہوں۔ وہ ہمیں نفسیاتی طور پر مطمئن کرنا چاہ رہا تھا تا کہ بے خبری میں ہم لازمی طور پر مارے جائیں۔"

"یہی بات قرینِ قیاس معلوم ہوتی ہے" تہذیب نے کہا۔ "لیکن تم مطمئن نہیں ہوئے اور اُس بے چارے کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا بلکہ وہ خود پانی میں گر گیا۔"

"میں کسی یہودی کی طرف سے کبھی مطمئن ہو بھی نہیں سکتا تھا۔ یہ تو ممکن تھا کہ وہ ہمیں مجرمانہ سرگرمیوں میں ملوث افراد سمجھتے ہوئے ہماری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرتا لیکن یہ معلوم ہونے کے بعد کہ ہمارا تعلق آزادیٔ فلسطین کے کسی گروپ سے ہے، یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ ہمیں چھوڑ دیتا۔"

"فرض کرو ہم واقعی کسی مجرم تنظیم سے وابستہ ہوتے اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُس کے لیے کام کرنے پر رضامند ہو جاتے تو کیا واپسی کے سفر میں اُن موٹر سائیکل سواروں کے ہاتھوں مارے نہ جاتے جو پہلے سے ہی اس مقصد کے لیے متعین تھے؟"

"اگر وہ ہم سے کام لینے کے معاملے میں سنجیدہ ہوتا اور ہم راضی بھی ہو جاتے تو وہ ہمیں اُن کی موجودگی سے مطلع کر دیتا۔ اس طرح ایک طرف تو ہم اُس کے ممنونِ احسان ہو جاتے اور دوسری طرف وہ بالواسطہ طور پر ہم پر یہ رعب ڈالنے میں بھی کامیاب ہو جاتا کہ ہماری زندگیاں ہمہ وقت اُس کی طرف سے خطرے میں ہیں اور اگر ہم نے اس کے کسی حکم سے سرتابی کرنے کی کوشش کی تو بے خبری میں کسی نامعلوم آدمی کے ہاتھوں مارے جائیں گے۔"

"جتنی تفصیل سے تم نے ہر بات کا تجزیہ کیا ہے کیا اُس نے بھی ہر بات اتنی ہی باریک بینی سے سوچی ہو گی؟" تہذیب نے حیرت سے پوچھا۔

"صیہونی دماغ اسی چیز کے لیے تو مشہور ہے۔ سازشیں، ریشہ دوانیاں اور تخریب کاریاں کرنے میں یہ لوگ ماہر ہوتے ہیں۔ اس وقت مجھ سے ایک لمحے کی بھی تاخیر ہوئی ہوتی تو اس وقت حالات کس قدر مختلف ہوتے۔"

"واقعی صیہونی دماغ ان معاملات میں بہت آگے ہیں لیکن کیا وہ خود زندہ بچ سکا ہو گا؟"

"میں خود اسی اُلجھن میں مبتلا ہوں تہذیب! اُس کی زندگی کے بارے میں یقین سے کیا کہا جا سکتا ہے۔"

"بہرحال یہ امکان نظرانداز مت کرنا کہ وہ زندہ بھی ہو سکتا ہے۔ خبیث لوگ آسانی سے نہیں مرتے۔"

"میں تم سے متفق ہوں تہذیب!" میں نے کہا۔ "میں نے ایک لمحے کے لیے بھی اس کی موت پر یقین نہیں کیا ہے۔"

"اب یہ بتاؤ کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہوٹل کی معرفت ہم نے جو کار کرائے پر حاصل کی تھی، وہ تو اس قابل نہیں رہی کہ ہوٹل کو واپس کی جا سکے۔"

"کار واپس کرنے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "ہم چپکے سے ہوٹل سے نکل بھاگیں گے۔"

"واقعی بڑی مجبوری ہے۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں اُٹھائی گیروں جیسی حرکتیں کرنا پڑ رہی ہیں لیکن جس قسم کے حالات سے ہم دوچار ہیں اُن میں اس کے علاوہ کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"بس تو پھر یہ طے ہو گیا کہ ہم کار واپس کرنے کے بجائے چپکے سے اس ہوٹل سے نکل بھاگیں گے۔"

"لیکن اس بار ہم کسی بہتر ہوٹل میں قیام کریں گے گمنام ہوٹلوں میں قیام کرنے کی اب کیا ضرورت ہے؟"

"تمھاری یہ بات مجھے منظور ہے بلکہ میرا خود بھی یہی خیال تھا، کاغذات فی الحال کسی بینک کے لاکر میں محفوظ کر دینا مناسب رہے گا۔"

ہم دونوں متفق ہو گئے تھے اور اب اس سلسلے میں زاہر اور ہٹلر کو ہدایات دینا تھیں چنانچہ میں اُن کے کمرے میں جا پہنچا۔

"تم دونوں تیار ہو جاؤ۔" میں نے اُن سے کہا۔ "یہ ہوٹل چھوڑ کر ہم کسی دوسرے ہوٹل میں منتقل ہو رہے ہیں۔"

"تیاری کیا کرنی ہے۔" ہٹلر نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم تو کسی ایسے حکم کا انتظار ہی کر رہے تھے۔"

"ہم علی الاعلان ہوٹل نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے کہا۔ "بلکہ ہمیں چپکے سے یہاں سے کھسک لینا ہے۔ ہوٹل والوں کو بالکل پتا نہ چلنے پائے کہ ہم ہوٹل چھوڑ رہے ہیں۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے جناب؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "کرایہ ادا کر کے سب کے سامنے رخصت ہونے میں کیا قباحت ہے؟"

"وہ گاڑی جو ہم نے ہوٹل کی معرفت کرائے پر حاصل کی تھی اور جس کی باڈی میں گولیوں کے سوراخ ہو چکے ہیں۔" میں نے کہا۔

"سمجھا جناب۔" زاہر بولا۔ "ٹھیک ہے۔ اس صورت میں تو واقعی ہمیں ہوٹل سے فرار ہی ہونا پڑے گا۔"

"یہ تو اور بھی آسان ہے چیف۔" ہٹلر نے کہا۔ "ایک ایک ہینڈ بیگ میں ضروری سامان ڈال کر نکل چلتے ہیں۔ بقیہ سامان بازار سے خرید لیں گے۔"

"لیکن اس کے لیے ہمیں اپنے میک اپ بھی تو تبدیل کرنے پڑیں گے۔" زاہر بولا۔ "ہوٹل والوں کو ہمارے فرار کا علم ہو گا تو کیا وہ ہماری تلاش نہیں کریں گے۔ ممکن ہے پولیس کو بھی مطلع کر دیں۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر! میک اپ تو تبدیل کرنے ہی پڑیں گے اس لیے کہ اگر ہوٹل والوں نے از خود پولیس کو مطلع نہ کیا تب بھی جلد یا بدیر گاڑی تو دریافت ہو گی ہی اور اس کے ذریعے پولیس کے لیے ہم تک پہنچنا کوئی مشکل نہیں نہیں ہو گا۔"

"تو اس میں کون سی مشکل بات ہے۔" ہٹلر نے کہا۔ "ہم اپنے کمروں میں میک اپ کریں گے اور ہینڈ بیگ ہاتھوں

میں لے کر نکل جائیں گے۔ یہاں کون ہمیں چیک کرے گا؟ بس ذرا احتیاط کرنا پڑے گی۔"

"بس تو پھر تم لوگ تیار ہو جاؤ۔ ٹھیک ایک گھنٹے بعد ہم یہ ہوٹل چھوڑیں گے۔" میں نے کہا اور اپنے کمرے میں واپس آ گیا۔

ایک گھنٹے بعد ہم چاروں ایک ایک کر کے ہوٹل سے نکل گئے۔ ہمارے پاس سامان نہیں تھا اس لیے کسی نے بھی ہم پر خصوصیت سے توجہ نہیں دی۔

ہوٹل چھوڑنے کے بعد سب سے پہلے ہم نے سامان خریدا اور اس سامان کی مناسبت سے ایک بار پھر ہم مسافر نظر آنے لگے۔ اب ہمیں کسی ہوٹل کی تلاش تھی۔

امریکا کے دارالحکومت واشنگٹن ڈی سی میں ہوٹلوں کی کمی نہیں ہے۔ ایک سے ایک عمدہ ہوٹل بھی یہاں اور نچلے درجے کے ہوٹلوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ ہم نے اپنی رہائش کے لیے جس ہوٹل کا انتخاب کیا وہ بہت اعلیٰ درجے کا تو نہیں تھا لیکن اُسے معمولی بھی نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اس کی سروس بہت عمدہ اور نفاست قابلِ دید تھی۔ اس بنا پر اس کا شمار عمدہ ہوٹلوں میں کیا جا سکتا تھا۔

"ہماری مہم اختتام کو پہنچی علی!" تہذیب نے ہوٹل کے کمرے میں پہنچ کر کہا۔ "اب ہم پوری طرح محفوظ ہیں۔"

"ابھی اختتام کہاں ہوا ہے تہذیب۔" میں نے کہا۔ "ابھی تو فارمولے امریکا کی حکومت کے سپرد کرنے ہیں اور اُن سے تھوڑی سی سودے بازی بھی کرنی ہے۔"

"میرا مطلب تھا او شیل میکائیل کی طرح ہم نے ہاروت رابیل سے...... بھی رقم وصول کر لی ہے۔ اس حد تک تو ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"اب ہمیں حکومتِ امریکا کے محکمۂ خاص کے کسی افسر تک پہنچنا ہے جو بہت مشکل مرحلہ ہے۔" میں نے کہا۔

"اگر کوشش کی جائے تو یہ کوئی بہت زیادہ مشکل کام نہیں ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اور کچھ ممکن نہ ہو تو تم فون پر انھیں مطلع کر سکتے ہو۔"

"کہنے کو تو یہ واقعی بہت آسان ہے لیکن درحقیقت بہت مشکل ہے۔ امریکا کے اعلیٰ حکام سے فون پر بات کرنا بھی مشکل ہے۔"

"اُن سے وقت لینا مشکل نہیں ہو گا خاص طور پر اس صورت میں کہ تم انھیں اس مسئلے سے آگاہ کر دو۔"

"میں اس پر غور کروں گا تہذیب! دراصل میں اس معاملے کو کم سے کم افراد تک محدود رکھنا چاہتا ہوں اور پھر ابھی ہاروت رابیل کے بارے میں بھی کچھ معلوم نہیں ہو سکا۔"

اُس رات ہم جلدی سو گئے۔ اگلی صبح ناشتا اپنے کمرے میں کرنے کے بعد میں ہٹلر اور زاہر کے کمرے میں گیا۔ وہاں صرف زاہر تھا، ہٹلر نہیں تھا۔

"ہٹلر کہاں ہے زاہر؟" میں نے پوچھا۔

"بتا کر نہیں گئے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "کل یہاں پہنچنے کے بعد ہی وہ غائب ہو گئے تھے۔"

"تو کیا جب سے اب تک وہ واپس ہی نہیں آیا ہے؟" میں نے حیران ہو کر کہا۔

"نہیں جناب! رات بہت دیر سے واپس آئے تھے اور پھر صبح مجھ سے پہلے ہی اُٹھ کر چلے گئے۔"

میں نے بُرا سا منہ بنایا۔ "اُسے اندازہ ہو گیا ہو گا کہ اب ہم ہنگامی صورتِ حال سے نکل آئے ہیں لہٰذا اُس نے اپنی حرکتیں پھر شروع کر دی ہوں گی۔"

"میں تو یہ سوچ کر حیران ہوتا ہوں جناب کہ مسٹر ہٹلر آخر اتنی تیزی سے لڑکیوں سے بے تکلف کس طرح ہو جاتے ہیں؟"

"اتنی معمولی بات تمھاری سمجھ میں نہیں آتی۔" میں نے حیرت سے کہا۔ "اس طرح صرف ایسی ہی لڑکیاں بے تکلف ہو سکتی ہیں جن کا چلن اچھا نہیں ہوتا اور یورپ اور امریکا میں ایسی لڑکیاں بے شمار ہیں۔"

"خیال تو میرا بھی یہی تھا جناب، لیکن میں نے سوچا کہ شاید ہٹلر صاحب میں کوئی ایسی غیر معمولی صلاحیت ہو جس کے باعث۔۔۔"

"نہیں زاہر! ایسی صلاحیت کسی شخص میں بھی نہیں ہوتی۔"

"میں خود بعض ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جناب! جن پر لڑکیاں پروانہ وار گرتی ہیں۔"

"اختلاف کر رہے ہو؟" میں مسکرایا۔

"اگر مجھے اس کا حق نہیں ہے تو میں بخوشی اپنے اختلاف سے دست بردار ہونے کو تیار ہوں جناب!"

میں ہنس پڑا۔ "جب کوئی مجھ سے اختلاف کرتا ہے تو مجھے بے حد خوشی ہوتی ہے زاہر! بشرطیکہ اختلاف کرنے والا اختلاف برائے اختلاف نہ کر رہا ہو اور ہیچ بحثی پر نہ اُتر آئے۔"

"میں نے تو صرف وہ بات کہی ہے جو آپ کے نظریے کے خلاف میرے تجربے میں آئی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے زاہر! اور اسی لیے مجھے خوشی ہوئی۔ میں تم

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے صرف ایک سوال کروں گا۔ اس کے جواب سے تمھاری سمجھ میں خود ہی سب کچھ آجائے گا۔ ایسے تمام لوگوں کو یاد کرنے کی کوشش کرو جن پر تمھارے کہنے کے مطابق لڑکیاں پروانہ وار گرتی ہیں یا گرتی تھیں اور مجھے یہ بتاؤ کہ اُن لوگوں کے کردار کے بارے میں تمھاری کیا رائے ہے؟"

زاہر چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا "عجیب بات ہے جناب! ان میں سے ایک کو بھی میں اچھے کردار کا مالک نہیں قرار دے سکتا۔"

"غالباً اب تم خود ہی سمجھ گئے ہو گے کہ وہ لڑکیاں جو اچھے کردار کی حامل نہیں ہوتیں خود بخود ایسے لوگوں کی طرف بڑھتی ہیں جن کا کردار اُنھی کی طرح خراب ہوتا ہے۔"

"بات کسی حد تک سمجھ میں آگئی ہے جناب لیکن بعض باتیں اب بھی اُلجھا رہی ہیں۔"

"بتاؤ زاہر! میں تمھاری اُلجھن دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"کیا ضروری ہے کہ ایسے ہی افراد ایک دوسرے کی طرف بڑھیں جن کے کردار خراب ہوتے ہیں۔ کیا اس کے برخلاف ہو ہی نہیں سکتا؟"

"کیوں نہیں ہو سکتا زاہر! بہت ہوتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ اس صورت میں معاملہ آگے نہیں بڑھتا اور بات ختم ہو جاتی ہے۔ آج تم بھی وہی راستہ اپنا لو جو بڈ کا ہے تو تم دیکھو گے کہ تمھارے لیے بھی لڑکیوں کی کمی نہیں رہے گی۔"

"مجھے تو معاف ہی رکھیے جناب۔" زاہر نے ہنستے ہوئے کہا۔ "ان چکروں کے لیے بڈ صاحب ہی بہت کافی ہیں لیکن جناب اُن کی اس کمزوری سے قطع نظر اُن کی صلاحیتوں سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔"

"صلاحیتوں سے کسی کو بھی انکار نہیں ہو سکتا زاہر لیکن آدمی کو چاہیے کہ اپنی کمزوریوں پر قابو پانے کی کوشش بھی کرتا رہے۔ اس قسم کی کمزوریاں بالآخر آدمی کی صلاحیتوں کو زنگ کی طرح چاٹ جاتی ہیں۔ خیر، یہ باتیں تو ہوتی رہیں گی۔ میں ذرا باہر جا رہا ہوں۔ بڈ آجائے تو اُسے روکنا۔"

میں نے فائل ایک بینک کے لاکر میں محفوظ کرائی اور واپس ہوٹل آگیا۔ بڈ ابھی تک نہیں لوٹا تھا۔ اُس کی واپسی کے متعلق یقین سے کچھ کہا بھی نہیں جا سکتا تھا۔ ہاروت رابیل کے متعلق بھی کوئی یقینی بات سامنے نہیں آسکی تھی۔ میں نے اور تہذیب نے مل کر سارے اخبار چھان مارے تھے لیکن ہاروت رابیل سے متعلق کوئی خبر کہیں نہیں چھپی تھی۔

دوپہر کے کھانے کے وقت بڈ واپس آگیا۔ زاہر نے اُسے میرے کمرے کی طرف بھیجا۔ میں اور تہذیب کھانا منگوانے ہی والے تھے کہ بڈ ہمارے کمرے میں داخل ہوا۔

"تم کہاں آوارہ گردی کرتے پھر رہے ہو بڈ؟" میں نے کہا۔ "صبح میں نے زاہر سے پوچھا تو پتا چلا کہ تم یہاں آنے کے بعد سے زیادہ تر غائب ہی رہے ہو۔"

"یہ واشنگٹن ہے چیف۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "یہاں کی مشینی زندگی میں خود بھی مشین بننا پڑتا ہے ورنہ آدمی بہت پیچھے رہ جاتا ہے۔"

"میں نے تم سے واشنگٹن کی مشینی زندگی کے بارے میں نہیں پوچھا تھا۔ تمھارے بارے میں پوچھا تھا۔"

"وہی بتا رہا تھا چیف! میں خود کو یہاں کی زندگی کے مطابق ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

"ہم یہاں مستقل قیام کرنے نہیں آئے محض چند روز گزار کر چلے جائیں گے۔ تم تو جہاں بھی جاتے ہو یہ سمجھنے لگتے ہو جیسے بقیہ زندگی تمھیں وہیں گزارنی ہے۔"

"مشہور مقولہ ہے چیف! روم جاؤ تو وہی کرو جو رومن کرتے ہیں۔" بڈ نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔

"بکواس مت کرو۔ نہ تو ہم روم میں ہیں اور نہ ہی یہاں رومن رہتے ہیں۔"

"میں بھی تو وہی کر رہا ہوں چیف! جو امریکن کرتے ہیں وہ تھوڑی کر رہا ہوں جو رومن کرتے ہیں۔"

"تم مقولے بھی غلط سلط سنانے لگے ہو۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "امریکا میں بیٹھ کر روم کے مقولے سناتے ہو تمھیں اس کی سزا ملے گی۔"

بڈ نے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ "کیا کہہ رہے ہو چیف؟" اُس نے حیرت بھرے لہجے میں کہا۔ "مقولہ تو بالکل صحیح تھا۔"

"میں نے تم سے پوچھا تھا تم نے اپنا وقت کہاں گزارا اور تم مجھے مقولے سنا رہے ہو۔"

"میں ہاروت رابیل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے چکر میں تھا۔" بڈ نے بوکھلا کر جواب دیا۔

"کون سا تیر مارا؟" میں نے طنزیہ لہجے میں پوچھا۔

"ابھی تک تو کوئی سُراغ نہیں مل سکا چیف! میں نے فون پر بھی رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی لیکن اُدھر سے یہی جواب مل رہا ہے کہ فی الحال اُن سے بات نہیں کرائی جا سکتی۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ اُس کے چکر میں پڑنے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ لیکن تم صرف اسی چکر میں تو نہیں رہے ہو گے۔"

"تم عقل مند آدمی ہو چیف!" بڈ نے سر جھکا کر کہا۔ "دوسروں کو نصیحتیں کرتے ہو اور خود دوسروں کی ذاتیات میں گھسنے کی

کوشش کرتے ہو۔"

بڈ کے انداز پر تہذیب کو ہنسی آگئی۔ "آدمی کی ذاتیات ایسی کیوں ہوں کہ کسی کو بتائی نہ جا سکیں؟" اُس نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"آپ چیف کی طرف داری نہیں کریں گی تو اور کون کرے گا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔

"فضول باتیں بند کرو اور زاہر کو بھی یہیں بُلا لاؤ تاکہ کھانے کے دوران کچھ باتیں بھی ہو جائیں۔" میں نے کہا اور بڈ جا کر زاہر کو بُلا لایا۔

کھانے کے دوران میں نے بڈ اور زاہر کے سامنے خود کو درپیش مسئلہ پیش کیا۔

"اب ہمیں وہ فارمولے حکومتِ امریکا کو پہنچانے ہیں۔" میں نے کہا "اور یہ کام متعلقہ محکمے کے توسط سے ہی ممکن ہے۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ معاملہ اُس محکمے کے عام ملازمین کے علم میں بھی آئے اور کسی افسرِ اعلیٰ تک رسائی بجائے خود ایک مسئلہ ہے۔ اس وقت میں نے تم دونوں کو اسی لیے زحمت دی ہے تاکہ اگر تم میں سے کسی کے ذہن اس سلسلے میں کوئی قابلِ عمل تجویز ہو تو اُس پر عمل کیا جائے۔"

"کیا ٹیلی فون کے ذریعے ہم کسی ایسے ذمّے دار فرد کو مطلع نہیں کر سکتے جو۔ ۔ ۔" زاہر نے کہنا چاہا مگر میں نے بات کاٹ دی۔

"تمھیں شاید معلوم نہیں ہے کہ یہاں حکومت کے کسی اعلیٰ افسر سے فون پر رابطہ کرنا بھی کتنا مشکل کام ہے۔"

"لیکن مجھے معلوم ہے۔" بڈ نے کہا۔ "کہ محکمۂ خاص کے تو کسی عام ملازم سے بھی رابطہ کرنا بہت مشکل ہے۔"

"اس صورت میں تم ہی لوگ بتاؤ کہ اس مشکل مرحلے سے کس طرح گزرا جا سکتا ہے؟"

"سوچنا پڑے گا جناب۔" زاہر نے کہا۔ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ معاملہ ہاروت رابیل والے معاملے سے بھی زیادہ مشکل ثابت ہو سکتا ہے۔"

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے۔" تہذیب بولی۔ "اگر کسی طرح محکمۂ خاص کے کسی ملازم تک رسائی ممکن ہو سکے۔ ۔ ۔"

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس معاملے کو کم سے کم لوگوں تک محدود رکھنا ہے۔" میں نے بات کاٹ کر کہا۔

"پوری بات تو سُن لو۔ اگر محکمے کے کسی ملازم سے روابط بڑھا لیے جائیں تو ایسی صورت نکلنے کا امکان ہے کہ اُس کے علم میں لائے بغیر محکمے کے کسی اعلیٰ افسر تک رسائی حاصل ہو جائے۔ پھر اُس افسرِ اعلیٰ سے معاملات طے کیے جا سکیں گے۔"

"عمدہ تجویز ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس پر عمل کرنے کے لیے ہمیں بہت زیادہ وقت صرف کرنا ہوگا۔ نہیں۔" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمیں کوئی اور طریقہ سوچنا ہوگا۔ کوئی ایسا طریقہ جس کے ذریعے ہم کم وقت میں اپنا کام مکمل کر سکیں۔"

"ایک اور صورت بھی ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "کسی افسر کا پتا معلوم کر کے اُس کی رہائش گاہ پر دھاوا بول دیا جائے۔"

"محکمۂ خاص کے ملازمین کی رہائش گاہوں میں داخلہ ناممکن ہے۔" بڈ نے کہا۔ "وہاں سخت پہرا ہوتا ہے۔"

"آخر ہاروت رابیل نے بھی تو اسی محکمے کی تحویل سے فارمولے چوری کروائے تھے۔" تہذیب بولی۔ "اگر یہ سب کچھ اتنا ہی ناممکن ہے تو پھر اُس کے لیے فارمولے چوری کرانا کیسے ممکن ہو گیا؟"

"اُس کی پوزیشن بھی ذہن میں رکھو۔" میں نے کہا۔ "وہ یہاں کا ایک معروف اور بارسوخ آدمی ہے۔ حکومت کے سرکردہ لوگوں سے اُس کے مراسم ہیں۔ پھر یہ کہ وہ صیہونی لابی سے تعلق رکھتا ہے۔ مانا کہ یہودیوں کا حکومت میں براہِ راست کوئی حصّہ نہیں ہے لیکن اُن کے اثرات حکومت پر بہت گہرے ہیں۔ اتنے گہرے کہ خود صدرِ امریکا بھی کوئی ایسا اقدام کرتے ہوئے گھبراتا ہے جو یہودیوں کی مرضی کے خلاف ہو۔ چنانچہ ہمارا اور ہاروت رابیل کا کوئی مقابلہ نہیں ہے۔ امریکا میں اس قسم کا کوئی کام کرنا ہماری بہ نسبت اُس کے لیے بے حد آسان ہے۔"

"محکمۂ خاص کے اعلیٰ افسران کے گھروں پر بھی تو فون ہوں گے؟" تہذیب نے کہا۔ "اُن میں سے کسی کے گھر پر فون کر کے۔ ۔ ۔"

"اس سے کچھ فائدہ نہیں ہوگا۔" میں نے کہا۔ "امریکا میں جرائم کی شرح خطرناک حد تک بڑھی ہوئی ہے۔ لوگ نت نئے جرائم کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ، یہاں کے حکومتی عہدے دار اِن باتوں سے بہت اچھی طرح واقف ہیں۔ اُن سے فون پر بات کی گئی تو یقین کرو وہ ہماری پوری بات سننے تک کی زحمت نہیں کریں گے اس لیے یہ بھی ممکن نہیں ہے۔"

"تم تو ہر تجویز رد کرنے کے موڈ میں ہو۔" تہذیب نے ہنس کر کہا۔ "ایک صورت یہ بھی ہے کہ سی آئی اے کے ذریعے۔ ۔ ۔"

"انتہائی مخدوش تجویز ہے۔" میں نے تہذیب کی بات کاٹ کر کہا۔ "سی آئی اے کے کرتوتوں سے تم بھی اچھی طرح واقف ہو۔ وہ سب سے پہلے ہمارے خلاف تحقیقات شروع کر دیں گے اور اس وقت ہماری پوزیشن ہرگز ایسی نہیں ہے کہ ہم اس قسم کی تحقیقات کا سامنا کر سکیں۔ سی آئی اے کو اگر اس معاملے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی بھنک بھی پڑ گئی تو ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا کہ خود کو بچانے بھاگتے پھریں۔"

"آپ نے اتنی تجاویز رد کر دی ہیں جناب! کیا آپ کے ذہن میں اس مسئلے کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔" زاہر نے پوچھا۔

"اگر ہوتا تو اس وقت میں نے تم دونوں کو ہرگز زحمت نہ دی ہوتی۔" میں نے کہا۔ "تہذیب نے جو تجاویز پیش کی ہیں اُن میں سے ایک ہی قابلِ عمل نظر آتی ہے۔ اگر ہمیں کوئی اور صورت نظر نہ آئی تو پھر ہم محکمہ خاص کے کسی ملازم کو اپنا ہدف بنائیں گے اور اس کے ذریعے اس محکمے کے کسی ذمے دار فرد تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"تم نے ایک بات نوٹ کی چیف! اس ہوٹل کے کھانے بڑے لذیذ ہوتے ہیں۔" بڈ نے کہا۔

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں خود بھی یہی کہنے والا تھا۔ یہاں کے کھانے غیر معمولی لذت کے حامل ہیں۔"

"مجھے اس بات سے اختلاف تو نہیں ہے لیکن اس پر حیرت ہے کہ بڈ نے یہ نتیجہ کیسے اخذ کر لیا۔" میں نے کہا۔

"کیا اب بڈ اتنا گیا گزرا ہو گیا کہ کسی چیز کے بارے میں رائے بھی نہیں قائم کر سکتا۔" بڈ نے بُرا مان کر کہا۔

"نہیں بڈ! میں تو اس بات پر حیرت کا اظہار کر رہا تھا کہ تم نے صرف ایک وقت کا کھانا کھا کر کیسے رائے قائم کر لی۔"

"رات کا کھانا بھی میں نے ہوٹل میں ہی کھایا تھا چیف! یہ تمہاری غلط فہمی ہے کہ میں نے . . ."

"لیکن یہاں آنے کے فوراً بعد ہی تم ہوٹل سے غائب ہو گئے تھے۔ میں نے تم سے پوچھا بھی تھا کہ تم کہاں غائب رہے لیکن تم نے جواب دینے سے گریز کیا اور اب تم دعویٰ کر رہے ہو کہ . . ."

"میں ہوٹل میں ہی تھا چیف!" بڈ نے سنجیدگی سے کہا۔ "کھانوں کی طرح یہاں کی تفریحات کا بھی جواب نہیں ہے۔"

"تو کھانا تم نے ڈائننگ ہال میں کھایا تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس میں چھپانے کی کون سی بات تھی؟"

"رات کا کھانا میں نے ڈائننگ ہال میں نہیں بلکہ ڈانسنگ فلور پر کھایا تھا۔"

"اس کے علاوہ اور تمہارا کام ہی کیا ہے۔" تہذیب منہ بگاڑ کر بولی۔ "تم تو وہیں نظر آؤ گے جہاں لڑکیاں ہوں گی۔"

"صد افسوس!" بڈ نے ایک سرد آہ بھری۔ "بڈ کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ کتنے ہی کارنامے کیوں نہ سرانجام دے لے اس کی اوقات وہی رہے گی۔ حالانکہ بڈ کا کمال یہ ہے کہ وہ کچھ ہی کیوں نہ کر رہا ہو، اپنے مشن کی طرف سے کبھی غافل نہیں رہ سکتا۔"

"تم صرف باتیں بگھار سکتے ہو۔ اتفاقات کے تحت تم سے کبھی کبھی کوئی کارنامہ بھی سرزد ہو جاتا ہے لیکن تمہارے وقت کا بڑا حصہ فضولیات میں ہی گزرتا ہے۔ تم کوئی ڈھنگ کا کام کر ہی نہیں سکتے۔"

"تم سُن رہے ہو چیف! بڈ کو تمہارے سامنے کیا کچھ کہا جا رہا ہے اور تم کچھ نہیں بول رہے۔"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں بڈ! تفریح ایک حد تک ہی اچھی لگتی ہے۔ آدمی کو کبھی ٹک کر بھی بیٹھنا چاہیے۔"

"جیسے تم لوگ۔" بڈ نے منہ بنا کر کہا۔ "ہر وقت کمروں میں گھسے رہتے ہو، باہر کی کچھ خبر ہی نہیں ہے۔"

"باہر کی خبر رکھنے کے لیے تم کافی نہیں ہو کیا۔" میں نے کہا۔ بڈ کے انداز سے مجھے محسوس ہوا تھا کہ اُس کے پاس کوئی خاص خبر ہے اس لیے میں نے اپنا لہجہ ذرا نرم ہی رکھا تھا ورنہ وہ بھڑک جاتا۔

"بڈ سب کچھ کرتا ہے مگر اُسے سراہا نہیں جاتا۔" بڈ نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"یہ تمہاری غلط فہمی ہے بڈ! میں دل سے تمہاری صلاحیتوں کا معترف ہوں۔" میں نے کہا۔

"شکریہ چیف! ایک تم ہی تو جوہر شناس ہو۔ میرے پاس ایک خبر ہے۔ ممکن ہے وہ بہت اہم نہ ہو لیکن ہے کام کی بات۔ اگر اس وقت کارآمد ثابت نہ ہوئی تو بعد میں کسی کام آنے کا امکان ہے۔"

بڈ خاموش ہو گیا۔ میں خاصا مضطرب ہو گیا تھا لیکن میں نے بڈ کو ٹوکا نہیں۔ میری چھٹی حس کہہ رہی تھی کہ بڈ جو بات بھی بتانے والا ہے وہ کسی نہ کسی اعتبار سے ہمارے لیے بہت اہم ثابت ہو سکتی ہے۔

"اُس کا نام ہیلن ٹیر ہے۔" چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بڈ نے کہا۔ "رات کا کھانا اُس نے یہیں کھایا تھا۔"

"ڈانسنگ فلور پر؟" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں شرارت تھی۔

"نہیں، یہی تو مشکل ہے۔ وہ ڈائننگ ہال میں کھانا کھانے کے بعد واپس چلی گئی تھی۔"

"آپ کو تو بڑا افسوس ہوا ہو گا۔" زاہر نے پھر شرارت آمیز لہجے میں تبصرہ کیا۔

"ہاں، مجھے واقعی بہت افسوس ہوا، لیکن اگر وہ ڈانسنگ فلور پر چلی بھی جاتی تو کیا فرق پڑتا۔ اُس کے ساتھ ایک آدمی بھی تھا۔"

"مجھے آپ سے ہمدردی ہے مسٹر بڈ!" زاہر نے کہا۔ "لیکن آپ کو اُس کا نام کیسے معلوم ہوا؟"

"اس سے پہلے تو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ لڑکی یا اُس کا ساتھی ہمارے کس کام آ سکتے ہیں۔" میں نے پوچھا۔

"چونکہ وہ لڑکی مجھے اچھی لگی تھی اس لیے میں اُس کے اردگرد منڈلاتا رہا تھا۔" بڈ نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ اُس وقت وہ بے انتہا سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ "فوری طور پر اُس سے تعارف حاصل کرنے کا کوئی طریقہ نہیں سُوجھ رہا تھا اس لیے میں نے اُس کے برابر والی میز پر قبضہ کر لیا۔ اُس کے ساتھی نے اُسے ہیلن کے نام سے پکارا تھا اس لیے مجھے اُس کا نام معلوم ہو گیا۔ وہ دونوں یہاں سے پیدل ہی گئے تھے۔ یہاں سے دس منٹ پیدل کے فاصلے پر ایک عمارت ہے۔ دونوں اُسی عمارت میں داخل ہوئے تھے۔ عمارت تاریکی میں ڈوبی ہوئی تھی اس لیے میں اُس کے بارے میں کوئی اندازہ نہ لگا سکا تاہم عمارت کا محلِ وقوع ذہن نشین کر کے میں واپس چلا آیا۔"

"تم وقت برباد کرنے کے ماہر ہو بڈ!" تہذیب نے کہا۔ "اپنا بھی اور دوسروں کا بھی۔"

"اگر معاملہ ایک خوب صورت لڑکی کا نہ ہوتا تو تم کبھی تعاقب نہ کرتے۔ میں غلط تو نہیں کہہ رہا نا بڈ؟" میں نے کہا۔

"یہ حقیقت ہے چیف! وہ خوب صورت بھی تھی اور پھر یہ کہ اُس سے تعارف کا موقع بھی نہیں ملا ورنہ میں ہرگز اُس کا پیچھا نہ کرتا۔"

"اور یوں تم اتفاقاً ہی اس راز سے واقف ہو گئے جو کسی اعتبار سے ہمارے لیے اہم ہو سکتا ہے۔"

بڈ نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "تم اندازے لگانے میں ماہر ہو چیف!" اُس نے کہا۔ "کیا تم اس بات سے بھی واقف ہو؟"

"جب تک تم نہیں بتاؤ گے کیسے معلوم ہو گا۔ میں نے کوئی اندازہ لگایا۔ تم نے خود ہی بتایا تھا کہ تمہارے پاس ایک اہم خبر ہے جو ممکن ہے ہمارے کام آ سکے۔ ظاہر ہے اُس خبر کا تعلق ہیلن سے ہی ہو گا۔"

"ہاں چیف! اُس وقت تو میں واپس آ گیا لیکن صبح ہوتے ہی میں نے پھر اُس عمارت کا رُخ کیا۔ جانتے ہو میں نے کیا دیکھا؟" بڈ ایک بار پھر خاموش ہو گیا۔ اُس کے اس انداز سے زاہر اور تہذیب جھنجھلا گئے۔

"تم آخر بات مکمل کیوں نہیں کرتے۔ خواہ مخواہ اپنی اہمیت بڑھانے کی کوشش کر رہے ہو۔" تہذیب نے کہا۔

"اُس عمارت کے گیٹ پر بڑی عجیب وارننگ تحریر ہے میڈم۔ لکھا ہے، اس عمارت میں بلا اجازت داخل ہونے والے کی واپسی کا کوئی راستہ نہیں ہے۔" بڈ خاموش ہو کر بڑے غور سے ہم سب کو دیکھنے لگا۔

"یہ کون سی اہم بات ہوئی۔" تہذیب نے مضحکانہ انداز میں کہا۔ "تم نے ہمارا وقت برباد کیا۔"

"یہ درست ہے بڈ۔" میں نے کہا۔ "ہمیں غیر متعلق باتوں میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ ہماری توجہ تو صرف اپنے مشن پر رہنی چاہیے۔ اگر اُس عمارت پر ایسی کوئی وارننگ لکھی ہے تو ہمیں اس سے کیا؟"

"معاملہ ایک خوب صورت لڑکی کا ہے نا۔" زاہر بولا۔ "اس لیے بڈ صاحب کی کوشش یہی ہو گی کہ کسی طرح کھینچ تان کر اس معاملے کو اپنے مشن سے متعلق کر دیا جائے۔"

بڈ نے زاہر کو گھور کر دیکھا۔ "تم بڈ سے پوری طرح واقف نہیں ہو اس لیے ایسی باتیں کر رہے ہو۔ بڈ کو دوسروں کا سہارا لینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اپنا کام خود کر سکتا ہے۔"

"لڑنے کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "تم یہ بتاؤ بڈ! کیا وہ رہائشی عمارت ہے؟"

"نہیں چیف! رہائشی عمارتیں ایسی نہیں ہوا کرتیں۔ وہ خاصی وسیع و عریض عمارت ہے اور تین منزلہ ہے۔ اُس کے ڈیزائن سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کسی آفس کی عمارت ہے لیکن رات کے وقت ہیلن کا وہاں جانا سمجھ میں نہیں آیا۔"

"کیا عمارت کے گیٹ پر مسلح محافظ موجود تھے؟" میں نے بڈ کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"گیٹ تو دور کی بات ہے چیف! عمارت کا احاطہ تک سنسان پڑا تھا۔ چڑیا کا بچہ تک نہیں دکھائی دیا۔"

"ہوں!" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے انداز میں کہا۔ "ممکن ہے وہ حکومت کا کوئی اہم محکمہ ہو جس کی حفاظت کے خفیہ انتظامات کیے گئے ہوں لیکن تمہاری فراہم کردہ خبر سے ہم کوئی فائدہ تو نہیں اٹھا سکتے۔"

"کیا یہ ممکن نہیں ہے چیف کہ یہ وہی محکمہ ہو جہاں سے ہاروت رابیل نے فارمولے چوری کروائے تھے؟"

"کسی امکان کو بھی رد نہیں کیا جا سکتا لیکن اگر ایسا ہوا تو ہمیں اس سے کیا فائدہ ہو گا؟" میں نے کہا۔

"ہیلن وہاں کام کرتی ہے چیف! وہ رات گئے اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

عمارت میں داخل نہ ہوتی ۔۔۔" بڈ جوشیلے لہجے میں بولا۔

"درست ہے۔ ہم ان خطوط پر کام شروع کر سکتے ہیں لیکن پہلے یہ بات تو پایۂ ثبوت کو پہنچے کہ اُس عمارت کا تعلق ہمارے موجودہ مشن سے ہی ہے۔"

"تو پھر کام کا آغاز کرنے کی فکر کرو چیف! مجھے یقین ہے کہ اُس عمارت کا تعلق کسی نہ کسی طرح ہمارے موجودہ مشن سے ہی ہے۔" بڈ نے کہا۔

"کیا یہ بات تم اتنے یقین سے اس لیے کہہ رہے ہو کہ اس عمارت سے ہیلن کا تعلق ہے؟" تہذیب نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"بڈ اتنی غیر ذمے دارانہ حرکت نہیں کر سکتا میڈم۔" بڈ نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "دراصل ہیلن اور اُس کے ساتھی کے درمیان ہونے والی گفتگو سے میں نے یہ اندازہ لگایا کہ وہ عمارت ایٹمی ہتھیاروں سے متعلق ہے۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو میں کبھی اُس کے تعاقب کے چکر میں نہ پڑتا۔ وہاں لڑکیوں کی کوئی کمی نہیں تھی میڈم! ایک سے بڑھ کر ایک خوب صورت لڑکی موجود تھی لیکن افسوس کہ ہر شخص بڈ کو غلط سمجھتا ہے۔ بڈ چاہے کتنا بڑا کارنامہ کیوں نہ سر انجام دے دے مگر اُس کی اوقات دو کوڑی کی ہی رہے گی۔"

ہم تینوں سکتے کے سے عالم میں بیٹھے تھے۔ بڈ نے معمولی خبر نہیں فراہم کی تھی۔ بلا شبہ وہ آنکھیں کھلی رکھنے کا عادی تھا۔

"تم ایک نا تراشیدہ ہیرا ہو بڈ ۔۔۔" میں نے سنبھل کر کہا "ہر شخص تمھاری اہمیت نہیں جان سکتا۔"

"ہم اُس عمارت میں بآسانی داخل ہو سکتے ہیں چیف!" بڈ نے جوشیلے لہجے میں کہا "کیونکہ اُس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔"

"اگر اُس عمارت کی اتنی ہی اہمیت ہے بڈ جو تم نے بتائی تب تو یہ بات ناقابلِ فہم ہے کہ اُس کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہیں ہوگا۔"

"سامنے کی بات ہے چیف! حفاظتی انتظام تو دُور کی بات ہے وہاں تو کوئی ذی روح بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔"

"وہ وارننگ محض تفریحاً ہی تحریر نہیں کی گئی ہوگی بڈ! امریکا کی حکومت نے جدید ترین سائنسی طریقوں سے اُس عمارت کی حفاظت کا انتظام کیا ہوگا اور مجھے یقین ہے کہ وہ وارننگ حرف بہ حرف درست ہوگی۔"

"سوال یہ ہے کہ اگر ہم نے ہیلن کو استعمال کرنے کی کوشش کی تو ہم اُسے تلاش کہاں کریں گے؟" تہذیب نے کہا۔

"وہ یہاں پھر آئے گی میڈم۔" بڈ نے کہا۔ "اُن لوگوں کے درمیان جو گفتگو ہوئی اُس سے میں نے یہی اندازہ لگایا ہے۔"

"اُس کے ساتھ جو شخص تھا اُس کے بارے میں کچھ اندازہ ہے بڈ؟" میں نے پوچھا۔

"وہ ادھیڑ عمر شخص تھا۔ اُس کا نام گریے ہولڈنگ ہے۔ ہیلن نے ایک بار اُس کا نام لیا تھا۔" بڈ نے بتایا۔

"ہیلن سے اُس کا کیا رشتہ ہے؟"

"جہاں تک میں سمجھ پایا ہوں، وہ اُس کی سیکریٹری ہے اور اُس کی حال ہی میں تقرری ہوئی ہے۔"

"تم بڑے وثوق سے اُن کے بارے میں اطلاعات فراہم کر رہے ہو۔" میں نے حیرت سے کہا۔

"جو کچھ بھی میں کہہ رہا ہوں، اُن سے سُنی ہوئی باتوں کی روشنی میں کہہ رہا ہوں۔ کچھ چیزوں کے بارے میں محض اندازہ کر رہا ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ میرے اندازے بھی زیادہ غلط ثابت نہیں ہوں گے۔"

"تم کہہ رہے تھے کہ ہیلن دوبارہ یہاں آئے گی۔ اُس نے ایسی کون سی بات کہی تھی جس کی بنا پر تم نے یہ اندازہ لگایا؟"

"کل وہ پہلی بار یہاں آئی تھی۔ مسٹر گریے ہولڈنگ ہی اُسے ساتھ لے کر آئے تھے۔ ہیلن کو یہاں کے کھانے بہت پسند آئے ۔۔۔ اُس نے میس کے کھانوں کی بڑائی بھی کی تھی اور کہا تھا کہ وہ اب کھانا یہیں آ کر کھایا کرے گی۔ مسٹر گریے ہولڈنگ بھی کبھی کبھار یہاں آتے ہیں، ایک زمانے میں وہ بھی باقاعدگی سے یہاں کھانا کھانے آتے تھے۔"

"بڈ کی فراہم کردہ معلومات تمھارے سامنے ہیں۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "بتاؤ کیا کیا جائے؟"

"چونکہ فی الحال ہمارے پاس کوئی لائن آف ایکشن نہیں ہے اس لیے ہیلن کو ٹرائی کر لینے میں کوئی حرج نہیں۔" تہذیب نے کہا

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں لیکن اُسے استعمال کرنے کے لیے کیا حکمتِ عملی اختیار کی جائے؟" میں نے پوچھا۔

"حکمتِ عملی سے تمھاری کیا مراد ہے؟" تہذیب نے کہا

"یہ کہ ہم یہ معاملہ بڈ پر چھوڑ دیں۔ وہی ہیلن سے تعارف حاصل کرے اور اُس کے ذریعے آگے بڑھنے کی کوشش کرے؟"

"کیا حرج ہے؟" تہذیب نے کہا۔

"میرے خیال میں مسٹر بڈ اس کام کے لیے موزوں نہیں ہیں۔" زاہر نے بے ساختہ کہا۔

"کیوں موزوں نہیں ہوں؟" بڈ نے پھاڑ کھانے والے انداز میں کہا اور زاہر سہم گیا۔

"میرے خیال میں اس کام کے لیے ایسے شخص کا انتخاب ضروری ہے جو رنگین مزاج نہ ہو۔" زاہر نے کہا۔

"صاف صاف کیوں نہیں کہتے کہ اس بہانے ہیلن کا قرب حاصل کرنے کے خواہاں ہو۔" بڈ نے جلے بھنے انداز میں کہا۔

"مم ۔ ۔ ۔ میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" زاہر نے گڑبڑا کر کہا۔ "میڈم خود بھی یہ کام کر سکتی ہیں۔"

"تم نے بدنیتی سے یہ بات کہی تھی۔" بڈ غرّایا۔ "تم صرف میرا پتّا صاف کرنا چاہتے ہو۔"

"میرے خیال میں زاہر نے ٹھیک ہی کہا ہے۔" تہذیب بولی۔ "ہیلن ایک لڑکی ہے۔ میں اُس سے زیادہ آسانی سے تعارف حاصل کر سکوں گی۔ وہ میری طرف سے مشکوک بھی نہیں ہوگی۔ میں زاہر کی تجویز سے متفق ہوں۔"

بڈ کا چہرہ بجھ کر رہ گیا اور اس نے خونخوار انداز میں زاہر کو گھورا۔ زاہر اُس کی طرف دیکھنے سے کترا رہا تھا۔

"بڈ کے ساتھ ایک بار پھر زیادتی ہو رہی ہے چیف!" بڈ نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تم لوگوں کو بڈ کی صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے۔ پہلے زاہر نے اور اس کے بعد میڈم نے خواہ مخواہ ٹانگ اڑائی ہے۔"

"میں تم سے متفق ہوں بڈ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ان دونوں کو ہی اس کام کے لیے موزوں نہیں سمجھتا۔"

بڈ کا چہرہ کھل اٹھا۔ "دیکھا تم نے؟" اُس نے فاتحانہ انداز میں زاہر کی طرف دیکھا۔ "ہر شخص قدر ناشناس نہیں ہوتا۔ بڈ بہت خوش ہے۔ اُس کی صلاحیتوں کا کم از کم ایک تو قدر دان ہے جس کا نام علی یار خان ہے۔"

"بڈ صاحب سے، آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں۔" زاہر نے مجھ سے کہا۔ "اگر آپ نے یہ فیصلہ کیا ہے تو درست ہی کیا ہوگا۔"

"کون سا فیصلہ؟" میں نے زاہر کو سوالیہ نگاہوں سے دیکھا۔

"یہی کہ بس ہیلن کو میڈم کے بجائے بڈ صاحب ڈیل کریں گے۔" زاہر نے کہا۔

"میں نے تو یہ نہیں کہا۔ ہیلن سے میں خود ملوں گا۔ تم لوگوں نے میری بات سے غلط مطلب لیا ہے۔"

بڈ کا چہرہ ایک بار پھر بجھ گیا۔ چند لمحے وہ سکتے کے سے عالم میں مجھے دیکھتا رہا۔ پھر اچانک سنبھل کر اُس نے ایک زوردار قہقہہ لگایا۔

"سنبھالیے میڈم!" اُس نے تہذیب سے کہا۔ "آپ کی محبت کے ستائے ہوئے۔ صرف زبانی تعریف سُن کر ہی ۔ ۔"

"بکواس مت کرو۔" تہذیب نے جھینپ کر کہا۔ "تمھاری طرح ہر ایک گھٹیا ذہنیت کا مالک نہیں ہوتا۔"

"میں نے آپ کو قبل از وقت خبردار کر دیا ہے کوئی اونچ نیچ ہو جائے تو شکایت مت کیجیے گا۔"

"میں ایسی فضول باتوں پر کان دھرنا بھی پسند نہیں کرتی۔" تہذیب نے منہ بنا کر کہا۔

"خواتین کے معاملے میں مرد قطعی ناقابلِ اعتبار ہوتے ہیں۔ خصوصاً اگر معاملہ کسی حسین خاتون کا ہو تو کسی بھی مرد پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا، خواہ وہ مرد کتنا ہی پارسا کیوں نہ ہو۔" بڈ نے محققانہ شان سے کہا۔

"تمھاری بے ہودگی مزید برداشت نہیں کی جا سکتی۔" تہذیب نے بڑے غصے سے کہا۔ "تم فوراً کمرے سے نکل جاؤ۔"

"ارے آپ تو ناراض ہو گئیں۔" بڈ نے گڑبڑا کر کہا۔ "میں تو یہ سب کچھ محض آپ کی ہمدردی میں . . ."

"میں ایک لفظ بھی نہیں سننا چاہتی۔ چلو اٹھو کمرے سے نکل جاؤ۔ شاباش!"

"ٹھیک ہے میڈم، ٹھیک ہے۔" بڈ بڑبڑاتا ہوا اُٹھ کھڑا ہوا۔ "بڈ آپ لوگوں کے ایک ملازم سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔"

تہذیب بڈ کو کمرے سے باہر جاتے ہوئے گھورتی رہی۔ اُس کے کمرے سے باہر نکلنے کے بعد میں ہنس پڑا۔

"اُس کی بے ہودگیوں پر ہنس رہے ہو؟" تہذیب نے ناراضگی سے کہا۔

"نہیں۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اُس کم بخت کی چالاکی پر ہنسی آ رہی ہے۔ ہیلن سے مل بیٹھنے کے لیے کس قدر بیتاب ہو رہا ہے کہ مجھے کاٹنے کے لیے اُس نے تمھیں استعمال کرنے سے بھی دریغ نہیں کیا۔"

"لیکن جناب، وہ پھر غائب ہو جائیں گے اور پھر ہیلن کی شناخت کیسے ہوگی؟" زاہر نے کہا۔

"تم اُسے نہیں جانتے زاہر! وہ کہیں نہیں جائے گا اور وقتِ مقررہ پر ہیلن کی شناخت بھی کرائے گا۔" تہذیب نے کہا۔

"کمال ہے۔" زاہر بڑبڑایا۔ "عجیب آدمی ہیں۔"

"اپنی انھی خصوصیات کے باعث تو وہ اس قدر منہ چڑھ گیا ہے کہ جو منہ میں آتا ہے بک دیتا ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن علی! تم نے ہیلن کے سلسلے میں میرا نام کیوں مسترد کر دیا؟ کیا اس کی کوئی خاص وجہ ہے؟"

"نہیں تہذیب! کوئی خاص وجہ تو نہیں ہے بس میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے محسوس کیا کہ یہ معاملہ بہت زیادہ احتیاط کا متقاضی ہے۔ ہیلن وہ واحد ذریعہ ہے جس کے سہارے ہم کچھ کر گزرنے کی اُمید کر سکتے ہیں۔ اسی لیے میں نے اس معاملے کو اپنے ہاتھ میں لینا ہی بہتر تصور کیا۔"

"کیا تمھاری اس بات سے میں یہ نتیجہ اخذ کروں کہ میری صلاحیتوں پر تمھارا اعتماد کم ہو گیا ہے؟"

"یہ نتیجہ اخذ کرنا میرے ساتھ زیادتی ہے۔ صرف احتیاط کے پیشِ نظر میں نے ایسا کیا ہے۔ اگر اُسے ذرا سا بھی شبہ ہو گیا کہ کوئی اُس کے قریب آنے کی کوشش کر رہا ہے تو کھیل بگڑ جائے گا۔ اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ تم، زاہر یا بڈ یہ کام نہیں کر سکتے۔ لیکن ہر ایک کا طریقۂ کار مختلف ہوتا ہے اور میں اپنا طریقہ آزمانا چاہتا ہوں۔"

تہذیب نے مزید کوئی اعتراض نہیں کیا اور ہماری نشست برخاست ہو گئی۔ وہ بہت کڑا وقت تھا۔ امریکی حکومت کے کسی افسر تک پہنچ جانا ہمارے لیے ایک مسئلہ بنی ہوئی تھی۔ ویسے تو یہ اتنا بڑا مسئلہ نہیں تھا لیکن اس وقت میں جلد از جلد امریکا سے نکل جانا چاہتا تھا اور مجھے معلوم تھا کہ ذرا سی بھی بے احتیاطی کا نتیجہ ہمارے لیے بے جا مشکلات کی صورت میں نکل سکتا ہے۔ اسی لیے میں ہر ممکن احتیاط برت رہا تھا۔ فون پر کسی اعلیٰ افسر سے رابطہ کرنے کی کوشش کے نتیجے میں سی آئی اے تک بات پہنچنا یقینی تھا۔ امریکی حکام یہی کرتے ہیں۔ جہاں ذرا بھی کوئی مشکوک بات نظر آئی اور انھوں نے سی آئی اے کو مطلع کیا۔ بہر حال اس ادارے پر خطیر رقم خرچ کرنے کا کوئی فائدہ تو ہونا چاہیے۔ پھر سی آئی اے کی تحقیقاتی رپورٹ آنے تک کوئی ہم سے ملنے کی زحمت نہ کرتا۔ اور یہ بات اظہر من الشمس تھی کہ ہمارے خلاف تحقیقات کا کیا نتیجہ نکلتا۔ ہم میک اپ میں تھے، ہمارے پاس پاسپورٹ ضرور تھے لیکن اُن پر ہمارے نام کچھ اور درج تھے اور ظاہر ہے کہ ہمارے حلیے تک تصویروں سے مطابقت نہیں رکھتے تھے۔ اگر بڈ اتفاقاً ہیلن نامی کسی لڑکی سے ٹکرا گیا ہوتا تو ہمیں اپنے لیے راہِ عمل تلاش کرنے میں معلوم نہیں کتنا وقت اور برباد کرنا پڑتا۔

لیکن ہیلن مینر نامی لڑکی کے بارے میں بھی فی الوقت یقین سے کچھ کہنا ممکن نہیں تھا۔ بڈ نے جو کچھ سُنا تھا اُس کے مطابق تو اُس کا تعلق کسی ایسے ادارے سے تھا جو جوہری ہتھیاروں سے متعلق تھا۔ تاہم اس بات کا حتمی فیصلہ تو ہیلن سے ملاقات کے بعد ہی ہو سکتا تھا۔ ممکن تھا وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ثابت ہوتی اور اس بات کا امکان بھی تھا کہ وہ بالکل ہی بے مصرف ثابت ہوتی۔

میں اپنی سوچوں میں غلطاں و پیچاں تھا کہ تہذیب کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔

"بہت گہری سوچ میں ہو علی! کیا ہیلن کے خیالوں میں کھوئے ہوئے ہو؟" تہذیب نے شرارت آمیز لہجے میں کہا۔

"کیا کہا؟" میں نے چونک کر تہذیب کی طرف دیکھا پھر فوراً ہی میری سمجھ میں آ گیا کہ اُس نے کیا کہا ہے۔ "ہاں تہذیب! میں واقعی ہیلن کے بارے میں ہی سوچ رہا تھا۔ اگر وہ ہمارے لیے کارآمد ثابت نہ ہو سکی تو . . . ؟"

"تو کوئی اور تدبیر کر لیں گے، آخر دنیا ایک ہیلن پر ہی تو نہیں ختم ہو جاتی۔"

"ہماری دنیا تو ایک تہذیب مالکم ایکس پر ختم ہو جاتی ہے، نہ اس سے آگے کچھ ہے اور نہ پہلے۔"

"تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کے متوالوں کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہئیں۔" تہذیب نے تیوری پر بل ڈال کر کہا۔

"تنظیمِ آزادیٔ فلسطین کے متوالے اپنے ہم نوا سے اس سے بھی زیادہ بڑھ کر کچھ کہہ سکتے ہیں۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

تہذیب ہنس پڑی۔ "کاش میں فلسطین کی آزادی کے لیے کوئی بڑا کام کر سکتی علی! بس یہی ایک حسرت ہے۔"

"ایک تنظیم جو علی گروپ کے نام سے بنائی ہے اس سے دل نہیں بھرا تو ایک یارخان گروپ بنا لو۔" میں نے مزاحیہ انداز میں کہا۔

"مذاق مت کرو علی! میں سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں۔ بعض اوقات اپنی بے بضاعتی پر دل کڑھنے لگتا ہے۔"

"یہ مذاق نہیں ہے تہذیب! تم نے آزادیٔ فلسطین کے لیے بہت قربانیاں دی ہیں اور کچھ نہیں تو ادلیو باورڈ کی قید میں تو تم رہیں اور جذبے میرے مہمیز ہوتے رہے۔ اس وقت ہم جس مشن پر ہیں وہ بھی تمھارا ہی رہینِ منت ہے۔"

"معلوم نہیں کیوں یوں محسوس ہوتا ہے جیسے تمھارے ساتھ رہ کر میری صلاحیتیں متاثر ہو جاتی ہیں۔"

"تم بلاوجہ سوچتی رہتی ہو اور زیادہ سوچ بچار کرنے سے ایسے ہی اُوٹ پٹانگ خیالات ذہن کو پریشان کرتے ہیں۔" میں نے تہذیب کو تسلی دی اور وہ چُپ ہو گئی۔

اُس رات طے شدہ پروگرام کے مطابق ہم سب ڈائننگ ہال میں موجود تھے۔ ہم سب الگ الگ میزوں پر تھے۔ میں نے جو میز منتخب کی تھی وہ داخلی دروازے کے قریب تھی اور میرا رُخ بھی دروازے کی طرف تھا تاکہ ہیلن کو ہال میں داخل ہوتے دیکھ سکوں۔ بڈ مجھ سے ذرا فاصلے پر تھا اور طے یہ ہوا تھا کہ ہیلن کے دروازے میں نمودار ہوتے ہی بڈ انگڑائی لے گا جو اس بات کا اشارہ ہو گا کہ ہال میں آنے والی ہیلن ہے۔

احتیاطاً ہم لوگ ساڑھے سات بجے ہی ڈائننگ ہال میں آ گئے تھے۔ ہمیں یہاں بیٹھے ہوئے آدھا گھنٹہ گزر گیا تھا اور اس آدھے گھنٹے کے دوران میری نگاہ درجنوں بار داخلی دروازے اور بڈ کی طرف اُٹھ چکی تھی لیکن ہال میں آنے والی کئی لڑکیوں میں سے کوئی بھی ہیلن نہیں تھی ورنہ بڈ انگڑائی لے کر ضرور اس کی نشاندہی کر دیتا۔

وقت گزرتا رہا اور لوگ ہال میں آتے جاتے رہے۔ ساڑھے آٹھ بجے میں سوچنے لگا کہ کیا ضروری ہے کہ ہیلن آج بھی یہاں آئے — اُس کے یہاں آنے کے امکانات ضرور تھے لیکن اُس کا یہاں آنا لازمی نہیں تھا۔ گویا ہمیں روزانہ اسی طرح اُس کا انتظار کرنا پڑے گا اور جتنے دن وہ نہیں آتی اتنے دن تک ہمارا وقت برباد ہوتا رہے گا۔

میں اسی بات پر غور کر رہا تھا کہ ہال کے دروازے میں ہلکے آسمانی رنگ کے اسکرٹ میں ملبوس ایک لڑکی نمودار ہوئی۔ میری نگاہ بے اختیار بڈ کی طرف اُٹھی جو انگڑائی لے رہا تھا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ نیلے اسکرٹ والی لڑکی ہیلن ہے۔

وہ اکیلی تھی اور یہ ایک خوش گوار بات تھی مگر اُس کے ساتھ کوئی اور ہوتا تو میرے کام میں دشواریاں بھی پیدا ہو سکتی تھیں۔

ہیلن نے دروازے پر رُک کر ہال کی میزوں پر ایک طائرانہ نگاہ ڈالی اور پھر خراماں خراماں چلتی ہوئی میرے برابر والی میز کی طرف آئی جو خالی پڑی تھی۔ میری تمام تر توجہ کا مرکز ہیلن ہی تھی لیکن میں براہِ راست اُس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ ہیلن نے میرے برابر والی میز کی ایک کرسی کھسکائی اور اس پر بیٹھ گئی۔ اپنے ہاتھ میں موجود وینٹی بیگ اُس نے دوسری کرسی پر رکھ دیا تھا۔ تھوڑی ہی دیر بعد میں نے اُسے بیرے کو آرڈر نوٹ کراتے دیکھا۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اُس سے متعارف ہونے کا ایک محفوظ طریقہ ذہن میں آ گیا تھا۔ ایسا محفوظ طریقہ کہ اُسے مجھ پر ذرا بھی شبہ نہ ہو پاتا کہ میں دیدہ و دانستہ اُس کی طرف بڑھا ہوں۔ میں نے اپنے ذہن میں جزئیات طے کیں اور کرسی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ بڈ اور زاہر کو میں نے پہلے ہی غیر محسوس طریقے پر ہال سے باہر چلنے کا اشارہ کر دیا تھا۔

ڈائننگ ہال سے نکل کر میں سیدھا اپنے کمرے کی طرف گیا۔ ذرا ہی دیر بعد بڈ اور زاہر بھی کمرے میں آ گئے۔

"کیا پسند نہیں آئی چیف؟" بڈ نے بے حد خوش ہو کر کہا۔ "شاید اسی لیے تم وہاں سے اُٹھ آئے ہو۔"

"وقت کم ہے، اس لیے جلدی جلدی سُنو اور تیزی سے عمل کرو۔" میں نے کہا۔ "بڈ تم نے دیکھا ہو گا کہ اُس نے اپنا وینٹی بیگ برابر والی کرسی پر رکھا ہے، کیا تم اُسے غائب کر سکتے ہو؟"

"کیا کہہ رہے ہو چیف!" بڈ نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر کہا۔ "اس بھرے پُرے ہال سے وینٹی بیگ اُڑا دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"اگر کسی طرح تمام لوگوں کی توجہ کسی ایک جانب مرکوز کرا دی جائے تو کیا یہ کام آسان نہیں ہو جائے گا؟"

"پھر تو بڈ کے لیے کوئی مسئلہ ہی نہیں رہے گا۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن کیا تمھارے ذہن میں کوئی طریقہ ہے؟"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "ہیلن کا بیگ تمھاری سمت والی کرسی پر رکھا ہوا ہے۔ اگر کوئی شخص مخالف سمت میں ہیلن کی میز کے پاس اچانک گر پڑے تو ہیلن کے علاوہ دیگر لوگ بھی اُس طرف متوجہ ہو جائیں گے اور تم بہ آسانی اپنا کام کر سکو گے۔"

"میں سمجھ گیا چیف۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "گرنے کی ذمے داری زاہر کے سپرد کی جائے گی۔"

"ہاں، لیکن تم پہلے سے اپنی میز پر بیٹھے ہوئے ہو گے اور زاہر بعد میں ہال میں داخل ہو گا۔ خیال رہے کہ یہ کام ہیلن کے بل ادا کرنے سے قبل ہو جانا چاہیے۔ ورنہ میرا مقصد ہی فوت ہو کر رہ جائے گا۔"

"بہت وقت ہے چیف!" بڈ نے اطمینان سے کہا۔ "اُسے کھانا ختم کرنے میں دیر لگے گی اور ہم اپنا کام کر گزریں گے۔"

"اور ہاں، اگر یہ سارے کام ٹھیک ٹھاک طریقے سے ہو جائیں یعنی میں ہیلن سے متعارف ہونے میں کامیاب ہو جاؤں تو تم ایک کام اور بھی کرو گے۔" میں نے بڈ سے کہا۔ "تم نے وہ تفریحی پارک تو دیکھا ہو گا جو یہاں سے مغرب کی جانب ذرا فاصلے پر لبِ سڑک ہی واقع ہے۔ جب میں ہیلن کے ساتھ یہاں سے اُٹھنے لگوں تو تم ہیلن کا وینٹی بیگ لے کر اُس پارک میں چلے جاؤ گے۔ امکان یہ ہے کہ پارک اس وقت سنسان پڑا ہو گا۔ میں تم سے وہاں ہیلن کا وینٹی بیگ برآمد کر لوں گا۔ تم پارک کے مرکزی داخلی دروازے کے قریب ہی ملنا اور نسبتاً کم روشن جگہ منتخب کرنا، سمجھ گئے؟"

"سمجھ گیا چیف!" بڈ نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خبر تھی کہ بڈھے پہ کبھی ایسا وقت بھی آ سکتا ہے کہ اپنی محبوبہ کے لیے کسی اور سے تعاون۔۔!"

"تیزی کے ساتھ اپنی میز پر واپس جاؤ۔" میں نے کہا۔ "ایک ایک لمحہ قیمتی ہے۔"

"او کے چیف۔" بڈھے نے قدرے خم ہو کر کہا اور پلٹ کر تیزی سے کمرے سے باہر نکل گیا۔

"تم نے سمجھ لیا ہے زاہر کہ تمھیں کیا کرنا ہوگا؟" میں نے زاہر سے کہا۔

"جی ہاں، جناب! میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں۔ آپ بے فکر رہیے۔ میں اپنا کام بخوبی کر لوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "میں ہال میں واپس جا رہا ہوں۔ تم کم از کم پانچ منٹ کا وقفہ دے کر آؤ گے۔"

میں ہال میں واپس پہنچا تو ہیلن کو کھانے میں مشغول پایا۔ بڈھا اپنی میز پر موجود تھا۔ اُس کی اور ہیلن کی میزوں کے درمیان کوئی اور میز حائل نہیں تھی۔ بڈھا بہ آسانی اس کا بیگ اڑا سکتا تھا۔ صرف زاہر کا انتظار تھا جو ٹھیک پانچ منٹ بعد ہال کے دروازے سے اندر آتا نظر آیا۔

زاہر نے محض ایک لمحہ دروازے پر رک کر پوزیشن سمجھنے کی کوشش کی اور پھر حالات سازگار دیکھ کر اُس نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ میں بڑی توجہ اور دلچسپی سے اُسے دیکھ رہا تھا۔ زاہر کی نگاہ ہال کی میزوں پر بھٹک رہی تھی، یوں جیسے وہ بیٹھنے کے لیے کسی مناسب میز کا انتخاب کرنا چاہ رہا ہو لیکن کوئی فیصلہ نہ کر پا رہا ہو۔ اُس کا انداز بڑا فطری تھا۔ اداکاری کا گمان تک نہیں ہو رہا تھا۔ زاہر سب کچھ بڑی بے ساختگی سے کر رہا تھا۔

ہیلن کی میز کے دائیں جانب سے گزرتے وقت زاہر لڑکھڑایا۔ ہیلن کا قیمتی بیگ اس کے بائیں جانب والی کرسی پر رکھا تھا۔ جس طرف بڈھا تھا۔ زاہر کو لڑکھڑاتے دیکھ کر ہیلن کی نظریں زاہر کی طرف اٹھ گئیں اور پھر زاہر منہ کے بل فرش پر گرا۔ فرش پر اگرچہ قالین بچھا ہوا تھا لیکن اس کے باوجود زاہر کے گرنے سے خاصی آواز پیدا ہوئی تھی۔ ہیلن کے علاوہ نزدیکی میزوں کے کئی اور لوگوں کی توجہ بھی زاہر کی جانب مبذول ہو گئی تھی، جو گرنے کے بعد بڑی تیزی سے اٹھ کر اپنے کپڑے جھاڑ رہا تھا۔ اُس کے چہرے پر شرمندگی اور خجالت کے آثار تھے۔ میں حیران رہ گیا۔ اگر اُس نے میری ہدایت پر ایسا نہ کیا ہوتا تو شاید میں بھی یہ اندازہ نہیں کر سکتا تھا کہ وہ جان بوجھ کر گرا ہوگا۔

زاہر کے لڑکھڑاتے ہی بڈھا اپنی کرسی سے اٹھ گیا تھا اور پھر اُس کے گرتے ہی وہ ہیلن کی میز پر یوں جھک گیا تھا جیسے گرتے ہوئے زاہر کو دیکھ رہا ہو جب کہ اس دوران وہ ہیلن کا بیگ پار کر چکا تھا۔ ہیلن کی تمام تر توجہ چونکہ زاہر کی طرف تھی لہٰذا اُسے پتا ہی نہیں چل سکا کہ اس کے ساتھ کیا سانحہ گزر چکا ہے۔ زاہر کو اٹھتے دیکھ کر بڈھا اپنی کرسی پر واپس چلا گیا۔

میں نے سکون کی سانس لی۔ ایک مشکل کام بڑی آسانی سے ہو گیا تھا اور اب مجھے اپنا رول ادا کرنا تھا جس کے لیے مجھے وقت کا انتظار تھا۔ میں نے وقت گزاری کے لیے جوس کا ایک گلاس منگوایا اور چھوٹے چھوٹے چسکیاں لینے لگا۔ ہیلن کی توجہ اگرچہ کھانے کی طرف تھی لیکن ایک بار اُس کی نظریں مجھ سے بھی ملی تھیں۔ زاہر ایک میز پر بیٹھ گیا تھا۔

کھانا ختم کرنے کے بعد ہیلن نے بل منگوایا اور میں حرکت میں آنے کے لیے پوری طرح تیار ہو گیا۔ بیرا بل لایا اور ہیلن نے بل پر درج رقم دیکھتے ہوئے اُس کرسی کی طرف ہاتھ بڑھایا جہاں اُس نے بیگ رکھا تھا لیکن وہاں کچھ ہوتا تو ملتا۔ ہیلن کی انگلیاں خالی کرسی سے ٹکرائیں تو اُس نے چونک کر کرسی کی طرف دیکھا۔ خالی کرسی اُس کا منہ چڑا رہی تھی۔ ہیلن بوکھلائے ہوئے انداز میں جھک کر میز کے نیچے جھانکنے لگی اور پھر وہ دوبارہ کرسی پر بیٹھ گئی۔ اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی تھیں۔ بیرا مودبانہ انداز میں ایک طرف کھڑا تھا۔ اُس نے یہ پوچھنے کی ہمت نہیں کی تھی کہ ہیلن کیا تلاش کر رہی ہے؟

ہیلن نے بڑی بے بسی سے اِدھر اُدھر دیکھا لیکن کوئی بھی اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ بڈھا تو پہلے ہی وہاں سے رفوچکر ہو چکا تھا۔ ایک میں ہی تھا جو ہیلن کو دیکھ رہا تھا۔ ہیلن نے یہ دیکھ کر کہ میرے علاوہ کوئی بھی اُس کی طرف متوجہ نہیں ہے، دوبارہ میری طرف دیکھا۔ اُس کی آنکھوں میں التجا تھی، فریاد تھی کہ دیکھو میں مشکل میں پھنس گئی ہوں، میری مدد کرو۔

وہ چند لمحے متواتر میری طرف دیکھتی رہی تو میں اپنی کرسی سے اٹھا اور اس کی طرف بڑھا۔ اٹھتے وقت میں جوس کا گلاس اٹھانا نہیں بھولا تھا جس میں سے ابھی میں نے صرف آدھا جوس ہی پیا تھا۔

"کیا بات ہے خاتون! آپ کچھ پریشان نظر آ رہی ہیں؟" میں نے اُس کے نزدیک پہنچ کر بڑی شائستگی سے کہا۔

ہیلن نے پلٹ کر ویٹر کو اشارہ کیا کہ وہ ٹھہر کر آئے اور جب ویٹر مودبانہ انداز میں سر خم کر کے چلا گیا تو اُس نے مجھ سے کہا۔ "میں نے اپنا بیگ اس کرسی پر رکھا تھا۔ اب وہ غائب ہے۔ سمجھ میں نہیں آ رہا کیا کروں۔"

"اوہ تو یہ بات ہے۔" میں نے میز پر رکھے ہوئے بل

کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کوئی بات نہیں خاتون! میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسی معزز لڑکی کے لیے یہ بہت بڑا حادثہ ہے۔ لیکن فکرمند ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں تمھیں کچھ رقم بطور قرض دے سکتا ہوں۔ میں اسی ہوٹل میں مقیم ہوں۔ ایک آدھ روز میں تم یہ رقم مجھے لوٹا دینا۔"

"مسئلہ صرف اتنا سا نہیں ہے۔" اُس نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ پھر چونک کر بولی۔ "اوہ آپ کھڑے کیوں ہیں، بیٹھ جائیے نا۔ پھر میں آپ کو تفصیل سے بتاتی ہوں۔"

"شکریہ۔" میں نے کہا اور اس کے مقابل والی کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا۔

"بات دراصل یہ ہے کہ میرے بیگ میں رقم کے علاوہ کچھ ایسے اہم کاغذات بھی ہیں جن کی گم شدگی میرے لیے بہت سے مسائل کھڑے کر سکتی ہے۔ سب سے زیادہ فکر مجھے اُن کاغذات کی ہے۔"

"یہ تو بڑی تشویشناک بات ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن سوال یہ ہے کہ اس سلسلے میں کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"تم ہی کچھ بتاؤ۔ میں تو یہاں کسی کو جانتی تک نہیں ہوں۔ تم پہلے آدمی ہو جس سے اتنی گفتگو بھی ہو گئی۔"

"ٹھہرو۔ مجھے سوچنے دو۔" میں نے ذہن پر زور دینے کی اداکاری کی پھر چونک کر بولا۔ "ایک بات ذہن میں آئی ہے۔ شاید اس پر عمل کر کے تمھارا بیگ واپس مل جائے لیکن اس کے لیے ہمیں کچھ دور چلنا پڑے گا۔"

"کہاں؟" وہ نروس نظر آنے لگی۔

"گھبراؤ مت، میرا خیال ہے یہ حرکت کسی اُٹھائی گیرے کی ہے ورنہ اس ہوٹل میں نچلے درجے کے لوگوں کا گزر کہاں ہوتا ہے۔ ممکن ہے کوئی اُچکا اِدھر آ نکلا ہو۔ تمھیں بھی علم ہوگا کہ ایسے لوگ کوئی واردات کرنے کے بعد کسی سنسان جگہ کا رُخ کرتے ہیں۔ یہاں نزدیک ہی ایک پارک ہے۔ ممکن ہے جس اُچکے نے تمھارا بیگ اُڑایا ہے وہ وہاں مل جائے۔"

"اتنی دیر ہو گئی۔ اب وہ ہمیں کہاں مل سکے گا۔" ہیلن نے مایوسی سے کہا۔

"ایک موہوم اُمید پر کہہ رہا ہوں ورنہ امکان تو واقعی نہیں ہے البتہ یہ ممکن ہے کہ وہ اُچکا تمھارے بیگ میں سے رقم نکال کر بیگ وہیں پھینک گیا ہو۔ کاغذات اُس کے کسی کام کے تو ہوں گے نہیں۔"

"اوہ پلیز۔" ہیلن نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "اگر تم وہاں تک میرے ساتھ چل سکو تو میں تمھاری بڑی مشکور ہوں گی۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا۔" میں نے بل کی رقم پلیٹ میں ڈالتے ہوئے کہا۔ "آؤ چلیں۔"

میں ہیلن کے ساتھ ہوٹل سے باہر نکل آیا۔ رات کے سوا نو بجے تھے اور واشنگٹن کی سڑکوں پر رونق تھی۔ ٹریفک کے علاوہ پیدل چلنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ موسم قدرے خنک تھا، اس لیے توقع یہی تھی کہ پارک اس وقت سنسان ہی ہوگا۔ ہیلن غیر معمولی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہی تھی۔

ہم جلد ہی پارک تک پہنچ گئے اور ایک ساتھ پارک میں داخل ہو گئے۔ ہیلن نے اِدھر اُدھر دیکھا اور بولی۔ "یہاں تو کوئی بھی نظر نہیں آ رہا۔"

"وہ دیکھو اُس طرف۔" میں نے ایک نیم تاریک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ "وہاں کوئی ہے، آؤ دیکھتے ہیں۔"

ہیلن میرے ساتھ اُس طرف بڑھی۔ میں نے دور سے ہی پہچان لیا تھا۔ وہ بڈھا تھا جو یقیناً ہیلن کے بیگ پر جھکا ہوا تھا۔ ہمیں اپنی طرف بڑھتے دیکھ کر وہ چونک کر کھڑا ہو گیا اور پھر مخالف سمت میں چل دیا۔

"اے مسٹر!" میں نے ہانک لگائی۔ "ذرا بات سنو۔" لیکن بڈھے نے رُکنے کے بجائے اپنی رفتار بڑھا دی۔ میں نے بھی اپنی رفتار میں اضافہ کر دیا۔ ہیلن میرا ساتھ دینے کی کوشش

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر رہی تھی مگر وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ اسی اثنا میں بڈ نے دوڑنا شروع کر دیا اور میں نے بھی اُس کے پیچھے دوڑ لگا دی۔ بڈ نے بیگ پھینک دیا اور میں اُس کا مزید پیچھا کرنے کے بجائے رُک کر ہیلن کا بیگ اُٹھانے لگا۔ بیگ اٹھا کر میں واپس پلٹا۔ ہیلن تیزی سے میری طرف آ رہی تھی۔

"دیکھو، کیا یہ تمھارا ہی بیگ ہے؟" میں نے بیگ ہیلن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا اور اُس نے بیگ میرے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"ہاں یہی ہے۔" اُس نے ہیجانی لہجے میں کہا اور کھلے ہوئے بیگ میں جھانکنے لگی۔

"آؤ اطمینان سے بیٹھ کر چیک کر لو۔ مجھے یقین ہے اس میں سے کوئی چیز گم نہیں ہوئی ہوگی۔"

میں ہیلن کو لے کر ایک نزدیکی بنچ کی طرف بڑھ گیا۔ میرے برابر میں بیٹھ کر ہیلن کچھ دیر دونی بیگ ٹٹولتی رہی پھر حیرت انگیز لہجے میں بولی۔ "اس میں سے تو کوئی چیز بھی گم نہیں ہوئی۔"

"تم تو یوں کہہ رہی ہو جیسے اس میں سے کسی چیز کے گم نہ ہونے کا تمھیں بہت ملال ہوا ہو۔" میں نے کہا اور وہ گڑبڑا گئی۔

"مجھے حیرت ہو رہی ہے۔ اُسے کافی وقت ملا تھا پھر آخر ہر چیز جوں کی توں کیوں موجود ہے؟"

"اُسے ہوٹل سے نکلنے میں کچھ وقت لگا ہوگا۔ ایسے لوگ اندر سے بہت خوف زدہ رہتے ہیں۔ سمجھتے ہیں ہر شخص انھیں شبہے کی نظر سے دیکھ رہا ہے۔ اسی لیے اُسے یہاں تک پہنچنے میں تاخیر ہو گئی ہوگی۔ ابھی شاید اُس نے بیگ کھولا ہی تھا کہ ہم نازل ہو گئے۔ اور اُسے فرار ہونا پڑا۔ تم نے دیکھا نہیں تھا انھیں اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ کیسا بھڑکا تھا۔"

"ہاں میں نے دیکھا تھا۔" ہیلن نے کہا۔ "اور میں تمھاری بہت شکر گزار ہوں مسٹر . . . اوہ معاف کرنا میں ذہنی طور پر اتنی پریشان تھی کہ اپنے محسن کا نام بھی نہیں پوچھ سکی۔ کیا نام ہے تمھارا؟"

"میرا نام ایلن ہے۔ ایلن گراہم لیکن میں نے تم پر کوئی احسان نہیں کیا۔ جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا۔"

"میں ہیلن ہوں۔ پورا نام ہیلن میئر ہے۔ تم چاہے کچھ بھی کہو لیکن میں تمھارا یہ احسان زندگی بھر نہیں بھولوں گی۔"

"مت بھولنا لیکن اب یہاں سے اٹھ چلو خنکی یہاں کچھ زیادہ ہی ہے۔ کہیں برف کی ڈلیوں میں نہ تبدیل ہو جائیں۔"

ہیلن ہنستی ہوئی اٹھ گئی اور ہم پارک سے نکل آئے۔

"چلو تمھیں تمھارے گھر تک چھوڑ آؤں، کہاں رہتی ہو؟"

"ایک کپ کافی کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ہیلن نے میری بات ٹال کر کہا۔

"ایک نازک اندام دوشیزہ کا مہمان بن کر مجھے بہت خوشی ہوگی۔" میں نے کہا اور وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"آؤ۔" اُس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ "ریستوران سامنے ہی موجود ہے۔"

ہم دونوں ریستوران کی ایک میز پر آمنے سامنے بیٹھ گئے اور ہیلن نے کافی کا آرڈر دے دیا۔

"یہ لو۔" اُس نے کافی آنے سے قبل ہی اپنے بیگ سے کچھ نوٹ نکال کر میری طرف بڑھائے۔ "یہ وہ رقم ہے جو تم نے ادا کی تھی۔"

"رکھ لو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "واپس کرنا کیا ضروری ہے؟"

"بہت ضروری ہے۔" اُس نے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ رقم تم نے بطور قرض دی تھی۔"

"ٹھیک ہے لیکن کیا ضروری ہے کہ یہ رقم تم فوراً ہی واپس کر دو۔ پھر کبھی دے دینا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" ہیلن نے کہا۔ "رقم ابھی واپس کروں یا بعد میں، رقم تو اتنی ہی ادا کرنا پڑے گی نا۔"

"بہت فرق پڑتا ہے۔ اس بہانے تم سے دوبارہ ملاقات کا امکان تو رہے گا۔" میں نے کہا۔

"وہ تو ویسے بھی ہوتی رہے گی۔" ہیلن نے مسکرا کر کہا۔ "تم اسی ہوٹل میں مقیم ہو نا؟"

"ہاں، کمرا نمبر تین سو بارہ میں۔" میں نے پُر اشتیاق لہجے میں کہا۔ "تم کب آؤ گی؟"

"کل شام سات بجے آؤں گی۔" ہیلن بولی۔ "کل میں تمھارے ساتھ ہی ڈنر کروں گی۔"

"ٹھیک ہے میں تمھارا انتظار کروں گا لیکن خیال رہے کہ تم میری مہمان ہوگی۔"

"یہ زیادتی ہوگی۔" اُس نے احتجاجی انداز میں کہا۔ "نہیں کل کا ڈنر میری طرف سے ہوگا۔"

"مجھے دیکھو، تم نے کافی کی دعوت دی جو میں نے بلا حیل و حجت قبول کر لی۔ کیا تم میری خواہش کا احترام نہیں کر سکتیں؟"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" ہیلن نے بے بسی سے کہا۔ "تم نہیں جانتے کہ تمھاری وجہ سے میں کتنی بڑی زحمت سے بچی ہوں۔ اگر مجھے مہمان بنانا تمھاری خواہش ہے تو میں تمھاری اس خواہش کو کبھی رد نہیں کروں گی۔ ڈنر تو بہت معمولی سی بات ہے کبھی مجھ سے کوئی بہت بڑی خواہش کر کے دیکھنا۔ تمھاری کوئی بھی

خواہش پوری کر کے مجھے جتنی خوشی ہوگی، اُس کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔"

"شکریہ ہیلن! میرے لیے یہی بہت ہے کہ تم نے میری دعوت قبول کر لی۔ اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

ہیلن مجھے عجیب سی نظروں سے دیکھ کر رہ گئی پھر طویل سانس لے کر بولی۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو ایلن! اتنا اچھے کہ جتنے اچھے آدمی کا میں نے صرف تصور ہی کیا تھا اور آج سے پہلے مجھے یقین تھا کہ وہ صرف تصور ہی ہے۔"

"میری ایک نصیحت یاد رکھنا ہیلن! آئندہ کسی کے بارے میں اتنی جلدی کوئی رائے مت قائم کرنا۔ آؤ اب چلیں۔"

ریستوران سے باہر نکلنے کے بعد ایک مرتبہ پھر میں نے اُسے اُس کے گھر تک چھوڑنے کی آفر کی لیکن اُس نے کہا کہ وہ خود ہی چلی جائے گی اور میں اُس سے رخصت ہو کر ہوٹل واپس آ گیا۔ جہاں میرے کمرے میں تہذیب کے ساتھ بڈ اور زاہر بھی موجود تھے اور میرے ہی منتظر تھے۔

"ہا۔" بڈ نے مجھے دیکھتے ہی ایک طویل سانس لی۔ "کل تک ہم پر آنکھیں نکالی جاتی تھیں اور آج یہ عالم ہے کہ سنسان پارک میں خود گل چھرے اُڑائے جا رہے ہیں، کوئی پوچھنے والا نہیں۔ ایک بڈ ہی تو لاوارث ہے جس پر سب غُرّاتے ہیں۔"

"اس کی بات کا تو جواب دینا ہی حماقت ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "تم بتاؤ کیا رہا؟"

"اُس سے متعارف ہونے کی جو ترکیب اچانک ذہن میں آئی وہ بڑی کارگر ثابت ہوئی۔" میں نے کہا۔

"اس کے لیے بھی تم بڈ کے محتاج تھے۔" بڈ نے کہا۔ "اگر بڈ نہ ہوتا تو تم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے تھے۔"

"اور اگر زاہر نہ ہوتا تو آپ کبھی اُس کا بیگ نہیں اُڑا سکتے تھے۔" زاہر نے بڈ کی نقل اُتاری۔

"اُس سے متعارف ہونے کا یہ کوئی پہلا اور آخری طریقہ تو نہیں تھا۔ اور بھی بہت سے طریقے تھے۔ بس یہ ہے کہ اس طرح کام ذرا جلدی اور بہتر ہو گیا۔ کسی دوسرے طریقے میں ذرا دیر لگ جاتی۔"

"اُس سے کیا معلوم ہوا چیف؟"

"ابھی میں نے اُس سے کوئی سوال نہیں کیا اور نہ ہی اُس نے خود اپنے بارے میں کچھ بتایا۔ بس وہ اپنے بیگ کی گمشدگی پر بہت پریشان تھی اور اس کے بازیاب کرانے پر بار بار میرا شکریہ ادا کر رہی تھی۔"

"جانتے ہو چیف! اُس کے بیگ میں کیا چیز تھی جس کے لیے وہ اس قدر پریشان ہو رہی تھی؟" بڈ نے کہا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "نہ میں نے پوچھا اور نہ اُس نے بتایا۔ لیکن تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" میں نے بڈ کو گھورا۔

"بڈ بہت بے وقوف آدمی ہے چیف! اُس کا بیگ اُڑا کر پہلے میں اپنے کمرے میں لے گیا جہاں میں نے اچھی طرح اُس کے بیگ کی تلاشی لی۔ اُس کے بعد میں نے پارک کا رُخ کیا تھا۔"

"اب تو بتاتا کیوں نہیں، اُس بیگ میں کیا چیز تھی؟" میں نے دانت پیس کر کہا۔

"اُس ادارے کا شناختی کارڈ تھا چیف! جہاں وہ کام کرتی ہے۔ اُسے سب سے زیادہ فکر اُس کارڈ کی ہی ہوگی۔"

"اوہ!" میں نے بڈ کو بغور دیکھا۔ "مگر ایک شناختی کارڈ کے لیے اتنا زیادہ پریشان ہو جانا سمجھ میں نہیں آتا۔"

"وہ خاص قسم کا شناختی کارڈ تھا چیف!" بڈ نے کہا۔ "اُس پر درج شدہ ہدایات کے تحت کارڈ گم کرنے پر سخت سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ ہیلن کی ملازمت زیادہ پرانی نہیں ہے اس لیے اُس نے کارڈ بیگ میں رکھنے کی حماقت کی ہوگی۔"

"تم اس کا کارڈ دیکھ چکے ہو بڈ! کیا ہیلن ہمارے لیے کارآمد ثابت ہو سکتی ہے؟"

"یہ تو مجھے نہیں معلوم چیف! لیکن جس ادارے میں وہ کام کرتی ہے وہ جوہری ہتھیاروں سے ہی متعلق ہے۔"

"تب تو کام بن گیا بڈ! ہیلن میری بہت زیادہ ممنونِ احسان ہو گئی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اُس کے ذریعے ہمارا کام ہو جائے گا!"

اس کے بعد ہم نے اپنی آئندہ کی حکمتِ عملی کے بارے میں کچھ باتیں طے کیں اور پھر میٹنگ برخاست ہو گئی۔

"کیا تم کام کی رفتار سے مطمئن ہو تہذیب؟" بڈ اور زاہر کے جانے کے بعد میں نے تہذیب سے کہا۔

"سچ پوچھو تو مجھے اس معاملے میں کچھ گڑبڑ معلوم ہو رہی ہے۔" تہذیب نے جواب دیا۔

"کیا کہہ رہی ہو تہذیب؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "سب کچھ تو ٹھیک ٹھاک ہوا ہے، گڑبڑ کیسی؟"

"ہیلن کوئی بچی نہیں ہے علی! اُس کا اتنی آسانی سے مطمئن ہو جانا سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

میں سوچ میں پڑ گیا۔ تہذیب کی بات کسی حد تک درست تھی۔ ہیلن کا یوں مطمئن ہو جانا مجھے بھی کھٹکا تھا لیکن میں اب بھی کسی حتمی نتیجے پر نہیں پہنچ پایا تھا۔ ممکن تھا کہ ہیلن کو مجھ پر کسی قسم کا شبہ نہ ہوا ہو اور اس بات کا بھی امکان تھا کہ وہ میری طرف سے کھٹک گئی ہو اور مصلحتاً اُس نے مجھ پر کچھ بھی ظاہر نہ ہونے دیا ہو۔

"کیا سوچنے لگے علی؟" تہذیب نے مجھے خیالات میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کھویا ہوا دیکھ کر ڈوں گا۔

"تم نے تو مجھے اُلجھن میں مبتلا کر دیا ہے تہذیب۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "ہیلن کا رویّہ تو میرے ساتھ ایسا نہیں تھا کہ اس کی بنا پر ہم خود کو کسی خطرے میں محسوس کریں تاہم اِس امکان کو بھی مسترد نہیں کیا جا سکتا کہ وہ میری طرف سے مشکوک ہو گئی ہو۔"

"پھر؟" تہذیب میری آنکھوں میں دیکھ کر مُسکرائی۔ "اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"ہمیں تو جو کچھ کرنا تھا کر چکے۔ اب خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑنے کے علاوہ اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔" تہذیب نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ "ہمیں خاموش رہ کر انتظار کرنا ہو گا۔"

ہمیں زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ کوئی آدھے گھنٹے بعد ہمارے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ دروازے پر موجود شخصیت میرے لیے اجنبی تھی۔

"ہیلو۔" دروازے پر موجود طویل القامت خاتون نے مسکرائے بغیر کہا۔ اُس کے ہونٹ پتلے تھے۔ اتنے پتلے کہ انھیں دیکھ کر یہ گمان گزرتا تھا کہ اُس نے ہونٹ بھینچ رکھے ہیں۔ اُس کی گہری نیلی آنکھوں میں عجیب قسم کی سرد مہری تھی۔

"ہیلو۔" میں نے جواباً اُسے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن میں آپ کو پہچانا نہیں۔"

اُس نے ایک کارڈ نکال کر میری طرف بڑھایا۔ "غالباً اس کے بعد کسی تعارف کی ضرورت نہیں رہ جائے گی۔" اُس نے کہا۔

کارڈ دیکھ کر میرے دل کی دھڑکنیں بے ربط ہو گئیں۔ اُس کا تعلق سرکاری سُراغ رساں ادارے سے تھا۔ گویا تہذیب کے خدشات عملاً سامنے آ گئے تھے۔ وہ یقیناً ہیلن والے معاملے ہی میں آئی تھی۔ اس کے علاوہ اُس کی آمد کی کوئی اور وجہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"فرمائیے مِس جیکولین۔" میں نے سراپا اخلاق بنتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"میرے خیال میں گفتگو کرنے کے لیے یہ جگہ قطعی نامناسب ہے۔" جیکولین نے سرد لہجے میں کہا۔

"اوہ!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "مجھے خیال نہیں رہا تھا۔ اندر تشریف لے آئیے۔"

اُس نے کمرے میں داخل ہونے کے بعد بیٹھنے سے قبل کمرے پر ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی پھر صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔ "یہ آپ کی مسز ہیں مسٹر ایلن گراہم؟" اُس کا اشارہ تہذیب کی طرف تھا۔

"جی نہیں! ہم صرف دوست ہیں۔" میں نے کہا اور تہذیب کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ وہ اس بات سے اچھی طرح واقف تھی کہ امریکا میں نوجوان جوڑے شادی کیے بغیر ایک دوسرے کے ساتھ رہتے ہیں۔ برسوں اکٹھے رہنے کے باوجود آپس میں شادی نہیں کرتے۔ لُطف کی بات یہ ہے کہ اس طرح بغیر شادی کے ساتھ رہنے کو وہاں نہ تو اخلاقی طور پر بُرا سمجھا جاتا ہے اور نہ ہی یہ قانوناً جرم ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جیکولین نے میری بات سُن کر کسی خاص ردِّعمل کا اظہار نہیں کیا تھا۔

"میں منتظر ہوں مادام۔" میں نے کہا۔ "آپ کی یہاں آمد بلاوجہ تو نہیں ہو سکتی؟"

"مسٹر ایلن گراہم!" جیکولین نے چبا چبا کر کہا۔ "یہ ایٹمی دور ہے۔ آج کے دور میں ایٹمی ہتھیار ہر ملک کی ضرورت ہیں۔ ہمیں فخر ہے کہ ہمارا ملک اس وقت دنیا کی سب سے بڑی ایٹمی قوت ہے۔"

میرے جسم میں سنسنی دوڑ رہی تھی۔ اصل بات پر آنے سے قبل جیکولین تمہید باندھ رہی تھی۔ ایٹمی ہتھیاروں کے حوالے سے گفتگو کے آغاز کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہمارے اعصاب شکستہ کر دینا چاہتی تھی۔

"یہ بات میرے لیے بھی قابلِ فخر ہے میڈم۔" میں نے حتی الامکان پُرسکون لہجے میں کہا۔ "ہر امریکی کے لیے قابلِ فخر ہے۔"

"اس افتخار کو برقرار رکھنے کے لیے بڑی بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں مسٹر ایلن گراہم! اربوں ڈالر سالانہ خرچ ہوتے ہیں۔"

"یہ پہلا موقع ہے میڈم جیکولین۔" میں نے اُلجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "اس سے قبل تو میں نے کبھی نہیں سُنا کہ حکومت اس ضمن میں اپنے اخراجات پورے کرنے کے لیے چندہ بھی لیتی ہے یا پھر یہ کوئی نئی پالیسی ہے؟"

جیکولین نے سرد نگاہوں سے مجھے گھورا لیکن میرے چہرے پر معصومیت کے سوا کچھ نہیں تھا۔ "میں یہاں چندہ لینے نہیں آئی ہوں مسٹر ایلن گراہم۔" اُس نے جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "کیا تمھیں یہ بھی نہیں معلوم کہ ہمارا محکمہ ان کاموں کے لیے نہیں ہے۔"

"اوہ، میں معافی چاہتا ہوں۔" میں نے خجل ہو جانے کی اداکاری کی۔ "دراصل تیزی سے نتائج پر چھلانگ لگانے کی عادت ہوتی ہی بُری ہے۔"

"تم ہمیشہ اسی طرح شرمندہ کراتے ہو ایلن۔" تہذیب نے سرزنش کرنے والے انداز میں کہا۔ "لیکن میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ میڈم جیکولین کون ہیں۔ تم نے ان کا تعارف تک کرانے کی زحمت نہیں کی۔"

میرے بولنے سے قبل ہی جیکولین نے تہذیب سے

اپنا تعارف کرا دیا۔ اور تہذیب نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں، پھر مجھے گھورتے ہوئے بولی۔ "تمھارے اخلاق کو کیا ہو گیا ہے ایلن! تم نے میڈم سے کچھ پینے کو بھی نہیں پوچھا۔"

"نہیں شکریہ۔" جیکولین نے بدستور سرد مہری سے کہا۔ "میں ایک اہم کام کے سلسلے میں آئی ہوں۔"

"فرمائیے۔" تہذیب نے بڑی خندہ پیشانی سے کہا۔ "اپنے ملک کے کسی کام آ کر ہمیں بہت خوشی ہو گی۔"

"آج تم کسی ہیلن نامی لڑکی سے ملے تھے؟" جیکولین مجھ سے مخاطب ہوئی اور میں سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"جی ہاں۔" میں نے حیرت ظاہر کرتے ہوئے کہا۔ "لیکن یہ بات آپ کو کیسے معلوم ہوئی؟"

"اُس کا تعلق ایک ایسے محکمے سے ہے جو جوہری ہتھیاروں سے متعلق ہے۔" جیکولین نے کہا۔

"اوہ! مگر اُس نے تو مجھ سے ایسی کوئی بات نہیں کی جس سے یہ ظاہر ہوتا کہ اُس کا تعلق جوہری . . ."

"میں اپنے محکمے کے اُس شعبے سے تعلق رکھتی ہوں جس کا کام امریکا کے جوہری ہتھیاروں اور اُس سے متعلق اداروں کے ارکان کی حفاظت کرنا ہے۔ ایسے تمام لوگوں کی حفاظت اور نگرانی کی جاتی ہے اور جو شخص بھی ان محکموں کے کسی ملازم سے قریب ہونے کی کوشش کرتا ہے، ہم اُس کے خلاف تحقیقات کرتے ہیں۔"

"آپ کی کہی ہوئی ہر بات میرے لیے انکشاف ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن کیا یہ ذاتیات میں مداخلت کے مترادف نہیں ہے؟"

"اِن اداروں کے ملازمین کو پہلے ہی آگاہ کر دیا جاتا ہے کہ انھیں کن شرائط کے تحت ملازمت کرنی ہو گی۔" جیکولین نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ اس بات سے ہمارا کوئی تعلق نہیں ہے لیکن اب ہمارے خلاف تحقیقات کی جائے گی۔"

"ظاہر ہے۔" جیکولین بولی۔

"لیکن مجھے بالکل علم نہیں تھا کہ اُس کا تعلق کس محکمے سے ہے۔" میں نے احتجاجی انداز میں کہا۔

"اِس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جیکولین نے بے تاثر لہجے میں کہا۔

"لیکن میں نے دانستہ اُس کے قریب ہونے کی کوشش بھی نہیں کی تھی۔"

"اِس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔" جیکولین نے پہلے کے سے انداز میں کہا۔

"پھر کس چیز سے فرق پڑتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"تم نے اُس سے قریب ہونے کے لیے جو کوشش کی تھی وہ انتہائی بچکانہ تھی۔ ہیلن جیسی ناتجربہ کار لڑکی تمھارے پھانسے میں آ سکتی ہے مگر میں نہیں۔"

"یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میڈم جیکولین!" میں نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر کہا۔ "مِس ہیلن کا پرس گم ہو گیا تھا۔ میں نے تو اُن کی مدد کرنے کی کوشش کی تھی۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ اس کے خمیازے کے طور پر مجھے یہ الزام . . ."

"اُس کا پرس تمھارے ساتھی نے غائب کیا تھا۔" جیکولین نے کہا۔ "اُس ساتھی نے جو برابر والے کمرے میں ٹھہرا ہے اور جس کا قد چھوٹا ہے۔"

میرا دل بہت تیزی سے دھڑکنے لگا۔ آخر اُسے یہ ساری باتیں کیسے معلوم ہو گئیں مگر میں نے اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ "یہ قطعی بے بنیاد الزام ہے۔ میں احتجاج کرتا ہوں۔"

"تم ایک طے شدہ منصوبے کے تحت ہیلن کو قریبی پارک میں لے گئے جہاں تمھارا ساتھی پہلے سے موجود تھا۔ تم نے ہیلن کا پرس اُس کے پاس سے برآمد کرا دیا تاکہ اُس کی ہمدردیاں حاصل کر سکو۔"

"تب مجھے معلوم تھا، نہ میں نے اُس سے پوچھا کہ وہ کہاں کام کرتی ہے اور یہ تو مجھے اب بھی نہیں معلوم کہ جہاں وہ کام کرتی ہے وہاں اُس کی حیثیت کیا ہے۔ اس کے باوجود مجھے اس قسم کے الزامات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے۔"

"جوہری توانائی کے کسی ادارے میں کام کرنے والا چپراسی بھی بڑی اہمیت کا حامل ہوتا ہے مسٹر ایلن گراہم! ہیلن تو مجھ محکمے کے ڈائریکٹر کی پرسنل سیکرٹری ہے۔"

"اوہ۔" میرے ہونٹ سیٹی بجانے کے سے انداز میں سکڑ گئے۔ "مگر آپ نے یہ بات مجھے کیوں بتائی ہے؟" میں نے پوچھا۔

"دنیا جانتی ہے کہ مسٹر گرے ہولا نگ اس محکمے کے ڈائریکٹر ہیں اور ہیلن اُن کی پرسنل سیکرٹری ہے۔ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں اور ہیلن کی تقرری حال ہی میں ہوئی ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ لوگ جانتے ہوں گے مگر مجھے معلوم نہیں تھا۔ اب آپ نے بتا دیا تو معلوم ہو گیا۔ اب میرے لیے کیا حکم ہے؟"

"تم کسی بڑے چکر میں معلوم ہوتے ہو ورنہ ہیلن سے تعارف حاصل کرنے کے لیے اتنے پاپڑ نہ بیلتے۔"

"آپ کافی دیر سے مجھ پر الزامات عائد کیے جا رہی ہیں اور میں برداشت کیے جا رہا ہوں۔ کیا آپ اپنے لگائے ہوئے کسی الزام کا ثبوت بھی پیش کر سکیں گی؟"

"تمھارا ساتھی ہیلن کے برابر والی میز پر تھا۔ جو شخص لڑکھڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گرا تھا وہ بھی تمھارا ساتھی تھا۔ کیا تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو؟"

"یہ ایک حقیقت ہے جس سے ہوٹل کا اسٹاف بہت اچھی طرح واقف ہے۔ مجھے کیا ضرورت ہے کہ میں حقائق کی تردید کروں۔"

"تم نے یہ سارا چکر اسی لیے چلایا تھا کہ لوگوں کی توجہ ایک جانب مبذول ہو جائے اور تمھارے دوسرے ساتھی کو پرس اُڑانے کا موقع مل جائے۔"

"اس جگہ سے الزام تراشی کی حدود شروع ہو جاتی ہیں۔ کیا کسی شخص نے اُسے یہ حرکت کرتے دیکھا تھا؟"

"نہیں۔" جیکولین نے نفی میں سر ہلایا۔ "اُس وقت ہمارے آدمیوں تک کی نگاہیں چوک گئیں ورنہ اُسے رنگے ہاتھوں پکڑ لیا جاتا۔"

میں نے دل ہی دل میں خدا کا شکر ادا کیا۔ وہ لوگ بڑے مستعد معلوم ہوتے تھے۔ اگر مجھے ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ جوہری توانائی کے ملازمین کی اتنی کڑی نگرانی کی جاتی ہوگی تو میں ہرگز ہیلن سے متعارف ہونے کے لیے اتنا مخدوش طریقہ استعمال کرتا لیکن قسمت یاوری کر رہی تھی کہ ہم بچ گئے ورنہ کم از کم پُذو تو ضرور پکڑا جاتا۔

"تب تو یہ الزام تراشی ہی ہوئی۔" میں نے کہا۔ "جب تک کوئی چشم دید گواہ نہ ہو یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہی جا سکتی ہے؟"

"اس کے بعد تم ہیلن کو پارک لے گئے۔ وہاں تمھارا پستہ قامت ساتھی پہلے سے موجود تھا تمھیں دیکھتے ہی وہ پرس پھینک کر بھاگ کھڑا ہوا۔"

"میڈم جیکولین!" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "تم نے ہیلن کی زبانی واقعات سنے، یہاں آکر ہوٹل سے معلومات حاصل کیں اور جب تمھیں معلوم ہوا کہ میرا ایک ساتھی پستہ قامت بھی ہے تو تم نے محض اندازے سے ایک کہانی ترتیب دے ڈالی۔"

"میں کہہ چکی ہوں کہ جوہری توانائی کے محکمے کے ملازمین کی نگرانی کی جاتی ہے۔ جو کچھ میں نے کہا ہے، وہ میرے آدمیوں کی فراہم کردہ معلومات کے مطابق ہے۔"

"تب بھی یہ بات قطعی احمقانہ معلوم ہوتی ہے کہ تم ہمارے پاس آکر ہمیں ساری معلومات فراہم کر رہی ہو۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہمارے بارے میں پوری طرح سے تفتیش کی جاتی۔ اس کے بعد۔ . ."

"ہم تم سے زیادہ بہتر جانتے ہیں کہ ہمیں کب کیا کرنا چاہیے۔" جیکولین نے خشک لہجے میں کہا۔

"الزام تراشیاں بہرحال برداشت نہیں کی جا سکتیں۔" میں نے بھی اُسی کے سے انداز میں جواب دیا۔ "اگر پارک میں تمھارے آدمی موجود تھے تو انھیں چاہیے تھا کہ اُس اُچکے کو پکڑ لیتے۔"

"پارک تاریک تھا اور اسی تاریکی سے فائدہ اُٹھا کر وہ فرار ہونے میں کامیاب بھی ہو گیا ورنہ ہم تمھیں دیکھتے۔"

"اگر تمھیں شبہ تھا کہ وہ میرا ساتھی ہے تو تمھارے آدمیوں کو چاہیے تھا کہ واپس ہوٹل پہنچ جاتے اور اُسے ہوٹل میں داخل ہوتے وقت پکڑ لیتے۔"

"اُس وقت انھیں اندازہ نہیں تھا کہ وہ تمھارا ساتھی بھی ہو سکتا ہے ورنہ یہی کیا جاتا۔"

"گویا تمھیں یقین ہے کہ ہم جوہری ہتھیاروں کے حوالے سے کسی قسم کی تخریبی سرگرمی میں ملوث ہیں؟"

"ہاں۔" جیکولین نے بڑی صاف گوئی سے کہا۔ "یا تو تم خود کسی چکر میں ہو یا پھر کسی کے ایجنٹ ہو۔"

"تب تو ہم نہایت احمق ہیں جو اس طرح کھلے بندوں اپنی نمائش کرتے پھر رہے ہیں۔ کیا تمام ایجنٹ ایسے ہی ہوتے ہیں میڈم جیکولین؟"

"ایجنٹ ہر طرح کے ہو سکتے ہیں لیکن یہی ایک بات تمھارے حق میں جاتی ہے۔ کوئی بھی ایجنٹ ہو اپنے ہاتھ پیر بچا کر کام کرتا ہے۔"

"چلو اتنا تو ہوا کہ ہم غداری جیسے سنگین الزام سے بری قرار پا گئے۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔

"نہ تم اس الزام میں ملوث ہوئے تھے اور نہ ہی بری قرار دیے گئے ہو۔ تم پہلے بھی مشکوک تھے، اب بھی مشکوک ہو۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے؟" میں نے پیشانی مسلتے ہوئے کہا۔ "آپ کی آمد کا مقصد تک سمجھ میں نہیں آیا۔"

"میں اپنے شعبے کی انچارج ہوں۔" جیکولین نے کہا۔ "میں نہیں چاہتی کہ میرے شعبے کی کارکردگی پر کوئی حرف آئے۔"

"اس کا یہ مطلب تو ہرگز نہیں نکلتا کہ آپ باعزت شہریوں پر الزام تراشی کرتی پھریں۔ اس طرح تو آپ کے شعبے کی کارکردگی پر حرف ضرور آئے گا۔"

"میرے کام کرنے کا انداز ذرا مختلف ہے۔ میں پانی کے سر سے اونچا ہونے کا انتظار نہیں کرتی۔ ہر فتنے کا سر ابتدا ہی میں کچل دینے کی قائل ہوں۔"

"آج کا واقعہ میرے لیے بہت تلخ ثابت ہوا ہے اور میں نے تہیہ کر لیا ہے کہ آئندہ اگر کوئی مر بھی رہا ہوگا تب بھی دخل اندازی نہیں کروں گا۔"

جیکولین بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگی۔ "مجھے اس سے کوئی غرض نہیں کہ آئندہ تم کیا کرو گے لیکن اس معاملے میں ہر چیز تمھارے خلاف ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ تم نے خود ہی کوئی سازش کی ہو۔ یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ تم نادانستگی میں کسی کے آلۂ کار بن گئے ہو۔ تمھیں اصل حالات سے بے خبر رکھا گیا ہو۔"

"میں آپ کو کیسے یقین دلاؤں میڈم جیکولین۔" میں نے بے بسی سے کہا۔ "میں کسی بات سے واقف نہیں ہوں۔"

"جب تمھارا ساتھی گرا تھا تو تمھارا فطری ردِعمل یہ ہونا چاہیے تھا کہ آگے بڑھ کر اُسے سنبھالتے لیکن اس کے برعکس تم ہال میں ایک دوسرے سے اجنبی بنے رہے۔"

"آپ کس قسم کے تجزیے کر رہی ہیں۔ وہ فوراً ہی اُٹھ گیا تھا۔ ضرورت پڑتی تو میں یقیناً اس کی مدد کے لیے آگے بڑھتا لیکن اُسے ضرورت تھی ہی نہیں۔"

"اس واقعے سے قبل تم تینوں ہال میں موجود تھے پھر اجنبیوں کی طرح اُٹھ کر باہر چلے گئے اور اس کے تھوڑی دیر بعد تم لوگ پھر باری باری ہال میں داخل ہوئے۔ کیا اس سے بھی تمھیں انکار ہے؟"

"میں اس بات سے لاعلم ہوں۔ میں ضرور ہال سے باہر گیا تھا لیکن اپنے ساتھیوں کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔"

جیکولین صوفے سے اُٹھ کر کھڑکی کی طرف گئی اور پردہ کھسکا کر باہر جھانکنے لگی۔ چند لمحے بعد پلٹ کر بولی۔ "تم شاید ابھی تک اسی اُدھیڑبن میں ہو کہ میں یہاں کیوں آئی تھی؟"

میں خاموشی سے اُسے دیکھتا رہا اور تہذیب تو اُس کی موجودگی کے دوران خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔

"میں نے تم سے کہا تھا کہ میں فتنے کو ابتدا ہی میں کچل دینے کی قائل ہوں۔ تمھیں اندازہ ہو گیا ہوگا کہ ہم لوگ کتنے مستعد ہیں۔ اگر تم کسی چکر میں ہو تو کامیاب نہیں ہو سکو گے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ وہ لوگ واقعی بے حد مستعد تھے گو کہ مجھے اس بات کا اندازہ ذرا دیر سے ہوا لیکن ہو گیا تھا۔

"تم ہمارے خلاف تفتیش کیوں نہیں کرتیں۔ ہوٹل کے رجسٹر سے تمھیں ہمارے بارے میں تمام ضروری معلومات حاصل ہو جائیں گی۔"

"وہ ساری معلومات پہلے ہی حاصل کر لی گئی ہیں لیکن ان کے بارے میں تفتیش کرنے سے کیا حاصل ہوگا۔ کسی کی نیت کے بارے میں تو پتا نہیں چلایا جا سکتا۔"

"کیا اس کا مطلب میں یہ لوں کہ تم مجھے ہیلن سے دور رہنے کے لیے کہہ رہی ہو۔" میں نے کہا۔

"تم میں ذرا سی بھی عقل ہوگی تو خود ہی سب کچھ سمجھو گے۔ اس لیے میں نے ہر بات تمھارے گوش گزار کر دی ہے۔ حالات اور واقعات کی روشنی میں تمھاری پوزیشن بہت خراب ہے۔"

"مجھے اندازہ ہو گیا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن کل شام ہیلن یہاں آئے گی اور ڈنر میرے ساتھ ہی کرے گی۔ میں اُسے کیسے روک سکتا ہوں۔ اُس سے وعدہ جو کر چکا ہوں۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جیکولین نے دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمھیں تنبیہ کر دی ہے۔ اب تم جو بھی کرو گے اپنی ذمّے داری پر کرو گے۔"

"آپ کو ہماری طرف سے خطرہ نہیں ہونا چاہیے میڈم! زیادہ سے زیادہ دو تین روز میں ہم واشنگٹن سے چلے جائیں گے۔"

"خطرہ؟" وہ دروازے کا ہینڈل گھماتے ہوئے یکلخت رُک کر مڑی۔ اُس کے پتلے ہونٹوں پر بڑی سفاک مسکراہٹ بکھری ہوئی تھی۔ "خطرے میں تو تم خود ہو۔ اپنی فکر کرو۔" اُس نے کہا اور دروازہ کھول کر باہر نکل گئی۔

"بڑا بے ہودہ طرزِ گفتار ہے اس عورت کا۔" تہذیب نے اُس کے باہر نکلتے ہی کہا۔ لیکن اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں جھپٹ کر دروازے کی . . . طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر باہر جھانکا۔ جیکولین لفٹ کی طرف بڑھ رہی تھی۔ راہداری کے دونوں سروں پر دو افراد نظر آئے جو بڑے غیر متعلق انداز میں کھڑے تھے لیکن میں نے ایک ہی نظر میں اندازہ کر لیا کہ وہ ہماری نگرانی کر رہے ہیں۔ جیکولین لفٹ میں سوار ہو گئی اور میں کمرے میں واپس آ گیا۔

"وہ تنہا نہیں آئی تھی۔" میں نے تہذیب سے کہا۔ "اُس کے دو ہرکارے اب بھی راہداری میں موجود ہیں۔"

"اور بھی ہوں گے۔ وہ تو صرف راہداری میں نظر آئے ہیں۔ اس وقت تو پورا ہوٹل ان کے گھیرے میں ہوگا۔"

"ان لوگوں کے کام کرنے کا انداز تو یہی ہے۔ خطرہ خواہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو، احتیاطی تدابیر کے طور پر گھیراؤ ضرور کر لیتے ہیں۔"

"اس عورت جیکولین کا طریقۂ تفتیش احمقانہ نہیں ہے علی! ہم سے معلومات حاصل کرنے کے بجائے ہمیں معلومات فراہم کر کے چلی گئی۔"

"اس کا اپنا انداز ہے۔ ہم بھلا اس سلسلے میں کیا کر سکتے ہیں لیکن یک بیک ہمارے لیے بے حد دشواریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ نہ چاہتے ہوئے بھی ہم اُن کی نظروں میں آ گئے ہیں۔"

"میں تو یہ سوچ رہی ہوں کہ اگر ان لوگوں کی مستعدی کا یہی عالم ہے تو پھر بارودت رابیل نے فارمولے کیسے چوری کرائے ہوں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

"اسی ایک بات سے اندازہ کرلو کہ وہ کس پائے کا آدمی ہے۔ بہرحال ہم اُس سے اپنا موازنہ نہیں کرسکتے۔ اس لیے کہ جو مراعات اُسے یہاں حاصل ہیں ہم اُن کا تصور بھی نہیں کرسکتے۔"

"بڈ اور زاہر کو ہوشیار کرنا ضروری ہے علی! کہیں بےخبری میں وہ کوئی نقصان نہ اٹھا جائیں۔"

"تم کیا سمجھ رہی ہو کہ اُن لوگوں نے اُنھیں چھوڑ دیا ہوگا؟ جس طرح ہم سے پوچھ گچھ کی گئی ہے اسی طرح اُن سے بھی حقیقت اُگلوانے کی کوشش ضرور کی گئی ہوگی۔" میں نے کہا۔ اُسی وقت دروازے پر دستک سنائی دی اور پھر بڈ اندر داخل ہوا۔ اُس کے ساتھ زاہر بھی تھا اور اُن دونوں کے چہروں پر سراسیمگی کے آثار تھے۔ اُن کی یہ حالت دیکھ کر مجھے ہنسی آگئی۔ "کیا ہوا؟ تم دونوں حواس باختہ کیوں ہو؟"

"خطرہ چیف!" بڈ بولا۔ "ہم سی آئی اے کی نظروں میں آگئے ہیں۔"

"وہ تو آنا ہی تھا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "کب تک اُن کی نظروں سے بچ سکتے تھے۔"

"تمھیں اندازہ نہیں ہے چیف! کہ ہم کس قسم کے خطرے سے دوچار ہیں۔ ہمارے پاس دو آدمی آئے تھے اور ہم سے طرح طرح کے سوالات کرتے رہے۔"

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے کہا۔ "اُن کا انداز ایسا تھا جیسے انھیں یقین ہو کہ ہیلن کے سلسلے میں ہم نے سوچی سمجھی اسکیم پر عمل کیا تھا۔"

"اگر ہمیں پہلے سے معلوم ہوتا کہ ہیلن کی نگرانی ہورہی ہے تو ہم محتاط رہتے۔" میں نے کہا۔ "بےخبری کے سبب ہم سب ہی اُن کی نظروں میں آگئے ہیں۔"

"اور اُن کی ذہانت کی داد بھی دینی پڑتی ہے۔" تہذیب بولی۔ "انھوں نے بالکل صحیح نتائج اخذ کیے ہیں۔"

"تم لوگ تو اس طرح باتیں کررہے ہو جیسے تمھیں اُن کے بارے میں علم ہے۔" بڈ نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، تمھارا کیا خیال ہے، اگر اُن لوگوں نے تم دونوں سے پوچھ گچھ کی ہے تو کیا ہمیں بخش دیا ہوگا؟"

"مجھے حیرت ہے چیف! اگر انھیں ہم پر کسی قسم کا شبہ تھا تو وہ ہمیں اس طرح کیوں چھوڑ گئے گرفتار کیوں نہیں کرلیا؟"

"اُن کا مقصد یہ معلوم ہوتا ہے کہ اگر ہمارے عزائم تخریبی ہیں تو ہم اُن سے باز آجائیں۔ اس کے علاوہ یہ کہ اُن کے پاس ہمارے خلاف کوئی ثبوت بھی نہیں ہے ورنہ اس وقت ہم سلاخوں کے پیچھے نظر آتے۔"

"پھر اب ہم کیا کریں جناب؟" زاہر نے کہا۔ "کیا ہمیں اپنا مشن ادھورا ہی چھوڑنا ہوگا؟"

"نہیں زاہر! یہ بڑا ضرور ہوا ہے کہ ہم سب اُن کی نظروں میں آگئے ہیں لیکن مشن اتنی آسانی سے ادھورا نہیں چھوڑا جاسکتا۔"

"ٹھیک ہے چیف! مشن تو واقعی ادھورا نہیں چھوڑا جاسکتا تاہم اب طریقۂ کار میں تبدیلی تو لازماً کرنا پڑے گی۔"

"کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اُن کے پاس چونکہ کوئی ثبوت نہیں ہے اس لیے میں ہیلن کے سہارے ہی آگے بڑھنے کی کوشش کروں گا۔"

"کیا کہہ رہے ہو چیف! اگر اُن کے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے تو اس طرح تو ہم انھیں ثبوت فراہم کردیں گے۔"

"اوّل تو میری اور ہیلن کی ملاقات سے وہ کوئی ثبوت نہیں حاصل کرسکیں گے تاہم اگر تمھاری بات مان بھی لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ دوسرا کون سا طریقہ اختیار کیا جائے؟"

"وہی جواب تک کرتے آئے ہیں۔" بڈ مسکرا کر بولا۔ "میک اپ تبدیل کرکے یہاں سے بھاگ نکلتے ہیں، کسی اور ہوٹل میں ٹھہریں گے۔"

"یہ تو احمقانہ تجویز ہے۔" تہذیب نے کہا۔ "اگر ہم اُن لوگوں کو جُل دے کر نکل بھی گئے تو اس سے دو خرابیاں پیدا ہوں گی۔ ہم پر اُن کا شبہ یقین میں بدل جائے گا اور پھر کوئی دوسرا ذریعہ تلاش کرنے میں مزید وقت برباد ہوگا۔"

"ہمارے غائب ہونے کے بعد اگر اُن کا شبہ یقین میں بدل گیا تو اس سے ہمیں کیا نقصان پہنچے گا۔ ہم تو انھیں یہ تسریوں گے نہیں کہ وہ ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکیں۔" بڈ نے کہا۔

"حالات بدل گئے ہیں بڈ!" تہذیب نے سنجیدگی سے کہا۔ "پہلے کی بات اور تھی۔ ہم کسی کی نظروں میں آئے نہیں تھے۔ اب ہماری باقاعدہ نگرانی کی جارہی ہے اور پھر یہ بھی تو سوچو کہ اگر انھیں ہم پر کسی قسم کا شبہ تھا تو انھوں نے ہمیں اُس سے مطلع کیوں کردیا۔ خاموشی سے بھی تو ہماری نگرانی کی جاسکتی تھی۔"

"احمق لوگ ہیں۔" بڈ نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "ہم پر اپنی معلومات کا رُعب ڈالنا چاہتے تھے۔"

"انھیں احمق کہہ دینے سے کام نہیں چلے گا بڈ! ہمارے مقابلے پر دنیا کی سب سے بڑی تنظیم ہے۔ اُن کے اٹھائے ہوئے کسی بھی قدم کو احمقانہ نہیں قرار دیا جاسکتا۔ یہ لوگ کوئی بھی قدم اٹھانے سے پہلے اُس کا ہر زاویے سے جائزہ لیتے ہیں اور پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد ہی کسی منصوبے پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ اُن کے مقابلے پر اگر ذرا سی بھی حماقت کی تو اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بدترین نتائج بھگتنے پڑیں گے۔"

میں نے مطمئن انداز میں سر ہلایا۔ تہذیب کی کہی ہوئی ہر بات سے میں پوری طرح متفق تھا لیکن بڈ بحث کرنے پر آمادہ تھا۔ کہنے لگا: "آپ اُن سے مرعوب معلوم ہوتی ہیں میڈم! ابھی اس قسم کی باتیں کر رہی ہیں۔ سی آئی اے میں بھی ہماری طرح کے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ وہ کوئی آسمانی مخلوق تو نہیں ہوتے کہ اُن سے غلطی سرزد ہی نہیں ہو سکتی۔ اب یہی دیکھ لیجیے کہ بغیر کسی ثبوت کے انھوں نے ہم پر چڑھائی کر کے زبردست غلطی کی ہے۔"

"میں پوری طرح تو نہیں بتا سکتی کہ انھوں نے کس کس پہلو کو پیشِ نظر رکھا ہوگا لیکن دو موٹی موٹی باتیں ایسی ہیں جو واضح طور پر سمجھ میں آتی ہیں۔ اس بات کا امکان تھا کہ ہم چاروں میں سے کوئی ایک بوکھلا کر کسی قسم کا اعتراف کر بیٹھتا۔ اگر ایسا ہو جاتا تو اُن کی چاندی ہو جاتی لیکن اگر ایسا نہ بھی ہوتا تو بھی یہ بات بہرحال طے تھی کہ ہم لوگ بوکھلا ضرور جائیں گے۔ بوکھلاہٹ میں آدمی اوندھی سیدھی حرکتیں کرتا ہے اور اس کا گرفت میں آنا آسان ہو جاتا ہے چونکہ ہم میں سے کسی نے کوئی اعتراف نہیں کیا اس لیے اب اُن کی پوری توجہ اس بات پر مرکوز ہوگی کہ کب ہم سے کوئی غلطی ہو اور وہ ہم کو پھانس لیں۔"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب ہم ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں؟" بڈ نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"ہم کسی تخریبی سرگرمی میں ملوث نہیں ہیں بڈ!" میں نے کہا۔ "اور نہ ہی ہم ایسا طریقۂ کار اختیار کر رہے ہیں جس کی بنا پر ہمیں گرفت میں لیا جا سکے لہٰذا ہمیں مطمئن رہنا چاہیے۔ آخر کل شائلین بھی تو یہاں آ سکے گی۔"

"اور اگر انھوں نے ہمارے بارے میں تفتیش شروع کر دی تو؟" بڈ نے کہا۔ "ہمارا سب کچھ تو فرضی ہے۔ کیا ہم پھنس نہیں جائیں گے؟"

"اس سارے معاملے میں یہی ایک پہلو کمزور ہے اور میں اسی کی طرف سے تشویش میں مبتلا ہوں لیکن اس کی بھی دو صورتیں ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہم پہلے سے خوف زدہ ہو کر بھاگنے کی کوشش کریں اور پکڑے جائیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ہم چانس لیں۔ ممکن ہے ہمارے بارے میں تفتیش نہ کی جائے۔ میرے خیال میں دوسری صورت زیادہ بہتر ہے۔"

"میں آپ سے متفق ہوں جناب!" زاہر نے کہا۔ "ہمیں فوری خطرہ تو ہے نہیں جس سے گھبرا کر ہم کوئی الٹی سیدھی حرکت کر کے خود کو پھنسا لیں۔"

"لیکن اگر انھوں نے تفتیش کر ہی ڈالی تو ہماری کیا پوزیشن ہوگی؟" بڈ بولا۔ "کیا ہم چوہوں کی طرح نہیں گھیر لیے جائیں گے؟"

"اس صورت میں ہم مقابلہ کریں گے بڈ! بچت کا تو کوئی راستہ یوں بھی نہیں ہے۔ جب خطرہ سر پر آ جائے گا تبھی ہاتھ پیر ماریں گے۔"

"ٹھیک ہے چیف! اگر تم مروا ہی دینے پر تُل گئے ہو تو میں کیا کر سکتا ہوں۔ اور اب تو کمرے تک ہی محدود ہو جانا پڑے گا۔"

"کیوں؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "کمروں تک محدود ہو کر رہ جانے میں کیا مصلحت کارفرما ہے؟"

"ہماری نگرانی ہو رہی ہے چیف! اگر ہم کہیں باہر جائیں گے تو ہمارا تعاقب شروع کر دیا جائے گا۔"

"اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ انھیں تعاقب کرنے دو۔ تم کوئی غلط کام کرو گے نہیں تو پھر اُن سے ڈرنے کی کیا ضرورت ہے؟"

"خوش رہو چیف!" بڈ نے خوش ہو کر کہا۔ "میں تو سمجھا تھا۔۔۔ خیر اب میں ہوٹل کی تفریحات میں حصہ لے سکتا ہوں۔"

"نہ صرف ہوٹل کی تفریحات بلکہ پورے واشنگٹن میں جہاں چاہو گھومو پھرو۔ جی بھر کے عیش کرو، میری طرف سے تمھیں پوری آزادی ہے۔"

"کک۔۔۔ کیا کہہ رہے ہو چیف؟" بڈ نے ہکلا کر کہا۔ "کیا یہ سب کچھ سرکاری طور پر ہوگا؟ نہیں تم شاید مجھ سے مذاق کر رہے ہو۔"

"میں سنجیدہ ہوں بڈ!" میں نے چند بڑے نوٹ بڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "نگرانی کرنے والے کہیں بور نہ ہو جائیں لیکن خبردار! انھیں ڈاج دینے کی کوشش مت کرنا۔"

"آج تو تم نے دل خوش کر دیا چیف!" بڈ نے نوٹ جیب میں ٹھونستے ہوئے کہا۔ "دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اللہ تمھیں جُڑواں بچّوں۔۔۔"

"یہ رعایت تم سے کسی وقت بھی واپس لی جا سکتی ہے لہٰذا جلد از جلد میری نظروں سے دُور ہو جاؤ۔"

"مارے باپ رے۔" بڈ اچھل کر کھڑا ہوا اور جھپٹ کر کمرے سے باہر نکل گیا۔ زاہر کو ہنسی آ گئی۔

"میرے لیے کیا حکم ہے جناب؟" زاہر نے ہنستے ہوئے پوچھا۔ "کیا مجھے بھی شہر نوردی کرنی پڑے گی؟"

"ضروری نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اگر تم کہیں جانا چاہو تو تم پر بھی کوئی پابندی نہیں ہے۔"

"نہیں جناب! باہر جانے کا میرا قطعی کوئی موڈ نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "جو چاہو کرو لیکن یہ بات ذہن سے نکال دو کہ ہم کسی غیر معمولی صورتِ حال سے دوچار ہیں۔"

"یہ تو میں سمجھ چکا ہوں جناب کہ ہمیں سب کچھ معمول کے مطابق کرنا ہے۔" زاہر نے کہا اور کمرے سے چلا گیا۔

"ہم بہت خطرناک سچویشن میں پھنس گئے ہیں علی! کہیں سچ مچ یہ کمرے ہمارے لیے چوہے دان ہی نہ ثابت ہوں۔۔۔"

"اب اپنی مرضی سے تو اس صورتِ حال سے نہیں نکل سکتے لہٰذا تم بھی بے فکری اوڑھ لو اور لمبی تان کے سو جاؤ۔"

تہذیب ہنس پڑی۔ "چلے تھے نائمہ برق، فولو اور حسن ناصر کو چھڑانے اور خود اس جنجال میں پھنس گئے۔"

"کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے تہذیب! لیکن ہماری کوششیں تو بہرحال جاری رہیں گی۔ نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ نکلے۔"

"ایک بات پوچھوں علی! بتاؤ گے؟" تہذیب نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"دس باتیں پوچھو جانِ علی!" میں نے ترنگ میں کہا۔ "لیکن تمھیں کوئی بات پوچھنے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت کب سے پڑ گئی؟"

"تم ہمیشہ مجھ سے کچھ نہ کچھ چھپاتے رہتے ہو۔" تہذیب نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "کبھی پوری بات نہیں بتاتے یہ تمھاری عادت ہے۔"

"اوہ!" میں ہنس پڑا۔ "یقیناً تم موجودہ صورتِ حال کے بارے میں کچھ پوچھنا چاہتی ہو؟"

"ہاں علی! میرے سوال کا تعلق موجودہ صورتِ حال سے ہی ہے لیکن مجھے یقین نہیں ہے کہ تم صحیح بات بتاؤ گے؟"

"ارے بابا کہہ تو دیا بتاؤں گا۔ پوچھو کیا پوچھنا ہے؟" میں نے آنکھیں نکالیں۔

"ناراض کیوں ہو رہے ہو؟" تہذیب مسکرائی۔ "یہ بتاؤ کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ لوگ ہمارے بارے میں تفتیش کر کے معلوم کر لیں کہ ہمارے نام پتے سب کچھ جعلی ہیں؟"

"بالکل ممکن ہے بلکہ اس کا امکان بہت زیادہ ہے۔ اگر انھوں نے تفتیش کر لی تو انھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"اگر انھیں یہ معلوم ہو گیا کہ ہم نے فرضی نام پتے لکھوائے ہیں تو کیا وہ ہمیں گرفتار کرنے کی کوشش نہیں کریں گے؟"

"بالکل کریں گے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔

"ایسی صورت میں ہمارے فرار ہونے کے کیا امکانات ہوں گے؟"

"نہ ہونے کے برابر۔" میں نے کہا۔

"تو کیا ہم یونہی گرفتار ہو جائیں گے؟" تہذیب نے حیرت سے کہا۔

"اس کے علاوہ کوئی اور چارہ بھی تو نہیں ہے۔ فرار ہونے کی کوشش کر کے ہم سراسر نقصان میں رہیں گے۔"

"تم آخر اتنے مطمئن کیوں ہو؟" تہذیب جھنجلا گئی۔ "یقیناً تمھارے ذہن میں کچھ ہے ورنہ تم اتنے مطمئن نہ ہوتے۔"

مجھے ہنسی آ گئی۔ "تو تم یہ معلوم کرنا چاہ رہی تھیں؟" میں نے کہا۔ "ہاں تہذیب! اگر ہم گرفتار ہو بھی گئے تو وہ ہمیں زیادہ دیر قید نہیں رکھ سکیں گے۔ مجبوراً انھیں فارمولوں کے بارے میں بتانا پڑے گا۔"

تہذیب اچھل پڑی۔ "واقعی علی! یہ تو سامنے کی بات ہے۔" وہ ہنس پڑی۔ "اگر ایسا ہوا تو مزہ ہی آ جائے گا۔ سی آئی اے والے بھی کیا یاد کریں گے کس سے پالا پڑا تھا۔"

اسی طرح باتیں کرتے کرتے ہم سو گئے۔ رات سکون سے گزر گئی۔ صبح کا ناشتا ہم نے کمرے ہی میں کیا۔ ناشتے کے بعد میں کمرے سے باہر نکلا تو میں نے دیکھا کہ سامنے والے کمرے کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کمرے میں رکھی ہوئی ڈریسنگ ٹیبل کے آئینے میں ایک شخص نظر آ رہا تھا جو غالباً اخبار پڑھ رہا تھا لیکن مجھے یہ سمجھنے میں ذرا دقت نہیں ہوئی کہ اُس شخص کا تعلق سی آئی اے سے ہے۔ اور اس طرح ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔ سی آئی اے والوں سے کچھ بعید نہیں تھا۔ یہ بھی ممکن تھا کہ اس وقت ہوٹل کا ہر ملازم اُن کے لیے کام کر رہا ہو۔ میں بے پروائی سے بڈ اور زاہر والے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔

زاہر کمرے ہی میں موجود تھا۔ اُس نے بتایا کہ ابھی تک بڈ کی واپسی نہیں ہوئی ہے۔ اس اطلاع میں تشویش کی کوئی بات نہیں تھی مگر اب اُسے واپس آ جانا چاہیے تھا۔ میں یہ سوچ ہی رہا تھا کہ بڈ واپس آ گیا۔ میں نے غور سے اُسے دیکھا۔ اُس کی آنکھوں سے قطعی ظاہر نہیں ہو رہا تھا کہ رات اُس نے جاگ کر گزاری ہے۔

"او ہو! تم یہاں ہو چیف!" بڈ نے کہا۔ "ابھی میں تمھاری ہی طرف جا رہا تھا۔ رات تو مزہ ہی آ گیا۔"

"تفصیلی رپورٹ پیش کرو۔" میں نے کہا۔

"یہ زیادتی ہے چیف۔ تم نے خود ہی تو کہا تھا کہ عیش کرو۔ اب خود ہی باز پرس بھی کر رہے ہو۔"

"احمقانہ باتیں مت کرو۔ یہ بتاؤ کہ رات تم کہاں کہاں گئے اور تمھارا تعاقب کب تک کیا گیا؟"

"کئی نائٹ کلبوں کے چکر لگانے کے بعد ایک لڑکی مجھے مل گئی۔ میں اُس کے فلیٹ پر چلا گیا۔ بہت غریب لڑکی ہے بے چاری۔۔۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"لڑکی کے حالات بیان کرنے کے بجائے کام کی بات کرو۔ مجھے اُس لڑکی کے حالات جاننے سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔"

"ہاں تو اُس لڑکی کے فلیٹ پر جانے تک یہ لوگ سائے کی طرح میرے ساتھ لگے رہے۔ انھوں نے خود کو چھپانے کی کوئی کوشش نہیں کی۔ پھر انھوں نے فلیٹ کو گھیرے میں لے لیا۔"

"گھیرے میں لینے کا کیا مطلب ہوا؟" زاہر نے چونک کر پوچھا۔

"وہ نگرانی ہی کر رہے تھے لیکن اس طرح کہ اُن کی نظروں میں آئے بغیر فلیٹ سے باہر نکلنا ممکن نہیں تھا۔"

"تو تم نے ساری رات اُس لڑکی کے فلیٹ پر گزار دی؟" میں نے بڈ کو گھورتے ہوئے کہا۔

"نہیں چیف! وہاں تو میں مجبوراً گیا تھا۔ آخر صحت کے لیے سونا بھی تو ضروری ہے۔ پانچ بجے میں اس فلیٹ سے نکل کر ایک پارک میں چلا گیا۔ وہ لوگ مسلسل میرے پیچھے لگے ہوئے تھے۔ پارک میں ایک گھنٹا جاگنگ اور دیگر مختلف ورزشیں کرنے کے بعد میں پھر گھومنے نکل کھڑا ہوا۔ ناشتا جس ہوٹل میں کیا وہ یہاں سے بہت دور ہے۔ اب وہیں سے آرہا ہوں۔"

"ٹھیک ہے بڈ۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "تم نے اپنا کردار بہت اچھی طرح نبھایا۔ اب اگر نیند پوری کرنا چاہو تو سو جاؤ۔ اٹھنے کے بعد پھر گھومنے نکل جانا اور اس بار زاہر کو ساتھ لیتے جانا۔ کچھ دیر ساتھ گھومنے کے بعد تم دونوں الگ الگ ہو جانا۔ تھک جاؤ تو واپس آجانا۔"

"بڈ کبھی نہیں تھکتا چیف۔" بڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "لیکن اس طرح گھومنے سے رقم بہت خرچ ہوتی ہے۔"

"شاید تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ رات والے پیسے ختم ہو گئے۔" میں نے جیب سے مزید نوٹ نکال کر اُس کی طرف بڑھا دیے۔ "یہ رکھو لیکن خیال رہے کہ شام سات بجے تک لازماً واپس آجانا۔"

میں نے اپنے کمرے میں واپس آکر تہذیب کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔ میری باتیں سن کر تہذیب نے پوچھا۔ "تم بڈ اور زاہر کے ذریعے اُن لوگوں کو کیا تاثر دینا چاہتے ہو؟"

"وہ دونوں واشنگٹن کی سیر کر رہے ہیں لہٰذا ہم دونوں کو واشنگٹن کی سیر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"کیوں؟ ہم دونوں اس ضرورت سے کیوں بے نیاز ہیں؟" تہذیب نے یونہی روا روی میں پوچھا۔

"ہمارے پاس فرصت جو نہیں ہے۔" میں نے بڑی معصومیت سے کہا۔ "ہم دوست ہیں اور یہاں کوئی مداخلت کرنے والا نہیں ہے۔"

تہذیب جھینپ گئی۔ "میں نہیں رُکوں گی اب کمرے میں۔ اس طرح تو واقعی اُن لوگوں پر یہی تاثر پڑے گا۔"

"اس وقت تو تمھارا جو جی چاہے کرو لیکن شام سات بجے مجھے تنہا چھوڑ دینا۔ میں ہیلن سے اکیلے میں ملنا چاہتا ہوں۔"

"کیوں؟" تہذیب نے مجھے غور سے دیکھا۔ "کیا کوئی خاص آئیڈیا ہے تمھارے ذہن میں؟"

"صرف اتنا کہ تمھاری موجودگی میں شاید وہ کھل کر گفتگو نہ کرے۔ جب وہ چلی جائے تب تم واپس آنا۔" میں نے کہا اور تہذیب نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔

شام تک کوئی خاص واقعہ رونما نہیں ہوا۔ نگرانی کرنے والے بدستور موجود تھے۔ دوپہر کا کھانا ہم نے ڈائننگ ہال میں کھایا۔ نگرانی کرنے والے سائے کی طرح ہمارے ساتھ لگے ہوئے تھے۔ خود کو چھپانے کی کوشش کرنے کے بجائے وہ خود کو نمایاں کر رہے تھے۔ شاید اُن کا مقصد یہ رہا ہو کہ ہمیں زیادہ سے زیادہ ہراساں کیا جائے۔

شام چھ بجے کے بعد بڈ اور زاہر واپس آئے۔ میں نے اُن دونوں کو اپنے کمرے میں بلایا اور کہا۔ "جب تک ہیلن واپس نہ چلی جائے تم دونوں اپنے کمرے میں رہو گے۔ تہذیب بھی تمھارے ساتھ ہی رہے گی۔ اپنے کمرے میں گفتگو کرتے ہوئے تم لوگ بہت محتاط رہنا۔ مجھے خدشہ ہے کہ اب وہاں ہونے والی گفتگو کہیں اور بھی سنی جا سکے گی۔"

"یہ شبہ تمھیں کیسے ہوا چیف؟" بڈ نے پوچھا۔

"تم لوگ تمام دن غائب رہے ہو۔ تمھاری عدم موجودگی میں اُن لوگوں نے یقیناً وہاں کوئی ایسا آلہ چھپا دیا ہوگا جس کے ذریعے وہاں ہونے والی گفتگو سے باخبر رہ سکیں۔"

"یہ کوشش اس کمرے کے لیے بھی تو کی جا سکتی تھی۔ کیا تم لوگوں نے کمرا خالی نہیں چھوڑا تھا؟" بڈ نے سوال کیا۔

"ہم دونوں نے دوپہر کا کھانا ڈائننگ ہال میں کھایا تھا لیکن ہماری عدم موجودگی میں کوئی کمرے میں نہیں داخل ہوا۔ میں نے ایسا انتظام کر لیا تھا کہ اگر کوئی کمرے میں داخل ہوتا تو مجھے اس کا پتا چل جاتا۔"

وہ تینوں چلے گئے اور میں ہیلن کا انتظار کرنے لگا۔ مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ ٹھیک سات بجے دروازے پر دستک ہوئی۔ میں نے دروازہ کھولا۔ ہیلن دروازے پر کھڑی مسکرا رہی تھی۔ "ہائے۔" اُس نے کہا۔

"ہائے۔" میں نے بھی جواباً اُسے ہیلو کہا۔ "وقت کی بہت

پابند ہو۔ مجھے بالکل بھی انتظار نہیں کرنا پڑا۔ آؤ، اندر آجاؤ۔"

ہیلن کمرے میں آئی اور صوفے پر بیٹھ گئی۔ "وقت کی پابندی کے معاملے میں بالکل انگریز ہوں۔" اُس نے کہا۔

"بہت اچھی بات ہے۔ میں خود بھی اس بات کا قائل ہوں۔" میں نے اُس کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "کل خیریت سے پہنچ گئی تھیں؟"

"ہاں، مجھے بھلا کیا خطرہ ہو سکتا تھا۔" اُس نے بڑی معصومیت سے کہا اور میں حیران رہ گیا۔ اُس کے انداز میں تصنع نہیں تھا گویا وہ اس بات سے لاعلم تھی کہ ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔

"جوہری توانائی کے ادارے کے ملازمین کسی وقت بھی کسی خطرے کی زد میں آسکتے ہیں۔"

ہیلن چونک پڑی۔ "تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" اُس نے سرسراتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"رات تمھارے جانے کے بعد میڈم جیکولین یہاں تشریف لائی تھیں۔ انھی کی زبانی علم ہوا ہے۔"

"جیکولین یہاں آئی تھی؟" ہیلن اُلجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "مگر وہ یہاں کیوں آئی تھی؟"

"تم اُسے جانتی ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کیوں نہیں جانوں گی۔ وہ ہمارے ہاں سیکیورٹی اسٹاف کی انچارج ہے۔ بہت کم باہر نکلتی ہے۔"

"ظاہر ہے جب تم نے اُسے رات کے واقعے سے آگاہ کیا ہوگا تو . . . ."

"میں نے اُسے کچھ نہیں بتایا۔ میری تو اُس سے ملاقات تک نہیں ہوئی اور ایک اُسے کیا، میں نے تو کسی کو بھی کچھ نہیں بتایا۔"

میں حیران رہ گیا۔ اگر ہیلن نے کسی کو کچھ نہیں بتایا تھا تو پھر جیکولین کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ ہیلن نے آج میرے پاس آنے کا وعدہ کیا ہے۔ میں بہت تیزی سے سوچ رہا تھا۔ جب ہیلن نے مجھ سے یہ بات کی تھی اُس وقت ہمارے نزدیک کوئی موجود نہیں تھا ورنہ میں یہ سوچ کر مطمئن ہو جاتا کہ ہیلن کی نگرانی کرنے والوں میں سے کسی نے ہماری گفتگو سن کر جیکولین تک پہنچا دی ہوگی لیکن چونکہ ایسا نہیں ہوا تھا اس لیے یہی سوچا جا سکتا تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز ضرور ہے جس کے ذریعے اُن لوگوں تک آوازیں پہنچ جاتی ہیں۔ اس نتیجے پر پہنچنے کے بعد میرے لیے یہ سمجھنا مشکل نہیں رہا کہ انھوں نے احتیاطاً ایسا کیا ہوگا اور ایسی کوئی بھی چیز چھپانے کے لیے ہیلن کا پرس بہترین جگہ تھی۔

"میں سوچ رہا ہوں اُس بڈھی کھوسٹ جیکولین کو بھاڑ میں جھونکو۔ تم بہت حسین ہو۔ اپنے بارے میں باتیں کرو۔"

"صرف باتیں؟" ہیلن نے بے باکی سے مسکرا کر کہا۔

"باتیں بھی۔" میں نے معنی خیز انداز میں کہا اور ہونٹوں پر انگلی رکھ کر ہیلن کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ہیلن نے کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں میری طرف دیکھا۔ میں نے اُس کی طرف توجہ دیے بغیر ایک کاغذ پر لکھا: "ہیلن، مجھے شبہ ہے کہ تمھارے پرس میں جاسوسی کا کوئی آلہ موجود ہے لہٰذا اب ہم غیر متعلق باتیں کریں گے، باقی باتیں نیچے ڈائننگ ہال میں ہوں گی، چلتے وقت اپنا پرس یہیں چھوڑ جانا۔"

ہیلن حیرت سے مجھے تکتے دیکھتی رہی، پھر میں نے کاغذ اُس کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے میری لکھی ہوئی عبارت پڑھی اور اُس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں لیکن اُس نے ذہانت کا ثبوت دیا اور ہنس کر بولی۔

"یہ سوچنے کا وقت نہیں ہے ڈیئر! تم بار بار کس سوچ میں ڈوب جاتے ہو؟"

"میں سوچ رہا ہوں کہ پہلے ڈنر کر لیں، کیا خیال ہے؟"

"میں کیا کہہ سکتی ہوں، تمھاری مہمان ہوں۔"

"اچھا یہ بتاؤ ڈنر کے لیے کمرا موزوں رہے گا . . ."

"نہیں، ڈنر کا لطف تو ڈائننگ ہال میں ہی آئے گا۔"

"تو چلو پہلے ڈنر کر لیں۔" میں نے کہا اور ہیلن کے ساتھ کمرے سے نکل آیا۔ ہیلن نے اپنا پرس کمرے میں ہی چھوڑ دیا تھا اور اب ہم گفتگو کرنے کے لیے آزاد تھے۔

"تم نے کیا لکھا تھا؟" ہیلن نے راہداری میں ہی پوچھا۔ "میں پوری طرح نہیں سمجھ سکی۔"

"بتاتا ہوں . . . بتاتا ہوں۔ اتنی جلدی کیا ہے۔ پہلے ڈائننگ ہال میں پہنچ کر سکون سے بیٹھ تو جائیں۔"

ہیلن اصل بات معلوم کرنے کے لیے خاصی مضطرب تھی۔ ڈائننگ ہال کی ایک میز پر بیٹھتے ہی اُس نے پھر اپنا سوال دُہرایا۔

"تم نے کسی سے تذکرہ کیا تھا کہ آج شام سات بجے میرے پاس آؤ گی؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، میں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ میں نے اس ضمن میں کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔"

"لیکن جیکولین کو معلوم تھا کہ تم آج مجھ سے ملنے آرہی ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ بات اُس کے علم میں کیسے آگئی۔ یقیناً تمھارے پاس کوئی ایسی چیز موجود ہے جس کے ذریعے اُن تک آوازیں پہنچ سکتی ہیں اور ممکنہ طور پر وہ چیز تمھارے وینٹی بیگ میں ہی ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات تو سمجھ میں نہیں آتی۔"

ہیلن کا منہ مارے حیرت کے کھل گیا۔ "مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس طرح میری گفتگو سنی جائے۔" اُس نے غصیلے لہجے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں کہا۔

"کیا ملازمت کے وقت تمھیں بتایا نہیں گیا تھا کہ اس ملازمت کے دوران تمھیں کتنی پابندیاں برداشت کرنا پڑیں گی؟"

"نہیں، مجھے یہ ہرگز نہیں بتایا گیا تھا کہ میری جاسوسی اس طرح بھی کی جائے گی۔ اگر مجھے یہ علم ہوتا تو ہرگز ملازمت نہ قبول کرتی۔ لیکن تم کون ہو؟" اُس نے یک بیک چونک کر پوچھا۔

"تم غلط سمجھ رہی ہو۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "میرا تعلق اُن لوگوں سے نہیں ہے اور نہ ہی یہ کسی قسم کا امتحان ہے۔"

"تب بھی میں یہ ضرور جاننا چاہوں گی کہ تم کون ہو اور جیکولین تمھارے پاس کیوں آئی تھی؟"

"میں تنہا نہیں ہوں ہیلن۔ میرے تین ساتھی اور بھی ہیں اور تینوں اسی ہوٹل میں مقیم ہیں۔ تمھاری مدد کرنے کے جرم میں کل رات ہم سب سے پوچھ گچھ کی گئی اور اُس وقت سے مستقل ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"پوچھ گچھ کیوں کی گئی، وہ تم سے کیا معلوم کرنا چاہ رہے تھے؟"

"اُن کا خیال تھا کہ تمھارا پرس میں نے ہی غائب کروا دیا تھا اور یہ تم سے تعارف حاصل کرنے کا ایک طریقہ تھا نیز یہ کہ ہم لوگ کسی قسم کی تخریبی سرگرمی میں ملوث ہیں۔"

"اوہ! پھر کیا ہوا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ اُن کی ساری باتیں مفروضوں پر مبنی تھیں لہٰذا وہ کچھ بھی ثابت نہ کر سکے لیکن اس کے بعد انھوں نے ہماری نگرانی شروع کرا دی ہے۔"

"میں اپنا وینٹی بیگ چیک کروں گی ایلن۔" ہیلن نے کہا۔ "اگر اس میں سے واقعی جاسوسی کا کوئی آلہ نکل آیا تو میں ملازمت چھوڑ دوں گی۔"

"تم غلطی کرو گی ہیلن! اس قسم کے جذباتی قدم نہیں اٹھانے چاہئیں۔"

"لیکن میں اسے پسند نہیں کرتی۔" ہیلن غصیلے لہجے میں بولی۔

"بات پسند ناپسند کی نہیں ہے۔ یہ سوچو کہ اس طرح تمھیں کتنا تحفظ حاصل ہے۔ اگر کسی وقت تم کسی مشکل میں پھنس گئیں تو انھیں فوراً علم ہو جائے گا اور وہ تمھاری مدد کو پہنچ سکیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" ہیلن نے بیزاری سے کہا۔ "میں اس پر غور کروں گی۔"

میں نے ویٹر کو ڈنر کے لیے آرڈر نوٹ کرایا اور ڈنر کے دوران میں نے اس سے کہا۔ "تم شاید مسٹر گرے ہولڈنگ کی پرسنل سیکریٹری کی حیثیت سے ملازمت کر رہی ہو؟"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" ہیلن نے چونک کر پوچھا۔

"تمھاری سیکیورٹی چیف کی مہربانی سے۔ یہ اطلاع بھی اُنھی کی فراہم کردہ ہے۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔" ہیلن نے منہ بنا کر کہا۔ "مجھ سے تو کہا گیا تھا کہ مجھے عام لوگوں سے اپنی حیثیت پوشیدہ رکھنی ہو گی اور سیکیورٹی چیف صاحبہ کا عالم یہ ہے کہ خود وہ اس قسم کی معلومات غیر متعلقہ لوگوں کو فراہم کرتی پھر رہی ہیں۔"

"میں سوچ رہا ہوں کہ کیوں نہ اس سلسلے میں مسٹر گرے ہولڈنگ سے بات کی جائے۔" میں نے کہا۔

"وہ تو میں کروں گی۔" ہیلن نے کہا۔ "اُن کے علم میں لانا ضروری ہے کہ سیکیورٹی چیف خود ضابطوں کی خلاف ورزی کی مرتکب ہو رہی ہے۔"

"یہ مناسب نہیں رہے گا۔ سیکیورٹی چیف تمھاری دشمن ہو جائے گی۔ ممکن ہے بدلہ لینے کے لیے وہ تمھیں کسی چکر میں ہی پھنسا دے۔"

"بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" ہیلن متفکرانہ انداز میں بڑبڑائی۔ "لیکن یہ بات اُن کے علم میں لانا بھی ضروری ہے۔"

"اگر تم اُن سے میری ملاقات کرا سکو تو یہ کام میں کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا اور ہیلن خوشی سے تقریباً اُچھل ہی پڑی۔

"یہ ٹھیک ہے۔ لیکن اس کے لیے تمھیں میرے ساتھ گرین کلب تک چلنا پڑے گا۔" ہیلن نے کہا۔

"تمھارے فائدے کے لیے تو میں کہیں بھی جا سکتا ہوں۔ گرین کلب تو بہت اچھی جگہ ہو گی۔"

میری بات سن کر ہیلن مسکرائی۔ "اچھی جگہ کیا، بس عام کلبوں کی طرح ہے اور صرف ممبروں کے لیے مخصوص ہے۔"

"تو پھر میں وہاں کیسے جا سکوں گا؟" میں نے اضطراب ظاہر کیا۔

"میں بھی اس کلب کی ممبر ہوں۔ تمھیں ساتھ لے کر چلوں گی۔ کلب کے قواعد کے مطابق ایک ممبر کے ساتھ ایک مہمان آ سکتا ہے۔"

"لیکن یہ کیا ضروری ہے کہ وہاں مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملاقات ہو ہی جائے؟"

"ضروری ہے۔ اُن کا معمول ہے کہ وہ رات نو بجے کے بعد کم از کم ایک گھنٹہ ضرور کلب میں گزارتے ہیں۔"

میں نے سکون کا سانس لیا۔ تمام تر مشکلات کے باوجود مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملاقات کی صورت نکل آئی تھی۔ معلوم نہیں جیکولین نے ہوٹل میں لکھوائے گئے ہمارے نام اور پتوں کی تصدیق کرنے کی زحمت بھی گوارا کی تھی یا نہیں، لیکن اُن

کی طرف سے خاموشی اسی بات کی غماز تھی کہ جیکولین نے اس پہلو کو غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیا ہے ورنہ وہ خاموش نہ بیٹھتی۔

ڈنر کے بعد مجھے ہیلن کے ساتھ جانا تھا اور ہوٹل سے غیر حاضری کے بارے میں تہذیب کو مطلع کرنا ضروری تھا چنانچہ میں ہیلن سے معذرت کر کے اٹھا اور بڈ کے کمرے کے دروازے پر دستک دی۔ میں نے تہذیب کو باہر بلوایا اور جلدی جلدی اُسے ساری بات بتا کر ہدایات دیں اور پھر ہیلن کے پاس واپس آ گیا۔

"یہاں سے چلتے وقت تم اپنا پرس ساتھ لے لینا۔" میں نے ہیلن سے کہا۔ "ظاہر ہے کہ اس کے بعد ہمیں گفتگو کرتے ہوئے محتاط رہنا ہو گا۔ مجھے مسٹر گرے ہولڈنگ سے ملوانے کے بعد تم واپس چلی جانا۔ میں خود اُن سے بات کر لوں گا۔"

"لیکن وہ تو وہاں صرف برج کھیلتے ہیں۔" ہیلن نے کہا۔ "اگر تم برج کھیلنا جانتے ہو تو مسٹر گرے ہولڈنگ کی قربت بھی حاصل کر سکو گے اور وہ تمھاری بات کو اہمیت بھی دیں گے۔"

"بے فکر رہو۔ تمھاری خاطر میں برج بھی کھیل لوں گا۔"

پونے نو بجے کے قریب ہم ہوٹل سے باہر آئے اور نو بج کر کچھ منٹ پر ہم گرین کلب کے کمپاؤنڈ میں ٹیکسی سے اُتر رہے تھے۔ ہیلن کی وجہ سے کلب میں داخل ہونا مشکل ثابت نہیں ہوا۔ مسٹر گرے ہولڈنگ ایک میز پر بیٹھے نظر آ گئے۔ میز کے گرد دو افراد اور بھی نظر آ رہے تھے مگر مسٹر گرے ہولڈنگ کے مقابل والی کرسی خالی تھی جس کا مطلب تھا کہ اُن کا پارٹنر ابھی تک نہیں پہنچا ہے اور یہ ایک خوش آئند بات تھی۔

ہیلن کو دیکھ کر مسٹر گرے ہولڈنگ نے اظہارِ شناسائی کے طور پر سر کو ہلکی سی جنبش دی اور بولے۔ "آج تم کیسے اِدھر آ نکلیں بے بی؟"

"ان سے ملیے جناب! یہ ایلن گراہم ہے، میرا دوست۔ برج کا بہت شوقین ہے۔" ہیلن نے کہا۔

"اوہ۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا۔ "آج ہمارا پارٹنر نہیں آیا۔ اگر تم پسند کرو تو ہمارے ساتھ برج کھیلو۔"

"ضرور مسٹر گرے ہولڈنگ۔" میں نے اُن کے مقابل بیٹھتے ہوئے کہا۔ "مجھے برج کا شوق ضرور ہے لیکن یہ کھیل اتنا مشکل ہے کہ میں اسے پوری مہارت کے ساتھ نہیں کھیل پاتا۔"

"ہم سبھی شوقیہ کھیلتے ہیں۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "یہاں کون ماہر ہے۔"

اس کے بعد کھیل شروع ہو گیا۔ ہیلن ایک کرسی کھینچ کر میرے برابر بیٹھ گئی تھی لیکن آدھے گھنٹے بعد وہ اٹھ گئی۔ "میں چلتی ہوں ایلن۔" اُس نے کہا۔ "تم سے پھر کب ملاقات ہو گی؟"

"کل شام کو آ جانا۔" میں نے کہا اور ہیلن بائی بائی کہہ کر چلی گئی۔ اس کے مزید آدھے گھنٹے بعد میں نے بھی مسٹر گرے ہولڈنگ سے معذرت چاہی۔

"بس ایک ڈیل اور کھیل لو، پھر میں بھی جاؤں گا۔" انھوں نے کہا اور میں آخری ڈیل کھیلنے بیٹھ گیا۔ برج ٹیبل پر میں نے کوئی کرتب نہیں دکھایا۔ بس شرافت سے کھیلتا رہا تھا۔ آخری ڈیل کھیل کر میرے ساتھ مسٹر گرے ہولڈنگ بھی اٹھ گئے۔ میں نے اُن کے ساتھ چلتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ اپنے وقت میں سے چند منٹ مجھے دے سکیں گے؟ میں آپ سے تنہائی میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔"

وہ چلتے چلتے رک گئے۔ "آؤ اس ٹیبل پر بیٹھتے ہیں۔" انھوں نے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔ جہاں کئی میزیں خالی نظر آ رہی تھیں۔

"میں خاص طور پر آپ سے ملنے کے لیے کلب آیا تھا ورنہ برج سے مجھے کوئی خاص دلچسپی نہیں ہے۔" میں نے نشست سنبھالنے کے بعد کہا۔

"لیکن تم کھیلتے تو بہت اچھا ہو۔ اگر باقاعدگی سے کھیلا کرو تو ممکن ہے نیشنل چیمپئن شپ میں بھی حصہ لے سکو۔"

"مجھے برج سے کہیں زیادہ اہم کام سر انجام دینے ہوتے ہیں مسٹر گرے ہولڈنگ! ورنہ میں آپ کے مشورے پر ضرور عمل کرتا۔"

"خیر تو تم مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے تھے؟"

"اس بات کا تعلق جوہری توانائی کے کچھ فارمولوں سے ہے اور آپ بھی جوہری توانائی سے متعلق محکمے میں ہیں۔"

"میں سمجھا تھا کہ تم کوئی نجی نوعیت کی گفتگو کرو گے۔ معاف کرنا دوست! میں کلب میں سرکاری نوعیت کی باتیں کرنا پسند نہیں کرتا۔"

"آپ کو اپنی پسند بالائے طاق رکھنا ہو گی اس لیے کہ معاملہ بہت گمبھیر ہے۔ قومی سلامتی داؤ پر لگی ہوئی ہے۔"

"کیا کہہ رہے ہو تم؟" مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر کہا۔ "اس قسم کی غیر ذمے دارانہ گفتگو کا نتیجہ جانتے ہو...؟"

"میں کچھ نہیں جانتا جناب! مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم کہ جو مسئلہ درپیش ہے اس کے سلسلے میں کس سے ملنا چاہیے اور پھر کسی بڑے افسر سے ملنا کس قدر مشکل ہوتا ہے اس سے تو آپ واقف ہوں گے ہی۔"

"تمھیں جو کچھ کہنا ہے جلدی سے کہہ ڈالو۔ اگر تم نے میرے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ساتھ برتاؤ نہ کھیلا ہوتا تو شاید میں یہ بھی نہ کرتا۔"

"اس عنایت کے لیے شکر گزار ہوں جناب!" میں نے کہا۔ "دراصل میں یہ بتانا چاہتا تھا کہ جوہری ہتھیاروں کے چند فارمولے چوری کر لیے گئے ہیں۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر مجھے دیکھا پھر ہنس پڑے۔ "تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ تم کس قدر ناقابلِ یقین بات کہہ رہے ہو۔"

"اور آپ کو یہ اندازہ نہیں ہے کہ اگر وہ فارمولے کسی غلط آدمی کے ہتھے چڑھ گئے ہوتے تو اس کا نتیجہ کیا نکل سکتا تھا؟"

مسٹر گرے ہولڈنگ ایک لمحے کے لیے سنجیدہ نظر آئے پھر دوبارہ بے اعتباری نے اُن کے چہرے پر بسیرا کر لیا۔

"سچ بتاؤ تم کون ہو؟ کہیں تم کوئی تجربہ کرنے کے چکر میں تو نہیں ہو۔ مجھے تو تم کوئی رائٹر لگتے ہو۔ میں نے سُنا ہے کہ بہت سے رائٹر اس جنون میں مبتلا ہوتے ہیں کہ حقیقت سے قریب تر لکھیں اور اس دُھن میں وہ بعض اوقات عجیب عجیب حرکتیں کر گزرتے ہیں۔ ممکن ہے یہ تمھارے کسی ناول کا پلاٹ ہو اور تمھیں اس کے لیے کسی قسم کا مواد درکار ہو؟"

"آپ ایک ذمے دار آدمی ہیں مسٹر گرے ہولڈنگ۔ مجھے توقع نہیں تھی کہ آپ اتنی غیر ذمے دارانہ گفتگو کا مظاہرہ بھی کر سکتے ہیں۔"

"یہ بات تم صرف اس لیے کہہ رہے ہو کہ فارمولوں کے حفاظتی انتظام سے واقف نہیں ہو۔ فارمولوں کی چوری کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔"

"پہلے آپ کو مجھ سے پوری بات پوچھنی چاہیے تھی اس کے بعد میری باتوں کی تصدیق کرنی چاہیے تھی۔ پھر اگر آپ کوئی فیصلہ کرتے تو میں مان لیتا کہ آپ ایک ذمے دار افسر ہیں، لیکن یہ طرزِ عمل تو بہت دل شکن ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر ایلن گراہم!" گرے ہولڈنگ نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "تمھیں جو کچھ بھی کہنا ہے کم سے کم الفاظ میں کہہ ڈالو اس کے بعد میں کچھ سوچوں گا۔"

"شکریہ جناب!" میں نے کہا۔ "میں یہ تو نہیں بتا سکتا کہ فارمولے کس طرح چوری کرائے گئے ہوں گے کیونکہ اس بات سے میں خود بھی لاعلم ہوں لیکن یہ مجھے معلوم ہے کہ فارمولے ہاروت رابیل نے چوری کرائے تھے۔"

گرے ہولڈنگ کی آنکھوں میں حیرت کے آثار نظر آئے مگر انھوں نے کوئی تبصرہ نہیں کیا۔ اور میں نے اپنا بیان جاری رکھا۔

"ہاروت رابیل کی تحویل میں ایک جرمن سائنس داں تھا جس کا نام ڈی فوسٹر تھا۔ ہاروت رابیل کا ارادہ تھا کہ ان فارمولوں کے ذریعے ہتھیار تیار کرا کے فروخت کرے گا۔ اس طرح اُس کی آمدنی میں سیکڑوں گنا اضافہ ہو سکتا تھا۔ ظاہر ہے کہ کسی ملک کو یہ ہتھیار کسی اور ذریعے سے نہیں حاصل ہو سکتے تھے اور انھیں حاصل کرنے کے لیے بہت سے ممالک منہ مانگی قیمت ادا کرنے کو تیار تھے لیکن ہاروت رابیل کی بدقسمتی یہ ہوئی کہ ڈی فوسٹر فارمولوں سمیت ہاروت رابیل کی قید سے فرار ہو گیا۔ نہ صرف فرار ہوا بلکہ جرمنی پہنچ کر اس نے چند بڑے ممالک سے ان فارمولوں کی سودے بازی کی کوشش بھی کر ڈالی۔"

میں خاموش ہو گیا اور گرے ہولڈنگ نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "تم بڑی حیرت انگیز داستان سُنا رہے ہو ایلن! پھر کیا ہوا؟"

"بہت طویل داستان ہے مسٹر گرے ہولڈنگ! اسے سُن کر آپ کو کوئی فائدہ بھی نہیں ہوگا۔ مختصر یوں سمجھ لیں کہ ڈی فوسٹر مر گیا اور فارمولے اتفاقاً میرے ہاتھ لگ گئے۔ جی ہاں میں اسے اتفاق ہی کہوں گا کہ بڑے بڑے ممالک کے ذہین ترین ایجنٹ جھک مارتے رہ گئے۔ اور فارمولے میرے ہاتھ لگ گئے جبکہ مجھے ان کے بارے میں کچھ بھی معلوم نہیں تھا۔ ساری تفصیلات مرتے وقت ڈی فوسٹر نے میرے گوش گزار کی تھیں اور اب میں چاہتا ہوں کہ فارمولے حکومت امریکا کی تحویل میں واپس پہنچ جائیں۔ یہ کام یوں تو بہت آسان تھا کہ میں کسی بھی ذریعے سے انھیں واپس کر دیتا لیکن میں نہیں چاہتا کہ یہ بات پھیلے۔ اس لیے میں نے بڑی مشکل سے آپ تک رسائی حاصل ہے اور آپ ہیں کہ میری بات سننے پر بھی آمادہ نہیں ہیں۔"

"تمھاری باتیں اب بھی مجھے کسی ہوشربا داستان کی طرح معلوم ہو رہی ہیں بیٹے!" گرے ہولڈنگ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تاہم اگر یہ سب کچھ سچ ہے تو تم نے بہت اچھا کیا کہ براہِ راست مجھ سے رابطہ قائم کیا۔ لہٰذا میں ابھی جا کر چیک کروں گا اگر کچھ فارمولے غائب ہوئے تو میں تمھاری تمام باتیں درست مان لینے پر مجبور ہوں گا۔"

"اب آپ نے معقولیت کا مظاہرہ کیا ہے مسٹر گرے ہولڈنگ!" میں نے کہا۔ "میری بات کی صداقت ثابت ہو جائے تو کرسٹل ہوٹل میں مجھ سے رابطہ قائم کر لیجیے گا۔"

"مسروقہ فارمولوں کی اصلی نقلیں مل گئیں تو تمھیں بہت بڑے انعام سے نوازا جائے گا۔" گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "لیکن اگر یہ سب کچھ سچ

ہے تو اس بات کی کیا ضمانت ہوگی کہ اُن کی نقلیں نہیں تیار کی گئی ہوں گی؟"

"کسی کو اتنا موقع ہی نہیں مل سکا جناب! ڈی فوسٹر سے وہ فلمیں مجھے ملی تھیں اور میں اس سلسلے میں زبانی یقین دہانی کے علاوہ کچھ نہیں کر سکتا۔"

"ٹھیک ہے۔" گرے ہولڈنگ نے سر ہلایا۔ "لیکن فارمولوں کی واپسی کے عوض تم کتنی رقم کا مطالبہ کرو گے؟"

"میں رقم کے لیے یہ کام نہیں کر رہا ہوں جناب! البتہ میری ایک چھوٹی سی خواہش ہے۔ اگر وہ پوری کر دی جائے تو میں شکر گزار ہوں گا۔"

"کیا؟" مسٹر گرے ہولڈنگ نے پوچھا۔

"چند روز قبل تین افراد گرفتار کیے گئے ہیں۔ انھوں نے کبھی مجھ پر کوئی احسان کیا تھا۔ اگر میری اس خدمت کی کوئی قیمت ادا ہی کرنی ہے تو انھیں رہا کر دیا جائے۔"

"بلیک میلنگ؟" گرے ہولڈنگ نے میری آنکھوں میں دیکھا۔

"ہرگز نہیں!" میں نے نفی میں سر ہلایا۔ "صرف ایک درخواست۔ فارمولے تو ہر حال میں میں واپس کروں گا۔"

"اس اسپرٹ کے تحت تو حکومت تمھارے مطالبے پر غور کرنے کے لیے مجبور ہو جائے گی۔ اُن تینوں کے نام بتاؤ۔"

"نائمہ برق، فواد اور حسن ناصر۔" میں نے کہا اور گرے ہولڈنگ کو چونکتے دیکھا۔

"تینوں عرب؟" اُس نے کہا۔ "کہیں اُن کا تعلق فلسطین کی آزادی کی تنظیم سے تو نہیں ہے؟"

"وہ کوئی بھی ہیں اور کسی سے بھی تعلق رکھتے ہیں، مجھے اس سے غرض نہیں ہے۔ میں تو اُن کا ایک پرانا احسان چکانا چاہتا ہوں۔ اگر میری درخواست منظور کر لی جائے تو میں اسے اپنے لیے ایک اعزاز سمجھوں گا اور اگر نہ منظور کی گئی تو میں سمجھ لوں گا کہ اُن لوگوں کا احسان چکانا میرے نصیب میں نہیں تھا۔"

"ٹھیک ہے ایلن! کل صبح تم میرے آفس آ جاؤ۔ اُس وقت تک فیصلہ ہو چکا ہوگا۔ بقیہ باتیں وہیں ہوں گی۔"

"کیا آپ کا آفس اُسی عمارت میں ہے جس کے دروازے پر یہ دھمکی تحریر ہے . . .؟"

"وہ صرف اُن لوگوں کے لیے ہے جو چوری چھپے عمارت میں داخل ہونے کی کوشش کریں۔ اگر تم مجھے اپنی آمد کا صحیح وقت بتا سکو تو تمھیں عمارت میں داخل ہونے میں کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے مسٹر گرے ہولڈنگ! میں ٹھیک دس بجے وہاں پہنچ جاؤں گا۔ فارمولوں کی فلمیں میرے پاس ہوں گی۔"

اس کے بعد میں نے مسٹر گرے ہولڈنگ سے اجازت چاہی لیکن اجازت دینے کے بجائے انھوں نے مجھے ہوٹل تک ڈراپ کرنے کی آفر کی جسے میں نے قبول کر لیا۔

ہوٹل میں میرے تینوں ساتھی میرے کمرے میں موجود تھے اور حالات جاننے کے لیے بہت بے چین تھے۔ میں نے مختصراً انھیں ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔

"اب صبح نو بجے میں زاہر کے ساتھ بینک جاؤں گا جہاں لاکر سے فلمیں نکال کر ہم گرے ہولڈنگ کی طرف جائیں گے۔"

"تم جلد بازی سے کام لے رہے ہو علی!" تہذیب نے کہا۔ "انھیں فلمیں مل گئیں تو ممکن ہے وہ اُن تینوں کو رہا نہ کریں۔"

"میں نے جو راستہ منتخب کیا ہے وہ سہل ہونے کے ساتھ ساتھ مختصر بھی ہے اور اس میں کامیابی کے امکانات زیادہ بھی ہیں۔ ہم انھیں ممنونِ احسان کر کے زیادہ آسانی سے کام کرا سکتے ہیں۔ یہ لوگ بلیک میلنگ کے چکر میں بہت کم سرنگوں ہوتے ہیں اور میں نہیں سمجھتا کہ اس طرح ہم کوئی فائدہ اٹھا سکتے ہیں بلکہ شاید ہم نقصان میں ہی رہیں۔"

"ٹھیک ہے علی! ظاہر ہے فیصلہ تو تم کر ہی چکے ہو۔"

"ہاں تہذیب! میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ اب اس چکر سے جان چھڑا ہی لینی چاہیے۔ گرے ہولڈنگ کے پاس سے ہم زیادہ سے زیادہ بارہ بجے تک واپس آ جائیں گے اور کل شام تک نیویارک کے لیے روانہ ہو جائیں گے۔ تم ساری تیاریاں مکمل کر لینا۔ اب امریکا میں مزید رُکنا مناسب نہیں ہے۔"

صبح پروگرام کے مطابق میں زاہر کے ساتھ نکل کھڑا ہوا۔ جوہری ہتھیاروں کے محکمے کے سامنے ہم ٹیکسی سے اُترے تو ٹھیک دس بجے تھے۔ میری جیبوں میں فلموں کے علاوہ ایک پستول بھی موجود تھا جو میں نے احتیاطاً ساتھ رکھ لیا تھا۔ عمارت کے گیٹ پر ایک شخص نے ہمارا استقبال کیا۔ میں نے اُس سے اپنا تعارف کرایا اور بتایا کہ مسٹر گرے ہولڈنگ سے میری ملاقات طے ہے۔

"یہ آپ کے ساتھ کون صاحب ہیں؟" اُس شخص نے کہا۔ "مجھے تو صرف آپ کے لیے ہدایت ملی ہے۔"

"یہ میرے رفیقِ کار ہیں۔" میں نے کہا۔ "میں مسٹر گرے ہولڈنگ سے ان کا تذکرہ کرنا بھول گیا تھا۔"

"مجھے افسوس ہے جناب! آپ اکیلے ہی اندر جا سکیں گے۔ مجھے صرف آپ کے لیے ہدایت دی گئی ہے۔"

"میں اندر جاؤں گا تو میرا ساتھی بھی اندر جائے گا ورنہ میں واپسی کو ترجیح دوں گا۔" میں نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے بے بسی سے کہا۔ "آپ لوگ اندر آئیے، مجھے اس بارے میں ہدایات لینی پڑیں گی۔"

"جو جی چاہے کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا پھر میں اور زاہر اس کی معیت میں عمارت کے کمپاؤنڈ میں داخل ہوئے۔ عمارت کے دروازے پر مسلح محافظ موجود تھے جنھوں نے ہم سے کوئی تعرض نہیں کیا۔ اندر داخل ہوتے ہی ایک لاؤنج تھا جہاں کرسیاں اور

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

صوفے رکھے نظر آرہے تھے۔

"آپ لوگ تشریف رکھیں، میں مسٹر گرے ہولڈنگ کو اطلاع کرتا ہوں۔" اس نے دیوار پر نصب انٹرکام کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ انٹرکام پر بات کرنے کے بعد وہ ہماری طرف پلٹ آیا۔ "چلیے جناب۔" اس نے ہاتھ سے ایک دروازے کی طرف اشارہ کیا جس پر سیکورٹی تحریر تھا۔ میں اور زاہر اس دروازے سے گزرے۔ وہ ایک کمرا تھا جہاں دو افراد نظر آرہے تھے۔ سامنے رکھی ہوئی بھاری سائز کی میز کے عقب میں جیکولین بیٹھی تھی۔ اس کے پتلے ہونٹوں پر سفاکی سے بھرپور مسکراہٹ ناچ رہی تھی۔

"خوش آمدید مسٹر ایلن گراہم۔" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "میں تمھارا ہی انتظار کر رہی تھی۔"

"مجھے معلوم ہے۔ تمھارے گارڈز نے چند منٹ قبل تمھیں اطلاع دے دی ہوگی کہ ہم اس عمارت میں داخل ہوئے ہیں۔" میں نے بے نیازی سے کہا اور جیکولین کے ہونٹوں سے مسکراہٹ کی تحریر غائب ہوگئی۔

"اندر داخل ہونے سے قبل تم دونوں کی تلاشی لی جائے گی۔" جیکولین نے سرد لہجے میں کہا۔

"تلاشی لینے کا کیا جواز ہے؟ مجھے مسٹر گرے ہولڈنگ نے بلایا ہے۔ میں خود سے نہیں آیا ہوں۔"

"یہ یہاں کا دستور ہے۔ یہاں آنے والا کوئی بھی ملاقاتی تلاشی کے بغیر اندر داخل نہیں ہو سکتا۔"

"میرے پاس صرف ایک پستول ہے، وہ میں تمھارے حوالے کرنے کو تیار ہوں۔" میں نے کہا۔

"تم دونوں کی جامہ تلاشی ہوگی۔" جیکولین غرائی۔ "اس کے بغیر تم اندر نہیں جا سکتے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس پستول کے سوا تم کوئی اور ہتھیار برآمد نہیں کر سکو گی۔"

جیکولین نے دو افراد کو اشارہ کیا اور انھوں نے ہماری جامہ تلاشی لی لیکن ہمارے پاس کچھ ہوتا تو برآمد ہوتا۔

"اس پستول کا لائسنس ہے تمھارے پاس؟" جیکولین نے جھنجلا کر کہا۔ ہمارے پاس سے کوئی اور ہتھیار برآمد ہونے پر وہ خاصی مشتعل دکھائی دے رہی تھی۔

"میرا خیال ہے یہ سوال آپ کے دائرہ اختیار سے باہر ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"شٹ اپ۔ تم میرے آفیسر نہیں ہو۔ جو کچھ میں پوچھ رہی ہوں اس کا جواب دو۔"

میں اس شخص کی طرف مڑا جس نے ہمارا استقبال کیا تھا۔ "کیا یہاں آنے والے ہر شخص کی اسی طرح بے عزتی کی جاتی ہے؟" اس کے چہرے پر تو پہلے ہی کبیدگی نظر آرہی تھی۔ "میں مسٹر گرے ہولڈنگ کو مطلع کرتا ہوں۔" اس نے آہستگی سے کہا اور کمرے سے باہر نکل گیا۔

"میں گرے ہولڈنگ کی ماتحت نہیں ہوں اور نہ ہی اُسے جواب دہ ہوں۔ وہ میرے معاملات میں مداخلت کرنے کا بھی مجاز نہیں ہے۔ سمجھے تم، لائسنس تو تمھیں دکھانا ہی پڑے گا۔"

"مسٹر گرے ہولڈنگ سے مشورہ کرنے کے بعد ہی میں کوئی جواب دے سکوں گا میڈم جیکولین۔" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "لیکن یہ مشورہ ضرور دوں گا کہ آدمی کو اپنے اختیارات کا ناجائز فائدہ نہیں اُٹھانا چاہیے۔"

جیکولین کے کوئی جواب دینے سے قبل دروازہ کھلا اور مسٹر گرے ہولڈنگ اندر داخل ہوئے۔ "کیا بات ہے؟" انھوں نے باری باری میری اور جیکولین کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"میڈم جیکولین کا اصرار ہے کہ وہ پستول کا لائسنس دیکھے بغیر ہمیں اندر نہیں جانے دیں گی اور میرا کہنا ہے کہ یہ لائسنس دیکھنے کی مجاز نہیں ہیں۔"

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے جیکولین۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کہا۔ "اسے اندر جانے دو۔ بہت اہم معاملہ ہے۔"

"اپنے فرائض کی انجام دہی کے لیے میں جو قدم مناسب سمجھوں اُٹھا سکتی ہوں۔" جیکولین نے بے رُخی سے کہا۔ "براہ مہربانی آپ مداخلت نہ کریں۔"

"تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ یہ ملاقات کتنی اہم ہے جیکولین! بے جا ضد مت کرو۔"

"میں کوئی ضد نہیں کر رہی ہوں۔ مجھے اس شخص پر شبہ ہے۔ کچھ ہی دیر قبل رپورٹ موصول ہوئی ہے کہ یہ اور اس کے تینوں ساتھی فرضی ناموں سے ہوٹل میں مقیم ہیں۔ ان کے پتے بھی غلط ہیں لہٰذا میں انھیں حراست میں لے رہی ہوں۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے چونک کر میری طرف دیکھا اور میں نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ "آپ نے میری بتائی ہوئی بات کی تصدیق کر لی ہوگی جناب! آپ اندازہ لگائیے کہ جو خطرناک کام ہم نے کیا ہے اس کے بعد ہمارے لیے اپنا تحفظ کس قدر ضروری تھا۔"

انھوں نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا اور جیکولین سے بولے۔ "تم معاملات سے واقف نہیں ہو اس لیے یہ سب کچھ کر رہی ہو۔ میرا مشورہ ہے کہ اس معاملے سے ہاتھ اُٹھا لو۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر گرے ہولڈنگ۔" جیکولین نے بے نیازی سے شانے اُچکائے۔

"اگر یہی بات ہے تو میں وزیر دفاع سے بات کروں گا۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اس اجنبی کے لیے تم وزیر دفاع سے بات کرو گے؟" جیکولین نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

مسٹر گرے ہولڈنگ نے سختی سے ہونٹ بھینچ لیے۔ ایک لمحے کے لیے انھوں نے کچھ سوچا تھا اور پھر آگے بڑھ کر انھوں نے جیکولین کی میز پر رکھا ہوا سُرخ ٹیلی فون اپنی طرف کھینچ لیا۔ جیکولین انھیں سرد نگاہوں سے دیکھ رہی تھی لیکن وہ اس کی نگاہوں سے بے نیاز ہو کر نمبر ڈائل کر رہے تھے۔ رابطہ ملنے پر انھوں نے ریسیور میں جلدی جلدی کہا۔ "میں نے صبح آپ سے ایلن گراہم کا تذکرہ کیا تھا جناب! وہ مجھ سے ملنے آیا ہے۔ مجھے اُس سے اہم نوعیت کی گفتگو کرنی ہے لیکن یہاں کی سیکیورٹی چیف اُسے اندر نہیں جانے دے رہی۔" وہ خاموش ہو کر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتے رہے پھر بولے۔ "میں نے سمجھانے کی کوشش کی تھی جناب! لیکن وہ ٹس سے مس نہیں ہو رہی۔ ظاہر ہے میں اُسے اصل بات سے تو آگاہ نہیں کر سکتا... جی ٹھیک ہے، میں ریسیور اُسے دے رہا ہوں، آپ خود ہی بات کر لیجیے۔" انھوں نے ریسیور جیکولین کی طرف بڑھا دیا۔ جیکولین نے ریسیور کان سے لگایا اور دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتی رہی۔ اُس نے ایک آدھ بار کچھ کہنے کی کوشش کی لیکن شاید دوسری طرف سے زبردست جھاڑ پڑی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا اور پھر اُس نے "جی بہت بہتر" کہہ کر ریسیور واپس رکھ دیا۔

"ٹھیک ہے۔ یہ دونوں اندر جا سکتے ہیں۔" اُس نے مجھے شعلہ بار نظروں سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔

میرے ہونٹوں پر مضحکانہ مسکراہٹ اُبھر آئی۔ "پہلے ہی بات مان لی ہوتی تو کیا بگڑ جاتا؟" میں نے کہا اور جیکولین دانت پیسنے لگی۔ میں اس کی کیفیت سے محظوظ ہوتا ہوا مسٹر گرے ہولڈنگ اور زاہر کے ساتھ کمرے سے باہر آگیا۔ اب ہم عمارت کے اندرونی حصے کی طرف جا رہے تھے۔

مسٹر گرے ہولڈنگ کے شاندار آفس میں بیٹھنے کے بعد میں نے گفتگو کی ابتدا کی۔ "آپ نے میری باتوں کی تصدیق کر لی ہوگی؟"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے جھجکتے ہوئے زاہر کی طرف دیکھا تو میں نے جلدی سے یہ کہہ کر ان کی جھجک دور کر دی کہ یہ میرا ساتھی ہے اور میرے ہر معاملے میں شریک ہے۔

"میں نے چیک کیا تھا ایلن۔" انھوں نے بڑی بے تکلفی سے کہا۔ "واقعی چند فارمولوں کی فلمیں غائب ہیں۔"

"پھر آپ نے کیا کیا؟"

"میں نے فوری طور پر وزیر دفاع کو ساری باتوں سے آگاہ کر دیا۔ حکومت کی مشینری حرکت میں آچکی ہے۔ یہ سراغ لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ہمارے حفاظتی نظام میں وہ کون سا رخنہ ہے جس سے گزر کر فلمیں باہر چلی گئیں۔"

"یہ سب کچھ بھی ضروری ہے جناب لیکن میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ میں نے جو بات کی تھی...؟"

"ہاں، میں نے اس بارے میں بھی وزیر دفاع سے بات کی تھی۔ اُن کا کہنا ہے کہ اگر تم نے واقعی فلمیں دے دیں تو ہم ان لوگوں کو فرار کرا دیں گے لیکن...؟"

"لیکن کیا؟" میں نے دھڑکتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"انھیں اس بات پر یقین کرنے میں تامل ہے کہ اس کے پیچھے ہاروت راہیل کا ہاتھ ہوگا۔"

"اس کے علاوہ اور کس کا ہاتھ ہو سکتا ہے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "اور کون ہے جسے فارمولوں سے دلچسپی ہوگی؟"

"اس کا کوئی کاروباری حریف اُسے نیچا دکھانے کے لیے اس کے خلاف سازش کر سکتا ہے۔"

"بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "بس یہ اتفاق ہے کہ اُس کے کچھ اعترافات میں نے ریکارڈ کر لیے تھے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان اعترافات کی قانون کی نظر میں کیا حیثیت ہوگی لیکن آپ کے اس شبہے کے ازالے کے لیے یہ کیسٹ بہرحال کارآمد ہوگی۔"

"اگر ایسا ہے تب تو ہم یقین کر لیں گے۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "وہ کیسٹ ہمیں کب مل سکے گی؟"

"کیسٹ میرے پاس موجود ہے۔" میں نے کوٹ کی جیب سے کیسٹ نکال کر اُن کی طرف بڑھا دی۔ "جیکولین کے آدمی میرے پاس سے اسلحہ برآمد کرنا چاہتے تھے اس لیے انھوں نے اس پر توجہ نہیں دی۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ کے چہرے پر خوشی کے تاثرات پھیل گئے۔ کیسٹ لے کر انھوں نے انٹرکام پر اپنی پرسنل سیکریٹری ہیلن کو طلب کیا۔ مجھے دیکھ کر ہیلن کی آنکھوں میں چمک اُبھری تھی۔

"اس کیسٹ کے بارے میں مجھے مکمل رپورٹ درکار ہے۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے کیسٹ ہیلن کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آدھے گھنٹے کے اندر لیبارٹری سے رپورٹ حاصل کر کے مجھے مطلع کرو۔"

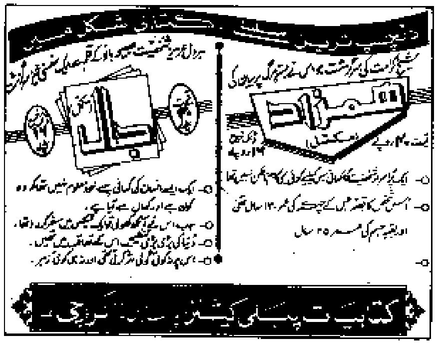

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلن کے جانے کے بعد میں نے فارمولوں والی فلمیں بھی مسٹر گرے ہولڈنگ کے حوالے کر دیں۔ "ان فلموں کے بل پر اربوں نہیں بلکہ کھربوں ڈالر کمائے جا سکتے تھے۔" میں نے کہا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہو۔" مسٹر گرے ہولڈنگ نے اثبات میں سر ہلایا۔

"لہٰذا یہ نظریہ باطل قرار پاتا ہے کہ فلموں کو غائب کرانے والی حرکت کسی کاروباری حریف کی ہو سکتی ہے۔ کسی کو نیچا دکھانے کے لیے اتنا بڑا خطرہ کوئی بھی مول نہیں لے سکتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم کون ہو؟ میرا مطلب ہے تمھارا اصلی نام کیا ہے؟ تم کیا کرتے ہو، کہاں رہتے ہو؟"

"میں مجبور ہوں جناب!" میں نے معذرت خواہانہ انداز میں کہا۔ "مجھے اُمید ہے آپ یہ سب کچھ معلوم کرنے کے لیے مجھ پر دباؤ نہیں ڈالیں گے۔ کیا اتنا کافی نہیں ہے کہ میں نے ایک ملکی امانت نہایت کامیابی سے حکومت کو واپس پہنچا دی؟"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔

"بے فکر رہو، میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا۔ مجھے اندازہ ہے کہ تمھاری اصلیت ظاہر ہو گئی تو تمھیں خطرات لاحق ہو سکتے ہیں۔"

"اگر ممکن ہو تو جیکولین کے آدمیوں سے ہماری جان چھڑوا دیں جناب! وہ مسلسل ہمارے تعاقب میں ہیں اور اب میں اپنے ساتھیوں سمیت واشنگٹن سے واپس جانا چاہتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔ جب تم یہاں سے واپس جاؤ گے تو کوئی تمھارا تعاقب نہیں کرے گا۔"

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم تمام مراحل سے گزر گئے۔ کیسٹ کی گواہی ان کے لیے معتبر قرار پائی تھی اور فلمیں تو تھیں ہی اصلی۔

"اب ہمیں اجازت دیجیے جناب۔" میں نے کہا۔ "مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے سر سے کوئی بوجھ اُتر گیا ہو۔ ہو سکے تو اُن کی رہائی کا بندوبست کر دیجیے گا۔"

مسٹر گرے ہولڈنگ نے مجھے یقین دلایا کہ وہ اس معاملے میں ذاتی دلچسپی لے کر اسے حل کرائیں گے۔ انھوں نے مجھے حکومت سے ایک معقول رقم دلانے کی پیشکش بھی کی جسے میں نے سختی سے مسترد کر دیا۔ وہ مجھ سے بے حد متاثر نظر آ رہے تھے اور گیٹ تک ہمیں چھوڑنے آئے۔ میں جیکولین سے اپنا پستول واپس لینا نہیں بھولا تھا۔ مسٹر گرے ہولڈنگ نے ہمیں اپنی کار میں بھجوانے کی پیشکش بھی کی مگر میں نے اُن کا شکریہ ادا کر کے اُن کی یہ پیشکش قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

سڑک پر گزرنے والی پہلی ٹیکسی کو ہم نے روک لیا اور اُسے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہہ کر ہم اس میں بیٹھ گئے۔

"ہم اس آخری مرحلے سے بھی بخیر و خوبی گزر گئے۔" زاہر نے طویل سانس لے کر کہا اور میں نے اثبات میں سر ہلا کر اُس سے اتفاق کا اظہار کیا لیکن اُس وقت ہم دونوں ہی اس بات سے لاعلم تھے کہ ہماری اصل مصیبتوں کا آغاز تو اب ہوا ہے۔ سکون کے دن تو اب رخصت ہوئے ہیں۔

ہم دونوں اپنے اپنے خیالات میں کھوئے ہوئے تھے۔ اس طرف توجہ دینے کی فرصت ہی نہیں ملی کہ ٹیکسی سے ہوٹل کرسٹل کا فاصلہ پانچ منٹ سے زیادہ کا ہرگز نہیں ہو سکتا لیکن جب کافی دیر چلنے کے بعد بھی ٹیکسی نہیں رُکی تو میں نے چونک کر کھڑکی سے باہر دیکھا۔ ٹیکسی واشنگٹن کی بھری پُری سڑکوں پر سے گزر رہی تھی۔

"یہ تم ہمیں کہاں لیے جا رہے ہو؟" میں نے بلند آواز سے کہا۔ "میں نے تم سے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہا تھا۔"

میری آواز سُن کر زاہر کو بھی ہوش آیا لیکن ہمیں دیر ہو چکی تھی۔ ٹیکسی ڈرائیور کی طرف سے کوئی جواب آنے کے بجائے اگلی اور پچھلی سیٹوں کے درمیان خودکار طریقے سے شیشے کی ایک دیوار حائل ہو گئی تھی۔ عقبی دروازوں کے شیشے بھی خودکار طریقے سے بند ہو گئے تھے۔ میں پوری طرح چوکنا ہو گیا اور میں نے اپنی جانب والے دروازے کا شیشہ اُتارنے کی کوشش کی مگر شیشہ ٹس سے مس نہیں ہوا۔ زاہر کی جانب والا شیشہ بھی جام ہو چکا تھا۔

"یہ... یہ کیا ہوا جناب؟" زاہر نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "شیشے بھی جام ہیں اور دروازہ بھی۔ آخر یہ چکر کیا ہے جناب؟"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ اچانک یہ کیا ہو گیا؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "ممکن ہے جیکولین نے انتقامی جذبے کے تحت کوئی حرکت کروا دی ہو!"

"جیکولین میں اتنا بڑا غیر قانونی قدم اُٹھانے کی ہمت نہیں ہے۔" عقبی حصے میں نصب اسپیکر سے آواز آئی اور میں نے چونک کر پیچھے کی طرف دیکھا۔

"یہ کس کی آواز ہے۔ کیا ڈرائیور بولا تھا؟" زاہر نے بوکھلا کر کبھی پیچھے اور کبھی آگے دیکھتے ہوئے کہا۔

"نہیں۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "یہ ڈرائیور کی آواز نہیں تھی۔ وہ تو ڈرائیونگ کرنے میں مگن ہے۔"

"پھر یہ شخص کون ہو سکتا ہے جناب؟" زاہر نے کہا۔

"معلوم نہیں۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "آواز تو میرے لیے اجنبی ہے۔" میں نے کہا حالانکہ میں اُسے پہچان چکا تھا۔

"تمھاری چالاکیاں تمھارے کسی کام نہیں آسکیں گی علی یار خان۔" اسپیکر سے سرد لہجے میں کہا گیا۔ "اولیو ہاورڈ کی آواز تم سے زیادہ کون پہچان سکتا ہے۔"

اولیو ہاورڈ کا نام سُن کر زاہر سیٹ سے اُچھل پڑا۔ اُس کے چہرے پر مُردنی چھا گئی تھی۔

میں اُسے پہلے ہی شناخت کر چکا تھا۔ وہ واقعی اولیو ہاورڈ کی ہی آواز تھی۔ زاہر پھٹی پھٹی نگاہوں سے مجھے دیکھے جا رہا تھا۔ مجھے خود بھی اندازہ ہو گیا تھا کہ میں بہت بے تُکا پھنسا ہوں۔ یہ بات البتہ سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ اولیو ہاورڈ کو میرا سُراغ کیسے ملا۔ ہم نے تو انتہائی احتیاط برتی تھی، ہر قدم پر میک اپ کا سہارا لیا تھا، یکے بعد دیگرے ہوٹل تبدیل کرتے رہے تھے اور پھر اولیو ہاورڈ... اُسے تو میں نے بڑی مصیبتوں میں پھنسا دیا تھا۔ لائن آف کروزل سے روانہ ہونے والی اسلحے کی پہلی کھیپ کے معاملے میں اُسے شکستِ فاش سے دوچار کیا تھا۔ اُس کی بیٹی کو اغوا کر کے میں نے اسے بے بسی کی اُس منزل تک پہنچا دیا تھا جہاں آدمی خودکشی تک کر لیتا ہے۔ اُس وقت اولیو ہاورڈ پوری طرح میرے رحم و کرم پر تھا۔ میں اگر چاہتا تو اُسے بآسانی ہلاک کر سکتا تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ میں تو اُسے یہ باور کرا دینا چاہتا تھا کہ اُس کی اوقات کیا ہے۔ بے بسی، ذلت اور بے کسی کی انتہا تک پہنچا دینا چاہتا تھا۔ میں نے اُسے بڑے بھرپور زخم لگائے تھے۔ جس مشن کا وہ انچارج تھا اُسے میں نے خود اسی کے ذریعے ناکام بنا دیا تھا۔ مجھے یہ بھی یاد تھا کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے دھمکی دی تھی کہ اگر اُسے موقع ملا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔

"ہاں پیارے اولیو ہاورڈ! میں نے تمھاری آواز پہچان لی ہے۔" میں نے بڑے سکون سے کہا لیکن یہ سکون سطحی تھا۔ میرے اندر بڑے طوفان اُٹھ رہے تھے۔ اوّل تو یہ معمّا ہی لاینحل تھا کہ اولیو ہاورڈ مجھ تک پہنچا کیسے؟ لیکن مجھ تک پہنچ ہی گیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ تہذیب اور بڈ بھی اُس کی نگاہوں میں آ گئے ہوں گے اور میں اُس کی فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ اپنی مطلب برآری کے لیے وہ کسی حد تک بھی گر سکتا تھا۔ میں اور زاہر تو اُس کے چنگل میں آ ہی گئے تھے مگر تہذیب اور بڈ بھی خطرے میں تھے۔ ممکن تھا اولیو ہاورڈ اُن پر بھی قابو پا چکا ہو۔

"آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہر نے میری طرف جھکتے ہوئے سرگوشی میں کہا۔ "پستول نکال کر شیشے پر فائر کیجیے ورنہ معلوم نہیں ہمارا کیا حشر ہوگا۔"

"بے کار ہے زاہر۔" میں نے سرگوشی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ شیشے بلٹ پروف ہیں۔ ان پر فائر کرنے سے کچھ بھی حاصل نہیں ہوگا۔"

"تم بہت مطمئن نظر آ رہے ہو علی یار خان!" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی۔ "لیکن یقین رکھو تمھاری کوئی چالاکی تمھارے کسی کام نہیں آئے گی۔"

"میں بہت حیران ہوں اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "معلوم نہیں تم نے کیا بہانہ کر کے اپنی جان بچائی ہو گی اور پھر مجھے کیسے تلاش کر لیا؟"

"تم نے مجھے بہت بڑے بڑے نقصانات پہنچائے ہیں۔ یہ میں ہی جانتا ہوں کہ مجھے کیسے کیسے مسائل کا سامنا کرنا پڑا۔ میری جگہ کوئی اور ہوتا تو اُسے غداری کے الزام میں فائرنگ اسکواڈ کے حوالے کر دیا گیا ہوتا لیکن دیکھ لو میں نہ صرف زندہ ہوں بلکہ اب تم میرے رحم و کرم پر ہو۔"

"تمھاری چال بازیوں سے میں بہت اچھی طرح واقف ہوں ہاورڈ! لیکن یہ بات بہرحال باعثِ حیرت ہے کہ تم نے مجھے تلاش کیسے کر لیا؟"

"تم سے ایک غلطی ہو گئی تھی علی یار خان! تم نے ہاروت رابیل کو اپنے بارے میں بتا دیا تھا۔"

"اوہ! تو وہ زندہ بچ گیا؟" میں نے چونک کر کہا۔

"زندہ ہی نہیں بچا بلکہ اُس نے پہلی فرصت میں مجھے تمھارے بارے میں مطلع کر دیا۔"

"اس کے باوجود بھی مجھ تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔ میں نے ہوٹل بھی تبدیل کر دیا تھا اور میک اپ بھی۔"

"میری ذہانت کی داد دو کہ میں نے جوہری توانائی کے محکموں کی نگرانی شروع کرا دی تھی۔ مجھے اندازہ تھا کہ اب تم امریکی حکومت سے رابطہ قائم کرو گے۔"

"یہ محض اتفاق ہے ورنہ ضروری نہیں تھا کہ میں امریکی حکام سے رابطہ قائم کرتا۔"

"یہ بہت ضروری تھا۔ تم یہودیوں کو زک دینے کے چکر میں رہتے ہو۔ تمھارے پاس ہاروت رابیل کے خلاف ثبوت بھی تھے پھر تم چپکے کیسے بیٹھ سکتے تھے۔"

"اس ٹیکسی کے راز سے بھی آگاہ کر دو پیارے ہاورڈ! یہ کس طرح نازل ہوئی۔ ممکن تھا ہم کسی اور ٹیکسی میں بیٹھ جاتے۔"

"یہ ناممکن تھا۔ میں نے انتظام کر لیا تھا کہ جب تم باہر نکلو اُس وقت یہی ٹیکسی تمھارے سامنے آئے۔"

میں نے زاہر کی طرف دیکھ کر معنی خیز انداز میں سر ہلایا۔ "لیکن تم خود کہاں ہو ہاورڈ؟" میں نے کہا۔ "کیا صرف اسی گفتگو پر اکتفا کرنا پڑے گا؟"

"تم سمجھدار آدمی ہو علی! اندازہ کر سکتے ہو کہ اب بھی امریکا میں میرے کتنے اثرات ہیں۔ میں جب چاہوں گا تمھیں اپنے پاس بلوا لوں گا۔"

میں نے کھڑکی سے باہر دیکھا اور مجھے یہ اندازہ کرنے میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دشواری نہیں ہوئی کہ ٹیکسی کسی خاص راستے پر نہیں چل رہی بلکہ بے مقصد ہی سڑکوں پر چکر لگا رہی ہے۔ اس بات سے یہی مقصد ہو سکتا تھا کہ ہمیں راستوں کا اندازہ نہ ہونے پائے۔ "شکریہ اولیو! میں تو سمجھ رہا تھا کہ اب تم مجھے زندہ نہیں چھوڑو گے۔"

"مجھے یاد ہے۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ آئندہ اگر مجھے موقع ملا تو میں تم سے کوئی رعایت نہیں برتوں گا لیکن اُس وقت میں غصّے میں تھا اس لیے ایسی نازیبا بات کہہ دی تھی۔ اب غور کرتا ہوں تو احساس ہوتا ہے کہ مجھ پر تو تمھارے بہت سے احسانات ہیں جن کا بدلہ مجھے چکانا ہے۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ اولیو ہاورڈ کا انداز ایسا نہیں تھا کہ میں اُسے آسانی سے نظرانداز کر دیتا۔ وہ مجھ پر طنز کر رہا تھا اور اُس کے ارادے میری توقعات سے کہیں زیادہ خوف ناک تھے۔

"اس وقت میں تمھارے قبضے میں ہوں اولیو! تم مجھ پر جو طنز بھی کرو میں اُسے سننے کے لیے مجبور ہوں۔"

"میں طنز نہیں کر رہا ہوں علی!" اولیو ہاورڈ کا لہجہ بے حد سرد تھا۔ "میری زندگی تمھارے ایک اشارے کی محتاج تھی لیکن دیکھ لو، میں آج بھی زندہ ہوں اور یہ مجھ پر تمھارے اَن گنت احسانات میں سے ایک ہے۔"

زاہر ہونق نظر آ رہا تھا۔ اُس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان کس نوعیت کی گفتگو ہو رہی ہے۔ وہ یقیناً یہی سمجھ رہا تھا کہ اولیو ہاورڈ میرا ممنونِ احسان ہے لیکن مجھے اچھی طرح معلوم تھا کہ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ اولیو ہاورڈ جو کچھ کہہ رہا تھا اس کے پیچھے اُس کے مجروح جذبات تھے اور اُس نے مجھ سے انتقام لینے کے لیے کوئی خوف ناک منصوبہ بنا رکھا تھا۔ اس سے آگے میں کچھ نہ سوچ سکا۔ اس لیے کہ میں نے کسی قسم کی بُو محسوس کی تھی اور قبل اس کے کہ میں اُس بُو کے بارے میں کچھ سمجھ سکتا، میں بے ہوش ہو گیا۔

ہوش آیا تو میں ٹیکسی میں سفر نہیں کر رہا تھا۔ وہ تو ایک سجا سجایا کمرا تھا اور میں ایک بیڈ پر دراز تھا۔ مجھے اپنے شانے پر نسوانی ہاتھوں کا لمس محسوس ہوا اور میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ حواس پوری طرح بحال نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے میں اُسے چند دھیائی ہوئی نظروں سے دیکھنے لگا۔ وہ مجھے شناسا نظر آ رہی تھی لیکن فوری طور پر اُسے شناخت کرنا ممکن نہ ہو سکا۔

"تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔" لڑکی نے مجھے لٹانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "چلو، لیٹ جاؤ۔"

اُس کی آواز بھی اجنبی نہیں معلوم ہو رہی تھی لیکن وہ کون تھی؟ خود میں کہاں تھا اور زاہر کہاں چلا گیا؟ میں اور زاہر تو ٹیکسی میں سفر کر رہے تھے۔ پھر اولیو ہاورڈ نے کسی گیس کے ذریعے ہمیں بے ہوش کر دیا تھا اور آنکھ کھلنے پر اب یہ منظر سامنے تھا۔

"مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن میں کہاں ہوں اور تم کون ہو؟"

"تو تم مجھے نہیں پہچانے؟" لڑکی نے خاصے مایوسانہ انداز میں کہا۔ یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے میرے اظہارِ ناشناسائی سے اُسے شدید صدمہ پہنچا ہو۔

"ایسا لگتا ہے میں نے تمھیں کہیں دیکھا ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اس وقت دماغ پر دھند چھائی ہوئی ہے۔ میری یادداشت پوری طرح کام نہیں کر رہی۔"

"حالانکہ ہم نے بہت سا وقت ایک ساتھ گزارا ہے اور بہت اچھا وقت گزارا ہے۔" لڑکی نے مغموم انداز میں کہا۔ "میں تو سمجھ رہی تھی تم ایک ہی نظر میں مجھے شناخت کر لو گے۔"

میں اضطراری انداز میں بیڈ سے اُتر گیا۔ عام حالات میں یہ ممکن نہیں تھا کہ میں کسی کو پہچاننے میں اتنی دیر لگا دوں لیکن جس گیس کے ذریعے مجھے بے ہوش کیا گیا تھا وہ یقیناً ابھی تک مجھ پر اثرانداز تھی۔ شاید مجھے قبل از وقت ہوش آ گیا تھا اس وجہ سے میرا دماغ پوری طرح کام نہیں کر پا رہا تھا۔

میں کمرے میں ٹہلنے لگا۔ ٹہلتا ہوا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے سے گزرا تو آئینے پر نظر پڑی اور میں ٹھٹک گیا۔ اس وقت میں خود اپنے لیے اجنبی تھا۔ میرا میک اپ تبدیل کر دیا گیا تھا۔

چند لمحے میں آئینے کے سامنے کھڑا خود کو شناخت کرنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر اچانک ہی ذہن میں جھماکا سا ہوا۔ دماغ پر چھائی ہوئی دھند کافور ہو گئی تھی اور میں نے خود کو پہچان لیا تھا۔ میں ڈینس پال گولڈے کے میک اپ میں تھا اور اس کے ساتھ ہی میں نے بیڈ پر بیٹھی ہوئی لڑکی کو بھی پہچان لیا۔ وہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی لکی ہاورڈ تھی۔

"مجھے یاد آ گیا۔" میں نے بیڈ کی طرف تیزی سے مڑتے ہوئے کہا۔ "تم لکی ہاورڈ ہو نا؟"

لکی دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھی تھی۔ میری بات سن کر خوشی سے اچھل پڑی۔ "ہاں، میں لکی ہاورڈ ہوں۔ مجھے نہ پہچان کر تم نے میرا دل توڑ دیا تھا۔" اس نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"اچھے دوستوں کو کون بھلا سکتا ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "لیکن میری ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں تھی ورنہ تمھیں بھلا میں کیسے بھول سکتا ہوں۔"

"تم کہاں غائب ہو گئے تھے؟ میں نے تمھیں کتنا

یاد کیا۔ کتنے لوگوں سے تمھارے بارے میں پوچھا مگر کسی نے کچھ نہیں بتایا۔"

"میں بے بس تھا لکی! تمھیں یاد ہے نا ہمیں فوجیوں نے پکڑ لیا تھا۔ میں نے بہت کوشش کی مگر انھوں نے میری ایک نہ سنی۔ لیکن تم کہاں چلی گئی تھیں، تم پر کیا گزری؟" میں نے بے تابی کا مظاہرہ کیا۔ جیسے اس سے مل کر مجھے بے حد خوشی ہوئی ہو لیکن حقیقت یہ تھی کہ میرے ہوش اڑے ہوئے تھے۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ لکی سے یوں بھی سامنا ہو سکتا ہے۔

صاف ظاہر تھا کہ اولیو ہاورڈ نے جان بوجھ کر یہ حرکت کی ہے مگر اس کی اس حرکت کے پیچھے کیا عوامل کارفرما تھے، یہ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ مجھے بے ہوش کرنے کے بعد اس نے نہ صرف میرا میک اپ ختم کیا تھا بلکہ مجھ پر ڈینس پال گولڈے کا میک اپ بھی کیا تھا اور اس کے بعد مجھے اپنی بیٹی کے ساتھ ایک کمرے میں تنہا چھوڑ دیا تھا۔ زاہر کو معلوم نہیں اُس نے کہاں رکھا ہو گا۔ بہرحال اب میں غیر مسلح تھا اور لکی ہاورڈ کے ساتھ تنہا تھا۔ لکی جس سے پہلے بھی میں نے بمشکل خود کو بچایا تھا۔ وہ کچھ زیادہ ہی آزاد خیال تھی۔ صرف آزاد خیال ہی نہیں بلکہ آزاد عمل بھی . . . اور ایسی لڑکیوں سے میری جان نکلتی تھی جو عمل کے معاملے میں بھی آزادی کی قائل ہوں۔

لکی خوشی سے نہال ہوئی جا رہی تھی۔ وہ مجھے بتا رہی تھی کہ اُسے ایک تہ خانے میں قید رکھا گیا تھا۔ پھر اُس کے ڈیڈی نے اُسے اس قید سے نکالا اور واپس تل ابیب لے گئے۔ لکی کی جدائی میں اُس کی ممی کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی جو پہلے ہی اپاہج تھیں اگر کچھ دن اور لکی واپس نہ پہنچتی تو اُن کی جان کے لالے پڑ سکتے تھے۔

"ڈیڈی کہہ رہے تھے کہ تم پاکستانی ہو، اسرائیل کے بہت بڑے دشمن ہو اور تمھارا اصل نام علی یار خاں ہے۔"

یہ بات میرے لیے غیر متوقع نہیں تھی۔ لکی کو مجھ سے بدظن کرنے کے لیے اُسے یہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ "اچھا!" میں نے یونہی بے خیالی میں کہا۔

"وہ یہ بھی بتا رہے تھے کہ تم صرف اسرائیل کے ہی نہیں بلکہ ہر یہودی کے جانی دشمن ہو۔"

"ہوں۔" میں نے لکی کو بغور دیکھا۔ "تمھارا کیا خیال ہے؟" میں نے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں اور ممی اُن کی اس بات سے متفق نہیں ہوئے۔" لکی نے کہا۔

"تمھارے ڈیڈی ایک ذمّے دار آدمی ہیں۔ اُن سے کسی غیر ذمّے دارانہ بات کی توقع نہیں کی جا سکتی۔ تم کو اُن سے اختلاف نہیں کرنا چاہیے تھا۔"

لکی کے چہرے پر حیرت کے آثار نمودار ہوئے۔ "تمھیں اپنے الفاظ کی سنگینی کا اندازہ ہے ڈینس؟" اُس نے کہا۔

"میں تمھارے ڈیڈی کا بے حد احترام کرتا ہوں۔ اُن سے اختلاف نہیں کر سکتا۔ انھوں نے یہ بات سوچ سمجھ کر ہی کہی ہو گی۔"

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" لکی بُرا مان کر بولی۔ "ڈیڈی بھی انسان ہیں۔ اُن سے غلطی بھی ہو سکتی ہے۔"

"وہ تو تم سے بھی ہو سکتی ہے۔ تمھاری ممی سے بھی ہو سکتی ہے۔ تم کس بنا پر اُن سے اختلاف کر رہی ہو؟"

"جتنے قریب سے میں نے تمھیں دیکھا ہے۔" لکی آنکھیں بند کر کے مسکرائی۔ "اتنے قریب سے ڈیڈی نے نہیں دیکھا۔ دیکھ بھی نہیں سکتے۔ میں پورے یقین سے کہہ سکتی ہوں کہ تم کچھ بھی ہو، یہودیوں کے دشمن نہیں ہو سکتے۔"

"حالانکہ میں ہوں۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

لکی نے چونک کر مجھے دیکھا پھر قہقہہ لگا کر بولی۔ "تم کچھ بھی کیوں نہ کہہ لو، مجھ سے جان نہیں چھڑا سکو گے۔"

"میں سنجیدگی سے کہہ رہا ہوں۔ تمھارے ڈیڈی نے جو کچھ کہا ہے اُس میں ایک لفظ بھی غلط نہیں ہے۔"

"ہوں۔" لکی غرّائی۔ "تمھیں اپنی بات ثابت کرنی ہو گی۔" وہ بیڈ سے اُتر کر میری طرف آئی اور میرے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ "میں خود کو تمھارے حوالے کر رہی ہوں۔" اُس نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم یہودیوں کے دشمن ہو نا، میں بھی یہودی ہوں۔ میری جان لے لو۔ گلا گھونٹ دو، میرا یقین کرو، میں آواز تک نہیں نکالوں گی۔"

"تمھارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "یہ کیا کر رہی ہو، اٹھو، ٹھیک سے بیٹھو۔"

"ثابت کرو کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو۔" اُس نے دانت پیس کر کہا۔ اور جنونی انداز میں مجھ پر جھپٹ پڑی۔ میرے لیے خود کو بچانا مشکل ہو گیا۔ اُس کے اکثر حملوں سے بچنے کے باوجود میرے کئی خراشیں لگیں جو اُس کے بڑھے ہوئے ناخنوں کے باعث آئی تھیں۔ بدقت تمام میں نے اُس کے دونوں ہاتھ پکڑے لیکن وہ اب بھی اپنے ہاتھ چھڑانے کی جدوجہد کیے جا رہی تھی۔ اُس کی انتہائی کوشش تھی کہ کسی صورت ہاتھ چھڑا کر مجھے نوچ کھسوٹ ڈالے۔ اُس کے منہ سے عالمِ جنون میں اب بھی یہی الفاظ مسلسل ادا ہو رہے تھے کہ "ثابت کرو تم یہودیوں کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

دشمن ہو، مار ڈالو مجھے، دیر کیوں کر رہے ہو؟"

رفتہ رفتہ اُس کی جد وجہد کم ہونے لگی اور میں نے اُسے بیڈ پر دھکیل دیا۔ للی بیڈ پر اوندھے منہ گری اور اُس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا۔ اب اُس کے جسم کو دھچکے لگ رہے تھے۔ وہ رو رہی تھی۔ میں خاموشی سے کرسی پر بیٹھ گیا۔ اس کے علاوہ اور میں کر بھی کیا سکتا تھا۔ للی کا ردِ عمل میرے لیے بہت غیر متوقع تھا۔ اس سے زیادہ حیرت مجھے اس بات پر تھی کہ آخر ادلیو باورڈ کا مقصد کیا ہے؟"

میں کرسی پر بیٹھا تشویشناک نظروں سے روتی ہوئی للی کو دیکھتا رہا۔ ادلیو باورڈ اس بار بالکل نئے روپ میں میرے سامنے آیا تھا۔ امریکا میں اُس کے ذاتی اثر و رسوخ سے انکار نہیں کیا جا سکتا تھا اور یہ بات بھی طے تھی کہ اُسے کسی بھی قسم کی سرکاری سرپرستی یا تائید حاصل نہیں ہو سکتی۔ میں نے اُسے سی آئی اے سے نکلوا دیا تھا اور اس کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ سرکاری سطح پر اس کی پذیرائی کی جائے لیکن جس پیمانے پر اس نے میرے خلاف کارروائی کی تھی اُسے اگر اُس کے ذاتی وسائل پر محمول کیا جاتا تو یہ بھی کم باعثِ حیرت نہیں تھا۔ آخر اُس کے ذاتی وسائل کس قدر تھے کہ وہ نہ صرف برق رفتاری سے مجھ تک پہنچ گیا بلکہ اُس نے مجھے اپنا قیدی بنا لیا۔ وہ ٹیکسی جس میں مجھے اور زاہر کو اغوا کیا گیا میرے ہوش اڑا دینے کے لیے بہت کافی تھی۔ اُس کے نہ صرف تمام شیشے بلٹ پروف تھے بلکہ اُس میں اس قسم کے ٹرانسمیٹر بھی نصب تھے جن سے دو طرفہ گفتگو کرنا ممکن تھا۔

میں سوچتا رہا مگر کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ یہ تشویش بہرحال اب بھی تھی کہ کیا ادلیو باورڈ، تہذیب پر بھی ہاتھ ڈالنے کی کوشش کرے گا؟ مجھے اُس سے اس حماقت کی توقع ذرا کم ہی تھی۔ اس لیے کہ اس سے قبل وہ اپنی اسی حرکت کے سنگین نتائج بھگت چکا تھا۔ میں نے اُسے بدترین شکست اور احساسِ بے بسی سے دوچار کیا تھا اور اب اُسے زندگی بھر دوبارہ میرے کسی متعلقہ آدمی پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہیں ہونی چاہیے تھی۔ اُسے اچھی طرح معلوم تھا کہ میں نے اُس کی بیٹی کو جواباً اغوا کیا تھا۔ اگر اُس نے تہذیب کو اغوا کرنے کی بھول نہ کی ہوتی تو اس کی بیٹی بھی محفوظ رہتی۔ اب اگر اُس نے دوبارہ ایسا ارادہ کیا بھی تو کم از کم میرے زندہ ہوتے ہوئے تو یہ ممکن نہیں تھا۔ اور اُس نے مجھے زندہ رکھا تھا۔ ادلیو باورڈ جیسے...... کمینی فطرت کے مالک شخص سے یہ توقع بھی نہیں تھی۔ لیکن اُس نے مجھے کوئی گزند نہیں پہنچایا تھا تو اس کا صاف مطلب یہ تھا کہ مجھ سے اُس کا کوئی بڑا مفاد وابستہ ہے۔

ادھر ہاروت رابیل بھی زندہ بچ گیا تھا۔ معلوم نہیں وہ کیسے زندہ بچ سکا ہو گا لیکن بہرحال وہ زندہ تھا۔ ممکن ہے اُس نے محض احتیاط کے پیشِ نظر پہلے سے ہی کچھ ایسے انتظامات کر لیے ہوں کہ اگر کوئی غلطی سے جھیل میں گر جائے تو مگرمچھ اُسے گزند نہ پہنچا سکیں۔ اُس کم بخت کو بھی زندہ بچنے کے بعد ادلیو باورڈ سے ہی رابطہ قائم کرنا رہ گیا تھا لیکن بنیادی غلطی میری ہی تھی۔ اگر میں نے اُسے اپنے بارے میں نہ بتایا ہوتا تو بھلا وہ ادلیو باورڈ کو کیا خاک مطلع کرتا۔ اور اگر کرتا بھی تو میری اصلیت پر کبھی روشنی نہیں پڑ سکتی تھی لیکن اسے کیا کہا جائے کہ انسان خطا کا پتلا ہے اور میں بھی ایک انسان ہی تو ہوں۔ مجھ سے بھی حماقت سرزد ہو گئی۔ خود کردہ را علاجے نیست کے مصداق میں اس کے نتائج و عواقب بھگتنے پر مجبور تھا۔

للی باورڈ کے جسم میں حرکت پیدا ہوئی تو میرے خیالات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ وہ سر اُٹھا کر مجھے دیکھ رہی تھی۔ اُس کا نرم و نازک حسین چہرہ آنسوؤں سے تر تھا اور آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ اُس کے اس طرح گھورنے پر میں بری طرح گڑبڑا گیا۔ میری سمجھ میں نہیں آیا کہ اس صورتِ حال میں مجھے کیا کہنا چاہیے یا میرا ردِ عمل کیا ہونا چاہیے۔

"تم وحشی درندے ہو۔" للی رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "تم میں انسانیت نام کو بھی نہیں ہے۔"

"یہی تو میں بھی تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا۔" میں نے بوکھلا کر کہا۔ "میں بہت بُرا آدمی ہوں۔"

"تم میں اتنی انسانیت بھی نہیں ہے کہ ایک لڑکی تمھارے سامنے رو رہی ہے تو کم از کم اُسے تسلی ہی دے دو۔"

"ابھی ذرا ہی دیر پہلے تو تم مجھے جان دیے دے رہی تھیں اور اب اس بات پر ناراض ہو رہی ہو کہ میں نے تمھیں دلاسا کیوں نہیں دیا؟"

"خاموش رہو، تم بہت بڑے جھوٹے ہو۔ ایک طرف تو کہتے ہو کہ تم یہودیوں کے دشمن ہو اور دوسری طرف..." اُس نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا۔

"میں نے غلط نہیں کہا تھا لیکن مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ تم میری بات کبھی نہیں سمجھ سکو گی۔"

"کیوں نہیں سمجھ سکوں گی؟" وہ ایک جھٹکے سے اُٹھ بیٹھی۔ "کیا میں کوڑھ مغز ہوں۔ یہ نہیں سمجھ سکتی کہ اگر تم یہودیوں کے دشمن ہوتے تو مجھے زندہ نہ چھوڑتے۔"

"تم جذباتی ہو رہی ہو للی! اور کوئی بھی جذباتی شخص عقل کی کوئی بات نہیں سمجھ سکتا۔"

"بہانے بازیاں مت کرو۔ تمھارا پول کھل چکا ہے۔ تم نے

صرف مجھ سے جان چھڑانے کے لیے ایک جھوٹا الزام قبول کر لیا ہے۔"

"میں واقعی علی یار خاں ہوں۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا اور پھر اچانک ہی مجھے غصہ آ گیا۔ یہ کیا حماقت تھی کہ میں اُسے اپنے بارے میں یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا۔ لوگ تو مجھے میرے اطوار سے پہچان لیا کرتے تھے۔ مجھے اُن کی نگاہوں سے بچنے کے لیے میک اپ کا سہارا لینا پڑتا تھا۔ مجھے کیا معلوم تھا کہ مجھ پر کوئی ایسا وقت بھی آئے گا کہ جب میں کسی کو اپنے علی یار خاں ہونے کے بارے میں یقین دلانے کی کوشش کر رہا ہوں گا۔ قریب تھا کہ میں غصے میں اس سے کوئی سخت بات کہہ دیتا لیکن میں نے بروقت خود کو سنبھال لیا۔ اُس وقت میں ادلیو باورڈ کی قید میں تھا۔ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں تھا۔ اُس کی قید سے نکلنا بھی آسان نہیں تھا۔ یہ بات خلافِ مصلحت ہوتی کہ میں اُس کی بیٹی سے جھگڑا مول لیتا۔ لہٰذا میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "نہیں، میں کسی علی یار خاں کو نہیں جانتا۔ میں تو ڈینس پال گولڈ ہوں، تم اچھی طرح جانتی ہو۔"

"اس بات سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں کہ تم علی یار خاں ہو یا پھر ڈینس پال گولڈ۔ مجھے تو صرف ایک سوال کا جواب چاہیے۔"

"میں تمھارے ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں لیکن سوال آسان ہونا چاہیے۔"

"تم میرے جذبات کا احساس کیوں نہیں کرتے، کیوں میری پیاس میں اضافہ کیے جا رہے ہو؟"

"میں نے کہا تھا سوال آسان ہونا چاہیے۔ اب اس بات کا میں کیا جواب دوں۔" میں نے بے بسی سے کہا۔

"تم شاید میری طلب میں اضافے کے خواہش مند ہو۔ میرے جذبات بھڑکا کر لطف اندوز ہو رہے ہو یا پھر شدت کے خواہاں ہو۔ اگر ایسا ہے تو یقین کرو کہ میرے جذبات پہلے ہی انتہا کو پہنچے ہوئے ہیں۔ ایسے خلوص کا مظاہرہ کروں گی کہ تم زندگی کے کسی لمحے میں مجھے فراموش نہیں کر سکو گے اور میرا حصول تمھاری زندگی کی سب سے بڑی خواہش بن جائے گا۔"

"تم سے بات کرنا فضول ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تمھارے پاس کوئی دوسرا زاویۂ نظر ہے ہی نہیں۔"

"تمھارے پاس بھی تو نہیں ہے۔" اُس نے حقارت سے کہا۔ "تم نے کب میرا نقطۂ نظر سمجھنے کی کوشش کی ہے۔ تم تو بس یہ چاہتے ہو کہ میں بھی تمھاری طرح نارسیدہ ہی رہوں لیکن یاد رکھو، مجھے تشنگی سے نفرت ہے۔"

"آسودگی اور نارسیدگی کے جو پیمانے تم نے اختراع کیے ہیں وہ میرے لیے ناقابلِ قبول ہیں۔"

"تم تو کنوئیں کے مینڈک ہو۔" اُس نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "ایسا مینڈک جو تمام عمر ایک کنوئیں میں ٹرّاتا رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اُس نے ساری دنیا دیکھ لی ہے۔ اُس کی ساری دنیا ایک کنوئیں تک ہی محدود رہتی ہے۔ اس سے آگے کا اُسے کچھ علم نہیں ہوتا۔"

"یہ تمھاری لاشعوری خواہش ہے جو اس وقت اتفاقاً تمھارے لبوں تک آ گئی ہے۔ تم مجھے کنوئیں کا مینڈک بنا دینا چاہتی ہو۔"

"تم کفرانِ نعمت کر رہے ہو اور ساتھ ہی میری توہین بھی۔" للی غصے سے سرخ ہو کر بولی۔

"معاف کرنا، میں نے خواتین کو کبھی ڈش نہیں سمجھا اور نہ شاید آئندہ کبھی سمجھ سکوں۔"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا کہ تم نارسیدگی کا شکار ہو۔ ڈش کی طلب کے لیے کھانوں کی لذت سے آشنائی ضروری ہے۔"

"میں اُس ڈش کو ترجیح دیتا ہوں جو صرف میرے دسترخوان پر موجود ہو۔ بلا تخصیص ہر دسترخوان پر موجود ہونے والی ڈش اگر کسی کے لذتِ کام و دہن کا سبب ہو سکتی ہے تو میں لذتِ کام و دہن کا مفہوم تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"میں کوئی گری پڑی لڑکی نہیں ہوں۔ معاشرے میں مجھے عزت و احترام کی نظروں سے دیکھا جاتا ہے۔"

"ممکن ہے ایسا ہو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن تم نے اپنے طرزِ عمل سے اس بات کی تائید نہیں کی۔"

"مجھے بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟" اُس کا انداز اچانک ہی ملتجیانہ ہو گیا۔ "میں خود کو تمھاری مرضی کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کروں گی۔"

"وقار آدمی کی شخصیت کا بنیادی جُز ہونا چاہیے۔ اپنی سطح سے گرنے کے بعد آدمی، آدمی نہیں رہتا۔"

"میں تو تمھیں اپنانا چاہتی ہوں۔" وہ اُٹھ کر میرے قدموں میں آ بیٹھی۔ "مگر تم میرے جذبات کی قدر ہی نہیں کرتے۔"

"تم غلط کہہ رہی ہو۔ مجھے اپنانا تمھارا مقصد نہیں بلکہ میرا حصول تمھاری ضد بن گیا ہے۔"

"ایسا نہ کہو، میں تو اپنا آپ تمھیں سونپ دینا چاہتی ہوں۔ تم سے ضد تو نہیں کر رہی۔"

"ابھی ابھی میں نے تمھیں وقار کی تلقین کی تھی اور تم نے فوراً ہی اُس کے خلاف عمل کر دکھایا۔ اس طرح پیروں میں بیٹھنا..."

"اس سے تو میرے وقار میں اضافہ ہو گا۔" اُس نے اپنا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چہرہ میرے گھٹنوں پر رکھ دیا۔ "تمہارے قدموں میں ذرا سی جگہ مل جانا بھی میرے لیے بڑا اعزاز ہے۔ کچھ دیر مجھے یونہی بیٹھا رہنے دو۔ پلیز مجھے اٹھانا مت۔"

میں شدید ترین غصے، بے بسی اور جھنجلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ للی کو قابو میں کرنا میرے بس سے باہر ہو گیا تھا۔ اُس پر کوئی بات اثر ہی نہیں کر رہی تھی۔ اس پر تو بس ایک ہی دھن سوار تھی۔ اُس سے پہلی ملاقات سے قبل اگر مجھے علم ہو جاتا کہ وہ کس ناپ کی لڑکی ہے تو میں اولیو ہاورڈ سے نمٹنے کی کوئی اور تدبیر سوچتا لیکن اب تو تیر کمان سے نکل چکا تھا اور اُسے بھگتنا ہی تھا۔ معلوم نہیں اُس کم بخت اولیو ہاورڈ مردود کو اپنی بیٹی کو ساتھ لانے کی کیا مصیبت پڑی تھی۔ میں نے سوچا کہ جلد از جلد اُس کی قید سے نکلنے کی کوشش کروں کیونکہ اس کے بغیر اس بلائے بے درماں سے جان چھوٹنے کا کوئی امکان نہیں تھا لیکن یہ تو بعد کی بات تھی۔ پہلا مرحلہ تو یہ درپیش تھا کہ للی کو ہینڈل کیسے کیا جائے۔ وہ تو آپے سے باہر ہو رہی تھی۔ میرے گھٹنوں پہ سر رکھے آنکھیں بند کیے بڑبڑا رہی تھی۔ اُس کی آواز بہت دھیمی تھی اس لیے سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کہہ رہی ہے لیکن اُس پر جو کیفیت طاری تھی اُس سے یہ سمجھنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ وہ کس قسم کے الفاظ ادا کر رہی ہو گی۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو للی؟" میں نے ایک نتیجے پر پہنچتے ہوئے اُس کا حسین چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں لے کر کہا۔ "تمہارا مقام میرے قدموں میں نہیں میرے دل میں ہے۔"

للی نے آنکھیں کھول کر میری طرف دیکھا۔ اُس کی سُرخ آنکھوں میں استعجاب لہریں لے رہا تھا لیکن اُس کی یہ کیفیت محض ایک لمحے کے لیے تھی۔ اگلے ہی لمحے اُس کی آنکھوں میں پھر گلابی ڈورے تیرنے لگے۔ "اگر یہ سچ ہے تو مجھے اس پر یقین نہیں اور اگر یہ جھوٹ ہے تو میری زندگی کا حسین ترین جھوٹ ہے۔" اُس نے اپنے ہاتھ میرے ہاتھوں پر رکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں للی، تمہارا مقام میرے دل میں ہے۔ میں تمہارے رنگین سراپا کو اپنی آنکھوں میں سجاؤں گا۔ تمہاری یادوں سے اپنے ذہن کے ہر نہاں خانے کو منور کروں گا اور تمہارے عطر بیز وجود سے اپنی سانسیں معطر کروں گا۔"

للی اپنا چہرہ میرے ہاتھوں پر رگڑنے لگی۔ "تم کتنے حسین پیرائے میں گفتگو کرتے ہو!" اُس نے مخمور لہجے میں کہا۔ "آج تک کسی نے یوں میری توصیف نہیں کی۔ جی چاہتا ہے تم بولتے رہو اور میں سنتی رہوں۔"

"تم بہار کی تازہ ہوا کا وہ جھونکا ہو جو مُرجھائے ہوئے پودوں کے لیے پیامِ حیات لے کر آتا ہے۔ تمہارے قرب میں اتنی فرحت ہے جو موسمِ بہار کی چاندنی راتوں میں بھی میسر نہیں آ سکتی۔ تمہارے لہجے کی مٹھاس ہمیشہ میری سماعت میں شہد گھولتی رہے گی۔"

للی کی سانسیں بوجھل ہونے لگیں۔ "تم مجھے پاگل کر دو گے ڈینس! میری اتنی تعریفیں مت کرو کہ میں اپنے آپ میں بھی نہ رہوں۔"

"تمہارا انداز اس قدر والہانہ ہے کہ اُس پر فدا ہونے کو جی چاہتا ہے۔ تمہارے سُلگتے ہوئے ہونٹوں کا گداز نگاہوں کو پگھلا . . ."

"بس کرو ڈینس، بس کرو۔" للی تڑپ کر بولی۔ "خاموش ہو جاؤ یا میری جان لے لو۔"

"بارگاہِ حسن پہ جان دینے کی سعادت تو مجھے حاصل ہونی چاہیے۔ حُسن کی جان لینے کا تو تصور بھی گناہ ہے۔"

"تم میرے اشتیاق کو ہوا دے رہے ہو ڈینس! آتشِ شوق کو اتنا نہ بھڑکاؤ کہ میں خود پر رہا سہا اختیار بھی کھو بیٹھوں۔ تمہارے سامنے آ کر تو یوں بھی ضبط کے بندھن ٹوٹتے ہوئے محسوس ہونے لگتے ہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری باتوں کے نتیجے میں اُٹھنے والا طوفان مجھے خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے۔"

"تمہیں تو بہت اچھی پیراک ہونا چاہیے۔ طوفان تو اناڑیوں کو بہا کر لے جاتے ہیں۔ غوّاص ڈوبنے کے لیے تو نہیں ہوتے۔ چند لمحوں کے لیے ڈوبتے ہیں تو اُبھرنے کے لیے ہی ڈوبتے ہیں اور اسے ڈوبنا تو نہیں کہنا چاہیے۔"

"میں باتوں میں تم سے نہیں جیت سکتی ڈینس! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم اتنی حسین گفتگو بھی کر سکتے ہو۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "تم مجھ پر فتح حاصل کرنا چاہتی ہو مگر مجھ میں مقابلہ کرنے کی سکت نہیں ہے۔ میں سکون پسند ہوں۔ مجھے شدتوں سے بے حد ڈر لگتا ہے۔"

"ان شدتوں کی انتہا سکون ہے، آسودگی ہے ڈینس! ایک بار ان سے گزر کر تو دیکھو۔ تم بار بار گزرنے کی تمنا کرو گے۔" للی نے سرگوشی میں کہا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور چہرے پر جذبات مچل رہے تھے۔

"میری طرف بڑھنے کے بجائے اُس وقت کا انتظار کرو جب تمہاری شدتیں مجھ پر اثر انداز ہو جائیں۔"

للی چونک کر مجھ سے الگ ہو گئی۔ "ابھی تو تم میرے حسن کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملا رہے تھے۔"

"تم دو مختلف چیزوں کو خلط ملط کر رہی ہو۔ تمہارا حسن

اپنی تمام تر دل کشی اور رعنائیوں کے ساتھ مجھے تسلیم ہے لیکن ابھی وہ مرحلہ نہیں آیا جہاں تمہارے جذبوں کی آنچ مجھے پگھلانا شروع کر دے۔ میں تم سے اُسی وقت کا انتظار کرنے کو کہہ رہا ہوں۔"

"بات میری سمجھ میں آ گئی ڈینس! بے فکر رہو، میں اس وقت کا انتظار کروں گی۔"

"اب جلدی سے منہ دھو آؤ۔" میں نے کہا۔ "رونے کے بعد سے تمہارے حسن کی چاندنی غبار آلود ہو گئی ہے۔"

"میں ابھی آئی۔" للی نے کہا اور باتھ روم میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا۔ ابھی میں پوری طرح سکون کا سانس بھی نہیں لے پایا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سیاہ سوٹ میں ملبوس ایک شخص کمرے میں داخل ہوا۔

"باس نے تمہیں یاد کیا ہے۔" اُس نے سپاٹ لہجے میں مجھ سے کہا۔

"باس سے مراد اولیو ہاورڈ ہی ہے نا؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" اُس نے کہا۔ لہجہ بدستور بے تاثر ہی رہا تھا۔

"صرف مجھے ہی یاد کیا ہے یا . . ." میں نے جملہ ادھورا چھوڑ کر خوف زدہ نظروں سے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا۔

"مجھے تفصیلات نہیں معلوم۔ مجھ سے تو تمہیں ہی بلانے کو کہا گیا ہے۔" اُس نے کہا اور میں جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔

"چلو۔" میں نے اُس سے کہا۔ اِس بہانے للی سے کچھ دیر دور رہنے کا موقع مل رہا تھا۔ تو اسے غنیمت جاننا چاہیے تھا۔

سیاہ سوٹ والا مجھے ایک ایسے کمرے میں چھوڑ گیا جسے طعام گاہ ہی کہا جا سکتا تھا۔ کھانے کی ایک میز اور کرسیوں کے علاوہ وہاں فرنیچر کے نام پر کچھ اور نہیں تھا۔ ایک کرسی پر اولیو ہاورڈ موجود تھا۔

"ہیلو اولیو! کیا حال ہیں؟ بڑے عرصے بعد ملاقات ہوئی۔" میں نے بے تکلفی سے ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"میں تو تمہارے دیے ہوئے زخم بھگت رہا ہوں مگر اب تمہاری باری ہے۔" اولیو ہاورڈ نے سرد لہجے میں کہا۔

"کچھ زیادہ ہی ناراض دکھائی دے رہے ہو اولیو! خیریت تو ہے؟" میں نے میز پر چنی ہوئی اشیا پر بے تکلفی سے ہاتھ صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

"تم یقین رکھو کہ تمہارے سکون کے دن رخصت ہو چکے۔ اب تمہیں اپنے کیے کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔"

"آخر پتا بھی تو چلے کہ کس بنا پر مجھ سے اس قدر ناراض ہو۔ مجھے بتاؤ، ممکن ہے میں کچھ مدد کر سکوں۔"

"ہاں تم میری مدد کر سکتے ہو۔ تم کیا سمجھتے ہو، میں نے تمہیں کس لیے زندہ رکھا ہے؟ اگر تم نے انکار کیا تو مجھے نہیں معلوم میں کیا کروں گا۔"

"شکریہ اولیو! تم نے میری بہت بڑی خلش رفع کر دی۔ میں خود حیران ہو رہا تھا کہ آخر تم مجھ پر اتنے مہربان کیوں ہو رہے ہو۔ خیر یہ بتاؤ کہ مجھ ناچیز سے کیا کام آ پڑا ہے۔ میرے بس میں ہوا تو ضرور کروں گا۔"

"تم نے للی کی حالت دیکھی؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "وہ تمہارے لیے پاگل ہو رہی ہے۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس قسم کی کوئی بات ہو گی۔ میں تو سمجھ رہا تھا کہ اولیو ہاورڈ کا کوئی ذاتی کام ہو گا جو وہ مجھ سے لینا چاہتا ہو گا لیکن وہاں تو معاملہ ہی کچھ اور تھا۔

"تمہاری بات کسی حد تک میری سمجھ میں آ گئی ہے لیکن میں پوری طرح نہیں سمجھ پایا کہ تم کیا چاہتے ہو؟" میں نے کہا۔

"وہ میری اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر اُس کی یہی حالت رہی تو اُس کے ساتھ ساتھ میری بیوی بھی . . ." اولیو ہاورڈ نے جملہ ادھورا ہی چھوڑ دیا۔ میں حالات کی اس ستم ظریفی پر دم بخود تھا۔ اولیو ہاورڈ میرا بدترین دشمن تھا۔ پچھلی بار اُس نے عہد کیا تھا کہ موقع ملتے ہی میرا کام تمام کر دے گا لیکن اپنی بیٹی کی خاطر وہ نہ صرف میری جاں بخشی کرنے پر مجبور ہو گیا تھا بلکہ مجھ سے اپنی بیٹی کے لیے خوشی کی بھیک بھی مانگ رہا تھا۔

"بات اب بھی تشنہ ہے اولیو ہاورڈ! اگر للی میرے لیے پاگل ہو رہی ہے تو میں بھلا کیا کر سکتا ہوں؟"

"اُس کو اس حال تک پہنچانے کے ذمے دار تم ہو۔ نہ تم اُسے اغوا کرتے اور نہ وہ تم سے متاثر ہوتی۔"

"اس حرکت کے لیے مجھے تم نے مجبور کیا تھا۔ نہ تم تہذیب کو اغوا کرتے اور نہ میں للی پر ہاتھ ڈالتا۔"

"میں نے تمہیں بحث کرنے کے لیے نہیں بلایا ہے۔" اولیو ہاورڈ غرّایا۔ "یہ سب کیسے ہوا مجھے اس سے بھی بحث نہیں۔ میں تو صرف ایک بات جانتا ہوں کہ للی کا علاج تمہارے پاس ہے۔"

"وہ تمہاری بیٹی ہے اولیو! اس لیے اس کے معاملے پر میں تم سے کھل کر گفتگو نہیں کر سکتا لیکن جو کچھ وہ مجھ سے چاہتی ہے اُسے پورا کرنا میرے بس سے باہر ہے اور شاید تم یہ بات جانتے بھی ہو۔"

"یہ پاکستان نہیں ہے۔" اولیو ہاورڈ نے زہریلے لہجے میں کہا۔ "جہاں منافقت سے کام لیا جاتا ہے۔ حقیقت سب کی سمجھ میں آتی ہے مگر اس کے اظہار کو بُرا سمجھا جاتا ہے اور اس سے گریز کیا جاتا ہے۔ تم اس وقت امریکا میں ہو۔ یہاں جو بات جیسی ہوتی ہے اُسی طرح بیان کی جاتی ہے۔ خواہ وہ بات کسی سے بھی متعلق کیوں نہ ہو۔"

"مجھے افسوس ہے۔ یہ معلوم ہوتے ہوئے بھی کہ تم لوگ ہر قسم کی اقدار سے بے بہرہ ہو، میں نے ایسی بات کی لیکن ہماری جو اقدار ہیں ہم ان سے فرار حاصل نہیں کر سکتے اور نہ ہی کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں اپنی اقدار پر فخر ہے اولیو۔"

اولیو ہاورڈ کا چہرہ غصے سے سُرخ ہو گیا۔ "تم لایعنی گفتگو کر کے اصل

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

موضوع سے فرار ہونا چاہ رہے ہو۔"

"کسی بے راہ رو لڑکی کے مطالبات پورے کرنے سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں!" میں نے بے رخی سے کہا۔

"یہ مت بھولو کہ تم میری قید میں ہو۔ میں تمہارے ساتھ بہت برا سلوک بھی کر سکتا ہوں۔"

"مجھے تم سے ہر قسم کے سلوک کی توقع ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ مجھے تم سے کوئی اچھی توقع ہے ہی نہیں!"

"ویسے تو تم بڑے پارسا بنتے ہو لیکن تمہاری سفاکی کا یہ عالم ہے کہ تمہیں ایک معصوم لڑکی پر ترس نہیں آتا!"

"سفلی جذبات کو معصومیت کا نام دے کر پارسائی کو داغ دار کرنے کی کوشش مت کرو اولیو!"

"وہ عاقل و بالغ ہے۔ اگر اس کی کوئی خواہش ہے تو اُسے پورا کرنے کی میں ہر ممکن کوشش کروں گا۔"

"ضرور کرو!" میں نے اولیو ہاورڈ کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں نے تمہیں روکا تو نہیں!"

"اس کا مطلب ہے تم صاف انکار کر رہے ہو!" اولیو ہاورڈ سانپ کی طرح پھنکارا۔

"تم اُسے میرے بارے میں سب کچھ بتا چکے ہو۔ اُسے سمجھاؤ کہ وہ ایک ملک دشمن کا خیال اپنے ذہن سے نکال دے!"

"میں اُسے سمجھا ہی سکتا ہوں۔ اُس کی مرضی کے خلاف کسی کام کے لیے مجبور نہیں کر سکتا!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"اور مجھے کر سکتے ہو!" میں تلخی سے بولا۔ "حالانکہ وہ تمہاری اولاد ہے۔ اُس پر تمہارا زور چلنا چاہیے!"

"میں تمہیں بھی مجبور تو نہیں کر رہا!" اولیو ہاورڈ نے اچانک ہی کینچلی بدل لی۔ "میں تو تم سے درخواست کر رہا ہوں!"

"سچی بات تو یہ ہے کہ مجھے بھی بچی سے ہمدردی ہے لیکن جو کچھ وہ چاہتی ہے وہ میں کر ہی نہیں سکتا!"

"لیکن تم کوئی ایسا طریقہ تو اختیار کر سکتے ہو کہ تمہارا خیال اُس کے ذہن سے نکل جائے!"

"ہوں!" میں سوچ میں پڑ گیا پھر اچانک میرے ذہن میں ایک خیال آیا اور میں چونک پڑا۔ "تم میک اپ کے ماہر ہو اولیو!"

"یہ میں پہلے ہی کر کے دیکھ چکا ہوں!" اولیو ہاورڈ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "میں نے متعدد بار ڈینس کے میک اپ میں مختلف لوگوں کو اُس کے سامنے پیش کیا لیکن اُس نے حیرت انگیز طور پر انھیں شناخت کر لیا!"

"اوہ!" میں نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "یہ تو خاصی حیران کن بات ہے!"

"ہاں! اسی لیے میں تمہاری مدد حاصل کرنے پر مجبور ہوا ہوں!"

"لیکن ہاروت رابیل نے تو تمہیں مسروقہ فارمولوں کی بازیابی کے لیے بلایا ہوگا!"

"ہاں! مجھے معلوم تھا کہ سی آئی اے سے نکالے جانے کے باعث میرے دل میں امریکا کے لیے مخاصمت موجود ہے۔ اس کے علاوہ اگر وہ فارمولے اُسے مل جائیں تو اُن سے بننے والے ہتھیار اسرائیل کے کام بھی آئیں گے۔ اور یہ بات تو خاصی مشہور ہے کہ تم سے میری دشمنی چل رہی ہے!"

"جب یہ بات ہے تو تم نے مجھ سے فارمولوں کے سلسلے میں کوئی بات کیوں نہیں کی؟"

"تم تک پہنچنے میں مجھے ذرا سی تاخیر ہو گئی۔ تم نے نہ صرف فارمولوں کی نقلیں حکومت کے حوالے کر دیں بلکہ ہاروت رابیل کی اصلیت سے بھی انھیں آگاہ کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تمہارے پاس فارمولوں کی نقل بھی نہیں ہو گی!"

"یہ فیصلہ تم نے کیسے کر لیا؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "حالانکہ اصولی طور پر میرے پاس فارمولوں کی نقل ہونی چاہیے!"

اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "نہیں، تم نے ایسا نہیں کیا ہوگا۔ فارمولوں کے عوض تم پہلے ہی بہت رقم وصول کر چکے ہو۔ مجھے معلوم ہے کہ تم جس قسم کی سوچ کے مالک ہو اُس کے تحت تم وہ فارمولے کسی اور ملک کو فروخت کرنے کا خیال بھی دل میں نہیں لا سکتے۔ ہاں اگر مسلمان ملکوں میں سے کوئی یا خود تمہارا ملک اس قابل ہوتا تو تم وہ فارمولے اُن کے حوالے کرنے کی کوشش ضرور کرتے!"

میرے دل پر ایک گھونسا سا لگا۔ یہ حقیقت تھی کہ مسلم ممالک میں سے کوئی ایک بھی ایٹمی طاقت نہیں بن سکا تھا ورنہ میں وہ فارمولے کبھی واپس نہ کرتا اور پھر اُن سے بننے والے ہتھیار اسرائیل کے خلاف استعمال ہوتے۔

"تمہارا استدلال درست ہے اولیو ہاورڈ!" میں نے کہا۔ "لیکن ہاروت رابیل کہاں ہے؟"

"روپوش ہو گیا ہے اور شاید اب امریکا سے نکل ہی بھاگے۔ تم نے اُس کی مخبری کر دی ہے اور اب اس کا کاروبار تباہ ہو جائے گا۔ امریکا سے اُس کا نکلنا بھی ایک دشوار گزار مرحلہ ہوگا۔ اُسے ناقابلِ تلافی نقصان پہنچا ہے!"

مجھے اس کی توقع تھی لیکن اس کے باوجود اس اطلاع پر مجھے بے پناہ خوشی ہوئی۔ میں ایک یہودی کو تباہ کر دینے میں کامیاب ہو گیا تھا اور یہودی بھی کیسا؟ جس کی وجہ سے درجنوں ممالک ایک دوسرے سے برسرِ پیکار تھے۔ وہ محض حصولِ زر کی خاطر اُنھیں ہتھیار فروخت کیا کرتا تھا۔ اب کم از کم اسلحے کی کمی کی وجہ سے بہت سے ممالک کے درمیان جنگ کی شدت تو کم ہو جائے گی۔

"مجھے خوشی ہوئی اولیو ہاورڈ! اُسے بتا دینا کہ علی یار خان سے عہد شکنی کرنے والوں کا حشر اتنا ہی بُرا ہوتا ہے!"

اولیو ہاورڈ کو میری بات بہت بُری لگی لیکن وہ بچی کی وجہ سے مجبور تھا اس لیے اُس نے مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔

"اس سے یہ بات تو بہرحال ظاہر ہو گئی کہ ہاروت رابیل میرے سلسلے میں تم پر کثیر اخراجات کر رہا ہے۔" میں نے کہا۔ "جس ٹیکسی میں مجھے اغوا کیا گیا تھا اُس کے پیچھے بھی اُسی کی دولت کار فرما رہی ہوگی!"

"ہاں! میں اُس کی آخری اُمید ہوں اس لیے وہ دل کھول کر رقم خرچ کر رہا ہے۔ اب اُس کی خواہش صرف یہ ہے کہ کسی صورت سے تمہیں کیفرِ کردار کو پہنچا دیا جائے۔ اس لیے کہ یہودی قوم کے لیے سب سے بڑا خطرہ تم ہو!"

"اور ہو، تب تو تمہیں واقعی اس کی مدد کرنی چاہیے!" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "اس وقت تو میں تمہارے قبضے میں بھی ہوں!"

"میں نے ایک بار پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ میرے لیے سب سے زیادہ اہم اپنی ذات ہے، اپنا خاندان ہے۔ اگر میں ہی اس دنیا میں نہ رہا یا میرے ہوتے ہوئے میرے اہلِ خانہ کسی تکلیف میں مبتلا ہے تو میری زندگی کس کام کی!"

"اصولی طور پر مجھے تم سے اختلاف ہے لیکن چونکہ تمہارا موقف میرے حق میں ہے اس لیے میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا!"

"تمہارے اتفاق یا اختلاف کرنے سے میرے نظریات تو تبدیل ہونے سے رہے!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"زاہر نظر نہیں آ رہا!" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ "کیا اُسے کہیں اور رکھا ہے؟"

"بے فکر رہو! وہ محفوظ ہے البتہ اگر تم نے مجھ سے تعاون کیا تو اُسے کوئی گزند نہیں پہنچے گا!"

مجھے اندازہ تھا کہ زاہر محفوظ ہی ہوگا۔ میں اولیو ہاورڈ سے تہذیب کے بارے میں پوچھنا چاہ رہا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اُس سے کس پیرائے میں بات کروں۔ اس بات کا امکان تھا کہ میرے ہاتھ آ جانے کے بعد اُس نے کرسٹل ہوٹل پر توجہ دینے کی ضرورت نہ سمجھی ہو اور میرے پوچھنے پر خواہ مخواہ اُس کی توجہ اس جانب مبذول ہو جائے اور تہذیب بلاوجہ خطرے میں پڑ جائے۔ لہٰذا محتاط رہنا ضروری تھا۔

"تم کس سوچ میں پڑ گئے؟" اولیو ہاورڈ نے مجھے بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "کہیں تہذیب مالکم ایکس کے بارے میں تو نہیں سوچ رہے؟"

میں حیران رہ گیا مگر میں نے کوشش کی تھی کہ میرے چہرے سے کچھ ظاہر نہ ہونے پائے۔ "یہ اندازہ تم نے کیسے لگایا؟" میں نے کہا۔

"تم کرسٹل ہوٹل جا رہے تھے کہ میرے ہتھے چڑھ گئے۔ ہاروت رابیل سے تمہارے بارے میں سن کر ہی مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تمہارے ساتھ تہذیب مالکم ایکس ہی ہو سکتی ہے۔ پھر جب تم نے ٹیکسی ڈرائیور سے کرسٹل ہوٹل جانے کو کہا تو میں نے اس ہوٹل کی طرف بھی توجہ دی۔ مجھے معلوم ہو گیا کہ وہاں تمہارے دو ساتھی اور بھی مقیم ہیں جن میں سے ایک تہذیب مالکم ایکس ہے اور میک اپ میں ہے!"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ یعنی اُسے علم تھا۔ میں نے چند لمحے بعد اُس سے کہا۔ "پھر تم نے کیا کیا؟"

"کچھ نہیں، تمہارے ساتھی تم پر پڑنے والی افتاد سے بے خبر ہیں اور تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔ ایک مدت کے بعد وہ تمہیں تلاش کرنا شروع کریں گے۔ میں اس وقت چونکہ زیادہ بکھیڑوں میں نہیں پھنسنا چاہتا اس لیے انھیں اُن کے حال پر چھوڑ رکھا ہے!"

"بہتر صورت بھی یہی ہے!" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔ "کہ انھیں اُن کے حال پر ہی چھوڑ دو!"

"کیا مطلب؟" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ اُس کے ماتھے پر درجنوں شکنیں پڑ گئی تھیں۔

"اگر تم نے تہذیب کو چھیڑنے کی کوشش کی تو میرے لیے خود پر قابو رکھنا مشکل ہو جائے گا!"

"کسی غلط فہمی میں مت رہنا!" اُس نے دھمکی آمیز لہجے میں کہا۔ "تمہارے لیے میں نے بہت سخت انتظامات کیے ہیں۔ تم نے فرار ہونے کی یا کوئی اور غلط حرکت کرنے کی کوشش کی تو تمہاری زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی!"

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بہت سے فیصلے ایسے ہوتے ہیں جو وقت کرتا ہے اس لیے میں کچھ نہیں کہوں گا۔"

"میں نے تمھیں خبردار کر دیا ہے۔ اس کے بعد ساری ذمے داری تمھاری ہوگی اور ہاں، مجھے ہاں یا نا میں واضح جواب دو۔"

میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس صورت حال سے کس طرح نمٹوں۔ مجھے خوب اندازہ تھا کہ اس کی قید سے نکلنا آسان نہیں ہوگا۔ وہ مجھ سے بہت اچھی طرح واقف تھا اور اس نے اسی مناسبت سے حفاظتی انتظامات بھی کر رکھے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک چیز اور بھی تھی۔ اور وہ تھی بکی ہاورڈ کی حد سے بڑھی ہوئی وارفتگی . . . مجھے معلوم تھا کہ یہودی قوم کی لڑکیاں اپنے مخالفین کو اپنے حسن کے جال میں پھنسا کر اپنا اور یہودی قوم کا الّو سیدھا کرنے کے فن میں ماہر ہیں۔ انھیں اس کام کی تربیت بھی دی جاتی ہے اور وہ ایسے کام قومی فریضہ سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔ عرب قوم کے خلاف یہودیوں کا سب سے بڑا اور مؤثر ہتھیار یہی لڑکیاں تھیں۔ پھر میں یہ سوچنے میں حق بجانب تھا کہ اولیو ہاورڈ نے کوئی حربہ کارگر نہ ہوتے دیکھ کر میرے خلاف اپنی بیٹی کو استعمال کرنے کی ٹھان لی ہو۔ یا پھر اس کی بیٹی نے از خود اپنی رضا کارانہ خدمات پیش کر دی ہوں۔ میرے لیے اصل صورت حال کا اندازہ کرنا بے حد مشکل ہو رہا تھا اور میں چونکہ اس وقت بے دست و پا بھی تھا اس لیے مصلحت کوشی بھی ضروری تھی۔

"مجھے خود بھی بکی سے ہمدردی ہے۔" میں نے ایک فیصلے پر پہنچ کر اولیو ہاورڈ سے نرم لہجے میں کہا۔

"بے وقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمھیں بھلا اس سے کیا ہمدردی ہو سکتی ہے؟"

"مجھے اس سے کوئی دشمنی بھی نہیں ہو سکتی۔ وہ معصوم لڑکی ہے۔ یہودیوں کے عزائم میں شریک نہیں ہے۔"

"اگر تمھیں واقعی اس سے ہمدردی ہے تو تم اس کی مدد کرنے کی ہامی کیوں نہیں بھرتے؟"

"میں نے انکار تو نہیں کیا۔ بس یہ ہے کہ اس کی خواہش پوری کرنا میرے لیے ممکن نہیں۔"

"بات تو وہی ہے۔ تم نے صاف انکار نہیں کیا بلکہ بہانے بازیاں کرنا شروع کر دیں۔"

"میں کوئی اور طریقہ اختیار کر سکتا ہوں۔ کوشش کروں گا کہ اس کے دل و دماغ سے میرا خیال زائل ہو جائے۔"

"تم کچھ بھی نہیں کر سکتے۔" اولیو ہاورڈ نے مایوسی سے کہا۔ "وہ میری بیٹی ہے۔ میں اس سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ ایک بار وہ جس چیز کے پیچھے پڑ جائے اسے حاصل کیے بغیر چین سے نہیں بیٹھ سکتی۔ تم اس کی پہنچ سے جتنا دور ہوتے جاؤ گے اتنا ہی اس کی طلب میں اضافہ ہوتا رہے گا۔"

"پھر یہ مسئلہ کس طرح حل ہو سکے گا اولیو ہاورڈ؟" میں نے تشویش سے کہا۔

"ہو جائے گا مگر اس کے لیے تمھیں تم پر محنت کرنی پڑے گی۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"مطلب بھی سمجھ میں آجائے گا۔" اولیو ہاورڈ نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "دراصل اب مجھے ساری توجہ تمھیں بکی کے مطالبے کے سامنے سرنگوں کرنے پر صرف کرنی ہوگی اور ظاہر ہے تم آسانی سے نہیں مانو گے۔"

"میں مشکل سے بھی نہیں مانوں گا اولیو ہاورڈ! تم اچھی طرح جانتے ہو میں کتنا اصول پسند ہوں۔"

"تمھاری اصول پسندی بھی دیکھوں گا۔" اولیو ہاورڈ نے سر ہلا کر کہا۔ "فی الحال تو تم اپنے ساتھی کے پاس جا کر آرام کرو۔ کل تک سب کچھ تمھاری سمجھ میں آجائے گا۔" اس نے ایک آدمی کو بلا کر حکم دیا کہ مجھے زاہر کے پاس پہنچا دیا جائے۔ اور اس آدمی نے مجھے ایک کمرے میں پہنچا دیا۔ یہ کمرا بھی آراستہ و پیراستہ تھا مگر اس میں بکی کے بجائے زاہر تھا اور یہ ایک خوش آئند تبدیلی تھی۔ مجھے دیکھ کر زاہر کے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔ وہ مسہری سے اٹھ کر میری طرف جھپٹا۔

"میں تو سمجھا تھا جناب کہ خدانخواستہ آپ کو . . ."

"اولیو ہاورڈ نے جان سے مار دیا ہے۔" میں نے ہنس کر زاہر کا جملہ پورا کر دیا اور وہ شرمندہ نظر آنے لگا۔

"خیالات پر کس کا زور چلتا ہے جناب! میری آنکھ اس کمرے میں کھلی تھی اور آپ کو نہ پا کر میرے ذہن میں طرح طرح کے خیالات آنے لگے۔ میں نے اس شخص سے پوچھا جو آپ کو یہاں پہنچا کر گیا ہے تو اس نے بھی مجھے کوئی جواب نہیں دیا۔"

"خطرے کی کوئی بات نہیں ہے زاہر۔" میں نے آگے بڑھ کر ایک کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اولیو ہاورڈ بہت اچھا دشمن ہے۔"

"آپ کو یاد ہوگا جناب میں نے ایک بار آپ سے کہا تھا کہ آپ نے اسے زندہ چھوڑ کر اچھا نہیں کیا۔ دیکھ لیجیے آج وہی ہمارے لیے مصیبت بن رہا ہے۔ اگر آپ نے اس سے نجات حاصل کر لی ہوتی تو اس وقت ہم آزاد ہوتے۔"

"ایک ہی تو میرا دشمن ہے زاہر! وہ بھی نہ رہا تو پھر دل کیسے بہلے گا۔ خیر تم یہ بتاؤ کہ تمھیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی؟"

"ان لوگوں کے رویے سے تو یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں ان کا مہمان ہوں۔"

"یہ رویہ کسی خاص مقصد کے تحت ہی ہوگا ورنہ دشمنوں کے ساتھ بہت خراب سلوک روا رکھا جاتا ہے۔"

"اور وہ خاص مقصد کیا ہو سکتا ہے؟" زاہر نے حیرت سے پوچھا۔

"وقت آنے پر خود ہی پتا چل جائے گا۔" میں نے کہا اور اولیو ہاورڈ کی دی ہوئی دھمکی پر غور کرنے لگا۔ میں اس کی دھمکی کی نوعیت سمجھنے سے قاصر تھا لیکن اتنا تو بہرحال سمجھ ہی سکتا تھا کہ اگر ہم جلد از جلد اس کی قید سے فرار نہ ہو گئے تو آنے والا وقت ہمارے لیے بڑے مصائب بھی لا سکتا ہے۔

اور میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ ہم دونوں کے لیے شام کا کھانا کمرے ہی میں بھجوا دیا گیا تھا۔ کھانے میں بے ہوش کر دینے والی کسی دوا کی آمیزش بھی جس کا اندازہ ہمیں بعد میں ہوا۔ اگر پہلے ہو جاتا تب بھی ہم کچھ نہیں کر سکتے تھے۔ کھانا کھاتے ہی نیند بے ہوشی کی طرح ہم پر غلبہ آور ہوئی اور ہمیں کچھ ہوش نہ رہا۔ اگلے روز ہماری آنکھ کھلی تو پورا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔

اس وقت سورج بھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ ہوش آتے ہی میری سماعت سے پرندوں کے چہچہانے کی آوازیں ٹکرائیں۔ میں بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ لیکن یہ کیا؟ میں سویا تو تھا ایک سجے سجائے کمرے میں اور آنکھ کھلی تو ایک جنگل میں . . . اور وہ بھی اس حال میں کہ میں زمین پر پڑا تھا۔ میں اکیلا نہیں تھا۔ کچھ اور لوگ بھی تھے جو بہت شکستہ حال نظر آرہے تھے۔ انھی میں زاہر بھی موجود تھا مگر وہ شکستہ حال نہیں نظر آرہا تھا۔ خود میں بھی نہیں تھا۔ اپنے اور دیگر لوگوں کے درمیان حلیوں کے اس فرق کو میں اس کے علاوہ اور کوئی معنی نہ پہنا سکا کہ ہم ان کے درمیان تازہ وارد ہوئے تھے۔ یہ اندازہ کرنے میں بھی مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی کہ ہم وہاں قیدی ہیں۔ اس لیے کہ زمین پر محوِ خواب لوگوں کے گرد مسلح محافظ نظر آرہے تھے۔

سورج طلوع ہوتے ہی ہماری روانگی عمل میں آگئی۔ روانہ ہونے سے قبل تمام قیدیوں کو بھنے ہوئے چنوں اور مکئی کے دانوں کا ناشتا کرایا گیا تھا۔ اس کے بعد سب کے ہاتھ پشت پر لے جا کر باندھ دیے گئے اور پھر تمام افراد کو تین تین کی قطاروں میں کھڑا کر دیا گیا ـــــ اس کے بعد ہمیں مارچ کرنے کا حکم ملا۔ سب کچھ فوجی انداز میں ہو رہا تھا۔ مسلح محافظ ہمارے چاروں طرف بکھرے ہوئے تھے اور ہم تین تین کی قطار میں آگے پیچھے سفر کر رہے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر حیرت ہوئی کہ کسی کی زبان سے احتجاج کے نام پر ایک لفظ بھی نہیں نکلا تھا لیکن اس کی وجہ معلوم ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ جس وقت محافظوں میں سے ایک میرے ہاتھ پشت پر باندھنے کے لیے میرے نزدیک آیا تو میں نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔ یہ احتجاج مجھے بہت مہنگا پڑا۔ دوسرے محافظ نے بڑی بے دردی سے بندوق کا بٹ میرے پیٹ پر دے مارا۔ میرے پیٹ میں درد کی ایک تیز لہر اٹھی اور میں پیٹ پکڑ کر دوہرا ہو گیا۔ انھوں نے اسی پر ہی اکتفا نہیں کیا بلکہ دوسرے محافظ نے میری گدی پر بھی ایک بٹ رسید کر دیا۔ میری آنکھوں میں ستارے ناچ گئے۔ بڑی شدید چوٹ آئی تھی۔ چند لمحوں کے لیے تو میرے حواس معطل ہو گئے۔ جب میں اپنے حواس میں واپس آیا تو میرے دونوں ہاتھ پشت پر کسے جا چکے تھے اور میری سمجھ میں سب کچھ آچکا تھا۔ محافظ قہقہے لگا رہے تھے اور بقیہ قیدی خوفزدہ نظر آرہے تھے، یوں جیسے میری اس حرکت سے انھیں بھی کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو گیا ہو۔

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم بہت خطرناک قیدی ہو۔" ایک محافظ نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ تم کتنے خطرناک ہو۔"

"تمھیں بہت جلد پتا چل جائے گا کہ کون کتنا خطرناک ہے۔" میں نے نفرت سے کہا۔

"خاموش رہو۔" ایک محافظ دہاڑا اور دوسرے نے پوری قوت سے میرے منہ پر مکا رسید کر دیا۔ اس کا گھونسا میرے جبڑے پر کسی آہنی ہتھوڑے کی طرح لگا اور میرے گلے کی کھال پھٹ گئی۔ "ہم قیدیوں کو بولنے کی اجازت نہیں دیتے۔"

"میرے ہاتھ کھول دو پھر میں دیکھوں گا تم لوگ کتنے پانی میں ہو۔" میں نے خون تھوکتے ہوئے کہا۔

محافظ نے جواب میں پھر ہاتھ گھمایا لیکن میں ہوشیار تھا۔ جھکائی دے کر خود کو بچا گیا مگر اس کے بعد قیامت ہی آگئی۔ کئی محافظ مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ وہ بڑی بے دردی سے مجھے مار رہے تھے۔ بندوقوں کے بٹوں سے، لاتوں سے، ہاتھوں سے، جس کا جس طرح بس چل رہا تھا مجھے مار رہا تھا۔ میرے دونوں ہاتھ پشت پر بندھے ہوئے تھے اس لیے میں بے بس تھا۔ اپنا دفاع بھی نہیں کر سکتا تھا۔ انھوں نے مار مار کر میرا حلیہ بگاڑ دیا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ وہ اتنے درندہ صفت لوگ ہیں۔ لیکن مجھے اندازہ کر لینا چاہیے تھا۔ ان کا تعلق اولیو ہاورڈ سے تھا۔ انھیں انسانوں کی صف میں شمار کرنا حماقت ہی تھا۔ وہ تو درندے تھے۔ جو بہیمانہ سلوک انھوں نے میرے ساتھ کیا وہی دوسروں کے ساتھ بھی کرتے ہوں گے تبھی تو سارے قیدی اس قدر خوفزدہ تھے۔

میں پٹ پٹ کے ادھ موا ہو گیا تب کہیں جا کے ان کے ہاتھ رکے اور ساتھ ہی انھوں نے مجھے وارننگ بھی دے دی کہ اگر اب میرے منہ سے ایک لفظ بھی نکلا تو میرا حشر اس سے بھی زیادہ برا ہوگا۔ بات میری سمجھ میں آچکی تھی اس لیے میں نے بھی دوسروں کی طرح چپ سادھ لی۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا مگر میں چلنے کے لیے مجبور تھا۔ قیدیوں کا یہ قافلہ ویران راستوں سے گزرتا ہوا ایک پہاڑی علاقے تک پہنچ گیا۔ شدید دھوپ دماغوں کو پگھلائے ڈال رہی تھی مگر ہم چل رہے تھے۔ کبھی کبھی کوئی قیدی بڑبڑانے لگتا تھا۔

تقریباً سہ پہر تک ہم پہاڑی علاقے میں سفر کرتے رہے۔ گرد و غبار نے ہم سب کے حلیے بگاڑ کر رکھ دیے تھے۔ میں نے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اپنی آنکھیں اور کان کھلے رکھے تھے۔ اس لیے کہ میں اس علاقے سے قطعی طور پر ناواقف تھا۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ میرے اور زاہر کے علاوہ جو قیدی ہیں ان کا جرم کیا ہے؟ لیکن ان میں سے کچھ لوگ یقینی طور پر اس علاقے سے واقف تھے۔ اور کان کھلے رکھنے کے باعث چند قیمتی باتیں میرے علم میں آ گئیں۔ ہمیں کسی کیمپ میں لے جایا جا رہا تھا جہاں رات تک پہنچ جانے کی توقع تھی۔ اس کے علاوہ راستے میں ایک ایسی جگہ بھی پڑتی تھی جہاں سے فرار ہونا ممکن تھا۔ میں نے تفصیلات اپنے ذہن میں محفوظ کر لی تھیں۔

جس راستے پر ہم چل رہے تھے اُس کے دائیں جانب پہاڑ تھے اور بائیں جانب گہری کھائی تھی۔ میں بائیں جانب والی سمت میں تھا اور میرے برابر زاہر چل رہا تھا۔ دفعتاً میں نے زاہر کی سمت سر گھمایا۔

”اگر میں کھائی میں چھلانگ لگا دوں تو کیا تم میری تقلید کرو گے؟“ میں نے سرگوشی میں کہا۔

زاہر نے حیرت سے مجھے دیکھا پھر اُس کی نگاہ میرے بندھے ہوئے ہاتھوں پر جم گئی۔ ”کیا؟“ اُس نے بے خیالی سے کہا۔

”ہمیں فرار ہونا ہے زاہر۔“ میں نے زور دے کر کہا۔ ”کیا تم میرا ساتھ دو گے؟“

”ہاں۔“ زاہر نے سوچے سمجھے بغیر جواب دیا۔

”ٹھیک ہے، جب میں چھلانگ لگاؤں تو تم بھی میرے پیچھے چھلانگ لگا دینا۔“

”تم لوگوں کو بولنے سے منع کیا گیا تھا۔“ ایک محافظ ہمارے سروں پر سوار ہو گیا۔ ”تم لوگ کیا باتیں کر رہے تھے؟“

زاہر کے چہرے کا رنگ اُڑ گیا۔ وہ ان لوگوں کی سنگدلی کا مظاہرہ دیکھ چکا تھا۔ اس کی خوفزدگی بجا تھی۔ جس بے دردی سے انھوں نے میری پٹائی کی تھی اس کے بعد زاہر کا اُن سے خوفزدہ ہونا قدرتی امر تھا۔ لیکن ہم دونوں نے محافظ کی بات کا جواب نہیں دیا۔ ہمیں خاموش دیکھ کر اُسے طیش آ گیا۔

”تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتے؟“ اُس نے جھنا کر مجھ سے کہا۔ ”کیا صبح والی پٹائی بھول گئے؟“

میں نے سرد نگاہوں سے اُسے دیکھا مگر میں بدستور خاموش رہا۔

اُس کے غیظ و غضب میں اضافہ ہو گیا۔

”اگر تم نے جواب نہ دیا تو میں تمہارا سر توڑ دوں گا۔ میں تین تک گنتی گن رہا ہوں۔“

بات بڑھ جاتی لیکن دوسرے محافظ اس طرف متوجہ ہو گئے اور اُنھوں نے ہمیں دھمکی دے کر بات ختم کرا دی۔ میں نے مسکرا کر زاہر کی طرف دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ذہنی کوفت اور جسمانی کرب کے ملے جلے تاثرات ثبت تھے۔ میرے ہاتھ بندھے رہنے کی وجہ سے ہاتھ بُری طرح دُکھنے لگے تھے۔ ظاہر ہے زاہر بھی اسی کیفیت سے گزر رہا ہو گا۔

میں نے دوسری طرف دیکھا۔ وہ محافظ جس سے میری تکرار ہوئی تھی، مجھے گھور رہا تھا۔ اُس کی نگاہوں کے تاثر سے پتا چلتا تھا کہ اُس نے مجھ سے انتقام لینے کا تہیہ کر لیا ہے۔ بہت سے قیدی غصے، خوف اور پریشانی کے عالم میں مجھے بُرا بھلا کہہ رہے تھے۔ اُن کا خیال تھا کہ میں محافظوں کو اشتعال دلا رہا ہوں اور محافظوں کا اشتعال اُن سب کے لیے ہی خطرناک ثابت ہو سکتا ہے لیکن مجھے اُن میں سے کسی کی بھی پروا نہیں تھی۔ مجھے تو بس اپنی اور زاہر کی فکر تھی۔ ہمارا قید رہنا ٹھیک نہیں تھا۔ ہم لوگ قید ہونے کے لیے نہیں تھے۔ قید وہ لوگ ہوتے ہیں جنھیں کوئی اور کام نہیں ہوتا اور ہمارے سامنے تو ایک بڑا مقصد تھا۔ فلسطین کو آزادی دلانا۔۔۔ اس مقصد کے لیے ہمیں ہر آن متحرک رہنا پڑتا تھا۔ قید میں زندہ رہنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا۔ یا تو زندگی کا ہر لمحہ اپنے عظیم مقصد کے لیے سرگرم رہنے میں بسر ہو جائے ورنہ پھر زندگی بے مصرف ہے۔

میں اور زاہر اگرچہ قید ہو گئے تھے لیکن دل کو یہ تسلی تھی کہ تہذیب اور بُدّا آزاد ہیں۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کا علی گروپ میرے مشن کو جاری رکھ سکتا تھا لیکن تہذیب اور بُدّا بھی چونکہ اولیو پاورڈ کی نظروں میں آ چکے تھے اس لیے اُن کے بارے میں بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ اولیو پاورڈ کسی وقت بھی اُن دونوں پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کر سکتا تھا۔

بالآخر وہ جگہ آ گئی جہاں سے مجھے بائیں جانب والی گہرائی میں چھلانگ لگانا تھی۔ میں نے سر گھما کر زاہر کی طرف دیکھا اور اسے تیار ہونے کا اشارہ کرتے ہوئے اچانک ہی حرکت میں آ گیا۔ میں نزدیکی محافظ کی طرف جھپٹا تھا۔ میں نے پوری قوت سے لات گھمائی۔ میری بھرپور لات نے محافظ کا توازن بگاڑ دیا اور وہ کھائی میں لڑھک گیا۔ میں نے ایک لمحہ بھی ضائع کیے بغیر خود بھی محافظ کے عقب میں چھلانگ لگا دی۔ یہ بڑا خطرناک فیصلہ تھا۔ چند لمحوں کے لیے تو مجھے کچھ ہوش ہی نہیں رہا۔ میرا جسم فضا میں نیچے کی جانب گرتا چلا جا رہا تھا۔ تیز ہوا کے باعث حواس بحال رکھنا محال تھا۔

مجھے یاد نہیں کہ میں سر کے بل گرا تھا یا پیروں کے بل۔۔۔ لیکن یہ ضرور یاد ہے کہ میرا جسم پانی سے ٹکرایا تھا اور اس عالم میں بھی میرے رُوئیں رُوئیں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔ اندازے کی ذرا سی غلطی تباہ کن ثابت ہو سکتی تھی لیکن ایسا نہیں ہوا تھا۔

پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اور اس سے بھی زیادہ خوش آئند بات یہ تھی کہ میں محافظ پر گرا تھا۔ میں نے فوری طور پر اپنا توازن سنبھالتے ہوئے محافظ کی گردن پر پیر رکھ دیا۔ پھر اُس کی گردن پر پوری قوت صرف کرنے سے مجھے کون روک سکتا تھا۔ خوف و دہشت نے شاید اُسے بے ہوش کر دیا تھا ورنہ بازی اُلٹ بھی سکتی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھ آزاد تھے۔ ہوش میں ہونے کی صورت میں وہ ہرگز میرے قابو میں نہیں آ سکتا تھا۔ اُس کی گردن پر زور ڈالنے کے دوران مجھے زاہر کا خیال آیا۔ اور میں اُسے آوازیں دینے لگا۔ معلوم نہیں اُس نے چھلانگ لگائی بھی تھی یا نہیں۔

”میں یہاں ہوں۔“ مجھے زاہر کی آواز سنائی دی۔ وہ مجھ سے کوئی پندرہ فٹ کے فاصلے پر تھا۔

”یہاں آؤ زاہر۔“ میں نے زور سے کہا۔ ”اور محافظ کی بندوق تلاش کرو۔“

زاہر اپنے پیروں کی مدد سے تیرتا ہوا میری طرف بڑھنے لگا۔

”بندوق کہاں ہے؟“ اُس نے پوچھا۔

”اگر مجھے علم ہوتا تو تم سے تلاش کرنے کو کیوں کہتا؟“ میں نے قدرے جھنجلا کر کہا۔

زاہر اپنے پیروں کی مدد سے بندوق تلاش کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اسی اثنا میں مَیں نے محسوس کیا کہ محافظ کا جسم بالکل بے جان ہو چکا ہے چنانچہ میں نے اُس پر سے اپنا پیر ہٹا لیا۔ اُس کا بے جان جسم سطح پر نمودار ہوا اور پھر پانی کے بہاؤ کے ساتھ تیرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

”وہ ہم پر گولیاں برسا رہے ہیں جناب۔“ زاہر نے خوفزدگی سے کہا۔

”میں دیکھ رہا ہوں زاہر۔“ میں نے کہا۔ ”لیکن بے فکر رہو۔ ہمیں ان گولیوں سے کوئی ضرر نہیں پہنچ سکتا۔ دیکھ نہیں رہے، گولیاں بے ضرر کنکریوں کی طرح پانی پر گر رہی ہیں۔“

زاہر کے ساتھ ساتھ اب میں نے بھی بندوق تلاش کرنا شروع کر دی۔ آخر کار بندوق میرے پیروں سے ٹکرائی اور میں نے اُسے اپنے پیر تلے دبا لیا۔ ”بندوق مجھے مل گئی ہے زاہر۔“ میں نے کہا۔ ”میرے قریب آؤ اور میرے دائیں پیر کے نیچے تلاش کرو۔“

زاہر میرے نزدیک آیا اور ذرا دیر کے بعد بولا۔ ”مجھے نہیں مل رہی جناب۔“

”اوہ! اپنا پیر میرے پیر پر رکھو۔ تب تمھیں بندوق ملے گی۔“

زاہر نے میرے کہنے پر عمل کیا اور اپنا پیر میرے پیر پر رکھ دیا۔ ہم دونوں دریا میں ایک دوسرے کے مقابل کھڑے تھے اور ہمارے اردگرد گولیاں برس رہی تھیں۔

”بے وقوف آدمی۔“ میں نے جھنجلا کر کہا۔ ”پیر کے نیچے سے بندوق کو اوپر اٹھانے کی کوشش کرو۔“

”میں کوشش کرتا ہوں جناب۔“ زاہر نے کہا اور چند لمحوں بعد بولا۔ ”بہت مشکل ہے جناب۔“

”خیر چھوڑو، تم بندوق پر پیر رکھو۔ کہیں یہ پانی میں بہہ نہ جائے۔“ میں نے کہا اور جب میں نے اطمینان کر لیا کہ زاہر نے بندوق پیروں تلے دبا لی ہے تو میں پلٹ گیا۔ اب زاہر میری پشت کی طرف تھا۔ میں پانی میں بیٹھ گیا۔ اس طرح بندھے ہوئے ہاتھوں سے بندوق اُٹھانا ایک مشکل کام تھا لیکن ہمیں اس کی ضرورت پڑ سکتی تھی اس لیے ہمیں ہر قیمت پر بندوق پر قبضہ کرنا تھا۔ بندوق تک ہاتھ پہنچانے کے چکر میں مجھے اتنا بیٹھنا پڑا کہ میرا سر بھی پانی میں ڈوب گیا لیکن میرے ہاتھ بندوق تک پہنچ گئے۔ میں نے احتیاط سے بندوق پکڑی اور جلدی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ زاہر لڑکھڑایا مگر اُس نے کسی نہ کسی طرح خود کو سنبھال ہی لیا۔

”کنارے کی طرف نکل چلو۔“ میں نے زاہر سے کہا اور ہم تیزی سے کنارے پر پہنچ گئے۔ کنارے پر پہنچتے ہی ہم نے ایک آڑ کی طرف دوڑ لگا دی اور نسبتاً محفوظ مقام پر پہنچتے ہی ہم زمین پر لیٹ کر گہرے گہرے سانس لینے لگے۔

”مجھے اپنے زندہ بچ جانے پر یقین نہیں آ رہا ہے جناب۔“ زاہر نے کہا۔

”ابھی یقین کرنا بھی مت۔“ میں نے کہا۔ ”ابھی تو معلوم نہیں ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے گا۔“

”اس پہاڑی سلسلے کی طرف سے تو ہم کو کوئی خطرہ نہیں ہے جناب۔“

”اصل خطرہ تو ہمیں دریا کی سمت سے ہے حالانکہ دشمن اوپر ہے۔“ میں نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ ہمارے سامنے جو علاقہ تھا اس پر خودرو گھاس اور جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں جن کے درمیان سے ہمیں پہاڑی سلسلہ دکھائی دے رہا تھا۔ ہمیں اس تک پہنچنا تھا لیکن ہم آرام کر رہے تھے۔

”چلو اُٹھو۔“ دفعتاً میں نے زاہر سے کہا۔ ”ہمیں روانہ ہو جانا چاہیے۔“

”لیکن ہم کس طرف جائیں گے؟“ زاہر نے پریشانی سے پوچھا۔

”رات ہونے سے قبل ہمیں اوپر پہنچ جانا چاہیے۔“ میں نے کہا اور زاہر اُٹھ کر میرے ساتھ چلنے لگا۔

”پانی کے بغیر ہم کس طرح سفر جاری رکھ سکیں گے؟“ زاہر نے کہا اور میں رُک گیا۔

”بات تو تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔“ میں نے تشویش سے کہا۔ ”لیکن اس مسئلے کا کیا حل ہو سکتا ہے؟“

”ہمیں دریا سے دور نہیں جانا چاہیے۔ دریا کے ساتھ ساتھ سفر کرنا چاہیے۔“

”نہیں، اس کے بجائے ہمیں کوئی ایسا ڈبا تلاش کرنا چاہیے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جس میں پانی بھرا جا سکے۔"

"یہاں تو کوئی چھوٹا سا ڈبا بھی نہیں ملے گا۔" ناہر نے کہا۔ اس کے لہجے میں مایوسی تھی۔

"تو پھر ہم کوئی آبادی تلاش کریں گے۔ وہاں سے کوئی انتظام ہو جائے گا۔"

"یہاں تو میلوں تک کوئی آبادی ملنے کا امکان نہیں ہے۔" ناہر بولا۔

"فی الحال تو چلو! بعد میں سوچیں گے۔" میں نے کہا اور ہم دوبارہ چل پڑے۔

ناہر کچھ دیر خاموشی سے چلتا رہا پھر متوحش انداز میں بولا: "ہمیں اپنے ہاتھ تو آزاد کر لینے چاہئیں۔"

"پہلی فرصت میں یہی کریں گے۔" میں نے کہا: "ہم کسی بلند جگہ چل کر جائزہ لیتے ہیں۔ کوئی نہ کوئی آبادی نظر آ ہی جائے گی۔"

تھوڑی ہی دور چلنے کے بعد چڑھائی شروع ہو گئی اور میں رک گیا۔ ناہر بھی مجھے رکتے دیکھ کر رک گیا تھا۔

"کیا بات ہے جناب؟" اُس نے پوچھا: "آپ رک کیوں گئے؟"

"یہ چڑھائی بہت خطرناک ہے۔ بندھے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ اوپر چڑھنا ناممکن ہوگا۔"

"میں تو پہلے ہی کہہ رہا تھا ہمیں اپنے ہاتھ آزاد کر لینے چاہئیں۔"

"اس کے لیے ہمیں ایک دوسرے کی طرف پشت کر کے کھڑا ہونا ہوگا۔ میں تمہارے ہاتھ کھولوں گا۔ اس کے بعد تم میرے ہاتھ کھول دینا۔"

ناہر نے سر کو اثباتی جنبش دی اور ہم دونوں پیٹھ سے پیٹھ ملا کر کھڑے ہو گئے۔ میں نے انگلیوں سے ٹٹول کر ناہر کے ہاتھوں پر بندھی رسّی کی گرہ تلاش کی اور اسے کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ رسّی گیلی تھی، پھول کر موٹی ہو چکی تھی اور اُسے کھولنا بے حد دشوار تھا۔ تاہم میں کوشش کرتا رہا۔ میری انگلیاں بار بار پھسل جاتی تھیں۔ ہاتھوں کا زاویہ درست ...... نہ ہونے کے باعث گرہ کھولنا ویسے بھی مشکل ہو رہا تھا۔

پندرہ منٹ کی سر توڑ کوششوں کے بعد بالآخر میں کامیاب ہو گیا۔ رسّی کی گرہ کھل گئی تھی۔ ناہر نے زور لگا کر ڈھیلی رسّی کے بل کھولے اور اپنی کلائیاں سہلانے لگا جن پر رسّی کے گہرے نشانات پڑ گئے تھے۔

"ہاتھ بعد میں سہلا لینا ناہر۔" میں نے کہا: "پہلے میرے ہاتھ آزاد کر دو تاکہ ہم آگے بڑھ سکیں۔"

"اوہ ہاں جناب۔" ناہر نے شرمندگی سے کہا اور پھر اُس نے مجھے بھی بندشوں سے نجات دلا دی۔

"اب تیزی سے نکل چلو، ہمارے دشمن یقیناً ہماری تلاش میں سرگرداں ہوں گے۔"

اپنے سامنے ہمیں چڑھائی نظر آ رہی تھی۔ چڑھائی کی نوعیت ایسی تھی کہ ہم زیادہ دور تک نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اگر اوپر سے کوئی ہمیں تلاش کرتا ہوا نیچے کی طرف آ رہا ہوتا تو ہم اُسے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ میں نے اپنے ایک ہاتھ میں بندوق سنبھال رکھی تھی۔ راستہ لحظہ بہ لحظہ تنگ ہوتا جا رہا تھا اور ہم چٹانوں سے ٹکراتے، لڑکھڑاتے اور ڈگمگاتے ہوئے پہاڑی کی چوٹی تک پہنچنے کے لیے کوشاں تھے۔

اوپر تک پہنچتے پہنچتے ہماری حالت تباہ ہو چکی تھی۔ کپڑے پھٹ گئے تھے اور جسم پر جا بجا خراشیں نظر آ رہی تھیں۔ یہاں تھوڑی سی سطح جگہ تھی اور ہم سے دس فٹ آگے پھر ایک ڈھلوان نظر آ رہی تھی جو آگے جا کر بالکل ہی عمودی ہو گئی تھی اور اس طرف آگے بڑھنا عملاً ممکن نہیں تھا۔ ناہر بے دم ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اُس کی تھکن اور بے حالی بلا جواز نہیں تھی۔ ہم صبح سے شام تک مسلسل حرکت میں رہے تھے۔ پہلے ہاتھ بندھے ہوئے ہونے کے باعث چلنے میں بہت دشواری ہو رہی تھی اور اس کے بعد یہ چڑھائی جس نے رہی سہی کسر بھی پوری کر دی تھی۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ سست رو دریا ہم سے چند سو گز کے فاصلے پر بہہ رہا تھا۔ دور افق میں ڈھلتے ہوئے سورج کی ہلکی...... اور نارنجی روشنی میں مجھے ایک آبادی کے آثار نظر آ گئے۔ غالباً وہ ماہی گیروں کا کوئی گاؤں تھا۔ بائیں جانب ایک چوبی پل بھی نظر آ رہا تھا جس کے ساتھ ایک دو کشتیاں بھی موجود تھیں۔ گاؤں کے کچھ لوگ بھی دکھائی دے رہے تھے۔

"خوشخبری سنو ناہر۔" میں نے زمیں بوس ناہر سے کہا: "ادھر ایک گاؤں نظر آ رہا ہے۔"

"اوہ۔" ناہر نے اُٹھنے کی کوشش کی مگر ممکن نہ ہو سکا۔ "کہیں اس کا تعلق دشمنوں سے نہ ہو؟"

"حماقت کی باتیں مت کرو۔" میں نے ہونٹ سکوڑ کر کہا اور پوری توجہ سے گاؤں کا جائزہ لینے لگا اور پھر مجھے ایک چوکور جگہ نظر آ گئی۔ وہ یقیناً ایک کنواں تھا۔

"میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا ہے جناب۔" ناہر نے نقاہت سے کہا: "اتنا قیامت خیز دن میں نے کبھی نہیں گزارا تھا۔"

"گاؤں میں کنواں بھی موجود ہے۔" میں نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا: "اگر ہم کوشش کریں تو وہاں سے پانی حاصل کر سکیں گے۔"

ناہر کچھ نہ بولا اور میں بھی اس کے برابر ہی بیٹھ گیا۔ "ارے ہاں!" میں نے دفعتاً چونک کر کہا: "ان لوگوں کا کیمپ کہاں ہے؟"

"کون سا کیمپ؟"

"وہی کیمپ جہاں وہ ہمیں لے جا رہے تھے۔"

"مجھے بھلا کیا علم ہو سکتا ہے جناب کہ وہ ہمیں کہاں لے جا رہے تھے اور ان کا کیمپ کس جگہ واقع ہے؟"

"دماغ استعمال کرو ناہر! ہمیں رات تک وہاں پہنچ جانا تھا۔ اس وقت سورج غروب ہونے میں ایک گھنٹہ باقی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ کیمپ زیادہ سے زیادہ تین گھنٹے کے فاصلے پر ہوگا۔"

"آپ کا مطلب ہے وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے مزید نفری منگوائیں گے؟" ناہر نے پوچھا۔

"یہی نہیں بلکہ وہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہیلی کاپٹر بھی استعمال کر سکتے ہیں۔"

"اس کا مطلب ہے ہم ابھی تک خطرے میں ہیں۔" ناہر بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"ہم شدید خطرے سے دوچار ہیں۔ کچھ عجب نہیں کہ وہ ہمیں دوبارہ پھانسنے کے لیے قریبی آبادیوں میں گھات لگائے بیٹھے ہوں۔"

"تب تو آبادی کے نزدیک جانا بے حد خطرناک ہوگا۔"

"میں نے تو صرف ایک امکانی بات کہی ہے۔ ہم محتاط رہیں گے۔ اس کے لیے ہمیں مزید اوپر جا کر جائزہ لینا ہوگا اور ہم اس گاؤں میں رات کی تاریکی میں داخل ہوں گے۔"

"تب تو ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیے۔" ناہر نے کہا اور جلدی سے کھڑا ہو گیا مگر میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ لیا۔

"شش۔" میں نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اُسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ "بیٹھ جاؤ۔ مجھے قدموں کی آہٹ سنائی دے رہی ہے۔"

ناہر نے بیٹھنے میں دیر نہیں لگائی۔ "کس طرف سے آواز آ رہی ہے جناب! مجھے تو کچھ سنائی نہیں دے رہا۔" اُس نے سرگوشی میں کہا۔

"تم اس چٹان کی آڑ میں ہو جاؤ اور خاموشی سے تماشا دیکھتے رہو۔" میں نے کہا اور ناہر نے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے بندوق سنبھالی اور خود بھی ناہر کے ساتھ چٹان کی اوٹ میں ہو گیا۔ ہم نے چٹان کی اوٹ سے جھانک کر دیکھا۔ وہ ہمارے محافظوں میں سے ایک تھا جو ہمیں تلاش کرتا ہوا اِدھر آ نکلا تھا۔ لیکن ابھی وہ ہم سے دور تھا۔

"اگر یہ اسی سمت میں چلتا رہا تو اسے ایک مُردہ آدمی سمجھو۔" میں بڑبڑایا اور ناہر مجھے دیکھ کر رہ گیا۔

"اُسے یہاں تک پہنچنے میں دیر لگے گی جناب! ہم کب تک انتظار کرتے رہیں گے؟"

"ہم انتظار نہیں کریں گے ناہر۔" میں نے کہا: "تم یہیں چھپے رہو، میں آگے جا کر اُسے دیکھتا ہوں۔"

میں چٹانوں کی آڑ لیتا ہوا اُس کی طرف بڑھنے لگا۔ بعض جگہوں پہ مجھے اُس کی نگاہ سے بچنے کے لیے رینگنا بھی پڑا تھا۔ جلد ہی میں اُس کے نزدیک پہنچ گیا پھر میں نے اپنی بندوق اُس راستے پر ڈال دی جس پہ وہ آ رہا تھا اور خود میں نے اپنے آپ کو پوشیدہ کر لیا۔

قدموں کی آہٹیں قریب ہوتی جا رہی تھیں۔ پھر وہ مجھے نظر آ گیا۔ وہ اِدھر اُدھر دیکھتا ہوا چل رہا تھا اور خاصا محتاط نظر آ رہا تھا لیکن اُس کی ساری احتیاطیں اس وقت دھری رہ گئیں جب اُس کی نظر بندوق پر پڑی۔ اُس نے حیرت سے بندوق کی طرف دیکھا اور پھر چھلانگ لگا کر ایک طرف ہٹ گیا۔ اُس نے پہلے دونوں جانب اور پھر اوپر پہاڑی کی طرف دیکھا۔ ظاہر ہے جب بندوق تھی تو پھر صاحب بندوق کو بھی وہیں کہیں ہونا چاہیے تھا۔ اُس کی حیرت اور پریشانی بجا تھی۔ لیکن صاحب بندوق تو اُس کے عقب میں تھا۔ یہ بات اُس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ اُس پر پچھلی سمت سے بھی قیامت ٹوٹ سکتی ہے۔ میں دبے قدموں چٹان کی اوٹ سے نکلا اور اُس کی بے خبری میں اُسے جا لیا۔ اُسے اتنی مہلت بھی نہیں ملی کہ اپنے دفاع میں ہی کچھ کر سکتا۔ میں نے اُسے ٹھکانے لگانے میں دیر نہیں لگائی۔ ناہر تیزی سے میری طرف آ رہا تھا۔

"آپ نے اسے ختم کر دیا جناب۔" اُس نے میرے قریب پہنچ کر کہا۔ اس کی نگاہ مُردہ محافظ پر جمی ہوئی تھی۔

"کوئی اور موقع ہوتا تو میں پہلے اس سے معلومات حاصل کرتا مگر اس وقت اسے ٹھکانے لگا دینا ہی بہتر تھا۔"

"لیکن یہ غیر مسلح حالت میں اِدھر کیوں آ نکلا تھا؟" ناہر نے حیرت سے کہا۔

"مجھے کیا معلوم۔" میں نے جھنجلا کر کہا: "سوال جواب کرنے کے بجائے اس کی تلاشی لو اور اس کے کپڑے اُتار لو۔"

اُس کی جیبوں سے تھوڑی سی کرنسی کے علاوہ اور کچھ برآمد نہیں ہوا۔ ہم نے اُس کے کپڑوں کا بنڈل بنا لیا اور اُس کی لاش ایک چٹان کے عقب میں چھپا دی۔

"اب یہاں سے نکل لو۔" میں نے ناہر سے کہا: "اس وقت ہماری تلاش ہو رہی ہوگی۔ کسی اور کے آنے سے قبل کسی محفوظ مقام تک پہنچنے کی کوشش کرو۔"

ہم دوبارہ روانہ ہو گئے۔ اس بار ناہر نسبتاً تیزی سے چل رہا تھا۔ خود کو خطرات میں گھرا ہوا محسوس کر کے اس کی ہمت عود کر آئی تھی۔ بلندی کی طرف ہمارا سفر جاری رہا۔ آخری چٹان پر چڑھنے میں ناہر کو بہت مشکل پیش آ رہی تھی۔

"ہمیں معلوم نہیں مزید کتنی چڑھائیوں پر چڑھنا پڑے۔" میں نے ناہر سے کہا: "اگر تمہاری یہی حالت رہی تو ہم بڑی مصیبت میں پڑ جائیں گے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"بدقسمتی سے مجھے پہاڑی چٹانوں پر چڑھنے کا تجربہ نہیں ہے۔" زاہر نے پھولی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا۔ "لیکن میں کوشش کر رہا ہوں کہ کچھ نہ کچھ مہارت حاصل کر ہی لوں۔"

اس آخری چٹان کے اوپر پہنچنے کے بعد ہم محفوظ ہو گئے تھے۔ زاہر ایک بار پھر ڈھیر ہو گیا تھا اور میں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر راستہ دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ہمارے سامنے ایک اونچا پہاڑ تھا اور سورج اُس کے عقب میں غروب ہونے کے قریب تھا۔ مجھے راستہ نظر آ گیا۔ اُس کی زیادہ سے زیادہ چوڑائی ساٹھ فٹ رہی ہو گی اور وہ ایک وادی کی صورت میں تھا کٹا پھٹا اور ناہموار راستہ۔

میں نے زاہر کو راستے کے بارے میں بتایا اور بندوق صاف کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ "اِسے تیل نہ دیا گیا تو یہ زنگ کھا جائے گی۔" میں نے کہا مگر زاہر نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"تمھاری طبیعت تو ٹھیک ہے زاہر؟" میں نے تشویش سے زاہر کے ماتھے پر ہاتھ رکھا۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ چت لیٹا لمبی لمبی سانسیں لے رہا تھا۔ میرے ہاتھوں کا لمس محسوس کر کے اُس نے آنکھیں کھول دیں۔

"میں ٹھیک ہوں جناب۔" اُس نے کہا۔ "بس تھکن غالب... آ گئی ہے۔"

"آرام کرو زاہر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔ "چند گھنٹے آرام کرنے کے بعد تم ٹھیک ہو جاؤ گے۔ ہمیں کوئی فوری خطرہ لاحق نہیں ہے۔"

"لیکن اولیو ہاورڈ کا خطرہ تو ہمیشہ سر پر منڈلاتا رہے گا۔" زاہر نے کہا۔ میں اُس کا مطلب سمجھ گیا تھا مگر میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔

"کچھ اندازہ ہے جناب کہ اس وقت ہم کس علاقے میں ہیں؟" زاہر نے پوچھا۔

"معلوم نہیں زاہر! لیکن اندازہ ہے کہ ہم ریاست ٹیکساس کے کسی مقام پر ہیں۔ لاقانونیت کے معاملے میں ٹیکساس امریکا میں سرفہرست ہے۔"

"اور وہ قیدی کون ہو سکتے ہیں؟"

"اولیو ہاورڈ کے دشمن بھی ہو سکتے ہیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ ہاروت رابیل کے پاس کام کرنے والے ایسے لوگ ہوں جو اُس کے خلاف گواہی دے سکتے ہوں۔"

"یہ سب کچھ امریکا میں ہو رہا ہے!" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "امریکا میں... جہاں شخصی آزادی کی مثالیں دی جاتی ہیں۔"

"ہاں زاہر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "یہاں کی شخصی آزادی بھی ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے اور سی آئی اے کی دھاندلیاں بھی عالمی شہرت کی حامل ہیں۔"

"لیکن ہم تو اولیو ہاورڈ کی قید میں تھے۔ سی آئی اے کا اس معاملے سے کیا تعلق ہے؟"

"وہ بھی تو سی آئی اے کا ہی پروردہ ہے۔ جن خطوط پر وہاں اُس کی تربیت ہوئی تھی وہاں سے نکلنے کے بعد بھی وہی کچھ کر رہا ہے۔"

"لیکن ہمارے ساتھ یہ سلوک کرنے سے اس کا کیا مقصد ہو سکتا ہے؟ وہ ہمیں ختم بھی کر سکتا تھا۔"

"اس کے سر میں مجھ پر اپنی برتری ثابت کرنے کا سودا سما گیا ہے۔ وہ مجھ سے ایک کام لینا چاہتا تھا۔ میں نے انکار کیا تو اُس نے مجھے سنگین نتائج کی دھمکی دی۔ اب دیکھ لو اُس نے ہمیں کس حال کو پہنچا دیا ہے۔"

"میڈم پتا نہیں کہاں ہوں گی اور بڈھا صاحب خدا جانے کس حال میں ہوں گے۔ وہ ہمیں ڈھونڈ رہے ہوں گے۔"

"ہاں۔" میں نے کہا۔ "اور تشویشناک بات یہ ہے کہ وہ اولیو ہاورڈ کی نظروں میں آ چکے تھے۔"

"اوہ! تب تو اُس نے اُنھیں بھی اپنا قیدی بنا لیا ہو گا۔" زاہر ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا۔ "مگر وہ اُن تک پہنچا کیسے؟"

"تمھیں یاد نہیں، ہم نے ٹیکسی والے سے کرسٹل ہوٹل چلنے کو کہا تھا۔ بس اُس کے لیے اتنا ہی کافی تھا۔ اُس نے بڑی آسانی سے معلوم کر لیا کہ اس ہوٹل میں میرے کون کون سے ساتھی ٹھہرے ہوئے ہیں مگر وہ اُن پر ہاتھ نہیں ڈالے گا۔"

"اُسے کون روکے گا جناب؟"

"میرا خوف۔" میں نے کہا۔ "اس سے قبل ایک بار اُس نے تہذیب کو اغوا کیا تھا۔ میں نے جواب میں اُس کی بیٹی کو اغوا کر کے اُسے شکستِ فاش دی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ اب وہ ایسی کوئی حماقت کرنے کی جرأت نہیں کرے گا۔"

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہو گا جناب؟" زاہر نے دوبارہ لیٹتے ہوئے پوچھا۔

"تم اپنی تھکن دور کر لو پھر ہم دریا کے پاس والی آبادی کی طرف چلیں گے۔"

"ہمیں کب تک روانہ ہونا ہو گا؟"

"آدھی رات ہونے سے قبل۔" میں نے کہا۔

"یہ تو بہت جلدی ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔ "میں تو سمجھ رہا تھا کہ کل صبح..."

"ہم اتنا زیادہ طویل انتظار کرنے کا خطرہ نہیں مول لے سکتے زاہر! صبح سے قبل ہم جتنی دور نکل سکیں اتنا ہی ہمارے حق میں بہتر ہو گا۔"

"جیسے آپ کی مرضی جناب۔" زاہر نے بے جان سے لہجے میں کہا اور مجھے ہنسی آ گئی۔

"گھبراؤ مت زاہر! نیچے اُترتے وقت کسی دشواری کا سامنا نہیں

کرنا پڑے گا۔ چڑھائی کی بات اور تھی۔"

جس مقام پر ہم موجود تھے وہاں سے گاؤں بھی صاف نظر آ رہا تھا۔ اندھیرا پھیل چکا تھا اس لیے گاؤں کے مکانوں میں جلتی ہوئی روشنیاں ہی گاؤں کی نشان دہی کر رہی تھیں۔ زاہر سو گیا تھا۔ میں خود بھی تھکن سے نڈھال ہو رہا تھا اس لیے میں نے بھی یہی بہتر سمجھا کہ چند گھنٹوں کے لیے سو جاؤں۔

مجھے یہ اندازہ تو نہیں ہو سکا کہ میں کتنی دیر سویا تھا لیکن جب میری آنکھ کھلی تو گاؤں کے مکانوں میں جلتی ہوئی روشنیاں بدستور نظر آ رہی تھیں جو اس بات کی علامت تھیں کہ رات ابھی آدھی سے زیادہ نہیں گزری ہے۔ میں نے زاہر کو اُٹھا دیا اور اُس سے چلنے کے لیے کہا۔ چنانچہ تھوڑی دیر بعد ہم پہاڑی سے نیچے اُتر رہے تھے۔

ہم جلد ہی گاؤں تک پہنچ گئے۔ میں نے بندوق زاہر کے حوالے کر کے اُسے تاکید کر دی تھی کہ وہ مجھ سے دور رہ کر میرے عقب میں چلے۔ مجھے کوئی خطرہ درپیش ہو گا تو میں اُس سے نمٹنے کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔ زاہر کو خاموش تماشائی بنے رہنا ہو گا۔ فائر کرنے کی اجازت اُسے صرف اس صورت میں تھی جب کہ ایسا کرنا ناگزیر ہو جائے۔

ہم ایک دوسرے سے علیحدہ چلتے ہوئے گاؤں کے نزدیک پہنچے اور طے شدہ مقام پر یکجا ہو گئے۔ گاؤں چوبی مکانات پر مشتمل تھا۔ ایک بار بھی نظر آ رہا تھا جو ابھی بند نہیں ہوا تھا۔ گاؤں کے ساتھ ہی کھیت تھے جہاں فصلیں لہلہا رہی تھیں۔

"اب ہمیں کوئی بڑا سا کین تلاش کرنا ہو گا جس میں پانی بھر کر ساتھ لے جا سکیں۔ اس کے علاوہ کھانے کے لیے جو بھی مل سکے مثلاً چاکلیٹ اور کھانے کے ڈبوں میں بند اشیاء۔ کیا خیال ہے؟"

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے جواب دیا۔ "ظاہر ہے ہمیں ضرورت کی جتنی زیادہ اشیاء مل سکیں اتنا ہی اچھا ہے۔"

ہم سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر بار تھا جس کے باہر جلتی ہوئی روشنی کے باعث ہم رُکنے پر مجبور ہو گئے تھے۔ روشنی میں ہمیں دیکھا جا سکتا تھا اور ہم اتنا شدید خطرہ مول لینے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے۔ لہٰذا ہمارے پاس اس کے سوا کوئی چارہ نہیں تھا کہ خاموشی سے انتظار کریں۔

ہمیں کچھ دیر انتظار کرنا پڑا۔ اس کے بعد شراب خانہ بند ہونے کا وقت آ گیا۔ بار کی روشنیاں گل ہونے سے سڑک پر تاریکی چھا گئی تھی اور ہم اندھیرے میں بے خطر آگے بڑھ سکتے تھے تاہم میں اور زاہر احتیاط برت رہے تھے۔ بار سے تقریباً بیس فٹ کے فاصلے پر پہنچ کر ہم نے ایک آدمی کو بار سے باہر نکلتے دیکھا۔ وہ نشے میں دھت تھا۔ میں نے کسی ممکنہ تصادم کے لیے خود کو تیار کیا اور زاہر نے بندوق... لیکن اُس نے ہم پر کوئی توجہ نہیں دی اور کچھ فاصلے پر واقع ایک نیم پختہ مکان میں داخل ہو گیا۔

پندرہ منٹ تک ہم بار کے سامنے ایک آڑ میں ساکت و صامت کھڑے رہے۔ ہم نے ایک درخت کی آڑ لے رکھی تھی۔ پھر بار کا دروازہ کھلا اور ایک اور آدمی جھومتا جھامتا باہر نکلا۔ بار کے مالک نے اسے تقریباً دھکیل کر دروازہ بند کر لیا۔ باہر آنے والا آدمی آخری تھا اس لیے کہ بار کے مالک نے اندر سے دروازے کی کنڈی چڑھا لی تھی۔ باہر آنے والا ہمارے برابر سے ہی گزر رہا تھا۔ اور فضا شراب کی بو سے بوجھل ہو گئی تھی۔

"آؤ۔" اُس آدمی کے گزرنے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں مزید وقت نہیں برباد کرنا چاہیے۔"

سڑک سنسان پڑی تھی۔ سڑک کے نکڑ پر ایک کتا رو رہا تھا۔ بار کے دروازے پر پہنچ کر میں نے دروازہ کھٹکھٹایا۔

"کون ہے؟" اندر سے بلند آہنگ آواز سنائی دی۔ "بار بند ہو چکا ہے۔ اب کیا لینے آئے ہو؟"

"دروازہ کھولو۔" میں نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "تم سے ضروری کام ہے۔"

"کیا مصیبت ہے۔" بار کے مالک کے بڑبڑانے کی آواز آئی پھر اُس نے ایک جھٹکے سے دروازہ کھول دیا۔ دروازے پر دو خستہ حال اجنبیوں کو دیکھ کر اُس نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کون ہو تم لوگ؟"

اُسے جواب دینے کے بجائے میں نے اُسے دھکا دیا اور اندر گھستا چلا گیا۔ وہ لمبا چوڑا طاقت ور آدمی تھا مگر زاہر کے ہاتھ میں نظر آنے والی بندوق نے اُسے کوئی جارحانہ قدم اُٹھانے سے روک دیا۔

"کون ہو تم لوگ اور کیا چاہتے ہو؟" اُس نے خوفزدہ نظروں سے زاہر کی بندوق کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہمارا ارادہ تمھیں قتل کرنے کا ہرگز نہیں ہے۔" میں نے کہا۔ "اور نہ ہی ہم تمھیں لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ ہمیں کچھ چیزوں کی ضرورت ہے۔ اگر تم نے ہم سے تعاون کیا تو ٹھیک ورنہ مجبوراً تمھیں قتل کرنا پڑے گا۔"

"نہیں۔" اُس نے جلدی سے کہا۔ "میں تم سے تعاون کرنے کو تیار ہوں۔ تمھیں جو چیز بھی چاہیے یہاں سے لے جا سکتے ہو۔"

"شکریہ۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔ "تم بہت اچھے آدمی ہو۔ اب جلدی سے یہ بتاؤ کہ باورچی خانہ کدھر ہے؟"

"یہاں تمھیں کھانے کو کچھ نہیں مل سکے گا۔" بار کے مالک نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا۔ "یہ صرف بار ہے۔ کھانے کا سامان تمھیں میرے گھر پر مل سکے گا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمھارا گھر کہاں ہے؟" زاہر غرّایا۔

"بار کے ساتھ ہی ہے۔ اِدھر اندر سے بھی دروازہ ہے اور باہر سے گھوم کر بھی۔۔۔"

"زیادہ تفصیلات میں جانے کی ضرورت نہیں۔ ہمیں راستہ دکھاؤ۔" زاہر نے بے صبری سے کہا۔ اُسے بہت زیادہ بھوک لگ رہی تھی۔

"ٹھہرو۔" میں نے بار کے مالک کو اندر کی طرف بڑھتے دیکھ کر کہا۔ "اندر کون ہے؟"

"میرے بیوی بچے ہیں اور وہ سو رہے ہوں گے۔ اگر تم لوگوں کو بھوک لگ رہی ہے تو میں چپکے سے تمھیں کھانا کھلا کر رخصت کر دوں گا۔"

"اب تم پر اپنے ساتھ ساتھ اپنے بیوی بچوں کی ذمے داری بھی عائد ہو گئی۔" زاہر نے کہا۔ "اگر اُن میں سے کوئی اُٹھا تو اُس کی جان بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔"

"تم سے زیادہ مجھے اُن کی فکر ہے۔" اُس نے کہا اور ہمیں ایک دروازے سے گزار کر اپنے گھر کے کچن میں لے گیا۔ اُس نے کچن میں روشنی کر دی اور میں نے جلدی جلدی وہاں کی تلاشی لے ڈالی۔

"بہت خوب! یہاں ڈبل روٹی بھی ہے اور انڈے بھی۔" میں نے کہا۔ "اب تمھیں ہماری میزبانی کے فرائض انجام دینے ہوں گے۔ جلدی سے انڈے تل ڈالو۔"

اُس نے بڑی فرماں برداری سے میری ہدایت پر عمل کیا۔ ہم نے باورچی خانے کا دروازہ اندر سے بند کر لیا تھا۔ وہ بھی کوشش کر رہا تھا کہ برتنوں کے کھڑکنے کی کم سے کم آواز ہو۔ اُسے بخوبی احساس تھا کہ اگر اُس کے خاندان کا کوئی فرد اُٹھ گیا تو اُس کے لیے ایک نئی مصیبت کھڑی ہو جائے گی۔ ہم اُس کے لیے بلائے بے درماں بن گئے تھے اور اُس کی خواہش تھی کہ ہم جلد از جلد ٹل جائیں تاکہ وہ سکون سے سو سکے۔

تھوڑی ہی دیر بعد میں اور زاہر انڈے ڈبل روٹی اُڑا رہے تھے۔ بندوق میں نے لے لی تھی اور کھانے کے دوران پوری طرح مستعد تھا لیکن بار کے مالک نے مجھے ایک بار بھی بندوق کی طرف ہاتھ بڑھانے کا موقع نہیں دیا۔

کھانا کھانے کے بعد میں نے اُس کا شکریہ ادا کیا اور ضرورت کی چیزوں کی ایک فہرست اُسے تھما دی۔ "ہم مسافر ہیں اور جس بے سروسامانی کے عالم میں ہم تمھیں نظر آ رہے ہیں اُس میں سفر جاری رکھنا ممکن نہیں ہے لہٰذا اگر تم میری بتائی ہوئی چیزیں فراہم کر سکو تو میں بہت عرصے تک تمھیں یاد رکھوں گا۔"

اُس نے کچھ کہے بغیر ہمیں ایک سوٹ کیس فراہم کر دیا جس میں کافی چیزیں بھری ہوئی تھیں۔ "دیکھ لو۔" اُس نے کہا۔ "اس وقت تو یہی چند چیزیں مل سکی ہیں۔"

"یہ بھی بہت ہے۔" میں نے پانی کا بھرا ہوا کین زاہر کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "ہم کسی نہ کسی طرح گزارا کر ہی لیں گے۔"

"اگر تم لوگ صبح تک رُک جاؤ تو میں تمھیں مزید چیزیں بھی فراہم کر دوں گا۔" اُس نے کہا۔

"اس تکلف کی ضرورت نہیں ہے دوست۔" میں نے کہا۔ "ہم جلدی میں ہیں ورنہ ضرور رُکتے۔ اب کیا تم ہمیں رخصت کرنے دروازے تک نہیں آؤ گے؟"

"ضرور۔" اُس نے کہا۔ "مجھے دروازہ بند بھی تو کرنا ہو گا۔"

ہم اُس کے ساتھ بار کے بیرونی دروازے تک آ گئے۔ میں نے بندوق زاہر کو تھما دی تھی اور خود سوٹ کیس اُٹھائے چل رہا تھا۔ بار کے دروازے پر پہنچ کر میں نے سوٹ کیس فرش پر رکھ دیا اور بار کے مالک کی طرف مڑا۔

"تم نے ہمارے ساتھ بے حد تعاون کیا ہے دوست! سفر کے دوران تم ہمیں بہت یاد آؤ گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" اُس نے کہا۔ "جو کچھ میں نے کیا وہ میرا فرض تھا۔"

"اچھا اب ہم جا رہے ہیں، خدا حافظ۔" میں نے اُس کی طرف ہاتھ بڑھایا۔ انداز ایسا تھا جیسے رخصت ہوتے وقت اُس سے ہاتھ ملانا چاہ رہا ہوں۔ اُس نے بھی میری طرف ہاتھ بڑھایا مگر میں نے بڑی پھرتی سے اُس کی کنپٹی پر ہاتھ رسید کر دیا اور وہ آواز نکالے بغیر فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ میری اس اچانک حرکت سے زاہر بوکھلا گیا۔

"یہ آپ نے کیا کیا؟" اُس نے گھبراتے ہوئے انداز میں کہا۔ "یہ ہمیں کچھ کہہ تو نہیں رہا تھا۔"

"اسے کچھ نہیں ہوا۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "یہ صرف بے ہوش ہوا ہے۔"

"بے ہوش ہوا ہے۔" زاہر نے احمقوں کے سے انداز میں میری بات دہرائی۔ "لیکن اسے بے ہوش کرنے کی بھی کیا ضرورت تھی؟"

"نہیں! اسے تو ہوش میں رہنے دینا چاہیے تھا تاکہ ہمارے جاتے ہی یہ ساری بستی کو اُٹھا دیتا۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ۔" زاہر شرمندہ ہو گیا۔ "دراصل اس نے اتنا تعاون کیا کہ مجھے خیال ہی نہیں رہا تھا۔۔۔"

"اگر اسی طرح بے خبری کا شکار ہوتے رہے تو اولیو ہاورڈ کا شکار ہو جاؤ گے۔ آؤ، اب جلدی سے یہاں سے نکل لو۔" میں نے بار کا دروازہ کھولتے ہوئے کہا۔

میں اور زاہر بار سے باہر نکل آئے۔ میں نے زاہر کے باہر نکلنے

کے بعد بار کا دروازہ بھیڑ دیا تھا لیکن باہر ایک مشکل ہماری منتظر تھی۔ سڑک پر ایک کتے نے ہمیں دیکھ کر بھونکنا شروع کر دیا۔ وہ شاید کسی کا پالتو کتا تھا۔ اس لیے کہ ہم نے ایک آدمی کی آواز سنی جو کتے کو ڈانٹ رہا تھا۔ ہم تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے قصبے کی بیرونی سمت بڑھ رہے تھے۔ کتے کی آواز ہم سے دور ہوتی جا رہی تھی مگر میں محسوس کر رہا تھا کہ زاہر بہت زیادہ خوفزدہ ہو گیا ہے۔ وہ بار بار پلٹ کر عقبی سمت میں دیکھ رہا تھا۔

"کتا وہیں رہ گیا ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ "آواز سے ہی اندازہ ہو رہا ہے کہ اُس نے ہمارے پیچھے آنے کی زحمت نہیں کی۔"

"مجھے کتوں سے بہت خوف معلوم ہوتا ہے جناب! اگر کاٹ لے تو چودہ انجکشن برداشت کرو اور وہ بھی پیٹ میں۔"

"وہ تو شاید صرف اُس صورت میں لگتے ہیں جبکہ کتا پاگل ہو۔" میں نے زاہر کی توجہ بٹانے کے لیے کہا۔

"بچپن میں ایک بار مجھے کتے نے کاٹ لیا تھا اور مجھے چودہ انجکشن لگوانے پڑے تھے جبکہ وہ کتا پاگل بھی نہیں تھا۔"

"تب تو کتے سے تمھاری خوفزدگی برحق ہے۔"

"جی ہاں جناب! اگر وہ قریب آنے کی کوشش کرتا تو میں اُسے گولی مارنے سے بھی دریغ نہ کرتا۔"

"اوہو، تب تو بہت اچھا ہوا کہ وہ قریب نہیں آیا ورنہ یہاں بندوق کے ایک فائر سے ہی قصبے کے سارے لوگ اُٹھ جاتے۔ نہ صرف اُٹھ جاتے بلکہ ہماری تلاش میں بھی نکل کھڑے ہوتے۔ ہم کس کس سے بچتے پھرتے؟"

"آپ کچھ بھی کہیں جناب لیکن حقیقت یہ ہے کہ کتے کو دیکھتے ہی میری جان نکل جاتی ہے۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ ہم قصبے سے باہر نکل آئے تھے۔ کتے کا خطرہ ٹل چکا تھا۔ یہ بھی خوش قسمتی ہی تھی کہ دوسرے کتے سے ٹکراؤ نہیں ہوا ورنہ زاہر کھیل بگاڑ دیتا۔

قصبے سے باہر نکلنے کے بعد ہم نے مخالف سمت میں چلنا شروع کر دیا اور ہمارا یہ سفر رات کے بیشتر حصے جاری رہا۔ ہم پہاڑوں پر چل رہے تھے۔ کبھی ہمیں مزید اوپر چڑھنا پڑتا اور کبھی کسی ڈھلان سے اُترنا پڑتا۔ غنیمت یہ تھا کہ پہاڑی زمین زیادہ سخت نہیں تھی لیکن اس کے باوجود اندھیری رات میں اُن پر چلنا آسان نہیں تھا۔ ہم وقفے وقفے سے سامان تبدیل کرتے رہے مگر سوٹ کیس کا بار زیادہ تر میں نے ہی اُٹھائے رکھا۔ وہ بوسیدہ سا سوٹ کیس جو پہاڑی سفر کے دوران ہماری زندگیوں کو تحفظ فراہم کرنے کا ضامن تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہر کے لیے یہ سفر اُس کی بساط سے بہت زیادہ ہے لیکن میں اس بات پر خوش تھا کہ زیادہ تیز رفتاری سے نہ سہی مگر وہ چل رہا ہے اور ہم اپنے فرار ہونے کے مقام سے ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ دور ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

رات کی تاریکی میں سفر کرنا ہمارے لیے دشواری کا باعث ضرور بن رہا تھا لیکن یہی تاریکی ہمارے لیے معاون بھی ثابت ہو رہی تھی۔ دن کے اُجالے میں ہمیں دیکھ لیے جانے اور تلاش کر لیے جانے کے خدشات ضرور تنگ کرتے رہتے جن سے اس وقت ہم بے نیاز تھے۔ یہ پہاڑی سفر جسمانی تھکن اور ذہنی کوفت پیدا کر رہا تھا لیکن یہ اولیو ہاورڈ کے آدمیوں کی قید میں رہنے سے تو بہتر تھا۔ ابتدا ہی میں اُنھوں نے ہمارے ساتھ جو سلوک کیا تھا اور جس بے دردی سے میری پٹائی کی تھی اُس کے پیشِ نظر اندازہ کرنا چنداں مشکل نہیں تھا کہ آنے والے وقت میں اگر ہم اُن کی قید میں رہتے، تو وہ ہمارا کیا حشر کرتے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت زاہر بھی ایسے ہی خیالات سے نبرد آزما تھا اور آزادی کا یہی احساس اُس کے قدموں میں تحرک قائم رکھے ہوئے تھا۔

میری خواہش تو یہ تھی کہ رُکے بغیر سفر جاری رکھا جائے تاکہ جلد از جلد کسی شہر تک پہنچ سکیں لیکن مجھے یہ احساس بھی تھا کہ آنے والی صبح ہمارے لیے مصائب اور مشکلات کا پیغام بھی لا سکتی ہے۔ رات کے اندھیرے میں تو خیر یہ ممکن نہیں تھا لیکن دن کی روشنی میں اولیو ہاورڈ کے کتے ہمیں تلاش کرنے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرتے اور اُس وقت اُن سے بچنے کے لیے ہمیں بھرپور توانائیوں کی ضرورت پڑتی اس لیے بہتر یہی تھا کہ دو چار گھنٹے آرام کر کے اپنی توانائیاں مجتمع کر لی جائیں۔

"کچھ دیر آرام کر لینے کے بارے میں کیا خیال ہے؟" ایک بلند سطح مقام پر میں نے زاہر سے کہا۔

زاہر رُک گیا۔ "مجھ میں مزید چلنے کی ہمت رہ بھی نہیں گئی تھی۔" اُس نے دھپ سے زمین پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"اگر ہوتی تب بھی میں آرام کرنے کا فیصلہ کرتا۔" میں نے بوسیدہ سوٹ کیس ایک چٹان کے ساتھ ٹکاتے ہوئے کہا۔ پانی کا کین اور بندوق زاہر کے قبضے میں تھی۔ "صبح سے ہماری تلاش شروع ہو جائے گی اور ہمارا سفر مزید مشکل ہو جائے گا۔"

"آپ کو اتنا یقین کیوں ہے کہ وہ ہمیں ضرور تلاش کریں گے؟" زاہر نے چٹان کی سطح پر لیٹتے ہوئے پوچھا۔

"ہمارا واسطہ اولیو ہاورڈ سے ہے زاہر! اور پھر اُس کے دو آدمی بھی تو مارے گئے ہیں۔"

"آخر اُسے امریکا میں کتنے اختیارات حاصل ہیں؟" زاہر نے تشویش سے پوچھا۔

"جب سے میں نے اُسے سی آئی اے سے نکلوایا ہے اُس کی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہاں کوئی سرکاری حیثیت نہیں رہی اور نہ ہی اُسے سرکاری طور پر کسی قسم کی مراعات مل سکتی ہیں لیکن اُس کا ذاتی اثر و رسوخ تو اب بھی ہوگا اور پھر بدولت رابیل کی دولت بھی تو سر چڑھ کر بول رہی ہوگی۔"

"اگر ہماری تلاش میں زیادہ وسائل اختیار کیے گئے تو ہم کب تک اُن سے چھپ سکیں گے؟"

"ہمیں اپنا سفر جاری رکھنا ہوگا ذاہر! اب تم سو جاؤ تاکہ دن میں ہم تازہ دم ہوکر حالات کا مقابلہ کر سکیں۔"

ذاہر کو سونے کی تلقین کرنے کے بعد میں خود بھی سو گیا۔ سورج طلوع ہونے کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ ذاہر ابھی تک محوِ خواب تھا۔ میں نے جلدی سے اُٹھ کر دُور دُور تک نظریں دوڑائیں۔ تاحدِ نگاہ کوئی متنفس نظر نہیں آرہا تھا۔ اُس ویرانے میں کسی ذی روح کی موجودگی کی توقع کی بھی نہیں جاسکتی تھی۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے میں دور تک دیکھ سکتا تھا۔ وہ جگہ ایسی تھی کہ کوئی آسانی سے ہم تک نہیں پہنچ سکتا تھا۔ اگر ایسی کوئی کوشش کی جاتی تو ہماری نظروں میں آئے بغیر وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں تھا۔

پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں نے بندوق اُٹھائی اور سوٹ کیس میں سے تیل کی کپی نکال کر بندوق کو تیل دینے لگا۔ آنے والے دنوں میں کسی بُرے وقت کے لیے وہ بندوق ہمارا واحد سہارا تھی اور گزشتہ شام پانی میں بھیگ جانے کے باعث اُسے تیل دینا ضروری ہوگیا تھا ورنہ اُسے زنگ لگ جانے کا خطرہ تھا۔ بندوق کو اچھی طرح تیل دینے کے بعد میں نے ذاہر کو اُٹھا دیا۔ اُس کا چہرہ اُترا ہوا تھا اور صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ چوبیس گھنٹے کی تقریباً مسلسل جدوجہد اُس پر بُری طرح اثر انداز ہوئی ہے۔

"ناشتا کرلو ذاہر! گزشتہ رات چونکہ ہم نے باقاعدہ کھانا کھایا تھا اس لیے ناشتے میں صرف پھل کھانے پر اکتفا کریں گے۔ ڈبوں میں بند کھانے کو میں کسی بُرے وقت کے لیے محفوظ ہی رکھنا چاہتا ہوں۔"

"جیسا آپ مناسب سمجھیں جناب!" ذاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے سے نقاہت ٹپک رہی تھی۔

"یہ نہیں معلوم کہ ہمیں مزید کتنے دن اس حال میں گزارنے ہوں گے اس لیے ہم خوراک کا ذخیرہ بہت احتیاط سے خرچ کریں گے۔"

"اگر یہ بات ہے تو اس وقت ناشتا کرنے کی بھی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے۔" ذاہر نے کہا۔

"مجھے تم سے اتفاق نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "توانائی ہماری ضرورت ہے۔ معلوم نہیں بعد میں ہمیں کچھ کھانے کا موقع ملے یا نہ ملے۔"

ہم نے جلدی جلدی کچھ پھل حلق سے اُتارے اور پھر روانگی کے لیے تیار ہوگئے۔ میں نے چلنے سے قبل ذاہر کو مزید ہدایات دیں۔

"سوٹ کیس میں اُٹھاتا ہوں، تم پانی کا کین اور بندوق سنبھالو۔ یہ پچیس راؤنڈ کی بندوق ہے تم اسے سنگل شاٹ پر رکھنا۔ میں نے اسے اچھی طرح تیل دے دیا ہے لہٰذا تم اس کی کارکردگی کی طرف سے بے فکر ہو سکتے ہو۔"

پہاڑی سے نیچے دوسری طرف ایک وادی نظر آرہی تھی۔ مجھے یقین تھا کہ اس وادی میں کوئی آبادی بھی ہوگی جہاں سے ہم مزید زادِ راہ لے سکیں گے۔ پہاڑی کے اوپر ہمیں دیکھ لیے جانے کا خطرہ تھا لہٰذا ہم نے نیچے اُترنا شروع کردیا۔ وادی میں ہمیں صرف عقبی سمت سے خطرہ لاحق ہو سکتا تھا اور مجھے یقین تھا کہ اس سے قبل ہی ہم وادی سے گزر چکے ہوں گے۔ میں نے ہر قسم کے خدشات ذہن سے جھٹکے اور پوری دل جمعی سے نیچے اُترنے لگا۔ لیکن خدشات ذہن سے جھٹک دینے سے اگر خطرات سے بچا جاسکتا تو ہر آدمی خطرات سے بچ جایا کرتا۔ لوگوں کے لیے بڑی آسانیاں ہو جاتیں۔ بس اتنا ہی تو سوچنا پڑتا کہ ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے اور خطرہ ٹل جایا کرتا لیکن ایسا نہیں تھا۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ تو ہر حال میں ہو کر رہتا ہے خواہ اس کے بارے میں سوچا جائے یا نہ سوچا جائے۔

پہلا خطرہ ایک طیارے کی صورت میں اچانک ہی ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ ہم صرف اُس کا سایہ ہی دیکھ پائے تھے۔ اُس وقت ہم ایک پہاڑی کی چوٹی کے نزدیک تھے جو میرے اندازے کے مطابق آخری چوٹی تھی اور اس سے اُتر کر ہم وادی میں داخل ہو سکتے تھے۔ جہاز کی زناٹے دار آواز نے ہمارے ہوش اُڑا دیے اور ہم ٹھٹک گئے۔ ذاہر اچانک ہی مستعد نظر آنے لگا ورنہ ابھی تک اُس کے انداز سے تھکن اور بے دلی ہویدا رہی تھی۔

"تم نے دیکھا ذاہر! صبح ہوتے ہی ہماری تلاش شروع کردی گئی جبکہ تمہیں اس میں شبہ تھا۔"

"کیا ضروری ہے جناب کہ یہ طیارہ ہماری تلاش میں ہی آیا ہو۔ یہ کوئی اتفاق بھی تو ہو سکتا ہے؟"

"یہ تو بعد میں پتا چلے گا۔ فی الحال تو چلتے رہو اور ہاں بندوق میرے حوالے کردو۔"

پہاڑی کے دوسری جانب آدھے میل تک ٹیلے، گڑھے اور جھاڑ جھنکار بکھرا ہوا تھا۔ اُس کے بعد اندازاً دو میل تک زمین بتدریج بلند ہوتی چلی گئی تھی۔ یہ بڑی مخدوش جگہ تھی۔ میرے خیال میں وہاں کوئی آبادی ہونی چاہیے تھی لیکن اگر وادی ہوتی تب ہی تو آبادی ہوتی۔ اُس علاقے کو خارزار کہنا زیادہ بہتر تھا اور کسی خارزار میں آبادی کا کیا کام؟

اور یہ اُس وقت کی بات ہے جب ہم پہاڑی سے اُترنے

کے بعد ٹیلوں بھرے علاقے کی طرف بڑھ رہے تھے کہ دفعتاً ذاہر رُک گیا۔

"ٹھہریے جناب!" اُس نے کہا۔ "میرا خیال ہے میں نے کسی جہاز کی آواز سنی ہے۔"

ذاہر کے ساتھ ساتھ میں بھی رُک گیا اور ہم دونوں سانسیں روک کر آواز سننے کی کوشش کرنے لگے۔ آواز سُنائی دینے میں چند سیکنڈ بھی نہیں لگے۔ وہ یقیناً ہیلی کاپٹر کے پنکھوں کی آواز تھی۔

"ہیلی کاپٹر!" ذاہر نے کہا۔ "اس کی آواز سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ کم از کم ایک میل کے فاصلے پر ہے۔"

"ضروری نہیں کہ فاصلہ ایک میل ہی ہو، یہ فاصلہ ایک میل سے کم بھی ہو سکتا ہے۔" میں نے کہا اور بچاؤ کا کوئی راستہ ڈھونڈنے لگا۔ میری نگاہ ایک کٹاؤ پر پڑی اور میں نے ذاہر سے کہا۔ "اس طرف نکل چلو، جلدی کرو!"

وہ کٹاؤ ہمارے راستے سے قدرے بائیں جانب تھا۔ ذاہر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

"بڑی باریک بینی سے ہماری تلاش ہو رہی ہے جناب! ہیلی کاپٹر کبھی آگے آتا ہے اور کبھی پیچھے چلا جاتا ہے۔"

"ہاں، میں آوازیں سن رہا ہوں ذاہر! اور ہمیں ہر قیمت پر اُن کی نگاہ میں آنے سے بچنا ہے۔"

"شاید اُن لوگوں کے پاس کوئی دوسرا ہیلی کاپٹر نہیں معلوم ہوتا ورنہ وہ اسے بھی ہماری تلاش پر مامور کر دیتے۔"

"ایک ہیلی کاپٹر بھی بہت ہے ذاہر! ہم اسی سے بچ جائیں تو غنیمت ہے۔ دوسرا آگیا تو تباہی آجائے گی۔"

"کیا یہ حیرت انگیز بات نہیں ہے جناب کہ وہ اتنی جلد ہماری راہ پر لگ گئے؟ انھیں یہ اندازہ کیسے ہوا ہوگا کہ ہم نے کون سا راستہ اختیار کیا ہے؟"

"صرف یہ بات ذہن میں رکھو ذاہر کہ ہمارے مقابلے پر اولیویا وُڈ ہے۔ تمھیں کسی بات پر حیرت نہیں ہوگی۔"

دور سے کٹاؤ نظر آنے والی شے قریب پہنچنے کے بعد بہت مختلف ثابت ہوئی۔ وہ جھاڑیوں کا ناقابلِ عبور جھنڈ تھا۔ زمین بھی ریتلی تھی۔ پیروں کے نیچے بھُربھُری زمین، سر پہ آگ برساتا سورج، دُشوار گزار راستہ اور فضا میں دُشمن ہیلی کاپٹر... ان سب نے مل کر ایسی صورتحال پیدا کردی تھی جس نے ہوش اُڑا کر رکھ دیے تھے۔ ہم پسینے میں نہا چکے تھے۔ سفر بہت دُشوار گزار تھا اور ہمیں پہاڑی چڑھائیوں اور ڈھلانوں کو ان جھاڑیوں کے درمیان سے عبور کرنا تھا۔

لیکن فی الحال تو ہیلی کاپٹر کا خطرہ سر پہ منڈلا رہا تھا جس سے چھپنے کے لیے ہمیں جھاڑیوں کے اس جھنڈ کے نیچے گھسنا پڑتا جہاں گھسنا اوّل تو ناممکن تھا اور اگر کسی طرح ہم نیچے گھس بھی جاتے تو تپتی ہوئی بھُربھُری مٹی ہمارا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتی۔

چند لمحوں بعد وہ دُشوار گزار مرحلہ سر پہ آپہنچا جس کی طرف سے ہم متفکر تھے۔ ہیلی کاپٹر نمودار ہوگیا تھا۔ میں اور ذاہر جس حد تک بھی ممکن ہو سکتا تھا جھاڑیوں میں دُبک گئے۔ یوں محسوس ہوا جیسے مٹی ہمیں جھلسا کر رکھ دے گی لیکن ہم ساکت رہنے کے لیے مجبور تھے۔ ہیلی کاپٹر سامنے تھا اور ذرا سی بھی حرکت ہمیں اُن کی نگاہ میں لاسکتی تھی۔

ہیلی کاپٹر اُس راستے پر سُست رفتاری سے پرواز کر رہا تھا جس پر ہم سفر کر رہے تھے۔ کبھی وہ دائیں جانب چلا جاتا اور کبھی بائیں جانب لیکن اُس کی سمت تبدیل نہیں ہو رہی تھی۔ اسے دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے کوئی شکاری پرندہ اپنے شکار کی بو سونگھتا پھر رہا ہو۔ ہیلی کاپٹر اگرچہ ہم سے آگے نکل چکا تھا لیکن ہم جانتے تھے کہ اگر ہم نے باہر نکلنے کی کوشش کی تو اسے واپس آتے دیر نہیں لگے گی۔

میں سانس روکے تپتی زمین پر پڑا تھا اور سوچ رہا تھا یہی غنیمت ہے کہ ایک ہی ہیلی کاپٹر ہمیں تلاش کر رہا ہے۔ اگر ہیلی کاپٹر ایک سے زائد ہوتے تو خدا جانے ہمارا کیا حشر ہوتا۔ اس صورت میں ہماری گرفتاری یقینی ہو جاتی۔

ایک خدشہ اور بھی تھا۔ اور وہ یہ کہ ہمیں تلاش کرنے کے لیے فضائی ذریعے پر ہی انحصار نہیں کیا جارہا ہوگا۔ مجھے یقین تھا کہ پیدل ٹیمیں بھی ہماری تلاش میں نکل کھڑی ہوئی ہوں گی۔ اولیویا وُڈ ایسا آدمی نہیں تھا جو کسی ایک ہی ذریعے پر اکتفا کرکے بیٹھ جائے۔ اُس کم بخت ہیلی کاپٹر کے سر پہ مسلّط ہو جانے کی وجہ سے ہمیں رُکنا پڑ گیا تھا۔ جو وقت ضائع ہو رہا تھا اس سے پیدل ٹیمیں ہمارے نزدیک آسکتی تھیں جبکہ میں جلد از جلد اس علاقے سے نکل جانا چاہتا تھا۔

خدا خدا کرکے ہیلی کاپٹر ایک پہاڑی چوٹی کے عقب میں غروب ہوا اور میں نے ذاہر کی آواز سُنی: "موقع غنیمت ہے جناب! ہم چھپنے کے لیے کوئی بہتر جگہ ڈھونڈ لیں۔"

"بائیں جانب چلو۔" میں نے کہا اور ہم دونوں جھاڑیوں کے اُس حصے کی طرف بڑھ گئے جہاں گھنی جھاڑیوں نے ایک ہٹ کی سی صورت اختیار کرلی تھی۔ اس جگہ بھی تپش کا وہی عالم تھا۔ ذاہر مجھ سے تین فٹ کے فاصلے پر تھا مگر ہم ایک دوسرے کی نگاہوں سے بھی اوجھل تھے اور دونوں ہی ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے۔ میں نے ایسی پوزیشن اختیار کی تھی کہ آسمان پر نظر رکھ سکوں۔

جلد ہی ہیلی کاپٹر واپس آگیا۔ جھاڑیوں کے درمیان اُس کی آواز سنسناہٹ پیدا کر رہی تھی۔ اس بار وہ ہم سے کافی فاصلے پر تھا لیکن پھر بتدریج نزدیک آنے لگا۔ فضا میں تیرتا ہوا وہ مہیب پرندہ ہماری تلاش میں چپہ چپہ چھان رہا تھا۔ وہ ہمارے سروں پر بھی آیا اور اطراف میں بھی ہمیں ڈھونڈتا مگر مستقل میری نظروں میں رہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

وہ ایک مستقل خطرے کی صورت میں ہمارے سروں پر منڈلاتا رہا۔ مجھے وحشت ہونے لگی۔ ہماری تلاش طویل تر ہوتی جا رہی تھی۔ یہی صورتحال جاری رہتی تو ہم بُری طرح گھیر لیے جاتے۔ اجنبی علاقے میں اُن کا مقابلہ کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں تھا اور پھر ایک بندوق اور محض پچیس گولیوں سے ہم کیا کر لیتے؟

• آخر ہیلی کاپٹر ہمیں تلاش کرتا ہوا نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اب اُس کی واپسی کا خطرہ نہیں تھا۔ میں پھرتی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ "جلدی کرو زاہر! پہلے ہی ایک قیمتی گھنٹا برباد ہو چکا ہے۔"

ہم نے اپنی رفتار بڑھانے کی کوشش کی مگر ناہموار زمین کے باعث یہ بھی ممکن نہ ہو سکا۔ ہیلی کاپٹر غائب ہو گیا تھا مگر اس کی آواز نے ہمارا پیچھا نہیں چھوڑا تھا۔ بعض اوقات تو آواز اتنی نزدیک معلوم ہونے لگتی کہ ہمیں گمان گزرتا شاید ہیلی کاپٹر واپس آ گیا ہے لیکن پھر آواز دور ہو جاتی۔ جب بھی آواز اس طرح نزدیک آتی ہم خوف سے منجمد ہو جاتے اور آواز دور ہونے پر دوبارہ حرکت میں آتے۔

ایک مقام پر اوپر چڑھتے ہوئے سوٹ کیس میری گرفت سے نکل گیا۔ یہ محض اتفاق ہی تھا کہ سوٹ کیس زاہر کے قدموں میں گرا اور اُس نے بے اختیار اُسے پکڑ لیا ورنہ ہمیں سوٹ کیس کے حصول کے لیے نیچے اُتر کر دوبارہ اس صعوبت ناک چڑھائی پر چڑھنا پڑتا جس کے تصور سے ہی میرے ہوش اُڑ گئے۔

چوٹی سے تیس فٹ نیچے چڑھائی کسی قدر عمودی صورت اختیار کر گئی اور ہمیں رینگنا پڑ گیا۔ زاویہ ایسا ہی تھا کہ بغیر رینگے اوپر چڑھنا ممکن ہی نہیں رہ گیا تھا۔ اوپر پہنچتے پہنچتے ہم پسینے میں نہا چکے تھے۔ سراپا گرد میں اَٹ گئے تھے اور ہماری طاقت جواب دے چکی تھی اور وقت کی بچت ہونے کے بجائے خاصا وقت برباد ہو چکا تھا۔

ہمارے سامنے پندرہ بیس میل کے فاصلے تک پہاڑیاں، ٹیلے، چٹانی علاقے اور جھاڑ جھنکاڑ سے پُر بنجر علاقہ بکھرا ہوا تھا۔ بلندی پر ہونے کی وجہ سے ہم دُور دُور تک دیکھ سکتے تھے۔ اس کے بعد پھر ایک پہاڑی سلسلہ تھا جو بلند تر تھا۔ درمیانی فاصلہ عبور کرنے کے دوران فرار ہونے سے زیادہ پکڑے جانے کے امکانات تھے۔

ہیلی کاپٹر ہم سے کوئی ایک میل آگے تھا اور ہم سے نیچے پرواز کر رہا تھا۔ اُس میں سوار عملہ بڑی مستعدی سے ہمیں تلاش کر رہا تھا۔

"ہم رُکیں گے یا خطرہ مول لے کر آگے بڑھتے رہیں گے؟" زاہر نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"ہم مجبور ہیں زاہر!" میں نے اپنی سانسوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔

"لیکن جناب! اس صورت میں خطرات بڑھ جائیں گے۔ وہ ہمیں دیکھ سکتے ہیں۔" زاہر نے کہا۔ وہ آرام کرنا چاہ رہا تھا اور جواز کے طور پر ہیلی کاپٹر کی طرف سے درپیش خطرے کو پیش کر رہا تھا۔

"وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے آگے گئے ہیں۔ بے فکر رہو، وہ پلٹ کر نہیں آئیں گے۔"

"وہ کسی بھی وقت پلٹ کر دیکھ سکتے ہیں جناب! اگر کسی نے اتفاقاً بھی پلٹ کر دیکھ لیا تو ہماری ساری محنت اکارت ہو جائے گی۔"

"نیچے اُترتے وقت ہمارے اور ان کے درمیان آڑ ہو جائے گی اس لیے ہم سفر جاری رکھیں گے۔"

پہاڑی سے نیچے گھاٹی کی طرف اُترتے ہوئے میں نے پلٹ کر زاہر کی طرف دیکھا۔ میری طرح اُس کی حالت بھی تباہ تھی۔ میں اُسے سراہے بغیر نہ رہ سکا۔ اس حالت میں سفر جاری رکھنا بلاشبہ اُس کی مضبوط قوتِ ارادی پر دلالت کرتا تھا۔

"زاہر!" میں نے اُسے آواز دی اور وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگا۔

"وہ پہاڑی سلسلہ دیکھ رہے ہو زاہر!" میں نے ہاتھ سے افق کی طرف اشارہ کیا۔

"جی ہاں جناب!" زاہر نے میری اشارہ کردہ سمت میں دیکھتے ہوئے کہا۔ اُس کا انداز مشینی تھا۔

"اُس سے پہلے دیکھو، درمیانی فاصلے کے تقریباً دو تہائی حصے پر... تمھیں کیا نظر آ رہا ہے؟"

زاہر نے چند لمحے غور کیا پھر بولا۔ "کوئی پہاڑی ہے جناب! جس کی دو اُبھری ہوئی چوٹیاں ہیں۔"

"ہاں، وہی۔" میں نے کہا۔ "آج ہم کوشش کریں گے کہ وہاں تک پہنچ سکیں۔ ٹھیک ہے؟"

"بہت طویل فاصلہ ہے جناب!" زاہر نے مردہ سی آواز میں کہا۔ "لیکن ہم کوشش ضرور کریں گے۔"

اگلے تین گھنٹے ہم نے کوئی بات نہیں کی۔ بس خاموشی سے جدوجہد کرتے رہے۔ ان تھک محنت، بیزار کن جدوجہد... ٹیلے، تنہا پہاڑیوں پر چڑھنا اور دشوار گزار ڈھلانوں سے اُترنا ہمارے لیے آسان نہیں تھا۔ پہلے ہی ہم بے آرامی کا شکار تھے اور اب تو وہ مہیب پرندہ بھی ہمارے دور و نزدیک رقص کر رہا تھا۔ گھاٹیاں عبور کرتے ہوئے، چڑھائیاں سر کرنے کے دوران اور ڈھلانوں سے اُترتے ہوئے ہمیں ہر وقت چوکنا رہنا پڑ رہا تھا۔ ہماری کوشش تھی کہ رفتار برقرار رکھنے کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر والوں کی نگاہ میں آنے سے بھی محفوظ رہیں لہٰذا ہم اطراف میں نگاہ رکھتے ہوئے چل رہے تھے۔ سورج نصف النہار پر پہنچ گیا تھا اور آگ برسا رہا تھا۔ پسینہ ہمارے جسموں سے رُکے بغیر بہہ رہا تھا۔

دفعتاً میرے ذہن میں یہ شبہ سر اُبھارنے لگا کہ ہمیں ہیلی کاپٹر سے دیکھ لیا گیا ہے۔ میرے پاس اس شبہے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ ہیلی کاپٹر

ایک مخصوص طریقے سے آگے بڑھ رہا تھا۔ شروع سے اب تک اس انداز میں کوئی فرق نہیں آیا تھا لیکن اس کے باوجود میرے ذہن میں یہ خیال جڑ پکڑتا جا رہا تھا کہ ہمیں دیکھا جا چکا ہے۔ وہ ہم سے بتدریج دور بھی ہوتا جا رہا تھا لیکن شاید یہ خیال اس وجہ سے میرے ذہن میں آیا ہو کہ وہ مستقل طور پر ہماری نگاہوں کے سامنے موجود رہا تھا۔

پہاڑی سے نیچے اُترتے ہی میں نے زاہر سے کہا۔ "دائیں جانب چلو، جلدی کرو۔"

"کیوں، اُدھر کیا ہے؟" زاہر نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں دیکھ لیا گیا ہے۔" میں نے کہا اور ہم دونوں نے دائیں جانب نظر آنے والی گھاٹی کی طرف دوڑ لگا دی جو تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھی۔ گھاٹی میں اچھا خاصا جھاڑ جھنکاڑ اُگا ہوا تھا۔

"آپ کو کیسے پتا چلا کہ انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟" زاہر نے ہانپتے ہوئے پوچھا۔

"بس یہ میرا خیال ہے۔" میں نے جواب دیا۔ "اپنے اس خیال کی میرے پاس کوئی منطقی وجہ نہیں ہے۔"

"اگر انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہوتا تو ہمارے خلاف حرکت میں آ چکے ہوتے۔ میرا خیال ہے آپ کو وہم ہوا ہے۔"

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ہیلی کاپٹر سے ہماری نقل و حرکت پر نگاہ رکھی جا رہی ہو اور ہیلی کاپٹر سے انھوں نے اپنے آدمیوں کو مطلع کر دیا ہو کہ وہ ہمارے گرد گھیرا تنگ کریں۔"

"جی ہاں، اس بات کا امکان ہے۔" زاہر نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ "لیکن ہم اس خیال کی تصدیق کیسے کریں گے؟"

"ہم اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے زاہر! چاہے انھوں نے ہمیں دیکھ لیا ہو یا نہ دیکھا ہو، آؤ۔"

جھاڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہم گھوم کر ایک اور پہاڑی کے عقب میں پہنچ گئے۔ "اب ہم اس پہاڑی پر چڑھیں گے۔" میں نے زاہر سے کہا اور اُس کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔

"یہ کوہ پیمائی تو ایسا معلوم ہوتا ہے ہماری جان لے کر ہی ٹلے گی۔" زاہر نے کراہ کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر کہ یہ کوہ پیمائی تمھارے لیے بے حد تکلیف دہ ہے لیکن اس کے سوا کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"ہم اس طرف آئے ہی کیوں تھے؟" زاہر نے جھنجھلا کر کہا۔ "اگر دوسری طرف نکل گئے ہوتے تو اس عذاب سے تو محفوظ رہتے۔"

"جن لوگوں سے ان پہاڑوں کے درمیان چھپنا مشکل ہو رہا ہے اُن سے میدانی علاقے میں کیسے محفوظ رہ سکتے تھے؟"

زاہر نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اُس کی ذہنی حالت متاثر ہو رہی تھی اور یہ کوئی اتنی عجیب بات بھی نہیں تھی۔ ہم پر جس قدر دباؤ تھا اُس کے تحت ذہنی حالت ٹھیک رہ بھی نہیں سکتی تھی۔

ہم نے اوپر چڑھنا شروع کر دیا۔ یہ چڑھائی زیادہ مشکل نہیں تھی اور ہم جلد ہی چوٹی تک پہنچ گئے۔

ہیلی کاپٹر ابھی تک اپنے مخصوص انداز میں آگے بڑھ رہا تھا۔ زاہر نے کہا۔ "اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ہم ابھی تک اُن کی نظروں میں آنے سے محفوظ ہیں۔"

"کچھ دیر انتظار کرو پھر نتیجہ سامنے آئے گا۔" میں نے کہا لیکن پندرہ منٹ انتظار کرنے کے باوجود ہیلی کاپٹر کی سمت اور انداز میں کسی قسم کی تبدیلی واقع نہیں ہوئی۔

"خدا کرے میرا خیال غلط ہی ثابت ہو۔" میں نے کہا۔

"اُنھوں نے ہمیں نہیں دیکھا جناب۔"

"حقیقت یہ ہے کہ ہم یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔" میں نے کہا اور زاہر چپ ہو گیا۔ ہم نے کچھ دیر اور انتظار کیا مگر کچھ نہیں ہوا۔

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہونا چاہیے؟" زاہر نے پوچھا۔

"فی الحال ہم سفر جاری نہیں رکھیں گے۔" میں نے فیصلہ سنایا۔

"لیکن اس طرح تو بہت وقت ضائع ہو جائے گا۔" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تشویش تھی۔

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "اگر اُنھوں نے ہمیں دیکھ بھی لیا تھا تو اب ہم اُن کی نظروں سے اوجھل ہو چکے ہیں۔"

"آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر ہمیں دیکھ لیا گیا تھا تو اب تک ہماری تلاش میں پیدل دستے روانہ ہو چکے ہوں گے۔ ہم اُن سے کیسے بچیں گے؟"

"ٹھیک ہے زاہر! ہم سفر جاری رکھیں گے لیکن سمت تبدیل کر دیں گے۔" میں نے کہا۔

"لیکن دیگر سمتوں میں تو راستے کی پوزیشن بہت خراب ہے۔" زاہر نے کہا۔ "ہمارے لیے مشکلات بہت بڑھ جائیں گی۔"

"اُن کی نظروں میں آنے سے بہرحال یہ راستہ بہتر ہے۔" میں نے کہا اور ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا۔ ہم بہت بُری طرح تھک چکے تھے۔ صبح کے ناشتے کے بعد ہم نے اب تک کچھ کھایا بھی نہیں تھا جس کی ہمیں سخت ضرورت تھی لیکن اُس وقت ہم رُک کر کچھ کھانے کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے لہٰذا ہم خود کو کسی نہ کسی طرح گھسیٹتے رہے۔

ہم گرتے پڑتے چلے جا رہے تھے اور ہیلی کاپٹر کی مخالف سمت میں محوِ سفر تھے۔ اس عالم میں ہم نے کوئی تین فرلانگ کی مسافت طے کر لی لیکن پھر زاہر کی ہمت جواب دے گئی۔

"اب تو قدم اُٹھانا بھی دوبھر ہو رہا ہے جناب!" زاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "ایک تو پہلے کی تھکن اوپر سے یہ دشوار گزار راستہ...!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر! اب ہم کچھ دیر آرام کریں گے۔" میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نے کہا اور ہم بیٹھ گئے۔ بیٹھے کیا لیٹ ہی گئے۔ ہیلی کاپٹر ہمارے تعاقب میں نہیں آیا تھا اور اس بنا پر یہ کہا جا سکتا تھا کہ ہمیں دیکھا نہیں گیا تھا۔

"مجھے بہت سخت پیاس لگ رہی ہے جناب۔" زاہر نے کہا۔

"میں بھی بہت پیاسا ہوں زاہر لیکن ہم اس عالم میں پانی نہیں پئیں گے۔ پانچ منٹ توقف کرو۔ اگر اس کے بعد بھی پیاس برقرار رہی تو ہم تھوڑا تھوڑا سا پانی پی لیں گے۔"

زاہر نے آنکھیں بند کرلیں۔ وہ ہولے ہولے کراہ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد میں نے اُس کے بڑبڑانے کی آواز سنی۔ میں نے اُس کی طرف دیکھا، اُسے آوازیں دیں مگر وہ غشی کی کیفیت میں تھا۔ میں نے جلدی سے پانی کا کین کھول کر اُس کے منہ سے لگا دیا۔ زاہر کے حلق سے پانی اترا تو اُس کی ابتر حالت کچھ بہتر ہوئی۔ اس کے بعد میں نے بھی تھوڑا سا پانی پیا اور کین کا ڈھکن احتیاط سے بند کر دیا۔

میں نے زاہر کو دوبارہ آوازیں دیں اور اُس نے ہڑبڑا کر آنکھیں کھول دیں۔ "اوہ میں شاید سو گیا تھا۔" اُس نے گھبرا کر کہا اور اُٹھ بیٹھا۔

"پیاس کی شدت نے تم پر غشی طاری کر دی تھی۔ میں نے تمہارے حلق میں پانی انڈیلا تو تمہاری حالت بہتر ہو گئی۔"

"میں شرمندہ ہوں جناب! مجھے خود پر قابو رکھنا چاہیے تھا۔"

"کوئی بات نہیں زاہر! اس بار تو ایسے خراب حالات سے سابقہ پڑا ہے کہ میرے دماغ بھی ٹھکانے آ گئے ہیں۔"

"لیکن جناب! ہیلی کاپٹر نے ہمارا تعاقب تو نہیں کیا۔"

"ہاں زاہر! وہ ابھی تک ہمیں وہیں تلاش کر رہا ہے۔" میں نے جواب دیا۔

"جبکہ آپ کا خیال تھا کہ ہمیں دیکھا جا چکا ہے؟"

"میرا خیال ہے ہمیں دیکھ لیا گیا تھا مگر بعد میں سمت تبدیل کرنے کے باعث ہم اُن کی نظروں سے دوبارہ اوجھل ہو گئے۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے جناب۔" زاہر نے کہا اور میں چونک کر اُسے دیکھنے لگا۔

"لیکن پہلے تو تم مجھ سے اختلاف کر رہے تھے؟"

"ابھی ابھی مجھے یہ خیال آیا ہے کہ آپ کا اندازہ درست تھا لیکن میں اپنے اس خیال کی وجہ نہیں بتا سکتا۔" زاہر نے اپنی پیشانی رگڑتے ہوئے کہا۔ اُس کے چہرے سے وحشت ٹپک رہی تھی۔

"چلو زاہر اب اُٹھ جاؤ۔ ہم کافی آرام کر چکے ہیں۔" میں نے کہا اور زاہر جلدی سے کھڑا ہو گیا لیکن اُسی وقت ہمیں ہیلی کاپٹر کی آواز قریب آتی سنائی دی۔ وہ واپس آ رہا تھا۔ ہم نے بڑی پھرتی سے خود کو زمین پر گرا دیا۔ ہم دیکھ نہیں سکتے تھے مگر ہمیں ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ وہ ہم سے کافی فاصلے سے گزر گیا اور پھر اُس کی آواز بتدریج مدھم ہوتی چلی گئی۔

"تم یہیں ٹھہرو زاہر۔" میں نے اُٹھتے ہوئے کہا۔ "میں دیکھتا ہوں ہیلی کاپٹر کدھر گیا ہے۔"

میں ایک تدریجی بلند مقام کی طرف بڑھا اور اس پر جا کر جائزہ لیا لیکن ہیلی کاپٹر کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ آواز بھی نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پوری طرح مطمئن ہونے کے بعد میں واپس آ گیا۔

"اب ہم محفوظ ہیں زاہر! ہیلی کاپٹر واپس جا چکا ہے۔ میں نے اطمینان کر لیا ہے۔"

"لیکن وہ کہاں گیا؟" زاہر سر جھکا کر بڑبڑایا۔ "کیوں گیا؟ کیا ایندھن لینے گیا ہے؟"

"کچھ نہیں کہا جا سکتا زاہر! ممکن ہے ایندھن لے کر دوبارہ واپس آ جائے لیکن ہمیں اس موقع کو غنیمت جاننا چاہیے۔"

زاہر کچھ کہے بغیر اُٹھا اور ہم دوبارہ آگے بڑھنے لگے۔ ہمیں چلتے ہوئے چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ زاہر رُک گیا۔

"کیا بات ہے زاہر!" میں نے اُسے رُکتے دیکھ کر کہا۔ "تم رُک کیوں گئے؟"

"گڑبڑ ہو گئی جناب۔" زاہر نے کہا۔ "جلدی سے کہیں چھپ جائیے۔ وہ پھر واپس آ رہا ہے۔"

میں نے ہمدردی سے زاہر کی طرف دیکھا۔ شاید اُس کے دماغ میں ہیلی کاپٹر سوار ہو گیا تھا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے اپنے خیال پر نظرِ ثانی کرنا پڑی۔ میں نے خود بھی ہیلی کاپٹر کی آواز سن لی تھی۔ نہ صرف آواز سنی تھی بلکہ اُسے دیکھ بھی لیا تھا۔ وہ تیزی سے ہماری سمت بڑھتا چلا آ رہا تھا۔

"دوڑو زاہر!" میں نے ہذیانی انداز میں کہا۔ "دائیں جانب چلو، دائیں جانب۔" میں نے بے تحاشا دوڑنا شروع کر دیا۔ زاہر نے بھی سر جھکا کر میرے پیچھے دوڑ لگا دی تھی لیکن ہماری کیا مجال تھی کہ ہم ہیلی کاپٹر کی رفتار کا مقابلہ کر پاتے۔ زمین سے اُس کی بلندی بمشکل دس فٹ رہی ہوگی۔ وہ اپنی مہیب آواز کے ساتھ گرجتا ہوا ہمارے سروں پر آ گیا۔ اُس کے پروں کا سایہ زمین پر پڑ رہا تھا اور اُس کے پروں سے نکلنے والی تیز ہوا کے باعث گرد و غبار بُری طرح اُڑ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ کچھ دور جا کر وہ فضا میں بلند ہوا اور میں نے اُسے پلٹتے دیکھا۔ اب وہ دوبارہ ہماری طرف آ رہا تھا۔ میں اور زاہر دوڑتے رہے۔ ہم دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچنے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ہمارے وہاں تک پہنچنے سے قبل ہی ہیلی کاپٹر ایک بار پھر نیچی پرواز کرتا ہوا اور گرم ہوا کے تھپیڑے ہم پر برساتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ اُس کے تیسری بار ہم تک پہنچنے سے قبل ہم مطلوبہ مقام تک پہنچ گئے تھے۔

دو پہاڑیوں کے درمیان پہنچ کر ہم ہیلی کاپٹر سے تو کسی حد تک

محفوظ ہو گئے تھے لیکن ہمارے اعصاب شکستہ ہو چکے تھے۔ جلد یا بدیر ہماری دوبارہ گرفتاری مقدر ہو چکی تھی۔ ہم گویا ایک شکنجے میں جکڑ لیے گئے تھے جس سے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

"ہم کب تک یہاں چھپے رہیں گے جناب؟" زاہر نے کہا۔ "ہم تو بہت بُرے پھنس گئے ہیں۔"

"میرا خیال ہے ہم باہر نکل کر راستہ تبدیل کر کے اُسے دھوکا دینے کی کوشش کریں۔"

"نہیں جناب! بہتر صورت یہی ہے کہ ہم یہیں چھپے رہیں۔ آخر یہ ہیلی کاپٹر کب تک یہاں رُکے گا؟"

"اس خوش فہمی میں مت رہو زاہر! اس کا مقصد تو صرف ہمیں آگے بڑھنے سے روکنا ہے۔ اس دوران پیدل دستے ہماری تلاش میں آگے بڑھ رہے ہوں گے۔"

پائلٹ ہیلی کاپٹر کو دور لے گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کا مقصد کیا تھا لیکن بظاہر یوں معلوم ہو رہا تھا جیسے وہ ہمیں باہر نکلنے کے لیے موقع فراہم کر رہا ہو۔

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے مردہ سے لہجے میں کہا۔ "ہمارے پاس واقعی کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔"

ہم باہر نکل آئے اور ہمارے باہر نکلتے ہی ہیلی کاپٹر پھر ہمارے اوپر آ گیا۔ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ پائلٹ آخر چاہتا کیا ہے۔ ہم بمشکل تمام دوڑتے ہوئے ایک گھاٹی تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ گھاٹی میں اُگی ہوئی خودرو گھاس پر ہم نے خود کو گرا دیا۔ ہماری سانسیں دھونکنی کی طرح چل رہی تھیں۔

میں نے چند ہی منٹ کے اندر اپنی حالت سنبھال لی اور اُٹھ کر زاہر سے کہا۔ "اُٹھو زاہر! ہم آگے بڑھیں گے۔"

زاہر بڑی مشکل سے اُٹھا۔ "کیا ہم ہیلی کاپٹر گرا نہیں سکتے جناب؟" اُس نے کہا۔

"نہیں، ہم اسے نہیں گرائیں گے۔ چلو، آگے بڑھو۔" میں نے زاہر کو دھکیلا اور وہ تھکے ہوئے انداز میں چلنے لگا۔

ہم گھاٹی میں خودرو گھاس اور پودوں کے درمیان چلتے رہے اور ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر بلندی پر پرواز کرتا رہا۔ تنگ گھاٹی میں ہیلی کاپٹر کے لیے نیچی پرواز کرنا ممکن نہیں تھا لیکن یہ بات تو صاف ظاہر تھی کہ جب تک ہیلی کاپٹر ہماری نظروں کے سامنے ہے ہم بھی اُس کے پائلٹ کی نظروں سے اوجھل نہیں رہ سکیں گے۔

"میرا خیال ہے اس گھاٹی میں سفر لاحاصل ہی ثابت ہوگا۔" میں نے رفتار سُست کرتے ہوئے کہا۔

"جی؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "لیکن گھاٹی میں سفر کرنے کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی چارہ بھی تو نہیں ہے۔"

"ہم واپس چلیں گے۔" میں نے فیصلہ کن انداز میں کہا اور زاہر نے حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر مجھے دیکھا مگر منہ سے کچھ نہیں بولا۔

"آؤ۔" میں نے واپس پلٹتے ہوئے کہا اور وہ ناچار میرا ساتھ دینے پر مجبور ہو گیا۔

ہمارے گھاٹی سے نکلنے کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر بھی ہماری طرف آ گیا۔ زاہر نے ہذیانی انداز میں کہا۔

"اسے نشانہ بنا دیجیے جناب! گرا دیجیے اسے۔"

"نہیں زاہر! ابھی نہیں۔" میں نے کہا اور زاہر کو ساتھ آنے کا اشارہ کرتے ہوئے دوڑنے لگا۔ ہیلی کاپٹر نے پھر ہمارے سروں پر پرواز شروع کر دی تھی۔

زاہر بڑی مشکل سے میرا ساتھ دے پا رہا تھا۔ میں پہاڑی کے گرد چکر لگا کر کوئی معقول راستہ تلاش کرنے کی فکر میں تھا۔ پھر میں اچانک رُکا اور زاہر مجھ سے ٹکرایا۔ نہ صرف ٹکرایا بلکہ توازن قائم نہ رکھنے کے باعث گر بھی پڑا۔ میں جھپٹ کر اُس کی طرف بڑھا۔ "کیا ہوا زاہر؟" میں نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔ زاہر کی سانس بُری طرح پھولی ہوئی تھی اور اُسے سانس لینے میں دقت بھی ہو رہی تھی۔ میں نے اُس کے سینے پر ہاتھ رکھا۔ اُس کا دل یوں دھڑک رہا تھا جیسے پسلیاں توڑ کر باہر نکل آئے گا۔

"اُٹھو زاہر!" میں نے زاہر کو جھنجھوڑ ڈالا۔ "ہمیں اپنی بچت کا کوئی راستہ ڈھونڈنا ہے۔"

زاہر نے بڑی مشکل سے آنکھیں کھولیں اور نقاہت زدہ آواز میں بولا۔ "اسے گرا دیجیے جناب۔" اُس کی خوفزدہ نظریں میرے بجائے ہیلی کاپٹر پر جمی ہوئی تھیں۔

میں نے طویل سانس لی۔ زاہر کے اعصاب پر ہیلی کاپٹر سوار ہو گیا تھا۔ "ایک بات بتاؤ زاہر۔" میں نے نرم لہجے میں کہا۔

"جی؟" زاہر میری طرف دیکھنے لگا۔

"ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک کہاں ہے؟" میں نے کہا اور زاہر کی نظریں دوبارہ ہیلی کاپٹر کی جانب اُٹھ گئیں۔

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا جناب۔" چند لمحے بعد زاہر نے جواب دیا۔

"میں بتاتا ہوں۔ پٹرول ٹینک پائلٹ کے کیبن کے عقب میں ہے۔ نیچے سے ہم اُسے نشانہ نہیں بنا سکتے۔ سمجھے تم؟"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے اُٹھنے کی کوشش کی۔ "تو وہ ہمارے سروں پر مسلط رہے گا۔"

"ہوش میں آؤ زاہر!" میں نے اُسے جھنجھوڑا۔ "اگر ابھی سے تمہاری یہ حالت ہے تو بعد میں کیا ہوگا۔ خود کو سنبھالو۔ ہمیں بہت طویل جدوجہد کرنی ہے۔"

میرے جھنجھوڑنے پر زاہر چونکا۔ "آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب۔" اُس نے شرمندگی سے کہا۔ "چلیے۔" وہ اُٹھ کھڑا ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہیلی کاپٹر اب ہم سے دور جا کر اوپر کی سمت بلند ہو رہا تھا۔ پائلٹ اسے واپس لانے کے لیے اس کی سمت تبدیل کر رہا تھا۔ "وہ پھر آئے گا جناب۔" زاہر چلایا۔

میں نے ترحم آمیز نظروں سے زاہر کو دیکھا۔ "بے فکر رہو زاہر۔" میں نے کہا۔ "میں مناسب زاویے کی تلاش میں ہوں۔ جیسے ہی موقع ملا اسے گرا دوں گا۔"

"وہ ہمیں کبھی موقع نہیں دے گا۔ اُسے معلوم ہے کہ اسے کس جانب سے نشانہ بنایا جا سکتا ہے اس لیے اس سمت آنے سے گریز کر رہا ہے۔"

میں تلخی سے ہنس پڑا۔ "میں خود بھی یہ بات سمجھ رہا ہوں زاہر لیکن دیکھنا یہ ہے کہ وہ کب تک مجھ سے بچ سکے گا۔"

ہیلی کاپٹر پھر نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری سمت آ رہا تھا اور اس کے بعد تو یہ سلسلہ مستقل ہو گیا۔ وہ غوطہ لگا کر ہم پر جھپٹتا اور ہمیں خود کو بچانے کے لیے کسی آڑ میں ہونا پڑ جاتا۔

"آخر یہ کھیل کب تک جاری رہے گا؟" زاہر بڑبڑایا۔

"اب میں اسے گرا ہی دوں گا۔" میں نے کہا۔ "بس میں اُس کی کسی چوک کا منتظر ہوں۔" میں نے ہیلی کاپٹر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔ اس بار وہ جس زاویے سے ہماری طرف بڑھ رہا تھا اُس کے پیش نظر اس پر فیصلہ کن فائر کیا جا سکتا تھا لیکن پائلٹ چالاک ثابت ہوا۔ اُس نے اچانک ہی سمت تبدیل کر دی تھی۔

"کوئی بات نہیں۔" میں نے غصّے سے دانت پیس کر کہا۔ "کب تک مجھ سے بچے گا۔"

"اوہ! یہ تو واپس جا رہا ہے جناب۔" زاہر خوشی سے تقریباً چیخ پڑا۔

"یہ مردود ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔" میں نے نفی میں سر ہلا کر کہا۔ "تم دیکھنا اب وہ دوسری سمت سے آئے گا۔"

ہیلی کاپٹر ہماری نظروں سے اوجھل ہو گیا اور میرے خدشے کے عین مطابق چند لمحوں بعد دوبارہ نمودار ہوا۔ اس بار وہ چکر کاٹ کر مخالف سمت سے آیا تھا اور اب ایسے زاویے پر تھا کہ میں اُسے نشانہ نہیں بنا سکتا تھا۔ مجھ پر بُری طرح جھنجلاہٹ سوار ہو گئی اور میں زاہر کی طرف مڑا۔

"لیٹ جاؤ زاہر۔" میں نے کہا اور خود بھی زمین پر لیٹ گیا۔

"ابھی تو آپ کہہ رہے تھے کہ ہمیں وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔" زاہر نے میرے برابر چت لیٹتے ہوئے کہا۔

"ہاں! میں نے کہا تھا لیکن اب میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا ہے۔ سب سے پہلے ہمیں ہیلی کاپٹر سے چھٹکارا حاصل کرنا ہو گا۔ یہ ہمارے لیے مستقل خطرہ ہے۔"

"میں تو شروع سے ہی یہ بات کہہ رہا ہوں جناب!" زاہر نے خوش ہو کر کہا۔

"میں سمجھ رہا تھا کہ اسے گرانے کا کوئی موقع مل جائے گا مگر پائلٹ بے حد چالاک ہے۔ اُس نے ہمیں ایک موقع بھی نہیں دیا۔"

"تو اس طرح لیٹنے سے ہم ہیلی کاپٹر کا کیا بگاڑ لیں گے؟" زاہر نے حیران ہو کر کہا۔

"میں نے اُس سے نمٹنے کے لیے ایک منصوبہ ترتیب دیا ہے۔ ہمیں کوئی ایسی چال چلنی ہے کہ وہ دھوکا کھا کر میری دائیں سمت میں آ جائے۔"

"آپ کے اس منصوبے میں مجھے کیا کردار ادا کرنا ہو گا؟"

"اب جیسے ہی ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہو تم دوڑ کر اُس ٹیلے کی طرف چلے جانا۔"

زاہر نے اُس ٹیلے کی طرف دیکھا جدھر میں نے اشارہ کیا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اُس نے کہا۔ "پھر کیا ہو گا؟"

"وہاں پہنچ کر تمھیں ہیلی کاپٹر کی واپسی کا انتظار کرنا ہو گا۔ جب وہ واپس آ جائے تو تمھیں واپس اسی سمت دوڑنا ہو گا۔ میں یہیں رُکوں گا، ٹھیک ہے؟"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے کہا۔ "اس طرح ہیلی کاپٹر آپ کے دائیں جانب آ جائے گا۔"

"تم بالکل ٹھیک سمجھے، شاباش۔ اب تیار ہو جاؤ، ہیلی کاپٹر واپس جا رہا ہے، چکر لگا کر پھر آئے گا۔"

زاہر اُٹھ کھڑا ہوا اور جیسے ہی ہیلی کاپٹر نظروں سے اوجھل ہوا اُس نے ٹیلے کی سمت دوڑ لگا دی۔ ٹیلہ وہاں سے محض دو سو گز کے فاصلے پر تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ زاہر کی جو حالت ہے اُس کے پیش نظر اتنی دور تک دوڑنا زاہر کے لیے جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔

مجھے یقین تھا وہ اپنی پوری قوت صرف کر کے دوڑ رہا ہو گا لیکن اُس کے دوڑنے پر گھسٹنے کا گمان ہوتا تھا۔ اب مجھے حرکت میں آنا تھا۔ زاہر سے جُدا ہوتے ہی مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میرے اندر ایک نئی قوت آ گئی ہو۔ زاہر کی خستہ جسمانی حالت سے میں بھی متاثر ہو رہا تھا۔ سفر کی تھکان اور مشکلات کے ساتھ ساتھ مجھے زاہر کی فکر بھی لاحق تھی۔ اب وقتی طور پر اُس سے دور ہو کر میرے جسم و جان میں توانائی کی نئی لہریں دوڑنے لگی تھیں۔ میں خود کو بہت ہلکا پھلکا محسوس کرنے لگا۔ ہیلی کاپٹر کو ٹھکانے لگانے کے لیے میں اکیلا ہی بہت کافی تھا۔ مجھے زاہر کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔

ہیلی کاپٹر کی واپسی تک میں گھوم کر درّے میں داخل ہو چکا تھا۔ سوٹ کیس میں نے اس مقام پر چھوڑ دیا تھا جہاں سے مجھے ہیلی کاپٹر پر فائر کرنے تھے۔ پھر میرے کانوں میں ہیلی کاپٹر کی آواز آئی اور جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب وہ جڑواں پہاڑیوں کے اوپر سے گزر چکا ہے تو میں پلٹ کر تیزی سے دوڑا اور پھر میں اُسی مقام سے

درّے سے باہر نکل آیا جہاں سے اندر داخل ہوا تھا۔ آخر کار پائلٹ میرے چلائے ہوئے چکر میں پھنس گیا تھا۔

میں ہیلی کاپٹر کی آواز سنتا اور گھاٹی کے اندر دوڑتا رہا۔ مجھے یہ سوچ کر ہنسی آ رہی تھی کہ بہت دیر بعد ہم ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو چکر دینے میں کامیاب ہو سکے تھے اور وہ اس وقت پاگلوں کی طرح ہمیں تلاش کر رہا ہو گا۔ مجھے اندازہ تھا کہ پائلٹ کا ردِ عمل کیا ہو گا۔ وہ درّے پر چکر لگانے کے بعد جڑواں پہاڑیوں کے اوپر سے گزر کر گھاٹی میں ہمیں تلاش کرے گا۔ اُس وقت چند لمحوں کے لیے مجھے خود کو پوشیدہ کرنا ہو گا۔ ہیلی کاپٹر کے گھاٹی پر سے گزرنے کے بعد میں پھر گھاٹی میں واپس آ جاؤں گا جبکہ ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کی طرف چلا جائے گا۔ پھر جب وہ پلٹ کر واپس آئے گا تو یا تو بائیں سمت جائے گا یا دائیں سمت... وہ کوئی سی بھی سمت اختیار کرے، میں اُس کے مطابق اپنی پوزیشن میں تبدیلی کر لوں گا۔ وہ مجھے پھر تلاش نہیں کر سکے گا اور پھر اُسے زاہر کی تلاش میں جانا ہو گا۔

پائلٹ نے میرے اندازے کے عین مطابق کیا۔ جب میں پہاڑیوں کے درمیان پہنچ گیا تو ہیلی کاپٹر گھاٹی پر پرواز کر رہا تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اس پر جنون طاری ہو رہا ہو گا۔ مجھے یہ بھی اندازہ تھا کہ پائلٹ کو ہمیں شوٹ کرنے کی اجازت نہیں ہو گی۔ وہ ہم پر فائر نہ کرنے کا پابند تھا جبکہ ہم ہر قسم کی پابندیوں سے بے نیاز تھے۔

پہاڑی کے اوپر سے گھاٹی کی طرف واپس پلٹتے ہوئے ہیلی کاپٹر پہاڑیوں کے بائیں جانب آ رہا تھا لیکن آدھے راستے میں پہنچ کر اُس نے اچانک اپنی پوزیشن تبدیل کی اور دائیں جانب آ گیا۔ اُس کی اس حرکت سے مجھے تھوڑی سی زحمت تو ضرور ہوئی مگر میں خود کو اُس سے پوشیدہ رکھنے میں کامیاب ہو گیا۔ اُس کی اس حرکت سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ بے حد چالاک اور اپنے کام میں ماہر ہے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ اب وہ باہر جا کر زاہر کو تلاش کرے گا لیکن اُس نے واپس جانے سے قبل گھاٹی کے اوپر ایک چکر اور لگایا اور آخر کار اس نتیجے پر پہنچا کہ ہم گھاٹی کے اندر نہیں ہیں۔ پھر میں نے اُسے باہر جاتے دیکھا اور میں چیتے کی سی پھرتی سے اُس مقام پر پہنچ گیا جو میں نے ہیلی کاپٹر پر فائر کرنے کے لیے پہلے سے طے کر رکھا تھا۔

اب میرے منصوبے کا تمام تر دارومدار زاہر پر تھا۔ اُس کی کیفیت بہت خراب تھی۔ سوال یہ تھا کہ کیا وہ مجھے ایک فائر کا موقع فراہم کرنے کے لیے مناسب وقفے تک ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی توجہ اپنی جانب مبذول رکھ سکے گا؟

میں سانس روکے ہیلی کاپٹر کو دیکھتا رہا۔ وہ اُس ٹیلے کے اوپر پہنچ گیا تھا جس کے نزدیک زاہر کو ہونا چاہیے تھا مگر زاہر نہ تو مجھے دکھائی دیا اور نہ ہی شاید ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کو نظر آیا۔ معلوم نہیں وہ کہاں چھپ گیا تھا۔ میں نے ہیلی کاپٹر کو بلند ہوتے دیکھا پھر وہ بڑے دائروں کی صورت میں چکر لگانے لگا۔

میں انتہائی حیرت سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ منصوبے کے مطابق زاہر کو نمودار ہو جانا چاہیے تھا۔ اس کی تاخیر منصوبے کی تباہی کا باعث ہو سکتی تھی لیکن مجھے تو یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ زاہر پر کیا گزری۔ ممکن ہے وہ بے ہوش ہو گیا ہو۔ اُس کی حالت تو پہلے ہی خستہ ہو رہی تھی۔ ایسے میں کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ بے ہوش ہی ہو گیا ہو ورنہ یہ تاخیر کیا معنی رکھتی تھی؟

مجھ پر اضطراب طاری ہونے لگا۔ ہر گزرتا ہوا لمحہ خطرات میں اضافہ کر رہا تھا۔ اگر پائلٹ زاہر کو تلاش کرنے میں بھی ناکام ہو جاتا تو لامحالہ پھر گھاٹی کی طرف پلٹتا اور میرے لیے مشکلات کھڑی ہو جاتیں۔ اور اگر میں اس کی نظروں میں آ جاتا تو میرا منصوبہ دھرے کا دھرا رہ جاتا۔

چند لمحے اسی اضطراب اور بے چینی کے عالم میں گزرے پھر میں نے زاہر کو نمودار ہوتے دیکھا۔ وہ خالی ہاتھ تھا یعنی اُس کے پاس پانی کا کین نظر نہیں آ رہا تھا اور یہ ایک اچھی علامت تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ زاہر کا ذہن جاگ رہا تھا۔ پانی کے کین کے بغیر وہ آسانی اور تیز رفتاری سے حرکت کر سکتا تھا۔

پائلٹ نے بھی زاہر کو دیکھ لیا تھا اس لیے کہ میں نے ہیلی کاپٹر کو زاہر کی طرف جھپٹتے دیکھا جو بائیں جانب دوڑ رہا تھا۔ لیکن کچھ ہی دور جا کر زاہر لڑکھڑایا پھر اُس نے دائیں جانب دوڑنا شروع کر دیا۔ میرا دل خوش ہو گیا۔ زاہر نے بڑی خوبصورتی سے پائلٹ کو یہ تاثر دیا تھا کہ وہ خوف و ہراس میں مبتلا ہو گیا ہے۔

دائیں سمت کچھ دور دوڑنے کے بعد زاہر پھر پلٹا۔ اب وہ واپس دوڑ رہا تھا۔ اس طرح کہ میں اس کے بائیں جانب تھا اور ٹیلا دائیں جانب... اس طرح ہیلی کاپٹر کا وہ حصّہ میرے سامنے آ گیا تھا جس پر مجھے فائر کرنا تھا۔

میں نے بندوق بلند کر کے نشانہ لیا۔ ہیلی کاپٹر تقریباً دو سو گز کے فاصلے پر تھا اور اُس کے ٹینک کو نشانہ بنانے کے لیے مجھے تین فائر کرنا تھے اور ہر بار نشانہ درست لگانا تھا تاکہ ہیلی کاپٹر کی تباہی کو یقینی بنایا جا سکے۔ میں نے اندازہ لگایا کہ اس پورے عمل میں چار سیکنڈ صرف ہوں گے۔

زاہر بڑی روانی سے دوڑ رہا تھا اور ہیلی کاپٹر پلٹ کر اُس کے تعاقب میں آ رہا تھا مگر تشویش ناک بات یہ تھی کہ ہیلی کاپٹر کی بلندی خطرناک حد تک کم ہو گئی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ پائلٹ نے زاہر کو ٹکر مارنے کا مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ مجھے اس سے قبل بھی ایسے مواقع میسر آئے تھے مگر اُس نے پہلے تو ایسی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔

ہیلی کاپٹر میرے نشانے پر تھا اور میں سانس روکے منتظر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا کہ ہیلی کاپٹر میری زد پر آ گئے اور میں اُس پر فائر کر دوں۔ میرے اندازے کے مطابق صرف پچاس گز کا مختصر سا فاصلہ باقی رہ گیا تھا لیکن پھر اچانک ہی میں نے زاہر کے قدم سست پڑتے دیکھے۔ وہ اپنی رفتار برقرار رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اُس کے قدموں کی لڑکھڑاہٹ سے اندازہ ہوتا تھا کہ اب وہ اپنی جدوجہد مزید جاری نہیں رکھ سکے گا۔ اُس کا منہ کُھلا ہوا تھا اور وہ سانس لینے کے لیے بھی شدید جدوجہد کر رہا تھا۔

میں نے کوشش کی کہ اپنی تمام تر توجہ ہیلی کاپٹر پر مرکوز رکھوں لیکن پھر دفعتاً ہی مجھ پر ایک ہولناک انکشاف ہوا۔ ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک نظر نہیں آ رہا تھا۔ میں سناٹے میں آ گیا۔ میرے اندازے کے مطابق جس جگہ پٹرول ٹینک ہونا چاہیے تھا وہاں نہیں تھا اور نہ ہی میں یہ اندازہ کر پا رہا تھا کہ اس کا ٹینک کہاں ہوگا۔

میں نے فوری طور پر خود کو بدلتی ہوئی صورت حال سے ہم آہنگ کیا۔ بڑی سنگین صورت حال پیدا ہو گئی تھی۔ زاہر کی اور میری محنت رائیگاں جاتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں ایک دم آگے بڑھ گیا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اب ہیلی کاپٹر پر کس جگہ فائر کرنا ہے۔ میں نے ہیلی کاپٹر کے گھومتے ہوئے پنکھوں کے عین نیچے کا نشانہ لیا لیکن اُسی وقت میں نے محسوس کیا کہ زاہر گر پڑا ہے۔ بات اگر اتنی ہی ہوتی تو میں زیادہ پروانہ کرتا۔ نشانہ تو میں پہلے ہی لے چکا تھا، اب تو صرف فائر کرنا رہ گیا تھا۔ لیکن میں نے دیکھا کہ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر زاہر کے اوپر معلق کر دیا ہے اور جھک کر زاہر کے اوپر فائرنگ کر رہا ہے۔

غصّے کی ایک شدید لہر نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ میں نے ایک قدم اور آگے بڑھایا اور فائر کر دیا۔ میں نے یکے بعد دیگرے تین فائر کیے۔ نشانہ تاک کر چٹ تھا۔ فائرنگ کے نتیجے میں، میں نے پائلٹ کو چونکتے دیکھا۔ بندوق اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر گر پڑی تھی مگر اُس نے فوراً ہی ہیلی کاپٹر کو اوپر اُٹھانا شروع کر دیا تھا۔ میرے کیے ہوئے تینوں فائر ضائع ہو گئے تھے۔

میں نے تشویش ناک نظروں سے بلند ہوتے ہوئے ہیلی کاپٹر کو دیکھا اور بڑی پھرتی سے اُس کا نشانہ لے کر تین مزید فائر کر دیے۔ گولیاں ہیلی کاپٹر کی باڈی سے ٹکرائیں ضرور مگر فاصلہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ اُسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میری چلائی ہوئی گولیاں شاید کنکروں کی طرح اس سے ٹکرائی تھیں۔ اب مزید فائر کرنا وقت ضائع کرنے کے مترادف تھا لہٰذا میں نے یہ سلسلہ ترک کر دیا۔

ہیلی کاپٹر کی طرف سے توجہ ہٹا کر میں نے زاہر کو دیکھا جو دونوں ہاتھوں سے سر تھامے بیٹھا تھا۔ میں تیزی سے دوڑتا ہوا اس کی طرف بڑھا۔

"کیا ہوا جناب؟" زاہر نے پوچھا۔ "ہیلی کاپٹر تو اب بھی ہمارے سروں پر مسلط ہے؟"

"ہاں زاہر!" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ "میرے نشانے خطا ہو گئے۔"

"جی!" زاہر نے حیرت اور بے یقینی سے مجھے دیکھا۔ "لیکن یہ ہوا کیسے؟"

"اس کی تفصیل بہت طویل ہے زاہر! حالانکہ نشانے خطا نہیں ہونے چاہئیں تھے لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے۔"

"اس منصوبے کی کامیابی کی خاطر میں تو اپنی جان پر ہی کھیل گیا تھا۔" زاہر نے شکایتی لہجے میں کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر! میں اس پر فائر کرنے ہی والا تھا کہ میں نے اسے تم پر فائر کرتے دیکھ لیا۔"

"مجھ پر فائر!" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "لیکن مجھ پر تو پائلٹ نے کوئی فائر نہیں کیا۔"

"اس کا نشانہ خطا ہو گیا ہوگا اور ہیلی کاپٹر کے شور کی وجہ سے تم فائر کی آوازیں نہیں سن سکے ہو گے۔"

"یہ کیسے ممکن ہے جناب کہ مجھ پر فائرنگ کی جائے اور مجھے اس کا علم تک نہ ہو۔"

میں بغیر کچھ کہے اُٹھا اور پائلٹ کے ہاتھ سے گری ہوئی بندوق اُٹھا لایا۔ "یہ دیکھو، میں نے فائر کیے تو یہ پائلٹ کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی تھی۔"

زاہر نے بندوق میرے ہاتھ سے لے لی اور اسے اُلٹ پلٹ کر دیکھنے لگا۔ "مجھے سخت تعجب ہے جناب!" اس نے کہا۔

"میرے نشانے خطا ہونے کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عین وقت پر پائلٹ نے تم پر فائرنگ شروع کر دی تھی۔"

زاہر نے سر کو اثباتی جنبش دی۔ اس کی نگاہیں بندوق پر جمی ہوئی تھیں اور وہ پوری طرح اس کا جائزہ لینے میں مصروف تھا۔

"اس کے علاوہ آخری لمحوں میں یہ خوف ناک انکشاف ہوا کہ ہیلی کاپٹر کا پٹرول ٹینک اس جگہ نہیں ہے جہاں میں سمجھ رہا تھا۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "یہاں آپ غلطی پر ہیں جناب! پٹرول ٹینک اسی مقام پر ہے جس کی آپ نے نشاندہی کی تھی۔"

"تم یہ بات اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتے ہو؟"

"جب وہ مجھے تلاش کرتا ہوا ٹیلے کی طرف آیا تھا تو مجھے سکون سے اس کا جائزہ لینے کا موقع مل گیا تھا۔ پٹرول کی ٹنکی کاک پٹ کے عقب میں ہی ہے۔"

"ممکن ہے تمہارا کہنا درست ہو۔" میں بڑبڑایا۔ "لیکن وہ مجھے نظر کیوں نہیں آئی؟"

"یہ جدید ترین ساخت کا ہیلی کاپٹر ہے جناب اور ٹنکی کی ساخت

ایسی ہے کہ اس کا نظر آنا بہت مشکل ہے۔ اگر میں نے خاص طور پر اس طرف توجہ نہ دی ہوتی تو وہ مجھے بھی نظر نہ آتی۔"

"خیر جو ہوا اُس پر خاک ڈالو۔ اب ہمارے پاس چھ گولیاں کم ہو گئی ہیں۔" میں نے کہا۔

"آپ اس بندوق کو نظر انداز کر رہے ہیں جناب! پہلے صرف ایک بندوق تھی اب ہمارے پاس دو بندوقیں ہو گئی ہیں۔"

"اوہ ہاں!" میں نے چونک کر کہا۔ "ذرا یہ تو بتاؤ کہ اس میں گولیاں کتنی ہیں؟"

"میں چیک کر چکا ہوں جناب! میگزین تقریباً فل ہے۔ ہماری طاقت دگنی ہو چکی ہے۔"

"یہ بڑی خوش آئند بات ہے۔ وقت پڑنے پر ہم اسے استعمال کر سکیں گے۔ فی الحال اسے تم ہی رکھو۔"

"آپ کہہ رہے ہیں وہ مجھے قتل کرنے کی کوشش کر رہا تھا!" زاہر نے کہا۔ "کیا اُسے اس قسم کی ہدایات ملی ہوں گی یا اُس نے اپنے طور پر ہی یہ حرکت کر ڈالی ہوگی؟"

"مجھے نہیں معلوم زاہر، ممکن ہے پائلٹ کی نیت تمہیں ہلاک کرنے کی نہ رہی ہو، وہ محض تمہیں خوفزدہ کرنا چاہ رہا ہو۔"

"میرا بھی یہی خیال ہے، ورنہ اگر اس کا ارادہ ہمیں ہلاک کرنے کا ہوتا تو وہ بہت پہلے ایسا کر چکا ہوتا!"

"پانی کا کین کہاں ہے؟" میں نے زاہر سے پوچھا۔

"میں نے ٹیلے کے پیچھے چھپا دیا تھا تاکہ تیزی سے دوڑ سکوں۔"

"تم نے عقلمندی کا ثبوت دیا ہے۔ اب چلو، ہمیں اپنا سفر دوبارہ شروع کر دینا چاہیے۔"

ہم اُٹھ کر ٹیلے کی طرف چل دیے۔ سوٹ کیس میں نے اُٹھا رکھا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ زاہر کو مجھ سے ایسی غلطی کی توقع نہیں تھی۔ وہ لوگ مجھ سے غلطی کی توقع رکھتے ہی نہیں تھے اور یہ اُن کی غلطی تھی۔ حالات کے زیرِ اثر تو کسی سے بھی غلطی سرزد ہو سکتی ہے۔ مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہوئے تھے۔

"آپ نے جو گولیاں چلائیں اُن میں سے ایک بھی نشانے پر نہیں لگی؟" زاہر نے چلتے چلتے سوال کیا۔

"تینوں گولیاں ہیلی کاپٹر کی باڈی سے ٹکرائی تھیں لیکن فاصلہ اتنا بڑھ چکا تھا کہ اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا۔"

"اس وقت بھی وہ بہت بلندی پر ہے جناب، فائر کی رینج سے باہر۔" زاہر نے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ اس سے یہ فائدہ تو ہوا کہ اب وہ پہلے کی طرح ہمیں پریشان نہیں کر سکتا۔ ہم سے دور ہی دور رہے گا۔"

"یہ تو ہے جناب لیکن کیا اس مردود سے ہمارا پیچھا نہیں چھوٹے گا؟"

"جب تک ہیلی کاپٹر میں ایندھن موجود ہے وہ ہمارے سروں پہ مسلط رہے گا۔"

ہم نے ٹیلے کے عقب سے پانی کا کین اُٹھایا اور پھر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ پہلے کی طرح ہمارا یہ سفر بھی بلندی کی طرف تھا۔ اس علاقے میں پہاڑوں کے علاوہ اور تھا ہی کیا...؟

دن ڈھل رہا تھا۔ ہم اپنے شیڈول سے بہت پیچھے رہ گئے تھے لیکن اس کے باوجود ہماری کوشش تھی کہ کسی طرح اس مقام تک پہنچ جائیں جو ہم نے آج کے لیے طے کیا تھا۔ لیکن ہمارا وقت اتنا ضائع ہو چکا تھا کہ اب رات سے قبل ہمارے لیے وہاں تک پہنچنا ممکن نہیں رہ گیا تھا۔

"کیا ایسی کوئی صورت نہیں ہو سکتی کہ ہم ہیلی کاپٹر کو غلط راستے پر لگا دیں؟" زاہر نے کہا۔

"ناممکن ہے۔ تم دیکھ ہی چکے ہو کہ پائلٹ کتنا چالاک ہے۔ وہ ہمیں ہاتھ سے نہیں نکلنے دے گا۔"

ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر منڈلاتا رہا۔ نہ تو وہ کسی موقع پر بہت زیادہ آگے گیا اور نہ ہی کبھی بہت پیچھے رہا۔ اس سے نجات حاصل کرنا ضروری تھا مگر یہ کام آسان نہیں تھا۔

چلتے چلتے شام ہو گئی۔ پہاڑی سفر نے ہمیں نڈھال کر دیا تھا۔ ایک پہاڑی کے بعد دوسری پہاڑی اور ایک گھاٹی سے نکل کر دوسری گھاٹی میں ہم مسلسل سفر کرتے رہے۔ ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ہمارے اس فرار کا انجام کیا ہوگا۔ ہمارے سفر کا اختتام کہاں ہوگا۔ ابھی تو پہلا ہی دن تھا۔ زاہر کے قدموں میں لڑکھڑاہٹ تھی لیکن وہ چلے جا رہا تھا۔ کوئی جذبہ تھا جو اُسے چلتے رہنے پر مجبور کر رہا تھا ورنہ مجھے اندازہ تھا کہ کسی ناتجربے کار آدمی کے لیے پہاڑوں میں اتنا طویل سفر کرنا ممکن نہیں ہو سکتا۔ مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ کون سا جذبہ زاہر کے قدموں کو متحرک رکھے ہوئے ہے۔ وہ فلسطین کو آزادی دلانے کا جذبہ تھا۔ اُس وقت ہم ایک ایسے دشمنِ فلسطین سے نبرد آزما تھے جسے میں نے بارہا شکست اور ذلتوں سے ہمکنار کیا لیکن جو بہت ڈھیٹ تھا۔ ہر ذلت کے بعد پھر خم ٹھونک کر میدان میں آ جاتا تھا۔ اُسے میں نے سی آئی اے سے ذلیل کر کے نکلوا دیا تھا لیکن اب بھی امریکا میں اُس کے ذاتی وسائل کا یہ عالم تھا کہ وہ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہمارے گرد اپنا جال مضبوط اور اپنا گھیرا تنگ کرتا جا رہا تھا۔

ہم پہاڑیوں کے سلسلے سے گزرتے رہے یہاں تک کہ شام ہو گئی اور ہم پہاڑی سلسلے سے گزر کر ایک وادی میں پہنچ گئے۔ ہم اس وادی سے گزر رہے تھے کہ بیک وقت دو باتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ ہیلی کاپٹر اچانک ہی پلٹا اور واپس جانے لگا۔ یہ ایک عجیب

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بات تھی۔ ہم دونوں ہی ٹرک کر اُسے واپس جاتے دیکھتے رہے۔ وہ پہاڑیوں کے پاس وہ ایک نقطے کی صورت میں نظر آیا اور پھر نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

"مبارک ہو زاہر! تمھاری دلی مراد بر آئی۔ آخر ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا۔"

"آپ نے اس پر غور نہیں کیا جناب۔" زاہر نے دور نظر آنے والی پہاڑی چوٹیوں کی طرف اشارہ کیا۔

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ پہاڑی سلسلے کی ایک چوٹی پر کچھ متحرک دھبے دکھائی دے رہے تھے۔ یہ دوسرا واقعہ ہیلی کاپٹر کی واپسی کے ساتھ ہی رونما ہوا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ ہماری تلاش میں آنے والی کسی ٹیم کا ہراول دستہ ہے۔

"دیکھا جناب آپ نے!" زاہر کی آواز میں کسی قدر مایوسی تھی۔ "وہ پہنچ گئے!"

"اس میں پریشانی کی تو کوئی بات نہیں ہے زاہر! ہم پہلے سے جانتے تھے کہ ایسا ہو کر رہے گا!"

"وہ تو ٹھیک ہے جناب لیکن اب کیا ہوگا۔ ہیلی کاپٹر گیا تو اس سے بڑا خطرہ سامنے آ گیا!"

"بے فکر رہو زاہر! اوپر ابھی تک دھوپ ہے اس لیے وہ ہمیں نظر آ گئے مگر یہاں دھوپ نہیں ہے۔ اتنے فاصلے سے وہ ہمیں دیکھ نہیں سکیں گے!"

"لیکن انھیں معلوم تو ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ اسی لیے تو ہیلی کاپٹر واپس چلا گیا!"

میں نے پلٹ کر اپنی آج کی طے شدہ منزل کی طرف دیکھا اور زاہر سے بولا: "میرا اندازہ ہے کہ وہاں تک پہنچنے میں ہمیں چار گھنٹے لگیں گے۔ اب آئندہ لائحۂ عمل ہم وہاں پہنچ کر ہی طے کریں گے۔ ٹھیک ہے؟"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم پھر آگے بڑھنے لگے۔ ہمارے سامنے پھر ایک پہاڑی تھی جس پر ہمیں چڑھنا تھا۔ دل دہلا دینے والا اور ہوش اڑا دینے والا چڑھائی کا سفر ہم نے گھپ اندھیرے میں کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ چار کے بجائے ہمیں چھ گھنٹے لگ گئے لیکن چوٹی پر پہنچنے کے بعد تاریکی میں قدرے کمی واقع ہو گئی۔ جس وقت ہم اوپر پہنچے، رات تقریباً آدھی گزر چکی تھی۔

"اُف میرے خدا!" زاہر نے ایک چٹان پر چت لیٹتے ہوئے کہا: "میں بہت تھک گیا ہوں!" اُس کی آنکھیں بند تھیں۔

"میں بھی تھکن سے چور ہو رہا ہوں زاہر!" میں نے کہا۔ "کوہ پیمائی کے بعد تھکن سے کون بچ سکتا ہے!"

چند لمحوں کے لیے خاموشی چھا گئی۔ چاروں طرف گمبھیر سناٹا مسلط تھا۔ ہر طرف پہاڑ ہی پہاڑ بکھرے ہوئے تھے۔ غیر آباد اور ویران پہاڑ جن کی چوٹیوں سے ہوا سر ٹکرا رہی تھی۔

"اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہوگا جناب؟" چند لمحے کی خاموشی کے بعد زاہر نے کہا۔

"ہم تک پہنچنے میں انھیں کم از کم آٹھ گھنٹے صرف ہوں گے۔" میں نے کہا: "لیکن وہ آج رات نہیں آئیں گے!"

"حالانکہ انھیں آج ہی ہم تک پہنچنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ انھیں معلوم ہے کہ ہم کہاں ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ ہم تھکے ہوئے ہیں۔ انھیں اتنا اچھا موقع پھر نہیں ملے گا!"

"تم یہ بات نظر انداز کر رہے ہو زاہر کہ وہ لوگ خود بھی تھکے ہوئے ہوں گے!"

"لیکن وہ اتنے تھکے ہوئے نہیں ہوں گے جتنا ہم تھک گئے ہیں۔ وہ شکاری ہیں اور ہم شکار ہیں!"

"یہ فضول باتیں ذہن سے نکال دو زاہر اور آرام کرنے کی کوشش کرو۔ ہمیں آرام کی سخت ضرورت ہے!"

"آج مجھے اندازہ ہو رہا ہے کہ انسان جن جانوروں کا شکار کرتا ہے اُن پر کیا گزرتی ہوگی!" زاہر نے سنی ان سنی کرتے ہوئے کہا۔ میں ہنس پڑا۔ "دیکھو تمھارے تجربات میں کتنا گراں قدر اضافہ ہوا ہے۔ تمھیں ان لوگوں کا ممنونِ احسان ہونا چاہیے!"

زاہر چند لمحوں تک خاموش رہا پھر بولا: "آپ نے کہا تھا یہاں پہنچ کر ہم اپنا آئندہ لائحۂ عمل طے کریں گے؟"

"میں نے طے کر لیا ہے زاہر! سو جاؤ، چار گھنٹے کی نیند ہمیں ان پر واضح برتری دلا دے گی۔ اگر ہم نہ سوئے تو کہیں کے نہیں رہیں گے اور آسانی سے شکار ہو جائیں گے!"

"ٹھیک ہے جناب!" زاہر نے کسل مندی سے کہا: "ذرا بندوق تو مجھے دیجیے گا!"

"تم بندوق کیا کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا مگر اُس نے ہاتھ بڑھا کر بندوق مجھ سے لے لی۔ چند لمحے اُسے چیک کرتا رہا پھر بندوق واپس میری طرف بڑھا دی۔

"میں نے چیک کر لیا ہے جناب! یہ سنگل شاٹ پر ہی ہے۔ شب بخیر جناب!" اُس نے کہا اور سونے کے لیے کروٹ لے لی۔

"ایسے نہیں زاہر!" میں نے تیزی سے کہا: "پہلے کھانا کھاؤ، پھر سونا!"

"مجھے بھوک نہیں ہے جناب!"

"بھوک ہو یا نہ ہو، کھانا تو بہرحال تمھیں کھانا ہی پڑے گا!"

"ان حالات میں تو ایک نوالہ بھی حلق سے نہیں اُتر سکتا جناب! کھانا تو بہت دور کی بات ہے!"

"ہمیں اپنی توانائیاں ہر صورت میں برقرار رکھنی ہیں زاہر! یوں سمجھو اس وقت ہم حالتِ جنگ میں ہیں!"

زاہر اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ حد سے بڑھی ہوئی تھکن کے باعث اُسے صرف آرام کرنے کی خواہش تھی اس لیے وہ کھانے سے انکار کر رہا تھا۔

میں نے سوٹ کیس کھول کر ایک ڈبا نکالا اور اُسے چاقو کی مدد سے کھول ڈالا۔ اس میں تلی ہوئی مچھلی تھی۔ میں نے زاہر کی طرف ایک تِلا بڑھایا۔

"اس ڈبے میں موجود مچھلی ہم دو قسطوں میں کھائیں گے۔" میں نے کہا: "آدھی اس وقت اور بقیہ روانہ ہوتے وقت!"

"شکریہ جناب!" زاہر نے مچھلی کا تلا مجھ سے لیتے ہوئے کہا اور بادلِ ناخواستہ اسے کھانے لگا۔

کھانا کھا کر ہم نے پانی پیا اور اس کے بعد زاہر لیٹتے ہی سو گیا۔ خود میں نے سونے سے قبل سوٹ کیس سے کمبل نکال کر اس کے اوپر ڈالا اور اس کے بعد خود بھی سو گیا۔

میں چونکہ سوچ کر سویا تھا کہ مجھے چار گھنٹے بعد بیدار ہو جانا ہے اس لیے شدید تھکن کے باوجود میری آنکھ کھل گئی۔ میرے جسم کا جوڑ جوڑ دکھ رہا تھا لیکن میں نے اپنی ساری تکلیفیں نظر انداز کرتے ہوئے زاہر کے اوپر سے کمبل اُتارا اور اُسے جھنجھوڑ ڈالا: "اُٹھو زاہر، ہماری روانگی کا وقت ہو گیا ہے!"

زاہر نے کسمسا کر کروٹ لی اور اس کے منہ سے چند کراہیں خارج ہوئیں۔ میں نے دوبارہ اُسے جھنجھوڑا۔ اُس کے گال پر تھپڑ مارے تب کہیں جا کر اُسے ہوش میں لانے میں کامیاب ہوا۔ مجھے اُس کی تھکن کا اندازہ تھا۔ خود میری بُری حالت تھی لیکن سفر جاری رکھنا بہت ضروری تھا۔ ادلیو ہاورڈ کے جو لوگ ہمارے تعاقب میں آ رہے تھے اُن سے آگے رہنے کے لیے کم سے کم آرام اور زیادہ سے زیادہ سفر کی ضرورت تھی۔

بدقت تمام زاہر کو اُٹھانے کے بعد ہم نے رات کی بچی ہوئی مچھلی کا ناشتہ کیا، پانی پیا اور چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ سورج نکلنے میں بہت دیر تھی اس لیے ہمیں اندھیرے میں ہی سفر کرنا تھا۔ ہم بلندی پر تھے اور ہمیں دوسری طرف اُترنا تھا۔ اندھیرے کے باعث ڈھلان کا اندازہ کرنے میں دشواری پیش آ رہی تھی۔ دن کا وقت ہوتا یا روشنی مناسب حد تک ہوتی تو شاید ہم کسی قدر آسانی سے سفر جاری رکھ سکتے تھے لیکن اندازے کی غلطیوں کے باعث ہم کئی بار ڈھلانوں سے لڑھکے۔ یہ ہماری خوش قسمتی ہی تھی کہ کسی بڑی ٹوٹ پھوٹ سے محفوظ رہے تھے۔

کسی نہ کسی طرح ہم نیچے اُترنے میں کامیاب ہو گئے۔ ہمارے سامنے بھی پہاڑ تھے اور عقب میں بھی پہاڑ تھے۔ ہمیں انھی پہاڑوں میں اپنی قسمت کا فیصلہ کرنا تھا۔ ادلیو ہاورڈ کے آدمیوں کو شکست دینا تھی یا پھر دوبارہ اُس کی قید میں چلے جانا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ ہم زیادہ دیر جدوجہد نہیں کر سکیں گے۔ ہم تو راستوں تک سے ناواقف تھے جبکہ ہماری تلاش میں آنے والی پارٹی کے لوگ نہ صرف راستوں سے واقف تھے بلکہ ہمارے مقابلے میں تازہ دم بھی تھے۔ وہ بہتر اسلحے اور سازوسامان سے بھی لیس رہے ہوں گے۔ اس کے علاوہ ایک ہیلی کاپٹر بھی اُن کا معاون تھا۔ اور کچھ نہیں تو اس کے ذریعے وہ ہماری نقل و حرکت سے باخبر رہ کر ہمارا تعاقب کر سکتے تھے۔ ہم کسی طرح بھی انھیں جھٹکا نہیں سکتے تھے۔

ابھی میں انھی سوچوں میں غلطاں تھا کہ ہیلی کاپٹر کی گرج دار آواز سُنائی دی اور زاہر نے بدحواسی سے پلٹ کر دیکھا: "وہ پھر آ گیا جناب!" اُس نے ہذیانی انداز میں کہا: "اس کو گرا دیجیے جناب! جس طرح بھی ممکن ہو اس سے نجات حاصل کیجیے ورنہ یہ ہماری زندگیاں عذاب کر دے گا!"

میں بھی بوکھلا گیا تھا۔ زاہر کا کہنا درست تھا۔ ہمیں اس بدبخت ہیلی کاپٹر سے نجات حاصل کرنا تھی۔ مگر کیسے۔۔۔؟ یہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔

قیمت ۲۵ روپے
ڈاک خرچ ۱۴ روپے
زندگی بنانے اور سنوارنے کے سلسلے کی ایک کڑی
تمباکو نوشی اور دیگر بُری عادات سے چھٹکارا حاصل کیجیے

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے پلٹ کر دیکھا۔ دھوپ نکل آئی تھی مگر فضا میں دھند ابھی پھیلی ہوئی تھی۔ ہیلی کاپٹر کی آواز ضرور آ رہی تھی لیکن دھند کی وجہ سے وہ ہمیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کل اس کی واپسی کے بعد ہم نے کئی گھنٹے سفر کیا تھا پھر آج صبح ہی ہم نے دوبارہ سفر شروع کر دیا تھا۔ پائلٹ کو یقیناً یہ توقع نہیں ہوگی کہ ہم اتنی دور نکل آئے ہوں گے اس لیے وہ ہمیں کافی پیچھے تلاش کر رہا تھا۔ پہاڑی علاقہ ہونے کی وجہ سے اس کے اور ہمارے درمیان پہاڑیاں حائل تھیں۔ ہم چونکہ پائلٹ کی نظروں سے اوجھل تھے اس لیے اب اسے از سرِ نو ہماری تلاش شروع کرنا تھی۔

"ہمیں فوری خطرہ نہیں ہے زاہر۔" میں نے زاہر کی طرف مڑ کر کہا۔ "ہیلی کاپٹر ابھی دور ہے اور وہ نہ صرف پہاڑیوں کے اس طرف ہے بلکہ ہمیں دھند کا تحفظ بھی حاصل ہے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب لیکن سورج بلند ہونے کے ساتھ دھند بھی غائب ہو جائے گی اور ہماری تلاش کا دائرہ بھی وسیع ہوگا۔"

"آگے بڑھتے رہو زاہر۔ اس کے سوا ہمارے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔"

ہم نے آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہیلی کاپٹر کی آواز مستقلاً ہمارے تعاقب میں تھی مگر آواز سے ظاہر ہوتا تھا کہ ابھی وہ دور ہے اور ہمیں اس دوری سے فائدہ اٹھانا تھا۔ مشکل یہ تھی کہ دھند کی وجہ سے ہم سامنے زیادہ دور تک نہیں دیکھ پا رہے تھے۔ ہمیں اندازہ نہیں ہو رہا تھا کہ سامنے والا سلسلہ کوہ ہم سے کتنی دور ہے۔

یہ صورتِ حال زیادہ دیر برقرار نہیں رہی۔ بلند ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ دھند تحلیل ہوتی جا رہی تھی اور ہمیں وہ سلسلۂ کوہ نظر آنے لگا تھا جو اب ہم سے زیادہ دور نہیں رہ گیا تھا۔ سورج ذرا سا اور بلند ہوا تو منظر بالکل صاف ہو گیا اور یہ دیکھ کر ہمارے ہوش اڑ گئے کہ تا حدِ نگاہ پہاڑ عمودی صورت میں تھے ... لیکن نہیں۔ ایک مقام پر ایسا بھی تھا جہاں سے اوپر چڑھنا ممکن تھا اور وہاں جھاڑیاں نظر آ رہی تھیں۔ بنجر اور بے آب و گیاہ پہاڑوں پر اگ آنے والی جنگلی جھاڑیاں جنھیں دیکھ کر ہریالی کے بجائے بنجر پن کا احساس اور بھی اجاگر ہو جاتا تھا۔

ہم خود بخود اس طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر کے نمودار ہونے تک ہر لمحہ ہمارے لیے بے حد قیمتی تھا اور ہم اس مہلت سے زیادہ سے زیادہ فائدہ حاصل کر لینا چاہتے تھے۔ جلد ہی ہم اس مقام تک پہنچ گئے اور یہ بہت اچھا ہوا۔ اس لیے کہ یہاں تک آنے سے قبل ہی اگر ہیلی کاپٹر ہمیں آ لیتا تو ہمارے پاس چھپنے تک کی جگہ نہیں تھی۔ یہاں کم از کم ہم خود کو کسی حد تک پوشیدہ تو کر ہی سکتے تھے۔

عمودی چٹانوں کے درمیان پہاڑ کے اوپر جانے والے راستے پر گھنی جھاڑیوں کے درمیان پتھریلی زمین کے علاوہ جا بجا بھربھری مٹی بھی نظر آ رہی تھی۔ گزشتہ روز ملنے والے جھاڑیوں کے جھنڈ کی طرح یہاں بھی جھاڑیوں کی ساخت ایسی تھی کہ اندر گھسنا تقریباً ناممکن تھا۔ اگر ممکن ہوتا تو ہیلی کاپٹر کے لیے ہمیں ڈھونڈنا ناممکن ہو کر رہ جاتا۔

راستہ بے حد دشوار گزار تھا۔ اوپر چڑھنے کے لیے ہمیں جھاڑیوں کا سہارا لینا پڑ رہا تھا۔ چڑھائی کی نوعیت ایسی تھی کہ اس پر صرف رینگتے ہوئے ہی چڑھا جا سکتا تھا۔ ہمارے جسموں پر جا بجا خراشیں پڑ گئی تھیں، کھال جگہ جگہ سے چھل گئی تھی مگر ہم ایک ایک انچ کر کے آگے سرکنے پر مجبور تھے۔

پھر دفعتاً ہیلی کاپٹر کا رخ ہماری طرف ہو گیا اور میں جلدی سے جھاڑیوں میں دبک گیا۔ زاہر میرے پیچھے تھا۔ اس نے ہیلی کاپٹر قریب آنے کی آواز سنی تو اچانک ہی حواس باختہ ہو گیا یا اس کی حواس باختگی ہی تو تھی کہ وہ مجھے نہیں دیکھ پا رہا تھا۔

"اس طرف زاہر!" میں نے اسے آواز دی اور وہ بائیں جانب دیکھنے لگا جہاں میں موجود تھا۔ پھر تھوڑی سی ہی جدوجہد نے اسے مجھ تک پہنچا دیا۔

"لیٹ جاؤ زاہر۔" میں نے سرگوشی کی۔ "بالکل ساکت۔"

اسی اثنا میں ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر آ پہنچا تھا۔ اس کے تیزی سے گھومتے ہوئے پنکھوں سے خارج ہونے والی تند ہوا کے دباؤ سے روئیدگی میں بھونچال سا آ گیا تھا۔

"کیا ... کیا ہمیں تلاش کر لیا گیا ہے؟" میں نے زاہر کی خوفزدہ آواز سنی۔ اس نے زمین سے منہ اٹھائے بغیر سوال کیا تھا۔

"نہیں۔" میں نے کہا۔ "اب وہ ہمیں آسانی سے تلاش نہیں کر سکے گا۔"

بلند ہوتے ہوئے سورج کے ساتھ حدت میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں ہماری پشت اور سروں پر اثر انداز ہو رہی تھیں اور تپتی ہوئی زمین سے اٹھنے والی گرم لہریں ہمارے چہروں کو جھلسانے کی کوشش کر رہی تھیں۔ زاہر نے تپش سے بچنے کے لیے اپنا سر اٹھایا اور پلٹ کر دیکھنے لگا۔ میں نے اس کی نگاہوں کا تعاقب کیا اور اس کے چہرے کے تاثرات سے اندازہ لگا لیا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے۔

"اوہ میرے خدا!" زاہر نے کہا۔ "جس مقام پر ہم نے رات بسر کی تھی ابھی تک اس کے نیچے ہی ہیں۔"

"میں سمجھ گیا تھا تم یہی سوچ رہے ہو گے۔" میں نے جواب دیا۔ "پہاڑی علاقوں میں ایسا ہی ہوتا ہے۔"

"لیکن ہمیں سفر کرتے ہوئے کئی گھنٹے ہو چکے ہیں جناب اور ابھی تک ہم اتنی بلندی تک بھی نہیں پہنچ سکے جہاں ہم نے رات بسر کی تھی۔"

"اس میں کوئی شبہ نہیں ہے زاہر کہ اگر ہم نے اتنا سفر میدانی علاقے میں کیا ہوتا تو رات سے اب تک پندرہ بیس میل کا فاصلہ طے کر چکے ہوتے۔"

زاہر کے چہرے سے پسینے کے قطرے ٹپک رہے تھے۔ میری بات سن کر اس نے کوئی تبصرہ نہیں کیا اور دوبارہ اپنا چہرہ چھپا لیا۔ میرے کانوں میں دور ہوتے ہوئے ہیلی کاپٹر کی آواز آ رہی تھی۔ کچھ دیر میں غور سے اس کی آواز سنتا رہا جو کبھی ہلکی اور کبھی تیز ہو جاتی تھی۔ میں اندازہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ ہمیں کس سمت میں اور کس طرح تلاش کیا جا رہا ہے۔

"تم نے کچھ اندازہ لگایا زاہر! ہیلی کاپٹر سے ہمیں کن سمتوں میں ڈھونڈا جا رہا ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم جناب۔" زاہر نے سر اٹھا کر کہا۔ "میں تو بس اتنا جانتا ہوں کہ ہم جہاں بھی جائیں گے وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"یہی بات ہے زاہر! تم نے شاید غور نہیں کیا کہ وہ کئی آدھے میل کے دائرے میں تلاش کر رہا ہے۔"

"نہیں، میں نے اس پر غور نہیں کیا تھا۔" زاہر کے لہجے میں تشویش جھلک رہی تھی۔ "ہمارے لیے تو مسئلہ کھڑا ہو گیا جناب! اب ہم کیا کریں؟"

"ہیلی کاپٹر ہم سے دور ہونے لگے تو ہم رینگنا شروع کر دیں اور جیسے ہی نزدیک آنے لگے، ساکت ہو جائیں۔"

"لیکن ... لیکن اس طرح تو ہمارا سفر گھنٹوں بلکہ ممکن ہے دنوں پر محیط ہو جائے۔ ہم تو یہ چوٹی بھی سر نہیں کر سکیں گے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" میں نے کہا اور پھر تیزی سے بولا۔ "ساکت ہو جاؤ زاہر، ہیلی کاپٹر نزدیک آ رہا ہے۔"

ہیلی کاپٹر دوبارہ ہمارے سروں پر سے گزرا اور اسی سمت چلا گیا جدھر سے نمودار ہوا تھا۔

"ہمیں تلاش کرنے کے لیے اسے آخر کار اپنا دائرۂ کار تبدیل کرنا ہوگا۔" ہیلی کاپٹر گزرنے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔

"آپ کا مطلب ہے اس وقت تک ہم یہیں آنکھ مچولی کھیلتے رہیں گے؟"

"ظاہر ہے۔" میں نے کہا۔

"لیکن اس طرح تو ہم شاید کبھی ان پہاڑوں سے باہر نکلنے میں کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔"

"اور اگر ہمیں دیکھ لیا جائے تو ہم فوراً ان پہاڑوں سے باہر نکل جائیں گے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا اور زاہر بغلیں جھانک کر رہ گیا۔

اگلا گھنٹا ہمارے لیے بہت اذیت ناک ثابت ہوا۔ دشوار گزار چڑھائی طے کرنے کے ساتھ ساتھ ہمارے سروں پر ہیلی کاپٹر کی آمد کا خطرہ بھی منڈلاتا رہا۔ اس دوران ہیلی کاپٹر بار بار ہمارے سروں پر پہنچا۔ ہر بار ہم نے بڑی جلد بازی میں خود کو چھپایا۔ ہمارے دل یہی سوچ سوچ کر دھڑکتے رہے کہ کہیں ہمیں اوپر سے دیکھ نہ لیا گیا ہو۔ جلدی میں اکثر اوقات ہمیں چھپنے کے لیے ڈھنگ کی جگہ بھی نہیں مل پاتی تھی لیکن ہر بار ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر سے گزر جاتا تھا۔

اسی کشمکش کے ساتھ ہمارا سفر جاری رہا۔ ہیلی کاپٹر پہاڑ کی چوٹی تک جاتا اور پھر پلٹ آتا۔ ہمیں آگے بڑھنے کے لیے بہت تھوڑا سا وقفہ ملتا تھا۔ اتنا کم کہ طویل وقفے کے دوران بھی ہم پندرہ بیس فٹ سے زیادہ اوپر نہیں چڑھ پاتے تھے۔ ہر بار ہم امید و بیم کی کشمکش میں یہ توقع کرتے کہ شاید ہیلی کاپٹر کا پائلٹ مایوس ہو کر ہمیں کسی اور جگہ تلاش کرنے لگے مگر وہ مردود بہت مستقل مزاج تھا۔

آخر صبر آزما انتظار انتہا کو پہنچا اور ہم نے ہیلی کاپٹر کی سمت تبدیل ہوتے دیکھی۔ زاہر خوشی سے چیخ پڑا۔

"ہم جیت گئے جناب! اس نے سمت تبدیل کر دی ہے اپنی۔ اب ہم سکون سے سفر کر سکیں گے۔"

میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میں برسوں بعد مسکرایا ہوں۔ ہم دونوں بہت خوش تھے۔ ہم آدھی جنگ جیت چکے تھے۔ پائلٹ دھوکا کھا گیا تھا۔

"مستقل مزاجی سے کام لیا جائے تو آدمی بہت بڑے بڑے معرکے سر کر سکتا ہے زاہر۔" میں نے کہا۔ ہم رک گئے تھے اور ہیلی کاپٹر کو بڑے غور سے دیکھ رہے تھے۔ اب وہ ہمیں دیگر جگہوں پر تلاش کر رہا تھا۔ کچھ دیر جائزہ لینے کے بعد میں نے زاہر سے کہا۔ "تم دیکھ رہے ہو زاہر! وہ ہمیں کس طرح تلاش کر رہا ہے۔"

زاہر کا چہرہ دوبارہ بجھ گیا تھا۔ "میں دیکھ رہا ہوں جناب!" اس نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اس کا مرکز اب بھی اس پہاڑ کی چوٹی ہے۔"

"ہاں زاہر۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں پائلٹ کی مہارت کی داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسے خوب اندازہ ہے کہ ہم زیادہ سے زیادہ کتنی دور جا سکے ہوں گے اسی لیے وہ اس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چوٹی سے آگے بڑھنے کو تیار نہیں ہے۔"

جواب میں زاہر نے پائلٹ کو بے تحاشا گالیاں بکنا شروع کر دیں۔ اُس پر جنونی کیفیت طاری تھی۔

"ہوش میں آؤ زاہر۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "اگر ہم اوسان کھو بیٹھے تو ان کے لیے نرم چارا بن جائیں گے۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ "مجھے افسوس ہے جناب۔" اس نے شرمندگی سے کہا۔ "اب میں خود پر قابو رکھنے کی کوشش کروں گا۔"

"کوئی بات نہیں زاہر۔" میں نے اُس کا شانہ تھپتھپایا۔ "مجھے احساس ہے کہ تم بہت کڑے وقت سے گزر رہے ہو لیکن ہمیں اس سے بھی زیادہ بُرے وقت کے لیے تیار رہنا چاہیے۔"

"وہ تو آکر رہے گا جناب۔" زاہر کے مُنہ سے بے ساختہ نکلا۔

"ضروری نہیں ہے کہ بُرا وقت ضرور ہی آئے لیکن ہمارا بدترین حالات کا سامنا کرنے کے لیے ہمہ وقت چوکس رہنا ضروری ہے۔"

"کیا ہیلی کاپٹر کا پائلٹ وہی ہے جناب جو کل تھا؟" زاہر نے پوچھا۔ "یا آج کوئی اور ہوگا؟"

"پائلٹ وہی ہوگا زاہر۔" میں نے جواب دیا۔ "اُسے ہی ہونا چاہیے اُس کے علاوہ اور کون ہو سکتا ہے۔"

"ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُسے ہمارے راستے کا علم ہے۔" زاہر بڑبڑایا۔ "شاید وہ جانتا ہے کہ ہم کہاں چھپے ہوئے ہیں۔"

"اس پر شدید غصہ آنے کے باوجود میں اُس کی تعریف کرنے پر مجبور ہوں زاہر۔ اُسے اندازہ ہے کہ ہم کہاں کہاں ہو سکتے ہیں اور وہ انھی مقامات پر ہماری تلاش جاری رکھے ہوئے ہے۔"

"ہم اپنا راستہ تبدیل بھی تو کر سکتے تھے۔" زاہر نے جھنجلا کر کہا۔ "آخر اسے یہیں ڈھونڈنے کی کیا ضرورت ہے۔"

"وہ اچھی طرح جانتا ہوگا کہ ہم کہیں اور نہیں جا سکتے۔ اُسے یہ بھی یقین ہوگا کہ ہم چھپے ہوئے ہیں اسی لیے وہ یہیں منڈلائے چلا جا رہا ہے۔"

ہم نے آگے بڑھنا بند کر دیا تھا۔ پوزیشن ایسی تھی کہ آگے بڑھنے کی صورت میں ہمارا نظر میں آنا یقینی ہو جاتا لہٰذا ہم ساکت پڑے تھے۔ گویا ہم کچھ کرنے کے لیے کچھ نہ کرنے پر مجبور تھے۔ کچھ نہ کرنا جس سے مجھے نفرت تھی مگر اس وقت یہی نفرت انگیز چیز ہماری ضرورت بنی ہوئی تھی۔

ہم بے حس و حرکت پڑے رہے اور ہمارے قیمتی وقت کا ذخیرہ ضائع ہوتا رہا۔ وقت... جو اس وقت ہمارے لیے سب سے زیادہ قیمتی شے تھی۔ وقت کب قیمتی نہیں ہوتا۔ یہ تو ایسی انمول چیز ہے جس کا کوئی بدل نہیں۔ جو اسے ضائع کرتا ہے وقت اُسے ضائع کر دیتا ہے۔ لیکن یہ بھی وقت وقت کی بات ہے۔ عام حالات میں وقت ضائع کرنے کے مضر اثرات طویل عرصہ گزارنے کے بعد ظاہر ہوتے ہیں لیکن جن مخصوص حالات سے ہم دوچار تھے اس میں وقت ضائع ہونے کے نقصانات بہت تیزی سے سامنے آنا تھے۔

آخرکار ہیلی کاپٹر ہماری تلاش کا دوسرا دور مکمل کرتے ہوئے دوبارہ پہاڑ کی چوٹی تک جا پہنچا۔ یہ دوسرا دور بھی ظاہر ہے ناکام ہی رہا تھا لہٰذا اس بات کی اُمید تھی کہ پائلٹ یا تو واپس چلا جائے گا یا پھر جگہ تبدیل کر دے گا لیکن ہم نے بڑی حیرت سے دیکھا کہ پائلٹ نے ہمیں دوبارہ انھی جگہوں پر تلاش کرنا شروع کر دیا تھا جہاں پہلے اُس کی کوششیں ناکام ہو چکی تھیں۔

"اوہ میرے خدا۔" زاہر نے مایوسانہ لہجے میں کہا۔ "اب کوئی توقع رکھنا فضول ہے۔"

"ایسا نہ کہو زاہر! پائلٹ ہمیں یہی باور کرانا چاہتا ہے کہ ہم اس سے بچ نہیں سکیں گے۔"

"اس کا مقصد خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو جناب لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس سے بچنا محال ہے۔"

"نہیں زاہر۔" میں نے سنگین لہجے میں کہا۔ "یہ اعصاب کا کھیل ہے۔ حقیقت یہ نہیں ہے۔"

"یہ حقیقت ہے جناب! یہ حقیقت ہے اور اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے۔"

"نہیں زاہر نہیں۔" میرا انداز جنونی ہو گیا۔ "وہ نہیں جیت سکتا۔ میں اُسے جیتنے نہیں دوں گا۔"

اُسی وقت ہیلی کاپٹر چنگھاڑتا ہوا پھر ہمارے سروں پر سے گزرا اور ہم پھر دبک جانے پر مجبور ہو گئے۔

"اس کی آواز سُنیے جناب!" ہیلی کاپٹر گزرنے کے بعد زاہر نے کہا۔ "یوں معلوم ہوتا ہے جیسے پائلٹ ہمیں پیغام دے رہا ہو کہ وہ جانتا ہے ہم کہاں ہیں اور وہ کبھی ہمارا پیچھا نہیں چھوڑے گا۔"

"وہ کبھی ہمیں شکست نہیں دے سکے گا زاہر! آخری فتح ہماری ہوگی۔"

"دوسرے ہیلی کاپٹر کہاں ہیں جناب؟" زاہر نے پوچھا اور میں اُسے ترحم آمیز نگاہوں سے دیکھنے لگا۔

"اولیور ہارڈ جانتا ہے کہ یہ ایک ہی ہیلی کاپٹر ہماری جان کو بہت ہے۔ دوسرے ہیلی کاپٹر کی کیا ضرورت ہے۔"

"اگر ہمارے آگے بڑھنے کی یہی رفتار رہی تو ہمارے تعاقب کنندگان بہت جلد ہم تک پہنچ جائیں گے۔"

"آخری چوٹی تک پہنچنے میں ہمیں ایک دن لگے گا۔ ہمارے

تعاقب کنندگان کو آدھا دن تو لگنا ہی چاہیے۔"

"آپ نے نوٹ کیا ہوگا کہ انھوں نے خود کو چھپانے کی کوشش نہیں کی تھی؟"

"چھپنا اُن کی نہیں ہماری ضرورت ہے۔"

زاہر جھاڑ جھنکار کو گھورنے لگا پھر بولا۔ "ہمیں پورا راستہ رینگ کر طے کرنا ہوگا۔"

"شاید۔" میں بڑبڑایا۔ "اگر ضرورت ہوئی تو ہم رینگ کر ہی سفر کریں گے۔" میں نے خاموش ہو کر زاہر کے چہرے کا جائزہ لیا جو میری بات سُن کر فق ہو گیا تھا پھر میں نے اپنی بات میں اضافہ کیا۔ "لیکن اس کی ضرورت نہیں پڑے گی۔ ہیلی کاپٹر کو واپس جانا ہی ہوگا۔"

میرا اندازہ غلط ثابت ہوا۔ سورج بلند ہوتے ہوتے ہمارے سروں کے عین اوپر پہنچ گیا مگر ہیلی کاپٹر نے ہماری لاحاصل تلاش جاری رکھی۔ ہمیں سکون کا ایک لمحہ بھی میسر نہ آ سکا۔ اس سے بہتر تو گزشتہ دن تھا جب ہمیں دیکھ لیا گیا تھا تاہم کچھ سکون تو تھا لیکن اب تو ہم دوہرے عذاب سے گزر رہے تھے۔ سفر کی مشکلات کے ساتھ ساتھ ہیلی کاپٹر کے پائلٹ کی نظروں میں آنے سے بچنا بھی ضروری تھا۔

چلچلاتی دھوپ میں کربناک سفر کا عذاب جھیلتے ہوئے ہم ایک ایک انچ سرکتے ہوئے آگے بڑھتے رہے۔ ہمارے جسموں سے بہتے ہوئے پسینے پر گرد اُڑ اُڑ کر پڑتی رہی یہاں تک کہ اس نے کیچڑ کی سی صورت اختیار کر لی۔ جھاڑیوں اور جا بجا اُبھرے ہوئے نوکیلے پتھروں سے رگڑ کھا کر ہمارے جسموں اور چہروں پر ان گنت خراشیں پڑ گئی تھیں۔ ہمارے جسموں کا ایک ایک جوڑ پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا۔ اس عالم میں سفر جاری رکھنے کے لیے ہمیں ہر قدم پر قوتِ ارادی استعمال کرنا پڑ رہی تھی۔

زوال کے وقت کہیں جا کر بمشکل تمام ہم اُس بلندی تک پہنچنے میں کامیاب ہو سکے جتنی بلندی پر ہم نے گزشتہ رات بسر کی تھی۔

ہوا غیر معمولی حد تک گرم تھی۔ اُسے لو کہنا ہی زیادہ مناسب ہوگا۔ ایسی لو جس میں گرد کے بے شمار ذرات بھی شامل تھے۔ ہیلی کاپٹر عذاب کے فرشتے کی طرح ہمارے آس پاس منڈلا رہا تھا۔ میں پائلٹ کی مستقل مزاجی پر حیران تھا۔ معلوم نہیں وہ کس مٹی کا بنا ہوا تھا۔ اُس کی جگہ کوئی بھی دوسرا شخص ہوتا تو کب کا مایوس ہو کر واپس جا چکا ہوتا۔ لیکن وہ ہمیں تلاش کیے جا رہا تھا۔ وہ ایک لمحے کے لیے بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا تھا کہ ہم سیدھے ہو سکتے اور اپنے تھکے ہوئے جسموں کو ذرا دیر کے لیے ہی آرام بہم پہنچا سکتے۔

"میں بے انتہا تھک گیا ہوں جناب۔" زاہر نے بوجھل آواز میں کہا۔ "اب آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔"

"تم غلط کہہ رہے ہو زاہر! تھکن ابھی انتہا کو نہیں پہنچی ہے۔ ہمت کرو اور آگے بڑھتے رہو۔"

"آپ کیا کہہ رہے ہیں جناب! اگر میرے لیے ایک قدم اُٹھانا بھی ممکن ہوتا تو وہ قدم بڑھائے بغیر فریاد نہ کرتا۔"

"تھکن کی انتہا جسم کو شل کر دیتی ہے اور اسی مقام سے توانائی کا ایک نیا سرچشمہ پھوٹ نکلتا ہے۔ جانتے ہو پھر کیا ہوتا ہے؟"

زاہر نے حیرت سے مُنہ پھاڑ کر مجھے دیکھا۔ ہم دونوں رک گئے تھے اور اوندھے پڑے ہوئے تھے۔

"تمھیں نہیں معلوم زاہر! جب جسم شل ہو جاتا ہے تو تھکن کا احساس زائل ہو جاتا ہے۔ کسی قسم کی تکلیف کا احساس نہیں ہوتا۔ بس وہ ایک جنونی سی کیفیت ہوتی ہے۔ میں اسی کیفیت کے انتظار میں ہوں۔"

"جنونی کیفیت تو مجھ پر اب بھی طاری ہے جناب! اپنی چشمِ تصور سے دیکھ رہا ہوں کہ ہم ایک کے بعد دوسری چوٹی سر کر رہے ہیں۔ ہمارا بے مقصد سفر جاری ہے حتیٰ کہ ہمارے جسموں سے گوشت غائب ہو چکا ہے — صرف ہڈیاں ہی باقی رہ گئی ہیں مگر ہمارا بے مقصد سفر ختم ہونے میں ہی نہیں آ رہا۔ ہم انسانوں سے ہڈیوں کے ڈھانچوں میں تبدیل ہو گئے ہیں۔ بندروں کی طرح... ہاں بندروں کی طرح اُچھل کود کرنے میں کیا حرج ہے۔ ایک نظریہ یہ بھی تو ہے کہ ہمارے آباؤ اجداد بندر تھے۔ ہاہاہا۔" اُس نے قہقہہ لگایا۔ "ہم بھی بندر بن جائیں گے۔ اپنی اصل کی طرف لوٹ جائیں گے۔"

زاہر کی باتیں پوری طرح میری سمجھ میں نہیں آ سکیں۔ میرے ذہن پر دُھند چھانے لگی تھی۔ میں سوچ رہا تھا ہمیں تھوڑی دیر کے لیے رک جانا چاہیے۔ تھوڑا سا پانی پی لینا چاہیے۔ لیکن محض ایک لمحے کی غفلت سے سب کچھ تباہ ہو جائے گا۔ لیکن وہ سب کچھ کیا ہے؟... میں نے سوچنے کی کوشش کی مگر کچھ سمجھ میں نہ آ سکا۔ میں نے سر زمین پر ڈال دیا اور بڑبڑایا۔ "آرام کر لو... آرام۔"

"آرام یا پانی... پانی یا آرام..." زاہر کی بے ربط باتیں میری سماعت سے ٹکرائیں اور پھر تاریکی چھا گئی۔ شاید سورج کا فیوز اُڑ گیا تھا۔

پھر وہ سماعت شکن آواز مجھے ہوش میں لائی۔ ہیلی کاپٹر نیچی پرواز کرتا ہوا ہماری طرف آ رہا تھا۔ آنکھ کھلتے ہی پہلی نگاہ میں نے زاہر پر ڈالی۔ اُس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ ساکت پڑا تھا۔ ہیلی کاپٹر ہمارے بہت قریب سے گزر رہا تھا۔ اُس کی آواز سے زاہر بھی ہڑبڑا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کر اُٹھ گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ کیا ہوا جناب؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "میں شاید سو گیا تھا۔"

"مجھے بھی جھپکی آ گئی تھی زاہر لیکن تشویش کی کوئی بات نہیں۔ ایک آدھ منٹ کے لیے ہی ہماری آنکھ لگی ہو گی۔"

"وقت کا تعین آپ نے کیسے کر لیا؟" زاہر نے پوچھا۔

"سورج کی پوزیشن میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ اگر ہم کچھ دیر تک غافل رہے ہوتے تو سورج کچھ نہ کچھ سفر ضرور طے کر لیتا۔"

"اوہ!" زاہر نے ہونٹ سکوڑ لیے۔ "لیکن یوں معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدھ منٹ کی اس نیند نے ہمیں بالکل تازہ دم کر دیا ہے۔"

"جسمانی طور پر تو نہیں البتہ ذہنی طور پر تم خود کو بہت بہتر محسوس کر رہے ہو گے؟"

"میرا مطلب یہی تھا جناب!" زاہر نے کہا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا جو پہاڑ کے دامن کی طرف نکل گیا تھا۔

"دیکھ رہے ہو زاہر! اب یہ از سرِ نو ہمیں نیچے سے اوپر تک تلاش کرے گا۔"

"دیکھ رہا ہوں جناب اور سوچ رہا ہوں کہ اگر ہم نہ ہوتے تو پائلٹ چین کی بنسی بجا رہا ہوتا۔ ہماری وجہ سے اس کی بھی شامت آ گئی ہے۔"

زاہر کے لہجے میں زندگی تھی جسے محسوس کر کے میرا حوصلہ بھی بڑھ گیا ورنہ اس سے قبل تو وہ بالکل ہی بجھا ہوا نظر آ رہا تھا۔ مجھے حیرت ہوئی کہ چند منٹ کی نیند بعض اوقات اس قدر انقلاب آفریں بھی ثابت ہو سکتی ہے! ابھی چند ہی لمحے قبل کی تو بات تھی کہ میری ذہنی کیفیت بھی متاثر ہونے لگی تھی۔

"ہاں زاہر!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "وہ ہماری وجہ سے اور ہم اس کی وجہ سے مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔"

"یہ مردود کب دفع ہو گا!" زاہر بڑبڑایا۔ "اگر اس کا ایندھن ہی ختم ہو جائے تو اس سے جان چھوٹ جائے۔"

"ایندھن ختم ہونے کا امکان نہ ہونے کے برابر ہے۔ کل بھی تقریباً تمام دن یہ ہمارے تعاقب میں رہا ہے۔"

"یہ پائلٹ تو اولیو یاورڈ کی ہدایت پر ہمیں تلاش کر رہا ہو گا۔" زاہر نے کہا۔ "اور اپنی ناکامی کی رپورٹ بھی دے رہا ہو گا؟"

"ظاہر ہے۔ وہ اپنی مرضی سے تو یہ کام کرنے سے رہا۔ لیکن تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

"یہی کہ مسلسل ناکامی کی رپورٹ ملنے کے باوجود اولیو یاورڈ اُسے یہ ہدایت کیوں نہیں دے رہا کہ ہمیں کہیں اور تلاش کیا جائے؟"

"اس کی بھی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہو گی۔ ہم چونکہ یہاں کے راستوں سے ناواقف ہیں لہٰذا وجہ سمجھنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"بہرحال جناب! ہم بُری طرح نرغے میں آ چکے ہیں۔ ہیلی کاپٹر سے بچ گئے تو پیدل آنے والی پارٹیوں کی زد میں ضرور آ جائیں گے۔"

"انھیں یہاں تک پہنچنے میں زیادہ سے زیادہ پانچ اور کم سے کم چار گھنٹے لگیں گے۔"

"اس وقت تک شام ہو چکی ہو گی۔ ہیلی کاپٹر بھی تھک ہار کر واپس چلا ہی جائے گا۔"

"رات ہونے تک ہمیں پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ جانا چاہیے اور اس کے لیے اب ہمیں اپنی رفتار بڑھانی پڑے گی۔"

"ہم کتنی ہی رفتار سے کیوں نہ آگے بڑھیں، رات تک چوٹی پر نہیں پہنچ سکیں گے۔"

زاہر کی اس بات پر میں جھنجلا گیا مگر میں نے نرمی سے کہا۔ "پھر ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"

"ہم سے ایک غلطی ہوئی ہے جناب! ہم نے ان پہاڑوں کو براہِ راست عبور کرنے کی کوشش کی ہے۔ اسی وجہ سے ہمارے تعاقب کنندہ ہماری طرف بڑھتے چلے آ رہے ہیں۔ اگر ہم اپنا راستہ تبدیل کر دیں تو ظاہر ہے کہ وہ ہمیں آسانی سے نہیں ڈھونڈ سکیں گے۔"

"میں تمھاری بات سمجھ رہا ہوں۔" میں نے تحمل مزاجی سے کہا۔ "تمھارے ذہن میں کوئی منصوبہ ہو تو پیش کرو۔"

"اس وقت تو ہم یونہی اپنا سفر جاری رکھیں اور شام کو رُک جائیں۔ جتنا آرام کرنا ہو کر لیں اور اس کے بعد رات کے اندھیرے میں دوبارہ سفر شروع کر دیں لیکن پہاڑ عبور کرنے کے بجائے دائیں سمت مڑ جائیں اور پہاڑ کے اوپر ہی سفر جاری رکھیں۔ اس طرح صبح ہونے تک ہم اُن کی زد سے نکل چکے ہوں گے۔"

"یہ بات میرے ذہن میں بھی تھی لیکن یہ بھی تو سوچو کہ اس طرح ہمارا سفر کتنا طویل ہو جائے گا۔"

"یہ مجبوری بھی تو ہے جناب! اگر ہم سیدھے چلتے رہے تو اُن سے بچ نہیں سکیں گے اور اگر ایک بار اُن سے دور نکل گئے تو پھر وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انھیں اپنا دائرہ کار بڑھاتے رہنا پڑے گا لہٰذا اگر ضرورت پڑی تو ہم آج تمام رات سفر کریں گے۔"

زاہر دماغ استعمال کر رہا تھا جو ایک خوش کن علامت تھی۔ یہ بھی حوصلہ افزا بات تھی کہ وہ تمام رات سفر جاری رکھنے کے لیے آمادہ تھا۔ زاہر کے منصوبے پر عمل کرنے میں ایک فائدہ یہ بھی تھا کہ اگر پہاڑ کے دوسری طرف اولیو یاورڈ کے آدمی پہلے سے موجود ہوں گے تو ہم اُن کی پوزیشن سے آگاہ ہو سکیں گے۔ اس لیے کہ ہم بلندی پر ہوں گے۔ اولیو یاورڈ سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ ہمیں دونوں طرف سے گھیرنے کی کوشش کرتا۔ وہ کسی بھی ذریعے سے اپنے آدمی پہاڑ کے دوسری جانب بھجوا سکتا تھا۔

"ٹھیک ہے زاہر! تمھارا منصوبہ مجھے منظور ہے۔ ہم اس پر عمل کریں گے۔ اب جلدی سے پانی پیو اور چل پڑو۔"

ہم نے ہیلی کاپٹر سے بچتے ہوئے کین نکالا۔ دونوں نے باری باری چند گھونٹ پانی پیا اور پھر سے کوہ پیمائی شروع کر دی۔ زاہر نے کہنے کو تو کہہ دیا تھا کہ اگر ضرورت پڑی تو ہم تمام رات سفر جاری رکھیں گے لیکن مجھے معلوم تھا کہ یہ کتنا مشکل کام ہے۔ ہیلی کاپٹر کی موجودگی کی وجہ سے ہمیں اضافی دُشواری کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ زیادہ تر چڑھائی ہمیں رینگ کر طے کرنا پڑ رہی تھی۔ خود کو ہیلی کاپٹر سے چھپائے رکھنے کی جدوجہد اور اس سے ہونے والی ذہنی اذیت علیحدہ تھی۔

دس گھنٹے کے جاں گسل سفر کے بعد ہم بمشکل ایک میل سفر کر پائے تھے جبکہ ایک تہائی چڑھائی ابھی باقی تھی لیکن اب مزید آگے بڑھنا ممکن نہیں رہ گیا تھا چنانچہ ایک مقام پر ہم نے رُک جانے کا فیصلہ کیا۔ طے یہ ہوا کہ ہم باری باری آرام کریں گے تاکہ کسی ممکنہ خطرے کی صورت میں دوسرے کو ہوشیار کیا جا سکے۔ ہیلی کاپٹر کسی لمحے بھی ہماری نظروں سے اوجھل نہیں ہوا تھا لیکن ہماری کامیابی یہ تھی کہ ہم خود کو پائلٹ کی نظروں سے بچانے میں سو فیصد کامیاب رہے تھے۔

ہم تھوڑی تھوڑی دیر باری باری سو رہے تھے۔ اور اس وقت زاہر کے جاگنے کی باری تھی جب اُسے تعاقب پارٹی کے افراد نظر آئے۔ اُس نے فوراً ہی مجھے اٹھا دیا۔ وہ اس پہاڑ کی چوٹی پر نظر آئے جس پر سے ہم گزر کر آئے تھے۔ سورج غروب ہونے کو تھا اور ہیلی کاپٹر واپس جا چکا تھا۔

"انھوں نے سُست رفتاری سے سفر کیا ہو گا ورنہ انھیں بہت پہلے پہنچ جانا چاہیے تھا۔" میں نے کہا۔

"لیکن وہ ہم سے بہت نزدیک آ گئے ہیں جناب! ہمیں بھی اب دوبارہ سفر شروع کر دینا چاہیے۔"

"سو جاؤ زاہر! ہم ابھی سفر شروع نہیں کریں گے۔"

"کیا واقعی؟" زاہر نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

"ہاں بھئی، میں مذاق نہیں کر رہا۔ تم بھی سو جاؤ اور میں خود بھی سو رہا ہوں۔"

"پھر ہم سفر کب شروع کریں گے؟"

"فی الحال تو تم بے فکر ہو کر سو جاؤ۔ جب دوبارہ آگے بڑھنے کا وقت ہو گا میں تمھیں اٹھا دوں گا۔"

ہم دونوں بڑے اطمینان سے سو گئے۔ سونا اس وقت ہماری بہت بڑی ضرورت تھی۔ ذہنی اور جسمانی تھکن سے وقتی نجات کا ذریعہ۔۔۔

میری آنکھ کھلی تو فضا میں خنکی پھیلی ہوئی تھی اور رات پوری طرح اپنے پر پھیلا چکی تھی۔ میں نے زاہر کو اُٹھایا اور فروٹ کا ایک ڈبا کھول کر اُس کی طرف بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟" زاہر نے پوچھا۔

"آج کا ڈنر ہے۔ گاؤں سے حاصل کیے ہوئے فروٹ کا آخری ڈبا۔۔۔"

ہم سرگوشی میں باتیں کر رہے تھے۔ رات کے سناٹے میں اگر ذرا سی بھی بے احتیاطی برتتے تو ہماری آوازیں دُشمنوں تک بھی پہنچ سکتی تھیں۔

"اوہو، یہ تو اناناس ہے!" زاہر نے خوش ہو کر کہا۔ "بڑا ہی خوش ذائقہ پھل ہوتا ہے جناب! لیکن آپ نہیں کھا رہے؟"

"تمھیں اُٹھانے سے قبل ہی میں اپنا حصہ کھا چکا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اب جلدی سے کھا لو تاکہ ہم روانہ ہوں۔"

"میں بیان نہیں کر سکتا جناب! اس وقت یہ اناناس مجھے کتنا لذیز معلوم ہو رہا ہے — یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ڈبا ختم ہونے تک مجھے نشہ ہو جائے گا۔" زاہر نے منہ چلاتے ہوئے کہا۔

"اتنی دیر بھوکا رہنے کے بعد کھانا ملے تو آدمی پر مدہوشی طاری ہونے لگتی ہے۔ ذہن قابو میں رکھنے کی کوشش کرو ورنہ مشکل ہو جائے گی۔"

"اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ پیاس بجھاتا ہے۔ ہم اس وقت پانی کی بچت بھی کر سکیں گے۔"

"ہم پانی کی بچت ضرور کریں گے لیکن اس وقت ہم پانی کے بجائے پیک کیا ہوا دودھ پئیں گے۔"

"میں باز آیا جناب!" زاہر نے کہا۔ "دودھ کی اس قسم سے مجھے نفرت ہے۔"

"میں دودھ کا ٹن نہ صرف کھول چکا ہوں بلکہ میں نے اپنے حصے کا دودھ پی بھی لیا ہے لہٰذا اب تم بھی اپنے حصے کا دودھ پی لو۔"

"آپ کو پیک کیا ہوا دودھ پسند ہو گا اس لیے آپ اسے آسانی سے پی گئے ہوں گے۔" زاہر نے بے پروائی سے کہا۔

"یہ ضرورت کی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "اس میں پسند و ناپسند کا کوئی سوال نہیں ہے۔"

زاہر اناناس کھا چکا تھا اور بے حس و حرکت بیٹھا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ وہ دودھ پینے سے جان بچانے کے بارے میں سوچ رہا ہے چنانچہ میں نے دودھ کا ڈبا اس کی طرف بڑھایا اور بولا۔

"اسے پی لو زاہر! میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ یہ ضرورت کی بات

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ہے۔ تمھاری جان بچ نہیں سکے گی۔"

زاہر نے ڈبا میرے ہاتھ سے لے لیا اور اسے ایک ہی سانس میں خالی کر دیا۔ مجھے اندازہ تھا کہ اُس نے دودھ بس اپنے حلق سے انڈیلا ہے۔ ظاہر ہے اُسے اس دودھ کا ذائقہ ناپسند جو تھا۔ اُس نے دودھ کا خالی ڈبا میری طرف بڑھایا اور میں خالی ڈبے کو واپس سوٹ کیس میں پیک کرنے لگا۔

چند لمحے بعد اُس نے مجھ سے کہا: "اگر ہم تھوڑا سا پانی پی لیں تو کوئی حرج تو نہیں ہوگا؟"

"پانی؟" میں نے حیرت سے کہا: "کچھ ہی دیر قبل تم کہہ رہے تھے کہ اناس سے پیاس بجھ جاتی ہے اور اب . . ."

"مجھے پیاس نہیں لگ رہی جناب۔" زاہر نے دبے لہجے میں کہا۔

"پیاس نہیں لگ رہی تو پانی پینے کی کیا ضرورت ہے؟"

"میں دراصل دودھ کا ذائقہ زائل کرنے کے لیے کہہ رہا تھا۔" زاہر نے ہچکچاتے ہوئے کہا۔

"خدا کے لیے زاہر . . ." میں نے کہنا چاہا مگر اُس نے میری بات کاٹ دی۔

"یقین کیجیے جناب! مجھے متلی ہو رہی ہے۔ اگر پانی نہ پیا تو اُلٹی ہو جائے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے بے بسی سے کہا: "تھوڑا سا پانی پی لو۔ جلدی کرو۔"

زاہر نے کین کا ڈھکن کھولا پھر اچانک مجھ سے بولا۔

"آپ بھی پانی پئیں گے نا؟"

"نہیں، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ تم پیو۔"

وہ ذرا سا ہچکچایا پھر بولا: "اگر آپ پانی نہیں پئیں گے جناب تو میں بھی نہیں پیوں گا۔"

"اُف فوہ زاہر!" میں جھنجھلا کر کھڑا ہو گیا: "لاؤ۔" میں نے اُس کے ہاتھ سے کین چھینا اور اُس میں سے ایک گھونٹ پانی پی کر اُسے واپس اس کی طرف بڑھا دیا: "لو، پیو۔"

"شکریہ جناب!" زاہر نے بھرّائی ہوئی آواز میں کہا اور کین مجھ سے لے لیا۔ زاہر کی اس حرکت سے میں جھنجھلا گیا تھا مگر میں نے جلد ہی خود پر قابو پا لیا۔

"کیا وقت ہوا ہوگا جناب؟" پانی پینے کے بعد زاہر نے پوچھا۔

"تقریباً آدھی رات گزر چکی ہے۔"

"آدھی رات!" زاہر نے کہا اور بوکھلا کر کھڑا ہو گیا۔

"اپنی آواز پر قابو رکھو زاہر!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "کیا تم دشمن کو اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنا چاہتے ہو؟"

"لیکن جناب! اس قدر وقت گزر چکا ہے اب کیا بنے گا؟ ہم تو بُری طرح پھنس جائیں گے۔" زاہر کی آواز اس بار بلند نہیں تھی۔

"سنو زاہر! بوکھلانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمارے پاس بہت وقت ہے۔ یہاں سے ہم دائیں جانب مڑ جائیں گے اور صبح تک اتنی دور نکل جائیں گے کہ پھر ہمیں تلاش نہیں کیا جا سکے گا۔"

"لیکن سفر کرنے کے دوران ہم انھیں نظر آ جائیں گے اور یہ اضافی خطرہ ہوگا۔"

"رات کے اندھیرے میں وہ ہمیں کیسے دیکھ لیں گے؟" میں نے جھنجھلا کر کہا: "صبح صادق سے قبل تو یہ ممکن نہیں ہے کہ ہمیں دور سے دیکھا جا سکے۔"

زاہر نے پانی کا کین اپنے کندھے سے لٹکایا اور چلنے کے لیے تیار ہو گیا: "ذرا بندوق مجھے دکھائیے۔" دفعتاً اُس نے کہا۔

"کیا؟" میں نے حیرت سے کہا: "تم بندوق کا کیا کرو گے؟"

زاہر نے میری بات کا جواب دیے بغیر بندوق میرے ہاتھ سے لے لی اور کچھ دیر ٹٹولنے کے بعد واپس میری طرف بڑھا دی: "یہ اب بھی سنگل شاٹ پر ہے جناب۔"

"شکریہ زاہر!" میں نے کہا: "آؤ اب چلیں۔" میں زاہر سے آگے بڑھ گیا اور وہ میرے عقب میں چلنے لگا۔

ابتداً میں ہم نے بہت احتیاط برتی۔ ہم پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے۔ دائیں سمت چلنے کے ساتھ ساتھ اوپر کی طرف بھی ہمارا سفر بتدریج جاری تھا۔ کچھ دیر گزرنے کے بعد ہمارے قدموں میں روانی آنے لگی۔ رات میں چلنے والی خنک ہوا ہمارے حوصلے بڑھا رہی تھی۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر ہم چوٹی پر پہنچ گئے۔ اب ہمارا سفر مزید آسان ہو گیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ زاہر پر گہرا نفسیاتی اثر ہوا ہوگا۔ اس کا اندازہ اُس کی رفتار سے بھی ہو رہا تھا۔ اُس کے انداز میں اب پژمُردگی یا اضمحلال نام کو بھی نہیں رہ گیا تھا اور اس کی جگہ جوش و خروش نے لے لی تھی۔

صبح کے کوئی پانچ بجے کے قریب میں رُک گیا: "میرا اندازہ ہے کہ ہم نے پندرہ میل کے لگ بھگ سفر کر لیا ہے۔" میں نے زاہر سے کہا۔

"جی ہاں جناب!" زاہر نے بڑی مستعدی سے جواب دیا۔ "اتنا سفر تو یقیناً کر لیا ہوگا اور اب ہم دشمن کی دسترس سے بھی نکل آئے ہیں۔"

"بس تو اب سو جاتے ہیں۔ ہم کسی فوری خطرے کی زد میں نہیں ہیں۔" میں نے کہا اور اس کے بعد ہم سو گئے۔

میری آنکھ کھلی تو چوتھے روز کا سورج طلوع ہو رہا تھا۔ سونے کے لیے ہم نے جو جگہ منتخب کی تھی وہ ہر اعتبار سے بہترین تھی۔ چوٹی سے ذرا نیچے اُس جگہ کی پوزیشن ایسی تھی جہاں نہ تو ہمیں دور سے دیکھا جا سکتا تھا اور نہ ہی آسانی سے ہم تک پہنچا جا سکتا تھا۔

اپنی پوزیشن سے مطمئن ہونے کے بعد میں نے اطراف کا جائزہ لینا شروع کیا۔ ہم اس وقت سب سے بلند پہاڑ کی چوٹی پر تھے۔ سامنے کوئی ایک دن کی پیدل مسافت پر ایک پہاڑی تھی۔ دونوں پہاڑوں کے درمیان کا علاقہ دیکھ کر یوں محسوس ہوتا تھا جیسے اس جگہ پر کوئی دیو ہیکل ہتھوڑا مار کر اُسے توڑ پھوڑ دیا گیا تھا۔ درمیانی وادی ٹیلوں، کھائیوں اور ناہموار زمین پر مشتمل تھی۔ وہاں سبزہ بھی بکثرت تھا جس سے یہ شبہ ہوتا تھا کہ وہاں کوئی دریا یا چشمہ بھی موجود ہوگا۔

اس کٹی پھٹی ناہموار وادی میں سفر کرنا ہمارے لیے بے شمار خطرات کا باعث ہو سکتا تھا جبکہ یہی جگہ ہمارے دشمنوں کے لیے بہت موزوں تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے کہیں بھی گھات لگا کر بیٹھ سکتے تھے۔ اگر وہ ایسا کرتے تو ہم قطعی اندازہ نہ کر پاتے کہ وہ کہاں چھپے ہوئے ہوں گے۔

میں نے فیصلہ کیا کہ ہمیں مزید وقت ضائع کیے بغیر ناشتا کر کے روانہ ہو جانا چاہیے لیکن اُسی وقت میری نگاہ اُن لوگوں پر پڑ گئی جو نیچے ڈھلان پر لیٹے ہوئے تھے۔

میں حیران رہ گیا۔ وہ ادلیوا ورڈ کے آدمی تھے اور یہ بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی کہ وہ یہاں کیسے پہنچ گئے تھے۔ وہ پہاڑ کے دامن سے کوئی دو گھنٹے کی مسافت پر تھے اور اس وقت تیاریوں میں مصروف تھے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ ہماری تلاش میں کئی پارٹیاں سرگرداں ہیں۔

میں نے ناشتا کرنے کا فیصلہ مؤخر کرتے ہوئے کسی اور پارٹی کی تلاش میں نظریں دوڑانا شروع کیں اور اسی دوران میں نے ایک ہاتھ سے زاہر کو جھنجھوڑ ڈالا۔

"کیا ہو گیا جناب! کیا بات ہے؟" زاہر نے یوں جھنجھوڑے جانے پر اُٹھتے ہوئے جھنجھلا کر کہا۔

"ہمیں تلاش کرنے والی ایک پارٹی یہاں بھی موجود ہے زاہر!" میں نے کہا: "مجھے یقین ہے اور پارٹیاں بھی ہوں گی۔ میں انھی کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہا ہوں۔"

زاہر بڑی پھرتی سے اُٹھ کر میرے برابر آ گیا۔ اُس کی نیند کافور ہو گئی تھی: "کہاں جناب؟" اُس نے مجھ سے پوچھا۔

"ایک پارٹی تو سامنے ہی موجود ہے۔" میں نے اشارے سے اُسے بتاتے ہوئے کہا: "لیکن ہمیں روانہ ہونے سے قبل یقینی طور پر معلوم ہونا چاہیے کہ یہاں مزید کتنی پارٹیاں موجود ہیں۔"

ہم بڑی خاموشی سے اپنے دشمنوں کی تلاش میں نظریں دوڑا رہے تھے کہ دفعتاً زاہر نے میرا بازو پکڑ لیا اور بولا: "وہ دیکھیے جناب۔"

ہمارے دائیں جانب کوئی آدھے میل کے فاصلے پر کچھ افراد ایک قطار کی صورت میں پہاڑ پر چڑھ رہے تھے اور وہ چوٹی کے کافی نزدیک پہنچ چکے تھے۔ وہ سب ہمیں بیک وقت نظر نہیں آ رہے تھے اس لیے میں نے انھیں ایک ایک کر کے گِنا۔ وہ کُل گیارہ افراد تھے۔

"اُن کی تعداد گیارہ ہے جناب!" زاہر نے کہا۔ میری طرح اُس نے بھی اُن کی گنتی کی تھی۔

"تم نے درست تعداد بتائی ہے زاہر! میں نے بھی گِنا ہے۔ وہ گیارہ افراد ہی ہیں۔"

"اور آپ نے غور کیا جناب! اُن کے پاس ایک عدد وائرلیس سیٹ بھی موجود ہے؟"

"اگر نہ ہوتا تو مجھے تعجب ہوتا۔ ان ویران اور بنجر پہاڑوں میں کسی کو تلاش کرنے کی مہم کے دوران وائرلیس یا ٹرانسمیٹر موجود ہونا ضروری ہے۔"

"گیارہ افراد بہت ہوتے ہیں جناب! وائرلیس کی موجودگی انھیں اور بھی خطرناک بنا دیتی ہے۔"

"ان کی خطرناکیوں پر غور کرنے کے بجائے اس بات پر توجہ دینے کی کوشش کرو کہ وہ ہمیں کس سمت میں تلاش کریں گے۔"

ہم خاموش ہو گئے اور انھیں چڑھائی سر کرتے ہوئے دیکھتے رہے۔ اسی دوران میں وقتاً فوقتاً نیچے موجود مرکزی پارٹی پر بھی نگاہ ڈالتا رہا تھا مگر ابھی تک اُن کی روانگی کے آثار ظاہر نہیں ہوئے تھے۔ اور یہ اندازہ لگانا تو سراسر ناممکن تھا کہ پہاڑی نشیب و فراز میں مزید کس قدر افراد ہماری تلاش پر مامور تھے۔ تاہم یہ بات یقینی تھی کہ جتنے افراد ہمیں دکھائی دے رہے تھے اُن کے علاوہ بھی کچھ لوگ ہمیں تلاش کر رہے تھے۔

پھر ہمیں ہیلی کاپٹر کی منحوس آواز سنائی دی۔ وہ آواز ہمارے بائیں جانب سے آ رہی تھی۔ میں نے زاہر سے کہا: "ذرا دیکھو تو سہی، ہیلی کاپٹر کہاں ہے؟"

"ٹھیک ہے، میں دیکھ کر آتا ہوں۔" زاہر نے کہا اور دوسری طرف رینگ گیا۔

زاہر کے جانے کے بعد میں نے دوبارہ ہراول دستے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی طرف دیکھا۔ وہ بلندی پر پہنچ چکے تھے اور اُن میں سے ایک شخص وائرلیس کا ایریل درست کر رہا تھا۔ پھر اُس نے رپورٹ پیش کرنا شروع کر دی۔ میں نے نیچے والی پارٹی کے لوگوں کو پیغام وصول کرتے دیکھا۔ مکمل رپورٹ دینے کے بعد ہراول دستے کے ارکان اطمینان سے بیٹھ گئے۔ انھوں نے سگریٹیں سلگا لی تھیں اور خوش گپیاں شروع کر دی تھیں۔

دس منٹ گزر گئے۔ پھر میں نے نیچے موجود پارٹی کے لوگوں کو کھڑے ہوتے دیکھا۔ یقیناً انھیں روانگی کا حکم مل گیا تھا۔ پھر وہ سب چلتے ہوئے نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ میں اُن کے دوبارہ نمودار ہونے کا منتظر تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ وہ کس طرف کا رُخ کریں گے۔ اس لیے کہ جس طرف وہ رُخ کرتے، ہراول دستہ بھی اُسی سمت میں جاتا اور چونکہ ہراول دستہ اور ہم دونوں پہاڑ کی چوٹی پر تھے اس لیے ہمارے درمیان تصادم کا خدشہ تھا۔

کچھ دیر بعد زاہر واپس آ گیا۔ "ایلی کاپٹر ہمیں پہاڑ کے سامنے والے حصے میں تلاش کر رہا ہے۔" اُس نے بتایا۔ "اور وہ بائیں سمت ہم سے بہت فاصلے پر ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "اس کے علاوہ کچھ اور افراد بھی نظر آئے ؟"

"ہاں، پہاڑ کی دو تہائی بلندی پر بہت سے مزید افراد نظر آ رہے تھے جو یہاں سے نظر نہیں آ رہے۔"

"مجھے اندازہ تھا کہ اور لوگ بھی ہوں گے۔ تمھارا کیا اندازہ ہے، اُن کی تعداد کیا رہی ہوگی ؟"

"وہ درجنوں افراد ہیں۔ میرا خیال ہے اُن کی تعداد دو سو تک بھی ہو سکتی ہے۔"

"اس کا مطلب ہے اولیو ہاورڈ نے ہاروت رابیل کی ساری قوت ہماری تلاش میں جھونک دی ہے۔"

"ہاروت رابیل کی قوت ؟" زاہر نے حیرت سے کہا۔

"ہاں، کچھ تو افرادی قوت اور کچھ اُس کی دولت۔" میں نے کہا۔ "ظاہر ہے ہاروت رابیل نے ہمارے ہاتھوں بدترین ہزیمت اُٹھائی ہے۔ اب وہ ہر قیمت پر ہم سے انتقام لینے کے درپے ہے۔ دوسری طرف اولیو ہاورڈ میرے ہاتھوں کئی بار کا شکست خوردہ ہے۔ یہ دونوں دشمن مل کر ہمارا قیمہ کر دیں گے۔"

"اوہ ! وہ دیکھیے جناب !" زاہر نے نشیب کی طرف اشارہ کیا جہاں نیچے والی پارٹی کے لوگ ایک قطار میں پہاڑ کے دامن میں نمودار ہونا شروع ہو گئے تھے۔

"اگر وہ سیدھے اوپر آئے تو ٹھیک اسی مقام پر پہنچیں گے جہاں ہم موجود ہیں لیکن وہ سیدھے نہیں آئیں گے۔ دائیں یا بائیں جانب جائیں گے۔ سوال یہ ہے کہ وہ کون سی سمت کا رُخ کریں گے !"

زاہر میری بات سُن کر خاموش ہی رہا۔ یکے بعد دیگرے بیس افراد نمودار ہوئے اور جب اُن کا کمانڈر مطمئن ہو گیا تو اُس نے ہاتھ اُٹھا کر اشارہ کیا اور تمام افراد رُک گئے۔

"اس پارٹی میں تو اور لوگ بھی تھے۔" زاہر نے حیرت سے کہا۔ "وہ کہاں گئے ؟"

"اُن سب کو ہماری نظروں میں آ جانا چاہیے تاکہ ہم اُن کی نقل و حرکت سے باخبر رہیں۔" میں نے کہا اور میرا جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی مزید افراد نمودار ہوئے۔ یہ بھی ایک قطار میں سامنے آ رہے تھے اور پہلے والے دستے کے پیچھے تھے۔ اس دستے میں بھی بیس افراد تھے اور اُن کا کمانڈر الگ تھا۔

"ہمیں بڑے منظم طریقے سے تلاش کیا جا رہا ہے جناب ! آپ دیکھ رہے ہیں !"

"ہوں۔" میں نے تشویش سے کہا۔ میری نظریں اُن لوگوں پر جمی تھیں جو ہماری تلاش شروع کرنے کے لیے اشارے کے منتظر تھے۔ پھر غالباً انھیں اشارہ مل گیا اور ہم نے اُن کا رُخ تبدیل ہوتے دیکھا۔ تمام افراد کا رُخ ہمارے دائیں جانب ہو گیا تھا۔

"خدایا تیرا شکر ہے۔" اُن کا تبدیل شدہ رُخ دیکھ کر زاہر کے مُنھ سے بے اختیار نکلا۔

وہ لوگ آگے بڑھنے لگے۔ راہ میں آنے والی ہر جھاڑی کو وہ سنگینوں سے ٹھونکتے بجاتے چل رہے تھے۔ اگر کوئی ان میں چھپا ہوا ہوتا تو سنگینوں کی زد میں آنے سے نہیں بچ سکتا تھا۔

نیچے اس طرح ہماری تلاش کی جا رہی تھی اور اوپر پہاڑ کی چوٹی پر موجود ہراول دستہ بھی ہمیں تلاش کرنے والی پارٹی کے ساتھ ساتھ حرکت کر رہا تھا۔

بیس منٹ کے دوران ہم نے چالیس افراد پر مشتمل پارٹیاں دیکھیں جو اپنے پیش رووں کے نقشِ قدم پر چلتی ہوئی ہماری تلاش میں بلندی کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہراول دستے کو دیکھ کر تو اب یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مرکزی پارٹی سے بچھڑے ہوئے کچھ افراد ہوں۔

"آخر یہ لوگ کب تک ایک ہی سمت میں ہمیں تلاش کرتے رہیں گے ؟" زاہر نے کہا۔

"وہ بتدریج اوپر کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ایک سمت سے مطمئن ہونے کے بعد وہ ضرور پلٹیں گے۔"

"اگر ہم کوشش کریں تو اُن کے پلٹنے سے قبل ہی وادی پار کر جائیں گے۔"

"ہاں۔" میں نے پلٹ کر دیکھتے ہوئے کہا۔ "وادی کے پار نظر آنے والی پہاڑی ہماری آج کی منزل ہے۔"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا اور ہم ناشتا کر کے روانہ ہو گئے۔ ہمارے جسم خراشوں سے پُر تھے، کپڑوں کا حلیہ بگڑ چکا تھا اور ہم دونوں کے شیو بڑھ چکے تھے۔ اس حلیے میں اگر ہم کسی شہر کی سمت نکل جاتے تو ہر دیکھنے والا ہمیں فقیر سمجھتا۔

ناشتا کرنے کے دوران میری نظر زاہر کے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ اُس کے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کے ناخنوں میں سے ایک بھی سلامت نہیں رہا تھا۔ ٹوٹے ہوئے ناخنوں سے خون رِس رِس کر نکلتا رہا تھا جس پر گرد اور مٹی کی تہیں جم گئی تھیں۔

مجھے زاہر کے ہاتھوں کی حالت دیکھ کر جھرجھری سی آ گئی تھی مگر اس کے ساتھ ہی میری نظر خود اپنے ہاتھوں پر پڑی تھی۔ میرے ہاتھوں کی حالت بھی کچھ مختلف نہیں تھی۔ زاہر نے میری نگاہوں کا تعاقب کرتے ہوئے اپنے اور میرے ہاتھوں کو دیکھا۔ اُس نے تجویز پیش کی کہ ہاتھ دھو لیے جائیں مگر میں نے یہ کہہ کر تجویز مسترد کر دی کہ جمے ہوئے خون کی وجہ سے ہمارے ناخنوں کو تھوڑا بہت تحفظ تو حاصل ہے۔ ہاتھ دھونے کے بعد دوبارہ خون رسنے لگتا اور ہمیں از سرِ نو تکلیف سے گزرنا پڑتا۔

صبح کے پہلے حصے کے دوران ہمیں کسی خطرے کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ ہمیں کسی مشکل کا سامنا بھی نہیں کرنا پڑا۔ گزشتہ تین دن کا سفر بڑا پُر صعوبت رہا تھا۔ اس لحاظ سے یہ سہل ترین سفر تھا۔ صبح دس بجے کے قریب ہمیں ہنگامی طور پر چھپنا پڑا۔ ہم نے کسی قسم کی آواز سُنی تھی۔ چھپنے کے بعد ہم نے دُور دُور تک کا جائزہ لیا مگر دشمن دور دور تک کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"یہ کیسی آواز تھی جناب ؟" زاہر نے پوچھا۔

"میرا خیال ہے وہ کسی جانور کی آواز تھی۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا مگر جو کچھ میں کہہ رہا تھا خود مجھے بھی اس پر یقین نہیں تھا۔ لیکن اس کے علاوہ اور کوئی امکان بھی تو نہیں تھا۔ یہ الگ بات ہے کہ نہ تو ہم اس آواز کی شناخت کر سکے تھے اور نہ ہی ہمیں نزدیک و دور کسی جانور کے گزرنے کے آثار دکھائی دیے تھے۔

دوپہر تک ہم آدھی وادی عبور کر چکے تھے۔ گویا ہم نے اپنی آج کی منزل کی طرف آدھا سفر طے کر لیا تھا اور یہ ایک خوش آئند بات تھی کہ بغیر کسی خطرے سے دوچار ہوئے ہم نے اتنا سفر طے کر لیا تھا۔ ابھی میں یہی سوچ رہا تھا کہ دفعتاً زاہر رُک گیا۔

"کیا بات ہے زاہر ؟" میں نے پلٹ کر پوچھا۔ "تم رُک کیوں گئے ؟"

زاہر کی نظریں پہاڑی پر جمی ہوئی تھیں۔ "پہاڑی پر نقل و حرکت نظر آ رہی ہے جناب !"

میں تیزی سے پہاڑی کی طرف مڑا اور مجھے فوراً ہی پہاڑی کی چوٹی کے نزدیک چھوٹے چھوٹے متحرک دھبے نظر آ گئے۔ فاصلہ زیادہ ہونے کی وجہ سے وہ لوگ چھوٹے چھوٹے دھبوں کی صورت میں نظر آ رہے تھے۔ میں نے بہت تیزی سے حرکت کی اور ایک ٹیلے کی آڑ لے لی۔ زاہر نے بھی میری تقلید کی تھی۔

"ہم پوری طرح گھر گئے ہیں جناب !" زاہر نے کہا۔

"ہاں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ہمیں دونوں اطراف سے گھیر لیا گیا ہے۔"

"اب ہم کیا کریں جناب ؟"

"ہم سفر جاری رکھیں گے زاہر! اس کے سوا ہمارے پاس اور کوئی راستہ ہے ہی نہیں۔"

"لیکن ہم کس سمت میں سفر کریں گے ؟" زاہر پریشانی سے بولا۔ "دونوں طرف سے تو ہمیں گھیرا جا چکا ہے۔"

"ہم سیدھے آگے بڑھیں گے۔ اس لیے کہ عقب سے آنے والی پارٹی کے لوگ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچنے ہی والے ہوں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب !" زاہر نے کہا۔ "اس ناہموار وادی میں چھپنے کی بہت جگہیں ہیں۔ ہم چھپتے چھپاتے آگے بڑھتے رہیں گے۔"

اگلے گھنٹے کے دوران ہمارا سفر جاری رہا۔ حسبِ سابق میں آگے تھا اور زاہر میرے عقب میں چل رہا تھا۔ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہم پہاڑی سے نزدیک تر ہوتے جا رہے تھے لیکن اب ہم پہلے جیسی تیزی سے آگے نہیں بڑھ پا رہے تھے۔ ہر لحظہ ہمیں دیکھ لیے جانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا۔ بار بار ہمیں یوں لگتا جیسے ہمیں دیکھ لیا گیا ہے اور ہم کسی جگہ چھپ جاتے مگر یہ غنیمت تھا کہ ہم محفوظ رہے اور کسی کی نظروں میں نہیں آئے لیکن دشمن مستقل ہماری نظروں میں تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جب بھی ہم کسی کھلی جگہ سے گزرتے تو رینگتے ہوئے گزرتے تھے۔

پھر وہ لوگ پہاڑی سے نیچے اُتر آئے۔ پہاڑی کے دامن میں وہ ایک قطار کی صورت میں کھڑے ہو گئے تھے۔ ہم اُن کی آوازیں نہیں سُن سکتے تھے لیکن میرا اندازہ تھا کہ اُن کا کمانڈر انھیں ہدایات دے رہا تھا۔ اس کے ذرا ہی دیر بعد وہ وادی میں پھیل کر آگے بڑھنے لگے۔ اپنی سنگینیں لگی بندوقوں سے وہ ہر جھاڑی کو کھنگال رہے تھے۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مگر وہ تو صرف ایک ٹولی تھی جو پہاڑی سے نیچے اُتری تھی۔ اُن سے کچھ پیچھے ایک اور ٹولی پہاڑی کے دامن تک پہنچنے والی تھی اور اُس کے بھی پیچھے ایک تیسری ٹولی تھی۔ یہ بات صاف ظاہر تھی کہ.... وادی میں پہنچنے کے بعد وہ بھی وہی کرتے جو پہلی ٹولی والے کر رہے تھے۔

"اس قدر باریک بینی سے کی جانے والی تلاش سے ہم بچ کیسے سکیں گے؟" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے میں تشویش کا گہرا عنصر تھا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو زاہر مگر امید پر دُنیا قائم ہے۔ ہم کوشش کریں گے۔"

"وہ تو کر ہی رہے ہیں۔" زاہر نے مُردہ سے لہجے میں کہا۔ "تین دن کی کوہ پیمائی کے بعد یہ نتیجہ سامنے آیا ہے۔"

میں گرد و پیش کا جائزہ لے رہا تھا۔ میں نے بائیں جانب دیکھا، دائیں جانب نگاہ دوڑائی اور عقب کا جائزہ لیا۔

"کیا فیصلہ کیا جناب؟" زاہر نے بے صبری سے پوچھا۔ "کس سمت چلنے کا ارادہ ہے؟"

"تمھارا کیا مشورہ ہے زاہر! کیا ہم واپس پلٹ جائیں؟"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" زاہر نے بڑی شدت سے سر کو منفی جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"تو پھر کیا کیا جائے؟" میں نے سرسری انداز میں کہا۔ میں اُن لوگوں کی پوزیشن ذہن نشین کرنے کی کوشش کر رہا تھا جو ہمیں ڈھونڈتے ہوئے آگے بڑھتے چلے آرہے تھے۔ ہم سے اُن کا فاصلہ سو گز کے قریب تھا۔ اور اُن میں سے دائیں سرے والے لوگ ہم سے زیادہ قریب تھے۔

"میرا خیال ہے ہمیں اپنی جانب بڑھنے والے لوگوں کے سرے کی طرف ہو جانا چاہیے۔"

"کون سے سرے کی طرف زاہر؟" میں نے بے خیالی سے کہا۔

"دائیں سرے کی طرف جناب! اس طرف والے لوگ ہم سے زیادہ نزدیک ہیں۔"

"اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا زاہر! ہم اُن سے پار نہیں نکل سکیں گے۔ وہ بہت نزدیک ہیں۔"

"اچھا ٹھیک ہے۔" زاہر نے جھلا کر کہا۔ "لیکن واپس جانے سے بھی ہمیں کیا فائدہ حاصل ہو جائے گا؟"

میں نے اپنی پیشانی پر بہتا ہوا پسینہ پونچھا جو میری آنکھوں میں گھسنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ لوگ ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہم سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ زاہر پر اضطرابی کیفیت طاری تھی۔

"خدا کے لیے کچھ کیجیے جناب!" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔ "دشمن نزدیک سے نزدیک تر آتا جا رہا ہے۔"

زاہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ دشمن کا گھیرا تنگ ہوتا جا رہا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ ہمارے بچنے کے امکانات معدوم ہوتے چلے جا رہے تھے۔ اسی مناسبت سے زاہر کے اعصاب بھی جواب دیتے جا رہے تھے۔ "ایک بات بتاؤ زاہر!" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔ "اگر ہم دائیں جانب سے نہ نکل سکے تو کیا ہوگا؟"

زاہر نے مجھے یوں دیکھا جیسے اُسے میری دماغی صحت پر شبہ ہو۔ "ہم کہیں چھپ جائیں گے جناب اور دُعا کرتے رہیں گے کہ اُن کی زد میں آنے سے بچ جائیں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "میں نے بھی یہی سوچا ہے زاہر!" میں نے مغموم لہجے میں کہا۔ "اب تو بس یہی ایک صورت رہ گئی ہے۔"

میں بہت افسردہ تھا۔ اتنی بے بسی اور بے کسی کا تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ میرا جی تو چاہتا تھا کہ اُن لوگوں سے بھڑ جاؤں لیکن میں اس بات سے بھی بخوبی واقف تھا کہ اُن سے بھڑنے کے بعد ہم دونوں کی زندگیوں کے امکانات بالکل ہی ختم ہو جائیں گے اور ہماری زندگیاں اتنی بے وقعت ہرگز نہیں تھیں کہ انھیں یوں ضائع کر دیا جاتا۔ وہ پہاڑی سلسلہ ہمارے پیروں کی زنجیر بن کر رہ گیا تھا۔ وہاں تیزی سے سفر کرنا ممکن نہیں تھا اور دشمن کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ ہم دونوں مل کر بھی اُن سب کو ختم نہیں کر سکتے تھے۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے بیک وقت پورے امریکا کے بدمعاش اولیو ہاورڈ کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف صف آرا ہو گئے ہوں۔

"لیکن ہمیں کسی نہ کسی جانب تو حرکت کرنی چاہیے جناب!" زاہر نے کہا۔

"مجھے معلوم ہے زاہر!" میں نے کہا اور زمین سے کچھ اور چپک گیا۔

"سمجھ میں نہیں آتا کہ آپ نے کیا سوچ رکھا ہے۔" زاہر کے لہجے میں ہذیانی کیفیت تھی۔

"یہ بڑی بے یقینی کا وقت ہے زاہر! میں اپنے بارے میں ہی کچھ یقین سے نہیں کہہ سکتا لہٰذا تم خود کو بچانے کے لیے جو چاہو کرو۔"

"کیا آپ سنجیدگی سے کہہ رہے ہیں؟" زاہر نے حیران ہو کر پوچھا۔

"چاہو تو میرے ساتھ رہو، چاہو تو جس جگہ کو زیادہ محفوظ سمجھو اُدھر نکل جاؤ۔ اگر دونوں کی قسمت نے وفا نہ کی تو شاید کسی ایک کی کر جائے۔ اگر ہم میں سے ایک مشکل میں گرفتار ہو گیا تو دوسرے کا آسرا تو رہے گا۔ ساتھ رہنے میں یا دونوں مارے جائیں گے یا دونوں بچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب! میں تو چلا۔" زاہر نے کہا اور رینگتا ہوا ایک جانب بڑھ گیا۔ مجھے معلوم تھا وہ زیادہ دور نہیں جا سکے گا۔ اتنا وقت ہی نہیں تھا۔ میں زاہر پر نگاہ رکھے ہوئے تھا۔ کچھ دور جانے کے بعد وہ جھاڑیوں کے ایک گھنے جھنڈ میں رینگ گیا۔

مجھے اطمینان ہو گیا کہ اب زاہر کو آسانی سے تلاش نہیں کیا جا سکے گا چنانچہ میں نے بھی ایک نزدیکی جھاڑی کا رُخ کیا۔ جن جھاڑیوں میں، میں گھسا تھا وہ بھی بہت گھنی تھیں اور مجھے سوٹ کیس سمیت پناہ دے سکتی تھیں۔ میں جھاڑی کے اندر جتنی دور تک ممکن ہو سکا رینگ گیا۔

وہ لوگ ہمیں تلاش کرتے ہوئے اتنے قریب آ گئے تھے کہ میں انھیں دیکھ سکتا تھا۔ کبھی کبھار کسی کے بات کرنے کی آواز بھی آ جاتی تھی اور اس کے بعد پھر خاموشی چھا جاتی تھی۔ کبھی بیک وقت کئی افراد نظر آنے لگتے تھے اور کبھی ایک بھی فرد نہیں دکھائی دیتا تھا۔ میں سانس روکے جھاڑی میں دُبکا رہا۔

کچھ دیر یونہی گزر گئی۔ ابھی تک میری طرف کوئی نہیں آیا تھا۔ یہ انتظار بہت گراں گزر رہا تھا۔ میں گومگو کی کیفیت میں مبتلا تھا اور ایک گال ٹھنڈی زمین پر رکھے لیٹا تھا اور میرے کان ہلکی سی آواز بھی سُننے کے لیے مستعد تھے۔

پھر مجھے قدموں کی دھمک سُنائی دینے لگی۔ کئی افراد مجھ سے قریب ہوتے جا رہے تھے۔ میں دیکھ چکا تھا کہ وہ کس طرح جھاڑیوں کے اندر رائفلوں کی سنگینیں مار رہے تھے اور کچھ عجب نہیں تھا کہ خاصا اندر ہونے کے باوجود کوئی سنگین مجھ تک پہنچ جاتی۔ اگر ایسا ہوتا تو بہت بُرا ہوتا لیکن اس ناگہانی سے بچنے کی کوئی صورت نہیں تھی۔ میں اس امکان پر انحصار کرنے کے لیے مجبور تھا کہ میں کسی سنگین کی زد میں آنے سے محفوظ رہوں گا۔

آوازیں بلند ہو گئی تھیں اور اب میرے آس پاس جھاڑیوں میں ہر طرف بھاری بوٹوں کی دھمک گونج رہی تھی۔ وہ لوگ ہمیں تلاش کر رہے تھے۔ اُن کا انداز جس قدر جارحانہ تھا اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب وہ جھاڑیوں کے اوپر چڑھ گئے۔ ایک رائفل کی سنگین میرے چہرے سے محض چند انچ کے فاصلے پر زمین میں دھنس گئی تھی۔

میں سانس روکے پڑا رہا۔ میری زندگی کا انحصار اب محض اتفاق پر رہ گیا تھا۔ لیکن نہیں... ہم نے شدید جدوجہد کی تھی اور ہمارے مقاصد نیک تھے اس لیے اگر میں اور زاہر بچ جاتے تو یہ نہیں کہا جا سکتا تھا کہ ہم اتفاق سے بچ گئے ہیں۔ یہ کہنا زیادہ درست ہوتا کہ خدا کی مدد ہمارے شاملِ حال تھی۔

اور خدا کی مدد شاملِ حال رہی۔ ہمیں تلاش کرنے والی پہلی ٹولی گزر چکی تھی اور میں اور زاہر دونوں ہی محفوظ رہے تھے۔ جس جگہ زاہر چھپا تھا وہ جگہ مجھے نظر نہیں آ رہی تھی لیکن یہ بات صاف ظاہر تھی کہ اگر اُن لوگوں کو زاہر مل گیا ہوتا تو بہت غل غپاڑہ ہوتا۔ اس کے علاوہ انھیں یہ بھی علم ہو جاتا کہ دوسرا بھی کہیں نزدیک ہی ہوگا اور پھر وہ وہاں سے ہرگز نہ ٹلتے۔

تو زاہر محفوظ تھا اور میں بھی... لیکن میں شدید احساسِ بے بسی میں مبتلا تھا۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے بہت بے تکے طریقے سے گھیرا تھا۔ اس بار اُس کی قسمت زوروں پر تھی اور ہم اس ویرانے میں آ پھنسے تھے جہاں میلوں آبادی کا نام و نشان تک نہیں تھا۔ نہ ہم ایسے ویرانے میں پھنستے اور نہ اُسے ہمارے خلاف اپنی پوری قوت استعمال کرنے کا موقع ملتا۔

یہ سب کچھ اپنی جگہ لیکن ہماری یہ کامیابی اپنی جگہ تھی کہ تین دن گزرنے کے باوجود اس کے آدمی ابھی تک ہمارا کچھ بگاڑ نہیں پائے تھے۔ ہماری تلاش میں ہیلی کاپٹر تک استعمال کیا گیا تھا اور کیا جا رہا تھا۔ پیدل افراد کی ایک پوری فوج ہماری تلاش میں سرگرداں تھی لیکن اُن کے حصے میں پے در پے ناکامیوں کے سوا اور کچھ نہیں آ رہا تھا۔ اِدھر ہم دو افراد تھے جو بے سروسامانی کے عالم میں بھی اتنے بہت سے لوگوں کو شکست سے دوچار کیے جا رہے تھے۔

میں سوچتا رہا۔ سوچنے کے علاوہ اور کام ہی کیا تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ جھاڑی سے باہر نکلنے کے بعد آزادی کی ضمانت ختم ہو جائے گی لہٰذا میں نے اپنی جگہ سے ہلنے کی کوئی کوشش نہیں کی... لیکن اپنی تمام تر کامیابیوں کے باوجود موجودہ صورتِ حال میرے لیے بہت تشویشناک تھی۔ اس پہاڑی سلسلے سے باہر نکلنا بہت ضروری تھا۔ وقت بہت قیمتی تھا۔ مجھے اندازہ تھا کہ بُڈّا اور تہذیب پر میرے اور زاہر کے یوں اچانک غائب ہو جانے سے کیا گزری ہوگی۔ ہر چند کہ تہذیب ماسکرا کیس اور بُڈّا دونوں ہی اپنی اپنی جگہ ایک پوری تنظیم کے برابر تھے لیکن جذباتی وابستگی بعض اوقات بڑی تکلیف دہ ہو جاتی ہے اور یہ جذباتی وابستگی ہم تینوں کے درمیان قدرِ مشترک تھی۔

میرے خیالات کا سلسلہ اس وقت ٹوٹا جب مجھے دوسری

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹولی نظر آئی نہ کیا آئی، سنائی دی۔ پہلی ٹولی کی طرح ان لوگوں کی تلاش کا بھی خصوصی مرکز جھاڑیاں ہی تھیں۔ میں دل ہی دل میں ان گھنی جھاڑیوں کو دُعائیں دینے لگا جنھوں نے ہمارے لیے اپنی آغوش وا کر کے ہمیں اتنے بہت سے لوگوں سے چھپا لیا تھا۔

پہلی ٹولی کی طرح دوسری ٹولی بھی ناکام و نامراد گزر گئی۔ لیکن ابھی تیسری ٹولی باقی تھی اس لیے ابھی باہر نکلنا مناسب نہیں تھا۔

تیسری پارٹی کے افراد نے ہمیں زیادہ دیدہ ریزی سے تلاش نہیں کیا۔ اس کی وجہ شاید ان کا یہ یقین ہوگا کہ ہم وہاں نہیں ہیں۔ اگر ہوتے تو اب تک ہمیں تلاش کیا جا چکا ہوتا۔ ان کا خیال بالکل غلط تھا۔ لیکن مجھے اس سے کیا غرض ہو سکتی تھی۔ اُن کا یہ خیال تو میرے اور زاہر کے حق میں فائدہ مند تھا۔

جھاڑی سے باہر نکلنے سے قبل میں نے کچھ دیر انتظار کر لینا مناسب سمجھا۔ جب مجھے یقین ہو گیا کہ اب دشمن کا کوئی فرد نزدیک نہیں ہے تو میں بڑی احتیاط سے رینگتا ہوا جھاڑی سے باہر نکل آیا۔ باہر کوئی نظر نہیں آ رہا تھا مگر احتیاط کے پیش نظر میں نے کھڑے ہو کر چلنے سے گریز کیا اور گھٹنوں کے بل چلتا ہوا ان جھاڑیوں کی طرف بڑھنے لگا جدھر میں نے زاہر کو جاتے دیکھا تھا۔ زاہر نے یقیناً مجھے دیکھ لیا ہوگا اس لیے وہ فوراً ہی جھاڑیوں سے باہر نکل آیا۔

"اُف میرے خدا!" زاہر نے کپکپاتے ہوئے کہا۔ "مجھے یقین نہیں آ رہا کہ ہم اُن بدبختوں کی نظروں میں آنے سے بچ گئے ہیں۔"

میں نے غور سے زاہر کو دیکھا۔ اُس کے چہرے پر ابھی تک ہوائیاں اُڑ رہی تھیں۔ "تم بہت حواس باختہ نظر آ رہے ہو زاہر۔" میں نے کہا۔

"یہ ... یہ دیکھیے جناب۔" زاہر نے پانی کے کین کی طرف اشارہ کیا۔ "پہلی ٹولی گزرنے کے بعد میں اپنی جگہ سے ذرا کھسک گیا تھا ورنہ وہ سنگین اس کین کے بجائے میرے جسم سے ٹکرائی ہوتی۔"

میں نے کین کو دیکھا جس پر چپڑہ منڈھا ہوا تھا۔ ایک مقام سے وہ چپڑا اُدھڑا ہوا نظر آ رہا تھا۔ "اوہ! یعنی تم بال بال بچ گئے ہو؟"

"جی ہاں جناب۔" زاہر نے جھُرجھُری لے کر کہا۔ "ایک بدبخت کی سنگین اس کین پر پڑی تھی۔ میرا تو خون خشک ہو گیا تھا۔ وہ یقیناً یہی سمجھا ہوگا کہ سنگین جھاڑی کی کسی شاخ سے ٹکرائی ہے۔"

"جب خدا کی مدد شاملِ حال ہو تو ایسے ہی محیر العقول واقعات پیش آتے ہیں۔" میں نے کہا۔ "آؤ اب کسی محفوظ مقام کی طرف چلتے ہیں۔"

"آپ کو واپس آتے دیکھ کر میری جان میں جان آئی جناب۔" زاہر نے میرے ساتھ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔ "ورنہ مجھے خدشہ تھا کہ کہیں خدانخواستہ ..."

میں ہنس پڑا۔ "جب تک ہماری زندگی ہے کوئی ہمیں مار نہیں سکتا اور جب تک قسمت میں آزادی لکھی ہے کوئی قید نہیں کر سکتا۔"

ہم ایک ٹیلے کی طرف بڑھ رہے تھے اس لیے ہم نے مناسب یہی سمجھا کہ رینگتے ہوئے آگے بڑھیں۔ ہم پلٹ پلٹ کر دیکھتے بھی جا رہے تھے۔ ہمیں وہ لوگ نظر بھی آئے جو ہماری تلاش میں تھے لیکن اب ہماری طرف اُن کی پشت تھی اور ان سے ہمارا فاصلہ دم بدم بڑھتا جا رہا تھا۔ اس لیے خطرے کی کوئی بات نہیں تھی۔

عقب سے ہماری تلاش میں آنے والی پارٹی ابھی تک پہاڑ کی چوٹی پر نہیں پہنچی ہے جناب۔" زاہر بولا۔

"اچھا ہی ہے انھیں تاخیر ہو گئی۔" میں نے پلٹ کر دیکھا پھر زاہر کی طرف مڑ کر بولا۔ "اس قدر تاخیر کافی ہے۔"

"کیا مطلب؟" زاہر میرے جملے پر چونک پڑا۔

"عقب میں آنے والی پارٹی پہاڑ کی چوٹی پر پہنچ چکی ہے۔ وہ ابھی ابھی چوٹی پر پہنچے ہیں۔"

زاہر نے دوبارہ پلٹ کر دیکھا اور اس بار اُسے وہ لوگ نظر آ گئے۔ "اب ہمارے لیے اور بھی مشکلات پیدا ہو جائیں گی۔"

"پروا مت کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "ہم انھیں دھوکا دے کر نکل آئے ہیں۔ اب وہ چکرا کر رہ جائیں گے۔"

ٹیلے کے عقب میں ایک گھاٹی نظر آئی جو خودرو سبزے سے بھرپور تھی اور پہاڑی تک چلی گئی تھی۔ زاہر اُسے دیکھ کر خوش ہو گیا۔

"اس گھاٹی میں ہم بالکل محفوظ رہیں گے جناب! کاش ہم پہلے اس طرف نکل آئے ہوتے!"

"ہاں۔ اب یہ گھاٹی ہمیں تحفظ فراہم کرے گی۔" میں نے گمبھیر لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب ہوا؟" زاہر نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔ "کیا پہلے یہ گھاٹی ہمیں تحفظ فراہم نہ کرتی؟"

"چھپنے کے لیے یہ بہترین جگہ ہے اور اُن لوگوں کی توجہ کا سب سے زیادہ مرکز یہی گھاٹی رہی ہوگی۔ اگر ہم یہاں چھپے ہوتے تو یقیناً پکڑے جاتے۔"

"خدا جو بھی کرتا ہے اُس میں اُس کے بندوں کی بہتری ہوتی ہے۔" زاہر نے طویل سانس لے کر کہا۔

گھاٹی میں اُترنے کے بعد ہم نے بے خطر آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ اب ہمیں عقب سے بھی دیکھ لیے جانے کا خطرہ نہیں رہا تھا۔ دفعتاً زاہر نے کہا۔ "کچھ دیر آرام نہ کر لیں جناب؟"

"کوئی حرج نہیں ہے۔" میں نے رُکتے ہوئے کہا۔ "خطرہ ہم سے بہت دور ہو گیا ہے۔"

"شکریہ جناب۔" زاہر نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "جسمانی تھکن سے زیادہ میں اعصابی شکستگی کا شکار ہو گیا ہوں۔"

"آرام بھی کرو زاہر اور غیر متوقع طور پر بچ جانے کی خوشی میں ہم تھوڑی سی عیاشی بھی کریں گے۔ کین اِدھر لاؤ۔"

زاہر کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی۔ "ہم پانی پئیں گے جناب؟" اُس نے بے حد خوش ہو کر پوچھا۔

"ہاں زاہر! مجھے یقین ہے کہ اس پہاڑی کو پار کرنے کے بعد ہم بہت جلد کسی ڈھنگ کی جگہ پہنچ جائیں گے لہٰذا اب ہم پانی کی فضول خرچی برداشت کر سکتے ہیں۔"

ہم نے پانی کی فضول خرچی ضرور کی مگر زیادہ نہیں کی یہ بات ہم دونوں کے ہی ذہنوں میں تھی کہ بُرا وقت آتے دیر نہیں لگتی۔

پانی پی کر زاہر کی جان میں جان آئی اور اُس کے چہرے پر زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ اب وہ کافی دیر آسانی سے چل سکتا تھا۔

"وہ لوگ پہاڑ سے اُترنے کے بعد کیا کریں گے جناب؟" کچھ دیر بعد زاہر نے پوچھا۔

"ہمیں تلاش کرتے ہوئے پہاڑی کی طرف بڑھیں گے۔" میں نے جواب دیا۔

"تلاش کرتے ہوئے کیوں؟" زاہر نے اعتراض کیا۔ "وادی میں تو ہمیں پہلے ہی تلاش کیا جا چکا ہے۔"

"میرا کہنے کا مطلب یہی تھا کہ وہ ہماری تلاش میں پہاڑی کی طرف بڑھیں گے۔"

"تب تو ہمیں خاصی تیزی سے سفر کرنا پڑے گا۔" زاہر نے کہا۔ "اس لیے کہ پہاڑ سے اُترنے کے بعد ان لوگوں کی رفتار بھی کافی تیز رہے گی۔"

"ہم تیزی سے ہی سفر کریں گے زاہر! اگر تمھاری تھکن اُتر گئی ہو تو چل پڑیں؟"

زاہر فوراً ہی چلنے کے لیے تیار ہو گیا اور ہمارا سفر ایک بار پھر شروع ہو گیا۔ ہمارا خیال تھا کہ گھاٹی، پہاڑی تک چلی گئی ہے لیکن جب ہم گھاٹی کے اختتام تک پہنچے تو معلوم ہوا کہ پہاڑی تک پہنچنے کے لیے ہمیں باہر نکل کر خاصا فاصلہ طے کرنا پڑے گا۔

"یہ تو کوئی بات نہ ہوئی!" زاہر نے مایوسی سے کہا۔ "ہمیں باہر نکلنا پڑے گا اور باہر یقیناً خطرہ ہوگا۔"

"اندھیرا پھیلنے میں دیر ہی کتنی رہ گئی ہے زاہر! ہم آرام کریں گے اور پھر رات کے اندھیرے میں آگے بڑھیں گے۔"

ہم دونوں نے ناشتے کا بچا ہوا کھانا کھایا، پانی پیا اور آرام کرنے لیٹ گئے۔ لیٹتے کیا سو گئے اس لیے کہ بظاہر کوئی خطرہ نظر نہیں آ رہا تھا۔

میری آنکھ کھلی تو اندھیرا پھیل چکا تھا۔ وقت کا اندازہ کرنا مشکل تھا لہٰذا میں نے فوراً ہی زاہر کو بیدار کیا اور ہم اندھیری رات میں گھاٹی سے نکل کر پہاڑی کی طرف چل پڑے۔

گزشتہ چڑھائیوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے پہاڑی پر چڑھنا ہمارے لیے بہت آسان ثابت ہوا۔ دو گھنٹے سے بھی کم عرصے میں ہم پہاڑی کی چوٹی پر لیٹے دوسری طرف دیکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس دوران ہم نے دشمن کی اپنے نزدیک موجودگی کے کوئی آثار نہیں محسوس کیے تھے لیکن اس کے باوجود ہمیں علم تھا کہ دشمن کہیں نہ کہیں موجود ضرور ہے۔

"رات گزارنے کے لیے یہ جگہ خاصی محفوظ اور مناسب معلوم ہو رہی ہے۔" زاہر نے کہا۔

"ضرور ہوگی۔" میں نے جواب دیا۔ "لیکن ہم مزید سفر کریں گے۔ ہر ممکن تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہم زیادہ سے زیادہ سفر کرنے کی کوشش کریں گے۔ میرا اندازہ ہے کہ اب ہم پہاڑی سلسلے سے نکل آئے ہیں۔ اگر اس موقع پر ہمت ہار گئے تو ساری محنت رائیگاں بھی ہو سکتی ہے۔"

"میں ہمت نہیں ہارا جناب۔" زاہر نے جھینپے ہوئے لہجے میں جواب دیا اور ہم پھر چل پڑے۔

جلد ہی میرا اندازہ درست ثابت ہوتا محسوس ہوا۔ پہاڑی سلسلہ ختم ہو گیا تھا یا اختتام پر تھا۔ اگر ہم کل کا دن بھی شامل کر لیتے تو ہمارے سفر کی کل مدت پانچ روز ہوتی جبکہ میرا اندازہ تھا کہ ہمیں اس پہاڑی سلسلے سے نکلنے میں شاید سات روز لگ جائیں گے۔ گویا ہم نے اپنے اندازے سے دو دن کم میں ہی مطلوبہ سفر طے کر لیا تھا چنانچہ میں بہت خوش تھا۔

خوش تو زاہر بھی بہت تھا جس کا اندازہ اس کی رفتار سے ہو رہا تھا۔ وہ بھرپور طریقے سے میرا ساتھ دے رہا تھا اور اس نے ایک لمحے کے لیے بھی مجھے یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ اس کی وجہ سے میری رفتار پر کسی قسم کا اثر پڑ رہا ہے۔ زاہر کی اسی رفتار کی وجہ سے ہم نے کم وقت میں خاصا سفر کر لیا۔

پھر میں نے زمین کی نوعیت تبدیل ہوتی محسوس کی۔ یہ چیز زاہر نے بھی محسوس کر لی۔ اُس کی رفتار سست ہو گئی تھی۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے پلٹ کر زاہر سے پوچھا۔ "تم سست کیوں پڑ گئے ہو؟"

"آپ نے محسوس نہیں کیا جناب، زمین کی نوعیت تبدیل ہو

 Courtesy www.pdfbooksfree.pk

گئی ہے اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ہم پانی کے نزدیک پہنچ گئے ہوں۔"

"میں نے محسوس کیا ہے زاہد! بلاشبہ زمین کی نوعیت تبدیل ہو گئی ہے لیکن اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"میرا خیال ہے ایسے میں سفر جاری رکھنا مناسب نہیں ہو گا۔ کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ ہم دن کی روشنی میں علاقے کا جائزہ لینے کے بعد آگے بڑھیں؟"

"میرا ارادہ یہی ہے زاہد!" میں نے ہنس کر کہا "لیکن شب بسری کے لیے بھی ہمیں کسی مناسب جگہ کی ضرورت ہو گی۔ میں اسی کی تلاش میں ہوں۔"

ہمیں تھوڑی ہی دیر میں ایک ایسی جگہ مل گئی جہاں سویا جا سکتا تھا۔ ہم نے وہیں پڑاؤ ڈال دیا۔ میری چھٹی حس خبردار کر رہی تھی کہ آنے والا دن ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہونے والا ہے۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ اب ہمیں کس قسم کے علاقے سے گزرنا پڑے گا۔ میری خواہش تھی کہ میرے دونوں ہاتھ آزاد ہوں مگر یہ خطرہ بھی مول نہیں لیا جا سکتا تھا۔ سوٹ کیس ساتھ رکھنا بہرحال ضروری تھا۔ میں نے زاہد کی طرف دیکھا جو بے خبر سو رہا تھا۔ شاید میرے بھروسے پر۔۔۔ یا پھر تھکن کی وجہ سے۔ بات کچھ بھی رہی ہو لیکن کل پیش آنے والے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے نیند ضروری تھی۔ چنانچہ میں نے بھی لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔

پانچویں روز طلوع ہونے والے سورج نے مجھے بیدار پایا۔ میں بے صبری سے فضا پر چھائی ہوئی دھند ختم ہونے کا انتظار کر رہا تھا۔ رات والا احساس کہ یہ علاقہ ہمارے لیے سب سے زیادہ خطرناک ثابت ہو گا اس وقت مزید شدت اختیار کر گیا تھا اور میں اس علاقے کا جائزہ لینے کے لیے سخت بے چین تھا لیکن دھند ختم ہوئے بغیر جائزہ لینا بھی ممکن نہیں تھا۔

میں نے اضطرابی کیفیت میں زاہد کو جھنجھوڑ ڈالا "اٹھ جاؤ۔" میں نے کہا۔

"اچھا" زاہد بڑبڑایا اور دوسری طرف کروٹ بدل لی۔ میں نے دوبارہ اسے جھنجھوڑا۔ "اٹھو زاہد! ہمیں سفر شروع کرنا ہے۔"

"کیا ہمیں دیکھ لیا گیا ہے جناب؟" اس نے آنکھیں کھولے بغیر کہا۔

"نہیں" میں نے جواب دیا "لیکن مجھے کوئی گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔"

زاہد بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔ اس کی نیند ہرن ہو گئی تھی "کیا ہو گیا جناب؟" اس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں پوچھا۔

"ہوا کچھ بھی نہیں۔ بس مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے ہم گھر گئے ہوں اس لیے ہم فوراً روانہ ہو جائیں گے۔"

"اوہ" زاہد نے سکون کا سانس لیا "کچھ کھانے پینے کا پروگرام بھی ہے یا۔۔۔"

"ابھی نہیں بعد میں دیکھا جائے گا لیکن ہم ذرا دیر انتظار کریں گے تاکہ دھند ختم ہو جائے اور ہم آگے بڑھنے کے لیے سمت کا تعین کر سکیں۔"

کچھ ہی دیر بعد دھند ختم ہو گئی اور میرا اندازہ غلط ثابت ہوا کہ ہم پہاڑی سلسلے کو عبور کر چکے ہیں۔ ہمارے چاروں طرف اب بھی پہاڑ تھے جنہیں دیکھ کر گھوڑے کی نعل کا تصور ذہن میں ابھرتا تھا لیکن دریا کی موجودگی برحق تھی۔ گھوڑے کی نعل کے درمیان ایک وادی کے آثار تھے جو ہمیں پوری تو نہیں دکھائی دے رہی تھی تاہم یہ تو نظر آ رہا تھا کہ وہاں کی زمینیں زیر کاشت ہیں۔ دریا بھی دکھائی دے رہا تھا۔ دشمن ہمارے عقب میں تھا اور ہم اس کے جال میں پھنس سکتے تھے۔ ہمارے دائیں جانب درختوں اور جھاڑیوں کا ایک سلسلہ تھا جو ڈھلان پر سے ہوتا ہوا وادی میں اتر گیا تھا۔

میں تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا "دوڑو زاہد!" میں نے کہا "ورنہ ہم گھر جائیں گے۔"

ہم اس مسطح زمین پر دوڑ پڑے جس کا رخ درختوں کے جھنڈ کی طرف تھا۔ درختوں کے اس جھنڈ کے علاوہ ہمارے لیے وہاں کوئی اور جائے پناہ نہیں تھی۔ دوڑتے وقت بھی ہم شدید خطرے میں تھے اور ہمیں دور سے بھی دیکھا جا سکتا تھا۔ ہماری بچت اسی میں تھی کہ جلد از جلد اس جھنڈ تک پہنچ جاتے۔

ابھی ہم درختوں کے جھنڈ سے چند گز کے فاصلے پر تھے کہ بغیر کسی وارننگ کے ہیلی کاپٹر نمودار ہو گیا۔ ہم رکے بغیر پیڑوں کے جھنڈ میں داخل ہوئے اور گر پڑے۔ ہماری سانسیں بری طرح پھولی ہوئی تھیں۔ چار روز کے پہاڑی سفر نے ہمارا کچومر نکال دیا تھا اور وزن سمیت دوڑنا ہمارے لیے ایک ناممکن قسم کا کام تھا جسے ہم نے ممکن بنا دیا تھا۔

ہیلی کاپٹر منحوس آوازیں نکالتا ہوا ہمارے سروں پر سے گزر گیا۔ اس کی وہاں آمد میرے لیے بڑی ناقابل یقین سی بات تھی۔ اسے اتفاق پر محمول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ بات بھی نہیں مانی جا سکتی تھی کہ گزشتہ روز ہمیں وادی میں دیکھ لیا گیا ہو گا۔ اگر ایسا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ اولیو ہاورڈ کے آدمی مستقلاً ہماری نقل و حرکت سے واقف رہے تھے۔ یہ بات مان لی جاتی تو یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ انھوں نے ہمیں پکڑ کیوں نہیں لیا۔ کیا اولیو ہاورڈ

میرے ساتھ چوہے بلی والا کھیل کھیل رہا ہے؟

میں سوچتا رہا مگر کسی یقینی نتیجے پر نہ پہنچ سکا۔ ہیلی کاپٹر کی وہاں آمد ایک ایسا معمہ تھا جسے حل کرنا آسان نہیں تھا۔ میں اٹھ بیٹھا اور درختوں کے درمیان سے ہیلی کاپٹر کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"یہ مردود یہاں کیا کرنے آیا ہے؟" زاہد نے انتہائی جلے بھنے انداز میں کہا۔

"سامنے والی پہاڑی کی ڈھلانوں پر ہمیں تلاش کر رہا ہے۔"

"کیا اس نے ہمیں دیکھ لیا ہے؟"

"معلوم نہیں۔"

"تو پھر اسے اندازہ کیسے ہوا کہ ہم کس مقام پر ہوں گے؟" زاہد نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ بہت ماہر پائلٹ ہے زاہد!" میں نے کہا "اور اسے یہ بھی بتا دیا گیا ہو گا کہ اس کا واسطہ کن لوگوں سے پڑا ہے۔ کل ہم اسے نہیں مل سکے تو اس نے فرض کر لیا کہ ہم وادی سے باہر نکل آئے ہوں گے۔"

"بڑی تشویشناک صورت حال ہے جناب! اب ہمارا آئندہ قدم کیا ہو گا؟"

"ہم فرض کر لیتے ہیں کہ ہمیں نہیں دیکھا گیا ہے۔" میں نے کہا اور پلٹ کر سوٹ کیس کھولنے لگا۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب؟" زاہد نے کہا "یہ کچھ کھانے پینے کا موقع تو نہیں ہے۔"

"کھانا ہماری ضرورت ہے زاہد! ہو سکتا ہے بعد میں ہمیں زیادہ خراب حالات کا سامنا کرنا پڑے اس لیے جو تھوڑا بہت کھا سکو ابھی کھا لو۔ اس کے علاوہ ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہے۔"

میں نے پکی ہوئی سبزی کا ایک ٹن سوٹ کیس سے نکالا اور چاقو کی مدد سے اسے کھول ڈالا۔ میں نے اور زاہد نے ٹن صاف کرنے کے بعد پانی پیا۔ یہ کھانا اگرچہ ناکافی تھا لیکن ان حالات میں ہمارے لیے بہت غنیمت تھا۔ اگر ہمارے پاس یہ تھوڑی بہت چیزیں نہ ہوتیں تو نہ جانے ہمارا کیا حشر ہوتا؟

ہیلی کاپٹر کی آواز اب بھی آ رہی تھی مگر وہ ہم سے بہت دور تھا۔ غلط جگہ پر ہمیں تلاش کر رہا تھا اور ہم درختوں کے جھنڈ میں محفوظ تھے۔ سارے کے سارے درخت تناور اور گھنے تھے۔ نہ صرف سایہ فراہم کر رہے تھے بلکہ ہمیں دشمن کی نگاہ سے مستقل طور پر محفوظ بھی کر رکھا تھا۔ ہمیں ہیلی کاپٹر کی طرف سے اب کوئی خطرہ نہیں رہ گیا تھا۔ البتہ عقب کی طرف سے میں فکر مند تھا۔

اولیو ہاورڈ کے پیدل دستے کے لوگ اگر وہاں پہنچ جاتے تو ہمارا بچنا محال ہو جاتا۔ لیکن ابھی وہ بھی دور تھے۔

"اب ہمیں کوئی ایسی جگہ تلاش کرنی ہے جہاں سے ہم پوری وادی کا جائزہ لے سکیں۔" کھانے کے بعد میں نے زاہد سے کہا اور ہم پھر چل پڑے۔

آدھا گھنٹا رینگنے کے بعد ہم ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں آگے ڈھلان تھی۔ اس ڈھلان پر بھی درخت اور سبزہ اگا ہوا تھا لیکن اس کے درمیان سے ہم پوری وادی کا نظارہ کر سکتے تھے۔ جھاڑیاں یہاں بھی کافی گھنی تھیں اس لیے ہمیں وادی کا جائزہ لینے کے لیے کھڑا ہونا پڑا۔ ہمیں وہ وادی عبور کرنا تھی اور اس کام کے لیے پہلے سے راستے کا تعین کیا جانا ضروری تھا۔

ہمارے اور وادی کے درمیان ایک میل کے لگ بھگ فاصلہ تھا۔ وادی بے حد سرسبز تھی اور اس سرسبزی کی وجہ وہ دریا تھا جو وادی میں دائیں سے بائیں بہہ رہا تھا۔ اس دریا کی وجہ سے وادی میں کھیت نظر آ رہے تھے۔ جھونپڑیاں بھی تھیں جو دوسری جانب نظر آنے والے پہاڑ تک چلی گئی تھیں۔ اپنا سفر جاری رکھنے کے لیے ضروری تھا کہ ہم وادی کو عبور کرتے۔

"وادی عبور کرنے کے لیے ہمیں دریا کو لازماً عبور کرنا ہو گا۔" زاہد نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"میرا خیال ہے ہم دونوں ہی تیرنا جانتے ہیں۔ دریا عبور کرنا ہمارے لیے مسئلہ نہیں ہو گا۔"

"اگر دریا عبور کرتے ہوئے ہمیں دیکھ لیا گیا تو پھر بچنے کے لیے ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں ہو گا۔"

"تم نے غور نہیں کیا زاہد! پہاڑوں سے پھوٹنے والے کئی چشمے مل کر یہ دریا بنا ہے۔ اگر تم توجہ سے وادی کا جائزہ لو تو تمہیں معلوم ہو گا کہ یہاں ایسے مقامات بھی ہیں کہ ہم کھیتوں سے گزر کر ہی وادی کو عبور کر سکتے ہیں۔"

زاہد نے میرے کہنے کے مطابق وادی پر نگاہ دوڑائی اور بولا "لیکن اس صورت میں ہمیں جس مقام سے گزرنا ہو گا وہاں پر جو کھیت ہیں ان میں موجود فصل کی اونچائی بہت زیادہ ہے۔ کم از کم آٹھ فٹ تو ضرور ہو گی۔"

"ہاں ہے۔" میں نے اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا "مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟"

"ہمیں کچھ اندازہ نہیں ہے کہ یہ کس چیز کی فصل ہے جبکہ ہمیں اس بات کا علم ہونا ضروری ہے۔"

"وجہ؟" میں نے زاہد کو دلچسپی سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"کھیتوں سے گزرنے کے دوران ہمیں خطرات کا سامنا بھی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"کرنا ہوگا۔" زاہر نے کہا۔ "اگر ہمیں یہ معلوم ہو جائے کہ یہ فصل کس چیز کی ہے تو ہم اندازہ کر سکیں گے کہ وہاں ہمیں کون سے جانوروں کا سامنا کرنا ہوگا۔ ہم اس کے لیے پہلے سے تیار ہوں گے اور پہلے سے تیار ہونے کی وجہ سے بہتر طور پر خطرے کا مقابلہ کر سکیں گے۔"

"مثلاً اگر ہمیں علم ہو جائے کہ یہ گنوں کے کھیت ہیں تو ہم ہاتھیوں کے غول کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہیں گے۔"

"جی ہاں بالکل۔" زاہر نے بُرا مانے بغیر کہا۔ "اگر یہ واقعی گنے کے کھیت ہیں تو یہاں ہاتھی بھی ہوں گے۔"

"میرے بھائی ہاتھیوں کے غول کی فکر کرنے کے بجائے بھیڑیوں کے اُس جھنڈ سے بچنے کی تدبیر سوچو جو ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ ہمارے عقب میں ہم سے قریب تر ہوتے جا رہے ہیں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"وہی تو کر رہے ہیں۔" زاہر بڑی بے ساختگی سے بولا۔ "محفوظ طریقے سے آگے بڑھ کر ہی ہم اُن سے بچ سکیں گے۔"

"دشمن ہمارے عقب میں ہے، اوپر ہیلی کاپٹر ہے اور سامنے جو وادی نظر آ رہی ہے وہاں بھی ہمارے دشمنوں نے جگہ بنا رکھی ہوگی۔ اگر ہم یہاں بیٹھے سوچ و بچار کرتے رہے تو لازماً مارے جائیں گے۔ ہماری بچت کی اگر کوئی صورت ہے تو صرف اور صرف آگے بڑھنے میں ہے۔ رہا خطرات کا سوال تو وہ ہر طرف موجود ہیں۔ کوئی ناگہانی خطرہ تو ہمیں کہیں بھی درپیش آ سکتا ہے۔ اس کے لیے کسی قسم کی تخصیص نہیں کی جا سکتی لہٰذا مزید غور و فکر کرنے کے بجائے آگے بڑھو۔ ہماری بقا کا یہی ایک راستہ ہے۔"

"طاقت اور افرادی قوت دونوں اعتبار سے دشمن ہم سے بہت برتر ہے۔ ایک بار ہمیں دیکھ لیا گیا تو پھر ہم نہیں بچ سکیں گے۔ اُن کو تو ہیلی کاپٹر کی مدد بھی حاصل ہے۔ ہمارے پاس کیا رکھا ہے؟"

"یہ قسمت کے کھیل ہیں زاہر! قدرت ساتھ دے تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔ گزشتہ چار روز کے دوران اُنھیں جُل دیتے ہوئے اتنا طویل سفر طے کر لینا بجائے خود ایک حیران کن بات ہے۔ ممکن ہے ہم اس وادی سے بھی صاف گزر جائیں۔"

"یہ بڑی ناممکن سی بات ہے جناب کہ ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وادی سے گزر سکیں۔"

"یہ مت بھولو کہ اس وادی کے تمام باشندوں کا تعلق اولیو ہاورڈ سے نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اگر کسی نے ہمیں دیکھ بھی لیا تو ممکن ہے، وہ اولیو ہاورڈ کا آدمی نہ ہو۔ اگر ایسا ہوا تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہوگا۔"

"مقامی باشندے تو شاید ہمیں اہمیت نہ دیں لیکن اگر ہم اولیو ہاورڈ کے کسی آدمی کی نظر میں آ گئے تو۔۔۔"

"اگر ایسا وقت آ ہی گیا تو ہم آخری گولی تک مقابلہ کریں گے۔" میں نے خون خوار لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر مطمئن انداز میں بولا۔ "میں سب سے زیادہ اس بات سے خوفزدہ ہوں کہ کہیں ہم زندہ ان کے ہاتھ نہ لگ جائیں۔"

"مجھے خوشی ہے کہ تم مطمئن ہو گئے۔ اب یہ سمجھ لو کہ وادی میں داخل ہونے کے بعد ہمیں رُکے بغیر سفر کرنا ہوگا۔ ہم کوشش کریں گے کہ کسی کی نظروں میں نہ آئیں لیکن اگر اتفاقاً کسی کی نظروں میں آ گئے تب بھی پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اُسے نظر انداز کر کے آگے بڑھتے رہیں گے۔ یوں جیسے ہم نے اُسے دیکھا ہی نہ ہو۔"

"یہ ٹھیک ہے جناب! اس طرح ہم خاصے محفوظ رہیں گے ممکن ہے دیکھنے والا ہمیں کوئی سیاح سمجھے۔"

زاہر کی اس بات پر مجھے ہنسی آ گئی۔ "اس حلیے میں۔" میں نے اپنے اور اس کے کپڑوں کی طرف اشارہ کیا۔ ہمارے کپڑے تار تار ہو رہے تھے۔ جسم پر جگہ جگہ خراشیں تھیں اور شیو بڑھ کر جھاڑ جھنکاڑ کی صورت اختیار کر چکا تھا۔

میرا تبصرہ سُن کر زاہر جھینپ گیا۔ "خیر ہمیں اس سے کیا کہ کوئی ہمارے بارے میں کیا سوچے گا۔"

"آؤ، اب نکل لیتے ہیں۔" میں نے کہا اور ہم ایک مناسب راستہ منتخب کر کے وادی کی طرف اُترنے لگے۔ جیسے جیسے ہم نیچے اُتر رہے تھے ہمارا احاطۂ نظر کم ہوتا جا رہا تھا۔ بلند و بالا درخت اور وادی کے کھیت ہمارے دور تک دیکھنے کی راہ میں مزاحم ہو رہے تھے۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ آسانی بھی تھی کہ اب ہمیں تلاش کر لیے جانے کے امکانات کم ہو گئے تھے۔

راستے میں ہمیں چند لوگ نظر آئے مگر اُن میں سے کسی نے بھی ہم پر خصوصی توجہ نہیں دی تھی۔ یہ بات میرے لیے حیرت انگیز تھی مگر میرے پاس اس بات کا کوئی جواب نہیں تھا۔

کچھ اور آگے بڑھے تو ہمیں چوبی باڑھ نظر آئی۔ اس باڑھ کے اندر ہماری شامت تھی۔ وہ دراصل شہد کی مکھیوں کا فارم تھا۔ جیسے ہی زاہر کو اس بات کا اندازہ ہوا وہ رُک گیا۔

"یہ۔۔۔ یہ تو شہد کی مکھیاں ہیں جناب۔" اُس نے اٹک اٹک کر کہا۔ "راستہ تبدیل کر دیجیے جناب! ان کے نزدیک سے گزرنا مناسب نہیں ہے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو زاہر۔" میں بُرا سا مُنہ بنا کر بولا۔ "گرمی نے پہلے ہی حلیہ بگاڑ رکھا ہے۔ اب تم بھی پریشان کرو گے۔"

"کیا ضروری ہے کہ ہم ان کے قریب سے ہی گزریں۔"

زاہر مُصر ہو گیا۔ "کوئی اور راستہ بھی تو اختیار کیا جا سکتا ہے۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ وادی میں داخل ہونے کے بعد ہم رُکیں گے نہیں۔" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میری ہدایت کے باوجود تم خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے ہو۔"

زاہر نے بے بسی سے مجھے دیکھا اور چل پڑا لیکن خوفزدہ انداز میں شہد کی مکھیوں کے چھتوں کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔ میں نے اُس کی طرف سے توجہ ہٹائی اور سامنے دیکھنے لگا۔ بائیں جانب ایک کھیت تھا جو تقریباً ڈیڑھ سو گز کے فاصلے تک تھا اور آگے جا کر جھاڑیوں کے ایک سلسلے پر ختم ہو گیا تھا۔ تھوڑے ہی فاصلے پر ایک گھنا جنگل بھی نظر آ رہا تھا جسے دیکھ کر طبیعت خوش ہو گئی لیکن یہ محظوظ ہونے کا وقت نہیں تھا۔

"کھیت کے اندر گھس چلو زاہر۔" میں نے بائیں جانب والے کھیت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "اس طرح تم مکھیوں سے اور ہم دونوں اوپر سے دیکھ لیے جانے کے خطرے سے محفوظ ہو جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے جناب۔" زاہر نے خوش ہو کر کہا اور ہم کھیت کے اندر گھس گئے۔ کھیت کے اختتام تک پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ میں نے زاہر کو رُکنے کا اشارہ کیا اور خود آگے بڑھ کر بڑی احتیاط سے باہر جھانکنے لگا۔ باہر نکلنے سے قبل یہ احتیاطی تدبیر ضروری تھی اور یہ احتیاط کام آ گئی۔ کھیت کے باہر کسانوں کے علاوہ تین مسلح افراد پہرہ دیتے نظر آ رہے تھے۔

میں نے فصل سے باہر جھانکنے میں جس قدر احتیاط برتی تھی اتنی ہی احتیاط سے پیچھے کھسک آیا۔ ذرا سی جلد بازی اُن لوگوں کی توجہ مبذول کرا سکتی تھی۔ میرا انداز دیکھ کر ہی زاہر سمجھ گیا کہ کوئی غیر معمولی بات ہے۔

"کیا بات ہے جناب۔" اُس نے سرگوشی میں مجھ سے پوچھا۔ "کیا باہر کسی قسم کا خطرہ ہے؟"

"وہی ہوا جس کا خطرہ تھا۔" میں نے کہا۔ "باہر تین مسلح افراد ہماری تاک میں گھوم رہے ہیں۔"

"اب کیا ہوگا جناب!" زاہر نے کہا۔ اس کے لہجے میں پریشانی تھی۔

"ہمیں راستہ تبدیل کرنا پڑے گا۔" میں نے پُرسکون لہجے میں جواب دیا۔ "اب ہم جنگل میں سفر کریں گے۔"

زاہر کے چہرے پر ہوائیاں اُڑنے لگیں۔ "یہ بہت خطرناک حرکت ہوگی جناب۔" اُس نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "وہ بہت گنجان جنگل ہے۔ معلوم نہیں اندر کیسی صورتِ حال سے گزرنا پڑے۔"

زاہر ٹھیک کہہ رہا تھا۔ وہ جنگل واقعی بہت گنجان تھا۔ درختوں کے درمیان فاصلہ نہ ہونے کے برابر تھا لیکن اُس کے اندر گھسنے کے بعد ہم پوری طرح محفوظ ہو جاتے۔ "مجبوری ہے زاہر! ہمیں یہی کرنا پڑے گا۔"

زاہر نے بائیں جانب نگاہ دوڑائی۔ "کیا ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے کہ ہم اس طرف نکل جائیں۔"

"نہیں زاہر۔" میں نے سختی سے کہا۔ "جیسا میں کہہ رہا ہوں، ویسا ہی کرو۔"

میں دائیں جانب سے باہر نکل کر جنگل کی طرف بڑھا۔ یہاں بھی باہر نکلنے سے قبل میں نے اطمینان کر لیا تھا کہ وہاں کوئی موجود نہیں ہے۔ زاہر میرے عقب میں تھا۔

گھنے جنگل کے قریب پہنچ کر پہلے زاہر نے اور پھر میں نے اندر داخل ہونے میں دیر نہیں لگائی۔ اب ہم کسی قدر محفوظ ہو گئے تھے۔

اندر کی دُنیا بہت مختلف تھی۔ ابتدا میں تو اندھیرا کچھ کم تھا مگر آگے بڑھنے کے ساتھ ساتھ اندھیرے میں اضافہ ہو رہا تھا۔ آگے بڑھنا بجائے خود ایک دُشوار مرحلہ تھا۔ قدم قدم پر رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ سر اُٹھا کر دیکھنے کے باوجود آسمان کا بہت تھوڑا سا حصہ نظر آ رہا تھا۔

ہم زیادہ آگے نہیں جا پائے تھے کہ میں نے باتوں کی آوازیں سُنیں۔ زاہر سے رُکنے کا کہہ کر میں بھی رُک گیا۔ جن لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں وہ مقامی کاشت کار بھی ہو سکتے تھے اور اولیو ہاورڈ کے آدمی بھی۔ آوازیں اُسی جانب سے آ رہی تھیں جہاں سے ہم جنگل کے اندر داخل ہوئے تھے۔

اگر ہم اُن کی گفتگو سننے میں کامیاب ہو جاتے تو شاید ہمیں اندازہ ہو جاتا کہ وہ کون ہیں۔ اسی لیے میں ہمہ تن گوش تھا۔

لیکن قسمت میں کچھ اور ہی لکھا تھا۔ عین اُسی وقت جبکہ اُن لوگوں کی باتوں کے الفاظ سمجھ میں آنا شروع ہوئے تھے، زاہر بُری طرح چیخ پڑا۔ معلوم نہیں اُس پر کیا اُفتاد پڑی تھی۔ اُس کے اس طرح چیخنے پر میں بھی اُچھل پڑا لیکن اگلے ہی لمحے مجھے خود کو زمین پر گرا دینا پڑا۔ اس لیے کہ زاہر کی چیخ کے فوراً بعد ایک فائر ہوا تھا۔

ایک فائر تو غالباً اضطراری طور پر کیا گیا تھا اس لیے کہ وہ گولی ہماری طرف نہیں آئی تھی لیکن اس کے بعد طویل برسٹ مارا گیا۔ اس بار سمت کا تعین کرنے کے بعد فائرنگ کی گئی تھی۔ متعدد گولیاں ہمارے اوپر سے بھی گزریں۔ اور اس کے بعد تو قیامت ہی آ گئی۔ لگاتار فائرنگ شروع ہو گئی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ لوگ سارا میگزین پھونک دینے پر تُل گئے ہیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

پھر اچانک ہی فائرنگ کا سلسلہ ختم ہو گیا اور بہت سے لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں آنے لگیں۔ غصے کے مارے میرا بُرا حال تھا۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ اُن لوگوں نے زاہر کی چیخ سننے کے بعد ہی فائرنگ شروع کی تھی۔ اُنھوں نے سمت تک کا تعین کر لیا تھا اور اب یہاں ہماری موجودگی کا راز افشا ہو چکا تھا۔

"تم پر کون سی قیامت ٹوٹ پڑی تھی؟" میں نے دانت پیس کر زاہر سے کہا۔

"وہ... وہ مجھے شہد کی مکھی نے کاٹ لیا تھا۔" زاہر نے ہکلاتے ہوئے بتایا اور میرا خون کھول کر رہ گیا۔ مجھے یقین تھا کہ اسے ہرگز کسی شہد کی مکھی نے نہیں کاٹا ہوگا۔ وہاں شہد کی مکھیاں برائے نام تھیں۔ زاہر چونکہ نفسیاتی طور پر مکھیوں سے خوفزدہ تھا اس لیے اسے یقیناً وہم ہوا ہوگا۔

مجھے اس پر غصہ تو بہت آ رہا تھا لیکن جو کچھ ہو چکا تھا اُسے بدلا نہیں جا سکتا تھا۔ ہم نظروں میں تو آ ہی چکے تھے۔ اب تو بس یہ سوچنا تھا کہ اس مصیبت سے کیوں کر بچیں۔ ہمارا کام کئی گنا دشوار ہو چکا تھا۔ اگر ہم کسی کی نظروں میں آئے بغیر وادی سے گزر جاتے تو وہ لوگ یقینی طور پر دھوکا کھا جاتے۔ اس بات کا تو وہ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ وادی سے کسی کی نظروں میں آئے بغیر بھی گزرا جا سکتا ہے۔ خصوصاً اس صورت میں کہ بہت سے لوگ خاص طور پر اسی کام پر مامور تھے۔

سوال یہ تھا کہ اب یہاں سے کیسے نکلیں۔ اس بات کی

PVL
PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نشانہ ہی تو ہو چکی تھی کہ ہم جنگل کے اندر چھپے ہوئے ہیں۔ اُن لوگوں کو کسی حد تک یہ اندازہ بھی ہو چکا ہوگا کہ ہم جنگل کے کتنے اندر ہیں۔ زاہر کی چیخ کی آواز سے اُنھوں نے فاصلے کا کسی حد تک تعین تو ضرور ہی کر لیا ہوگا۔ انھیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہم مسلح ہیں لہٰذا اُنھوں نے اسی مناسبت سے اپنے تحفظ کا بندوبست بھی کر رکھا ہوگا۔

ابھی میں اس کشمکش و پیچ میں پھنسا ہوا تھا کہ کیا کیا جائے اور کیا نہ کیا جائے کہ میرے نتھنوں سے کسی چیز کے جلنے کی بُو ٹکرائی۔ میں نے چونک کر اِدھر اُدھر دیکھا مگر وہاں چند فٹ سے آگے کچھ نظر آنا محال تھا۔ میں نے زاہر سے استفسار کیا "تمھیں کچھ جلنے کی بُو آ رہی ہے؟"

"میں بھی یہی دیکھنے کی کوشش کر رہا تھا جناب! کوئی چیز جل رہی ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا جل رہا ہے۔"

زاہر کی بات مکمل ہونے سے قبل ہی میں نے دُھواں محسوس کیا اور اُچھل کر کھڑا ہو گیا۔ "اُٹھو زاہر!" میں نے ہراساں ہو کر کہا۔ "جس طرح بھی ہو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرو۔ اُن لوگوں نے جنگل کو آگ لگا دی ہے۔"

زاہر نے اُٹھنے اور پھر وہاں سے نکلنے کی کوششیں شروع کرنے میں بڑی پھرتی کا مظاہرہ کیا۔ اُسے بھی خوب اندازہ تھا کہ یہ آگ کتنی تیزی سے پھیلے گی۔ جنگل کی آگ تو ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔

ہم دونوں ہر ممکن تیزی سے آگے بڑھنے کی کوششوں میں لگے ہوئے تھے مگر یہ آسان کام نہیں تھا۔ ہمارے پیر جھاڑیوں میں اُلجھ رہے تھے، سروں اور چہروں سے درختوں کی شاخیں ٹکرا رہی تھیں اور ہمیں ہر قدم آگے بڑھانے کے لیے اتنی شدید جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی کہ ہمیں یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے ہم آگے بڑھ ہی نہ پا رہے ہوں۔

میں نے ہر احتیاط بالائے طاق رکھ دی تھی اور جس طرح بھی ممکن ہو رہا تھا آگے بڑھنے کا راستہ بنا رہا تھا۔ عقب سے خوفناک آگ ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔ آگ جو اپنی زد میں آنے ہوئے ہر شخص کو بلا امتیاز جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔ معلوم نہیں اُن لوگوں نے جان بوجھ کر جنگل کو آگ لگائی تھی یا یہ اُن کی چلائی ہوئی گولیوں کا شاخسانہ تھا۔ بات کچھ بھی رہی ہو، ہماری تو جان کے لالے پڑ گئے تھے۔

ہم اسی طرح ٹکراتے، گرتے پڑتے آگے بڑھ رہے تھے کہ ایک اور مصیبت نازل ہو گئی۔ اندھیرے کے باعث میں ایک ایسی شاخ سے ٹکرا گیا تھا جس پر شہد کی مکھیوں کا چھتا لگا ہوا تھا۔ اپنا سکون برباد کیے جانے پر سیکڑوں شہد کی مکھیاں بیک وقت اڑیں۔ اُن سب کے بھنبھنانے کی آواز مل کر ایک زناٹا سا پیدا کر رہی تھی۔ وہ زناٹا مجھے دُنیا کی سب سے زیادہ خوفناک آواز محسوس ہوا۔ لمحے بھر کو تو میں یہ بھی بھول گیا کہ ہم ایک ایسے جنگل میں پھنسے ہوئے ہیں جس میں آگ لگ چکی ہے اور ہمیں اس آگ سے بچنے کے لیے زیادہ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہے۔

خود فراموشی کی یہ کیفیت مجھ پر ایک لمحے سے زیادہ قائم نہ رہ سکی۔ میں فوراً ہی حواس میں واپس آ گیا۔ ان بھڑکی ہوئی مکھیوں سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں تھی لہٰذا آگے بڑھتے رہنا ہی صحیح قدم تھا۔

کہنا اور سُننے کی حد تک تو یہ بات بہت آسان ہے لیکن جس صورت حال کا ہمیں سامنا تھا اس میں اور خاص طور پر اس صورت میں کہ مکھیاں ہم پر حملہ آور بھی ہو گئی تھیں، آگے بڑھنا عملاً ناممکن ہو کر رہ گیا تھا۔ مکھیاں ہمارے جسموں کے کھلے ہوئے حصّوں سے چمٹ گئی تھیں لیکن مجھے معلوم تھا کہ اس آفت سے بچنے کے لیے بھی آگے بڑھتے رہنا لازمی ہے۔

زاہر کی حالت بہت بُری تھی۔ میں تو خیر کسی نہ کسی طرح برداشت کر رہا تھا لیکن اُس کے حلق سے کراہیں خارج ہو رہی تھیں۔ مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کسی نے میرے مُنہ اور ہاتھوں میں آگ لگا دی ہو۔ ظاہر ہے کہ زاہر پر بھی یہی گزر رہی ہو گی۔ ستم یہ تھا کہ وہ چیخنے کے لیے مُنہ بھی نہیں کھول سکتا تھا۔ مکھیاں مُنہ میں گھسنے سے بھی دریغ نہیں کرتیں۔

انتہائی صبر و تحمل کا مظاہرہ کرنے کے باوجود میں زیادہ دور نہ جا سکا اور زمین پر گر پڑا۔ زاہر بھی میرے ساتھ ہی گرا تھا اور بُری طرح لوٹیں لگا رہا تھا۔ مکھیوں کی صورت میں ہم پر قیامت ٹوٹ پڑی تھی۔ مکھیوں کے ڈنک مارنے سے پیدا ہونے والی جلن کو الفاظ میں بیان کرنا کارے دارد ہے۔ ہر اُس مقام سے جہاں مکھی نے ڈنک مارا تھا جلن کی ایک لہر اُٹھتی تھی اور کرنٹ کی طرح پورے جسم میں دوڑ جاتی تھی۔ گویا بیک وقت ہمیں سیکڑوں ٹیسوں کے خلاف اپنی قوتِ برداشت کا مظاہرہ کرنا پڑ رہا تھا اور مکھیاں ہنوز ہمارا پیچھا چھوڑنے کو تیار نہیں تھیں۔

پھر وہ آگ جو چند لمحے قبل تک ہمیں اپنی سب سے زیادہ خوفناک دُشمن دکھائی دے رہی تھی، ہماری نجات دہندہ ثابت ہوئی۔ ہم پر اس کی تپش اور دُھواں بیک وقت حملہ آور ہوئے تھے۔ اس تپش اور دُھویں کے باعث مکھیاں ہمیں چھوڑ کر فرار ہو گئیں۔ ہم سے انتقام لینے کے مقابلے میں انھیں اپنی جانیں بچانے کی زیادہ فکر تھی۔ ہر ذی روح کو ہوتی ہے۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ ہمارے جسموں میں زہر پھیل رہا ہے۔ شدید تکلیف تو بہرحال تھی ہی لیکن اس وقت اگر ہم اپنی تکلیفوں کی فکر کرتے تو مستقل روسٹ ہو جاتے۔ آگ اپنی تمام تر دہشت ناکیوں سمیت ہماری طرف بڑھ رہی تھی۔

"اُٹھو زاہر!" میں نے زاہر کو جھنجھوڑتے ہوئے کہا۔ "بھاگو، ورنہ ہم آگ کی لپیٹ میں آ جائیں گے!"

زاہر کے حلق سے کراہیں اور سسکیاں نکل رہی تھیں لیکن اُسے اتنا ہوش تھا کہ اپنی جان بچانے کی فکر کرتا۔ وہ جیسے تیسے اُٹھ کھڑا ہوا اور ہم نے پھر وحشیانہ انداز میں آگے بڑھنا شروع کر دیا۔ ہمارا سب سے بڑا ہتھیار وقت تھا۔ پھر تیز رفتاری کا مظاہرہ کر کے ہی ہم اپنی جانیں بچا سکتے تھے۔ ہمیں آگ سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا تھا اور ولسو باؤنڈ کے اُن کرائے کے آدمیوں کو مات دینی تھی جو شکاری کُتوں کی طرح ہماری بُو سونگھتے پھر رہے تھے۔ کچھ عجب نہیں تھا کہ اُنھوں نے ہماری تلاش میں سرگرداں پارٹیوں اور ہیلی کاپٹر کو ہماری یہاں موجودگی سے باخبر کر دیا ہو۔ اب وہ ہمارے گرد کوئی جال بُن سکتے تھے۔ ایک ایسا جال جس سے نکلنا ہمارے لیے محال ثابت ہوتا۔ اُنھیں ہمارے گرد گھیرا ڈالنے کے لیے وقت درکار تھا اور ہمیں اس جنگل سے نکلنے کے لیے وقت درکار تھا جو ہمارے لیے پناہ گاہ کے بجائے جہنم کا دہانہ بن کر رہ گیا تھا۔ مقابلہ تو وقت کا تھا۔ جو فریق بھی کم وقت میں زیادہ کام کر لیتا وہی اس معرکے سے سُرخرو ہو کر نکل سکتا تھا۔

ہم پر جنون طاری تھا اور ہم ایک وحشت کے عالم میں جھاڑیوں کو روندتے .... اُن کے درمیان جگہ بناتے ہوئے آگے بڑھتے چلے جا رہے تھے۔ وہ جنون اور وحشت کا عالم کوئی غیر فطری چیز نہیں تھا۔ جان کے لالے پڑے ہوئے ہوں تو آدمی بڑے بڑے ناممکن کام کر گزرتا ہے۔ جان جو ہر شخص کی سب سے زیادہ عزیز شے ہوتی ہے۔

ہمارے عقب میں شعلوں کی خوفناک زبانیں لپک رہی تھیں۔ ہمارے کانوں میں لکڑیاں چٹخنے کی روح فرسا آوازیں آ رہی تھیں لیکن وہ آوازیں ہماری حواس باختگی کو ہوا دے کر ہمارے لیے بچت کا سامان فراہم کر رہی تھیں۔ آگے بڑھنے اور تیز رفتاری سے اس عمل کو جاری رکھنے کے لیے ہمیں وحشت ہی تو درکار تھی جو ان آوازوں کو سُن سُن کر سوا ہوتی جا رہی تھی اور اسی مناسبت سے دم بدم ہمارے آگے بڑھنے کی رفتار میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

نفسیاتی انگلش سیکھنے والی ہدایتیں

HOW TO WRITE A LETTER

خطوط نویسی کے لیے قیمت: ۱۰/- روپے

HOW TO WRITE AN ESSAY

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

10 DAYS TO TRANSLATION

اُردو سے انگلش میں ترجمہ کرنے کے لیے قیمت: ۱۵ روپے

○ اندرونِ ملک ڈاک خرچ ایک یا ایک سے زائد کتابوں کا ۱۲/- روپے ہوگا پورا سیٹ منگانے پر ڈاک خرچ معاف (صرف اندرونِ ملک کے لیے) ○ کتابوں کی قیمت اور ڈاک خرچ بذریعہ منی آرڈر ارسال کریں۔ منی آرڈر کوپن پر اپنا نام و پتا اور کتابوں کا نام ضرور لکھیں ○ کسی قسم کی نقد رقم خطوں میں ڈال کر ہرگز نہ بھیجیں۔ منی آرڈر ارسال کرنے کا پتا: مکتبہ نفسیات، پوسٹ بکس ۹۴۴ مینسفیلڈ اسٹریٹ، کراچی ۱
○ بیرونِ ملک پورے سیٹ کی قیمتیں مع ڈاک خرچ: مشرقِ وسطیٰ - ۱۵۰ پاکستانی روپے، یورپ اور مشرقِ بعید ۲۰۰/- پاکستانی روپے، آسٹریلیا، امریکا، افریقہ ۳۵۰ پاکستانی روپے ○ بیرونِ ملک کتابیں منگانے کے لیے رقم بذریعہ ڈرافٹ روانہ کریں۔ ڈرافٹ پر نام اس طرح لکھوائیں۔

MAKTABA NAFSIAT A/C 688 H. B. L
MANSFIELD STR. BR. KARACHI

Sales Office: ذاتی طور پر حاصل کرنے کے لیے:
MAKTABA NAFSIAT 404 HUSSAIN
CENTRE, SHAHRAHE IRAQ SADDAR
KARACHI - PHONE: 526689

مکتبہ نفسیات پوسٹ بکس ۹۴۴ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یہ اندازہ کرنا دشوار ہے کہ اس وحشت کے عالم میں ہم نے کتنی دیر اپنا سفر جاری رکھا لیکن پھر ایک ایسی آواز آئی جو تھوڑی دیر کے لیے ہمیں اپنے حواسوں میں واپس لے آئی۔ ہیلی کاپٹر کی گھن گرج کے سامنے ہر آواز ماند پڑ گئی تھی۔

میں نے ہڑبڑا کر اوپر کی طرف دیکھا۔ مہیب پرندہ ہمارے سروں پر تھا۔ پائلٹ ہمیں دیکھ چکا تھا۔ اس کڑے وقت میں وہ اضافی مصیبت ہمارے لیے اعصاب شکن تھی۔ ابھی ہم جنگل کے کنارے تک بھی نہیں پہنچ پائے تھے کہ ہمیں دیکھ لیا گیا۔ اب اگر ہم صحیح سلامت باہر نکل جاتے تب بھی کوئی فائدہ نہ ہوتا۔ ہیلی کاپٹر ہرگز پیچھا نہ چھوڑتا۔

لیکن نہیں۔۔۔ صحیح سلامت باہر نکلنے میں یہ فائدہ تو بہرحال تھا کہ ہم زندہ جلنے سے بچ جاتے۔ زندہ جل جانے کا تو تصور بھی لرزہ خیز ہوتا ہے گو یہ کہ آدمی کو اپنی لرزہ خیز موت اپنے سر پر مسلط نظر آ رہی ہو۔ چنانچہ ہم نے ہیلی کاپٹر کو نظر انداز کر دیا۔

اب ہیلی کاپٹر ہمارے سروں پر پرواز کر رہا تھا۔ اس کے پنکھوں سے خارج ہونے والی طوفانی ہوا کے باعث شدید قسم کا۔۔۔ زلزلہ سا آ گیا تھا۔ اس زلزلے کے باعث بعض اوقات ہمیں آسانی ہوتی اور بعض اوقات آگے بڑھنا دشوار تر ہو جاتا۔ آسانی اس صورت میں ہوتی تھی جب ہوا سے کسی درخت کے سرنگوں ہونے کی وجہ سے ہمیں راستہ مل جاتا تھا اور زحمت اس وقت ہوتی تھی جب اسی عمل سے کوئی درخت ہماری راہ میں زیادہ شدت سے مزاحم ہو جاتا تھا۔ ہم پہلے جیسی لگن سے جھاڑیوں کو روندتے کچلتے اور ان کے درمیان راستہ بناتے آگے بڑھتے رہے۔

جنگل کے کنارے پر پہنچے تو ہمیں عقب سے واضح طور پر آگ کی تپش محسوس ہونے لگی تھی۔ بس چند لمحوں کا کھیل باقی رہ گیا تھا۔ ہم نے بہت معمولی سے فرق سے موت کو شکست دی تھی۔ اس بات میں کوئی شبہ نہیں تھا کہ ہم نے بے پناہ جدوجہد کی تھی لیکن اگر قدرت کی مدد شامل حال نہ رہی ہوتی تو ہم اتنا بڑا معرکہ سر نہیں کر سکتے تھے۔

جنگل سے باہر نکلنے کے بعد بھی ہم سکون کا سانس نہیں لے سکے۔ وجہ ظاہر ہے کہ ہیلی کاپٹر تھا جو ہمارے سروں پر چنگھاڑ رہا تھا۔ ہیلی کاپٹر سے جنگل۔۔۔۔ پر کوئی آتش گیر مادہ پھینکا گیا تھا جس کی وجہ سے آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔ اب وہ ہمیں جان سے مار دینے کے درپے ہو گئے تھے۔

کچھ دیر ہیلی کاپٹر ہمارے اردگرد قدرے بلندی پر منڈلاتا رہا پھر پائلٹ اسے پیچھے لے آیا۔ پائلٹ کے برابر والی نشست پر ایک اور شخص بھی بیٹھا نظر آ رہا تھا۔ مجھے اپنی آنکھیں کھولے رکھنے میں دقت محسوس ہو رہی تھی اس لیے کہ مکھیوں کے کاٹنے سے میرے ہاتھ اور چہرے پر ورم آ گیا تھا۔ زاہر کا حال بھی یہی تھا۔ اسے زاہر کی حیثیت سے شناخت کرنا ناممکن ہو گیا تھا۔

میں نے ہیلی کاپٹر کی طرف سے توجہ ہٹا کر اردگرد کا جائزہ لیا۔ ہم ایک پگڈنڈی پر کھڑے تھے جس سے پیچھے آگے ایک دس فٹ چوڑی نہر گزر رہی تھی۔ مقامی باشندوں نے یہ نہر دریا سے نکالی ہو گی اور اس سے وہ اپنے کھیتوں کو سیراب کرتے ہوں گے۔ نہر کے دوسری طرف ایک فصل لہلہاتی نظر آ رہی تھی جس کے اختتام پر پھر جھاڑ جھنکاڑ تھے۔

"میں مارے تکلیف کے مرا جا رہا ہوں جناب۔" دفعتاً میں نے زاہر کی آواز سنی۔ وہ زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ اس کی آواز میں بلا کا کرب تھا۔

"حوصلہ رکھو زاہر۔" میں نے اس کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔ اس سے زیادہ یا اس کے علاوہ میں اور کیا کہہ سکتا تھا۔

"میرے جسم میں آگ لگی ہوئی ہے۔ ہائے۔" زاہر بلبلایا۔

"یہ آگ کیسے ٹھنڈی ہو گی۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ میں اسے کیا بتاتا اور کیسے بتاتا کہ آگ تو میرے جسم میں بھی بھری ہوئی ہے۔ مکھیوں کے ڈنک لگنے سے جو تکلیف پیدا ہوئی تھی وہ رفتہ رفتہ ہی ختم ہو سکتی تھی۔ ہمارے پاس کوئی دوا بھی نہیں تھی۔ اگر کوئی مرہم ہوتا تو ہم اپنے زخموں پر لگا لیتے لیکن وقت سب سے بڑا مرہم ہے۔ ہر زخم کا مداوا بن جاتا ہے۔

وقت کا مرہم کسے میسر نہیں ہوتا۔ ہر ایک کے پاس اس کی فراوانی ہوتی ہے لیکن نہیں۔ ہمارے پاس تو یہ مرہم بھی نہیں تھا۔ بے سروسامانی، افراتفری اور بھاگ دوڑ کا پانچواں دن چل رہا تھا۔ یوں محسوس ہونے لگا تھا جیسے ہم اس دنیا میں بھاگ دوڑ کرنے ہی آئے تھے اور اسی عالم میں دنیا سے رخصت بھی ہو جائیں گے۔ یہ پانچ روز مجھے اپنی پوری زندگی پر محیط محسوس ہونے لگے تھے۔ برائے نام غذا، ضرورت سے بہت کم پانی اور پھر دن رات کی مشقت نے ہمیں بری طرح توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ پہاڑی علاقے کا ایک میل کا سفر شہر کے دس میل بلکہ میرے خیال کے مطابق بیس میل کے سفر کے برابر ہوتا ہے۔

اپنی شب و روز کی متواتر مشقت کے باوجود میں خود کو نقطہ آغاز پر محسوس کر رہا تھا بلکہ اب صورت حال زیادہ خراب ہو گئی تھی۔ گویا ہماری جدوجہد کا کوئی مثبت نتیجہ برآمد ہونے کے بجائے منفی نتیجہ نکلا تھا۔ ہم معکوس سفر کر رہے تھے۔

میں نے نگاہ اٹھا کر ہیلی کاپٹر کو دیکھا جو ایک چکر لگا کر دوبارہ ہمارے نزدیک آ رہا تھا۔ اس کی بلندی کم سے کم ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے اس کے عزائم خطرناک محسوس ہوئے۔ بلندی اس قدر کم کرنے کا کوئی جواز نہیں تھا۔ پائلٹ اور اس کا ساتھی مجھے بالکل صاف نظر آنے لگے تھے۔

پھر یہ عقدہ بھی حل ہو گیا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے پائلٹ کے ساتھی نے بندوق نکال کر فائر کر دیا۔ گولی زاہر کے قریب زمین میں پیوست ہوئی تھی اور زاہر اچھل کر بیٹھ گیا تھا لیکن میری توجہ کا مرکز زاہر نہیں، ہیلی کاپٹر تھا۔

"بھاگیے جناب۔" زاہر نے دوڑنے کی کوشش میں لڑکھڑاتے ہوئے کہا۔ "ورنہ وہ ہمیں مار دیں گے۔"

غصے کی ایک شدید لہر نے میرے پورے وجود کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ ہیلی کاپٹر سے کی جانے والی جسارت میرے نزدیک ناقابل معافی تھی۔ اس جسارت کا جواب دیا جانا ضروری تھا ورنہ ان کے حوصلے بڑھ جاتے۔ زاہر کی بات کا جواب دیے بغیر میں نے اپنے کاندھے سے لٹکی بندوق اتار لی۔

"آپ کہاں رہ گئے جناب! جلدی کیجیے۔" زاہر نے پلٹ کر کہا۔ شاید اس کے اوسان اس قدر خطا ہو گئے تھے کہ وہ مجھے دیکھنے کے باوجود میرے عزائم کا اندازہ نہیں کر پا رہا تھا۔

"سب سے پہلے اس مردود کو سبق دینا ضروری ہے۔" میں نے دانت بھینچ کر کہا مگر آواز اتنی بلند نہیں تھی کہ زاہر اسے سن سکتا۔

پائلٹ کا ساتھی دوبارہ زاہر کا نشانہ لے رہا تھا۔ اس کی توجہ میری طرف نہیں تھی اس لیے میں آسانی سے اسے نشانہ بنا سکتا تھا لیکن میں نے پائلٹ کو نظر انداز کر دیا تھا۔ وہ انتہائی چالاک اور عیار قسم کا انسان تھا۔ اس نے یقیناً مجھے کاندھے سے بندوق اتارتے دیکھ لیا تھا اسی لیے وہ بڑی تیزی سے ہیلی کاپٹر کو اوپر اٹھا لے گیا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔ میرے دل میں فائر کرنے کی حسرت ہی رہ گئی تھی۔

بلندی کے ساتھ ساتھ پائلٹ ہیلی کاپٹر کو ہم سے دور بھی لے جا رہا تھا۔ زاہر نے یہ چیز محسوس کر لی تھی اسی لیے اس کے اوسان کسی قدر بحال ہو گئے تھے۔ پھر اس نے میری طرف دیکھا اور حیرت سے پلکیں جھپکائیں۔

"آپ اس پر فائر کرنے جا رہے تھے جناب! ہمارے حق میں یہ خطرناک بھی ثابت ہو سکتا تھا۔"

"اس سے زیادہ خطرناک بات یہ ہوتی کہ ہم خود کو ان کے لیے کھلا ہدف بنا دیتے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ میری نظریں ہیلی کاپٹر پر مرکوز تھیں جو اب فائرنگ کی رینج سے باہر تھا۔

جب زاہر نے یہ دیکھا کہ ہیلی کاپٹر دور چلا گیا ہے تو وہ دوبارہ زمین پر بیٹھ گیا۔ "کچھ دیر آرام کر لیں جناب۔" اس نے کہا۔ اس کے لہجے میں فریاد تھی۔

"ہرگز نہیں۔" میں نے سختی سے جواب دیا۔ "نہر عبور کر کے ہمیں سامنے والے کھیت میں داخل ہونا ہے۔"

میرے لہجے کی سختی محسوس کر کے زاہر اٹھ کھڑا ہوا اور ہم اس نہر میں اتر گئے جسے نہر کے بجائے نالا کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔ پانی زیادہ گہرا نہیں تھا اور بے حد ٹھنڈا تھا۔ آگ کے طوفان سے گزر کر آنے کے بعد وہ ٹھنڈک ہمیں نعمت ہی معلوم ہو رہی تھی۔ پانی نے جہاں ہمیں تازگی کا احساس دیا وہیں ہمارے لیے کچھ مسائل بھی پیدا کر دیے۔ ہماری انگلیوں کے بیشتر ناخن ٹوٹ گئے تھے جن سے رسنے والے خون پر کھرنڈ کے ساتھ ساتھ گرد کی تہ بھی جم گئی تھی۔ یہ کھرنڈ اور جمی ہوئی گرد ہمیں کسی قدر تحفظ فراہم کیے ہوئے تھی ورنہ ہم اپنے ہاتھوں کو اتنی آزادی سے استعمال نہ کر پاتے۔ لیکن پانی نے جمی ہوئی گرد اور کھرنڈ دونوں کو دھو ڈالا۔ اب ہمارے ٹوٹے ہوئے ناخنوں سے دوبارہ خون رسنے لگا تھا۔

نہر سے نکلنے کے بعد ہمارے لیے چلنا اور بھی دشوار ہو گیا۔ جوتے اور کپڑے تو گیلے ہو کر وزنی ہو ہی گئے تھے مگر سوٹ کیس کا اضافی بوجھ میرے لیے مزید پریشانی کا باعث بن گیا تھا۔ ہمارے لیے تو پہلے ہی چلنا دوبھر ہو رہا تھا کہ اب اس اضافی وزن کے ساتھ سفر جاری رکھنا مزید مشکل کا باعث ہو گیا تھا۔

ہم جیسے تیسے گھسٹتے ہوئے سامنے والے کھیت کی طرف بڑھنے لگے۔ ہیلی کاپٹر ہمارے عقب میں چلا گیا تھا۔ اس کی آواز سے اندازہ ہوتا تھا کہ ابھی وہ ہم سے کافی دور ہے۔ سامنے والا کھیت ہم سے زیادہ دور نہیں تھا اور اس کے گرد چوبی باڑھ موجود تھی۔ ہم ہیلی کاپٹر کی جانب سے کسی حملے کا شکار ہوئے بغیر چوبی باڑھ عبور کر کے کھیت میں داخل ہو گئے جس میں فصل لہلہا رہی تھی۔

کھیت میں داخل ہونے سے قبل میں رک کر پلٹا۔ مقصد ہیلی کاپٹر پر نگاہ ڈالنا تھا۔ درمیانی فاصلے کے باوجود کاک پٹ میں بیٹھا ہوا پائلٹ اور اس کا ساتھی صاف نظر آ رہا تھا۔ پائلٹ کا ساتھی ماؤتھ پیس منہ سے لگائے کچھ بول رہا تھا۔ وہ یقیناً ہمارے بارے میں رپورٹ دے رہا ہو گا اور مزید ہدایات طلب کر رہا ہو گا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

میں نے بے پروائی سے کاندھے جھٹکے اور کھیت میں داخل ہوگیا۔ زاہر پہلے ہی کھیت میں جا چکا تھا اور اُس نے کسی حد تک خود کو سنبھال لیا تھا۔ کھیتوں کے کاٹنے کی سوجن موجود تھی مگر اب تکلیف میں خاصی کمی واقع ہوگئی تھی۔

"اس کھیت کو عبور کرنا اتنا مشکل نہیں ہوگا جناب۔" زاہر نے کہا۔

"ہاں، یہ فصل نہ تو زیادہ اونچی ہے اور نہ ہی اتنی گھنی ہے کہ اس کے درمیان سے گزرنا زیادہ تکلیف کا باعث ہو۔"

دفعتاً میں نے ہیلی کاپٹر کے نزدیک آنے کی آواز سُنی۔ میں رُک کر پلٹا۔ ہیلی کاپٹر بہت نیچی پرواز کرتا ہوا اور بہت تیز رفتاری سے ہماری سمت آرہا تھا۔ "سنبھلو زاہر!" میں نے چیخ کر کہا اور خود کو فصل میں گرا دیا۔ ہیلی کاپٹر ہم سے کچھ فاصلے سے گزرا تھا اور میں نے اپنے عقب میں اُسے کوئی چمکیلی چیز گراتے ہوئے دیکھا تھا۔ کچھ دور جاکر ہیلی کاپٹر پھر فضا میں بلند ہوگیا۔

میں اُٹھ کھڑا ہوا۔ پیدل لوگوں کی تو خیر کوئی بات نہیں تھی لیکن یہ ہیلی کاپٹر ہمارے لیے وبالِ جان بن گیا تھا۔ وہ پھر پلٹ کر ہماری طرف آرہا تھا۔ زاہر نے اُسے واپس آتے دیکھا تو خوفزدہ لہجے میں بولا "یہ ہماری جان لیے بغیر نہیں ٹلے گا۔"

"ہوں۔" میں غرّایا اور میں نے بندوق سیدھی کرلی۔ پچھلی بار کی طرح اس بار میں نے فائر کرنے میں تاخیر نہیں کی۔ متوّرم ہاتھوں سے نشانہ لینا آسان نہیں تھا تاہم میں نے کوشش کی تھی کہ نشانہ خطا نہ ہونے پائے مگر میری چلائی ہوئی تینوں گولیاں اُسے کوئی نقصان نہ پہنچا سکیں۔ اگر اُسے کوئی نقصان پہنچا ہوتا تو وہ اتنی آسانی سے بلند نہ ہو پاتا۔ پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو بلند کرلیا تھا لیکن یہ بات یقینی تھی کہ میری چلائی ہوئی گولیوں میں سے کم از کم ایک گولی ضرور ہیلی کاپٹر کے اوپر گھومتے ہوئے پنکھے سے ٹکرائی تھی۔

پائلٹ نے ہیلی کاپٹر کو اوپر اُٹھا لیا تھا لیکن وہ ایک حرکت کرگزرا تھا۔ جس طرح ہمارے عقب میں اُس نے کوئی چمکیلی چیز گرائی تھی اسی طرح اب ہمارے سامنے دو چمکیلی چیزیں گرادی تھیں۔

"یہ ہیلی کاپٹر سے کیا چیز پھینکی گئی ہے؟" زاہر نے مضطربانہ لہجے میں کہا۔

"جہاں تک میں اندازہ کر پایا ہوں یہ کسی قسم کے بم ہیں۔"

"اگر یہ بم ہیں تو پھٹے کیوں نہیں.... ہمیں کوئی دھماکا کیوں نہیں سُنائی دیا؟"

"اوہ!" میں نے اضطراری انداز میں کہا۔ "بھاگو زاہر! یہ فاسفورس کے بم معلوم ہوتے ہیں۔" میں نے اُس مقام سے جہاں بم پھینکے گئے تھے سفید رنگ کا گاڑھا دھواں اُٹھتے دیکھ لیا تھا۔ عقب میں ہم سے کافی فاصلے پر جنگل.... میں آگ لگی ہوئی تھی جس سے اُٹھنے والا سیاہ دھواں فضا پر چھایا ہوا تھا۔

میں اور زاہر دوڑتے ہوئے اُس کھیت سے نکل آئے اور دائیں جانب والے دوسرے کھیت میں گھس گئے۔ اس کھیت میں دوڑنا بہت آسان ثابت ہو رہا تھا۔ اگر مجھے پہلے سے علم ہوتا تو ہم نے پہلے ہی اس کھیت کا رُخ کیا ہوتا۔ ہیلی کاپٹر اب مستقلاً ہماری نگاہ میں تھا۔ میں نے ایک بار پھر اُسے پلٹتے دیکھا۔

اس بار ہیلی کاپٹر سامنے سے ہماری طرف آرہا تھا۔ میں دوڑتے دوڑتے اچانک رُک گیا۔ پائلٹ کا ساتھی کیبن سے باہر جھکا ہوا تھا اور اُس کے ہاتھ میں ایک عجیب قسم کا ہتھیار نظر آرہا تھا۔ میں نے بھی اپنی بندوق سنبھال لی لیکن قبل اس کے کہ میں فائر کرسکتا اُس نے فائر کردیا۔ میں حیرت کے عالم میں منجمد سا ہوکر رہ گیا تھا۔ اس ہتھیار سے گولی کے بجائے ایک سفید رنگ کا گولا برآمد ہوا تھا جو ہم سے کافی آگے کھیت میں گرتے گرتے چمکدار سُرخ رنگ اختیار کرچکا تھا۔

"یہ تو اس کھیت کو بھی آگ لگا رہے ہیں جناب۔" زاہر بوکھلائے ہوئے انداز میں چیخا۔

"واپس چلو زاہر!" میں تیزی سے بولا۔ "اس کھیت سے بھی باہر نکل چلو!"

ہم اُس کھیت سے باہر نکل آئے۔ سامنے والے کھیت میں فاسفورس سُلگنے کی سنسناہٹ سُنائی دے رہی تھی۔ جس کھیت سے ہم ابھی ابھی نکلے تھے اُس میں آگ لگ چکی تھی اور جنگل تو اب مکمل طور پر آگ کی زد میں تھا۔ شاید اُن لوگوں نے ہمیں زندہ جلا دینے کا تہیّہ کرلیا تھا۔

اگر اُنھوں نے واقعی ہمیں زندہ جلا دینے کا ارادہ کرلیا تھا تب بھی مجھے کوئی حیرت نہیں تھی۔ اُن کی کمان اولیو ہاورڈ کے ہاتھ میں تھی جس کی ہدایت کے بغیر وہ کوئی قدم نہیں اُٹھا سکتے تھے۔ اور میں اُس کی سفّاکانہ فطرت سے بہت اچھی طرح واقف تھا۔ ابتدا میں تو اُس نے ہمیں زندہ گرفتار کرنے کا حکم دیا ہوگا لیکن جب اُس نے دیکھا ہوگا کہ سیکڑوں غنڈوں کو استعمال کرنے کے باوجود ہم قابو میں نہیں آرہے ہیں تو اُس نے جل کر یہ حکم جاری کردیا ہوگا کہ ہمیں زندہ یا مُردہ جس حالت میں بھی ممکن ہو اُس کے حضور پیش کیا جائے۔

کھیت سے باہر نکل کر ہم نے اِدھر اُدھر دیکھا اور مجھے پگڈنڈی کے موڑ سے وہی تین مسلّح افراد مڑتے نظر آئے جنھیں ہم جنگل.... کے دوسری طرف چھوڑ آئے تھے۔ وہ ہمیں تلاش کرتے ہوئے یہاں تک آگئے تھے۔ اُنھوں نے بھی ہمیں دیکھ لیا تھا۔ میں نے بڑی پھرتی سے تین فائر کیے اور اُن میں

سے دو ڈھلک گئے۔ تیسرا کوئی آڑ لینے کے لیے بھاگ کھڑا ہوا تھا۔

"آؤ زاہر!" میں نے کہا۔ "اب اس پگڈنڈی کے سوا ہمارے پاس کوئی راستہ نہیں بچا۔"

ہم نے پگڈنڈی پر دوڑنا شروع کردیا۔ ہمارے دونوں طرف جلتے ہوئے کھیت تھے اور راستہ بالکل صاف تھا لہٰذا ہم بہت تیز رفتاری کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ ذرا ہی دیر میں ہم کھیتوں کے جلتے ہوئے حصّوں سے کافی آگے نکل آئے۔ اب ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا۔

مگر نہیں... ہیلی کاپٹر تو بدستور موجود تھا۔ جب تک اُس کا صفایا نہ ہوجاتا ہم خود کو محفوظ نہیں قرار دے سکتے تھے۔ البتہ اب ہیلی کاپٹر ہم سے بہت دور چلا گیا تھا اور بہت فاصلے سے ہمارے گرد چکّر لگا رہا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وقتی طور پر اُس نے تخریبی سرگرمیاں ترک کرکے صرف ہم پر نگاہ رکھنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

"اب دائیں جانب والے کھیت میں گھس چلو زاہر! زیادہ دیر کھلے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔"

ہم پھر کھیت میں داخل ہوگئے۔ اس طرح ہماری رفتار میں کمی تو آئی مگر ہم کسی ناگہانی خطرے کی زد میں آنے سے محفوظ ہوگئے۔ ہمارے دائیں جانب کہیں دور سے فائروں کی آوازیں آرہی تھیں۔ میں یہ سمجھنے سے قاصر رہا کہ یہ بے مقصد فائرنگ کیوں کی جارہی ہے؟

ہیلی کاپٹر اب بھی ہم سے کافی فاصلے پر چکّر لگا رہا تھا۔ اگر وہ اتنے ہی فاصلے پر رہتا تو ہمیں اُس سے اس کے علاوہ اور کوئی خطرہ نہیں تھا کہ وہ ہمیں تلاش کرنے والوں کو ہماری پوزیشن سے آگاہ کرتا رہتا اور اس اسٹیج پر ہماری صحت پر اس سے کوئی خاص فرق نہیں پڑ رہا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد ہمارے دائیں جانب ہیلی کاپٹر سے آگ لگا دینے والا گولا فائر کیا گیا اور میں فوری طور پر اس کا مقصد سمجھ گیا۔ وہ ہمیں آگ کے دائرے میں پھنسا دینا چاہتے تھے۔ اس کے بعد دوسرا گولا پھینکا گیا تو میں نے اپنا رُخ ذرا سا بائیں جانب کرلیا۔ زاہر میری تقلید کر رہا تھا۔

اب ہم جس مقام پر پہنچ چکے تھے وہاں کھیت ختم ہوگئے تھے اور کھلیان شروع ہوگئے تھے۔ ہم کٹی ہوئی فصلوں کے درمیان دوڑ رہے تھے۔ پھر ہیلی کاپٹر ہمارے بائیں جانب آیا اور وہاں دو فائر کردیے۔ کھلیان میں فوراً ہی آگ لگ گئی۔

ہم نے پھر دائیں جانب کا رُخ کیا مگر میں سمجھ چکا تھا کہ اب یہ کھیل زیادہ دیر جاری نہ رہ سکے گا۔ وہ لوگ پوری وادی کو آگ لگا دینے پر تُل گئے تھے۔ میرا اندازہ درست ثابت ہوا۔ جس سمت ہم بھاگ رہے تھے ٹھیک اس سمت میں ہم سے کوئی تیس گز کے فاصلے پر فائر کرکے ہمارے راستے میں آگ لگادی گئی۔

اس بار میں نے اپنا رُخ تبدیل نہیں کیا اور عین اسی جگہ کی طرف دوڑتا رہا جہاں آگ لگی تھی۔ میں نے اپنی رفتار میں انتہائی حد تک اضافہ کردیا تھا۔ مجھے احساس تھا کہ زاہر لڑکھڑا رہا تھا اور اُس کا دم اُکھڑ رہا تھا لیکن جو کچھ میں کر رہا تھا وہ ہماری بچت کی واحد صورت تھی۔ ہم ایک بار آگ کے دائرے میں پھنس جاتے تو اس سے ہمارا نکلنا محال ہوجاتا۔

تیس گز کا فاصلہ طے کرتے کرتے آگ پوری طرح بھڑک چکی تھی۔ میں پوری طرح اس کی تپش محسوس کر رہا تھا مگر یہ عمل کرنے کا وقت تھا۔ سوچنے سمجھنے کا وقت مطلقاً نہیں تھا اور میں نے وہی کیا۔ کچھ سوچے سمجھے بغیر میں نے سر جھکایا اور آگ کی دیوار کو پار کرگیا اور جب میں نے محسوس کیا کہ اب شعلوں کی تپش محسوس نہیں ہو رہی تو میں یکلخت رُک گیا۔

زاہر بڑی بدحواسی کے عالم میں دوڑ رہا تھا اور میرے بالکل پیچھے تھا۔ میرے اچانک رُکنے پر وہ پوری قوت سے مجھ سے ٹکرایا اور ہم دونوں زمین پر ڈھیر ہوگئے۔ دونوں کی سانس بُری طرح اُکھڑی ہوئی تھی.... اور ہمیں اپنے زندہ بچ جانے کا یقین نہیں آرہا تھا۔

چند منٹ تک ہم زمین پر بے سُدھ پڑے اپنی سانسیں درست کرنے کی کوشش کرتے رہے پھر زاہر نے بولنے میں پہل کی۔

"اس... مصیبت سے کب... چھٹکارا ملے گا؟" اُس کی سانس اب تک قابو میں نہیں آئی تھی اور وہ اٹک اٹک کر بول رہا تھا۔

"بہت ممکن ہے زاہر کہ یہ ہماری زندگی کا آخری سفر ہو۔ اُن لوگوں کے عزائم بہت خطرناک ہیں۔"

"آگ پھر ہماری طرف بڑھ رہی ہے۔" زاہر نے کہا۔ اُس کے لہجے سے خوف ٹپک رہا تھا۔

"ہمّت کرو زاہر! ہم آخری سانس تک جدّوجہد جاری رکھیں گے۔ اُٹھو اور جلد از جلد یہاں سے زیادہ سے زیادہ دور نکلنے کی کوشش کرو۔"

زاہر اُٹھا اور لڑکھڑاتا ہوا میرے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔ زاہر کی حالت قابلِ رحم تھی۔ بلاشبہ اُس نے جتنی جدّوجہد کی تھی مجھے اُس سے اس حد تک توقع نہیں تھی بلکہ وہ اب بھی میرا ساتھ دے رہا تھا۔ لیکن میں اُس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا تھا اس لیے کہ میں خود اس وقت بے بس تھا۔

بے بس تو خیر میں کئی بار ہوا تھا۔ یہاں تک بھی ہو چکا تھا

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کہ میرے کمرے کو اولیو ہارڈ نے بم سے اڑا دیا تھا۔ ہر شخص کو میری موت کا یقین ہو گیا تھا لیکن میں موت کے منہ سے بچ نکلا تھا۔ اولیو ہارڈ کے چنگل میں میں کئی بار پھنس چکا تھا لیکن اس بار میں جتنی بُری طرح پھنسا تھا اس کا تو میں نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا۔ بے بسی سی بے بسی تھی... ہم اولیو ہارڈ کے آدمیوں کے ہاتھ نہیں لگ پا رہے تھے مگر اُن سے بچ کر نکل بھی نہیں پا رہے تھے اور چار روز کی جدوجہد کے بعد اس نوبت کو پہنچ گئے تھے کہ اُن کے ہاتھوں کھلونا بن کر رہ گئے تھے۔

"رفتار بڑھاؤ زاہر! ہم ذرا سی کوتاہی کے بھی متحمل نہیں ہو سکتے۔" میں نے زاہر سے کہا جس کی رفتار سست پڑنے لگی تھی۔

"کوشش تو کر رہا ہوں جناب۔" زاہر نے ہانپتے ہوئے کہا۔ اُس کا سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔

"موت ہمارے تعاقب میں ہے دوست۔" میں نے اُسے اُکسایا۔ "ذرا ہمت ہاری اور موت نے دبوچا۔"

میرے الفاظ زاہر پر اثر انداز ہوئے اور اُس نے نسبتاً تیز رفتاری سے دوڑنا شروع کر دیا۔ اُس وقت خود میرا اپنا عالم یہ تھا کہ پورا جسم کسی پھوڑے کی طرح دُکھ رہا تھا مگر میں دوڑتے رہنے پر مجبور تھا۔ نہ صرف خود مجبور تھا بلکہ زاہر کو بھی اپنے ساتھ رکھنے پر مجبور تھا۔

ہم کئی منٹ تک لگاتار دوڑتے رہے۔ حشر یہ ہو گیا کہ مجھے سانس لینے میں بھی دقت محسوس ہونے لگی۔ کوئی شخص آخر کتنی مشقت کر سکتا ہے۔ کہیں نہ کہیں تو ہر ایک کی قوتِ برداشت کی انتہا ہوتی ہے۔ فرق اگر ہوتا ہے تو قوتِ ارادی کا ہوتا ہے۔ میرے اندازے کے مطابق زاہر کی قوتِ برداشت بہت پہلے جواب دے چکی تھی۔ بس وہ اپنی قوتِ ارادی کے بل پر میرا ساتھ دیے جا رہا تھا۔

خود میری قوتیں بھی جواب دے چکی تھیں اور میں نے بھی قوتِ ارادی کا سہارا لے لیا تھا۔ قوتِ ارادی جو کسی شخص کی آخری پونجی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی یہ آخری پونجی بھی داؤ پر لگا دی تھی اور اب نتیجے کا انتظار تھا۔ معلوم نہیں نتیجہ برآمد ہونے میں کتنا وقت باقی رہ گیا تھا؟

بالآخر میں رُک گیا اور زاہر رُکنے کے بجائے ڈھے گیا۔ بس وہ دوڑتے دوڑتے گرا تھا اور ایک طرف لڑھک کر بے سُدھ ہو گیا تھا۔ میں بے اختیار اُس کی طرف جھپٹا اور جھک کر اُسے دیکھنے لگا۔ تشویش کی کوئی بات نہیں تھی۔ اُس کی آنکھیں ضرور بند تھیں مگر نبض چل رہی تھی۔

اُس کی طرف سے مطمئن ہو کر میں خود بھی اس کے نزدیک لیٹ گیا۔ ذرا سا وقت ملا تھا اُس میں آرام کرنا ضروری تھا ورنہ بعد میں اُن کے کسی نئے حربے کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا۔ ہیلی کاپٹر فضا میں بدستور پرواز کر رہا تھا اور ہم سے بہت دور تھا۔ پائلٹ اور اس کا ساتھی مل کر کوئی نیا منصوبہ تیار کر رہے ہوں گے یا پھر ممکن ہے اولیو ہارڈ سے مزید ہدایات لے رہے ہوں۔

ہیلی کاپٹر چونکہ بہت دور تھا اور ہماری تلاش میں پیدل آنے والے کتے بھی نہ صرف بہت دور تھے بلکہ اب تو جگہ جگہ آگ بھی بھڑک رہی تھی لہٰذا ان کا ہم تک پہنچنا آسان نہیں تھا اس لیے ہم دیر تک آرام کر سکتے تھے۔ میں ہیلی کاپٹر پر نظریں جمائے لیٹا رہا۔

جب بھی ذرا سا موقع ملتا تھا مجھے تہذیب کا خیال آجاتا تھا۔ تہذیب کے ساتھ ہی بڈ کا خیال آنا بھی لازمی تھا۔ میرے اور زاہر کے اچانک غائب ہو جانے پر دونوں ہی بے حد پریشان ہوئے ہوں گے۔ اُنھوں نے ہمیں تلاش بھی کیا ہوگا لیکن وہ ہمارا سُراغ کیسے لگا سکتے تھے۔ ہمیں تو خود اپنے بارے میں علم نہیں تھا کہ ہم کہاں ہیں۔ تہذیب اور بڈ کے بارے میں سوچ کر تسلی ہو جاتی تھی کہ وہ دونوں ہی اپنی حفاظت خود کر سکتے ہیں اور کسی طرح بھی میرے محتاج نہیں ہیں۔

میں نے ہیلی کاپٹر سے نظریں ہٹائیں اور اپنے ہاتھوں کو دیکھنے لگا جو ڈبل روٹی کی طرح پھول گئے تھے۔ یہ شہد کی مکھیوں کے کاٹنے کا اعجاز تھا۔ زاہر کے چہرے اور ہاتھوں کا بھی یہی حال ہو رہا تھا۔ میرا اندازہ تھا کہ چوبیس گھنٹے سے قبل یہ ورم نہیں اُتر سکتا ــــ اب چہرے اور ہاتھوں میں کوئی خاص تکلیف باقی نہیں رہ گئی تھی۔ شاید اس کی وجہ یہ رہی ہو کہ دیگر تکالیف اس سے کہیں بڑھ کر تھیں۔

آسمان دھوئیں سے کالا ہو رہا تھا اور ہمارے عقب میں وادی کا کافی حصہ آگ کی لپیٹ میں تھا۔ ہم نے کافی آرام کر لیا تھا اس لیے میں نے روانگی کا ارادہ کیا اور اُٹھ بیٹھا۔ زاہر ابھی بے سُدھ پڑا تھا مگر اب اس کے دل کی دھڑکنیں معمول پر آچکی تھیں۔ اُسی وقت میری نظر ہیلی کاپٹر پر پڑی جو ہم سے بہت دور اُس سمت میں تھا جس طرف ہم جا رہے تھے۔ ہیلی کاپٹر سے دوبارہ آگ لگا دینے والے بم پھینکے گئے اور ہمارے سامنے بھی آگ بھڑک اُٹھی۔ عقبی حصہ پہلے ہی جل رہا تھا۔ میں نے بوکھلا کر زاہر کو جھنجوڑ ڈالا۔ بوکھلانے کی وجہ درمیانی فاصلہ تھا جو اتنا زیادہ تھا کہ ہم چاہے جتنی بھی تیز رفتاری کا مظاہرہ کر لیتے وہاں تک پہنچتے پہنچتے آگ کی چادر اتنی دبیز ہو چکی ہوتی کہ اُسے عبور کرنے کی کوشش میں ہم جل کر بھسم ہو جاتے۔

میں نے کسی نہ کسی طرح زاہر کو کھینچ کھانچ کر اُٹھایا اور اُسے تازہ صورتِ حال بتائی۔ جان کے خوف نے اُس کی ساری

سستی کافور کر دی اور وہ برقی سُرعت سے اُٹھ بیٹھا لیکن سوال یہ تھا کہ ہم کس طرف جائیں۔ آگے اور پیچھے کے راستے تو بند ہو چکے تھے اور اب ہم دائیں یا بائیں میں سے کسی سمت جا سکتے تھے۔ زاہر پر مجھ سے بھی زیادہ بوکھلاہٹ مسلط تھی۔ اُس نے دائیں جانب بڑھنے کے لیے قدم اُٹھایا ہی تھا کہ میں نے اُسے بازو سے پکڑ لیا۔

"ٹھہر جاؤ زاہر۔" میں نے کہا۔ "اس طرف جانا خطرناک ثابت ہو سکتا ہے۔"

"جلدی فیصلہ کیجیے جناب۔" زاہر نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمیں دائیں یا بائیں سمت میں سے ایک کا انتخاب کرنا ہے۔"

"وہ ہمیں چاروں طرف سے گھیر رہے ہیں زاہر! پہلے یہ دیکھ لو کہ اب وہ کس سمت میں آگ لگائیں گے۔ جس سمت میں بھی اُنھوں نے آگ لگائی ہم اُس کی مخالف سمت کا رُخ کریں گے۔"

اسی اثنا میں سمت کا تعین ہو گیا تھا۔ ہیلی کاپٹر نے دائیں سمت کا رُخ کیا تھا اور دور بہت فاصلے پر کٹی ہوئی فصلوں کے ڈھیر کو آگ لگا دی تھی۔ ہمارے لیے سمت کا تعین ہو چکا تھا چنانچہ ہم نے چوتھی سمت یعنی اپنے بائیں جانب دوڑ لگا دی۔

وقت بہت کم تھا۔ ہمیں معلوم تھا کہ اب چونکہ وہ لوگ ہمارے راستے مسدود کر دینے پر تُل گئے ہیں اس لیے اب وہ اسی سمت آگ لگائیں گے جدھر ہم دوڑ رہے ہیں۔ ہمارے تین اطراف موت کے شعلے لپک رہے تھے۔ چوتھی سمت کے سوا جس طرف بھی نگاہ اُٹھتی تھی آگ ہی آگ تھی۔ میرے ذہن کے کسی گوشے میں یہ احساس موجود تھا کہ آگ کا رُخ دریا کی طرف ہے۔ ہم بھی دریا کی طرف ہی بڑھ رہے تھے لیکن ان بدبختوں نے سامنے آگ لگا کر ہمیں اپنا راستہ تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا تھا تاہم چونکہ آگ دریا کی طرف بڑھ رہی تھی اس لیے اُس سمت کی آگ ہماری طرف آنے کے بجائے ہم سے دور ہوتی جا رہی تھی۔ مجھے ان سب باتوں کا احساس تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس چیز کو اپنے حق میں کس طرح استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر ہم اُس طرف والی آگ کا تعاقب کرتے تو بلاشبہ ہم محفوظ طریقے سے دریا تک پہنچ سکتے تھے لیکن عقب سے جو آگ ہماری سمت پھیلتی چلی آ رہی تھی اُس کا کیا علاج تھا۔ ہم سامنے والی آگ سے بچ جاتے تو عقبی شعلوں کی زد میں آ کر بھسم ہو جاتے۔

اب تو ہماری اُمیدوں کا موہوم سا مرکز صرف وہ حصہ رہ گیا تھا جو ابھی تک محفوظ تھا۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ لوگ اُسے بھی نہیں چھوڑیں گے اور ایک منٹ سے بھی کم عرصے میں یہ خوفناک خدشہ کسی بھیانک عفریت کی طرح حقیقت کا روپ دھار کر ہمارے سامنے آ گیا۔ ہیلی کاپٹر ہم سے بہت اوپر پرواز کرتا ہوا اُس سمت بڑھا تھا اور پھر ہم نے اُسے چار فائر کرتے دیکھا۔ ہمارے سامنے چار مختلف مقامات پر آگ کے شعلے بھڑک اُٹھے تھے۔ پچھلی بار ہماری کارکردگی کو مدِنظر رکھتے ہوئے اُنھوں نے اس بار فاصلے کا خاص خیال رکھا تھا۔ لاکھ کوشش کرنے کے باوجود ہم آگ کے پوری طرح بھڑکنے سے قبل وہاں تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔

میں اچانک رُک کر زاہر کی طرف پلٹا جو مجھ سے خاصا پیچھے رہ گیا تھا۔ "پوری قوت سے دوڑو زاہر۔" میں نے چیخ کر کہا۔ "ہمیں آگ کی اس دیوار سے گزرنا ہے۔"

اب بھی ایک اُمید باقی تھی۔ فصلوں کے ڈھیر بتدریج آگ پکڑ رہے تھے۔ اگر ہم بہت زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہاں تک پہنچ جاتے تو امکان تھا کہ آگ کے شعلے بلند ضرور ہو چکے ہوں گے لیکن آگ کی چادر کی چوڑائی اتنی کم ہوگی کہ ہم کم سے کم نقصان کے عوض اُس میں سے گزر سکتے تھے۔

مجھے جلد ہی معلوم ہو گیا کہ میرا اندازہ درست نہیں تھا۔ ہم اتنا تیز نہیں دوڑ سکتے تھے کہ آگ پھیلنے سے قبل وہاں تک پہنچ جاتے۔ اس کے علاوہ جس سمت میں ہم دوڑ رہے تھے وہاں ہیلی کاپٹر سے مزید فائر کیے گئے تھے۔ گویا اُنھوں نے آگ کی دیوار دُہری کر دی تھی۔ اب اس دیوار کو عبور کرنے کی کوشش خودکشی کرنے کے مترادف ہوتی۔

میں نے فوری طور پر ایک فیصلہ کیا اور اپنا رُخ تبدیل کر دیا۔ میں نے قدرے دائیں جانب دوڑنا شروع کر دیا تھا۔ اب ہم اُسی سمت میں دوڑ رہے تھے جس طرف ہمارے بائیں جانب لگی ہوئی آگ پھیل رہی تھی۔ یہ آگ بڑھتے بڑھتے بالآخر دریا کی سمت والی آگ سے جا ملتی اور ہمارے راستے مسدود ہو جاتے۔ آگ چونکہ ابھی پھیل رہی تھی لہٰذا امکان تھا کہ ہم دونوں سمت کی آگ کے ملاپ سے قبل ہی اس مقام سے گزر جائیں جو بائیں جانب والی آگ کے انتہائی سرے پر واقع تھا اور دریا بھی اسی طرف واقع تھا۔

میری یہ اُمید بھی خاک میں مل گئی۔ ہم ابھی کافی دور تھے کہ ہمارے بائیں جانب لگی ہوئی آگ پھیلتی ہوئی سامنے والی آگ سے جا ملی اور اب اسے دیکھ کر کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ کچھ دیر قبل دونوں طرف کی یہ آگ الگ الگ تھی۔ اب تو وہاں شعلے ہی شعلے تھے اور آگ کی دبیز دیوار تھی۔

میں مایوس ہو کر رُک گیا لیکن میں نے چاروں طرف گھوم کر یہ جائزہ ضرور لیا تھا کہ شاید کہیں کوئی ایسی جگہ نظر آ جائے جہاں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سے باہر نکلنے کا راستہ مل جائے مگر ایسی کوئی جگہ نظر نہیں آئی۔

زاہر نے بھی ہراساں انداز میں چاروں طرف نظریں دوڑائی تھیں۔ عقبی سمت سے لگی ہوئی آگ ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ اس کی رفتار خطرناک حد تک تیز تھی۔ دس منٹ بعد نہ سہی تو بیس منٹ بعد وہ ہم تک ضرور پہنچ جاتی۔

ہیلی کاپٹر پرواز کرتا ہوا ہمارے سروں پر معلق ہو گیا۔ گویا وہ ہمارے اعترافِ شکست کا انتظار کر رہے تھے۔

دھواں ہمارے سروں کے اوپر سے گزر رہا تھا اور ہمیں تپش بھی محسوس ہو رہی تھی لیکن کمال کی بات یہ تھی کہ تپش ناگوار نہیں گزر رہی تھی حالانکہ سورج بھی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اور ہمارے کپڑے پسینے سے تر بتر ہو رہے تھے۔

میں نے نگاہ اٹھا کر ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھا۔ وہ معلق تھا اور بلندی اتنی تھی کہ ہمارے کسی اقدام سے اس پر کوئی اثر نہیں پڑ سکتا تھا۔ میں سوچ میں پڑ گیا۔ کیا ہم اعترافِ شکست کر لیں... یا نہ کریں! اگر ہم اعترافِ شکست کر لیتے تو اس کا مطلب یہی ہوتا کہ ہم اپنا تشخص کھو بیٹھے ہیں۔ ادلیو ہاورڈ کا منشا بھی یہی تھا کہ میں اعترافِ شکست کر لوں۔

چونکہ اس وقت زاہر بھی میرے ہمراہ تھا اور میں محض اپنی انا کی خاطر اس کی زندگی خطرے میں نہیں ڈال سکتا تھا لہٰذا میں نے اس سے مشورہ کرنا ضروری خیال کیا۔ اس کی زندگی بچانے کی خاطر مجھے یہ ذلت بھی گوارا تھی کہ میں اپنے بدترین دشمن ادلیو ہاورڈ کے روبرو اپنی شکست کا اعتراف کر لوں۔

میں زاہر کی طرف مڑا۔ وہ انتہائی سراسیمگی کے عالم میں چاروں طرف دیکھ رہا تھا۔ "سنو زاہر!" میں نے اس کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کے کہا۔ "وہ ہمارے جواب کا انتظار کر رہے ہیں۔ کیا کیا جائے؟"

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا!" زاہر نے پیشانی سے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا۔ اس کی نظریں اب بھی چاروں طرف بھٹک رہی تھیں۔

"اگر ہم ہتھیار پھینک دیں تو ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ اس سلسلے میں مجھے تمہاری رائے درکار ہے۔"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا۔ اب اس کی تمام تر توجہ مجھ پر مرکوز تھی۔ "آپ کا کیا خیال ہے؟"

"اسے چھوڑو کہ میرا کیا خیال ہے۔ مجھے تو تم اپنی رائے بتاؤ۔ اس لیے کہ ہم دونوں کی جانیں برابر سے خطرے میں ہیں۔"

"آپ کچھ بھی کہیں لیکن میں آپ کا خیال جانے بغیر اپنی رائے نہیں دوں گا۔"

"میرا خیال یہ ہے کہ..." میں نے بڑی آہستگی سے کہا۔ "ہتھیار نہ پھینکے جائیں لیکن..."

"آپ نے مجھے کیا سمجھا ہے جناب!" زاہر نے میری بات کاٹ کے کہا۔ وہ تن کر کھڑا ہو گیا تھا اور اس کی آنکھیں شعلے برسا رہی تھیں۔ "اگر مجھے دس بار بھی جلنا پڑے تب بھی میں کسی یہودی کتے کے سامنے ہتھیار پھینکنے کا خیال دل میں نہیں لا سکتا۔" اس نے نفرت سے زمین پر تھوک دیا۔

میں نے آگے بڑھ کر زاہر کو گلے لگا لیا۔ "مجھے تم پر فخر ہے میرے دوست، میرے بھائی!"

"لیکن مجھے آپ سے شکوہ ہے۔" زاہر روٹھے ہوئے انداز میں بولا۔ "آپ نے یہ فیصلہ خود ہی کیوں نہ کر لیا۔ مجھ سے کیوں پوچھا؟"

"اچھا مجھ سے غلطی ہو گئی۔ مجھے معاف کر دو۔" میں نے اس کے گال تھپتھپا کر کہا۔ "کیا تم اپنے بڑے بھائی کو معاف نہیں کرو گے!"

"مجھے شرمندہ مت کیجیے جناب! آپ ہمارے لیے بہت محترم ہستی ہیں۔ پوری عرب قوم آپ پر جتنا بھی فخر کرے کم ہے۔ مجھے احساس ہے کہ عربوں کی حمیت جواب دے چکی ہے جبھی اسرائیل ہمارے درمیان اپنے قدم جما سکا ہے۔ عربوں کی اس بے حسی کی داستانیں پوری دنیا میں زبان زدِ خاص و عام ہیں۔ میں بھی عرب ہوں نا۔ اسی لیے آپ نے مجھ سے یہ سوال کیا تھا۔"

"تم غلط سمجھ رہے ہو زاہر! میں نے یہ بات محض اس خیال سے پوچھی تھی کہ ہر شخص کو اپنی جان بچانے کا پورا حق ہے..."

"اوہ! تو آپ نے میری ظاہری حالت دیکھ کر یہ سمجھا تھا کہ میں اپنی جان بچانے کے لیے..."

"غلط مت سمجھو زاہر! اگر تم بہت اچھی حالت میں ہوتے اور ہم ایسی کسی صورتِ حال میں پھنس جاتے تب بھی میں تمہاری رائے ضرور لیتا۔ تمہاری جگہ کوئی اور ہوتا تو اس کی رائے بھی لیتا۔"

"ٹھیک ہے جناب! لیکن آپ وعدہ کیجیے کہ آئندہ ایسی کوئی بات نہیں کریں گے۔" زاہر نے جذباتی انداز میں کہا۔

"اچھا بھئی وعدہ۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور یہ اعلانِ جنگ۔"

میں نے بندوق اٹھائی اور ہیلی کاپٹر کی طرف رخ کر کے لگاتار تین فائر کر دیے۔

"یہ آپ کیا کر رہے ہیں جناب!" زاہر نے بوکھلا کر کہا۔ "میگزین بہت قیمتی ہے۔"

"انھیں جواب دے رہا ہوں۔" میں نے کہا۔ "رہی میگزین قیمتی ہونے کی بات تو جب ہم ہی نہیں ہوں گے تو کیا میگزین اور کیا اس کی قیمت!"

میرے فائروں کے ساتھ ہی ہیلی کاپٹر چند فٹ اوپر اٹھا تھا اور اس کے بعد پھر معلق ہو گیا تھا۔ میرا جواب ملنے کے بعد بھی انھیں امید تھی۔

"اچھا نفسیاتی حربہ ہے۔" زاہر نے دلچسپی سے ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں، انھیں امید ہے کہ جب آگ ہم سے نزدیک آ جائے گی تو ہم اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو جائیں گے۔"

"اگر وہ یہ سوچ رہے ہیں تو ان سے بڑھ کر احمق کوئی نہیں ہو سکتا۔"

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کیا کریں؟" میں نے تشویش سے کہا۔ "یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے تو نہیں بیٹھے رہ سکتے۔"

"میں کیا بتاؤں جناب! میں تو خود بے حد پریشان ہوں۔ اس مصیبت سے نکلنے کی کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آ رہی۔"

"ذہن پر زور دو زاہر! حواس قابو میں رکھو۔ شاید تمھیں ہی کوئی تدبیر سوجھ جائے۔"

"میرا دماغ اس کے علاوہ کوئی اور کام نہیں کر رہا ہے کہ اب تو کوئی معجزہ ہی ہمیں بچا سکتا ہے۔"

"معجزہ رونما ہو یا نہ ہو، ہمیں آگ کی دیوار عبور کرنے کی کوئی نہ کوئی تدبیر تو کرنی ہو گی۔"

"ایک ہی صورت ممکن ہو سکتی ہے جناب! اور وہ یہ کہ ہم سامنے کی طرف بڑھیں۔"

"ہوں۔" میں نے پُرتفکر انداز میں کہا۔ "چلو! ممکن ہے کہیں کوئی راستہ مل ہی جائے۔"

ہم نے آگ کی سامنے والی دیوار کی سمت بڑھنا شروع کر دیا جو مخالف سمت میں بڑھ رہی تھی۔ ہیلی کاپٹر کو ہم نے نظرانداز کر دیا تھا۔ عقب میں اور دیگر اطراف میں آگ کے شعلے زنانے دار آوازیں پیدا کر رہے تھے۔ یہ آوازیں اس قدر بلند تھیں کہ ان میں ہیلی کاپٹر تک کی آواز دب کر رہ گئی تھی۔

زاہر میرے پیچھے تھا۔ میں نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا۔ اس کی رفتار اس لیے کم رہ گئی تھی کہ وہ خوفزدہ انداز میں چاروں طرف بھڑکتی ہوئی آگ کے شعلوں کو دیکھ رہا تھا۔ بلاشبہ وہ بہت خوفناک منظر تھا۔ آگ کے شعلوں کی بلندی تیس فٹ سے تو کیا کم رہی ہو گی اور آگ کی تیس فٹ بلند یہ دیوار مہیب انداز میں ہماری طرف بڑھتی چلی آ رہی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ درمیان والے حصے میں اس کے آگے بڑھنے کی رفتار قدرے سست تھی اور اس کی بہ نسبت اس کے سرے والے حصے زیادہ تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے۔ اگر ہم اس آگ کی لپیٹ میں آ جاتے، جس کے امکانات بہت زیادہ تھے، تو ہم ایک کرب ناک اور لرزہ خیز موت سے ہم کنار ہو جاتے۔

ہم اس مقام تک پہنچ گئے جہاں سے سامنے والی آگ شروع ہوئی تھی۔ آگ کافی آگے بڑھ چکی تھی اور وہاں اب راکھ اور چنگاریاں اُڑ رہی تھیں لیکن ان سے خارج ہونے والی حرارت بھی کم نہیں تھی اور مستقل تھی۔ دھوئیں اور حرارت کی وجہ سے ہمارے لیے سانس لینا بھی دوبھر ہو گیا تھا اور ہر ہر سانس کھینچنے کے لیے بھی جدوجہد کرنا پڑ رہی تھی۔ ہمارے جسموں کے ہر مسام سے پسینہ پھوٹ نکلا تھا۔ پسینہ تو خیر پہلے بھی بہہ رہا تھا لیکن اب تو بہتے ہوئے پسینے پر پانی کا گمان ہونے لگا تھا۔

ہیلی کاپٹر ہمارا تعاقب کرتا ہوا وہاں تک آ گیا تھا۔ کبھی وہ نیچے آ جاتا تھا اور کبھی اوپر چلا جاتا تھا۔ بلندی کم اور زیادہ کرنے سے پائلٹ ہمیں یہ باور کرانا چاہ رہا تھا کہ وقت کم رہ گیا ہے اور اگر ہم نے ہتھیار ڈال دیے تب بھی انھیں ہیلی کاپٹر وادی میں اتارنے اور ہمیں یہاں سے نکالنے میں کچھ نہ کچھ وقت تو لگے گا ہی۔ لہٰذا ہمیں جلد از جلد کوئی فیصلہ کر لینا چاہیے۔

ان لوگوں کا یہ خیال قطعی احمقانہ اور بے ہودہ تھا کہ ہم شکست قبول کر لیں گے۔ انھیں اندازہ ہو جانا چاہیے تھا کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو شکست قبول کر لیتے ہیں۔ اس بات کا اعلان میں اس پہ فائر کر کے بھی کر چکا تھا لیکن بات ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی۔

ہیلی کاپٹر ہم سے کافی...... بلندی پر معلق تھا۔ میں نے ہاتھ اٹھا کر پائلٹ کی طرف لہرایا جیسے بائی بائی یا ٹاٹا کہتے وقت ہاتھ لہراتے ہیں اور خاکستر زمین پر قدم رکھ دیا۔ پائلٹ نے بھی جواباً ہاتھ لہرایا تھا۔ زمین بے حد گرم تھی اور جابجا اب بھی چنگاریاں باقی رہ گئی تھیں۔ میں پھونک پھونک کر قدم رکھتا چنگاریوں سے بچتا بچاتا آگے بڑھنے لگا۔

سوختہ زمین پہ کچھ آگے بڑھنے کے بعد مجھے محسوس ہوا کہ زاہر میرے عقب میں نہیں آ رہا ہے۔ میں رک کر پلٹا۔ میرا خیال درست تھا۔ زاہر نے سوختہ حصے پہ قدم نہیں رکھا تھا اور نہ ہی اس کا ایسا کوئی ارادہ نظر آ رہا تھا۔ وہ میری طرف دیکھ بھی نہیں رہا تھا۔ اس کی نظریں مجھ سے قدرے بائیں جانب ہٹ کر آگ کی دیوار پہ جمی ہوئی تھیں۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے بلند آواز میں کہا۔ "تم وہاں کیوں رک گئے؟"

زاہر نے چونک کر مجھے دیکھا پھر بڑی بے صبری سے ہاتھ ہلانے لگا۔ "یہاں آئیے جناب، یہاں آئیے۔"

اس کے انداز میں کوئی خاص بات تھی۔ مجھے واپس پلٹنا پڑا۔ زاہر کے نزدیک پہنچ کر میں نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔

"وہ... اس سمت دیکھیے جناب!" اس نے ایک طرف اشارہ کیا۔ "مجھے کچھ پرندے اُڑتے ہوئے دکھائی دے رہے ہیں۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

مجھے زاہر کی دماغی صحت پر شبہ ہونے لگا تاہم میں نے اس سمت دیکھا جدھر اُس نے اشارہ کیا تھا۔ فضا میں گہرا دھواں چھایا ہوا تھا جس کے پار کچھ دیکھنا ممکن ہی نہیں تھا۔

"تمھیں پرندے اُڑتے نظر آ رہے ہیں اور میرے خیال میں اتنے گہرے دھوئیں کے پار تو ہاتھی بھی نظر نہیں آ سکتا۔"

"میں... میں ٹھیک کہہ رہا ہوں جناب۔" زاہر نے ہکلا کر کہا۔ "میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔"

"ظاہر ہے اپنی ہی آنکھوں سے دیکھے ہوں گے میری آنکھوں سے تو دیکھنے سے رہے۔"

"آپ... آپ شاید یہ سمجھ رہے ہیں کہ میں غلط بیانی سے کام لے رہا ہوں۔" زاہر نے بجھے ہوئے انداز میں کہا۔

"میں نے یہ تو نہیں کہا کہ تم نے غلط بیانی کی ہے میں تو کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا سوچ رہے ہیں جناب؟"

"میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ جس مقام پر تم نے پرندے اُڑتے دیکھے تھے صرف وہیں اتنا گہرا دھواں کیوں ہے اس کے علاوہ کہیں بھی اس قدر کالا دھواں نہیں ہے۔"

"اوہ!" زاہر مضطربانہ انداز میں بولا۔ "آپ نے بڑی عجیب چیز نوٹ کی ہے جناب۔"

"تمھیں معلوم ہے زاہر کہ آگ میں سے اتنا کثیف دھواں کب اُٹھتا ہے؟" میں نے زاہر کو غور سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔" زاہر نے بلا توقف جواب دیا۔ "جلنے والی چیز جس قدر کثیف ہوگی دھواں بھی اتنا ہی کثیف اُٹھے گا۔"

"ٹھیک ہے اس کے علاوہ ایک بات اور بھی ہے۔ جب آگ بجھنے لگتی ہے تو اس وقت بھی دھوئیں کی کثافت بڑھ جاتی ہے۔"

زاہر اچھل پڑا۔ "اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا۔ اس کا مطلب ہوا کہ..."

"ہاں زاہر بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ اس مقام پر آگ بجھنے کے قریب ہے۔"

"اور پرندوں کا مطلب یہ ہوا کہ آگ کے پار دریا بھی موجود ہے۔"

"ممکن ہے۔" میں بڑبڑایا۔ "لیکن یہ ضروری بھی نہیں ہے بچا۔ پھر شاید اُدھر دریا ہی ہو۔"

"تو آپ سوچ کیا رہے ہیں جناب! ہمیں جلدی کچھ کرنا چاہیے آگ نزدیک آتی جا رہی ہے۔"

"تم خود ہی بتاؤ کیا کریں؟ کیا آگ کے اس طوفان سے گزرنے کی کوشش کریں؟"

"یہ کوشش تو ہمیں کرنی ہی پڑے گی ورنہ عقب سے آنے والی آگ ہمیں بھسم کر دے گی۔"

"اور اگر ہم آگ سے گزرتے ہوئے اپنے حواس کھو بیٹھے تو؟"

"جو کچھ کرنا ہے جلدی کیجیے جناب! ہر گزرتا ہوا لمحہ ہمارے مسائل میں اضافہ کر رہا ہے۔"

"کوئی قدم اٹھانے سے پہلے خوب اچھی طرح غور کر لو زاہر! کہیں ایسا نہ ہو بعد میں پچھتانا پڑے۔"

"غور کرنے کا وقت کہاں ہے جناب۔" زاہر نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "جلدی بتائیے کیا کرنا ہے؟"

"میں یوں تو تمھاری اس رائے سے متفق ہوں کہ آگ سے گزرنے کے لیے یہ مقام بہترین ہے لیکن..."

"معاف کیجیے گا جناب آپ تو یوں گفتگو کر رہے ہیں جیسے ہمارے پاس وقت ہی وقت ہو۔"

"ہمارے پاس محض چند منٹ ہیں اور انھی چند منٹ کے دوران ہمیں سب کچھ کرنا ہے۔"

"تو پھر آپ آگے کیوں نہیں بڑھتے؟ یہاں کھڑے باتیں کیوں کیے جا رہے ہیں۔" زاہر نے کہا۔ اُس کا اضطراب بڑھتا ہی چلا جا رہا تھا۔

"کیا تم پانچ دن کی اس مسلسل بھاگ دوڑ سے تنگ نہیں آ گئے ہو؟"

"آخر آپ چاہتے کیا ہیں؟" زاہر چیخ پڑا۔ "اگر آپ نہ چلے تو میں اکیلا ہی آگ عبور کرنے کی کوشش کر گزروں گا۔"

"اوپر دیکھو زاہر۔" میں نے پُرسکون انداز میں کہا۔ "ہم آگ عبور کر بھی گئے تو ہیلی کاپٹر پھر بھی ہمارے سروں پر مسلط رہے گا۔"

"تو کیا ہم صرف اس لیے کوئی جدوجہد کیے بغیر خود کو آگ کے رحم و کرم پر چھوڑ دیں کہ ہماری خود کو بچانے کی کوئی کوشش اُن کی نظروں میں آ جائے گی؟" زاہر نے جھنجلا کر کہا۔

"ابھی تپش اتنی نہیں بڑھی کہ ہم برداشت نہ کر سکیں۔ ذرا سا صبر اور کرو۔ دھواں بڑھتا جا رہا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ چند منٹ کے اندر اندر ہم پائلٹ کی نظروں سے اوجھل ہو جائیں گے۔ اُس وقت ہم اپنی کوئی کوشش شروع کر دیں گے۔ فرض کرو، ابھی ہم دوسری طرف پہنچ گئے تو ممکن ہے وہ جھنجلا کر ہم پر فائرنگ شروع کر دیں اور ہمارا قصہ ہی تمام ہو جائے۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں جناب! لیکن شاید چند منٹ بعد ہم اس قابل ہی نہ رہیں کہ آگ کو عبور کرنے کی سخت جدوجہد کر سکیں۔"

"پھر بھی ہمیں اس وقت تک تو انتظار کرنا چاہیے جب تک کہ تپش ناقابلِ برداشت نہ ہو جائے۔"

زاہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ یہ حقیقت ہے کہ اس وقت بھی ہمیں سخت آنچ محسوس ہو رہی تھی۔ ہمارے چاروں طرف شعلوں کے زناٹے گونج رہے تھے اور لکڑیوں اور پتھروں کے چٹخنے کی آوازیں بڑے تسلسل کے ساتھ سنائی دے رہی تھیں۔ پسینہ بہنے کی رفتار کا یہ عالم تھا کہ جیسے کسی نے ہمارے سروں پر پانی کی بھری ہوئی بالٹی اُلٹ دی ہو۔

ہر گزرتے ہوئے لمحے کے ساتھ تپش بڑھ رہی تھی اور ہمارے گرد دھوئیں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ شاید اب اوپر بھی آنچ پہنچنے لگی تھی۔ اسی لیے ہیلی کاپٹر اور اوپر اُٹھ گیا تھا۔ بڑھتے ہوئے دھوئیں کے ساتھ ہمیں بار بار کھانسی آ رہی تھی۔ آگ کی تپش سے اب ہمیں اپنی جلد جھلستی ہوئی سی محسوس ہونے لگی تھی۔

"اب کتنا انتظار کریں گے جناب؟" زاہر نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "اب تو دم بھی گھٹنے لگا ہے۔"

"بس اب ہم عمل شروع کر دیں گے زاہر! آگ کو اس مقام سے عبور کرنے کے دوران تم آگے رہو گے اور میں تمھارے پیچھے آؤں گا۔"

زاہر نے فوراً ہی آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر میں نے اُس کا بازو پکڑ کر اُسے روک لیا۔

"سنو زاہر! جلد بازی کھیل بگاڑ دے گی۔ آگ کے درمیان سے گزرتے ہوئے ہمیں اپنی زندگی کی سب سے زیادہ تیز رفتاری کا مظاہرہ کرنا ہوگا۔ ایک لمحے کا فرق بھی ہمیں جھلسا کر رکھ دے گا اور اگر آگ عبور کرنے کے دوران کسی بھی لمحے آگ ہم پر اثر انداز ہو گئی تو پھر ہماری لاشیں تک ناقابلِ شناخت ہو جائیں گی۔"

"مجھے معلوم ہے جناب! اور میں آگ عبور کرنے کے دوران ہر ممکن تیز رفتاری کا مظاہرہ کروں گا۔"

"آگ کی حدود میں قدم رکھنے سے ایک آدھ سیکنڈ پیشتر ہی خوب گہری سانس لے کر اپنے پھیپھڑے آکسیجن سے اچھی طرح بھر لینا۔ اگر ہم آگ کے درمیان کہیں سانس لینے کی کوشش کی تو مہلک کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس حواس معطل کر کے رکھ دے گی۔"

"میں سمجھ گیا جناب۔" زاہر نے بے صبری سے اپنا بازو مجھ سے چھڑانے کی کوشش کی۔ "مجھے چھوڑیے تاکہ میں آگے چلوں۔"

میں نے زاہر کا بازو چھوڑا تو وہ تیر کی طرح آگ کی طرف لپکا۔ میں اپنا سوٹ کیس اور بندوق اٹھا کر اس کے پیچھے دوڑ پڑا۔ دھواں اتنا گہرا ہو گیا تھا کہ اگر زاہر مجھ سے ذرا دور اور نکل جاتا تو میں اُسے ہی نہ دیکھ پاتا۔ ایسے میں ہیلی کاپٹر سے ہمارا دیکھ لیا جانا قطعی ناممکن تھا۔

آگ کی جس دیوار کو ہم عبور کرنے جا رہے تھے وہ بائیں جانب والی دیوار تھی اور چونکہ آگ دریا کی طرف بڑھ رہی تھی اس لیے وہاں چوڑائی زیادہ ہونے کا امکان نہیں تھا۔ میرے اندازے کے مطابق وہاں آگ کی چوڑائی پچیس فٹ کے قریب رہی ہوگی، ممکن ہے زیادہ بھی ہو۔

کچھ دیر ہم سوختہ زمین پر دوڑتے رہے۔ شدید دھوئیں کی وجہ سے آنکھوں سے پانی بہنے لگا تھا۔ ایک ایک سانس لینا دوبھر ہو رہا تھا اور دم گھٹتا محسوس ہو رہا تھا۔ سوختہ زمین گرم تھی اور اب بھی جگہ جگہ سلگتی ہوئی چنگاریاں موجود تھیں۔ چاروں طرف روشن آگ کی تپش، آگ اگلتے ہوئے سورج کی تمازت اور پیروں تلے گرم زمین کے علاوہ دوڑنے کی مشقت نے جلتے جسموں سے بہنے والے پسینے کی رفتار مزید بڑھا دی تھی۔ پسینہ اس قدر بہہ رہا تھا کہ اب تو ہمارے لباسوں سے بھی ٹپکنے لگا تھا۔

میری ہدایت کے مطابق آگ کے شعلوں میں داخل ہونے سے قبل زاہر رُک گیا۔ وہ آگ سے کوئی بیس فٹ کے فاصلے پر رُکا تھا۔ اُس نے وہاں رُک کر اپنے حواس مجتمع کیے، گہری سانسیں لیں اور اس کے بعد اس طرح دوڑ لگا دی جیسے سو میٹر کی دوڑ میں حصہ لینے والے اتھلیٹ دوڑتے ہیں۔

میں زاہر سے زیادہ فاصلے پر نہیں تھا۔ اُسے آگے رکھنے سے میرا مقصد یہ تھا کہ اگر اُس سے کوئی غلطی سرزد ہوتے دیکھوں تو اُسے ٹوک دوں یا آگ کا پُرخطر طوفان عبور کرتے وقت اگر اُسے میری کسی مدد کی ضرورت پڑ جائے تو اُس کی مدد کر سکوں۔ اگر وہ مجھ سے پیچھے ہوتا تو ظاہر ہے مجھے علم ہی نہ ہو پاتا کہ اُس پر کیا بیتی۔ میں جانتا تھا کہ چاروں طرف سے آگ میں گھرنے کے بعد دنیا کا مضبوط ترین شخص بھی اپنے اعصاب کو قابو میں نہیں رکھ سکتا۔ جب آدمی آگ میں گھرا ہوا ہو تو ہوش و حواس کیونکر ٹھکانے رہ سکتے ہیں! مجھے یقین نہیں تھا کہ میں اپنے حواس قابو میں رکھ سکوں گا لیکن ایک موہوم سی اُمید تھی کہ شاید زاہر کو کسی موقع پر میری مدد کی ضرورت پڑ جائے اور میں اُس

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کے کسی کام آسکوں۔ گو کہ میرے دونوں ہاتھ گھرے ہوئے تھے۔ ایک ہاتھ میں سوٹ کیس تھا اور دوسرے میں بندوق تھی۔ ان دونوں چیزوں سمیت دوڑنا اور دوڑتے ہوئے رفتار بھی قائم رکھنا بہت مشکل تھا۔ ایسے میں کسی کی مدد کس طرح کی جاسکتی ہے تاہم میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کسی مرحلے پر ضروری ہوا تو میں زاہر کی خاطر ان دونوں اشد ضروری اشیاء سے دست بردار ہونے میں ذرا بھی تکلف نہیں کروں گا۔ میرے ساتھی کی زندگی کے سامنے کسی چیز کی کوئی وقعت نہیں تھی۔

زاہر انتہائی رفتار سے دوڑتا ہوا آگ کے مہیب شعلوں میں گھس گیا۔ اُس کے پیچھے میں بھی آگ میں گھسا تھا۔ شعلے آسمان سے باتیں کر رہے تھے اور ہمیں اس جھلسا دینے والی آگ سے اپنی رفتار کے بل پر گزرنا تھا۔ ہمارے پسینے سے بھیگے ہوئے جسم اور تربتر کپڑے آگ کے خلاف ہمارے وقتی لیکن مؤثر ہتھیار تھے۔

میری زندگی کا بیشتر حصہ مختلف قسم کے مسائل اور مصائب کا سامنا کرتے گزرا ہے۔ میں نے بڑے بڑے حادثات کا مقابلہ کیا ہے۔ کڑے سے کڑے وقت سے گزرا ہوں لیکن مجھے یہ اعتراف کرنے میں کوئی باک نہیں کہ امریکا کی اس نامعلوم وادی میں بھڑکتی ہوئی اس خوف ناک آگ کو عبور کرنے سے زیادہ دہشت ناک عمل سے میں کبھی نہیں گزرا۔ کوئی مجھے کتنی ہی بڑی رقم کیوں نہ پیش کر دیتا لیکن میں اس عمل سے اپنی مرضی سے کبھی نہیں گزر سکتا تھا۔ مگر اُس وقت ہمارے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں تھا۔ ہم کوئی کھیل نہیں کھیل رہے تھے۔ میں نے اور زاہر نے محض اپنی جانیں بچانے کی خاطر اپنی جانیں، ہتھیلیوں پر رکھ کر اس آگ سے گزرنے کا ناممکن قسم کا کام کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔

مجھ سے چند قدم آگے دوڑتا ہوا زاہر آگ کا ایک گولا معلوم ہو رہا تھا۔ زناٹے دار آگ کے لپکتے شعلوں کے درمیان دوڑتے ہوئے ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے تھے۔ ہمیں اپنا بھی ہوش نہیں رہا تھا۔ یہ یقین سے کہنا مشکل تھا کہ ہم اس آگ سے پار بھی نکل سکیں گے یا یہ ہماری زندگی کی آخری جدوجہد کا آخری سفر ہے جس کا انجام ہماری سوختہ لاشوں کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

ہمارے دائیں بائیں، آگے پیچھے، سروں کے اوپر اور پیروں کے نیچے ہر طرف شعلوں کی لپکتی ہوئی زبانیں تھیں جو ہمیں چاٹ جانے کے لیے بے تاب تھیں۔ شروع کے تین چار سیکنڈ تک مجھے کچھ محسوس نہیں ہوا۔ بس ایک دہشت تھی آگ کے اندر دوڑنے کی دہشت . . . تین یا چار سیکنڈ گزرنے کے بعد دفعتاً مجھے اپنا حلق خشک ہوتا محسوس ہوا اور نتھنوں میں جلن شروع ہو گئی، ہمارے کپڑوں سے پسینے کی ساری نمی بھاپ بن کر اڑ چکی تھی۔

اُس وقت ہمارے پاس گھڑی نہیں تھی اگر ہوتی تب بھی میں بتا نہیں سکتا تھا کہ وہ چوتھا سیکنڈ تھا یا پانچواں جب آگ ہم پر اثر انداز ہونا شروع ہوئی۔ آگ کی تپش ہمارے جسموں کے اُن سوجے ہوئے حصوں کے لیے جو شہد کی مکھیوں کی یلغار کے باعث سوج گئے تھے، پہلے ہی بے حد تکلیف کا باعث بن رہی تھی اور اب تو آگ کی اثر اندازی کا دائرہ پورے جسم تک پھیل گیا تھا۔

سب سے پہلے ہمارے بالوں کو آگ لگی۔ زاہر کے سر کے بال جل رہے تھے۔ جب زاہر کے بال جل رہے تھے تو علی یار خان کے سر کے بال کیسے محفوظ رہ سکتے تھے۔ کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ اولیو باورڈ مجھے اس حال کو بھی پہنچا سکتا ہے کہ میں خود کو نذر آتش کرنے پر مجبور ہو جاؤں۔ یہ اُس کی بہت بڑی فتح تھی لیکن ہماری فتح یہ تھی کہ ہم اُس کے ہاتھ نہیں لگے تھے۔ نہ تو اُس کے آدمی ہمیں زندہ گرفتار کر سکے تھے اور نہ ہی ہم نے اُن کے سامنے ہتھیار ڈالے تھے۔ ہم تو اپنی زندگیاں بچانے کی جدوجہد کر رہے تھے۔ اِس جدوجہد میں اگر ہمیں موت کو بھی گلے لگانا پڑ جاتا تو گوارا تھا۔ اُس موت پر فخر کیا جاسکتا ہے جو جدوجہد کرتے ہوئے آئے۔

ہمارے بال جل رہے تھے اور پورے جسم میں ایسی شدید تکلیف تھی جیسے کسی نے ہمارے جسموں کی کھال اُتار کر زخمی جسم پر نمک چھڑک دیا ہو۔ کپڑوں نے ابھی آگ نہیں پکڑی تھی لیکن کسی بھی لمحے پکڑ سکتے تھے اور مجھے معلوم تھا کہ اگر کپڑوں میں آگ لگ گئی اور اس کے بعد ہم آگ کے اس دریا سے اُدھر نکلے تو ہم سسک سسک کر دم توڑ دیں گے۔

زاہر بُری طرح چیخ رہا تھا اور میں ہونٹ بھینچے اُس کے پیچھے دوڑ رہا تھا۔ منہ کھولنا انتہائی خطرناک تھا۔ معلوم نہیں چیخنے کے باوجود زاہر اتنی تیز رفتاری سے کیسے دوڑ پا رہا تھا۔ ہمیں تازہ ہوا کی، آکسیجن کی اشد ضرورت تھی جس کا وہاں کوئی وجود نہیں تھا۔ چیخنے کا نتیجہ بے ہوش ہونے کی صورت میں بھی ظاہر ہو سکتا تھا۔

اگلے ہی لمحے میں نے زاہر کو لڑکھڑاتے دیکھا۔ اُس کی رفتار سست ہوئی تھی، نتیجتاً میں اُس سے ٹکرایا اور اُسے اپنی آغوش میں بھر کر چھلانگ لگا دی۔

SAHIWAL

دونوں زمین پر گرے تھے۔ میں نے یہ حرکت اضطراری طور پر کی تھی، ورنہ اس وقت اتنا ہوش کہاں تھا کہ سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھایا جاتا اور اس حرکت کے نتیجے میں زاہر کے ساتھ مجھے بھی جل کر بھسم ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن میں آج بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ ہم آگ کے دائرے سے باہر گرے تھے۔ ہماری چھ یا سات سیکنڈ کی جدوجہد ہمارے کام آگئی تھی اور ہم آگ کا خوف ناک طوفان عبور کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے۔

ہم دونوں لڑھکتے ہوئے ایک کھڈ میں جا گرے تھے۔ کھڈ میں گرنے سے قبل پورے جسم میں شدید جلن ہو رہی تھی، مگر کھڈ میں گرتے ہی ٹھنڈک اور سکون کا احساس ہوا۔ میرا جسم کسی نرم چیز میں دھنستا چلا گیا تھا، پھر تھوڑی دیر کے لیے میں بھی ہوش و حواس سے بے گانہ ہو گیا۔

وہ غنودگی جو مجھ پر طاری ہوئی لمحاتی تھی۔ اس کے بعد میرا ذہن کام کرنے لگا۔ مجھے بس یہ احساس تھا کہ اب ہم محفوظ ہیں۔ یہ سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کیوں محفوظ ہیں اور کس چیز سے محفوظ ہیں اور ہمیں کیا خطرہ یا خطرات لاحق تھے۔ مجھے یہ دیکھنے کا بھی ہوش نہیں تھا کہ ہم کہاں اور کس حال میں ہیں۔

پھر چند لمحے گزرنے کے بعد ذہن پر چھائی ہوئی دُھند مزید صاف ہوئی تو میں نے اپنے اردگرد کا جائزہ لیا مگر وہاں اردگرد تھا ہی کہاں۔ کافی غور کرنے کے بعد میری سمجھ میں آیا کہ ہم کسی نالے میں گرے ہیں جو عرصہ دراز قبل آب پاشی کے لیے استعمال کیا جاتا ہوگا۔ طویل عرصے تک استعمال نہ ہونے کی وجہ سے اس میں کائی کی گہری تہہ جم گئی تھی۔ ہم کائی کی اس تہہ میں دھنسے ہوئے تھے۔ کیچڑ اور گادنما کائی کی اس تہہ سے ناگوار قسم کی تیز بو خارج ہو رہی تھی۔ ایسی بو جو اعصاب پر نہایت بُرے اثرات مرتب کر رہی تھی لیکن شاید اس میں کوئی ایسی تاثیر پیدا ہو گئی تھی کہ اس نے ہمارے سوختہ جسموں کے لیے مرہم کا کام کیا تھا۔

میں نے اُٹھ کر کھڑے ہونے کی کوشش کی تو مجھے اندازہ ہوا کہ یہ نہایت مشکل کام ہے جس ہاتھ کے بل میں نے اٹھنے کی کوشش کی تھی وہ کائی کے اندر دھنس گیا تھا۔ سوٹ کیس بھی کیچڑ میں لتھڑ گیا تھا اور بندوق بھی تباہ ہو گئی تھی۔ یہی غنیمت تھا کہ کائی کی وہ تہہ زیادہ موٹی نہیں تھی، ورنہ اس سے باہر نکلنا بالکل ہی ناممکن ہو جاتا۔

زاہر میرے نزدیک ہی تھا اور بے ہوش پڑا تھا۔ اسے ہوش میں لانا ایک الگ مسئلہ تھا۔ میں اٹھ کر کھڑا ہونے کے کسی طریقے پر غور کرنے لگا اور بالآخر مجھے ایک طریقہ سوجھ ہی گیا۔ بہت آسان سا طریقہ تھا اور سامنے کی بات تھی مگر ذہنی کیفیت ایسی تھی کہ سامنے کی بات بھی بہت دیر بعد سجھائی دی۔ میں نے سوٹ کیس کھڑا کیا اور اس پر زور دے کر اٹھنے کی کوشش کی۔ پہلی کوشش میں میں کامیاب نہیں ہو سکا اس لیے کہ سوٹ کیس پھسل گیا تھا۔ میں نے از سر نو کوشش کی اور اس بار میں کامیابی سے ہمکنار ہوا۔ میں کھڑا تو ہو گیا تھا لیکن اس سخت کیچڑ نما کائی میں چلنا بالکل ہی دوبھر ہو گیا تھا۔ اب ایک ہی صورت تھی اور میں نے اسی پر عمل کیا۔ کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنے دونوں ہاتھ کنارے کی طرف پھیلائے اور خود کو کنارے کی طرف گرا دیا۔ اس طرح اس نالے کی منڈیر میرے ہاتھ میں آگئی اور میں نے اسے تھام لیا۔ اب کوئی مسئلہ نہیں رہا تھا صرف زاہر کو ہوش میں لانا تھا اور بندوق اور سوٹ کیس باہر نکالنے تھے۔ میں نے نالے کی منڈیر کے سہارے خود کو متوازن کیا اور جھک کر سوٹ کیس اٹھا کے اسے دوسری طرف زمین پر رکھ دیا۔ اس کے بعد اسی طرح میں نے بندوق بھی اٹھا لی۔ خود نالے سے باہر نکلنے سے قبل زاہر کو ہوش میں لانا ضروری تھا۔ میں نے بندوق سے زاہر کو ہلایا اور اسے زور زور سے آوازیں دیں۔ میرے اندازے کے برعکس زاہر نے جلد ہی آنکھیں کھول دیں۔ ان پر دہشت کا غلبہ تھا۔ آگ کے درمیان سے گزرنے کے تجربے کو آسانی سے فراموش کرنا ممکن نہیں تھا۔

”اُٹھو زاہر! ہم آگ کے طوفان سے صحیح سلامت گزر آئے ہیں۔ اُٹھو، تاکہ ہم اس متروک نہر سے باہر نکل سکیں۔“

زاہر نے ہڑبڑا کر اٹھنے کی کوشش کی مگر اُس کے ہاتھ پیر دلدل میں دھنس گئے۔

”اس کے سہارے اُٹھنے کی کوشش کرو۔“ میں نے بندوق کی نال زاہر کی طرف بڑھائی اور وہ بہ دقت تمام اُٹھنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس کے اُٹھنے کے بعد پہلے میں باہر نکلا اور پھر زاہر کو بھی کھینچ کھانچ کر باہر نکال لیا۔ ہم دونوں متروک نہر کے دوسرے کنارے پر اگی ہوئی جھاڑیوں کے درمیان بے سُدھ ہو کر گر پڑے۔ ہمارے جسم اور کپڑے کیچڑ اور کائی میں لتھڑ گئے تھے۔

کچھ دیر دم لینے کے بعد میں نے گھاس پھونس اور پتوں کی مدد سے اپنی، زاہر کی اور سامان کی صفائی کا عمل شروع کیا۔ آدھے گھنٹے کی محنتِ شاقہ کے بعد ہمارے حلیے کسی قدر بہتر ہو گئے۔ ہمارے سروں، بھووں اور پلکوں کے بیشتر بال جھلس گئے تھے، شکر ہے کہ ہماری کھالیں محفوظ رہ گئی تھیں۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نمریں گرنے سے قبل پورے جسم میں سوزش محسوس ہو رہی تھی لیکن اس کائی کی کسی نامعلوم خصوصیت کے باعث... ہمارے جسموں پر چھالے نہیں پڑے تھے اور اب تو سوزش بھی بالکل نہیں ہو رہی تھی۔

"نئی زندگی مبارک ہو زاہر۔" میں نے خاموش پڑے ہوئے زاہر کو بولنے پر اکسانے کے لیے کہا۔

"مجھے ابھی تک یقین نہیں آ رہا ہے کہ ہم آگ کے اس خوفناک طوفان سے گزر آئے ہیں۔"

"جہاں سے ہم گزر کر آئے ہیں وہاں بھی آگ لگی ہوئی تھی اور اس طرف بھی آگ لگی ہوئی ہے۔"

میرے الفاظ پر زاہر نے چونک کر دیکھا اور اسے دوسری طرف لگی ہوئی آگ نظر آ گئی۔

"اس طرف کیسے آگ لگ گئی جناب!" زاہر نے شدید حیرت کے عالم میں کہا۔

"تمھیں یاد ہوگا کہ پائلٹ نے ہمیں بائیں جانب دوڑتے ہوئے دیکھ کر مزید فائر کیے تھے۔ یہ آگ انھی فائروں کا شاخسانہ ہے۔"

"اب ہم کہاں جائیں جناب! اب تو بھاگ دوڑ کرنے کی سکت بھی نہیں رہی۔"

"بھاگ دوڑ کرنے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ اطمینان سے اسی جگہ بیٹھے رہو۔"

"آگ اس سمت بھی آ سکتی ہے جناب! ہمیں اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔"

"یہاں تک آگ کا پھیلنا مشکل ہے زاہر! اس کا پھیلاؤ دریا کی طرف ہے۔"

"اگر کسی طرح ہم لوگ ان کے چنگل سے بچ کر نکل گئے تو میں اپنی اس جدوجہد کو کبھی نہیں بھول سکوں گا۔"

"ابھی تو معلوم نہیں، ہمیں کیسے کیسے مراحل سے گزرنا پڑے گا زاہر! وادی سے نکل گئے تو پھر پہاڑ ہے۔"

"پہاڑ کا غم نہیں جناب! اولیو اور وڈ کے آدمیوں کی فکر تھی جن سے پیچھا چھوٹ گیا ہے۔"

"یہ غلط فہمی ذہن سے نکال دو کہ انھوں نے ہمارا پیچھا چھوڑ دیا ہے۔"

"جب ان کے خیال کے مطابق ہم آگ میں جل کر مر چکے تو اب وہ کس کا تعاقب کریں گے؟"

"یہی تو غلطی ہے۔ تم نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ان کے خیال میں ہم مر چکے ہیں؟"

"ہم نے آگ اس وقت عبور کی ہے جب پائلٹ کی نظروں سے اوجھل ہو چکے تھے۔"

"یہ درست ہے کہ ہم پائلٹ کو نظر نہیں آ رہے تھے لیکن اولیو اور وڈ ہرگز یقین نہیں کرے گا کہ ہم جل گئے ہیں۔ اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ ہیلی کاپٹر اب تک وہیں موجود ہے۔"

زاہر نے جھاڑیوں کے درمیان سے جھانک کر دیکھا اور تھوڑی سی کوشش کے بعد اسے آگ کی لپٹوں کے عقب میں ہیلی کاپٹر نظر آ گیا۔

"وہاں تو اب کسی چیونٹی کے بچے کی زندگی کا بھی سوال پیدا نہیں ہوتا پھر یہ ہیلی کاپٹر چلا کیوں نہیں جاتا؟"

"یہی بات میں تمھیں سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں۔ جب تک انھیں ہماری بھسم شدہ لاشیں نہیں مل جائیں گی، ہماری موت پر یقین نہیں کیا جائے گا۔"

"تب تو ہمارا بچنا محال ہے۔" زاہر نے مایوسی سے کہا۔

"حوصلہ بلند رکھو زاہر! حوصلہ بلند ہو تو شکست نہیں ہو سکتی۔"

"صرف حوصلہ ہی تو کچھ نہیں کر سکتا جناب! اب تو جسمانی طاقت بالکل ہی جواب دے چکی ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ اب ہم میں واقعی اتنی سکت نہیں رہ گئی تھی کہ مزید جدوجہد کر سکتے لیکن ہم کچھ کر بھی تو نہیں سکتے تھے۔

"یہ جو ان لوگوں نے آگ لگائی ہے کیا مقامی آبادی اس کی زد میں نہیں آ جائے گی؟" زاہر نے کہا۔

"آگ کے پیش نظر مصلحتیں کہاں ہوتی ہیں۔ ظاہر ہے آگ لگی ہے تو سبھی کچھ اس کی زد میں آئے گا۔"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ انھوں نے اتنا بڑا خطرہ کیوں مول لیا۔ پوری وادی کو آگ میں بھسم کر دینا ہنسی کھیل نہیں ہے۔"

"انھوں نے آگ ہمیں ہلاک کرنے کے لیے نہیں لگائی تھی۔ وہ تو ہمیں بے بس کر کے گرفتار کرنا چاہ رہے تھے۔"

"ٹھیک ہے جناب! لیکن اس آگ کی زد میں ان کے اپنے آدمی بھی تو آ سکتے ہیں۔ کیا انھوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا ہوگا؟"

"ہوں، تمھاری بات دل کو لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "اس کا یہی مطلب ہو سکتا ہے کہ ان کے پاس آگ کا توڑ بھی ضرور ہوگا۔"

"میرا خیال تو یہی ہے جناب! انھوں نے بلا سوچے سمجھے اتنا بڑا قدم ہرگز نہیں اٹھایا ہوگا۔"

"جو کچھ بھی ہوگا جلد ہی سامنے آ جائے گا۔ اس وقت تک ہم انھی جھاڑیوں کے اندر آگے بڑھنے کی کوشش کریں گے۔"

"اس کا فائدہ کیا ہوگا جناب؟ خواہ مخواہ انرجی برباد ہوگی زیادہ بہتر یہ ہوگا کہ ہم آرام کر کے اپنی توانائیاں مجتمع کر لیں۔"

"اس وقت پانی ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور ہم اسی کے لیے آگے بڑھیں گے، تمھیں شاید یاد نہیں ہم نے اس سمت میں ایک چشمہ بہتے ہوئے دیکھا تھا۔"

"دیکھا تو تھا مگر یہ یاد نہیں کہ وہ کس سمت میں تھا۔"

میں نے اور زاہر نے جھاڑیوں کے درمیان رینگنا شروع کر دیا۔ نالے کے کنارے جھاڑیاں بلند اور گھنی تھیں۔ بعض مقامات پر جھاڑیوں کی ٹہنیاں نالے کے اندر جھکی ہوئی دکھائی دیتی تھیں۔ اس وقت معاملہ چونکہ رفتار کا نہیں تھا۔ اس لیے ہم سست روی اور اطمینان کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے جلدی نہ کرنے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ہم تھک کر چور ہو چکے تھے۔

ہمیں نہیں معلوم تھا کہ ان لوگوں کو جُل دینے کے لیے ابھی ہمیں مزید کتنی تگ و دو کرنا ہوگی۔ ممکن تھا کہ وہ ہماری زندگیوں سے مایوس ہو کر واپس چلے جاتے اور ہمارا پیچھا چھوڑ دیتے بچت کی یہی ایک صورت رہ گئی تھی۔ بصورت دیگر زاہر کی طرح مجھے بھی یقین نہیں تھا کہ اب ہم ان لوگوں کی آنکھوں میں مزید دھول جھونک سکیں گے۔

لیکن اگر وہ لوگ ہماری موت کا یقین کر کے واپس چلے جاتے تو بھی کیا ہوتا؟ اس بات کی کیا ضمانت تھی کہ آگ بڑھتی ہوئی ہم تک نہیں پہنچے گی۔ وقتی طور پر تو ہم محفوظ ہو گئے تھے لیکن آگ کے باعث درجۂ حرارت میں ہونے والا اضافہ ہمیں جھاڑیوں کے درمیان بھی محسوس ہو رہا تھا۔ یہی غنیمت تھا کہ ہمارے جسموں پر کائی اور کیچڑ کی تہہ تھی۔ یہ تہہ جہاں ہمارے لیے شدید الجھن پیدا کر رہی تھی وہیں اس درجۂ حرارت میں ہونے والے اضافے کے خلاف ایک ڈھال بھی تھی۔

جھاڑیوں کے درمیان رینگتے ہوئے ہم آگے بڑھتے رہے میرا ذہن زاہر کے نظریے کا تجزیہ کرنے میں مصروف تھا جس کے مطابق ان لوگوں کے پاس آگ پر قابو پانے کا کوئی نہ کوئی ذریعہ ضرور موجود تھا۔ اگر ایسا تھا تو دیکھنا یہ تھا کہ آگ پر قابو پانے کے لیے وہ لوگ کب کوئی قدم اٹھاتے ہیں۔

چاروں طرف جلتی ہوئی آگ کا کثیف دھواں از حد ناقابل برداشت ہو چکا تھا۔ ہمارے دم گھٹ رہے تھے۔ شاید پانی کے چشمے تک پہنچنے کے بعد صورت حال کسی قدر بہتر ہو جاتی۔

پھر جھاڑیاں چھدری ہونا شروع ہو گئیں اور اس کے بعد جھاڑیوں کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ چند قدم کے فاصلے پر صاف شفاف چشمہ بہہ رہا تھا۔ چشمے کے کنارے جھاڑیوں کی عدم موجودگی انسانی ہاتھوں کی مرہون منت تھی۔ نزدیک دور دور کسی کی موجودگی کا سوال نہیں تھا ـــ میں اور زاہر پانی کی طرف جھپٹے اور کپڑوں سمیت اس چشمے میں کود پڑے۔

ٹھنڈے پانی نے چند ہی منٹ کے اندر اندر ہماری تھکن دھو ڈالی۔ کئی روز بعد نہانا نصیب ہوا تھا۔ اس لیے پانی سے باہر نکلنے کو جی ہی نہیں چاہ رہا تھا۔ ہم نے اپنے جسموں پر کیچڑ کا ایک ذرہ بھی باقی نہیں رہنے دیا تھا لیکن اس کیچڑ کی تہہ جسم سے اترنے کے بعد مجھے اپنی جلد میں ہلکی سی جلن محسوس ہونے لگی تھی، غالباً یہ آگ سے جلنے کا اثر تھا جسے کائی کی تہہ نے وقتی طور پر دبا دیا تھا اور اس کے جسم سے اترنے کے بعد جلن پھر سے شروع ہو گئی تھی مگر یہ جلن بہت خفیف سی تھی اور ناقابل برداشت نہیں تھی۔

اس وقت نہانے کا ایک اور نقصان جو میں نے محسوس کیا وہ یہ تھا کہ مجھے نیند سے اپنی پلکیں بوجھل ہوتی محسوس ہونے لگیں۔ مجھے اندازہ تھا کہ زاہر بھی اسی کیفیت سے گزر رہا ہوگا اور یہ کیفیت ہمارے لیے سخت مضر تھی۔ اس سے بچنے کی بہتر صورت یہی تھی کہ ہم جلد از جلد پانی سے باہر نکل جاتے اور میں نے یہی کیا۔ مجھے باہر نکلتے دیکھ کر زاہر بھی چشمے سے باہر نکل آیا اور ہم چشمے کے کنارے زمین پر لیٹ گئے۔ کچھ پڑنے کی سی کیفیت طاری ہونے لگی تھی چنانچہ میں فوری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ہمارے لیے کھلے میں رہنا ٹھیک نہیں ہے۔" میں نے زاہر سے کہا۔ "ہمیں خود کو پوشیدہ رکھنا چاہیے۔" زاہر سے یہ بات کہتے وقت میری نظر اس کے چہرے پر پڑی اور میرا منہ حیرت سے کھل گیا۔ اس کے سر کے تقریباً سارے بال جھلس گئے تھے بھنویں اور پلکیں بھی غائب ہو چکی تھیں اور گزشتہ ایک ہفتے کے دوران بڑھی ہوئی شیو کے اکثر بال بھی۔

زاہر کا یہ حلیہ دیکھ کر مجھے ہنسی آ گئی۔ نہانے سے قبل یہ حلیہ کائی کی تہہ نے چھپا رکھا تھا۔ میری بات سن کر تو زاہر نے سر نہیں اٹھایا تھا لیکن مجھے ہنستے دیکھ کر اس نے سر اٹھایا اور اپنی نیندا سی آنکھوں سے مجھے دیکھنے کی کوشش کی اور پھر اس کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔ چند لمحے وہ مجھے ایسی ہی نظروں سے دیکھتا رہا اور اس کے بعد اس نے خود بھی ہنسنا شروع کر دیا۔ میں تو پہلے ہی ہنس رہا تھا۔ اس کے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اس طرح ہنسنے پر مجھے یک بہ یک اپنے حلیے کا خیال آیا اور میرا ہاتھ بے اختیار اپنے سر پر جا پہنچا۔ بلاشبہ میرا حلیہ بھی زاہر کے حلیے سے زیادہ مختلف نہیں تھا۔ ہم دونوں ہی نے آگ کا دریا عبور کیا تھا اور ہم دونوں کے جسموں کے ... بال جھلس گئے تھے۔

"ہم دونوں ہی کارٹون نظر آ رہے ہیں۔" میں نے ہنسی پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اس لیے ایک دوسرے پر ہنسنے کے بجائے اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے اور فوراً جھاڑیوں میں پناہ لینی چاہیے۔"

"ہیلی کاپٹر تو واپس چلا گیا ہوگا۔" زاہر نے اٹھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

میں نے آسمان پر نگاہ دوڑائی اور مجھے ہیلی کاپٹر دکھائی دے گیا جو بہت تیز رفتاری سے پرواز کر رہا تھا اور اس سے جلتی ہوئی آگ پر گولے پھینکے جا رہے تھے۔ جس مقام پر کوئی گولا گرتا تھا وہاں سے کثیف دھواں اٹھنے لگتا تھا۔

"اوہ، یہ تو شاید آگ بجھانے والی گیس پھینک رہا ہے۔" میں نے مضطربانہ انداز میں کہا۔

زاہر جلدی سے کھڑا ہو گیا اور ہیلی کاپٹر کی طرف دیکھنے لگا۔ "جی ہاں۔" اس نے خوش ہو کر کہا۔ "میرا خیال درست ثابت ہوا۔ انھوں نے سوچ سمجھ کر ہی آگ لگائی تھی۔"

"خوش ہونے کی بات نہیں ہے زاہر! آگ بجھنے کے بعد وہ ہماری لاشیں تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"پھر کیا کیا جائے؟" زاہر تشویش سے بولا۔ "واپس انھی جھاڑیوں میں چھپ جاتے ہیں۔"

"اس سے کیا فائدہ ہوگا؟" میں نے کہا۔ "ہم گھرے ہوئے ہیں۔ وہ لوگ جلد ہی ہمیں ڈھونڈ نکالیں گے۔"

"اس کے علاوہ اور کوئی راستہ بھی تو نہیں ہے۔ ہر طرف آگ لگی ہوئی ہے۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ آؤ جھاڑیوں میں ہی چلتے ہیں۔ آگ بجھنے کے بعد وہ ہمیں اس جگہ تلاش کریں گے جہاں ہمیں آخری بار دیکھا گیا تھا تو وہاں سے انھیں کچھ نہیں ملے گا۔ اس دوران ہمارے پاس اتنا وقت ہوگا کہ کچھ دور نکل جائیں۔"

زاہر کھانسنے لگا۔ دھوئیں میں اچانک ہی بہت زیادہ اضافہ ہو گیا تھا۔ میری سانسیں بھی رکنے لگی تھیں۔ ہم نے پلٹ کر جھاڑیوں کی طرف بڑھنے کی کوشش کی مگر ہم اپنی اس کوشش میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ جھاڑیوں تک پہنچنے سے قبل ہی زاہر زمین پر اکڑوں بیٹھ گیا تھا۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ مسل رہا تھا۔ ہمارے چاروں طرف دھواں پھیل چکا تھا اور اب ہمیں ہیلی کاپٹر کی صرف آواز سنائی دے رہی تھی۔ گہرے دھوئیں کے باعث وہ ہمیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

"کیا بات ہے زاہر؟" میں نے کہا اور زاہر کی طرف بڑھا۔ اس دوران میں زاہر زمین پر ڈھے چکا تھا۔ خود مجھے اپنے اعصاب شل ہوتے محسوس ہو رہے تھے۔ میں نے بوکھلا کر زاہر کو اٹھانے کی کوشش کی مگر مجھ میں اتنی تاب نہیں تھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ میں خود بھی اس کے اوپر ڈھیر ہو گیا۔ یہ بات بہت دیر میں سمجھ آئی تھی کہ آگ بجھانے والی گیس نے آگ کے ساتھ ساتھ ہمارے ہوش و حواس بھی بجھا دیے تھے اور یہ آخری بات تھی جو میں سوچ سکا تھا۔ اس کے بعد مجھے کچھ شدھ بدھ نہ رہی۔

ہوش و حواس کے تعطل کے وقفے کو وقت کے پیمانے سے ناپنا میرے لیے ممکن نہیں... بس اتنا معلوم ہے کہ آنکھ کھلی تو پورا منظر تبدیل ہو چکا تھا۔ بے ہوش ہونے سے قبل ہر طرف آگ ہی آگ تھی اور اب ہر طرف سفیدی ہی سفیدی نظر آ رہی تھی۔ جس کمرے میں میری آنکھ کھلی اس کی دیواریں سفید تھیں۔ بستر کی چادر سفید تھی۔ میرے اپنے جسم پر سفید لباس تھا اور میرے نزدیک موجود لڑکی نے سفید رنگ کا کوٹ زیب تن کر رکھا تھا۔ پلنگ کے برابر ایک اسٹینڈ تھا۔ اس کا رنگ بھی سفید تھا اور اس اسٹینڈ پر ٹنگی ہوئی تھیلی میں سفید سیال بھرا ہوا تھا جو منسلک نلکی کے ذریعے میری کلائی میں پیوست سوئی کے راستے قطرہ قطرہ میرے جسم میں داخل ہو رہا تھا۔ میں کسی اسپتال میں تھا۔

میں نے سر کو ذرا سی جنبش دی اور پورے کمرے کا جائزہ لیا۔ کمرے میں دو ہی پلنگ تھے۔ دوسرے پلنگ پر یقیناً زاہر تھا لیکن اس کی حالت زیادہ تشویش ناک معلوم ہو رہی تھی۔ اس لیے کہ اس کے چہرے پر آکسیجن ماسک بھی نظر آ رہا تھا۔ کمرے میں متعدد سائنسی آلات بکھرے نظر آ رہے تھے۔ زاہر کے جسم سے کئی نلکیاں منسلک تھیں جن میں سے ہر ایک کسی نہ کسی مشین تک چلی گئی تھی۔ جدید ترین الیکٹرانک مشینوں کے روشن اسکرین مختلف قسم کے اعداد و شمار ظاہر کر رہے تھے۔ بعض پر جلتے بجھتے اور متحرک روشن نقطے اور لکیریں بھی نظر آ رہی تھیں۔ کمرے میں موجود لڑکی جو نرس معلوم ہوتی تھی۔ انھی مشینوں میں سے ایک پر جھکی ہوئی تھی جو زاہر کی حالت کے متعلق اعداد و شمار ظاہر کر رہی تھیں۔ میں نے محسوس کیا کہ میری حالت بہتر ہے اور میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کر رہا۔ ہاتھوں اور پیروں میں البتہ خفیف سی دکھن تھی جو نظر انداز کر دیے جانے کے لائق تھی۔ زاہر کی طرف سے مجھے ضرور تشویش

پیدا ہو گئی تھی چنانچہ میں نے اپنی کلائی کی نس میں پیوست سوئی کو نظر انداز کرتے ہوئے اٹھنے کی کوشش کی۔ نرس کی پشت میری طرف تھی مگر اس نے محسوس کر لیا کہ میں نے اپنی جگہ سے حرکت کی ہے۔ وہ میری طرف مڑی اور مجھے اٹھنے کی کوشش کرتے دیکھ کر تیزی سے میری طرف جھپٹی۔

"آپ لیٹے رہیے جناب!" اس نے میرے سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔"

"میں اپنے ساتھی کی طرف سے فکر مند ہوں۔" میں نے کہا۔ "کیا وہ خطرے میں ہے؟"

"ہمارے ہوتے ہوئے آپ کو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔" اس نے مجھے ٹالنے کی کوشش کی۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں لیٹا رہوں تو مجھے ٹالنے کے بجائے یہ بتاؤ کہ میرے ساتھی کا کیا حال ہے؟"

"ہم ہر ممکن کوشش کر رہے ہیں کہ انھیں ہوش آ جائے۔" اس نے مبہم سا جواب دیا۔

"ہم کون؟" میں نے سوال کیا۔

"ہمارا تعلق میڈیکل کے شعبے سے ہے اور لوگوں کی زندگیاں بچانا ہمارا فرض ہے۔"

میں سمجھ گیا کہ وہ اپنے بارے میں کچھ نہیں بتائے گی۔ اس کی آنکھوں میں ذہانت کی چمک تھی اور وہ قد لمبا ہونے کے باوجود بے وقوف نہیں تھی۔ وہ بہت غور سے مجھے دیکھ رہی تھی جیسے میرا ارادہ جاننا چاہتی ہو۔

"تمھارا تعلق ضرور میڈیکل کے شعبے سے ہوگا لیکن تم ڈاکٹر تو نہیں لگتیں۔"

"دو بہترین ڈاکٹر ہر آدھے گھنٹے بعد معائنہ کرنے آتے ہیں۔" اس نے سنجیدگی سے کہا۔

"گویا تم نرس ہو؟"

"میں ان کی معاون ہوں اور آپ لوگوں کی دیکھ بھال میری ذمے داری ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب یہ ڈرپ نکال دو۔ مجھے اس کی ضرورت نہیں محسوس ہو رہی۔"

"میں اس قسم کے فیصلے کرنے کی مجاز نہیں ہوں۔ ڈاکٹر ہی آ کر کوئی فیصلہ کریں گے۔"

"لیکن میں کسی قسم کی کمزوری نہیں محسوس کر رہا۔" میں نے احتجاج کیا۔

"یہ ہمارا کمال ہے ورنہ جس وقت آپ یہاں لائے گئے تھے، آپ دونوں کی حالت بے حد خراب تھی۔"

"یہ کون سا اسپتال ہے؟"

"میں آپ کو کم سے کم گفتگو کرنے کا مشورہ دوں گی۔ آپ کی طبیعت دوبارہ بگڑ سکتی ہے۔"

"مجھے یقین ہے یہ کوئی اسپتال نہیں ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا یہ ضروری ہے کہ آپ سوال جواب کرتے رہیں اور میں آپ کے بیڈ سے لگی کھڑی رہوں؟"

"تمھیں غالباً خوف ہے کہ میں تمھارے ہٹتے ہی اٹھنے کی کوشش کروں گا!"

"آپ کے انداز سے تو یہی ظاہر ہوتا ہے۔"

"میں تمھیں کسی مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ تم چاہو تو بیٹھ سکتی ہو۔ ڈاکٹر کے آنے تک میں یونہی لیٹا رہوں گا۔"

"شکریہ جناب!" اس نے کہا اور کرسی کھینچ کر بیڈ کے پاس ہی بیٹھ گئی۔

"تم میرے سوالوں کے جواب دینے سے کیوں گریز کر رہی ہو جبکہ میرے سوالات بھی بے ضرر ہیں۔"

اس نے ایک طویل سانس لی۔ "غالباً آپ کو سب سے زیادہ فکر اپنے ساتھی کی ہے اور میں اس بارے میں زیادہ کچھ نہیں بتا سکتی اس لیے کہ میں خود بہت کم جانتی ہوں۔"

"جتنا معلوم ہے اتنا ہی بتا دو۔"

آپ دونوں کے جسمانی سسٹم پر کسی گیس کے اثرات تھے۔ آپ کے ساتھی بہت بری طرح متاثر تھے۔ ہم نے انھیں ہر ممکن طبی امداد دے کر ان کی جان تو بچا لی ہے لیکن..." وہ خاموش ہو گئی۔

"لیکن کیا...؟" میں اضطراری طور پر اٹھ بیٹھا۔

"دیکھیے آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اٹھیں گے نہیں۔" اس نے مجھے ٹوکا۔

"اوہ، معاف کرنا۔" میں نے کہا اور دوبارہ لیٹ گیا۔ میری نگاہ اسی پر جمی ہوئی تھی۔

"جب تک انھیں ہوش نہیں آ جاتا کوئی بات یقین سے نہیں کہی جا سکتی۔"

"ہم دونوں ایک ہی قسم کی صورت حال سے گزرے تھے، پھر اس کی حالت اتنی زیادہ کیوں بگڑ گئی؟"

"مجھے نہیں معلوم کہ آپ لوگ کس قسم کی صورت حال سے گزرے ہیں لیکن جب آپ لوگ یہاں پہنچے، اس وقت آپ دونوں ہی کی حالت تشویش ناک تھی، دونوں کا بلڈ پریشر خطرناک حد تک لو تھا۔ آپ کے جسم نے دواؤں کا اثر بہت تیزی سے قبول کیا۔ اس لیے آپ کو جلد ہی ہوش آ گیا۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"جلدی ہوش میں آنے سے تمھاری کیا مراد ہے۔ میں کتنی دیر بے ہوش رہا ہوں؟"

"آپ اپنے ساتھی سے قبل ہوش میں آ گئے۔ اسے جلدی ہی کہیں گے۔ ویسے یہاں آپ چھتیس گھنٹے بے ہوش رہے۔"

"چھتیس گھنٹے؟" میں بری طرح چونک پڑا۔ "چھتیس گھنٹے کم تو نہیں ہوتے۔"

"آپ کی حیرت بجا ہے لیکن ضرورتاً آپ کو کچھ سکن دوائیں بھی دی گئی تھیں۔"

"معلومات فراہم کرنے کا شکریہ۔" میں نے کہا۔ "کیا میں تمھارا نام پوچھ سکتا ہوں؟"

جواب دینے سے قبل وہ ذرا سا رکی، پھر بولی۔ "آپ مجھے سلویا کہہ سکتے ہیں۔"

"صرف کہہ سکتا ہوں! کیا یہ تمھارا نام نہیں ہے؟"

"نام بھی یہی ہے۔" اس کے ہونٹوں پر خفیف سی مسکراہٹ نظر آئی۔ "لیکن آپ بولتے بہت ہیں۔"

"تمھیں دیکھنے کے بعد سے خواہ مخواہ باتیں کرنے کو جی چاہ رہا ہے، ورنہ میں بہت کم گو آدمی ہوں۔"

اس نے ایک کھنکتا ہوا سا قہقہہ لگایا۔ "ایسی باتیں کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے۔"

میں اس سے مزید باتیں اگلوانے کے لیے گفتگو کرنے کا کوئی نیا زاویہ تلاش کر ہی رہا تھا کہ کمرے کا دروازہ کھلا اور سفید کوٹ میں ملبوس دو افراد کھلے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ ان میں سے کسی کی عمر بھی پچاس سے کم نہیں تھی اور ان کی گردنوں میں جھولتے ہوئے اسٹیتھسکوپ انھیں ڈاکٹر ظاہر کر رہے تھے۔ انھیں دیکھتے ہی سلویا کھڑی ہو گئی۔ دونوں ڈاکٹر سیدھے میری طرف آئے اور میرے بیڈ کے دائیں بائیں کھڑے ہو گئے۔

"کیا حال ہے جنٹلمین؟" ان میں سے ایک نے کہا۔ "خود کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟"

"سپرفٹ۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لیکن اس کے ساتھ ہی قید ہونے کا بھی احساس ہو رہا ہے۔"

"قید ہونے کا احساس؟" دوسرے ڈاکٹر نے متحیرانہ انداز میں کہا۔ "کس وجہ سے؟"

"ایک صحت مند آدمی کو اگر بستر پر لیٹنے پر مجبور کر دیا جائے تو وہ اور کیا محسوس کرے گا؟"

دونوں ڈاکٹر ہنس پڑے۔ سلویا بھی مسکرائی تھی، پھر ایک ڈاکٹر نے کہا۔ "تم نے تو ہمیں ڈرا ہی دیا۔"

"لیکن میں نے کوئی ڈراؤنی بات تو نہیں کی تھی۔" میں معصومیت سے بولا۔

"تم نے کوئی ڈراؤنی بات نہیں کی تھی لیکن جس گیس کے زیر اثر تم بے ہوش ہوئے تھے اور جتنی دیر اس کے زیر اثر رہے تھے۔ اس کے نتیجے میں دماغ کا متاثر ہونا قرین قیاس تھا۔ شکر ہے کہ تم محفوظ رہے۔"

"اوہ، تو یہ بات ہے۔" میں نے سوچا۔ ممکن ہے زاہر کا دماغ زیادہ متاثر ہو گیا ہو اور اسی بنا پر اس کی بے ہوشی طول پکڑ گئی ہو۔

"اب جبکہ میں ٹھیک ہو گیا ہوں تو کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ مجھے ڈسچارج کر دیا جائے؟"

میرے سوال پر دونوں ڈاکٹروں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر ان میں سے ایک بولا۔ "ابھی تم پوری طرح ٹھیک نہیں ہوئے ہو۔ اس اسٹیج پر ذرا سی بھی بے احتیاطی سے گیس کے اثرات دوبارہ نمودار ہو سکتے ہیں۔"

"گویا ابھی مجھے مزید زیر علاج رہنا ہو گا؟"

"ہاں، یہ ضروری ہے۔"

"کب تک؟"

"جب تک ہم مطمئن نہیں ہو جاتے۔"

"ٹھیک ہے ڈاکٹر! یہ بات تو پہلے سے ہی میرے علم میں تھی اور مجھے یہاں رہنے پر ایسا کوئی اعتراض بھی نہیں ہے لیکن مہربانی کر کے یہ ڈرپ نکلوا دو، میرا جسم سوئیوں کا عادی نہیں ہے۔"

انھوں نے میرے الفاظ کے عقب میں پوشیدہ دھمکی محسوس کر لی اور سلویا سے ڈرپ نکالنے کو کہا۔

"اس ڈرپ میں دوائیں بھی شامل تھیں۔ ڈرپ نکلنے کی وجہ سے اب تمھیں بہت سی گولیاں نگلنا پڑا کریں گی۔"

"مجھے دواؤں کی قطعی ضرورت نہیں ہے لیکن تمھارے اطمینان کے لیے میں گولیاں بھی نگل لوں گا۔"

میرے بعد انھوں نے زاہر کی طرف رخ کیا اور کافی دیر تک اس کا معائنہ کرتے رہے اور میں ان کے چہروں پر پھیلی تشویش پڑھتا رہا۔ انھوں نے سلویا سے کچھ چارٹ بھی لے کر دیکھے تھے۔

"اب تک تو اسے ہوش آ جانا چاہیے تھا۔" ان میں سے ایک بڑبڑایا۔

"معلوم ہوتا ہے دماغ کچھ زیادہ ہی متاثر ہو گیا ہے۔" دوسرا بولا۔

پہلے ڈاکٹر نے تفہیمی انداز میں سر کو جنبش دی۔ "اس کے علاوہ اور کوئی بات نہیں ہو سکتی۔"

"مگر جو دوائیں اسے استعمال کرائی جا چکی ہیں۔ اس کے بعد اور کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کے علاوہ اور کیا ہو سکتا ہے کہ اسے کسی دوسرے کمرے میں منتقل کر دیا جائے۔ جہاں مکمل خاموشی ہو۔"

"یہی کرنا پڑے گا۔" دوسرا ڈاکٹر اس سے متفق ہو گیا۔ لیکن اسی وقت میں نے دخل اندازی کی۔

"تم اسے یہاں سے کہیں نہیں لے جا سکتے اگر لے جاؤ گے تو میں بھی ساتھ جاؤں گا۔"

دونوں نے چونک کر میری طرف دیکھا، پھر ان میں سے ایک جو زیادہ معمر تھا، چند قدم میری طرف بڑھ آیا۔

"کیا تم نے سنا نہیں کہ اس کا دماغ متاثر ہے اور اسے ایسی جگہ درکار ہے جہاں مکمل سکوت ہو؟"

"میں نے سن لیا ہے لیکن تم لوگ بے فکر رہو میں بالکل خاموش رہوں گا۔"

"نہیں۔" اس نے نفی میں سر ہلایا۔ "ہمارے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ کسی اور کو بھی اس کے ساتھ رکھیں۔"

"جب میں تمھیں یقین دلا رہا ہوں کہ میں بالکل خاموش رہوں گا تو پھر یہ ممکن کیوں نہیں ہے؟"

"ڈاکٹر ہم ہیں، تم نہیں ہو، اور یہ فیصلہ کرنا ہمارا کام ہے کہ مریض کا علاج کس طرح ممکن ہے۔"

"ٹھیک ہے مگر میں بھی اسے مناسب نہیں سمجھتا کہ میرا ساتھی تنہا رہے۔"

"وہ تنہا نہیں رہے گا۔ اس کی دیکھ بھال کے لیے ڈاکٹر بھی ہوں گے اور نرسیں بھی۔"

"جہاں اتنے لوگ ہوں گے وہاں میری موجودگی سے کیا فرق پڑ جائے گا؟"

"تم بلا وجہ بحث کر رہے ہو۔" اس نے خشک لہجے میں کہا۔ "میں کہہ چکا ہوں کہ ہم مریض کے لیے جو مناسب سمجھیں گے کریں گے۔"

"دیکھتا ہوں، تم اسے میری مرضی کے خلاف یہاں سے کیسے لے جاتے ہو؟" میں نے اچھل کر کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

میرے اس طرح اچھل کر بیڈ سے اترنے پر دونوں ڈاکٹر اور سلویا ششدر رہ گئے۔ سب اپنی اپنی جگہ ساکت ہو گئے اور میں اس طرح کھڑا تھا کہ میرے قریب سے گزرے بغیر کوئی کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔

چند لمحے یوں ہی گزر گئے، پھر معمر ڈاکٹر سنبھالا لے کر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "تم جو کچھ بھی کر رہے ہو وہ تمھارے اپنے ساتھی کے حق میں برا ثابت ہو گا مسٹر ایلی۔"

"اخاہ۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "تو جناب میرے نام سے بھی واقف ہیں۔"

"صرف نام سے ہی نہیں، ہر بات سے واقف ہیں۔" اس نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔

"پھر بتاؤ، میں اپنے ساتھی کو تمھارے رحم و کرم پر کیسے چھوڑ دوں؟"

"حالانکہ تم خود چھتیس گھنٹوں تک ہمارے رحم و کرم پر رہ چکے ہو۔"

اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں تھا لیکن میں نے کہا۔ "پالیسی کسی وقت بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔"

"ڈاکٹر کی صرف ایک ہی پالیسی ہوتی ہے۔ کسی طرح بھی سہی، اس کا مریض صحت یاب ہو جائے۔"

"تم لوگ ڈاکٹر سہی مگر کسی کے ملازم بھی ہو۔ میں اس کی پالیسی کی بات کر رہا تھا جس کے تم ملازم ہو۔"

"مسٹر ایلی! اگر ہم چاہیں تو تمھارے ساتھی کو زبردستی بھی یہاں سے لے جا سکتے ہیں مگر ہم ایسا نہیں کریں گے۔"

"کیوں؟" میں نے بے اختیار پوچھا۔

"اس لیے کہ اس کی زندگی بچانے کی ہر ممکن کوشش کرنا ہمارا فرض ہے لیکن تھوڑی سی ذمے داری تمھاری بھی ہے۔ اگر تمھیں اپنے ساتھی سے محبت ہے تو تمھیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہیے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن میں کسی یہودی پر اعتبار نہیں کر سکتا۔"

میری بات سن کر ڈاکٹر کا چہرہ سرخ ہو گیا لیکن جب وہ بولا تو اس کی آواز حیرت انگیز طور پر پرسکون تھی اور اس میں اشتعال کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"تمھیں یہ بات کہنے کی ضرورت نہیں تھی مسٹر ایلی! میں تم سے بہت اچھی طرح واقف ہوں۔ تمھارے کارنامے بھی میرے علم میں ہیں۔ میں تم سے یہودیت کے بارے میں گفتگو نہیں کروں گا۔ اس لیے کہ میں کوئی مبلغ نہیں ہوں۔ یہودیوں کے بارے میں بھی گفتگو نہیں کروں گا کیونکہ میرا ایمان ہے کہ ہر قوم میں اچھے اور برے ہر طرح کے لوگ موجود ہیں۔ میرا سیاست سے بھی کوئی واسطہ نہیں ہے۔ اس لیے سیاسی گفتگو بھی نہیں کر سکوں گا۔ یہ سارے معاملات انھی لوگوں تک

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رکھو جن سے تمھاری دشمنی چلی آرہی ہے۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں کہ کون صحیح ہے اور کون غلط ___ کون غالب ہوتا ہے اور کون مغلوب... مجھ سے تو میرے شعبے کی حد تک بات کرو۔ اتنا تو تم خود بھی جانتے ہو گے کہ دنیا کے کسی بھی ملک کے میڈیکل کے نصاب میں رنگ، نسل، قوم اور مذہب کی بنیاد پہ کوئی بات شامل نہیں کی جاتی نہ پڑھائی جاتی ہے۔ دنیا کا ہر مذہب محبت کی تلقین کرتا ہے اور نفرت سے روکتا ہے لیکن ہر مذہب کے ماننے والوں میں ایسے لوگ ضرور ہوتے ہیں جو مذہبی تعلیمات سے بغاوت کرتے ہوئے نفرت کو اپنا شعار بنا لیتے ہیں۔ میں بڑے فخر سے یہ بات کہہ سکتا ہوں کہ میں نے وہ پیشہ اپنایا ہے جو عملی طور پہ ہر قسم کے تعصبات سے بالاتر ہے۔ کبھی آپریشن ٹیبل پہ ہمارے سامنے ہمارا دشمن بھی آجائے تو ہمارے ہاتھ اس کے لیے مسیحائی کے سوا کچھ نہیں کر سکیں گے۔"

میں پلک جھپکائے بغیر اسے دیکھ رہا تھا اور اس نے بھی تمام گفتگو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کی تھی۔

"مجھے تمھاری کسی ایک بات سے بھی اختلاف نہیں ہے لیکن تم بھی تو آخر کسی کے ملازم ہو۔"

"تمھارا خیال غلط ہے۔" اس نے میری بات کاٹ دی۔ "جب تک کوئی شخص زیرِ علاج ہے وہ ہماری ذمے داری ہے اور اس پہ کسی کا بس نہیں چل سکتا۔"

"لیکن میں جو یہاں اکیلا رہ جاؤں گا۔" میں نے پینترا بدلا۔

"سلویا تمھاری رفاقت کے لیے یہیں موجود رہے گی۔" اس نے تیزی سے کہا۔

"میرے ساتھی کو بھی تو دیکھ بھال کی ضرورت ہوگی۔" میں نے اعتراض کیا۔

"بے فکر رہو، ہمارے پاس اسٹاف کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے ہتھیار ڈالتے ہوئے کہا۔ "لیکن سلویا ہر وقت تو میرے پاس نہیں رہ سکتی۔"

"چوبیس گھنٹے رہے گی اور اگر تم چاہو گے تو ڈیوٹی تبدیل بھی کی جا سکتی ہے۔"

میں خاموش ہو گیا۔ زاہر کے سلسلے میں میں نے جس ردِعمل کا مظاہرہ کیا اسے جذباتیت کے علاوہ کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔ ہم اولیو ہاورڈ کے قیدی تھے۔ وہ ہمیں مروا بھی سکتا تھا اور ہم سے زبردستی اپنی مرضی کے مطابق کام بھی لے سکتا تھا، پھر یہ حقیقت تھی کہ اگر ہمیں مارنا ہی مقصود ہوتا تو یہ کام اس وقت زیادہ بہتر طور پہ ہو سکتا تھا جب ہم بے ہوش تھے۔

انھوں نے زاہر کو اس کمرے سے منتقل کر دیا اور میں خاموشی سے انھیں دیکھتا رہا۔ سلویا کمرے میں ہی رک گئی تھی۔ ان لوگوں نے اس سے چلنے کو کہا بھی نہیں تھا اور یہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا کہ وہ میری دیکھ بھال کے لیے رکے گی۔ اسے روکنے سے میرا مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں تھا کہ باتوں باتوں میں اس سے کچھ حقائق اگلوا سکوں۔

"اب تم لیٹ جاؤ ڈیئر!" سلویا نے تکلفانہ انداز بالائے طاق رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"میں کسی قسم کی کمزوری محسوس نہیں کر رہا۔" میں نے بیڈ پہ پیر لٹکا کر بیٹھتے ہوئے کہا۔

"مریض کو چاہیے کہ خود کو ڈاکٹر کی ہدایات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرے۔"

"چلو ٹھیک ہے، میں جسمانی طور پہ تو آرام کر لوں گا۔ مگر ذہنی سکون کس طرح میسر آئے گا؟"

"کیوں، تمھیں کیا پریشانی ہے؟"

"مجھے اپنے ساتھی کی فکر کھائے جا رہی ہے۔ اس نے بڑے کٹھن مراحل میں میرا ساتھ دیا ہے۔"

"اسے بہتر علاج کی غرض سے یہاں سے لے جایا گیا ہے تمھیں تو ذہنی طور پہ مطمئن ہو جانا چاہیے۔"

"تمھیں معلوم ہے، میں نے تمھیں کیوں روکا ہے؟" میں نے اچانک اس سے سوال کیا۔

"ہاں۔" اس نے بڑے اطمینان سے جواب دیا۔ "تم نے بتایا تو تھا، اپنی تنہائی رفع کرنے کی غرض سے۔"

"اگر میں تنہا رہتا تو اپنے ساتھی کے بارے میں سوچتا رہتا۔ تم سے باتیں کرتا رہوں گا تو دھیان بٹا رہے گا۔"

"اس کے لیے میں ہی کیا ضروری تھی؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔ "میری جگہ کوئی اور آتا تو تم اس سے بھی باتیں کر سکتے تھے۔"

"باتیں بھی تو ہر ایک سے نہیں کی جا سکتیں۔ تم پہلی نظر میں ہی مجھے بھا گئی تھیں۔ تمھاری جگہ معلوم نہیں کون آتا۔"

سلویا نے حیرت سے مجھے دیکھا اور پھر کھل کھلا کر ہنس پڑی۔ "تم تو بہت اچھے اداکار ہو۔"

"میں تمھاری حسین رفاقت سے بہرہ ور ہونا چاہ رہا تھا لیکن تم مجھے اداکار کہہ کر میرے جذبات کا مذاق اڑا رہی ہو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

سلویا ایک بار پھر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئی مگر پہلے کی طرح یہ کیفیت... محض چند لمحوں تک قائم رہی۔ "سچ کہہ رہی ہوں، اگر تم فلموں کی طرف نکل جاؤ تو پہلی ہی فلم میں اداکاری کا آسکر ایوارڈ جیت لو گے۔"

"تمھارا قصور نہیں سلویا!" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "آج کے دور میں ہر چیز کی تعریف الٹ کر رہ گئی ہے۔ ہم سب کا یہی حال ہے سچ پہ جھوٹ اور اداکاری پہ حقیقت کا گمان ہوتا ہے۔"

سلویا ہنس پڑی۔ بڑی مترنم ہنسی تھی، دل میں اتر جانے والی۔ "تمھارے یہاں پہنچنے سے قبل ہی ہمیں تمھارے بارے میں بڑی تفصیل سے آگاہ کیا گیا تھا۔ اس لیے آپ ہم میں سے کسی کا دھوکا کھانا ممکن نہیں ہے۔"

میں نے دل ہی دل میں اولیو ہاورڈ کو بے شمار مغلظات سے نواز ڈالا۔ کم بخت نے یہ راہ بھی مسدود کر دی تھی لیکن میں بھی اتنی آسانی سے شکست تسلیم کرنے والوں میں سے نہیں تھا۔ میں نے سلویا پہ مشق جاری رکھی۔

"مجھے نہیں معلوم کہ تمھیں کیا بتایا گیا ہے لیکن جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے، اس میں ذرہ برابر جھوٹ نہیں ہے۔"

"ہمیں بتایا گیا ہے کہ تم پر حسن اثر انداز نہیں ہوتا۔ بے شمار حسین لڑکیوں نے تمھاری توجہ حاصل کرنے کی کوشش کی، مگر انھیں ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ کیوں، کیا میں غلط کہہ رہی ہوں؟"

میں نے ایک بار پھر دل ہی دل میں اولیو ہاورڈ کو برا بھلا کہا اور سلویا سے بولا۔ "تمھیں بالکل درست بتایا گیا ہے سلویا! لیکن اس سے یہ کب لازم آتا ہے کہ میں کبھی کسی سے متاثر ہی نہیں ہو سکتا؟"

"بالکل لازم نہیں آتا۔" سلویا بڑی سنجیدگی سے بولی۔ "لیکن اتفاق سے ہمیں تہذیب عالم ایکس کے بارے میں بھی بتا دیا گیا ہے۔"

اس کے منہ سے تہذیب کا نام سن کر میں نے بڑی مشکل سے خود کو چونکنے سے روکا۔ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ اولیو ہاورڈ نے انھیں میرے بارے میں اس حد تک باخبر کر دیا ہے۔ اب گفتگو کا انداز ذرا سا تبدیل کر دینے کی ضرورت تھی۔ وہ خود بخود ہی سب کچھ اگلتی چلی جاتی، بس اسے یہ احساس نہیں ہونا چاہیے تھا کہ میں اس سے معلومات حاصل کرنے کے چکر میں ہوں۔

"تہذیب کی بات اور ہے۔" میں نے ایک سرد آہ بھر کے کہا۔ "ہم نے ایک دوسرے کو رفیقِ زندگی کے طور پہ چنا ہے لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ اب میں حسن سے متاثر بھی نہیں ہو سکتا۔"

"ضرور ہو سکتے ہو۔" سلویا نے شوخی سے کہا۔ "لیکن پہلے تو تم کسی سے متاثر نہیں ہوئے۔"

"بہت سی حسین لڑکیوں سے میری ملاقات ہوئی لیکن تم میں نہ جانے کیا بات ہے..."

"پھر کیا کیا جائے؟" سلویا نے میری بات کاٹ کر بڑی سنجیدگی سے پوچھا۔ وہ ذرہ برابر متاثر نظر نہیں آرہی تھی۔

"تم سے باتیں کر کے دل بہلاؤں گا۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لی۔ "اور کیا کیا جا سکتا ہے؟"

"مجھے معلوم ہے تمھارا تعلق پاکستان سے ہے اور وہاں اس قسم کی محبت کا تصور پایا جاتا ہے لیکن میں نے یہ بھی سنا ہے کہ تم لوگ صرف ایک محبت کرتے ہو۔"

"پرانی بات ہوئی، اب تو ہم لوگ بھی ایڈوانس ہو گئے ہیں۔"

"بہت بڑی بات ہے علی یار خان! معلوم نہیں تمھارا مقصد کیا ہے مگر اپنی متضاد گفتگو پہ غور کرو۔ ایک طرف تو تمھیں اپنے ساتھی کی طرف سے تشویش لاحق ہے اور دوسری طرف تم اس قسم کی گفتگو کر رہے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" میں نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر دباتے ہوئے کہا۔ "شاید میرا دماغ متاثر ہو گیا ہے۔"

سلویا کے چہرے پہ بوکھلاہٹ کے آثار نظر آئے اور وہ کرسی سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ "ڈاکٹر کو بلاؤں؟" اس نے کہا۔

"نہیں۔" میں ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تشویش کی بات نہیں ہے بس یہ احساس نہیں ہو رہا کہ مجھے کیا کرنا چاہیے اور کیا کہنا۔"

"ذہن پر زور مت دو اور لیٹ جاؤ، کہو تو نیند کی گولی دے دوں۔"

"مجھے کچھ نہیں ہوا، بس تمھارے کہنے پہ یہ احساس ہوا ہے کہ اپنے ساتھی کی اتنی خراب حالت کے باوجود میں تمھارے حسن سے کیوں متاثر ہو گیا۔ یہ وقت ان باتوں کے لیے مناسب تو نہیں ہے۔"

"تم گفتگو بالکل مت کرو، کچھ مت سوچو، کبھی کبھی یوں بھی ہو جاتا ہے۔"

"میرے ساتھ کبھی ایسا نہیں ہوا۔ میں سوچ رہا ہوں کہ کہیں اس کی وجہ وہ حالات تو نہیں ہیں جن سے ہمیں گزرنا پڑا ہے۔"

"پہلے تم لیٹ جاؤ۔" سلویا نے میرے دونوں شانے پکڑ کر دباؤ ڈالتے ہوئے کہا اور نہ چاہتے ہوئے بھی مجھے لیٹنا پڑا۔ میں نہ صرف لیٹا بلکہ آنکھیں بھی بند کر لیں۔ سلویا نے مجھے چادر اڑھائی اور خود کرسی پہ بیٹھ گئی۔

چند لمحوں بعد میں نے آنکھیں کھول دیں۔ سلویا تپتی پہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

ٹھوڑی ٹکائے مجھے دیکھ رہی تھی۔ مجھے آنکھیں کھولتے دیکھ کر مسکرائی۔ "نیند نہیں آ رہی تو آنکھیں ہی بند رکھو اس سے بھی بہت سکون ملے گا۔"

"تم کب تک یہاں رہو گی سلویا؟" میں نے نحیف آواز میں پوچھا۔

"جب تک تم کہو گے۔" اس نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔

"اگر میں کہوں کہ تم مستقل میرے ساتھ رہو تو۔۔۔؟"

"جب تک تم زیرِ علاج ہو، میں مستقل تمھارے پاس رہوں گی۔"

"یہ تو بڑی زیادتی ہوگی۔" میں نے کہا۔

"زیادتی!" وہ حیرت سے بولی۔ "نہیں، ہرگز نہیں کوئی زیادتی نہیں ہوگی۔"

"محض میری خواہش پوری کرنے کے لیے تمھیں ہر وقت میرے ساتھ رہنا پڑے گا۔"

"تمھاری جگہ کوئی اور مریض ہوتا تب بھی میں یہی کرتی۔"

"اوہ! میں سمجھا تھا محض میری خاطر۔۔۔" میں نے کہا۔ میرے لہجے میں مایوسی تھی۔

سلویا ہنسی۔ "دل چھوٹا نہ کرو۔ بعض چیزوں کا تعلق پیشہ ورانہ ضروریات سے بھی ہوتا ہے۔"

"بعض اوقات ذاتی معاملات کو ترجیح بھی دینا پڑ جاتی ہے۔"

"ایسا ہو بھی سکتا ہے۔" سلویا شوخی سے بولی۔

"لیکن میرے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔"

"کم از کم یہاں کی حد تک تو ایسا نہیں ہے۔" سلویا نے مسکرا کر کہا۔

"تمھاری بات بہت تشنہ ہے۔ اس کی وضاحت کرو۔"

"جہاں تک میرا اندازہ ہے، ہر لڑکی تم سے کسی نہ کسی حد تک ضرور متاثر ہوتی ہوگی۔ یہاں تو خیر میں مجبور ہوں لیکن اگر کہیں اور تم سے ملاقات ہوئی ہوتی، تب بھی میں تمھاری بات آسانی سے نہیں ٹال سکتی تھی۔"

"کہیں میں مغرور نہ ہو جاؤں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میں جانتی ہوں، ایسا نہیں ہوگا۔ تمھارے بارے میں ہمیں بہت تفصیل سے بتایا گیا ہے۔"

"ہمیں سے کیا مطلب ہے۔ میرے بارے میں کس کس کو بتایا گیا ہے؟"

"اس عمارت میں موجود ہر شخص کو۔" سلویا نے کہا۔

"اس کی وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"تاکہ ہر وہ شخص جس کا تم سے واسطہ پڑنے والا ہے، تمھیں پوری طرح سمجھ لے اور کسی بھی طرح تمھاری کسی چال میں نہ پھنسنے پائے۔"

"کیا یہاں میری حیثیت قیدی کی سی ہے؟"

"ہاں، عمارت کی ہر راہداری میں مسلح پہرے دار موجود ہیں اور وہ سب کے سب تمھاری خطرناکیوں سے پوری طرح واقف ہیں لہٰذا یہاں سے تمھارے فرار کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ فرار تو کسی نہ کسی طرح ہونا ہی تھا۔ پہلے ہی ہماری پانچ چھ روز کی محنت خاک میں مل چکی تھی لیکن زاہر کو ساتھ لیے بغیر میں ایسی کوئی کوشش کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

"کوئی ہرج نہ ہو تو یہ بھی بتا دو کہ ہمارے لیے اتنا اہتمام کرنے والی شخصیت کا نام کیا ہے؟" میں نے اس سے پوچھا۔

"اب تم مجھ سے اپنے ازلی دشمن کا نام بھی پوچھو گے؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔

"مجھے اندازہ تھا۔" میں نے کہا۔ "لیکن یقین کرو، میرے بارے میں تم لوگوں سے مبالغہ آرائی کی گئی ہے، ورنہ درحقیقت میں اتنا زیادہ خطرناک آدمی نہیں ہوں۔"

"تم بالکل بھی خطرناک نہیں ہو بلکہ تم تو انسانیت کے بہت بڑے محسن ہو۔"

میں سناٹے میں آ گیا۔ سلویا کے کہے ہوئے الفاظ ناقابلِ یقین تھے۔ میں حیرت سے گنگ ہو کر رہ گیا۔

"تم شاید یہ سمجھ رہے ہو کہ میں تمھارے ساتھ کسی قسم کا بلف کر رہی ہوں۔"

"پھر مجھے کیا سمجھنا چاہیے؟" میں نے بڑی مشکل سے کہا۔

"میں نے جو کچھ بھی کہا ہے پوری دیانت داری سے کہا ہے علی یار خاں۔"

قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا، دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر کمرے میں داخل ہوا۔ یہ وہی معمر ڈاکٹر تھا جس سے تھوڑی دیر قبل میری گفتگو ہو چکی تھی۔ سلویا اسے دیکھ کر کھڑی ہو گئی تھی۔

"کوئی مسئلہ تو نہیں ہے؟" ڈاکٹر نے سلویا سے پوچھا۔

"مسئلہ تو کوئی نہیں ہے، بس یہ ذرا ذہنی دباؤ محسوس کر رہے تھے۔"

"کیوں مسٹر ایلی؟" ڈاکٹر میری طرف متوجہ ہوا۔ "تم بہت جذباتی ہو لیکن میں تمھیں بتا رہا ہوں کہ موجودہ حالت میں زیادہ سوچنے سے تمھارے دماغ پر بہت زیادہ بُرے اثرات بھی مرتب ہو سکتے ہیں۔"

"ارے نہیں ڈاکٹر۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "بس ذرا سر میں درد سا محسوس ہونے لگا تھا۔ سلویا کے کہنے پر میں آنکھیں بند کر کے لیٹا تو درد غائب ہو گیا۔"

"اپنے ساتھی کی طرف سے فکرمند مت ہونا۔ ہم اس کی جان بچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔"

"تمھارے الفاظ سے صاف ظاہر ہو رہا ہے کہ اس کی جان خطرے میں ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا۔ یہ حقیقت ہے کہ اگر اسے چوبیس گھنٹے ہوش نہیں آیا تو پھر اس کی زندگی کی ضمانت نہیں دی جا سکے گی۔"

"ایک طرف تم کہتے ہو کہ مجھے ذہنی سکون کی ضرورت ہے اور دوسری طرف مجھے ایسی خبریں سُنا رہے ہو۔"

"ہمیں معلوم ہے کہ تم مضبوط اعصاب کے مالک ہو۔ بڑے سے بڑا صدمہ سہہ سکتے ہو۔ اس وقت یہاں میری آمد کا مقصد یہی تھا۔ تم اس کی طرف سے بہت فکرمند تھے، اس لیے میں نے سوچا تمھیں بتا دوں۔ وجہ یہ ہے کہ کوئی اچانک خبر بعض اوقات ناقابلِ برداشت ثابت ہوتی ہے۔"

"شکریہ ڈاکٹر! میں خود کو کسی بری خبر کے لیے تیار کرنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔

"اگر تمھیں کسی چیز کی ضرورت محسوس ہو تو بتا دینا۔ کہو تو تمھارے لیے کسی اور نرس کو بھیج دوں۔"

"نہیں ڈاکٹر! سلویا کے ساتھ وقت اچھا گزر رہا ہے۔"

"تب تو ٹھیک ہے۔ میں جا رہا ہوں۔ رات تک پھر آؤں گا۔"

ڈاکٹر کے جانے کے بعد سلویا پھر کرسی پر بیٹھ گئی۔ "تم لوگوں پر آخر کیا گزری ہے؟" اس نے کہا۔ "شدید ذہنی اور جسمانی مشقت کے باعث ہی آدمی اس حالت کو پہنچ سکتا ہے۔"

"ہم لوگ چھ روز تک پہاڑی علاقے میں فرار ہونے کی کوشش کرتے رہے۔" میں نے سلویا کو اپنی داستان سنانا شروع کی۔ وہ ہمہ تن گوش بیٹھی پوری محویت سے میری باتیں سُن رہی تھی۔

"اور جب ان لوگوں نے آگ بجھانے والی گیس پھینکی تو اس کے اثر سے ہم بے ہوش ہو گئے۔ اس کے بعد جب آنکھ کھلی تو اس کمرے میں تھے اور تم جیسی حسین خاتون کو روبرو دیکھ کر میں پہلی ہی نظر میں متاثر ہو گیا۔ شاید یہ کسی قسم کی دماغی یا اعصابی کمزوری تھی، ورنہ میں اتنی آسانی سے تو کسی سے متاثر نہیں ہوا کرتا۔" میں نے اپنی داستان ختم کرتے ہوئے کہا۔

سلویا عجیب سے انداز میں مسکرائی۔ "واقعی تم بہت چالاک ہو۔" اس نے کہا۔ "اس قدر دہشت ناک داستان سنانے کے بعد یہ تذکرہ کر کے مزاح بھی پیدا کر دیا اور مجھ سے متاثر ہونے کا جواز بھی پیدا کر لیا۔"

"تو ہم پر یہ گزری مس سلویا۔" میں نے کہا۔ "اور اب تم ہو کر یقین کر کے ہی نہیں دے رہیں۔"

"میں نے تو پہلے ہی کہا تھا۔ کہ میری نظر میں تم انسانیت کے محسن ہو۔"

"جب تک تم یہ نہیں بتاؤ گی کہ تم نے یہ نتیجہ کس بات سے اخذ کیا ہے، میں بھلا کیا سمجھ سکوں گا۔"

"میں نے تمھیں بتایا تو ہے کہ ہمیں تمھارے بارے میں مفصل معلومات فراہم کی گئی ہیں لیکن تمھیں میرے بارے میں کچھ بھی نہیں معلوم۔۔۔ کسی کو بھی نہیں معلوم۔ سب یہی سمجھتے ہیں کہ میں ان لوگوں کی حامی ہوں مگر ایسا نہیں ہے۔"

سلویا کے اندازِ گفتگو سے میرے جسم میں سنسنی کی لہر دوڑ گئی۔ اندازہ یہی ہو رہا تھا کہ جیسے وہ مجبوراً ان لوگوں کے لیے کام کر رہی ہو۔ اگر یہی بات تھی تو وہ میرے بہت کام آ سکتی تھی۔

"مجھے تو تم پہلی ہی نظر میں بہت پُراسرار لگی تھیں۔" میں نے رومانٹک لہجے میں کہا۔

"میرے اندر ہرگز کوئی پُراسراریت نہیں ہے۔ میں تو بس انسانیت کی بقا پر یقین رکھتی ہوں۔ ہلاکت خیزی کوئی بھی کر رہا ہو، میری نظر میں مجرم ہے۔ مجھے اس سے غرض نہیں کہ اس کا مذہب کیا ہے، نظریات کیا ہیں اور وہ کس ملک سے تعلق رکھتا ہے۔"

"جن لوگوں کے درمیان تم موجود ہو، ان کے درمیان رہتے ہوئے اس قسم کی باتوں پر یقین کرنا بڑا مشکل کام ہے۔"

"یہ میری وہ مجبوری ہے جس پر مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ میں خود بھی میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہوں لیکن ان لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بنی ہوئی ہوں۔ مجھے نہیں معلوم میرے ماں باپ کون ہیں؟ اس دنیا میں میرا کوئی رشتے دار ہے بھی کہ نہیں۔ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے، خود کو انھی لوگوں کے درمیان پایا ہے۔ ہاروت رابل نے میری پرورش کی اور اسی نے تعلیم دلائی۔ میں یہی سمجھتی رہی کہ میں بھی انھی میں سے ہوں۔ چند سال قبل ہی مجھ پر اپنی حقیقت منکشف ہوئی۔ اس سے قبل تو میں ان لوگوں کی مجرمانہ سرگرمیوں سے بھی لاعلم تھی۔"

"اب تم ان کے درمیان سے فرار ہونا چاہتی ہو لیکن یہ

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تمھارے لیے ممکن نہیں ہے۔"

"ظاہر ہے، جب تم چھ روز کی جدوجہد کے باوجود فرار نہیں ہو سکے تو میں بھلا کیا پہنچتی ہوں۔"

"میری بات چھوڑو، میں تو یہاں غیر قانونی طور پر موجود ہوں لیکن تم تو یہاں کی شہری ہو۔ اگر تم فرار ہونا چاہتیں تو ان لوگوں کے خلاف قانون سے مدد طلب کر سکتی تھیں۔"

سلویا تلخی سے ہنسی۔ "قانون کتنے دن میری حفاظت کرتا۔ آخر کار میں ان کے ہاتھوں ماری جاتی۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے کہا۔ "لیکن اب تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"مجھے تو یوں ہی گزارنی ہے البتہ اگر میں تمھارے کسی کام آ گئی تو میرے لیے یہی بہت کافی ہوگا۔"

"میں سمجھ نہیں سکا کہ میری ذات میں تمھیں کون سی خوبی نظر آ گئی ہے؟"

"ہاروت رابیل کے حوالے پر بھی تم نہیں سمجھے؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔ "یہ پوری داستان میرے علم میں ہے کہ تم نے کس طرح مسروقہ فارمولے امریکی حکومت کے حوالے کیے۔ تم وہ فارمولے کسی جنگ باز ملک کو، کم از کم روس کو بڑی قیمت پر فروخت کر سکتے تھے لیکن تم نے انھیں واپس کر دینے کو ترجیح دی۔ یہ کام بڑے مضبوط کریکٹر کا آدمی ہی کر سکتا تھا اور یہاں تمھارے بارے میں جتنی باتیں بھی منفی بتائی گئی ہیں، وہ سب کی سب دراصل مثبت ہیں اور تمھاری خوبیاں ہیں۔ میں تو خود تمھاری قربت کی خواہاں تھی۔"

سلویا کی گفتگو سے اندازہ ہوتا تھا کہ وہ سچ بول رہی ہے لیکن یہ امکان بھی تھا کہ اس طرح اولیو ہاورڈ مجھے ٹریپ کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔ وہ میرا اعتماد حاصل کر کے مجھ سے میرے فرار کی اسکیم معلوم کرتی اور اولیو ہاورڈ کو قبل از وقت باخبر کر دیتی۔ اس طرح اگر میں فرار ہونے کی کوشش کرتا تو ناکامی لازمی ہو جاتی۔

"میری قربت حاصل کر کے تم کیا فائدہ حاصل کرنا چاہتی تھیں؟" میں نے سوال کیا۔

"میں کیا فائدہ حاصل کروں گی۔ میں تو تمھیں فائدہ پہنچانا چاہتی تھی۔"

"مدد کرنے سے کہیں یہ مراد تو نہیں کہ تم فرار ہونے میں مجھ سے تعاون کرنا چاہتی ہو؟"

"ہاں۔" سلویا نے کہا۔ "میں تمھیں بہت سی معلومات فراہم کروں گی۔ ان سے فائدہ اٹھانا تمھارا کام ہوگا۔"

میرے کان کھڑے ہو گئے۔ اس کی مدد سے اگر میں کوئی اسکیم بناتا تو وہ مخدوش ثابت ہو سکتی تھی۔ دوسری طرف یہ بھی ممکن تھا کہ وہ واقعی ان لوگوں سے اس حد تک بدظن ہو گئی ہو کہ ان کے خلاف میری مدد کرنے پر آمادہ ہو گئی ہو۔ میں نے سوالات کے ذریعے اسے ٹٹولنے کا فیصلہ کیا۔

"کیا میری مدد کر کے تم خود بھی یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہو یا۔۔۔؟"

"میں خود کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ ان مشکلات سے گزر سکوں جو یہاں سے فرار ہوتے ہوئے پیش آئیں گی۔"

"بڑی عجیب بات ہے۔ تمھیں تو فوراً حامی بھر لینی چاہیے تھی۔ کیا تم یہاں ناخوش نہیں ہو؟"

"ہوں، لیکن سوال یہ ہے کہ میں جاؤں گی کہاں۔ میرا کوئی ٹھکانہ نہیں ہے۔ مجھے تو امریکا میں ہی رہنا ہوگا اور میں جانتی ہوں، ان لوگوں کے وسائل اتنے زیادہ ہیں کہ یہ مجھے کہیں سے بھی ڈھونڈ نکالیں گے۔"

اس کے جواب نے کسی حد تک اس کی پوزیشن صاف کر دی تھی لیکن اب بھی یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تھا۔

"تم تو ہاروت رابیل کے لیے کام کرتی ہو۔ تمھیں معلوم ہوگا کہ وہ آج کل کہاں ہے؟"

"کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔ صرف اسلحے کا کاروبار بند ہو گیا ہے۔ باقی سب کچھ جوں کا توں چل رہا ہے۔"

"گویا تم لوگوں کی کمان اولیو ہاورڈ کے ہاتھ میں ہے۔"

"ہاں، ہم لوگوں کو یہی حکم دیا گیا ہے کہ اولیو ہاورڈ کا ہر حکم بجا لائیں۔"

"ہاروت رابیل کی رہائش اس عمارت میں تو نہ رہی ہوگی؟" میں نے پوچھا۔

"یہاں کہاں، وہ تو واشنگٹن میں رہتا تھا۔ اب معلوم نہیں کہاں ہوگا۔ اس کے دفاتر سیل کر دیے گئے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔ "کیا ہم اس وقت واشنگٹن میں نہیں ہیں؟"

"ہم نیویارک میں ہیں۔" سلویا نے کہا۔ "واشنگٹن میں تو تمھارا اس سے معرکہ ہوا تھا۔"

"اوہ، ابھی تک میں اس غلط فہمی میں تھا کہ میں واشنگٹن میں ہی ہوں۔" میں نے کہا اور تہذیب کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ بات واضح نہیں ہو سکی تھی کہ تہذیب آزاد ہے یا اس پر بھی اولیو ہاورڈ نے ہاتھ ڈال دیا ہے۔ تہذیب اور بڈ کے آزاد ہونے کی صورت میں امید کی جا سکتی تھی کہ وہ

مجھے تلاش کرنے کی کوشش ضرور کریں گے۔ ان کا ہدف وہی عمارات ہو سکتی تھیں جو ہاروت رابیل کی ملکیت ہوتیں۔ یقیناً یہ عمارت بھی ہاروت رابیل کی ہی ملکیت رہی ہوگی۔ میں نے سلویا سے یہ سوال کر لیا۔

"ہاں یہ عمارت ہاروت رابیل کی ہی ملکیت ہے لیکن تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟"

"ویسے ہی معلوم کرنے کے لیے پوچھ لیا تھا۔" میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔ لیکن اس سے کیا فرق پڑتا تھا۔ ہاروت کی جائداد تو پورے امریکا میں پھیلی ہوئی ہوگی۔ تہذیب اور بڈ اگر مجھے تلاش کر بھی رہے ہوں گے تو واشنگٹن میں ہی کر رہے ہوں گے۔ نیویارک بھلا وہ کیسے پہنچ سکتے ہوں گے۔

"سلویا! تم نے یہ نہیں بتایا کہ ہاروت رابیل کے گروہ میں تمھاری کیا پوزیشن ہے؟"

"نہ تو میری کوئی خاص پوزیشن ہے اور نہ ہی میرے سپرد کوئی خاص ذمے داری ہے۔ تعلیم حاصل کرنے کے سلسلے میں زیادہ تر نیویارک میں رہتی ہوں۔ کبھی کبھی واشنگٹن جانا ہوتا تھا تو میں ہاروت رابیل کی کوٹھی میں ہی رہتی تھی۔ ہاروت رابیل یہ ظاہر کرتا تھا جیسے میں اس کے کسی آنجہانی دوست کی بیٹی ہوں۔ اور وہ میرے تمام اخراجات کا ذمے دار ہے۔ میرے سپرد کوئی ذمے داری نہیں تھی۔ میں اسی عمارت میں رہتی تھی، جس کی تیسری منزل پر اس وقت تم موجود ہو۔ یہ منزل علاج معالجے کے لیے مخصوص ہے۔ ہاروت رابیل کے کارکنوں میں سے اگر کوئی بیمار پڑ جاتا تھا تو اسے علاج کی غرض سے یہیں لایا جاتا تھا۔ میڈیکل کی اسٹوڈنٹ ہونے کی وجہ سے میں مریضوں کے علاج میں ڈاکٹروں کا ہاتھ بٹا دیا کرتی تھی۔ ایک بار یہاں ایک ایسا شخص لایا گیا جس پر بے پناہ تشدد کیا گیا تھا۔ میں نے بڑی دلجمعی سے اس کی تیمار داری کی لیکن وہ جاں بر نہ ہو سکا۔ اس نے مرنے سے قبل کچھ انکشافات کیے جو ہاروت رابیل سے متعلق تھے اور بڑے ناقابلِ یقین تھے۔ اس سے قبل میں رابیل کو ایک معزز شہری سمجھتی رہی تھی۔ وہ شخص خود بھی کوئی اچھا آدمی نہیں تھا اور اس کا اور انکل رابیل کا کسی کاروباری بددیانتی پر اختلاف ہو گیا تھا۔ انکل رابیل نے اس پر کچھ الزامات عائد کر کے اس پر تشدد کرایا۔ جس کا نتیجہ اس کی موت کی صورت میں ظاہر ہوا لیکن مرتے مرتے اس نے جو حقائق مجھ پر منکشف کیے ان سے انکل رابیل کا اصل چہرہ مجھ پر ظاہر ہو گیا اور پھر مجھے یہ بھی اندازہ ہو گیا کہ میری اپنی کیا حیثیت ہے۔ ان انکشافات سے قبل میں انکل رابیل کا بے حد احترام کرتی تھی اور ان کے احسانوں کے بوجھ تلے دبی ہوئی تھی۔ ظاہر ہے انھیں مجھ سے زیادہ قابلِ اعتماد ملازم اور کہاں مل سکتا تھا۔ ڈاکٹر بننے کے بعد مجھے اس اسپتال یا اس جیسے کسی اور اسپتال میں تعینات کر دیا جاتا اور یہاں لائے جانے والے مریضوں کی کہانیاں جن میں سے اکثر انکل رابیل کے ظلم و ستم کا شکار ہوتے ہیں۔ میرے سینے میں دفن ہو کر رہ جاتیں۔"

"ہوں۔" میں نے ایک طویل سانس لی۔ "تم نے اس سلسلے میں ہاروت رابیل سے کوئی بات نہیں کی؟"

"میں نے بہت غور کیا۔ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ آخر ایک روز کھانے کی میز پر میرے منہ سے بے اختیار یہ بات پھسل گئی۔ اس مریض نے جو انکشافات کیے تھے، ان کے بارے میں میں نے انکل رابیل سے استفسار کیا۔ میرے منہ سے یہ باتیں سن کر وہ چونک پڑے، پھر انھوں نے مجھ سے پوچھا کہ یہ باتیں میرے علم میں کیسے آئیں۔ میں نے انھیں اپنی معلومات کے ذریعے سے بھی آگاہ کر دیا۔ وہ غور سے میرے چہرے کے آثار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہے تھے لیکن مجھ سے بس یہی ایک عقل مندی سرزد ہوئی کہ میں نے اپنے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ پھر انھوں نے ایک لمبی چوڑی تقریر کی جس میں انھوں نے اپنی ہر بدعنوانی کا دفاع کیا۔ میں سمجھ گئی کہ وہ سدھریں گے نہیں، لہٰذا بظاہر میں ان سے متفق ہو گئی لیکن درحقیقت ان کے اعترافات کے بعد ان سے نفرت کرنے لگی تھی۔ مگر سوال یہ تھا کہ میں کیا کرتی۔ اس سلسلے میں میں نے بہت غور کیا، بہت سے امکانات کا جائزہ لیا۔ میں پولیس کو بھی مطلع کر سکتی تھی اور سی آئی اے سے بھی مدد طلب کر سکتی تھی لیکن میرے پاس ٹھوس ثبوت نہیں تھے، معلومات بھی مکمل نہیں تھیں۔ لہٰذا میں نے بہت سوچ بچار کے بعد خاموشی اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اب یہ پوزیشن ہے کہ میں سب سے زیادہ قابلِ اعتبار کارکنوں میں شمار کی جاتی ہوں۔"

سلویا نے اگرچہ اختصار سے اپنی کہانی سنائی تھی مگر وہ بہت متاثر کن تھی۔ سلویا کا جذبہ لائقِ تحسین تھا۔

"میں اگرچہ ہاروت رابیل کے خلاف کچھ نہیں کر سکی لیکن میری یہ خواہش تھی کہ کسی صورت اسے نقصان پہنچے۔ اسی اثنا میں خبر ملی کہ ڈی نوسٹر کچھ اہم چیزیں لے کر فرار ہو گیا ہے۔ یہ تو بہت بعد میں معلوم ہوا کہ وہ کیسے مہلک فارمولے لے کر فرار ہوا تھا، پھر ایلن گراہم بن کر تم نمودار ہوئے اور تم نے جو زک ہاروت رابیل کو پہنچائی وہ یادگار تھی۔ ہاروت رابیل بے حد سازشی آدمی ہے اور اس نے ہمیشہ دوسروں کو ہی زک دی۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خود اس نے زندگی میں پہلی بار تمہارے ہاتھوں نقصان اٹھایا۔ نقصان بھی ایسا جس نے اسے بالکل ہی تباہ کر کے رکھ دیا۔"

"ہاروت رابیل کو اصولی طور پہ تو امریکا چھوڑ دینا چاہیے تھا۔"

"ایک خبر یہ بھی ہے کہ وہ ملک سے بھاگ گیا ہے۔ اور جاتے وقت سب کچھ اولیو ہاورڈ کے حوالے کر گیا ہے۔"

"اس نے ایسا کیوں کیا؟"

"محض تم سے انتقام لینے کی خاطر۔" سلویا نے کہا۔ "تمہاری وجہ سے اس کی بنی بنائی ساکھ تباہ ہوئی، جما جمایا کاروبار ختم ہو گیا جس سے اسے کروڑوں ڈالر سالانہ کا منافع ہو رہا تھا اور اسے اپنی ساری املاک چھوڑ کے فرار ہونا پڑا۔ ذرا غور تو کرو، ایک ایسا شخص جس نے زندگی میں کبھی نقصان نہ اٹھایا ہو، اسے دفعتاً اتنی بڑی ہزیمت کا سامنا کرنا پڑ جائے تو اس کا کیا ردعمل ہو گا۔ کیا وہ پاگل نہیں ہو جائے گا؟ میرے خیال میں تم سے بس یہی ایک غلطی ہوئی کہ تم نے اس پر اپنی اصلیت ظاہر کر دی۔ اس کے نتیجے میں اس نے اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کر لیا۔ نہ تم نے خود کو اس پہ ظاہر کیا ہوتا اور نہ وہ اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کرتا۔ تم بڑے سکون سے امریکا سے نکل جاتے۔"

"میرے سان و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اپنی اصلیت ظاہر کرنے کے نتیجے میں اولیو ہاورڈ سے ملاقات ہو جائے گی۔ میں نے تو یوں ہی اسے اپنے بارے میں آگاہ کر دیا تھا۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔" سلویا نے کہا۔ "اگر تمہیں علم ہوتا تو تم ہرگز یہ غلطی نہ کرتے۔"

"نہیں، اس کے برعکس اگر مجھے یہ معلوم ہوتا تو میں ضرور اسے اپنے بارے میں بتا دیتا۔"

"کیوں؟" سلویا کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"مجھے اس سے محبت ہے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ "زیادہ عرصے تک اس سے ملاقات نہ ہو تو بے چینی سی ہونے لگتی ہے۔"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔" سلویا نے بے بسی سے شانے اچکائے۔

"کسی کی سمجھ میں بھی نہیں آتا لیکن یہ حقیقت ہے کہ اس کے علاوہ مجھے کوئی مدمقابل ملا بھی نہیں ہے۔"

"تمہاری قسمت ہی اچھی تھی کہ بچ گئے ورنہ اس نے تو تمہیں مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"میرا بیان اس کے بالکل برعکس ہے۔ اولیو ہاورڈ قسمت کا دھنی ہے کہ ہم زندہ اس کے ہاتھ لگ گئے ورنہ ہم نے تو خود کو ہلاک کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

"تمہارا مطلب ہے اولیو ہاورڈ نے تمہیں ہلاک نہیں کرنا چاہا؟" سلویا نے حیرت سے کہا۔

"اس نے ہمیں زندہ گرفتار کرنے کی انتہائی کوشش کی اور اتفاقاً اپنی اس کوشش میں کامیاب بھی ہو گیا۔"

"میرا ابھی دماغ خراب ہو گیا ہے۔ مستقل باتیں کیے جا رہی ہوں جب کہ تمہیں آرام کی ضرورت ہے۔"

"میں کہہ چکا ہوں کہ میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اگر مجھے آرام کی ضرورت ہوتی تو ضرور کرتا۔"

"ہم نے تمہاری شیو تو کر دی ہے پر سر اور بھوؤں کے بال اگنے میں چند دن تو ضرور لگیں گے۔ اس کے بعد ہی تم کسی کو منہ دکھانے کے قابل ہو سکو گے۔ اس لیے چند روز تو تمہیں ضرور آرام کرنا پڑے گا۔"

"کسی اور کو منہ دکھانے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ تم میرے پاس موجود ہو، مجھ سے باتیں کر رہی ہو، میری دل جوئی کر رہی ہو۔ اس کے سوا مجھے اور کیا چاہیے؟"

"پھر پٹڑی سے اترے۔" سلویا نے ہنس کر کہا۔

"پٹڑی سے اترا نہیں بلکہ پٹڑی پہ واپس آ گیا۔"

"تم یوں نہیں مانو گے۔" سلویا نے مجھے گھور کر دیکھا پھر بولی۔ "جانتے ہو ہماری نظر میں محبت کا کیا مفہوم ہوتا ہے؟" میرے ہوش اڑ گئے، مگر میں نے جی کڑا کر کے کہا۔ "مجھے کیا معلوم؟"

"تم بھی جانتے ہو۔" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "بہرحال مانو، ہم لوگ منافق نہیں ہوتے۔ ہم وہی کہتے ہیں جو ہمارے جذبات ہوتے ہیں اور چونکہ ہمیں رائے کی آزادی کے علاوہ عمل کی آزادی بھی حاصل ہے۔ اس لیے ہمارے ہاں جنس شجر ممنوعہ نہیں ہے۔ البتہ اس کے لیے باہمی رضامندی ضروری ہوتی ہے۔"

اس مسئلے پر میں سلویا سے متفق نہیں تھا مگر میں بحث کرنے کے موڈ میں بھی نہیں تھا۔ ورنہ گھنٹوں اس موضوع پہ بحث کر سکتا تھا۔ چنانچہ بحث سے بچنے کے لیے میں نے کہا۔ "بات تو محبت کی ہو رہی تھی۔"

"کوئی اور بات کرو۔" اس نے بیزاری سے کہا۔ "ہمارے فلسفہ ہائے محبت میں بہت اختلاف ہے اور ہم ہرگز ایک دوسرے کی محبت کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "مجھ سے محبت کرنے کے لیے اولیو ہاورڈ ہی بہت ہے۔"

میرے انداز پر سلویا ہنس پڑی۔ "تمہارا اطمینان دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔"

"اولیو ہاورڈ کو نہیں ہوتی... اور اسی لیے میں بھی اس سے بے حد محبت کرتا ہوں۔"

"سمجھ میں نہیں آتا۔" سلویا نے بے بسی سے کہا۔ "تم دونوں ایک دوسرے کے بدترین دشمن ہو۔ ایسے میں تو آدمی دوسرے فریق کی جان لینے پر آمادہ ہو جاتا ہے مگر تم دونوں ایک دوسرے سے رعایت کیوں برتتے ہو۔"

"اس چکر میں مت پڑو۔ یہ پیچیدہ معاملہ ہے تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گا۔ تم تو یہ بتاؤ کہ اولیو ہاورڈ کہاں روپوش ہے اور اس سے کب ملاقات ہو سکے گی؟"

"وہ واشنگٹن میں ہے۔ شاید رات تک یہاں پہنچے مگر اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتی۔"

"اولیو ہاورڈ نے ہمیں کسی کیمپ میں بھجوایا تھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ وہ کیمپ کس علاقے میں ہے؟"

"نہیں۔" سلویا نے نفی میں سر ہلایا۔ "مجھے یہ نہیں معلوم۔ اس کے علاوہ بھی بہت سی باتیں معلوم نہیں ہیں۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے کہا۔ "جو باتیں معلوم ہیں وہی بتاؤ۔ شاید کوئی کام کی بات نکل آئے۔"

"مجھے کیا معلوم کون سی بات تمہارے کام آ سکے گی۔ تم خود ہی سوال کیوں نہیں کر لیتے۔"

"بکی ہاورڈ سے واقف ہو؟" میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد اس سے کہا۔

"کیوں نہیں۔" سلویا نے کہا۔ "وہ اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہے۔ میں واشنگٹن گئی تھی تو اس سے بھی ملاقات ہوئی تھی۔"

"اس سے ملاقات ہوئی تھی تو اس سے گفتگو بھی ہوئی ہو گی۔"

"ہاں ہوئی تھی۔" سلویا نے کہا۔ "لیکن تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"اس سے میرے بارے میں بھی باتیں ہوئی ہوں گی؟"

"ہاں کافی باتیں ہوئیں۔" سلویا نے کہا۔ "میں کیا کیا بتاؤں؟"

"صرف یہ بتاؤ کہ اس کی میرے بارے میں کیا رائے ہے؟"

"رائے جاننا چاہتے ہو یا یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ تمہارے لیے اس کے دل میں کس قسم کے جذبات ہیں؟" سلویا نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

"ایک ہی بات ہے۔" میں بے پروائی سے بولا۔

"وہ تمہارے بارے میں بڑی متضاد باتیں کر رہی تھی۔ جہاں تک میں اندازہ کر سکی ہوں، وہ تم سے نفرت کرتی ہے۔ اور اس کی وجہ شاید یہ ہو کہ تم نے اس کی انا کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

سلویا نے اپنا تجزیہ پیش کیا جو غلط نہیں تھا۔ میں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا کہ بکی ہر قیمت پر مجھ سے اپنی مطلب براری کی خواہاں ہے اور اس کی مطلب براری ہو گئی تو وہ مجھے بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے سے بھی دریغ نہیں کرے گی۔ آخر اسے مجھ سے اپنی توہین کا انتقام بھی تو لینا تھا۔

میں سوچ میں ڈوبا رہا اور سلویا خاموش بیٹھی رہی۔ اس نے مجھے سوچ میں گم دیکھ کر ٹوکنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔ میں اس ادھیڑبن میں تھا کہ یہاں سے نکلنے کی کیا تدبیر کی جائے۔ کوئی منصوبہ بنانے سے قبل میں زاہر کے صحت یاب ہونے کا انتظار کرنا چاہتا تھا۔ کم از کم اس کے بارے میں کوئی یقینی بات ہی معلوم ہو جاتی۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر کمرے میں آیا اور اس نے دواؤں کے سلسلے میں سلویا کو کچھ ہدایات دیں اور زاہر کے بارے میں مجھ سے چند تسلی آمیز الفاظ کہتا ہوا باہر نکل گیا۔ سلویا نے اس کی ہدایت کے مطابق چند گولیاں مجھے دیں جو میں نے باول ناخواستہ نگل لیں۔ مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ ان میں کوئی نیند کی گولی بھی ہے۔ یہ اندازہ تو اس وقت ہوا جب میری پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔ میں نے سلویا کو غصیلے انداز میں گھورا۔

"میں مستقل تم سے کہہ رہا ہوں کہ مجھے آرام کی ضرورت نہیں ہے، پھر بھی تم نے مجھے نیند کی گولی دے دی۔"

"مریض کے بارے میں ڈاکٹر بہتر سمجھتا ہے۔" سلویا نے بڑی ملائمت سے جواب دیا۔

"تمہیں میری قوت ارادی کا اندازہ نہیں ہے۔ میں نہ چاہوں تو مجھے اب بھی نیند نہیں آئے گی۔"

"اوہ، ایسا غضب مت کرنا۔" سلویا بوکھلا گئی۔ "نیند سے لڑنے کی کوشش کرو گے تو ہمارا سارا علاج برباد ہو کر رہ جائے گا۔ اس کوشش کے نتیجے میں تمہیں لازماً نقصان پہنچے گا۔ سونے کی کوشش کرو۔ نیند سے مت لڑو، پلیز۔"

میں نے یہی مناسب سمجھا کہ سو جاؤں۔ چنانچہ میں نے خود کو نیند کے سپرد کر دیا۔

میری آنکھ چار گھنٹے بعد کھلی۔ سلویا اسی طرح کرسی پہ بیٹھی دکھائی دی۔ اس کو یوں بیٹھے دیکھ کر میں جلدی سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

اُٹھ بیٹھا۔ "تم جب سے اسی طرح بیٹھی ہوئی ہو؟" میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

"ہاں" سلویا نے مسکرا کر کہا۔ "جب سے یہیں بیٹھی ہوئی ہوں۔"

"یہ کیا حماقت ہے۔ میں سو گیا تھا تو تمھیں بھی آرام کر لینا چاہیے تھا۔"

"تم سوتے ہوئے اتنے اچھے لگ رہے تھے کہ میرا جی چاہا تمھیں دیکھتی رہوں۔" سلویا نے بڑے میٹھے لہجے میں کہا۔ "پھر بتاؤ میں بھلا آرام کیسے کر سکتی تھی؟"

"مجھے گھس رہی ہو؟" میں نے سلویا کو گھورا۔

"میں تمھیں یقین کرنے پر مجبور نہیں کر سکتی۔" سلویا لاپروائی سے بولی۔

"مجھے معلوم ہے تم کچھ ہی دیر قبل یہاں آکر بیٹھی ہو۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہو سکتا ہے، تم تو سو رہے تھے۔ جو میں کہہ رہی ہوں تمھیں اس پر یقین کرنا ہوگا۔"

"فضول باتیں مت کرو، یہ بتاؤ کہ زاہر کی حالت کیسی ہے؟"

"پہلے جیسی ہی حالت ہے۔ اسے اب تک ہوش نہیں آسکا ہے۔"

"میرا خیال ہے تم لوگ مجھے کسی بری خبر کے لیے تیار کر رہے ہو۔ اس کا جاں بر ہونا مشکل دکھائی دیتا ہے۔"

"اُمید تو ہے مگر بہت کم۔" سلویا نے کہا۔ "زیادہ امکان یہی ہے کہ وہ بچ نہیں سکے گا۔"

"اس کے بارے میں کوئی حتمی بات سامنے آئے تو میں اپنے آئندہ اقدام کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں۔"

"وہ سب بعد میں کرنا۔ فی الحال تو اولیور ہارورڈ سے ملنے کی تیاری کرو۔"

"اولیور ہارورڈ!" میں نے حیرت سے کہا۔ "کیا وہ یہاں موجود ہے؟"

"ہاں، وہ یہاں آچکا ہے۔ تم باتھ روم میں جا کر نہالو۔ تمھارے لیے لباس باتھ روم میں ہی موجود ہے۔"

ایک گھنٹے بعد میں پوری طرح تیار ہو چکا تھا۔ دو آدمی مجھے بلانے آ گئے۔ دونوں مسلح تھے۔ وہ مجھے اپنے جلو میں کمرے سے باہر لے گئے۔ باہر راہداری کے سرے پر بھی دو مسلح محافظ موجود تھے اور کسی بھی صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے پوری طرح چوکس نظر آرہے تھے۔ اولیور ہارورڈ نے سلویا کو بھی طلب کیا تھا چنانچہ وہ بھی میرے عقب میں تھی۔

مجھے نچلی منزل پر واقع ایک کشادہ کمرے میں پہنچایا گیا۔ کمرا بہترین آرائشی سامان سے مزین تھا۔ ایک صوفے پر اولیور ہارورڈ پورے کروفر کے ساتھ بیٹھا تھا۔ دوسرے صوفے پر جو شخص بیٹھا تھا اسے دیکھ کر میں چونک پڑا۔ وہ ہاروت رابیل تھا۔ میں حیرت کے عالم میں اسے دیکھتا رہ گیا۔

"بیٹھ جاؤ علی۔" کمرے میں دفعتاً اولیور ہارورڈ کی آواز گونجی اور میں حیرت کے جھٹکے سے سنبھل کر آگے بڑھا اور میں نے بھی ایک نشست سنبھال لی۔ سلویا، ہاروت رابیل کے نزدیک جا بیٹھی تھی۔

"تمھاری کوششوں کی جتنی بھی داد دی جائے کم ہے علی! لیکن دیکھ لو بالآخر تم میرے سامنے موجود ہو۔" اولیور ہارورڈ نے کہا۔ اس کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

"اس مہربانی کے لیے میں تمھارا شکر گزار ہوں ہارورڈ۔" میں نے الفاظ چبا کر ادا کرتے ہوئے کہا۔

"تم نے دیکھ لیا کہ اب تم میرے چنگل سے فرار نہیں ہو سکتے۔"

"یہ محض ایک اتفاق تھا کہ ہم تمھارے ہاتھ لگ گئے ورنہ یہ تمھارے آدمیوں کے بس کی بات نہیں تھی۔"

"اسے اتفاق مت سمجھو۔" اولیور ہارورڈ نے زہریلے انداز میں کہا۔ "وہ بہت منجھے ہوئے لوگ ہیں۔ بہر حال میں اپنے ہدف کو نشانہ بنا دیتے ہیں۔"

"بے شک، بے شک۔" میں نے مضحکانہ لہجے میں کہا۔ "اسی لیے دو نہتے افراد چھ روز تک انھیں جل دیتے رہے۔"

"میری سخت ہدایات تھیں کہ تمھیں زندہ میرے سامنے حاضر کیا جائے۔" اولیور ہارورڈ نے سُرخ ہوتے ہوئے کہا۔

"اب میرے قتل کے احکامات بھی صادر کر کے دیکھ لو۔" میں نے زہر خند لہجے میں کہا۔

"وقت آنے پر یہ بھی دیکھ لو گے۔ اس وقت تو رابیل تم سے کچھ کہنا چاہتا ہے۔"

"اچھا۔" میں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔ "مجھے اس بات پر حیرت ہے کہ تم جیل سے کیسے بچ نکلے؟"

"میری ناتوانی پر مت جاؤ۔ میں نے وہ جال اس لیے تیار نہیں کیا تھا کہ خود اس میں پھنس جاؤں۔"

"مگر مجھے دوست دشمن کی تمیز نہیں کر سکتے ڈیئر رابیل۔"

"اور بھی طریقے ہیں جو تم پر ظاہر نہیں کیے جا سکتے۔" رابیل نے کہا۔

"بھول گئے۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "مجھے معلوم

کرنے کا زیادہ شوق بھی نہیں ہے۔"

"تم نے مجھے بہت بڑا نقصان پہنچایا ہے علی یار خان! میرا سارا کاروبار تباہ ہو گیا ہے۔"

"مقابلے میں تو یہی ہوتا ہے۔ یا آدمی نقصان پہنچاتا ہے یا خود نقصان اٹھاتا ہے۔"

"امریکی حکومت مجھے گرفتار کرنے کے درپے ہے میں چھپتا پھر رہا ہوں۔"

"مجھے اس بات پر بھی حیرت ہے کہ تم نے ابھی تک امریکا چھوڑ کیوں نہیں دیا؟"

"میرے ہوتے ہوئے تو تمھیں اس بات پر حیرت نہیں ظاہر کرنی چاہیے تھی۔" اولیور ہارورڈ بولا۔

"تم کون سے تیس مار خاں ہو۔ تمھیں تو خود سی آئی اے سے نکال باہر کیا گیا تھا۔"

"دوستانہ ماحول میں بات کرنے کی کوشش کرو علی! ورنہ بُرے نتائج کا بھی سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔"

"مطلب یہ ہے کہ اب تو امریکی حکومت میں تمھارا اثر و رسوخ بھی نہیں ہے۔"

"میک اپ کرنے کے لیے کسی قسم کے اثر و رسوخ کی ضرورت نہیں ہوتی۔"

"لیکن یہ تو اپنی اصلی شکل و صورت میں ہے۔" میں نے ہاروت رابیل کی طرف دیکھا۔

"اس عمارت میں آنے کے بعد میک اپ اتار گیا ہے پھر ہو جائے گا۔"

"اچھا تو تم مجھ سے کیا کہنا چاہ رہے تھے؟" میں نے رابیل سے پوچھا۔

"تم نے فارمولوں کے عوض مجھ سے بہت بڑی رقم وصول کرنے کے باوجود فارمولے میرے حوالے نہیں کیے۔" ہاروت نے کہا۔

"تم نے خود ہی بددیانتی کی بنیاد ڈالی تھی۔ اب شکایت کرنا فضول ہے۔"

"انسانی ضروریات لامحدود ہوتی ہیں۔ تمھیں یقیناً اور رقم کی بھی ضرورت ہوگی۔"

"تمھیں بہت اچھی طرح معلوم ہے وہ فارمولے میں امریکی حکومت کے حوالے کر چکا ہوں۔"

"کیا عجب کہ تم نے ان کی نقلیں تیار کرالی ہوں۔"

"اگر کرائی بھی ہیں تو تمھارے ہاتھ ہرگز فروخت نہیں کروں گا۔"

"تمھاری زندگی میرے ایک اشارے کی محتاج ہے۔" ہاروت رابیل نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"یہ صرف تمھارا وہم ہے۔" میں نے اطمینان سے جواب دیا۔

"مجھ سے ذرا ہوش میں رہ کر بات کرو۔ میں اولیور ہارورڈ نہیں ہوں۔"

"یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ تم اولیور ہارورڈ نہیں، ہاروت رابیل ہو۔" میں نے مضحکہ اُڑانے والے انداز میں کہا۔

"اگر تم آئینہ دیکھ لو تو ایسی بڑی بڑی باتیں نہ کرو۔ ابھی تو صرف تمھارے بال جلے ہیں۔ بات آگے بھی بڑھ سکتی ہے۔"

"ممکن ہے تمھیں میرا حلیہ بہت مضحکہ خیز لگ رہا ہو لیکن ائیر کنڈیشنڈ کمروں میں بیٹھنے والوں کا یہ حلیہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ یہ حلیہ تو کسی ایسے شخص کا ہی ہو سکتا ہے جو میدانِ عمل میں رہنے کا عادی ہو۔"

"میں نے تم سے کہا تھا کہ علی کے پاس فارمولے کی نقلیں نہیں ہوں گی۔" اولیور ہارورڈ، ہاروت رابیل سے بولا۔

"میں اس بات پر ہرگز یقین نہیں کر سکتا۔" ہاروت رابیل سر جھٹک کر بولا۔

"مت یقین کرو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "میں کب تمھیں مجبور کر رہا ہوں۔"

"مجھے تو اس پر حیرت ہے کہ علی اس چکر میں پڑ کیسے گیا؟" اولیور ہارورڈ بولا۔ "جس معاملے کا فلسطین کی آزادی سے کوئی تعلق نہ ہو، اس میں علی کا ہاتھ ڈالنا حیرت انگیز ہے۔"

وہ ٹھیک کہہ رہا تھا۔ بظاہر اس معاملے کا فلسطین کی آزادی سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن درحقیقت میں نے یہ سب کچھ انھی لوگوں کی مالی امداد کے لیے کیا تھا جو بیروت کے کیمپوں میں کسمپرسی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ اگر اولیور ہارورڈ کے علم میں یہ بات ہوتی تو وہ خود بخود سب کچھ سمجھ جاتا۔

"پیسہ آدمی کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔ دولت کی خاطر آدمی بڑے سے بڑا کام کرنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔" ہاروت رابیل نے ہٹ دھرمی سے کہا۔

"اولیور ہارورڈ کے چہرے پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے۔ "میری بات تمھاری سمجھ میں کیوں نہیں آتی؟"

"اس لیے کہ ہر آدمی کی کوئی نہ کوئی قیمت ضرور ہوتی ہے اور میرے پاس دولت کی کوئی کمی نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے۔" اولیور ہارورڈ نے بیزاری سے کہا۔ "یہ بات ہے تو تم علی کی قیمت کا تعین خود ہی کر لو۔"

"بولو علی یار خان۔" ہاروت رابیل مجھ سے مخاطب ہوا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمھیں کتنی رقم درکار ہے؟"

"کس کام کے لیے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"تم تو صرف یہ بتاؤ کہ تم اپنی خدمات کے عوض کتنا معاوضہ وصول کرنا پسند کرو گے؟"

"کام کی نوعیت جانے بغیر میں کوئی بات کیسے کہہ سکتا ہوں؟"

"اس کا مطلب ہے تم رضامند ہو؟" ہاروت رابیل نے کہا اور فاتحانہ انداز میں اولیو ہاورڈ کی طرف دیکھا۔

"میری رضامندی صرف اس بات سے مشروط ہے کہ میں فلسطین کے خلاف یا اسرائیل کے مفاد میں کسی بھی قیمت پر کوئی کام سرانجام نہیں دوں گا۔"

"یہ کیا بات ہوئی؟" ہاروت رابیل نے کہا۔ "ہم تم سے کوئی کام بھی لینا چاہیں اور تم اس میں ان دونوں پہلوؤں میں سے کوئی ایک نکال دو تو؟"

"ایسا کوئی پہلو مجھے نظر آئے گا تو میں وہ کام نہیں کر سکوں گا۔"

"میں تمھیں منہ مانگا معاوضہ دوں گا، تمھارے تصور سے بھی بڑھ کر۔"

"بات صرف معاوضے کی نہیں، اصول کی بھی ہے سمجھنے کی کوشش کرو۔"

"تمھیں معلوم ہے میں نے اولیو ہاورڈ کو خصوصی ہدایات دی تھیں کہ تمھیں مارا نہ جائے۔"

"اب اگر تم احسان جتا کر مجھ سے کام لینا چاہتے ہو، تو میں اس طرح تیار نہیں ہوں گا۔"

"آپ کے پاس آدمیوں کی کمی تو نہیں ہے انکل!" سلویا نے پہلی بار گفتگو میں مداخلت کی۔ "آپ کو جو کام کرانا ہے وہ کسی سے بھی کرا سکتے ہیں اور وہ بھی کم معاوضے پر۔"

ہاروت رابیل نے گہری نظروں سے سلویا کو دیکھا۔ "یہ کاروباری معاملات ہیں بے بی! تمھاری سمجھ میں نہیں آئیں گے لہٰذا تم اس معاملے میں نہ بولو تو بہتر ہے۔"

سلویا نے شانے اچکائے۔ "آپ بہتر سمجھتے ہیں انکل!" اس نے کہا۔ "میری سمجھ میں تو یہ بات کبھی نہیں آسکے گی کہ جس شخص نے آپ کو تباہ کر دیا آپ اسی سے کام لینے پر کیوں مصر ہیں؟"

"اس لیے کہ یہ شخص بہت اچھا فیلڈ ایجنٹ ہے۔ میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔"

"میں تمھیں میسر ہی کب تھا کہ کھونے کی باتیں کر رہے ہو؟" میں نے کہا۔

"نہیں تمھیں تو اب ہو جاؤ گے؟" ہاروت رابیل مسکرایا۔

"یقین کرو میں تمھارے فائدے کی بات کروں گا۔"

"میں یہ بات کسی طرح تمھارے دماغ میں نہیں اتار پا رہا کہ میں نے خود کو فلسطین کی آزادی تک اسی جدوجہد کے لیے وقف کر دیا ہے۔ مجھے اپنے لیے بے کار ہی سمجھو۔"

"تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو رابیل!" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

ہاروت رابیل نے اس کی بات نظرانداز کر دی اور مجھ سے بولا۔ "تم میرے سابقہ کاروبار میں شریک ہو جاؤ۔" مجھے اس بات پر سخت حیرت ہوئی۔ وہ شخص کاروبار میں شرکت کی بات کر رہا تھا جس کا سب کچھ تباہ ہو چکا تھا۔

میں نے اس سے کہا۔ "کون سے کاروبار کی بات کر رہے ہو رابیل؟"

"میں نے نیا کاروبار شروع کرنے کا ارادہ کیا ہے۔" رابیل نے کہا۔ "تم چاہو تو تمھیں اس میں شراکت دار کی حیثیت سے شامل کیا جا سکتا ہے۔ تمھارا کام صرف میرے مفادات کی نگرانی کرنا ہوگا۔"

"یوں تو تم کوئی سا بھی کاروبار کرو میں اس میں شریک نہیں ہو سکتا لیکن یہ معلوم کرنے میں ضرور دلچسپی لوں گا کہ اب تم کون سا کاروبار شروع کرنا چاہتے ہو؟"

ہاروت رابیل نے مجھے گھور کر دیکھا۔ "کیا تم مجھے اتنا ہی احمق سمجھتے ہو کہ میں تمھیں سب کچھ بتا دوں گا اور وہ بھی اس صورت میں کہ تم مجھ سے تعاون کرنے سے مسلسل انکار کیے جا رہے ہو۔"

"نہ سمجھتا تو اتنی باتیں کیوں کرتا اور اس میں چھپنے کی کوئی بات ہی نہیں ہے، یہ تو اٹل حقیقت ہے۔۔۔"

"اگر اس کا رویّہ یہی رہا تو اس پر تشدد ناگزیر ہو جائے گا۔" ہاروت رابیل نے اولیو ہاورڈ سے کہا۔

"میں تمھیں یقین دلاتا ہوں کہ اس کا رویّہ یہی رہے گا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔

"تمھارے انداز سے لگ رہا ہے کہ تم اس کی طرف داری کر رہے ہو۔" ہاروت رابیل غرّایا۔

"طرف داری نہیں کر رہا بلکہ تمھیں حقیقت سے آگاہ کر رہا ہوں۔"

"جو کچھ میں سوچ لیتا ہوں، اس پر ہر قیمت پر عمل کرتا ہوں۔ اسے میرے لیے کام کرنا پڑے گا۔ خواہ اس کے لیے مجھے اس پر تشدد ہی کیوں نہ کرنا پڑے۔"

"میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" اولیو ہاورڈ بولا۔

"اس معاملے میں مجھے تمھارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ جو میرا جی چاہے گا کروں گا۔"

"اگر تم نے میرے مشورے کے خلاف کوئی کام کیا تو میں اپنا کام جاری نہیں رکھ سکوں گا۔"

"تم مجھے دھمکی دے رہے ہو؟" ہاروت رابیل آپے سے باہر ہو گیا۔

"یہ دھمکی نہیں کھلی ہوئی حقیقت ہے۔"

"یوں معلوم ہوتا ہے کہ تم دونوں درپردہ آپس میں ملے ہوئے ہو۔"

"اگر یہ سوچ کر تمھیں تسکین ملتی ہے تو یہی سمجھتے رہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔"

میں نے محسوس کیا کہ شدید غصّے میں ہونے کے باوجود ہاروت رابیل سوچ میں پڑ گیا۔ میں اس کے جھکنے کی وجہ بہت اچھی طرح سمجھ رہا تھا۔ اس کی پوزیشن ایسی نہیں تھی کہ اولیو ہاورڈ سے مخالفت مول لے سکتا۔ اس وقت تو وہ پوری طرح اس کے رحم و کرم پر تھا۔

چند لمحے سوچ میں ڈوبے رہنے کے بعد ہاروت رابیل نے کہا۔ "دیکھو میرے لیے الجھن مت پیدا کرو۔ مجھے بہت سے کام کرنے ہیں! اگر تم نے بھی میرے راستے میں رکاوٹیں ڈالنا شروع کر دیں تو کیسے کام چلے گا؟"

"کیا کہہ رہے ہو رابیل!" اولیو ہاورڈ نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "میں تو ہر طرح تم سے تعاون کر رہا ہوں۔ جو مشورہ میں نے تمھیں دیا ہے وہ بالکل درست ہے۔ تم نہ سمجھو تو دوسری بات ہے۔"

ہاروت رابیل نے ایک طویل سانس لی۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے کہا۔ "جیسے تم مناسب سمجھو کر لو۔"

"بس تو فی الحال ہم علی کو نہیں چھیڑیں گے۔" اولیو ہاورڈ نے کہا۔ "اس کے لیے کچھ اور سوچا جائے گا۔"

"شکریہ اولیو!" میں نے کہا۔ "مجھ پر تمھاری مہربانیوں کے اکاؤنٹ میں ایک اور مہربانی کا اضافہ ہو گیا۔"

میری توقع کے خلاف اولیو ہاورڈ مسکرایا۔ "ایک اچھے ایجنٹ کے لیے ضروری ہے کہ وہ وقت کے تقاضوں کو مدِنظر رکھتے ہوئے کوئی قدم اٹھائے۔"

میں نے بڑے غور سے اسے دیکھا مگر میں اندازہ نہیں کر پایا کہ اس کے ذہن میں کون سا منصوبہ پرورش پا رہا ہے لیکن کچھ تھا ضرور۔۔۔ اس نے میرے خلاف کوئی نہ کوئی سازش تیار کر لی تھی۔

میں نے سارے خیالات اپنے ذہن سے جھٹک دیے اور اولیو ہاورڈ سے بولا۔ "زاہر کے بارے میں مجھے کچھ پتا نہیں چل رہا ہے۔"

"اس کی حالت نازک ہے۔ بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔"

اولیو ہاورڈ نے بلاجھجک جواب دیا۔ "کیا تمھیں نہیں معلوم؟"

میں نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "مجھے اندازہ تو تھا لیکن کسی نے اس طرح دوٹوک الفاظ میں مجھے یہ بات نہیں بتائی تھی۔"

اولیو ہاورڈ نے سلویا کی طرف جواب طلب نظروں سے دیکھا اور سلویا نے جلدی سے کہا۔ "جس قسم کے حالات سے گزر کر یہ یہاں پہنچے ہیں اس کے پیشِ نظر یہ ضروری تھا کہ انھیں کوئی ناگوار قسم کی خبر اچانک نہ سنائی جائے۔"

اولیو ہاورڈ نے بڑا بلند آہنگ قہقہہ لگایا۔ "تم لوگوں نے صرف اس لیے ایسا سوچا کہ تم علی سے واقف نہیں ہو۔ خیر کوئی بات نہیں۔" وہ مجھ سے مخاطب ہوا۔ "میں نے تمھیں اس کی حالت سے آگاہ کر دیا ہے۔ کوئی اور شکایت ہو تو بتاؤ۔"

"محض تمھاری وجہ سے وہ اس حال کو پہنچا ہے۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اسے یاد رکھنا!"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹ بھنچ گئے۔ "جب تک تم میری قید میں ہو اس وقت تک اپنے لہجے پر قابو رکھنا ہی تمھارے حق میں بہتر ہوگا۔"

"وہ مر گیا تو اس کا انتقام میں تم سے لوں گا۔" میں نے اس کی بات کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے کہا۔

"اتنی باتیں تم صرف اس لیے کر رہے ہو کہ میں نے تمھیں ضرورت سے زیادہ ڈھیل دے دی ہے!"

"تم مجھے کیا ڈھیل دو گے؟" میں نے حقارت سے کہا۔ "ہماری تلاش پر تم نے سیکڑوں آدمی لگا دیے۔ پیدل لوگوں کی گرفتاری کے لیے ہیلی کاپٹروں تک کا سہارا لیا۔ کیا اسی کو ڈھیل کہتے ہیں؟"

اولیو ہاورڈ کھڑا ہو گیا۔ غصّے کی شدت سے اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا۔ "لے جاؤ اسے یہاں سے۔" وہ بہت زور سے دہاڑا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ میں غصّے میں اس کے خلاف کوئی سخت قدم اٹھا بیٹھوں۔"

دروازے کے پاس موجود دونوں مسلح افراد نے مجھے اٹھنے کا اشارہ کیا اور میں اٹھ گیا۔ کمرے سے باہر نکلنے سے قبل میں نے اولیو ہاورڈ پر ایک قہر آلود نگاہ ڈالی۔۔۔۔ اور پھر کمرے سے نکل آیا۔

مجھے واپس اسی کمرے میں پہنچا دیا گیا جہاں سے لے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جایا گیا تھا۔ سلویا وہیں رہ گئی تھی۔ اولیو ہاورڈ اور ہاروت رابیل سے ہونے والی ملاقات بے حد ناگوار ثابت ہوئی تھی۔ جس کی وجہ سے طبیعت مکدر ہو گئی تھی۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اس ملاقات سے ان کا مقصد کیا تھا۔

میں نے خود کو بیڈ پر گرایا اور اپنا ذہن آزاد چھوڑ دیا۔ ہونے والی بات تو ہو کر رہتی ہے۔ زاہر کی زندگی کے دن اگر پورے ہو گئے تھے تو اسے مرنے سے کون روک سکتا تھا۔ اس میں اولیو ہاورڈ کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔ میں نے اس معاملے میں اولیو ہاورڈ سے تلخ ہو کر گفتگو کی تھی اور ظاہر ہے کہ اس معاملے میں وہ قصوروار نہیں تھا۔

میں بور ہوتا رہا۔ کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا۔ سلویا بھی نہیں تھی کہ اس سے باتیں کر کے وقت گزاری ہی کر لیتا۔ اس عمارت سے فرار ہونے کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آرہی تھی اولیو ہاورڈ کے پاس جاتے وقت اور واپسی میں مَیں نے عمارت کی ہر راہداری میں مسلح محافظ بکھرے دیکھے تھے۔ عمارت سے باہر نکلنے کا کوئی اور راستہ نظر نہیں آیا تھا۔ جس کمرے میں مَیں موجود تھا اس کی کھڑکیوں میں شیشے نصب تھے مگر شیشے کھلنے کا کوئی سسٹم نہیں تھا۔ وجہ یہ تھی کہ عمارت میں ٹھنڈک کا مرکزی نظام موجود تھا۔ جس کی وجہ سے کھڑکیاں کھولنے کی ضرورت ہی نہیں پڑتی ہو گی اور اسی لیے وہاں ایسی کھڑکیاں نہیں لگائی ہوں گی جنھیں کھولا جا سکے۔ اس راستے سے باہر نکلنے کے لیے شیشہ توڑنا ضروری تھا۔

لیکن سوال یہ تھا کہ شیشہ توڑنے سے کیا فائدہ ہوتا۔ میں عمارت کی تیسری منزل پر تھا اور نیچے اُترنے کے لیے کسی سہارے کی ضرورت تھی جو وہاں موجود نہیں تھا۔ اگر موجود ہوتا تب بھی یہ بات یقینی تھی کہ مسلح محافظ نیچے بھی موجود ہوں گے جن کی موجودگی میں صحیح سلامت نیچے تک پہنچنا ہی ممکن نہیں تھا۔ فرار ہونا تو بہت دور کی بات تھی۔

میں نے فیصلہ کیا کہ فی الحال خود کو حالات کے دھارے پر بہنے دوں۔ مجھے یقین تھا کہ فرار ہونے کا کوئی نہ کوئی موقع ضرور ملے گا اور میں اس موقع سے فائدہ اٹھانے میں ذرا بھی تامل نہیں کروں گا۔ پہلے ہی اس قید میں میرا بہت قیمتی وقت ضائع ہو چکا تھا۔

میری تنہائی کا اختتام رات کو اس وقت ہوا جب ایک ملازم کھانے کی ٹرالی دھکیلتا ہوا کمرے میں داخل ہوا۔ میں نے دیکھا کہ ٹرالی میں دو پلیٹیں رکھی ہوئی تھیں جب کہ میں کمرے میں اکیلا تھا۔ ملازم کے واپس جانے سے قبل کمرے کے کھلے ہوئے دروازے سے لکی ہاورڈ اندر داخل ہوئی۔ اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"ہائے" اس نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ تم نے کیا حلیہ بنا رکھا ہے؟"

ملازم واپس جا چکا تھا۔ میں نے کہا۔ "یہ تمھارے پیارے ڈیڈی کی مہربانی ہے۔"

"مجھے اس بات کی خوشی ہے کہ تمھیں کوئی بڑا نقصان نہیں پہنچا۔" لکی نے ٹرالی کے دوسری طرف کرسی پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں اس کی طرف توجہ دیے بغیر کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔ لکی نے میری بے رخی محسوس تو کی مگر اس نے اپنی جھینپ مٹانے کے لیے خود ہی اپنے لیے کھانا نکالنا شروع کر دیا۔

"کیا بات ہے؟ تم کچھ ناراض لگ رہے ہو۔" اس نے کھانے کے دوران کہا۔

"میرا خیال ہے تم سے تو ایسی کوئی بات نہیں ہوئی کہ میں ناراض ہوتا۔"

"اوہو، تو تم ڈیڈی کا غصہ مجھ پر اتار رہے ہو۔"

"نہیں، میں تعلقات غلط ملط کرنے کا قائل نہیں ہوں۔ ہر ایک کے ساتھ میرا معاملہ الگ ہوتا ہے۔"

"تمھیں اندازہ نہیں ہے کہ تمھیں زندہ دیکھ کر مجھے کتنی خوشی ہوئی ہے اور تمھارا منہ پھولا ہوا ہے۔"

"جن حالات سے میں گزر رہا ہوں، ان سے تم گزرتیں تو میں تم سے پوچھتا.....۔"

"وجہ معلوم ہوئے بغیر کوئی کسی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا۔ اب تم نے بتایا ہے تو میں تمھارے لیے کچھ کروں گی۔"

"میں نے کیا بتایا ہے؟" میں چونک کر بولا۔ "اور تم میرے لیے کیا کرو گی؟"

"تم نے یہی کہا ہے نا کہ جن حالات سے تم دوچار ہو، ان میں آدمی کی خوش مزاجی دم توڑ جاتی ہے۔"

"ہاں، میں نے یہی کہا تھا لیکن تم ان حالات کو تبدیل کرنے کی پوزیشن میں تو نہیں ہو۔"

"میں تمھیں یہاں سے نکال لے جانے کے لیے ایک کوشش تو کر ہی سکتی ہوں۔"

"مجھے معاف ہی رکھو۔" میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا۔ "اس کام کی جو قیمت تم مجھ سے طلب کرو گی اس کی ادائیگی میرے بس کی بات نہیں ہو گی۔"

لکی ہنس پڑی۔ "ایسی کوئی بات نہیں ہے دوست۔" اس نے قربان ہو جانے والی نظروں سے مجھے دیکھا۔ "میں

نے بہت غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچی کہ میں خود کو تمھاری خواہش کے مطابق ڈھال لوں۔"

میں نے بے اعتباری سے اسے دیکھا۔ "میں تمھاری اس بات پر یقین نہیں کر سکتا۔" میں نے کہا۔

"میں کچھ بھی کہوں تم اس پر یقین نہیں کرو گے لیکن مستقبل میں میرا رویہ ثابت کر دے گا کہ جو کچھ میں نے کہا وہ درست ہے۔"

"بات سمجھ میں نہیں آئی۔" میں بڑبڑایا۔ "اتنا بڑا انقلاب یوں ہی تو نہیں آجاتا۔"

لکی کا موڈ بگڑ گیا۔ "میرے خلوص پر شبہ مت کرو۔" اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔ "اب اگر تم نے اس قسم کی گفتگو کی تو میں تمھیں شوٹ کر دوں گی۔" اس نے اپنے گریبان سے پستول نکال لیا۔

میں بُری طرح گڑبڑا گیا۔ اس کا ردِعمل غیر متوقع تھا۔ "تم... میرا یہ مطلب ہرگز نہیں تھا۔ میں تو اس انقلاب کی وجہ جاننا چاہ رہا تھا۔"

"وجہ یہ ہے کہ میں تم سے محبت کرتی ہوں، سمجھے تم۔" لکی غرائی۔ "اور محبت کرنے والے خود کو اپنے محبوب کی خواہشات کے مطابق ڈھال ہی لیا کرتے ہیں۔ یہ کوئی اتنی عجیب بات نہیں ہے۔"

"وہ تو ٹھیک ہے۔" میں نے بدستور بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "لیکن تمھارا نظریۂ محبت تو بہت مختلف تھا۔ میری حیرانی بھی بے جا تو نہیں ہے۔"

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ میرا نظریہ تبدیل ہو گیا ہے۔ میں نے تو صرف اپنا طرزِ عمل تبدیل کیا ہے۔ محض تمھاری خوشی کی خاطر... شاید اس طرح میں تم کو فتح کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ جو کچھ وہ کہہ رہی تھی بعید از قیاس نہیں تھا۔ بعض جذبے آدمی کو بڑے بڑے کام کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں لیکن اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔ میں لکی کے بارے میں یہ بات نظر انداز نہیں کر سکتا تھا کہ وہ میرے سب سے بڑے دشمن کی بیٹی ہے۔ اس پر میری شخصیت کے نقوش کتنے ہی گہرے کیوں نہ مان لیے جائیں لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ تھی کہ پہلے وہ میری اصلیت سے بے خبر تھی۔ اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ میں کون ہوں۔ اب جبکہ اس پر سب کچھ واضح ہو گیا تھا۔ یہ بات بھی اس کے علم میں آگئی تھی کہ میں اسرائیل کا سب سے بڑا دشمن ہوں، یہودیوں اور بالخصوص اس کے باپ کے سخت خلاف ہوں، تو اسے مجھ سے برگشتہ ہو جانا چاہیے تھا لیکن وہاں تو معاملہ بالکل ہی برعکس تھا۔ مجھ پر اس کی مہربانیاں اور بھی سوا ہو گئی تھیں۔ حد تو یہ ہے کہ وہ خود کو میری مرضی کے مطابق ڈھالنے کی باتیں کر رہی تھی۔

"کیا سوچنے لگے؟" لکی نے مجھے ٹوکا۔ "کیا میری بات تمھاری سمجھ میں نہیں آئی؟"

"پستول رکھ لو لکی! اس سے تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں البتہ اپنے تیرِ نظر سے ضرور گھائل کر سکتی ہو۔"

لکی نے پستول واپس رکھ لیا۔ "بات کا رخ تبدیل کرنے کی کوشش مت کرو اور میری بات کا جواب دو۔"

"ابھی پچھلے ہی ہفتے تو ہماری ملاقات ہوئی تھی۔ اس وقت تو تمھارے نظریات کچھ اور تھے۔ آخر ایک ہفتے میں تمھاری کایا پلٹ کیسے ہو گئی؟"

"اس ایک ہفتے کے دوران میں جس قیامت سے گزری ہوں اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔ ڈیڈی کی زبانی مجھے تمھارے فرار کے بارے میں خبریں مل رہی تھیں۔ مجھے جب یہ معلوم ہوا کہ تمھیں گھیرنے کے لیے تمھارے چاروں طرف آگ لگا دی گئی ہے تو مجھے اندیشہ ہوا کہ تم جل کر اپنی جان دے دو گے مگر جھکو گے نہیں۔ میں تمھارے لیے دعائیں مانگتی رہی۔ مجھے اندازہ تھا کہ میری دعائیں بھی تمھیں جھکنے پر مجبور نہیں کر سکیں گی۔ بعض لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں۔ ان پر دنیا کی ہر طاقت بے اثر ہو جاتی ہے۔ وہ سب سے زیادہ مضبوط ہوتے ہیں۔ وہ دوسروں کو جھکانا جانتے ہیں، خود ٹوٹ جاتے ہیں مگر جھکتے نہیں، پھر خبر ملی کہ تم دونوں آگ کے درمیان اس طرح گھر گئے ہو کہ اب تمھارا نکالا جانا ممکن نہیں رہا۔ آگ کی حدت کے سامنے جنگل کے پیڑ کے پیڑ بھی جل رہے تھے۔ یہ سن کر میرا دل دھڑکنا ہی بھول گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد اطلاع ملی کہ آگ اس مقام کے چپے چپے پر پھیل گئی ہے جہاں تم موجود تھے۔ اور یہ بات یقینی ہے کہ تم دونوں جل کر مر چکے ہو۔ اس لیے اب وہ لوگ آگ بجھا رہے ہیں۔ میں اسی خبر کی توقع کر رہی تھی لیکن اس کے باوجود یہ خبر بجلی بن کر مجھ پر گری اور میں بے ہوش ہو گئی۔ اس دوران میں نے کئی بار سوچا تھا کہ تمھارے اس حال تک پہنچنے کی ذمے داری کسی حد تک مجھ پر بھی ہے۔ اگر میں نے ضد نہ کی ہوتی تو شاید ڈیڈی تمھارے ساتھ یہ سلوک نہ کرتے۔ ممکن ہے تم زندہ رہتے۔ اگر تم زندہ رہتے تو شاید کبھی تمھارے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

خیالات تبدیل ہو جاتے۔
میں کئی گھنٹے بعد ہوش میں آئی۔ ہوش میں آتے ہی مجھے یہ ناقابلِ یقین اطلاع ملی کہ تم دونوں کو زندہ گرفتار کر لیا گیا ہے۔ میں تو یہی سمجھ رہی تھی کہ میرے دل و دماغ سے صدمہ کم کرنے کے لیے مجھے یہ خبر سنائی جا رہی ہے لیکن بعد میں اس خبر کی تصدیق ہو گئی۔ اور میں نے اسی وقت تہیہ کر لیا کہ اب میں تمھیں ذرا بھی مجبور نہیں کروں گی بلکہ خود کو ہی بدل لوں گی۔ جو جھکنا ہی نہ جانے اسے کوئی کیسے جھکا سکتا ہے؟"

میں نے سناٹے کے عالم میں لکی کی باتیں سنیں۔ بلاشبہ اس کے پاس ایک طاقت ور محرک موجود تھا لیکن اس کے باوجود مجھے اس کی باتوں پر یقین کرنے میں تامل تھا۔ وجہ یہ تھی کہ اس کے پاس مجھ سے نفرت کرنے کے لیے بھی تو ایک سے زیادہ نہایت طاقت ور قسم کے محرکات موجود تھے۔ آخر وہ اس محرک کی معمول کیوں بنی جو دور از قیاس تھا؟

"مجھے اندازہ نہیں تھا کہ تم مجھ سے اتنی شدید محبت کرتی ہو۔" میں نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"تمھیں اندازہ ہونا چاہیے تھا۔ میں اپنا سب کچھ تمھیں سونپنے کو تیار تھی اور تمھیں اتنا اندازہ بھی نہ ہو سکا۔"

میرے منہ کا ذائقہ خراب ہو گیا۔ جو سب کچھ سونپنے کی وہ بات کر رہی تھی۔ اس سب کچھ کی ان کے معاشرے میں کوئی وقعت نہیں — یہ وہ بے حقیقت چیز ہے جو سب سے زیادہ آسانی سے ایک دوسرے کو سونپ دی جاتی ہے۔ میں نے یہ بات سوچی ضرور مگر لکی سے نہیں کہی مجھے کچھ کہنے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ یہ ممکن تھا کہ اولیو ہاورڈ اس آڑ میں کوئی کھیل کھیل رہا ہو لیکن سوال یہ تھا کہ مجھے اس سے کیا نقصان پہنچ رہا تھا۔ میں نے سوچا کہ مجھے اس کھیل میں شریک ہو جانا چاہیے۔ میں اپنی مرضی سے اس کھیل میں شریک ہوں گا تو اپنا کردار اس سے ذرا مختلف انداز میں ادا کروں گا جس انداز میں وہ دونوں باپ بیٹی مجھ سے توقع کر رہے ہوں گے۔

"ٹھیک ہے۔" میں مسکرایا۔ "میں تمھارے جذبات تسلیم کرتا ہوں۔ مجھے خوشی ہے کہ کوئی مجھے اس حد تک بھی چاہتا ہے۔"

"تو ہماری دوستی پکی۔" لکی نے پُرمسرت انداز میں کہا اور اپنا نرم و نازک ہاتھ میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے بڑی گرمجوشی سے اس سے ہاتھ ملایا۔

"اب یہاں سے فرار ہونے کے بارے میں کوئی اسکیم بناؤ۔" لکی نے رازدارانہ انداز میں مجھ سے کہا۔

"میں کیا اسکیم بناؤں، میں تو اپنے ساتھی کی فکر میں گھلا جا رہا ہوں۔ معلوم نہیں وہ بچ بھی سکے گا یا نہیں؟"

"ڈیڈی نے تمھیں بتایا تو تھا کہ اس کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے، پھر بھی تم آس لگائے بیٹھے ہو۔"

"میرا دل نہیں مانتا۔ اس نے میرا بہت ساتھ دیا ہے۔ میں یہ کیسے گوارا کر سکتا ہوں کہ اسے موت و زیست کی کش مکش میں گرفتار چھوڑ کر خود فرار ہو جاؤں۔"

"تم فرار نہیں ہو گے تو بھی اس کے لیے کیا کر لو گے؟ ظاہر ہے کسی کو مرنے سے تو کوئی نہیں روک سکتا۔"

"کم از کم میں انتظار تو کر سکتا ہوں۔ یہ امید تو رکھ سکتا ہوں کہ شاید اس کی حالت سنبھل جائے۔"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔" لکی نے منہ بنا کر کہا۔ "سب سے اہم آدمی کی اپنی ذات ہوتی ہے۔ باقی ہر چیز کی حیثیت ثانوی ہوتی ہے۔"

"جب تک میری ذات کو کوئی انتہائی قسم کا خطرہ لاحق نہ ہو، میں اس انداز میں سوچنا گناہ تصور کرتا ہوں۔"

لکی چند لمحے مجھے گھورتی رہی پھر بولی۔ "اگر میں یہ کہوں کہ تمھیں جان کا خطرہ لاحق ہے تو تم کیا کرو گے؟"

"تب مجھے ظاہر کو چھوڑ کر فرار ہونے کی کوشش کرنے میں کوئی تردد نہیں ہوگا لیکن ابھی میں ایسا کیوں کروں۔ میں صرف قیدی ہی تو ہوں۔ میری جان کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے۔"

"کن خوش فہمیوں میں گھرے ہوئے ہو علی! ڈیڈی نے تمھیں ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔"

"نہیں۔" میں نے بے اعتباری سے کہا۔ "اولیو ہاورڈ میرا حریف ضرور ہے مگر ہم نے کبھی ایک دوسرے کی جان لینے کی کوشش نہیں کی۔ ضرور تمھیں کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی۔" لکی زور دے کر بولی۔ "میں نے اپنے کانوں سے سب کچھ سنا ہے۔ اس لیے کسی غلط فہمی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

ہم کھانا کھا چکے تھے۔ ملازم آیا اور کھانے کی ٹرالی لے کر باہر چلا گیا۔ لکی نے اس سے کافی لانے کو کہا تھا۔ کافی جو اس وقت میرے لیے بہت بڑی عیاشی تھی۔ ایک ہفتے سے چائے یا کافی جیسے کسی روح افزا مشروب کا نام تک سننے کو کان ترس گئے تھے، پینا تو بہت دور کی بات ہے۔

"اولیو ہاورڈ کا یہ فیصلہ میری سمجھ سے بالاتر ہے۔" میں

نے الجھے ہوئے انداز میں کہا۔ "ہمارے درمیان کوئی ایسی بات نہیں ہوئی ہے جس کی بنا پر وہ میری جان کا دشمن ہو جاتا۔"

"تم نے ہاروت رابیل کی پیش کش بڑی حقارت سے ٹھکرا دی۔ اگر تم مصلحتاً اسے قبول کر لیتے تو کون سی قیامت ٹوٹ پڑتی؟"

"محض اتنی سی بات پر وہ میری جان کے درپے ہو گیا!" میں نے حیرت سے کہا۔

"انھیں ہاروت رابیل نے اس کام پر آمادہ کیا ہے ورنہ وہ تو بڑی شدت سے مخالفت کر رہے تھے۔"

"تمھاری باتیں بڑی ناقابلِ یقین ہیں لکی! لیکن میرے پاس ان پر یقین کرنے کے سوا چارہ بھی نہیں ہے۔ اس کے باوجود سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ میں کیا کروں؟"

"تم کیا کرو گے۔" لکی نے مجھے گھورا۔ "تم یہاں سے فرار ہونے پر آمادہ ہو بھی کہ نہیں؟"

"تمھاری فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں میں نے خود کو آمادہ کر تو لیا ہے لیکن یہ سمجھ میں نہیں آ رہا کہ ہم یہاں سے کس طرح فرار ہو سکیں گے؟"

"یہ کام تم مجھ پر چھوڑ دو۔" لکی نے کہا اور کمرے کے دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔ ملازم کافی لے آیا تھا۔ "میں یہاں سے نکلنے کی کسی تدبیر پر غور کر دوں گی۔" ملازم کے واپس جانے کے بعد لکی نے بات مکمل کی۔

کافی کی پہلی ہی چسکی نے میرے جسم و جاں میں توانائی کی نئی لہر پھر دوڑا دی۔ میرا دماغ بھی بہت تیزی سے کام کرنے لگا۔ اس سے قبل تو یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے دماغ پر دھند سی چھائی ہوئی ہو۔ میں لکی کے رویے پر غور کرنے لگا۔ اب کی لکی اور پہلے والی لکی میں زمین و آسمان کا فرق تھا۔ پہلی بار میں اس سے ملا تو وہ بہت معصوم تھی۔ اب اس میں وہ معصومیت نہیں رہی تھی۔ اس کی وجہ کیا تھی، میں یقین سے نہیں کہہ سکتا تھا تاہم مجھے اندازہ ہو رہا تھا کہ لکی کو تربیت دی گئی ہے۔ کچھ جراثیم تو اسے باپ کی طرف سے ورثے میں ملے ہوں گے اور کچھ میری بے رخی نے اسے مسلمانوں کے خلاف صف آرا ہونے پر مجبور کیا ہوگا۔ میں یہ بات تسلیم نہیں کر سکتا تھا کہ میری محبت نے اسے خود کو تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ وہ مستقل مجھے یہاں سے فرار ہونے پر اکسائے جا رہی تھی۔ فی الحال یہ کہنا مشکل تھا کہ اس سے اس کا مقصد کیا تھا یا اولیو ہاورڈ نے میرے خلاف کیا منصوبہ بندی کی ہے لیکن یہ بات یقینی تھی کہ اس بار اولیو ہاورڈ میرے خلاف کوئی گہری سازش کرنے کی فکر میں ہے۔ اگر ایسی بات نہ ہوتی تو وہ کبھی اپنی بیٹی کو میرے خلاف استعمال کرنے کی کوشش نہ کرتا۔ میں نے لکی کی اس بات پر یقین نہیں کیا تھا کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے جان سے مارنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ یہ بات تو صرف اس لیے کہی گئی تھی کہ میں یہاں سے فرار ہونے پر آمادہ ہو جاؤں۔ میں نے اس کی توقعات پر پورا اترنے کی کوشش کرتے ہوئے فرار ہونے کی ہامی بھر لی تھی۔

کافی پینے کے دوران لکی بھی کسی سوچ میں گم رہی تھی۔ میں نے اپنی پیالی خالی کر کے اس سے کہا۔ "کہیں ایسا نہ ہو کہ یہاں سے نکلنے سے قبل ہی تمھارے ڈیڈی میرے خلاف فرمان جاری کر دیں۔"

"نہیں، طے یہ ہوا ہے کہ آخری فیصلہ کرنے سے قبل ڈیڈی خود تم سے بات کریں گے۔ اگر تم اپنے موقف پر ڈٹے رہے تو مجبوری ہوگی، ورنہ تمھاری خدمات سے استفادہ کیا جائے گا۔"

میں دل ہی دل میں ہنس دیا مگر بظاہر میں نے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "تو تمھارے خیال میں میرا رویہ کیا ہونا چاہیے؟"

لکی نے پہلو بدلا۔ "مجھے معلوم ہے تم کسی قیمت پر اپنی بات سے نہیں ہٹو گے لیکن پلیز میری خاطر اپنے رویے میں ذرا سی لچک پیدا کر لینا۔ میں وعدہ کرتی ہوں کہ تمھیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گی۔"

وہ جھوٹ پر جھوٹ گھڑے جا رہی تھی لیکن اس سے میری صحت پر کیا اثر پڑ رہا تھا۔ اس عمارت سے باہر نکلنے کے بعد میں ہاتھ پیر بھی مار سکتا تھا۔ لہٰذا اگر لکی سے ذرا سا تعاون کر کے مجھے آزادی مل رہی تھی تو میں یہ موقع کیوں گنواتا۔ بعد میں ان کی سازش کے تار و پود بکھیرے جا سکتے تھے مجھے کسی صورت ہاتھ پیر ہلانے کا موقع تو ملتا۔

لکی بڑے غور سے میرے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا جائزہ لے رہی تھی۔ میری خاموشی طول کھینچ گئی تو اس نے مجھے ٹوکا۔ "پھر تم نے کیا فیصلہ کیا علی یار خان؟"

میں نے چونک کر اسے گھورا اور دھیرے سے مسکرایا پھر بولا۔ "تم میرے لیے اتنی بڑی قربانی دے رہی ہو تو کیا میں تمھاری خاطر یہ چھوٹا سا کام بھی نہیں کر سکتا؟"

لکی مارے خوشی کے اچھل پڑی۔ "مجھے بس تمھاری رضامندی درکار تھی۔ اب تم دیکھنا میں کیا کرتی ہوں۔"

میں نے اثبات میں سر ہلایا اور دل ہی دل میں کہا۔ "تم مجھے فریب دے رہی ہو اور میں تم کو فریب دے رہا ہوں۔ دیکھنا یہ ہے کہ آخری فتح کس کی ہوتی ہے!"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

نکی بعد میں آنے کا کہہ کر کمرے سے چلی گئی اور میں بیڈ پر دراز ہوگیا۔ نکی تو خیر اس میدان میں نو وارد تھی۔ اس کی کسی بچکانہ حرکت پر اسے الزام نہیں دیا جا سکتا تھا لیکن مجھے اولیو ہاورڈ پر حیرت تھی۔ معلوم نہیں کیا سوچ کر وہ نکی کے ساتھ شامل ہوا ہوگا۔ وہ تو بہت شاطر آدمی تھا۔ اسے بہ خوبی علم تھا کہ میں اس قسم کی کسی سازش کے ذریعے اس کا آلۂ کار نہیں بن سکوں گا، پھر اس نے ایسی حرکت کیوں کی؟ ممکن ہے نکی کی ضد سے مجبور ہو کر اس نے ہامی بھر لی ہو، یہ سوچ کر کہ تجربہ کر لینے میں کیا حرج ہے یا یہ کہ نکی کو میدانِ عمل میں آتارا جائے تاکہ اسے اچھے برے کی تمیز ہو سکے۔ میں بہ خوبی اندازہ کر سکتا تھا کہ ان دونوں کے درمیان کس قسم کے مکالمے ہوئے ہوں گے۔ نکی نے اولیو ہاورڈ سے کہا ہوگا کہ وہ مجھے اپنے حسن کے جال میں پھنسا لے گی۔ ظاہر ہے اولیو ہاورڈ ایسی کسی بات پر یقین نہیں کر سکتا تھا۔ اس لیے کہ وہ مجھے بہت اچھی طرح جانتا تھا۔ اس نے اپنی بیٹی کو سمجھانے کی کوشش کی ہوگی۔ یہ بات کسی لڑکی کے حلق سے کہاں اتر سکتی ہے کہ وہ کسی مرد کو بے وقوف بنانے میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ مردوں کو بے وقوف بنانا تو لڑکیاں اپنا پیدائشی حق سمجھتی ہیں۔ شاید وہ یہ سمجھنے میں کسی حد تک حق بجانب بھی ہیں۔ ہمارے جدِ امجد نے جنت میں بے وقوف بن کر عمارت کی پہلی اینٹ جس انداز میں رکھی تھی، اب پوری عمارت کو اسی انداز میں اوپر کی طرف جانا تھا۔ عورت کے ہاتھوں بے وقوف بننے کا عمل ہر دور میں جاری رہا ہے اور جاری رہے گا۔ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس سے ہر مرد تو شاید واقف نہ ہوتا ہو گا لیکن ہر عورت ضرور واقف ہوتی ہے۔ مرد کو بے وقوف بنانا تو اس کی سرشت میں شامل ہے۔ کوئی جدوجہد کیے بغیر وہ یکائی انداز میں اپنا کام کرتی ہے۔ مرد چونکہ بے وقوف بننے کے لیے ہی پیدا ہوا ہے لہٰذا قدم قدم پر عورت کامیابی سے ہم کنار ہوتی ہے اور اس کے اعتماد میں اضافہ ہی ہوتا چلا جاتا ہے۔

نکی نے بھی کم یا زیادہ کچھ نہ کچھ مردوں کو ضرور بے وقوف بنایا ہوگا۔ پھر میرے ہاتھوں بے وقوف بننے کے بعد اس کی انا کو زبردست ٹھیس پہنچی ہوگی۔ اولیو ہاورڈ سے یہ معلوم ہونے کے بعد کہ میں کون تھا اور اسے کس مقصد کے لیے استعمال کیا تھا، اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی ہوگی۔ اس نے ضد کی ہو گی کہ عظیم تر اسرائیل کے قیام کے لیے وہ اپنے باپ کی جدوجہد میں شریک ہونا چاہتی ہے۔ قدرے پس و پیش کے بعد اولیو ہاورڈ نے اسے اجازت دے دی ہوگی۔ ممکن ہے بلا پس و پیش ہی دے دی ہو۔ اس نے اپنی بیٹی کو بہترین تربیت دلوائی ہوگی۔

جس کے بعد نکی کے اعتماد میں بے حد اضافہ ہو گیا ہوگا اور اب اس نے فرمائش کر کے مجھ سے پنجہ آزمائی کرنے کا بیڑا اٹھایا ہوگا۔ یہ سب کچھ تو تھا لیکن اولیو ہاورڈ کا اپنی بیٹی کو اتنے بڑے امتحان میں ڈال دینا بعید از فہم تھا۔ اس کے علاوہ اور کیا سوچا جا سکتا تھا کہ اس نے نکی کی حفاظت کے لیے خفیہ بندوبست کرنے کے بعد ہی اسے میرے مقابلے پر آنے کی اجازت دی ہوگی۔ یہ بھی تھا کہ یہ کوئی علی الاعلان مقابلہ نہیں تھا۔ معلوم نہیں ان کا مقصد کیا تھا۔ جہاں تک میں سمجھ سکا تھا نکی میرے ساتھ چپکے رہنا چاہتی تھی، تاکہ میرے منصوبوں سے اپنے باپ کو آگاہ کرتی رہے۔

کوئی دس بجے رات کے قریب میرا بلاوا آگیا۔ مجھے اسی کمرے میں لے جایا گیا جہاں چند گھنٹے قبل اولیو ہاورڈ اور رابیل سے ملاقات ہوئی تھی لیکن اب وہاں صرف اولیو ہاورڈ تھا اور بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں اندازہ کر سکتا تھا کہ دونوں باپ بیٹی کی میٹنگ کے نتیجے میں میری طلبی ہوئی ہے۔ اولیو ہاورڈ نے مجھے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور میں ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"تم نے حالات بے حد خراب کر دیے ہیں علی!" اولیو ہاورڈ نے بغیر کسی تمہید کے کہا۔ "ہاروت رابیل نے تمھارے انکار کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیا ہے۔"

"تم تو مجھ سے بہت اچھی طرح واقف ہو اولیو۔" میں نے طنزیہ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر میں اس کی پیش کش کا جواب اثبات میں دوں تو کیا تم یقین کر لو گے؟"

اولیو ہاورڈ نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "ہاں، میں تمھیں اچھی طرح جانتا ہوں۔ تم کبھی اس کے لیے کام کرنے پر رضامند نہیں ہو سکتے لیکن میں کیا کروں۔ وہ تم سے اکھڑا ہوا ہے۔"

"اسے اکھڑا ہی رہنے دو۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "تمھیں آخر کس بات کی فکر کھائے جا رہی ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔ اس کا اصرار ہے کہ یا تو تم اس کے لیے کام کرو یا پھر تمھارا زندہ رہنا بے کار ہے۔"

"تمھیں تو اس بات پر خوش ہونا چاہیے۔ ہاتھ پیر ہلائے بغیر ایک دیرینہ دشمن سے نجات مل جائے گی۔"

"فضول باتیں مت کرو۔ میں ہرگز نہیں چاہتا کہ ہاروت رابیل کے ہاتھوں تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچے۔"

"میں سمجھ گیا۔" میں نے خوش ہو کر کہا۔ "تم چاہتے ہو کہ مجھے جب بھی کوئی نقصان پہنچے تمھارے ہاتھوں ہی پہنچے، کسی اور کے ہاتھوں نہ پہنچے۔ یہی بات ہے نا؟"

"سنجیدہ ہو جاؤ علی! ورنہ یہ بھی ممکن ہے کہ تم کل صبح کا

سورج طلوع ہوتے نہ دیکھ سکو۔"

"تم اتنے بے بس تو نہیں ہو اولیو، جتنا ظاہر کر رہے ہو۔" میں نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"اب میری پہلے جیسی حیثیت نہیں رہی۔ بعض اوقات مجھے اپنی مرضی کے خلاف بھی کرنا پڑ جاتا ہے۔"

"یوں کیوں نہیں کہتے کہ تم اس کی دولت کے بل پر عیش کرنا چاہتے ہو۔"

"تم یہی سمجھ لو۔" اولیو ہاورڈ نے بے پروائی سے کہا۔ "لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر میں اس کی مجبوری ہوں تو وہ بھی میری مجبوری ہے۔ میں اس سے بہت زیادہ اختلاف نہیں کر سکتا۔"

"مجھے نہیں معلوم کہ جہاں تم جیسا شخص بے بسی محسوس کر رہا ہو، وہاں مجھے کیا کرنا چاہیے؟"

"اس کے لیے کام کرنے کی ہامی بھر لو۔" اولیو ہاورڈ نے سرگوشیانہ انداز میں کہا اور میں بوکھلاہٹ میں اپنا سر سہلانے پر مجبور ہو گیا۔

"کیا تم میرے ساتھ کوئی سنگین مذاق کر رہے ہو اولیو؟" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔

"میں انتہائی سنجیدہ ہوں، میری بات پر غور کرو۔ تم ہر طرح سے فائدے میں رہو گے۔"

"فائدہ نقصان بعد کی بات ہے مائی ڈیئر اولیو ہاورڈ! پہلے تم مجھے قائل کرو کہ تم مجھ سے اتنی احمقانہ فرمائش کیوں کر رہے ہو؟"

اولیو ہاورڈ کے ہونٹ بھینچ گئے۔ "مجھے پہلے ہی خدشہ تھا کہ تم آسانی سے نہیں مانو گے۔" اس نے کہا۔

"مشکل سے بھی نہیں مانوں گا۔" میں نے کہا۔ "تمھاری فرمائش میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ ہاں اگر تم مجھے قائل کر سکو تو ممکن ہے میں تمھاری مرضی کے مطابق کام کرنے پر تیار ہو جاؤں۔"

"مجھے معلوم ہے یہ بہت مشکل مرحلہ ہے۔ تمھیں قائل کرنا آسان نہیں ہوگا۔ بس یہ سمجھ لو کہ میں اپنے مقابلے میں کسی اور کی برتری قبول نہیں کر سکتا۔"

"بات تو بہت معقول ہے۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اس نے تم سے مدد طلب کی ہے تو تمھیں پورے اختیارات بھی دیے ہیں۔"

"تمھاری بازیابی تک میں پوری طرح با اختیار تھا لیکن اب وہ اپنی من مانی کر رہا ہے جسے میں ہرگز برداشت نہیں کر سکتا۔"

"اس کا پتا صاف کر دینا تمھارے لیے کیا بڑی بات ہے۔ تم اتنے مجبور تو نہیں ہو اولیو ہاورڈ!"

"اپنی سرکاری حیثیت کے بغیر میں بڑے بڑے اقدام نہیں کر سکتا۔ اس کا پتا صاف کر دینا تو واقعی کوئی بڑی بات نہیں ہے مگر اس کے آدمیوں سے کون نمٹے گا؟"

"اس کے علاوہ ایک پہلو اور بھی ہے جس کا ذکر کرنے سے تم دانستہ گریز کر رہے ہو۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "اور وہ ہے اس کی دولت۔"

"میں تم سے اختلاف نہیں کروں گا۔ اس کے پاس دولت کے انبار ہیں۔ آخر وہ اتنی دولت کا کیا کرے گا۔ اس کی کئی نسلیں اگر اتنی دولت دونوں ہاتھوں سے اڑائیں تب بھی ختم نہیں ہوگی۔"

"ٹھیک ہے اولیو!" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا۔ "مجھے سوچنے کی مہلت دو۔"

"کل کسی وقت تم مجھے اپنے فیصلے سے آگاہ کر دو ۔۔۔ میں ہاروت رابیل کو زیادہ دیر تک نہیں روک سکوں گا۔"

"میں کوشش کروں گا کہ صبح ہی تمھیں اپنے جواب سے آگاہ کر دوں اور تم یہ امید بھی کر سکتے ہو کہ میرا فیصلہ تمھارے حق میں ہوگا۔"

"اب تم آرام کر سکتے ہو لیکن تم اس کمرے میں واپس نہیں جاؤ گے۔ تمھارے لیے نچلی منزل کے ایک کمرے میں رہنے کا بندوبست کر دیا گیا ہے۔"

مجھے نئے کمرے میں پہنچا دیا گیا جو بہترین فرنیچر سے آراستہ

یادداشت بڑھانے، مطالعہ کرنے اور امتحان دینے کے کارآمد نفسیاتی طریقے۔
ہر شخص کے لیے کارآمد۔ طالب علموں کے لیے بے حد مفید

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

تھا۔ دیوار گیر الماری میں چند جوڑے کپڑے بھی موجود تھے جو میرے ہی ناپ کے تھے۔ میں لباس تبدیل کیے بغیر بیڈ پر دراز ہو گیا۔ یہ بات تو سمجھ میں آنے والی تھی کہ لکی نے میرے پاس سے جانے کے بعد اولیو ہارورڈ کو صورتِ حال سے آگاہ کیا ہو گا اور اُسی کے کہنے پر اولیو ہارورڈ نے مجھے بلوا کر مجھ سے گفتگو کی ہو گی لیکن اُس نے جس قسم کی باتیں مجھ سے کیں میں اُن سے ذرا مختلف قسم کی باتوں کی توقع کر رہا تھا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ مجھے ہاروت رابیل کے حق میں ہموار کرنے کی کوشش کرتا لیکن وہاں تو معاملہ ہی اور نکلا۔ اولیو ہارورڈ مجھے اپنی مطلب برآری کے لیے استعمال کرنے کے چکر میں تھا۔

میں بری طرح اُلجھ کر رہ گیا۔ باپ بیٹی کے کردار فہم سے بالاتر ہو گئے تھے۔ تجزیہ کرتا تو دلائل اُن کے حق میں بھی ہوتے اور اُن کے خلاف بھی۔ ایسے میں یہ فیصلہ کرنا بہت دشوار تھا کہ اصل صورتِ حال کیا ہے۔ اولیو ہارورڈ کی بات دل کو لگتی تھی۔ اگر ہاروت رابیل نے اُس پر برتری جتانے کی کوشش کی ہو گی تو اُس کے جواب میں اُس سے کسی بھی قسم کے ردِعمل کی توقع کی جا سکتی تھی وہ ایسا ہی آدمی تھا۔

تاہم اس کا یہ مطلب بھی نہیں تھا کہ میں نے اُس پر اعتماد کر لیا تھا۔ اُس کی بات میں وزن ضرور تھا لیکن یہ بھی تو ممکن تھا کہ وہ دوہری چال چل رہا ہو۔ ایک طرف تو لکی کے ذریعے مجھ پہ جال پھینک رہا ہو اور دوسری طرف خود مجھ پر طبع آزمائی کر ڈالی ہو تاکہ میں ایک چال سے بچوں تو دوسری میں ضرور اُلجھ جاؤں۔ میرے دماغ کی چولیں ہل کر رہ گئیں۔ وہ بہت گہری چالیں چل رہا تھا جن سے بچنے کے لیے ہمہ وقت مستعد رہنا ضروری تھا۔

میرے سامنے فوری حل طلب مسئلہ یہ تھا کہ باپ بیٹی میں سے کس کی پیش کش قبول کروں۔ میرے لیے دونوں ہی فائدہ مند تھیں، کم از کم بظاہر یہی محسوس ہو رہا تھا۔ دونوں ہی صورتوں میں مجھے آزادی مل جاتی لیکن ان دونوں میں سے ایک کا انتخاب کرنا بہت کٹھن مرحلہ تھا۔ میں نے اگر حاضر دماغی کا مظاہرہ نہ کیا ہوتا تو اس مسئلے میں پھنس گیا ہوتا لیکن میں نے گیند اولیو ہارورڈ کے کورٹ میں پھینک دی تھی۔ میرے نزدیک یہ بات مسلمہ تھی کہ لکی جو کچھ کر رہی ہے اولیو ہارورڈ کے ایما پر کر رہی ہے چنانچہ میں نے اُس سے کہہ دیا تھا کہ میں اُسے صبح تک جواب دے دوں گا۔ اب اگر اس کی خواہش یہ ہو گی کہ میں لکی کے ساتھ فرار ہو جاؤں تو صبح تک میں اس عمارت میں ہی نہیں رہوں گا۔ یعنی اولیو ہارورڈ کے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کے مطابق لکی آج ہی رات مجھے یہاں سے لے کر فرار ہو جائے گی اور اگر لکی آج رات مجھے لے کر فرار نہ ہوئی تو پھر مجھے ہاروت رابیل کے لیے کام کرنے کی حامی بھرنا ہو گی جس کا دوسرا مطلب تھا اولیو ہارورڈ کے لیے کام کرنا۔

مجھے معلوم تھا کہ اولیو ہارورڈ کو ہاروت رابیل سے کہیں زیادہ میری ذات سے خطرہ محسوس ہو رہا ہو گا۔ وہ اچھی طرح جانتا تھا کہ اگر اُس نے ہاروت رابیل کو چونا لگانے کے لیے مجھے استعمال کرنے کی کوشش کی تو میں ہاروت رابیل کے ساتھ ساتھ خود اولیو ہارورڈ کو بھی چونا لگا دوں گا۔ لہٰذا وہ ترجیح اسی بات کو دے گا کہ مجھے لکی کے ذریعے بے وقوف بنانے کا چانس لے۔ اگر لکی کی جانب سے آج رات کوئی تحریک نہ ہوتی تو میں صبح اولیو ہارورڈ کو اثبات میں جواب دے دیتا اور اُس کے بعد اگر لکی مجھ سے فرار ہونے کی بات کرتی تو میں اُسے صاف جواب دے دیتا۔ آخر مجھے اپنی دیانت داری بھی تو ثابت کرنا تھی۔

سوچتے سوچتے مجھے نیند آ گئی۔ معلوم نہیں میں کتنی دیر سوتا رہا لیکن میری آنکھ جھنجوڑے جانے پر کھلی تھی۔ مجھے اُٹھانے والی لکی تھی۔

"کیا ہوا؟" میں نے بوکھلانے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "کیا مصیبت آ گئی؟"

"تم تو یوں گھوڑے بیچ کر سو رہے ہو جیسے تمام عمر یہیں قیام کرنے کا ارادہ ہے۔" لکی نے مسکراتے ہوئے کہا۔ اُس وقت وہ ضرورت سے کچھ زیادہ ہی دل کش لگ رہی تھی۔ شاید اس احساس نے اُس کے حسن میں چار چاند لگا دیے تھے کہ وہ ایک ایسے شخص کو بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے جس نے اُس کے باپ تک کو عاجز کر رکھا ہے۔

"اوہ، تو کیا نہیں ہے؟" میں نے اس انداز میں کہا جیسے نیند سے اٹھنے کے باعث سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں پوری طرح کام نہ کر رہی ہوں۔

"جلدی سے منہ دھو کر تازہ دم ہو جاؤ۔ ہمیں اسی وقت اس عمارت سے نکل جانا ہے۔"

"منہ تو میں دھو لوں گا لیکن اتنے بہت سے مسلح محافظوں کی موجودگی میں ہم عمارت سے کیسے نکل سکیں گے؟"

"تم اٹھو تو سہی۔ میں نے سب انتظام کر لیا ہے۔ سارے محافظ گہری نیند سو رہے ہیں۔"

"کیوں سو رہے ہیں؟" میں نے احمقانہ انداز میں پوچھا۔ "کیا یہاں کے محافظ اتنے ہی بے پروا ہیں؟"

"ہمارے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔ میں نے انھیں کافی

میں نیند کی دوا ملا کر دے دی تھی اور اب مزید سوال جواب بعد میں کر لینا۔"

میں باتھ روم کی طرف بڑھ گیا حالانکہ مجھے منہ دھونے کی ضرورت محسوس نہیں ہو رہی تھی تاہم لکی کو دکھانے کے لیے میں نے جلدی جلدی منہ دھویا اور چلنے کے لیے تیار ہو گیا۔

"یہ لو اسے پہن لو۔" لکی نے ایک ہیٹ میری طرف بڑھایا۔ "اس سے تمھارے سر کے جلے ہوئے بال چھپ جائیں گے۔"

میں نے ہیٹ اُس سے لے کر اپنے سر پر رکھ لیا۔ "وقتی طور پر تو اس سے کام چل جائے گا لیکن ہمیں کوئی مستقل انتظام بھی کرنا ہو گا۔"

"میں میک اپ کا سامان بھی لے آتی لیکن مجھے معلوم نہیں ہے کہ میک اپ کے لیے کیا کیا چیزیں درکار ہوتی ہیں۔"

میں اُس کی اس سادگی پر قربان ہوتے ہوتے بچا۔ بیچاری کو یہی معلوم نہیں تھا کہ میک اپ کے لیے کون کون سی چیزیں درکار ہوتی ہیں حالانکہ اُسے سب کچھ معلوم رہا ہو گا۔ میں نے اس پر ظاہر نہیں ہونے دیا کہ میں اُس کی خود ساختہ معصومیت کی اصلیت سے واقف ہوں۔ اُسے دکھانے کے لیے میں نے متفکر ہوتے ہوئے کہا۔ "پھر اب کیا ہو گا؟"

"پہلا کام تو اس عمارت سے باہر نکلنے کا ہے۔" اُس نے کہا۔ "آؤ چلیں، بعد میں سوچیں گے۔"

وہ میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے کمرے سے باہر لے آئی۔ راہداری روشن تھی اور وہاں مسلح محافظ بھی موجود تھے مگر وہ سب فرش پر لمبے پڑے نظر آ رہے تھے۔ اُن کے پاس اسلحہ موجود تھا مگر وہ اُسے استعمال کرنے کے قابل نہیں تھے۔ میں ایک محافظ کی خود کار گن اٹھانے کے لیے اُس کی طرف بڑھا تو لکی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا۔

"ٹھہرو۔" اُس نے کہا۔ "تم شاید اس کی گن پر قبضہ کرنا چاہتے ہو؟"

"ہاں۔" میں نے جواب دیا۔ "اپنی حفاظت کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے۔ ہمیں کسی بھی مرحلے پر اس کی ضرورت پیش آ سکتی ہے۔"

"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کسی بھی قسم کا اسلحہ ہمارے کام آنے کے بجائے ہمارے لیے مصیبت بن سکتا ہے۔"

"وہ کیسے؟" میری تیوریوں پر بل پڑ گئے۔

"دیکھو غلط مت سمجھو۔ اس عمارت کی حد تک تو ہمیں کوئی خطرہ نہیں ہے۔ گیٹ تک کے تمام محافظ گہری نیند میں ہیں لہٰذا اسلحہ غیر ضروری ہوا۔ باہر اگر کسی جگہ پولیس نے ہمیں روک لیا تو خواہ مخواہ مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

میں نے ایک لمحے کے لیے اُس کی بات پر غور کیا پھر میرے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ اُس کی اس بات سے میرے اندازے کی تصدیق ہو گئی تھی۔ اُس کی جگہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو اتنی دور اندیشی کا مظاہرہ نہیں کر سکتی تھی۔ بلاشبہ اُس نے تربیت حاصل کر لی تھی تبھی تو اُس نے اتنی حاضر دماغی کا مظاہرہ کیا تھا۔

"تمھارا کہنا درست ہے۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔ "اچھا ہوا کہ تم نے بروقت احساس دلا دیا ورنہ میں نے تو خود کو مشکل میں ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔"

لکی مجھے عمارت کے دروازے سے باہر لائی جہاں سیاہ رنگ کی چمکتی دمکتی امپالا کھڑی تھی۔ لکی نے کار کی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور میرے لیے دوسری جانب والا دروازہ کھول دیا۔ میں نے اُس کے برابر والی نشست پر بیٹھ کر دروازہ بند کر دیا۔ لکی نے کار اسٹارٹ کی اور ہم بلا روک ٹوک عمارت کے کھلے ہوئے گیٹ سے باہر سڑک پر نکل آئے۔

یہ نیویارک کا کوئی مضافاتی علاقہ معلوم ہو رہا تھا۔ رہائشی علاقہ تو ہرگز نہیں تھا ورنہ وہاں اور دوسری عمارتیں بھی ضرور دکھائی دیتیں جس سڑک پر ہم سفر کر رہے تھے وہ بھی زیادہ چوڑی نہیں تھی اور تاریک پڑی تھی۔ اُس کا صرف وہ حصہ روشن نظر آتا تھا جہاں تیز رفتاری سے دوڑتی ہوئی امپالا کی روشنیاں پڑ رہی تھیں۔ سڑک کے دونوں طرف بھی تاریکی کا راج تھا۔ یہ اندازہ لگانا مشکل تھا کہ ہم کون سے علاقے میں سفر کر رہے ہیں۔

"تمھارے ڈیڈی نے مجھے کس ویرانے میں قید کر رکھا تھا؟" میں نے لکی سے براہِ راست سوال کر ڈالا۔

لکی کھلکھلا کر ہنسی۔ "ڈیڈی نے نہیں بلکہ ہاروت رابیل نے قید کر رکھا تھا۔"

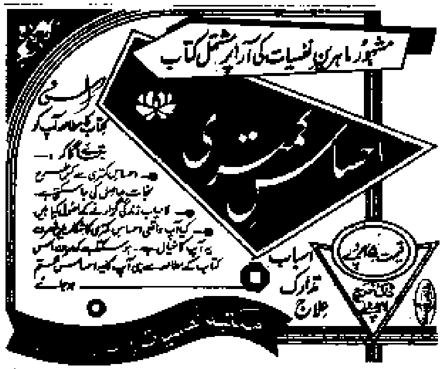

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تمھیں نہیں معلوم کہ ہم کس علاقے میں سفر کر رہے ہیں؟"

"نہیں" لکی نے جواب دیا۔ "مجھے یہاں کے علاقوں کے نام معلوم نہیں ہیں لیکن یہ معلوم ہے کہ یہ نیویارک کا کوئی مضافاتی علاقہ ہے۔"

"تمھاری معلومات اتنی ناقص ہیں تو کہیں ہم راستہ ہی نہ بھٹک جائیں۔" میں نے تشویش ظاہر کی۔

"اب ایسا بھی نہیں ہے۔" لکی بولی۔ "میں نے راستہ اچھی طرح ذہن نشین کر لیا تھا۔ بھٹکنے کا امکان نہیں ہے۔"

"دوسرا سوال یہ ہے کہ ہم تمھارے ڈیڈی کی قید سے تو نکل آئے مگر اب جائیں گے کہاں؟"

"بے فکر رہو۔" لکی نے بڑی بے نیازی سے کہا۔ "مجھے معلوم تھا کہ یہ مرحلہ ضرور پیش آئے گا لہٰذا میں نے پہلے ہی فون کر کے نیویارک کے ایک عمدہ سے ہوٹل میں کمرے بُک کرا لیے ہیں۔"

لکی کی اس بات سے میرے ایک اور اندازے کی تصدیق ہوئی۔ یہ بات یقینی ہو گئی تھی کہ سب کچھ اولیو ہاورڈ کے اشارے پر ہو رہا ہے کیونکہ یقیناً اُسی نے بُک کرائے ہوں گے۔ یہ کام لکی کے بس کا نہیں تھا۔

"ہوٹل کے اخراجات تو بہت ہوں گے۔" میں نے بوکھلائے ہوئے انداز میں کہا۔ "اور میرے پاس پھوٹی کوڑی بھی نہیں ہے۔"

لکی پھر ہنسی۔ "میرے ساتھ آئے ہو تو تمھیں کسی بات کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ میرے پاس رقم کی کمی نہیں ہے۔"

"میں کس زبان سے تمھارا شکریہ ادا کروں لکی؟" میں نے ممنونیت بھرے انداز میں کہا۔

"شکریہ ادا کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔" لکی نے کہا۔ "دوست ہی بُرے وقت میں دوست کے کام آتے ہیں۔"

میرا جی چاہا کہ اُس سے پوچھوں کہ کیا اولیو ہاورڈ تمھارا دشمن ہے؟ مگر میں نے اپنے سوال کا گلا گھونٹ دیا اور اس کے بجائے دوسرا سوال کیا۔

"اگر ہم نے اسی حلیے میں ہوٹل کا رُخ کیا تو بہت جلد پکڑے جائیں گے۔"

جواب میں لکی نے میری طرف کاغذ اور قلم بڑھایا اور کار کی اندرونی لائٹ جلاتے ہوئے بولی۔ "اس کاغذ پر اُن چیزوں کے نام لکھ دو جو تمھیں میک اپ کرنے کے لیے درکار ہوں گی۔ پہلے ہم کسی دکان سے وہ اشیا خریدیں گے پھر کہیں رک کر میک اپ کریں گے اُس کے بعد ہوٹل جائیں گے۔ میں نے سب کچھ پہلے ہی سوچ لیا تھا۔"

"تم بہت ذہین ہو لکی۔" میں نے تحسین آمیز لہجے میں کہا اور اُس سے کاغذ لے کر اُس پر مطلوبہ اشیا کے نام لکھ دیے۔

کوئی پندرہ منٹ کی ڈرائیو کے بعد ہم نیویارک شہر میں داخل ہو گئے۔ رات کے دو بج رہے تھے مگر سڑکیں روشنیوں سے جگمگا رہی تھیں۔ رنگ برنگے اشتہاری نیون سائن جل بجھ رہے تھے۔ ٹریفک کم تھا مگر تھا۔

لکی نے ایک مقام پر کار روک دی۔ "تم کار میں ہی بیٹھے رہنا میں میک اپ کا سامان لے کر آتی ہوں۔"

وہ کار سے اُتر کر چلی گئی اور میں اردگرد کا جائزہ لیتا رہا۔ ڈر صرف یہ تھا کہ کہیں کوئی پیٹرول کار ہمیں چیک نہ کر لے۔ اگر ایسا ہوتا تو آسمان سے گرا کھجور میں اٹکا والی بات ہو جاتی مگر لکی کی واپسی تک خیریت ہی رہی۔

"چیک کر لو۔" اُس نے اندرونی لائٹ جلا کر کہا۔ "میں سارا سامان لے آئی ہوں۔"

"چیک کیا کرنا ہے بس ہمیں جلدی جلدی ہلکا سا میک اپ کر لینا ہے تاکہ کسی کی نظروں میں آنے سے تو محفوظ رہیں۔"

لکی نے سر ہلا کر رضامندی ظاہر کی اور میں نے میک اپ کرنا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے میں نے ہیٹ اُتار کر اپنے سر پر مصنوعی بالوں کی وگ جمائی پھر اپنی سوختہ بھوؤں کی جگہ ساختہ بھویں چپکائیں۔ اس کے بعد کونٹیکٹ لینس کے ذریعے آنکھوں کی رنگت تبدیل کی اور پھر دیگر سامان کے ذریعے اپنے چہرے میں بھی معمولی سی تبدیلیاں کر لیں۔ کہنے کو تو یہ ہلکا پھلکا سا میک اپ تھا لیکن اس کے ذریعے میرا حلیہ اتنا بدل گیا تھا کہ اب کوئی بھی شخص مجھے آسانی سے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

آدھے گھنٹے سے بھی کم وقت میں میں نہ صرف خود میک اپ سے فارغ ہو گیا بلکہ میں نے لکی کو بھی ناقابلِ شناخت بنا دیا۔ اب میں اس طرف سے بالکل مطمئن تھا۔

"ہم پہلے مرحلے سے تو بخیر و خوبی گزر گئے۔" میں نے کہا۔ "اب کیا پروگرام ہے؟"

لکی نے کار اسٹارٹ کر کے آگے بڑھا دی۔ "جو بھی پروگرام ہے بہت جلد سامنے آ جائے گا۔" اُس نے کہا اور کار نیویارک کی سڑکوں پر سبک رفتاری سے تیرتی رہی۔

دس منٹ بعد کار ایک مشہور نائٹ کلب کے سامنے رُکی۔

"کیا یہاں کمرے بُک کرا لیے؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"ممکن ہے یہاں رہائش کا بھی انتظام ہو۔" لکی مسکرا کر بولی۔ "میں تو تمھیں یہاں اس لیے لائی ہوں کہ تم اپنی آزادی کا جشن منا سکو۔"

جشن منانے کا یہ انداز میرے لیے ناپسندیدہ تھا مگر میں نے اظہارِ ناپسندیدگی کرنا مناسب نہیں سمجھا اور لکی کے ساتھ کلب میں داخل ہو گیا۔

میری توقع کے عین مطابق وہاں کیبرے ہو رہا تھا۔ میں لکی کے ساتھ ایک میز پر جا بیٹھا۔ مجھ پر بے زاری مسلط تھی مگر لکی بڑی محویت سے ڈانس دیکھ رہی تھی۔

ہمیں وہاں بیٹھے ہوئے دس منٹ بھی نہیں ہوئے ہوں گے کہ میں نے بے چینی سی محسوس کی۔ ایسی بے چینی عموماً اُس وقت محسوس ہوتی ہے جب کوئی آپ کو گھور رہا ہو۔ میں نے اردگرد بیٹھے ہوئے لوگوں پر نظریں دوڑانا شروع کیں اور وہ شخص مجھے نظر آ گیا۔ مجھ سے چند میزوں کے فاصلے پر براجمان سیاہ فام نیگرو کی نظروں کا مرکز بجائے ڈانس کے میں تھا۔ میری نظریں اُس سے ملیں تو وہ گڑبڑا کر ڈانس دیکھنے لگا۔

اُس نیگرو کی حرکت حیران کن تھی۔ پہلی بات تو یہ کہ وہاں کیبرے ہو رہا تھا اور ہال میں موجود ہر شخص ڈانس کی طرف متوجہ تھا دوسری بات یہ تھی کہ خود اُس کے ساتھ بیٹھی ہوئی لڑکی نہ صرف سفید فام تھی بلکہ حسین اور پُرکشش بھی تھی۔ بیک وقت ایسے دو طاقت ور عوامل کی موجودگی میں اُن سے صرفِ نظر کر دینا آسان نہیں تھا۔

میں تشویش میں مبتلا ہو گیا۔ بلاسبب کوئی کسی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا پھر وہ مجھے کیوں گھور رہا تھا۔ یہ معمّہ حل کرنا آسان نہیں تھا۔ لکی اطراف سے بے خبر ڈانس دیکھنے میں محو تھی۔ میں نے اُسے پکارا تو وہ چونک کر مجھے دیکھنے لگی۔ میں نے اُس سے کہا کہ وہ نیگرو کو دیکھ کر بتائے کہ اُسے پہچانتی ہے یا نہیں۔

لکی نے بڑے غیر محسوس انداز میں نیگرو کی طرف دیکھا پھر مجھ سے بولی۔ "نہیں میں اسے نہیں پہچانتی۔" اُس نے کہا۔ "لیکن تم یہ بات مجھ سے کیوں پوچھ رہے ہو؟ کیا کوئی خاص بات محسوس کی ہے؟"

"نہیں کوئی ایسی خاص بات تو نہیں بس میں نے محسوس کیا تھا کہ وہ پوری توجہ سے ڈانس نہیں دیکھ رہا۔"

"اب ہم میک اپ میں ہیں۔ ہمیں آسانی سے نہیں پہچانا جا سکتا اور ہمیں کسی اور چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔ لہٰذا کسی اُلجھن میں مت پڑو۔"

میں نے سر کو اثباتی جنبش دی مگر جس اُلجھن میں میں گرفتار ہو گیا تھا اُس سے آسانی سے پیچھا چھوٹتا نظر نہیں آ رہا تھا۔ نیگرو کی توجہ کا مرکز اب بھی میں ہی تھا فرق صرف یہ پڑ گیا تھا کہ اب وہ کن انکھیوں سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد اُس نے جھک کر اپنی ساتھی سے کچھ کہا۔ اُس کی ساتھی لڑکی نے اثبات میں سر ہلایا اور نیگرو اُٹھ کر بیرونی دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"لو وہ باہر جا رہا ہے۔" لکی نے کہا۔ "اُمید ہے اب تم پُرسکون ہو جاؤ گے۔"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا لیکن اُلجھن بدستور تھی اور میں اُس کی واپسی کا منتظر تھا مگر وہ واپس نہیں آیا۔ اِس عالم میں پندرہ منٹ گزر گئے تو میں نے بھی وہاں سے اُٹھنے کا فیصلہ کیا۔ تھوڑی سی ردّ و قدح کے بعد لکی بھی اُٹھنے پر رضامند ہو گئی۔ ہم کلب سے باہر آئے اور کار میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔

لیکن ابھی ہم زیادہ دُور بھی نہیں جا سکے تھے کہ عقبی نشست سے ایک خوف ناک آواز اُبھری۔ "تم دونوں ریوالور کی زد پر ہو تمھاری کوئی بھی غلط حرکت تمھیں موت کے مُنہ میں پہنچا سکتی ہے۔ میں لوگوں کی گُدیوں میں سوراخ کرنے کا بے حد شوقین ہوں۔" اِن الفاظ کے ساتھ ہی میری گُدی سے ریوالور کی نال آ لگی۔

سب سے پہلا خیال جو میرے ذہن میں آیا وہ یہ تھا کہ شاید یہ بھی اولیو ہاورڈ اور لکی ہاورڈ کے ترتیب دیے ہوئے ڈرامے کا کوئی حصہ ہے لیکن میں نے لکی کی طرف دیکھا تو میرے ہوش اُڑ گئے۔ وہ بُری طرح بوکھلائی ہوئی تھی جس کا مطلب تھا کہ جو کچھ بھی ہو رہا ہے حقیقی ہے۔

میرے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اور میں نے خود کو بدترین صورتِ حال سے نمٹنے کے لیے تیار کرنا شروع کر دیا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جو کچھ بھی کرنا تھا مجھے ہی کرنا تھا— لکی ہاورڈ کے بارے میں میں نے اندازہ لگایا تھا کہ اب وہ باقاعدہ تربیت یافتہ ایجنٹ ہے لیکن میں یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اس نے کتنا عرصہ تربیت حاصل کی ہے اور وہ کس معیار کی ایجنٹ ہے۔ تربیت حاصل کرنا اور بات ہے اور عملی زندگی میں تربیت کو بروئے کار لانا اور بات ہے ضروری نہیں کہ جو اچھی تربیت حاصل کر لے۔ وہ اچھا ایجنٹ بھی ثابت ہو۔

اور لکی ہاورڈ تو پھر ایک عورت تھی۔ عورت جس کا تعلق صنفِ نازک سے ہوتا ہے۔ اعلاترین تربیت حاصل کرنے کے باوجود اس کی صنف تبدیل نہیں ہو سکتی۔ اس کی فطری نزاکت ہر لمحہ اس کے ساتھ رہتی ہے۔ پھر یہ کہ وہ ناتجربے کار تھی۔ اکثر اوقات تجربہ تربیت پر حاوی آجاتا ہے۔ لہٰذا اب عقبی نشست پر موجود شخص سے نمٹنے کے لیے مجھے ہی کوئی تدبیر سوچنا تھی۔ نہ صرف تدبیر سوچنا تھی بلکہ اس پر عمل پیرا بھی ہونا تھا۔

چلتی کار میں اس پر ہاتھ ڈالنا ممکن نہیں تھا۔ اس لیے کہ وہ عقبی نشست پر تھا اور میں اگلی نشست پر۔ وہ مسلح تھا اور میں غیر مسلح۔ اس پر ہاتھ ڈالنے کے لیے مجھے پلٹنا پڑتا۔ پلٹنے میں وقت صرف ہوتا جب کہ ٹرائیگر پر انگلی کا دباؤ بڑھانے میں ذرا بھی وقت صرف نہیں ہوتا۔ چنانچہ میں نے فیصلہ کیا کہ کار رکنے کے بعد ہی کوئی مناسب موقع دیکھ کر اس سے نمٹنے کی کوشش کروں گا۔

تاہم یہ سب مفروضے تھے۔ ورنہ یہ امکان بھی نظر انداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ کار چلنے کے دوران ہی مجھے اس پر ہاتھ ڈالنے کا کوئی موقع میسر آجاتا۔ میں کوئی حتمی فیصلہ اسی صورت میں کر سکتا تھا جبکہ عقبی نشست پر اس کی پوزیشن کا جائزہ لے لیتا اور اس کی پوزیشن کا جائزہ لینے کے لیے مجھے سر گھما کر پیچھے دیکھنا پڑتا۔ سر گھمانا چونکہ مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے کن انکھیوں سے اس کا جائزہ لینے کا فیصلہ کیا اور اس فیصلے پر عمل کرنے کے لیے میں نے گردن کو جنبش دے کر لکی کی طرف دیکھا۔

”سر سیدھا رکھو اور نگاہ سامنے کی جانب رکھو۔“ عقبی نشست سے غراہٹ ابھری۔ ”ورنہ یاد رکھو میں لوگوں کی گدیوں میں سوراخ کر دینے کا بے حد شوقین ہوں۔“

میں جلدی سے سامنے دیکھنے لگا۔ مجھے اپنی گدی میں سوراخ کرانے کا قطعی کوئی شوق نہیں تھا۔ ایسی موت بھلا کون پسند کر سکتا ہے جو اپنی ہی کسی حماقت کے باعث واقع ہو اور جس میں آدمی کو ہاتھ پیر ہلانے تک کا موقع نہ مل سکے۔

”میں سامنے ہی دیکھ رہا ہوں۔“ میں نے کہا۔ ”تمھیں میرے بارے میں ضرور کوئی غلط فہمی...“

”خاموش رہو۔“ عقبی نشست پر موجود شخص نے ڈپٹ کر کہا۔ ”اگر اب بولے تو میں سمجھوں گا کہ تم اپنی گدی میں سوراخ کرانے کے شوقین ہو۔“

میں نے ہونٹ بھینچ لیے۔ اس کے انداز میں ہلکا سا مسخرہ پن تھا۔ یعنی موجودہ صورتِ حال کے باعث اس کے اعصاب پر کوئی دباؤ نہیں پڑ رہا تھا جس کا واحد مطلب یہ تھا کہ وہ نہایت ٹھنڈے دماغ کا آدمی ہے اور ایسے لوگ بڑے سفاک قاتل ہوا کرتے ہیں جن سے نمٹنے کے لیے احتیاط کے ہر تقاضے کو مدِنظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

میرا ذہن الجھ گیا تھا۔ کار میں اس شخص کی موجودگی کو کوئی معنی پہنانے سے میں قاصر تھا۔ یہ ممکن نظر نہیں آتا تھا کہ وہ شخص شروع سے ہی کار میں موجود رہا ہو۔ تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس وقت کار میں داخل ہو کر چھپا تھا جب میں اور لکی نائٹ کلب میں تھے۔ کار میں داخل ہونا تو خیر کوئی مسئلہ نہیں تھا لیکن اس صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا تھا کہ وہ کون ہے اور کار تک کیسے پہنچا۔ اس کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا تھا کہ وہ ہم سے واقف ہے۔ اگر وہ ہم سے واقف تھا تو اس نے ہمیں میک اپ کے باوجود کیسے پہچانا؟

اس مسئلے پر میں نے جتنا غور کیا، اتنا ہی میرا ذہن الجھتا چلا گیا۔ اس کے علاوہ اور کوئی بات سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ اس کا تعلق اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل سے ہے اور اس نے ہمیں نہیں پہچانا تھا بلکہ کار پہچانی ہے۔ اس صورت میں بھی یہ بات ناقابلِ فہم تھی کہ اس نے کار میں چھپ کر بیٹھنے کی ضرورت کیوں محسوس کی؟ کیا کار دیکھنے کے بعد اس نے اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل سے رابطہ قائم کر لیا تھا۔

سوچتے سوچتے معاً میرے ذہن میں ایک چھناکا سا ہوا۔ لکی نے فرار ہونے کے لیے عمارت کے اندر موجود محافظوں کو بے ہوش کر دیا تھا۔ کیا یہ نہیں ہو سکتا تھا کہ کسی نے انھیں دیکھ لیا ہو اور ہاروت رابیل کو مطلع کر دیا ہو جس پر اس نے اولیو ہاورڈ سے رابطہ قائم کیا ہو اور اولیو ہاورڈ نے ہماری تلاش کا حکم جاری کر دیا ہو۔ یہ حکم اس نے بحالتِ مجبوری جاری کیا ہوگا— یا ممکن ہے اس نے سوچا ہو کہ ہم اب تک اس کے بک کرائے ہوئے کمروں میں پہنچ کر محفوظ ہو چکے ہوں گے۔ اسے کیا معلوم ہوگا کہ لکی کی ایک ذرا سی حماقت اس کا پورا کھیل بگاڑ دے گی۔ نہ لکی کو نائٹ کلب کی سوجھتی اور نہ ہم اس طرح پکڑے جاتے۔

لیکن مجھے زیادہ فکر نہیں تھی۔ جب اولیو ہاورڈ کا مفاد میری آزادی سے وابستہ تھا تو مجھے فکر کرنے کی ضرورت بھی کیا تھی۔ وہ پھر میری رہائی کا کوئی بندوبست کرے گا یا پھر ہاروت رابیل کو شکست دینے کے لیے مجھے استعمال کرے گا۔

”اگلے چوراہے سے بائیں ہاتھ کی جانب موڑ لینا۔“ عقبی نشست سے لکی کو ہدایت ملی اور لکی نے اس کی ہدایت پر عمل کیا۔ میں راستے ذہن نشین کرتا جا رہا تھا۔ اس امید پر کہ شاید مجھے فرار ہونے کا کوئی موقع میسر آجائے تو اس وقت کہیں ایسا نہ ہو کہ میں راستوں کی تلاش میں بھٹکتا ہوا دوبارہ پکڑا جاؤں۔

لکی کو ہدایات ملتی رہیں اور وہ ان ہدایات کے مطابق ڈرائیونگ کرتی رہی۔ اس نے منہ سے ایک لفظ بھی نہیں نکالا تھا۔ بس خاموشی سے گاڑی چلائے جا رہی تھی۔ مجھے اس بات پر حیرت تھی کہ لکی خاموش کیوں ہے۔ یا تو وہ بوکھلائی ہوئی تھی یا پھر اس حد تک خوف زدہ ہو گئی تھی کہ اس میں کچھ بولنے کی ہمت ہی باقی نہیں رہ گئی تھی۔

ہمارے اس سفر کا اختتام ایک بہت بڑے گوداموں میں ہوا۔ ہدایت کے مطابق لکی نے گودام کے دیو ہیکل دروازے سے امپالا گزاری تھی۔ امپالا کے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ خود بخود بند ہو گیا تھا۔ اندر اندھیرا تھا جسے امپالا کی ہیڈ لائٹس سے خارج ہونے والی لکیریں محدود طور پر دور کر رہی تھیں۔

وہ بہت طویل و عریض گودام تھا اور اس کا بیشتر حصہ خالی پڑا تھا۔ کہیں کہیں لکڑیوں کی بڑی بڑی پیٹیاں رکھی نظر آرہی تھیں۔ گودام کے وسط میں پہنچ کر کار روک دینے کا حکم ملا اور لکی نے کار روک دی۔

”اے مسٹر! تم گاڑی سے اُتر جاؤ۔“ عقبی نشست سے کہا گیا۔ مخاطب ظاہر ہے میں تھا۔

”کک... کیا اس گودام میں بند کر جاؤ گے؟“ میں نے بوکھلانے کی اداکاری کی۔

”بکواس مت کرو۔“ عقبی نشست پر موجود شخص نے دانت پیس کر کہا۔ ”جو کہا جا رہا ہے اس پر عمل کرو۔“

”کیا تنہا ہی اتر جاؤں؟“ میں نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

”اور کیا پوری برات سمیت اُترو گے؟“

لکی نے انجن بند کر دیا تھا اور اسٹیئرنگ وہیل پر ہاتھ رکھے ساکت و صامت بیٹھی تھی۔

”ٹھیک ہے دوست۔“ میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ ”دوسروں کی خواہش پوری کرنا میں اپنا نصب العین سمجھتا ہوں۔“

میں دروازہ کھول کر نیچے اتر گیا۔ میرے کار سے اترتے ہی وہاں تیز قسم کی روشنیاں پھیل گئیں۔ لمحہ بھر کو میری آنکھیں چندھیا گئیں پھر میں نے دیکھا کہ کار سے کچھ فاصلے پر مسلح افراد نے کار کے گرد گھیرا ڈال رکھا ہے۔ اس سے قبل وہاں تاریکی چھائی ہوئی تھی اور تاریکی نے ان مسلح افراد کو اپنے جلو میں چھپا رکھا تھا۔ اس لیے میں انھیں نہیں دیکھ سکا تھا۔

میں نے چاروں طرف نگاہ دوڑا کر انھیں شمار کیا۔ ان کی تعداد گیارہ تھی اور وہ سب اپنے اطوار سے غنڈے نظر آرہے تھے۔ بارھواں فرد وہ تھا۔ جو ہمیں اغوا کر کے یہاں لایا تھا اور ابھی تک کار میں لکی کو کور کیے بیٹھا تھا۔ ایک تیرھواں فرد بھی تھا جو کار کے سامنے چند قدم کے فاصلے پر دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مجھے گھور رہا تھا۔ اس کا قد چھ فٹ سے بھی نکلتا ہوا تھا۔ بنیان نما بغیر آستین کی قمیص پہنے ہوئے ہونے کے باعث اس کے توانا بازوؤں کی مچھلیاں پھڑک رہی تھیں۔ اس کا جسم کسرتی تھا اور چیخ چیخ کر اپنی قوت و توانائی کا اعلان کر رہا تھا۔

میں سمجھ گیا کہ میرے ساتھ کیا کھیل کھیلا جانے والا ہے۔ ایسے کھیل میرے لیے نئے نہیں تھے اور نہ ہی میں خود ایسے کسی کھیل کے لیے اجنبی تھا۔ فرق صرف یہ تھا کہ اس بار میں مکمل طور پر اندھیرے میں تھا۔ مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے اغوا کرنے والے کون ہیں اور یہاں ایک اجنبی جگہ پر بندوقوں کی نال پر کوئی مجھ سے کیوں مقابلہ کرنا چاہتا ہے۔

میں نے کار کا دروازہ بند کیا اور چند قدم آگے بڑھ کر کھڑا ہو گیا اور اپنے سامنے موجود شخص سے بولا۔

”کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ہمیں اس طرح اغوا کیوں کیا گیا ہے؟“

”میرا نام مائیکل ہے۔“ اس نے اپنی ابھری ہوئی مچھلیوں پر ہاتھ پھیرتے ہوئے یوں کہا جیسے میں نے اس کا نام پوچھا تھا۔

”مجھے افسوس ہے کہ میں مائیکل نامی کسی شخص سے واقف نہیں ہوں۔“ میں نے دبنگ انداز میں کہا۔ ”اور نہ ہی یہ میرے سوال کا جواب ہے۔“

”تمھیں یہاں سوال جواب کرنے کے لیے نہیں بلوایا گیا۔“ اس نے بڑے خراب لہجے میں کہا۔

”یہی تو میں بھی جاننا چاہ رہا ہوں کہ آخر تم نے میری خاطر اتنی زحمت کیوں مول لی ہے۔“ میں نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

”یہ سوال کرنے کا حق تمھیں صرف اس وقت حاصل ہوگا جب میں تمھارے قابو میں آجاؤں گا۔ ابھی تو تم میرے قابو میں ہو۔“

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ان مسلح افراد کی موجودگی میں بھلا تم کس طرح میرے قابو میں آسکو گے؟" میں نے مضحکانہ انداز میں کہا۔

اس پر میرے لہجے کا کوئی اثر نہیں ہوا اور اس نے بے تاثر لہجے میں جواب دیا "یہ صرف اس لیے ہے کہ تم بھاگنے کی کوشش نہ کرو۔"

"سڑک چھاپ لفنگوں سے بھاگنے کا تصور میرے نزدیک بڑا مضحکہ خیز ہے۔" میں نے حقارت سے کہا۔

"ذرا اور آگے آجاؤ تو میں تمھیں بتاؤں کہ سڑک چھاپ لفنگا کیا ہوتا ہے۔" اس نے گرم ہوتے ہوئے کہا۔

میں بلا تکلف آگے بڑھ گیا۔ اب ہمارے درمیان صرف چھ فٹ کا فاصلہ رہ گیا تھا۔ وہ مجھ پر جھپٹ پڑنے کے لیے بے چین نظر آ رہا تھا مگر میرے انداز میں بے پروائی تھی۔ ظاہر ہے یہ بے پروائی محض دکھاوا تھی۔ ورنہ در حقیقت میں نہ صرف پوری طرح ہوشیار تھا بلکہ کسی بھی وقت خود اس پر حملہ بھی کر سکتا تھا۔

دفعتاً اس نے مجھ پر حملہ کر دیا اور میں نے جھکائی دے کر اس کا وار خالی دیا۔ اس نے اتنی ہی تیزی کا مظاہرہ کرتے ہوئے دوبارہ مجھ پر ایک داؤ آزمایا۔ اس بار بھی میں اس کے حملے سے بچ نکلا۔

وسیع و عریض گودام پر سناٹے کا راج تھا۔ صرف ہم دونوں کے قدموں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ وہ بڑے تواتر کے ساتھ مجھ پر حملے کر رہا تھا اور میں مسلسل اس سے بچ رہا تھا لیکن ایک بار میں اس کی زد میں آ ہی گیا۔ اتفاق سے اس کا ہاتھ میرے سر کے بالوں پر پڑا اور اس نے انھیں مٹھی میں جکڑ لیا۔ اگر میرے بال اصلی ہوتے تو مجھے اس سے لپٹ جانا پڑتا مگر وہ تو وگ تھی جو میرے سر سے اکھڑ کر اس کے ہاتھوں میں پہنچ گئی تھی۔

مائیکل رک گیا۔ وہ حیرت سے کبھی اپنے ہاتھ میں موجود وگ کو دیکھتا اور کبھی میرے سر کی طرف دیکھنے لگتا جہاں کچھ چُرمرائے ہوئے بال یہ گواہی دینے کے لیے موجود تھے کہ میرے ساتھ کیا حادثہ رونما ہوا ہے۔

"حملہ کیوں نہیں کرتے؟" میں نے اُسے للکارا "تم سے یہ توقع نہیں تھی کہ اتنی جلدی تھک جاؤ گے۔"

"یہ... یہ کیا ہے؟" اس نے حیرت سے اٹک اٹک کر کہا۔

"تمھاری جنرل نالج بہت کمزور معلوم ہوتی ہے۔" میں نے یوں کہا جیسے اس کی لاعلمی میرے لیے سخت افسردگی کا باعث بنی ہو۔ "میاں! اسے وگ کہتے ہیں جو کسی قسم کے گنج کو چھپانے کے لیے سر پر پہنی جاتی ہے۔"

اس نے وگ ایک طرف اُچھالی اور ایک بار پھر مجھ پر جھپٹا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ میں اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کروں گا۔ مجھے چونکہ اس بات کا خوب اندازہ تھا اس لیے میں نے اس کی توقع کے خلاف حرکت کرنے کا فیصلہ کیا اور اس کے حملے سے بچنے کی کوشش کرنے کے بجائے اس سے اُلجھ پڑا۔ میں نے انتہائی پھرتی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سر جھکایا اور میری بھرپور ٹکر اس کے پیٹ پر پڑی۔ اس کے حلق سے ایک کرب ناک آواز نکلی۔ میں نے ٹکر مارتے ہی خود کو دائیں جانب فرش پر گرایا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے چھونے میں بھی کامیاب ہوتا تیزی سے قلابازی کھا کر اس کی زد سے نکلا اور اُچھل کر اپنے پیروں پر کھڑا ہو گیا۔

اس کے دونوں ہاتھ محض چند لمحوں کے لیے اپنے پیٹ پر گئے تھے پھر وہ سنبھل گیا تھا مگر اس کے چہرے سے اب بھی تکلیف ظاہر ہو رہی تھی۔ وہ پلٹا مگر اس نے فوراً ہی حملہ نہیں کر دیا۔ میری حرکت نے اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

"ڈر گئے کیا؟" میں نے مضحکہ اڑانے والے انداز میں کہا۔ "دور کھڑے کیا سوچ رہے ہو۔ آگے بڑھ کر حملہ کیوں نہیں کرتے؟"

مجھے بے خبر سمجھ کر اس نے ایک بار پھر اپنی دانست میں مجھ پر فیصلہ کن حملہ کیا لیکن پہلے کی طرح اس بار بھی میں نے نہ صرف خود کو بچا لیا بلکہ اس کے بائیں جبڑے پر ایک بھرپور مکا رسید کرتے ہوئے نیم دائرے کی صورت میں گھوم گیا۔ اس کے جبڑے پر پڑنے والا گھونسا بڑا بھرپور تھا۔ کچھ عجب نہیں کہ اس کے چند دانت بھی ہل گئے ہوں۔ اس کے حلق سے کراہ تو نکلی مگر وہ غصے سے پاگل بھی ہو گیا اور اندھوں کی طرح مجھ پر جھپٹ پڑا۔ میں سمجھ گیا کہ مقابلے کا فیصلہ کن مرحلہ آ پہنچا ہے۔ اس نے اپنے ہوش و حواس کھو دیے تھے اور اب اسے ہدف بنانا زیادہ آسان ہو گیا تھا۔

اس نے مجھ پر کراٹے کے کئی مہلک داؤ آزمائے لیکن میں نہ صرف اس کے حملوں سے بچا بلکہ اس کے چہرے پر کئی گھونسے بھی مارنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ نہایت خطرناک حرکت تھی۔ کراٹے کے مقابلے میں باکسنگ کا مظاہرہ مہلک بھی ثابت ہو سکتا تھا بلکہ ایسے میں قوی امکانات اس بات کے ہوتے ہیں کہ باکسنگ کا مظاہرہ کرنے والا لازمی طور پر چوٹ کھا جائے گا مگر ایک تو وہ غصے میں اندھا ہو رہا تھا اور دوسرے یہ کہ میں انتہا سے زیادہ پھرتی کا مظاہرہ کر رہا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس کی نکسیر بھی

پھوٹی اور چہرہ بھی کئی جگہ سے متورم ہو گیا۔ اس کے لڑنے کے انداز میں سستی پیدا ہو گئی تھی۔

"حریف اگر اپنے سے طاقت ور ہو تو عقل مندی کا تقاضا یہی ہوتا ہے کہ شکست تسلیم کر لی جائے۔" میں نے پیچھے ہٹتے ہوئے کہا۔

اس کے منہ سے ناقابلِ فہم قسم کے الفاظ برآمد ہوئے اور اس نے اپنی بچی کھچی طاقت بروئے کار لاتے ہوئے مجھ پر فیصلہ کن حملہ کر دیا۔ چوٹ، تکلیف اور غصے کی زیادتی نے اس کی عقل خبط کر دی تھی۔ اس لیے اسے کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔ اس کے جھنجھلائے ہوئے دماغ نے شاید یہ فیصلہ صادر کیا تھا کہ اب اس کی فتح کی واحد صورت یہی ہے کہ مجھ سے لپٹ پڑے۔ میں چونکہ اس سے دور رہ کر لڑ رہا تھا۔ اس لیے مجھ پر اس کی جسمانی برتری خاک میں مل کر رہ گئی تھی۔

اس نے بلاشبہ بالکل درست فیصلہ کیا تھا۔ اگر میں اس کے شکنجے میں پھنس جاتا تو اپنی طاقت کے بل بوتے پر تو ہرگز اس کی گرفت سے نہیں نکل سکتا تھا۔ میں اگر چاہتا تو اسے اور تھکاتا لیکن میں نے کچھ اور ہی فیصلہ کیا تھا۔ اس کا وار بچانے کے بجائے میں جھک کر خود اس کی طرف بڑھا اور اس کے بعد جو کچھ بھی ہوا۔ اس میں میری پھرتی اور مہارت کا بڑا دخل تھا۔ ایک ہاتھ سے میں نے اس کی بیلٹ پکڑی تھی اور دوسرا ہاتھ اس کے گریبان پر ڈالا تھا اور قبل اس کے کہ وہ مجھے اپنی گرفت میں لے سکتا۔ میں نے اسے سر سے بلند کر کے اپنے عقب میں پھینک دیا۔

گودام کے فرش پر اس کا بھاری بھرکم جسم گرا تو ہلکا سا ایک دھماکا ہوا۔ اس دھماکے میں مائیکل کی کریہہ چیخ بھی شامل تھی۔ شاید اس کی ریڑھ کی ہڈی پر بھی ضرب آئی تھی۔ اس نے گرتے ہی اضطراری طور پر اٹھنے کی کوشش کی۔

"میں بہت رعایت برت چکا مسٹر مائیکل۔" میں نے سرد لہجے میں کہا۔ "اب اگر تم نے مجھ پر حملہ کرنے کی کوشش کی تو میں کوئی رعایت نہیں برتوں گا۔"

جواب میں اس کے منہ سے لایعنی قسم کی باتوں کا ایک فوارہ اُبل پڑا جس کا ایک لفظ بھی میرے پلے نہیں پڑ سکا۔

"مجھے نہیں معلوم تم کیا کہہ رہے ہو۔" میں نے بڑے سکون سے کہا۔ "اگر تم اعترافِ شکست کر رہے ہو تو میں تمھیں معاف کرتا ہوں اور اگر نہیں تو تم اپنے پیروں پر کھڑے ہو جاؤ پھر میں تمھیں بتاؤں گا۔"

شاید اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت بالکل ہی سلب ہو کر رہ گئی تھی۔ بجائے شکست تسلیم کرنے کے وہ جھومتا جھامتا اٹھ کھڑا ہوا۔ ناک سے بہنے والا خون اس کی باچھوں پر جم گیا تھا۔ چہرہ جگہ جگہ سے سوجا ہوا تھا اور اس پر مستزاد خوف اور غصے کی ملی جلی کیفیات تھیں۔ اس کا حلیہ بگڑ کر رہ گیا تھا مگر وہ مقابلہ جاری رکھنے پر بضد تھا اور یہی اس کی حماقت تھی۔

"تو تم یوں نہیں مانو گے۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "آؤ، آگے آؤ تاکہ تمھیں پتا چل سکے کہ مجھ سے الجھنے والوں کا کیا انجام ہوتا ہے۔"

وہ غضب ناک انداز میں میری طرف بڑھا اور میں نے فضا میں اُچھل کر اس کے سینے پر فلائنگ کک ماری۔ وہ اُلٹ کر زمین پر گرا اور ابھی وہ اٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ میں اس کے سر پر سوار ہو گیا۔ اس بار میں نے اسے ٹھوکروں پر رکھ لیا۔ سب سے پہلی ٹھوکر میں نے اس کے سر پر ماری۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھاما ہی تھا کہ میں نے اس کی پسلیوں کو نشانہ بنایا اور پھر اس کے جسم کے متعدد حصے میری ٹھوکروں کی زد پر آ گئے۔ وہ بُری طرح چیخ رہا تھا۔ فرش پر ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا تھا اور میں رکنے کا نام ہی نہیں لے رہا تھا۔ اس عالم میں بھی کئی بار اس نے میرا پیر پکڑنے کی کوشش کی مگر میں پوری طرح ہوشیار تھا۔ اس لیے اس کی کوئی کوشش کامیاب نہیں ہونے دی۔

"بس کرو مسٹر۔" دفعتاً ایک آواز گونجی اور میں مائیکل کو چھوڑ کر اس سے چند قدم دور ہٹ گیا۔ کار کے پاس مجھے وہی سیاہ فام کھڑا دکھائی دیا جو کلب میں نظر آیا تھا۔ ریوالور کی زد میں ہمیں یہاں لانے والا وہی تھا اور اب اس کے ہاتھ میں کوئی ہتھیار نہیں تھا۔

"میں تمھاری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتا ہوں۔" اس نے میری طرف آتے ہوئے کہا۔

"اور یہ لوگ تمھارے جذبۂ خیر سگالی کا مظہر ہیں۔" میں نے طنزیہ انداز میں مسلح افراد کی طرف اشارہ کیا۔

"وہ پہلے کی بات تھی۔" اس نے کہا اور مسلح افراد کو اشارہ کیا۔ انھوں نے اپنے ہتھیار جھکا لیے۔

"معاف کرنا تمھارا رویہ ناقابلِ فہم ہے۔ اس قسم کی دوستی میں نے نہ کبھی دیکھی نہ سُنی۔"

"تم میرے ساتھ چلو، میں تمھیں سب کچھ سمجھا دوں گا۔" اس نے میرا ہاتھ پکڑتے ہوئے کہا۔ گرفت غیر دوستانہ نہیں تھی۔

"اور اگر میں تمھارے ساتھ جانے سے انکار کر دوں تو؟" میں نے تیوریوں پر بل ڈال کر کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"تم اس کے لیے آزاد ہو۔" اس نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "لیکن مجھے ہمیشہ اس بات کا قلق رہے گا کہ تم نے میری بات نہیں سُنی۔"

"میں واپس چلا تو جاؤں مگر مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔"

"کس بات کا خوف محسوس ہوتا ہے؟" اس نے حیرت سے کہا۔

"تم کھوپڑیوں میں سوراخ کرنے کے بے حد شوقین ہو۔ کہیں عقب سے میری گدی میں بھی سوراخ نہ کر دو؟"

میری بات سُن کر اس کے حلق سے ایک بے اختیار قسم کا قہقہہ اُبل پڑا۔ "کسی کو خوف زدہ کرنے کے لیے ایسے ہی مکالمے بولنے پڑتے ہیں۔ تم اگر واپس جانا چاہو تو بے خوف و خطر جا سکتے ہو۔" اس نے کار کی طرف اشارہ کیا۔

"اگر میں اس طرح واپس چلا گیا تو یہ کبھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ تم نے میرے ساتھ یہ ڈراما کیوں کھیلا تھا؟"

"گویا یہ معلوم کرنا تمھارے لیے بہت اہم ہے؟"

"ہاں۔" میں نے اثبات میں سر ہلایا۔ "کسی اُلجھن میں مبتلا رہنا کون پسند کر سکتا ہے؟" میں نے کہا اور فرش پر پڑی ہوئی وگ اٹھا کر اپنے سر پر جمانے لگا۔

"تو پھر اس کی ایک ہی صورت ہے۔" اس نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو۔ تمھیں سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔"

"ہمیں کہاں جانا ہوگا؟" میں نے چاروں طرف دیکھا۔ "اور ایسی کون سی بات ہے جو یہاں نہیں بتائی جا سکتی؟"

"بتانے کو تو میں یہاں بھی بتا دوں لیکن معاملہ خاصا پیچیدہ ہے۔ آسانی سے سمجھ میں نہیں آئے گا۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے طویل سانس لے کر کہا۔ "میں تمھارے ساتھ چلتا ہوں مگر ہمیں جانا کہاں ہوگا؟"

"وہیں جہاں سے آئے ہیں۔"

"وہاں اس نائٹ کلب میں؟" میں نے حیرت سے کہا۔

"اس شور شرابے میں بھلا کیا گفتگو ہو سکے گی؟"

"خود ہی دیکھ لینا۔" اس نے کار کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ "یہیں کھڑے رہے تو کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ سکے گا۔"

للی بدستور کار کی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھی تھی۔ اس کا انداز ایسا تھا۔ جیسے رونما ہونے والے واقعات کا اس کی ذات سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

"کہاں چلوں؟" اس نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"اسی نائٹ کلب جہاں سے ہم آئے تھے۔" سیاہ فام نے جواب دیا۔ "راستہ یاد ہے یا میں تمھیں گائیڈ کروں؟"

"مجھے راستہ یاد ہے۔" للی بے تاثر لہجے میں بولی اور کار اسٹارٹ کر دی۔

کچھ دیر بعد ہم ایک بار پھر اسی نائٹ کلب میں داخل ہو رہے تھے جہاں سے ہم پر یہ مصیبت نازل ہوئی تھی مگر اس بار ہماری منزل مختلف تھی۔ سیاہ فام ہمیں کلب کے منیجر کے آفس میں لے گیا جہاں ایک بھاری جبڑوں اور نیلی آنکھوں والے سفید فام شخص نے ہمارا استقبال کیا۔ اس کی عمر پچاس سے اوپر ہی رہی ہوگی۔ میں نے اس کے بارے میں اچھی رائے قائم نہیں کی۔

اس نے ہمیں کرسیوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور پھر خود بھی اپنی کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ "آپ لوگ یقیناً اُلجھن محسوس کر رہے ہوں گے لہٰذا پہلے یہ ضروری ہے کہ ہم آپس میں متعارف ہو جائیں۔ میرا نام پیٹر ہے اور میں امریکا میں ایک بہت بڑے غیر قانونی بزنس کا مالک ہوں۔ میرے کاروبار کی شاخیں امریکا کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں۔ یہ سیاہ فام میرا دست راست ہے اور اس کا نام جیکسن ہے۔"

"یہ تعارف تو قطعی ناکافی ہے۔" اس کے خاموش ہونے پر میں نے کہا۔

"اس کے علاوہ تم اور کیا جاننا چاہتے ہو؟" پیٹر نے پوچھا۔

"یہ کہ ہمارے ساتھ جو سلوک ہوا اس کا مقصد کیا تھا اور تم ہمارے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"جو کچھ تمھارے ساتھ ہوا اس سے تمھاری صلاحیتوں کا امتحان مقصود تھا۔ مائیکل ہمارے گروہ میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔"

"میری صلاحیتوں کے امتحان کی ضرورت کیوں پیش آئی اور تمھیں میرے بارے میں کیسے پتا چلا؟"

"یہ دو الگ الگ باتیں ہیں۔ تمھارے بارے میں مجھے ایک گم نام فون کال موصول ہوئی تھی۔ فون کرنے والے نے اپنی شناخت کرانے سے انکار کر دیا تھا۔ اس کے بیان کے مطابق ٹیبل نمبر بارہ پر موجود شخص میرے بہت کام کا ثابت ہو سکتا تھا۔ اس نے یہ بھی بتایا تھا کہ تم سیاہ رنگ کی امپالا میں یہاں آئے ہو۔ اس نے کار کے نمبر تک بتائے تھے۔ میں نے فوری طور پر اس کے بیانات کی تصدیق کرنے کا فیصلہ کیا اور جیکسن کو تمھیں پرکھنے کے کام پر مامور کر دیا۔"

"گویا تم نے ایک گم نام فون کال پر یقین کرتے ہوئے مجھے مائیکل نامی بھیڑیے کے حوالے کر دیا۔" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"تم غلط سمجھ رہے ہو۔ فون کرنے والے شخص نے جو باتیں کی تھیں۔ وہ میرے لیے اس قدر پُرکشش تھیں کہ میں خود کو روک نہیں سکا ورنہ کون ایسی حماقت میں مبتلا ہو سکتا ہے۔"

"میں کہتا ہوں وہ میرا کوئی دشمن بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ میرے بارے میں دی گئی اطلاعات غلط ہوتیں اور تمھارا مائیکل مجھے اُدھیڑ کر رکھ دیتا۔ میری ہلاکت کا ذمے دار کون ہوتا؟"

"ہمارے کاروبار میں کسی کی جان ضائع ہو جانا کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اس کے باوجود میں خوں ریزی سے دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔ میں نے یہ امکان پیش نظر رکھا تھا کہ تمھارے بارے میں ملی ہوئی اطلاع غلط ہو سکتی ہے۔ اسی لیے میں نے اس ضمن میں سخت ہدایات دے دی تھیں۔ اگر مائیکل تم پر حاوی آ جاتا تو تمھیں کوئی نقصان پہنچائے بغیر چھوڑ دیا جاتا۔"

میں نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے بیان کو کس خانے میں فٹ کروں۔ اس وقت پورے امریکا میں کوئی بھی اس بات سے واقف نہیں تھا کہ میں کون ہوں، کیا ہوں اور کہاں ہوں۔ اولیو ہاورڈ اور ہارث رابیل کو میرے بارے میں علم تھا۔ مگر انھیں بھی یہ نہیں معلوم ہو سکتا تھا کہ میں اس وقت اس نائٹ کلب میں موجود تھا۔

صورت حال بہت اُلجھی ہوئی تھی۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ کیا اولیو ہاورڈ یا ہارث رابیل میں سے کسی نے وہ گم نام فون کیا تھا۔ اگر یہ بات مان لی جاتی تو بھی ایک بہت بڑا سوالیہ نشان اُبھرتا تھا کہ آخر انھوں نے ایسا کیوں کیا؟

"بات اب بھی میری سمجھ میں نہیں آئی مسٹر پیٹر۔" میں نے کہا۔ "آخر میری صلاحیتوں کو پرکھنے سے تمھارا مقصد کیا تھا؟"

"مقصد یہ تھا کہ اگر تم ہمارے کام کے آدمی ثابت ہوتے تو ہم تمھاری خدمات سے استفادہ کرنے کی کوشش کریں گے۔"

"کیا فون کرنے والے نے تمھیں یہ بھی بتایا تھا کہ میں کرائے کا آدمی ہوں؟" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"ہرگز نہیں۔" اس نے اپنے سر کو نفی میں جنبش دی۔ "لیکن اس نے تمھاری جن خصوصیات کا تذکرہ کیا تھا۔ اس کے بعد میرے لیے تمھاری خدمات حاصل کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہو گیا تھا۔"

"اب یہ بتانے میں تم کتنا وقت صرف کرو گے کہ اس نے میرے بارے میں تمھیں کیا کیا بتایا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"اس نے ڈی فوسٹر کے حوالے سے تمھارا تذکرہ کیا تھا۔ یہ بھی بتایا تھا کہ اولیو ہاورڈ جیسا شخص بھی تمھارے سامنے بے بس ہو گیا ہے۔"

میں بُری طرح چونک پڑا۔ ڈی فوسٹر کے حوالے سے معاملہ اور بھی پُراسرار ہو گیا تھا۔

"کیا اس نے تمھیں یہ نہیں بتایا کہ میں درحقیقت کون ہوں؟" میں نے پوچھا۔

"میں نے اس سے پوچھا تھا مگر اس نے بتانے سے انکار کر دیا۔ یہ ضرور کہا تھا کہ تمھارا تعلق کسی ایسے ادارے یا شعبے سے نہیں ہے جس سے مجھے یا میرے کاروبار کو کسی قسم کا نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔"

"اب یہ بھی بتا دو کہ تمھیں مجھ سے ایسا کون سا کام تھا جس کی خاطر تم نے مجھے مائیکل سے بھڑا دیا؟"

"میں ان دونوں سے انتقام لینا چاہتا ہوں۔" پیٹر نے کہا۔ "دونوں ہی نے مجھے نقصان پہنچایا ہے۔"

"کن دونوں نے؟ تمھارا اشارہ اولیو ہاورڈ اور ہارث رابیل کی طرف تو نہیں ہے؟"

"ہاں، میں انھی دونوں کی بات کر رہا ہوں۔" پیٹر نے کہا۔ "میں ان دونوں کو زندہ نہیں دیکھ سکتا۔"

میں نے کن انکھیوں سے للی کی طرف دیکھا۔ مگر اس کے چہرے سے اس کے جذبات کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

شمع ملیحہ ... اپنے خیالات دوسروں تک پہنچانے اور

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

مکتبہ القسیات ۔ پوسٹ بکس ۲۲۹ کراچی

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اگر میں اس معاملے میں تم سے تعاون کرنے سے انکار کر دوں تو تمھارا کیا ردِعمل ہوگا؟"

"کچھ بھی نہیں۔ ظاہر ہے میں بالجبر تو تمھیں اپنے لیے کام کرنے پر آمادہ نہیں کر سکتا۔"

"مجھے یہ بات اُلجھن میں ڈال رہی ہے مسٹر پیٹر کہ آخر تمھاری نظرِ انتخاب مجھ پر ہی کیوں پڑی۔ تمھارے گروہ میں بہترین لوگ موجود ہوں گے کیا تم ان سے کام نہیں لے سکتے تھے؟"

پیٹر نے مجھے حیرت سے دیکھا۔ "مجھے بتایا گیا تھا کہ تم اولیو ہاورڈ کے روایتی حریف ہو۔ تعجب ہے تم نے ایسی بات کی۔ کیا تم اس سے واقف نہیں ہو؟ میں اس سے ٹکرانے کی کوشش کرتا تو میرے گروہ کا ہی شیرازہ بکھر جاتا۔"

"میں تم سے متفق ہوں مسٹر پیٹر! وہ واقعی بہت خطرناک آدمی ہے اور اس سے ٹکر لینا آسان کام نہیں ہے۔"

"یہ بھی درست نہیں ہے کہ میری نظرِ انتخاب تم پر پڑی۔ معلوم نہیں میرا کون ایسا ہمدرد ہے جس نے تمھاری نشان دہی کر کے مجھ پر احسان کیا ہے۔"

"یہی بات مجھے بھی اُلجھن میں ڈال رہی ہے۔" میں نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا۔ "اس لیے کہ امریکا میں میری موجودگی سے گنتی کے چند لوگ واقف ہیں۔"

"اوہو!" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "مجھے ان کے نام بتاؤ۔ شاید ہم دریافت کر سکیں کہ وہ پُراسرار شخص کون تھا جس نے گم نام فون کر کے تمھارے بارے میں بتلایا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر پیٹر! اس طرح تم کچھ بھی نہیں معلوم کر سکو گے۔ اس لیے کہ وہ چند لوگ بھی اس بات سے ناواقف تھے کہ میں اس نائٹ کلب میں موجود ہوں۔"

"اتنے یقین سے یہ بات مت کہو۔ ہوسکتا ہے کسی نے تمھیں یہاں دیکھ لیا ہو۔"

"یہ بات اس لیے خارج از امکان ہے کہ میں میک اپ میں ہوں اور میرے موجودہ میک اپ سے میری ساتھی کے علاوہ کوئی بھی واقف نہیں ہے اور یہ پورے وقت میرے ساتھ رہی ہے۔"

پیٹر کی آنکھیں فرطِ حیرت سے پھیل گئیں۔ "تم بڑی حیران کن باتیں کر رہے ہو۔"

"تمھارے لیے یہ باتیں حیران کن ہیں اور میرے لیے انتہائی تشویش کا باعث ہیں۔ یہ کسی قسم کی سازش بھی ہوسکتی ہے۔"

"سازش؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔ "اس کا تو کوئی امکان نظر نہیں آتا۔ اس طرح کوئی تمھارے خلاف کیا سازش کرے گا؟"

"جس شخص نے فون پر تمھیں مطلع کیا ہے۔ اسے یہ بات کیسے معلوم ہوئی کہ تم اولیو ہاورڈ یا ہاروت رابیل سے انتقام لینا چاہتے ہو؟"

"یہ بات تو واقعی غور طلب ہے۔ مگر یہ سوال اپنی جگہ قائم ہے کہ اس میں سازش کا کون سا پہلو ہوسکتا ہے؟"

"ممکن ہے کوئی میری سرگرمیوں پر نظر رکھنے کا خواہاں ہو اور اس نے اسی لیے مجھے ٹھکانا فراہم کرنے کا انتظام کیا ہو تاکہ مجھ پر آسانی سے نظر رکھ سکے۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "یہ بات سمجھ میں تو آتی ہے مگر یہ کوئی ایسی بات تو نہیں جس کا تدارک ہی ممکن نہ ہو۔"

"جب تک یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اس حرکت کی پشت پر کون ہے اس کا کیا تدارک کیا جا سکے گا؟"

"میں تمھیں تحفظ فراہم کرنے کو تیار ہوں۔"

"تم مجھے کس طرح تحفظ فراہم کرو گے؟" میں نے حیرت سے کہا۔ "تم تو خود ان لوگوں سے نمٹنے کے لیے کسی سہارے کے متلاشی ہو۔"

"میں تمھیں محفوظ رہائش گاہ فراہم کر سکتا ہوں۔ دوسروں کی نظروں سے چھپ کر تم اپنا کام جاری رکھ سکو گے۔"

"میں نے تمھارے لیے کام کرنے کی ہامی نہیں بھری ہے پھر تم میرے لیے یہ سب کچھ کیوں کر رہے ہو؟"

"اس لیے کہ تم میرے دشمنوں کے دشمن ہو اور اس اعتبار سے میرے دوست ہوئے۔ میرے لیے کام نہیں کرو گے تب بھی میرے دشمنوں کے خلاف تو کام کرتے ہی رہو گے اور میں کسی بھی ایسے شخص کو جو اُن دونوں یا اُن میں سے کسی ایک کے خلاف کام کر رہا ہو۔ ہر قسم کی سہولت مہیا کرنے کو تیار ہوں۔ یہ تم پر کوئی احسان نہیں ہوگا۔"

"میں مانتا ہوں کہ تم اپنی تسکین کے لیے مجھ سے تعاون کرو گے لیکن اس کے باوجود میں خود کو تمھارا ممنونِ احسان ہونے سے نہیں روک سکوں گا۔ میں یہ ضرور چاہوں گا کہ تمھارے کسی کام آسکوں۔ اس لیے تم مجھے یہ بتا دو کہ تم ان دونوں افراد سے انتقام لینے کے کیوں درپے ہو تاکہ میں تمھارا ساتھ دینے یا نہ دینے کے بارے میں غور کر سکوں۔"

"ہاروت رابیل نے تو مجھے بارہا زک پہنچائی۔ حالانکہ ہمارے کاروبار الگ الگ تھے لیکن یہ اس کی فطرت ہے دوسروں کو خواہ مخواہ نقصان پہنچا کر اسے مزہ آتا ہے۔ میں اس سے کوئی انتقام لینا بھی نہیں چاہتا۔ اس لیے کہ تم نے اس کا پورا کاروبار تباہ کر کے رکھ دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں اس نے اپنی پوری عمر میں دوسروں کو جتنا نقصان پہنچایا ہوگا۔ اس سے کئی گنا نقصان تم نے اسے ایک ہی جھٹکے میں پہنچا دیا ہے۔ رہی بات اولیو ہاورڈ کی تو یہ ایک بہت پرانا واقعہ ہے۔ جب بھی میں اس واقعے کا تصور کرتا ہوں، میرا خون کھول اٹھتا ہے۔ وہ ایسا واقعہ ہے جسے دُہرانا بھی میرے لیے باعثِ شرم ہے۔ اس لیے میں تم سے معذرت چاہوں گا۔"

"اگر ایسی کوئی بات ہے تو میں تمھیں مجبور نہیں کروں گا لیکن تم نے اس سے انتقام لینے کی کوئی کوشش تو ضرور کی ہوگی۔"

"بارہا کی مگر ہر بار ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ وہ بے حد چالاک اور عیار آدمی ہے۔"

"ٹھیک ہے مسٹر پیٹر! اس بارے میں کوئی حتمی فیصلہ کرنے سے قبل میرے لیے اپنی ساتھی سے مشورہ کرنا ضروری ہے۔"

"اوہو تم نے ابھی تک اپنا تعارف بھی نہیں کرایا۔ اگر کوئی حرج محسوس نہ کرو تو..."

"بُرا نہ ماننا مسٹر پیٹر میں اپنی اصل شخصیت تم پر ظاہر نہیں کر سکتا۔ تاہم میرا فرضی نام ایلن گراہم ہے اور یہ فرضی نام بھی تم خود تک ہی محدود رکھو گے۔"

"یہ بُرا ماننے کی نہیں، خوش ہونے کی بات ہے۔ اگر تم اس قدر احتیاط برتنے کے عادی نہ ہوتے تو اولیو ہاورڈ کے مقابلے پر کبھی نہیں ٹک سکتے تھے۔"

"تم فیلڈ کے آدمی ہو پیٹر! اس لیے معاملے کی تہ تک پہنچ گئے۔ تمھاری جگہ کوئی عام آدمی ہوتا تو بُرا مان جاتا۔"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ یہ..." اس نے لکی کی طرف اشارہ کیا۔

"میرا نام لوسی ہے۔" لکی جلدی سے بول پڑی۔ "ہم آپس میں دوست ہیں لیکن ممکن ہے مستقبل میں کسی بندھن میں جکڑ جائیں۔"

"خوشی ہوئی مس لوسی!" اس نے کہا۔ پھر میری طرف متوجہ ہوکر بولا۔ "تم نے مائیکل کو جتنی آسانی سے شکست دے دی وہ اتنی آسانی سے زیر ہونے والا آدمی تو نہیں ہے؟"

"مجھے نہیں معلوم۔" میں نے کہا۔ "میں تو بس یہ جانتا ہوں کہ میں نے اسے اتنی ہی آسانی سے زیر کر لیا۔"

"تم نے مقابلہ نہیں دیکھا پیٹر!" جیکسن نے کہا۔ "مسٹر ایلن مائیکل کو بچوں کی طرح کھلاتے رہے اور جب خود ایکشن میں آئے تو چند لمحے میں ہی اسے شکست سے دوچار کر دیا۔"

"میں اس بات پر صرف حیرت ہی ظاہر کر سکتا ہوں۔" پیٹر بڑبڑایا۔ "اس لیے کہ وہ ہر اعتبار سے مسٹر ایلن سے برتر ہے۔"

میں ہنس پڑا۔ "ہر اعتبار سے نہیں مسٹر پیٹر، صرف جسمانی اعتبار سے۔" میں نے کہا۔ "اور جہاں فن کی بات آتی ہے وہاں جسمانی برتری کی زیادہ اہمیت نہیں رہ جاتی۔"

"اسی لیے تم اولیو ہاورڈ کے مدِمقابل قرار پائے ہو۔ اس کے مقابلے پر آنا ہر کس و ناکس کے بس کی بات نہیں۔"

"بہت وقت ہو چکا ہے مسٹر پیٹر! مجھے نیند آ رہی ہے۔ میری رہائش کے لیے تم کیا بندوبست کرو گے؟"

"جیکسن تمھیں چھوڑ آئے گا اور ہاں۔" اس نے دراز کھول کر نوٹوں کی ایک گڈی نکالی اور میری طرف بڑھائی۔ "تمھیں رقم کی ضرورت پڑے گی۔ یہ دس ہزار ڈالر رکھ لو۔ مزید رقم کی ضرورت پڑے تو لے لینا۔"

"تم اگر یہ سمجھ رہے ہو کہ اس طرح تم میرے فیصلے پر اثر انداز ہو سکو گے تو یہ تمھاری بھول ہے۔"

"اب مجھے کسی کی خدمات حاصل کرنے کی ضرورت نہیں رہی۔ بے فکر رہو میں تم سے بھی کچھ نہیں کہوں گا۔"

"اس کے باوجود بھی میں یہ رقم لے کر زیادہ زیر بار ہونا پسند نہیں کروں گا۔"

"تم احمق ہو۔ اس کام کے لیے تو میں لاکھوں ڈالر خرچ کرنے سے بھی دریغ نہ کروں۔ مگر میں نے کہا تاکہ اب مجھے اس کی ضرورت نہیں رہی۔ تم تو اولیو ہاورڈ کے خلاف ویسے ہی برسرِپیکار ہو۔ جو کام کرنے کے لیے میں تم سے کہنا چاہتا تھا وہ تو تم ویسے بھی کرو گے۔ مجھے تم سے کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ انکار مت کرو اور رقم رکھ لو۔ کسی اور چیز کی ضرورت ہو تو وہ بھی بتا دو۔"

میں نے رقم لے کر بے پروائی سے جیب میں ڈال لی۔

"مجھے فوری طور پر میک اپ کا سامان درکار ہوگا۔" میں نے اس سے کہا۔ "مجھے کاغذ اور قلم دو تاکہ میں تمھیں مطلوبہ اشیاء کی فہرست تیار کر دوں۔ تم یہ سامان صبح کسی وقت مجھے بھجوا دینا۔"

اس نے قلم اور کاغذ میرے حوالے کر دیا۔ میں نے کاغذ پر مطلوبہ اشیا لکھنے کے بعد جلدی جلدی چند الفاظ گھسیٹ دیے لکی اس وقت دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔ اس لیے وہ نہیں دیکھ سکی کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ میں نے لکھا تھا۔ "پیٹر! کل شام کسی وقت مجھے تنہا طلب کرلو۔ کچھ باتیں ایسی ہیں جو صرف میرے اور تمھارے درمیان ہوسکیں گی۔"

میں نے کاغذ اس کی طرف بڑھایا۔ اس نے کاغذ مجھ سے لے کر اس پر سرسری نظر ڈالی پھر میں نے اسے چونکتے ہوئے دیکھا لیکن اس نے فوراً ہی خود پر قابو بھی پالیا۔ "ٹھیک ہے۔" اس نے سرسری انداز میں کہا۔ "صبح تمھیں ساری اشیا فراہم کر دی جائیں گی۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"اور اب آخری بات۔" میں نے لکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا ہم اس کار میں سفر کریں گے یا اس سے پیچھا چھڑانا ضروری ہے۔"

"یہ کار ہمارے لیے خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔" لکی بولی۔ "لہٰذا بہتر یہی ہے کہ جیسے بھی ہو اس سے پیچھا چھڑا ہی لیا جائے۔"

"جیکسن تم انھیں دوسری کار میں لے جاؤ اور اس کار کو گیراج میں پہنچا دو تاکہ اس کا رنگ تبدیل کیا جا سکے۔"

جیکسن نے ہمیں چلنے کا اشارہ کیا اور ہم دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازے سے باہر نکلتے وقت مجھے ایک خیال آیا اور میں پیٹر کی طرف پلٹ پڑا۔

"کوئی شخص ایسا ہے جو میری یہاں موجودگی سے واقف ہے۔ مجھے جہاں بھی لے جایا جائے گا۔ وہ تعاقب کرے گا اور میرے نئے ٹھکانے سے آگاہ ہو جائے گا۔"

"جیکسن جانتا ہے کہ ایسے حالات میں اسے کیا کرنا چاہیے تم بے فکر ہو کر اس کے ساتھ چلے جاؤ۔ اگر کسی نے تعاقب کرنے کی کوشش کی تو پکڑا جائے گا۔"

ہم جیکسن کے ساتھ کلب سے باہر آئے۔ جیکسن ایک کار کی طرف بڑھا جس کی ڈرائیونگ سیٹ پر ایک باوردی ڈرائیور موجود تھا۔ جیکسن نے جھک کر اس سے کچھ کہا اور اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ جیکسن نے ہم دونوں کو عقبی نشست پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اگلی نشست پر بیٹھ گیا۔

"کوئی شخص ہمارا تعاقب نہیں کر سکے گا۔" کار روانہ ہونے کے بعد اس نے کہا۔ "اس لیے کہ ہمارے اپنے آدمی ہمارا تعاقب کر رہے ہیں۔"

میں مطمئن ہو گیا۔ اتنا بھی بہت تھا۔ اگرچہ پیٹر اور جیکسن جس طرح مجھ سے ملے وہ بجائے خود مشکوک اور پُراسرار صورت تھی لیکن میں اس پر زیادہ دماغ سوزی کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

ہماری نئی منزل نیویارک کے فیشن ایبل علاقے میں واقع ایک خوبصورت بنگلہ ثابت ہوا۔ جہاں ضروریاتِ زندگی کی ہر شے موجود تھی جیکسن ہمیں وہاں چھوڑ کر چلا گیا تھا۔

"میرا خیال ہے ہمیں سونے سے قبل ناشتا کر لینا چاہیے۔" لکی نے کہا۔

"نہایت مناسب خیال ہے۔ ویسے بھی صبح بس ہونے ہی والی ہے۔"

لکی جلد ہی ناشتا تیار کر کے لے آئی۔ "کچھ اندازہ ہوا کہ ہماری نشان دہی کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟" ناشتے کے دوران لکی نے پوچھا۔

"یہ اندازہ کرنا بہت ناممکن سی بات لگتی ہے۔" میں نے کہا۔ "خصوصاً ڈی فوسٹر کا حوالہ سب سے زیادہ تعجب خیز ہے۔"

"اور تم نے اس کام کے بارے میں کیا سوچا جو پیٹر تم سے کہہ رہا تھا؟"

"اس بارے میں تو تم مجھے بتاؤ گی میں اسے کیا جواب دوں؟"

"میں کیا بتاؤں؟" لکی نے ایک طویل سانس لی۔ "اپنے ڈیڈی کے خلاف کوئی فیصلہ دینا میرے لیے بہت مشکل ہو گا۔"

"اس لیے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ پیٹر کو صاف جواب دے دوں۔"

"اس سے کیا فرق پڑے گا۔ وہ عقل مند آدمی ہے پہلے ہی کہہ چکا ہے کہ اب تم سے کوئی کام لینے کا خواہش مند نہیں ہے اس لیے کہ تم تو ویسے ہی ڈیڈی کے خلاف کام کر رہے ہو۔ البتہ وہ تمھاری مدد کرتا رہے گا اور اُسے یہی سوچ کر تسکین ملتی رہے گی کہ اس نے اپنے ایک دشمن کو زک پہنچانے کے لیے اس کے کسی دشمن کی مدد کی۔"

"یہ ایک الگ معاملہ ہے جس سے میرا کوئی تعلق نہیں ہے جہاں تک براہِ راست اس کی مدد کرنے کا سوال ہے۔ میں صاف انکار کر دوں گا۔"

"تم ایسا کیوں کرو گے؟"

"صرف اس لیے کہ اس سے تمھارے جذبات کو ٹھیس پہنچے گی۔"

"تم سچ کہہ رہے ہو۔" لکی نے عجیب سے لہجے میں کہا۔

"ہاں، تم میری محسن ہو۔ میری خاطر تم نے اتنا بڑا خطرہ مول لیا۔ اپنے ڈیڈی سے بغاوت کی۔ اس لیے تمھارے جذبات کا احترام کرنا میرا فرض ہے۔"

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟ کیا واقعی میرے جذبات کا احترام کرنا تم اپنا فرض سمجھتے ہو؟"

لکی کی آواز میں جذبات کی آمیزش محسوس کر کے میں نے خشمگیں نظروں سے اسے گھورا۔ "صرف اس جذبے کا احترام کیا جاتا ہے جو لائقِ احترام ہو۔"

میری سرزنش سے لکی بروقت سنبھل گئی۔ "میں تمھاری شکر گزار ہوں کہ تم میرے جذبات کا اس قدر احترام کرتے ہو۔"

ناشتے کے بعد ہم بیڈ روم میں چلے گئے۔ لکی مصر تھی کہ دونوں ایک ہی بیڈ روم میں سوئیں مگر میں نے سختی سے اس کی بات رد کر دی۔ اس لیے کہ اس کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔ ہاں اگر ہم ہوٹل میں ہوتے تو اور بات ہوتی۔ وہاں الگ الگ کمروں میں رہنے سے ہم دوسروں کی نظروں میں آ جاتے۔

میں سونے کے لیے لیٹا تو دماغ پر خیالات نے یلغار کر دی۔ زاہر کے بارے میں تو مجھے یقین تھا کہ وہ خالقِ حقیقی سے جا ملا ہو گا۔ میں اس کے لیے افسردہ نہیں تھا۔ تنظیم آزادیٔ فلسطین کے سب سے بڑے دشمن کے خلاف جدوجہد کرتے ہوئے وہ شہادت کے مرتبے پر فائز ہو گیا تھا مگر اس نے شکست تسلیم نہیں کی تھی وہ آہنی عزم کی مجسم تصویر تھا۔ پہاڑی سفر کے دوسرے ہی روز اس کی جسمانی طاقت جواب دے گئی تھی مگر محض اپنی قوتِ ارادی کے بل پر مزید پانچ روز تک وہ میرا ساتھ دیتا رہا۔

تہذیب مالکم ایکس اور یڈی کی فکر مجھے علیحدہ تھی۔ نہ مجھے ان دونوں میں سے کسی کی خبر تھی اور نہ ہی وہ میرے احوال سے واقف تھے۔ انھیں تو یہ بھی معلوم نہیں ہو سکے گا کہ زاہر اللہ کو پیارا ہو گیا ہے۔ اس کی شہادت تہذیب پر زیادہ اثر انداز ہوتی۔ اس لیے کہ وہ تہذیب ہی کی دریافت تھا اور اس کے ساتھ کئی مہمات میں شریک رہ چکا تھا۔

میرا ذہن بھٹکتا ہوا اولیو ہاورڈ کی طرف جا نکلا۔ وہ میرا سب سے بڑا دشمن تو تھا ہی لیکن اب میرے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ بن گیا تھا۔ اب شاید اسرائیل میں اس کی کوئی سرکاری حیثیت نہیں رہ گئی تھی۔ اس لیے وہ اسرائیل کے لیے براہِ راست خدمات انجام نہیں دے سکتا تھا۔ میں نے اس کی پوزیشن جس قدر خراب کر دی تھی۔ اس کے بعد یہی بات تعجب خیز نظر آتی تھی کہ اسرائیلی حکام نے اسے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ یقیناً اس کے ماضی کے کارنامے مدِنظر رکھتے ہوئے اس کی جان بخشی کر دی گئی ہو لیکن سرکاری طور پر کوئی مہم انجام دینے کے لیے اسے نااہل قرار دے دیا گیا ہو گا۔

اس نکتے پر میرا ذہن مرتکز ہو کر رہ گیا۔ اولیو ہاورڈ براہِ راست تو اسرائیل کے لیے کچھ نہیں کر رہا تھا مگر یہی کام وہ بالواسطہ طور پر سرانجام دے رہا تھا۔ اس سے اُلجھ کر میرے ہاتھ سوائے وقت کی بربادی کے اور کچھ نہ آتا جبکہ میرا وقت بہت قیمتی تھا۔ میں نے اپنی زندگی کا ہر لمحہ اس وقت تک فلسطین کے نام کر دیا تھا۔ جب تک فلسطین کو آزادی نصیب نہ ہو جاتی اور سرزمینِ عرب اسرائیل کے ناپاک وجود سے پاک نہ ہو جاتی۔ میں سکون کا سانس نہیں لے سکتا تھا کوئی اور کام بھی نہیں کر سکتا تھا۔ زندگی کی دلچسپیوں کو اپنے قریب پھٹکنے کا موقع بھی نہیں دے سکتا تھا۔ میری تو زندگی ایک بڑے مقصد کے لیے وقف تھی اور میں کسی کو یہ اجازت نہیں دے سکتا تھا کہ وہ میرے راستے میں رکاوٹیں ڈالے۔ اس سے قبل میں اولیو ہاورڈ کو چھوٹ دیتا چلا آیا تھا اور اس کی ایک خاص وجہ تھی۔ تہذیب سمیت میرے تمام قریبی لوگ اس معاملے میں مجھے احمق تصور کرتے تھے۔ ان کا خیال تھا کہ اولیو ہاورڈ کے ساتھ رعایت برتنا میری غلطی ہے جبکہ درحقیقت ایسا نہیں تھا۔ اُسے رعایت دینے کی ایک وجہ تو یہ تھی کہ وہ احساسِ شکست کی ذلت سے دوچار رہے۔ دوسری وجہ اس سے بھی بڑی اور اہم تھی۔ اس کی پوزیشن کے پیشِ نظر اسے اسرائیل کے لیے بڑی بڑی خدمات انجام دینے کے لیے مقرر کیا جاتا تھا اور وہ میرے لیے نسبتاً آسان ہدف ثابت ہوتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ میں نے اس کی جان لینے سے ہمیشہ گریز کیا تھا۔ وہ زندہ رہے، اسے نت نئی مہمات سونپی جاتی رہیں اور میں انھیں ناکام بناتا رہوں مگر اب جبکہ اسے سرکاری خدمات سے سبکدوش کر دیا گیا تھا۔ اس کا زندہ رہنا یا نہ رہنا میرے لیے غیر اہم ہو گیا تھا۔ بلکہ اب تو صورتِ حال برعکس ہو گئی تھی۔ مجھے فلسطین کے لیے کام کرتے رہنا تھا۔ اس لیے کہ منزل ابھی بہت دور تھی۔ اولیو ہاورڈ کے پیشِ نظر کوئی مقصد نہیں رہا تھا۔ وہ تو بس مجھ سے دشمنی پر آمادہ تھا اور اس سے اُلجھ کر وقت کی بربادی کے سوا کچھ ہاتھ آنے کی توقع نہیں رہ گئی تھی۔ لہٰذا میں نے فیصلہ کیا کہ اب وقت آ گیا ہے کہ اولیو ہاورڈ سے چھٹکارا حاصل کر لیا جائے۔

پھر مجھے خیال آیا کہ اس بار میں پوری طرح اس کے شکنجے میں پھنس گیا تھا مگر اس نے مجھے ہلاک کرنے کی کوشش نہیں کی۔ اس سے قبل وہ اس قسم کی کئی کوششیں کر چکا تھا اور ہر بار ناکام رہا تھا۔ ایک بار تو اس نے بم سے بھی حملہ کیا تھا جس میں میرا مر جانا یقینی تھا بلکہ میرے مرنے کی خبریں تک چھپ گئی تھیں پھر آخر وہ کون سا ایسا طاقت ور محرک تھا جس نے اسے مجھے زندہ رکھنے پر مجبور کر دیا تھا۔ جو خرافات اس نے مجھے سنائی تھیں اُن میں کسی حد تک جان تو تھی مگر میں ان پر یقین کرنے کو تیار نہیں تھا۔ ماضی میں اُس کی حرکات کو مدِنظر رکھتے ہوئے میں یہ فیصلہ کرنے میں حق بجانب تھا کہ اسے پہلی فرصت میں مجھ سے نجات حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہیے تھی مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ نہ صرف ایسا نہیں کیا بلکہ اس کے برعکس میرے فرار کے انتظامات کیے۔ اپنی بیٹی تک کو میرے خلاف استعمال کرنے سے دریغ نہیں کیا۔ آخر کیوں؟

اس کیوں پر غور کرتے کرتے میں نیند کی آغوش میں پہنچ گیا اور دن چڑھے تک سوتا رہا۔ آنکھ کھلی تو دن کے گیارہ بج رہے تھے۔ میں سیدھا باتھ روم میں گھس گیا۔ آدھے گھنٹے بعد نہا دھو کر باہر نکلا تو میرے جسم پر وہی لباس تھا جسے پہن کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

سوچا تھا بدلنے کے لیے دوسرا لباس کہاں سے لاتا لیکن اُس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے بیڈ روم کی دیوار گیر الماری کے ہینڈل پر ایک ہینگر لٹکا ہوا دیکھا۔ اس ہینگر پر کپڑے ٹنگے ہوئے تھے۔

میں نے ہینگر اتار کر کپڑوں کا جائزہ لیا۔ وہ میرے ناپ کا جوڑا تھا اور جب میں سو کر اٹھا تو وہاں موجود نہیں تھا۔ گویا جب میں باتھ روم میں تھا اس وقت یہ جوڑا وہاں لٹکایا گیا تھا۔ شاید لکی نے لٹکایا ہو مگر اس کے پاس کپڑے کہاں سے آئے؟

مزید غور و فکر کیے بغیر میں نے وہ کپڑے پہن لیے جو میرے ناپ کے ثابت ہوئے۔ لباس تبدیل کر کے میں باہر لاؤنج میں آیا جہاں ایک صوفے پر جیکسن بیٹھا تھا۔ مجھے دیکھتے ہی وہ اٹھ کھڑا ہوا۔

"صبح بخیر ایلن!" اس نے کہا۔ "میں جلدی آجاتا لیکن مجھے اندازہ تھا کہ تم جلدی نہیں اٹھ سکو گے۔"

"تو کپڑوں کا یہ جوڑا تم ہی لے کر آئے ہو؟" میں نے پوچھا۔

"کئی جوڑے ہیں۔ ایک ہینگر پر لٹکا دیا تھا بقیہ الماری میں موجود ہیں۔ ملازم بھی ڈیوٹیوں پر آگئے ہیں۔ جب تک چاہو یہاں رہو تمھیں کسی قسم کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"اور جو سامان میں نے منگوایا تھا اس کا کیا ہوا؟"

"وہ بھی لے آیا ہوں مگر بعد میں دوں گا۔ پہلے ہم ناشتہ کریں گے۔"

"ناشتہ تو ہم کر کے ہی سوئے تھے۔"

"اُسے تو کئی گھنٹے ہو گئے۔ اب تک تو ہضم بھی ہو چکا ہوگا۔ پھر میں نے بھی یہی سوچ کر ناشتا نہیں کیا کہ تم دونوں کے ساتھ ہی ناشتا کروں گا۔" جیکسن بولا۔ "مس لکی بھی تیار ہو رہی ہیں۔ آنے ہی والی ہوں گی۔ اُن کے لیے بھی لباس لے آیا ہوں لیکن ایک بات تو بتاؤ۔" اُس نے دفعتاً چونک کر کہا۔ "کیا تم دونوں کے درمیان کوئی جھگڑا ہو گیا ہے؟"

"جھگڑا تو کوئی نہیں ہوا مگر تمھیں یہ خیال کیوں پیدا ہوا؟" میں نے اُسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تم دونوں الگ الگ کمروں میں سوئے تھے اس لیے..."

"ایسے لوگوں کو میں سخت ناپسند کرتا ہوں جو خواہ مخواہ میری ذاتیات میں دخل دینے کی کوشش کریں۔" میں نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔ "تم نے مجھے پناہ دے کر مجھ پر جو احسان کیا ہے اُس کے عوض اگر تمھیں یہی کرنا ہے تو یاد رکھو میں اسے ہرگز برداشت نہیں کروں گا۔"

جیکسن کا چہرہ اُتر گیا۔ "مم... میں معذرت چاہتا ہوں۔" اُس نے جھجکتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "یقین کرو میرا ہرگز وہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھے۔"

"کوئی بات نہیں جیکسن۔" میں نے قدرے نرم لہجے میں کہا۔ "آئندہ تم خود بھی خیال رکھنا اور پیٹر کو بھی بتا دینا۔"

وہ اُن لوگوں میں سے نہیں معلوم ہوتا تھا جو اپنی توہین برداشت کر لیتے ہیں مگر میرے معاملے میں اُسے اپنی یہ ہتک برداشت کرنا ہی پڑی، نہ برداشت کرتا تو نقصان اٹھاتا۔

کچھ دیر بعد لکی بھی تیار ہو کر آئی اور ہم اکٹھے ناشتے کی میز پر آگئے۔ باوردی بٹلر سرو کر رہے تھے۔

ناشتے کے بعد جیکسن ہمیں ایک کمرے میں لے گیا۔ اس کمرے پر ہم نے پہلے کوئی توجہ نہیں دی تھی مگر اب ہم نے اُسے خصوصی توجہ سے دیکھا۔ کمرا زیادہ بڑا نہیں تھا اور اس کی دیواریں آئینوں سے مزین تھیں۔ ہر آئینے کے سامنے پشت سے محروم نرم فوم کی نشستیں تھیں۔ گویا یہ کمرا درحقیقت میک اپ روم تھا۔

"یہ تو میک اپ روم ہے۔" میں نے متحیرانہ لہجے میں کہا۔ "اور میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس بنگلے میں اتنے بڑے میک اپ روم کی ضرورت کیوں محسوس کی گئی؟"

جیکسن مسکرایا۔ "ہمارا کاروبار بہت وسیع ہے مسٹر ایلن!" اُس نے کہا۔ "اس کاروبار میں ہمیں ہر قسم کی ضرورت پیش آسکتی ہے۔"

مجھے اُس کے کاروبار سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے میں نے اُس سے اُس کے کاروبار کے بارے میں مزید کوئی سوال نہیں کیا۔ "خیر۔" میں نے بے پروائی سے کاندھے اُچکائے۔ "یہ بتاؤ کہ میک اپ کا سامان کہاں ہے؟"

جیکسن نے مسکراتے ہوئے ایک جانب رکھے ہوئے سائڈ بورڈ کی طرف اشارہ کیا اور میں نے اُس سائڈ بورڈ کو کھول لیا جس کی جانب اُس نے اشارہ کیا تھا۔ جتنی چیزیں میں نے طلب کی تھیں سب کی سب موجود تھیں۔ میں نے لکی کو ایک آئینے کے سامنے بیٹھنے کا اشارہ کیا اور اس کا میک اپ کرنے لگا۔ جیکسن بڑی دلچسپی سے مجھے دیکھ رہا تھا۔ آدھے گھنٹے کے اندر اندر میں نے لکی کے چہرے میں اتنی تبدیلیاں کر دیں کہ اب اُس کا باپ

بھی اُسے بطور اپنی بیٹی لکی ہاورڈ کے شناخت نہیں کر سکتا تھا۔

"تم بہت ماہر میک اپ مین ہو مسٹر ایلن!" جیکسن نے متحیرانہ نظروں سے لکی کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مہارت کہاں۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "بس یونہی کچھ تھوڑا بہت سیکھ رکھا ہے جو کام آجاتا ہے۔"

"تم انکسار سے کام لے رہے ہو ورنہ میں نے بہت سے ماہروں کو میک اپ کرتے دیکھا ہے اور کسی کو بھی اتنے کم وقت میں اس قدر عمدہ میک اپ کرتے نہیں پایا۔"

اُس کی بات کا جواب دینے کے بجائے میں ایک آئینے کے سامنے بیٹھ کر اپنا میک اپ کرنے میں مصروف ہو گیا۔

"ایک بات پوچھوں ایلن!" تھوڑی دیر بعد جیکسن نے جھجکتے ہوئے کہا۔

"کہو کیا بات ہے؟" میں اپنے سر پہ بالوں کی دوسری وگ جماتے ہوئے بولا۔

"تمھارے سر کے بال غیر معمولی طور پہ جھلسے ہوئے ہیں۔ کیا تم یہ بتانا پسند کرو گے کہ تمھارے بال اس بُری طرح کیسے جھلس گئے؟"

"ہم جیسے لوگوں کے لیے یہ کوئی غیر معمولی بات نہیں ہے جیکسن!" میں نے کہا۔ "ہمیں جس قسم کے حالات سے گزرنا پڑتا ہے ان میں ہمیں اپنی زندگی کا بھروسا ہی نہیں ہوتا۔ زخمی ہو جانا تو بہت معمولی بات ہے۔" جیکسن سمجھ گیا کہ میں زیادہ تفصیل میں نہیں جانا چاہتا۔ اسے یہ اندازہ بھی ہو گیا کہ اب اُس نے کوئی سوال کیا تو پہلے کی طرح میں اُسے رکھائی سے بھی جواب دے سکتا ہوں اس لیے اُس نے پھر کوئی سوال نہیں کیا۔ ویسے اُس کے انداز سے صاف پتا چل رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں جاننے کے لیے بے چین ہے۔ یہ کوئی تعجب خیز بات بھی نہیں۔ آدمی تو فطرتاً تجسس پسند ہے۔ جس چیز کے بارے میں اُسے علم نہ ہو اور جس سلسلے میں کوئی واقفیت نہ ہو اُس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ جاننے کی کوشش کرتا ہے اور جو چیز اعلانیہ طور پر اُس کے سامنے آجائے اُسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

پیٹر اور جیکسن کے لیے میری شخصیت اسرار کے گہرے پردوں میں چھپی ہوئی تھی۔ انھیں یہ اندازہ بھی تھا کہ میں کوئی عام آدمی نہیں ہوں اسی لیے وہ تجسس میں مبتلا تھے۔ چوں کہ میں اُن کے کام کا آدمی تھا اس لیے یہ تجسس اور بھی زیادہ ہو گیا تھا۔

میں نے مکمل خاموشی کے دوران میک اپ کیا۔ اس دوران میں لکی آئینے کے سامنے بیٹھی مختلف زاویوں سے اپنے چہرے کا جائزہ لیتی رہی تھی اور جیکسن کی توجہ زیادہ تر مجھ پر ہی مرکوز رہی تھی۔ اُسے حیرت تھی کہ میں اتنی تیزی سے کس طرح چہرے میں غیر معمولی تبدیلیاں کر دیتا ہوں۔ اُسے کیا معلوم تھا کہ اگر میں اس فن سے ناواقف ہوتا تو اس میدان میں اتنی دُور تک کبھی نہیں نکل سکتا تھا۔ میں کب کا مارا جا چکا ہوتا۔ لکی ہاورڈ چوں کہ پہلے بھی میرے میک اپ کے کمالات دیکھ چکی تھی اس لیے اُسے زیادہ حیرت نہیں ہوئی تھی۔

"اب مسٹر جیکسن، یہ بتاؤ کہ مجھے پہچانا تو نہیں جا سکتا؟" میک اپ سے فارغ ہو کر میں نے جیکسن کی طرف مڑتے ہوئے اُس سے سوال کیا۔

"ہرگز نہیں۔" جیکسن نے کہا۔ "تم نے میرے سامنے میک اپ کیا ہے اس کے باوجود مجھے شبہ ہو رہا ہے کہ تم وہ نہیں ہو جو کچھ دیر پہلے تھے۔"

"ہاں، اس بار اپنے بال جلے ہوئے ہونے کے باعث مجھے زیادہ آسانی ہو گئی۔ وِگ کے ذریعے سر کے بالوں کا اسٹائل اور مصنوعی بھنوؤں کے استعمال سے آدمی ویسے ہی اچھا خاصا ناقابلِ شناخت ہو جاتا ہے۔"

"وہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں مگر تم نے تو اپنے پورے چہرے کی ساخت بدل ڈالی ہے۔ ناک، ہونٹ، ٹھوڑی سبھی کچھ تو بدل گیا۔"

"یہ نہ ہو تو میک اپ ہی کیا ہوا۔ یہ تو بہت جلدی میں کیا گیا میک اپ ہے ورنہ جلد کی رنگت تک تبدیل ہو سکتی ہے۔"

"مجھے معلوم ہے۔" جیکسن نے کہا۔ "لیکن میں نے ابھی تک میک اپ کا کوئی ایسا ماہر نہیں دیکھا جو چہرے میں اس قدر تبدیلیاں کر سکتا ہو۔"

"تم نے فلموں والے میک اپ مین دیکھے ہوں گے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "جو صرف داڑھی مونچھوں کے ذریعے شکلیں تبدیل کر سکتے ہیں۔"

"وہ بھی کوئی آسان کام تو نہیں ہے مسٹر ایلن....!" جیکسن بولا۔ "اور نہ ہی ہر کس و ناکس کے بس کا روگ ہے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"ہاں، وہ میک اپ بھی صفائی کے ساتھ کرنا ایک آرٹ ہے مگر اب یہ فن بہت ترقی کر چکا ہے۔"

"میں نے سنا ہے اور بعض فلموں میں دیکھا بھی ہے کہ کسی اور شخص کے چہرے کا مکمل ماسک بنا کر اگر پہن لیا جائے تو اس دوسرے شخص کی مکمل صورت اختیار کی جا سکتی ہے؟"

"فلموں میں تو زیادہ تر چیزیں کیمرے کا کمال ہوتی ہیں لیکن یہ حقیقت ہے کہ اگر چہرے اور جسمانی ساخت میں کسی قدر مماثلت ہو تو اس طرح کا میک اپ بھی ممکن ہے۔"

"چہرے اور جسمانی ساخت میں مماثلت سے کیا مراد ہے مسٹر ایلن؟" جیکسن نے پوچھا۔ اس کے لہجے سے گہری دلچسپی ظاہر ہو رہی تھی۔

"مقصد یہ ہے کہ کسی لمبے شخص پر کسی پستہ قامت شخص کا میک اپ کرنا اس لیے ناممکن ہے کہ اس کا قد چھوٹا نہیں کیا جا سکتا۔ اس طرح جس شخص کا چہرہ لمبوترا ہو اس پر کسی گول چہرے والے شخص کا میک اپ کرنا عملاً ناممکن ہے۔ تھوڑے سے بہت فرق کو تو میک اپ کے ذریعے دور کیا جا سکتا ہے لیکن اگر فرق بہت زیادہ ہو تو میک اپ بھی بے بس ہو جاتا ہے۔"

"کیا تم کسی دوسرے شخص کا ماسک تیار کر سکتے ہو؟" جیکسن نے پوچھا۔

"کیوں نہیں؟" میں نے جواب دیا۔ "مگر یہ بہت مشکل کام ہے اور اس میں وقت بھی کافی صرف ہوتا ہے۔"

"کیا تم مجھے میک اپ کرنا سکھا سکتے ہو ایلن؟" جیکسن نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔

"اس کا انحصار تو اس بات پر ہے کہ میں یہاں کتنا عرصہ قیام کرتا ہوں اور یہ کہ تم نے پہلے بھی کچھ سیکھ رکھا ہے یا نہیں۔"

"نہیں اس معاملے میں میں بالکل ہی کورا ہوں۔ پہلے مجھے کبھی میک اپ سیکھنے کا خیال بھی نہیں آیا۔"

"حالانکہ تمھیں میک اپ آنا چاہیے۔ تمھارے پیشے کے لیے بھی میک اپ بہت ضروری ہے۔"

"ہمارے پاس ایسے لوگ ہیں جو بوقت ضرورت ہمارے کام آتے رہتے ہیں لیکن جیسا کہ تم نے کہا ہے کہ وہ بس داڑھی مونچھوں کے ذریعے ہی شکل تبدیل کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ انھیں کچھ نہیں آتا۔"

"جب تم نے آج سے پہلے میک اپ سیکھنے کی کوشش نہیں کی تو اب تمھیں اچانک یہ خیال کیسے آ گیا؟"

"اب بھی مجھے یہ خیال نہ آتا لیکن تمھاری مہارت دیکھ کر مجھے بھی میک اپ سیکھنے کا اشتیاق پیدا ہو گیا ہے۔"

"مجھے چونکہ فی الحال اور کوئی کام نہیں ہے اس لیے میں تمھیں میک اپ سکھانے کی کوشش کروں گا لیکن اس کے لیے تمھیں پہلے میک اپ کی تھیوری سمجھنا پڑے گی۔"

"میں تیار ہوں مسٹر ایلن۔" جیکسن نے خوش ہو کر کہا۔ "تم مجھے بہت اچھا شاگرد پاؤ گے۔"

میں نے میک اپ کے بارے میں ایک لیکچر دینا شروع کر دیا۔ جیکسن بڑے غور سے میری باتیں سن رہا تھا۔ میں نے اسے چہروں کی مختلف ساخت کے بارے میں بتایا۔ پھر بالوں کی اقسام پر بحث کی۔ ذرا ہی دیر میں للی بور ہو گئی۔

"میں اپنے کمرے میں جا رہی ہوں۔" للی نے مجھ سے کہا۔ "پڑھائی ختم ہو جائے تو تم بھی چلے آنا۔"

"ہاں، تم جاؤ، یہ سبق تو کم از کم ایک گھنٹے مزید جاری رہے گا۔" میں نے کہا اور جیکسن کی طرف متوجہ ہو کر دوبارہ لیکچر دینا شروع کر دیا۔ بالوں کی اقسام بیان کرنے کے بعد پیشانی، بھوؤں، پلکوں، آنکھوں، ناک، کان، ہونٹ اور ٹھوڑی کی بناوٹ کی مختلف اقسام بیان کیں۔ یہ سب انتہائی خشک اور علمی باتیں تھیں جن سے جیکسن بور ہو گیا۔ مجھے بھی اس سے یہی توقع تھی۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ میں اسے براہ راست میک اپ کرنے کی تربیت دینا شروع کروں گا مگر میں نے علمی قسم کی باتیں شروع کر دی تھیں۔

"کیا میک اپ کرنے کے لیے ان تمام باتوں سے واقف ہونا ضروری ہے؟" میرے طویل ہوتے ہوئے لیکچر سے تنگ آ کر اس نے سوال کیا۔

"اشد ضروری ہے مسٹر جیکسن!" میں نے انتہائی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ابھی تو میں تمھیں چہرے کے مختلف حصوں کے بارے میں بتا رہا ہوں، پھر یہ بتاؤں گا کہ کس قسم کی بناوٹ کو کس طرح تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد یہ بتاؤں گا کہ میک اپ کے لیے کیا سامان ضروری ہوتا ہے۔ پھر یہ بتاؤں گا کہ ان میں سے ہر چیز کا استعمال کیسے ہوتا ہے۔ تب کہیں جا کر تمھاری معلومات مکمل ہوں گی۔ اتنا تو تم بھی سمجھتے ہو گے کہ جب تک کوئی شخص بنیادی معلومات سے محروم ہو، ایک قدم بھی نہیں چل سکتا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر ایلن! لیکن تم مجھے عملی تربیت کب دینا شروع کرو گے؟" جیکسن نے بوکھلا کر پوچھا۔

"جب تم تمام بنیادی باتوں پر حاوی ہو جاؤ گے اس کے بعد ہی عملی تربیت شروع ہو سکے گی۔"

میری بات سن کر اس کے چہرے پر پھیلی ہوئی بوکھلاہٹ

اور سوا ہو گئی۔ اور اس نے گھبرائے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "حاوی ہونے سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"جو کچھ بھی میں تمھیں بتاؤں، وہ تمھیں ازبر ہو جانا چاہیے۔" میں نے بڑے اطمینان سے کہا۔ "اس کے بغیر بات آگے نہیں بڑھ سکے گی۔"

"یعنی... یعنی تم جو کچھ بتا رہے ہو اس کا امتحان لو گے؟" اس نے اٹک اٹک کر کہا۔

"بالکل۔" میں نے سر ہلا کر کہا۔ "اس کے بغیر مجھے کیسے علم ہو سکے گا کہ جو کچھ میں نے تمھیں بتایا ہے، وہ تمھاری سمجھ میں آیا بھی ہے کہ نہیں۔"

اس کی آنکھوں میں مایوسی کے تاثرات نظر آئے۔ "کیا تم مجھے عملی تربیت نہیں دے سکتے؟" اس نے امید و بیم سے کہا۔

"نہیں۔" میں نے سر کو منفی جنبش دے کر کہا۔ "جب تک تھیوری پر عبور نہ ہو، پریکٹیکل نہیں ہو سکتا۔"

"دراصل یہ سب بڑی خشک قسم کی باتیں ہیں۔ انھیں یاد رکھنا میرے لیے بہت دشوار ہو گا۔"

"فنی باتوں میں رنگینیاں شامل کرنا میرے بس سے باہر ہے۔" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

وہ خاموش ہو گیا۔ کچھ دیر خاموش بیٹھا رہا، پھر گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "اوہ، مجھے ایک کام سے جانا ہے۔ شام کو پھر آؤں گا۔ کیا تم کہیں باہر جاؤ گے؟"

"نہیں، میرا کہیں جانے کا کوئی ارادہ نہیں ہے۔"

وہ چلا گیا اور اس کے جانے کے بعد میں للی کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ بیڈ پر لیٹی ہوئی تھی، مجھے دیکھ کر اٹھ بیٹھی۔

"تم تو ان لوگوں سے اس طرح گھل مل کر باتیں کر رہے ہو، جیسے برسوں کی جان پہچان ہو۔" اس نے کہا۔

"میں وہی کر رہا ہوں جو مناسب سمجھ رہا ہوں۔" میں نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ "اگر تم اسے مناسب نہیں سمجھتیں تو بتا دو، پھر جیسا تم کہو گی ویسا ہی کروں گا۔"

"معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں۔ ان پر آنکھ بند کر کے بھروسا کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔"

"مجھے بھی نہیں معلوم ہوتا۔" میں نے کہا۔

"تب تو تمھیں بہت محتاط رہنا چاہیے مگر تمھارے رویے سے قطعی نہیں معلوم ہوتا کہ تم محتاط ہو۔"

"تم کہتی ہو تو میں اپنے رویے سے انھیں احساس دلا دوں گا کہ میں ان کی طرف سے مشکوک ہوں۔"

"مم... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔" للی گڑبڑا کر بولی۔ "تم غلط سمجھ رہے ہو۔"

"میں غلط نہیں بلکہ صحیح سمجھ رہا ہوں۔ یہ میرا رویہ ہی ہے جس سے تم یہ سمجھیں کہ میں نے ان پر اعتبار کر لیا ہے۔"

"خیر۔" للی ایک طویل سانس لے کر بولی۔ "تم اب یہ بتاؤ کہ تم نے کیا کرنے کا فیصلہ کیا ہے؟"

"سچی بات تو یہ ہے کہ میں ابھی تک کسی نتیجے پر پہنچ ہی نہیں سکا ہوں اور کسی نتیجے پر پہنچے بغیر میں کوئی فیصلہ کر ہی نہیں سکتا۔"

"تم کس سلسلے میں الجھن کا شکار ہو؟ مجھے بتاؤ، میں ناتجربہ کار ہی سہی مگر ممکن ہے تمھیں کوئی کارآمد مشورہ دے سکوں۔"

"جن الجھنوں میں میں گرفتار ہوں تم ان کا کوئی حل پیش نہیں کر سکو گی۔"

"پھر بھی آخر بتانے میں حرج ہی کیا ہے۔" للی نے اصرار کیا۔ "یوں بھی باتیں کرنے سے بعض اوقات بہت سی گرہیں کھل جاتی ہیں..."

"سب سے بڑی الجھن تو یہ ہے کہ پیٹر اور جیکسن اینڈ کمپنی نے ہم پر یوں آنکھ بند کر کے کیوں اعتبار کر لیا؟"

"انھوں نے آنکھ بند کر کے تو اعتبار نہیں کیا۔ انھیں ایک گمنام فون موصول ہوا مگر انھوں نے اس پر یقین کرنے سے قبل اپنے طور پر تمھاری صلاحیتوں کا امتحان لیا جس سے انھیں اندازہ ہو گیا کہ فون پر ملی ہوئی اطلاع غلط نہیں تھی۔ اس معاملے میں تو الجھنا ہی فضول ہے۔ غور کرنا ہے تو اس بات پر کرو کہ وہ فون کال کس نے کی تھی۔"

"اس پر تو ہم سے زیادہ جیکسن اور پیٹر کو غور کرنا چاہیے۔ سب سے زیادہ تشویش پیٹر کو ہونی چاہیے کہ اس کی اور ڈیڈی کی دشمنی کا علم کسی اور کو کیسے ہو گیا۔"

"ضروری تو نہیں کہ یہ کوئی ڈھکی چھپی بات ہو۔ ممکن ہے اس بات سے بہت سے لوگ واقف ہوں کہ ڈیڈی سے اس کی دشمنی ہے۔"

"یہ بات مان لی جائے تو انھیں اور زیادہ تشویش ہونی چاہیے تھی۔ اس بات سے ان کا کوئی دشمن یا کاروباری حریف بھی تو فائدہ اٹھا سکتا ہے۔"

"بات تو سمجھ میں آتی ہے۔" للی نے سر ہلایا۔ "مگر یہ امکان ہے کہ انھوں نے اس پہلو پر غور نہ کیا ہو۔"

"اگر انھوں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تو میں انھیں دودھ پیتا بچہ قرار دوں گا مگر مشکل یہ ہے کہ دودھ پیتے بچے خود اتنا بڑا کاروبار نہ تو کر سکتے ہیں اور نہ ہی سنبھال سکتے ہیں۔"

للی نے بے چینی سے پہلو بدلا۔ "تم اس قدر اعتراضات کر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

رہے ہو۔ تم خود ہی بتاؤ کہ ان کے اس رویّے کا تم کیا تجزیہ کرو گے؟"

"میرا خیال ہے کہ انھوں نے ہم پر اعتماد نہیں کیا ہے۔" میں نے دھیمی آواز میں کہا۔

"یہ تم کیسے کہہ سکتے ہو؟" لکی حیران ہو کر بولی۔ "بے اعتباری کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ انھوں نے دس ہزار ڈالر یونہی تمھارے حوالے کر دیے۔ اعلا درجے کی رہائش کا بندوبست کر دیا۔ ہم پر کسی قسم کی پابندی عائد نہیں کی گئی۔ اور نہ ہی ہماری نگرانی کی جا رہی ہے۔"

"جس طرح میں نے اپنے رویّے سے یہ ظاہر نہیں ہونے دیا کہ مجھے ان پر اعتماد نہیں ہے، اسی طرح انھوں نے بھی ظاہر نہیں کیا۔ اگر ان کی طرف سے عدم اطمینان کا ذرہ برابر بھی اظہار ہو جائے تو ہم محتاط ہو جائیں گے۔ محتاط ہو جائیں تو کوئی غلطی نہیں کریں اور وہ کبھی ہماری اصلیت تک نہیں پہنچ سکیں گے۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو!" لکی حیرت سے بولی۔ "تم نے ان سے کون سا جھوٹ بولا ہے جو محتاط یا غیر محتاط رہنے کا سوال پیدا ہو؟"

"میں اس مفروضے کے تحت گفتگو کر رہا ہوں کہ انھیں کسی سازش کا شبہ ہو۔" میں نے جھنجلا کر کہا۔

"اوہ، ہاں ٹھیک ہے۔" لکی گڑبڑا گئی۔ "مگر اس طرح بھی تو انھیں ہماری اصلیت کے بارے میں تو کبھی نہیں معلوم ہو سکے گا۔"

"بہت سے ذرائع ہیں۔ مثلاً انھوں نے ہماری خفیہ نگرانی کا بندوبست کر رکھا ہو۔ اگر ہم باہر نکل کر کسی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کریں تو ہمارا تعاقب کر کے وہ اس بات کا سراغ لگا لیں کہ ہم کس کے لیے کام کر رہے ہیں۔"

"اس قسم کا کام کرنے والا کوئی شخص اتنی بڑی حماقت نہیں کر سکتا۔"

"میں نے تو مثال کے طور پر ایک بات کہی تھی۔ تم کیا سمجھتی ہو، یہ ملازمین بھی تو انھی کے آدمی ہیں۔ ہماری طرف سے کوئی بھی مشکوک بات ہو، اس کی رپورٹ فوراً اوپر تک پہنچ جائے گی۔"

"یہ بھی بہت کمزور بات ہے۔" لکی نے نفی میں سر ہلایا۔ "اگر ہم کوئی منجھے ہوئے ایجنٹ ہیں تو کبھی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو ملازموں کے علم میں آ جائے۔"

"کسی حد تک میں تم سے متفق ہوں لیکن بات یہیں پر تو ختم نہیں ہو جاتی۔ یہاں ایسا کوئی آلہ بھی تو پوشیدہ ہو سکتا ہے جس کے ذریعے ہماری گفتگو کہیں اور سنی جا سکے۔"

"نہیں ہے۔" لکی روانی میں کہہ گئی۔ اور میرے ہونٹوں پر ایک بے ساختہ مسکراہٹ ابھر آئی۔ جھونک میں یہ جملہ ادا کر کے اس نے خود کو بے نقاب کر دیا تھا۔ اگر وہ کوئی عام سی لڑکی ہوتی تو کبھی ان چیزوں کی پروا نہ کرتی لیکن میرے اندازے کے مطابق اس نے جاسوسی کی تربیت حاصل کر لی تھی جس کی تصدیق اس کی اس بات سے ہو گئی۔ جو بے اختیاری میں اس کے منہ سے نکل گئی تھی۔ یقیناً اس نے کمرے کی اچھی طرح سے تلاشی لے لی تھی۔ یہ کام میں بھی کر سکتا تھا مگر میں نے نہیں کیا۔ اس لیے کہ میرے دل میں چور نہیں تھا۔ اگر اس قسم کا کوئی آلہ وہاں پوشیدہ ہوتا تو میری صحت پر اس کا کیا اثر پڑ سکتا تھا۔

لکی بوکھلا گئی تھی۔ اسے احساس ہو گیا کہ اس سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے مگر اب وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اگر بات بنانے کی کوشش کرتی تو اس کی پوزیشن اور خراب ہو جاتی۔ بات بنانے کے لیے اسے کوئی احمقانہ یا بچگانہ جواز پیش کرنا پڑتا اور اس بات کا اسے بھی اندازہ تھا کہ مجھ جیسا سمجھا ہوا شخص آسانی سے نہیں بہل سکتا۔ میں چاہتا تو لکی کو گرفت میں لے سکتا تھا مگر اس پر یہ ظاہر کرنا کہ میں اس کی اصلیت سے واقف ہو گیا ہوں، میری مصلحت کے خلاف تھا۔ اس لیے میں نے اس کے جملے پر خود ہی پردہ ڈالنے کا فیصلہ کیا اور اپنی مسکراہٹ کو ایک زوردار قہقہے میں تبدیل کر دیا۔

"ہو نا آخر اولیو ہاورڈ کی بیٹی۔" میں نے کہا۔ "جاسوسی کے جراثیم تو تمھارے خون میں شامل ہوں گے۔"

میری بات سن کر لکی کے چہرے پر گہرے اطمینان کی جھلک نظر آئی۔ "مجھے ان لوگوں کا رویّہ کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔ اس لیے میں نے ضروری سمجھا کہ تلاشی لے لی جائے۔"

"لیکن تم اتنے یقین سے کیسے کہہ سکتی ہو کہ یہاں جاسوسی کا کوئی آلہ موجود نہیں ہے۔" میں نے پُرفکر انداز میں کہا۔

"میں نے بڑی باریک بینی سے تلاشی لی ہے۔" لکی نے کہا مگر اس کے چہرے پر دوبارہ گھبراہٹ کے تاثرات ابھر آئے تھے۔

"میرا مطلب ہے امریکا نے اس قدر ترقی کر لی ہے۔ ممکن ہے کوئی جدید آلہ اس قسم کا ہو جسے تم پہچان نہ سکی ہو۔"

"مجھے یہاں ایسی کوئی چیز بھی نہیں ملی جس پر ایسے کسی قسم کے آلے کا شبہ بھی کیا جا سکے۔" لکی نے سنبھالا لے کر کہا۔ "میں نے ڈیڈی کے پاس ایسے بہت سے آلات دیکھے ہیں اور مجھے ان کی پہچان بھی ہے۔"

میں نے یوں سر ہلایا جیسے لکی کے اس اقدام سے بے حد مطمئن ہوا ہوں۔ "میری وجہ سے تمھیں بہت زحمت ہوئی ہے۔ کبھی موقع ملا تو تمھارے احسانوں کا بدلہ چکانے کی کوشش کروں گا۔"

"تم کیسی باتیں کر رہے ہو۔" وہ انتہائی بُرا ماننے کی اداکاری کرتے ہوئے بولی۔ "دوست کے لیے کچھ کیا جائے تو کیا وہ احسان ہوتا ہے؟"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" میں نے کہا اور اس نے یوں اطمینان کی گہری سانس لی جیسے اس کے سر سے کوئی بھاری بوجھ اتر گیا ہو۔

"معلوم نہیں یہ لوگ کون ہیں اور کیا چاہتے ہیں؟" اس نے کہا۔ "تم جیسے تجربہ کار آدمی کو مشورہ دینا عجیب سا لگتا ہے لیکن میں دیکھ رہی ہوں کہ تمھارے رویّے میں بہت بے پروائی ہے۔"

"اسی بے پروائی میں تو عمر گزری ہے۔ جب تک کوئی خطرہ نہ محسوس ہو کیا کیا جا سکتا ہے۔"

"تمھیں اس بات پر بھی تشویش نہیں ہے کہ آخر وہ ہم پر اتنے مہربان کیوں ہو گئے ہیں؟"

"کیوں نہ ہوں؟" میں مسکرایا۔ "میکبیتھ مجھے صاف صاف بتا چکا ہے کہ وہ مجھے تمھارے ڈیڈی کے خلاف استعمال کرنے کا خواہاں ہے۔"

"اور ہاں، تم نے اس سلسلے میں کیا سوچا؟ ممکن ہے اگلی بار میں وہ دوبارہ تم سے پوچھے۔"

"ایک بار تو میں اسے تمھارے سامنے ہی جواب دے چکا ہوں۔ دوبارہ کے لیے تم مجھے بتا دو کہ میں اسے کیا جواب دوں؟"

لکی نے جواب دینے میں خاصے تامل کا مظاہرہ کیا۔ "دیکھو علی! بات یہ ہے کہ وہ کچھ بھی سہی مگر ہیں تو میرے ڈیڈی۔ تم خود بتاؤ کہ کوئی بیٹی اپنے باپ کا کیسے بُرا چاہ سکتی ہے؟"

"میں سمجھتا ہوں اور تمھاری خواہش کے احترام میں اسے صاف منع بھی کر دوں گا۔"

وہ خوش ہو گئی۔ شاید وہ سمجھ رہی تھی کہ مجھے بے وقوف بنانے میں کامیاب ہو گئی ہے لیکن وہ شدید غلط فہمی کا شکار تھی۔ میرے پیشِ نظر بھی کچھ مصلحتیں تھیں کچھ مجبوریاں تھیں جنھوں نے مجھے حالات سے سمجھوتا کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ معلوم نہیں میں کیسے پُراسرار حالات میں پھنس گیا تھا۔ بہت سی الجھنیں تھیں جن کا کوئی حل سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ تہذیب اور بُڈ کا معاملہ میرے لیے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ وہ دونوں ہی تجربہ کار تھے، ان کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں تھی۔ یہی بہت تھا کہ وہ اولیو ہاورڈ کی قید میں نہیں تھے۔

ایک الجھن یہ تھی کہ اولیو ہاورڈ نے مجھے زندہ کیوں چھوڑ دیا۔ مجھ سے جان چھڑانے کا اس سے بہتر موقع اسے نہیں مل سکتا تھا۔ میں پوری طرح اس کے قبضے میں تھا اور بے ہوش تھا مگر اس نے مجھے زندہ رکھا جبکہ اس سے قبل وہ مجھ پر جان لیوا حملے کر چکا تھا۔ اگر میری قسمت اچھی نہ ہوتی تو کب کا اس کے ہاتھوں مارا جا چکا ہوتا لیکن اس بار تو خود ہی اس نے مجھے چھوڑ دیا تھا۔ یقیناً وہ کسی بڑے چکر میں تھا اور مجھے توقع تھی کہ جلد یا بہ دیر میں اس کے مقصد سے واقف ہو جاؤں گا۔ نہ ہوا تو بھی میری صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا۔

سب سے بڑی الجھن جس کے رفع ہونے کا کوئی امکان نظر نہیں آتا تھا یہ تھی کہ یہاں کون شخص ہے جو مجھ سے واقف ہے نہ صرف واقف ہے بلکہ اس نے نائٹ کلب میں میری موجودگی سے پیٹر کو گمنام فون کال کے ذریعے آگاہ بھی کر دیا تھا۔ مجھے کچھ یہ شبہ ہونے لگا تھا کہ یہ بھی کہیں اولیو ہاورڈ کی ہی چال نہ ہو۔ ممکن ہے اس نے لکی کو بھی اپنے اس منصوبے سے بے خبر رکھا ہو تاکہ میرے گرد اس کے آدمیوں کا جال بچھ جائے۔

وہ دن بغیر کسی خاص واقعے کے گزر گیا۔ میں نے زیادہ تر وقت اپنے کمرے میں گزارا۔ لکی مستقل طور پر میرے سر پر سوار رہی اور میں اسے خندہ پیشانی سے برداشت کرتا رہا۔ وہ میری محسنہ جو تھی۔

شام کے وقت جیکسن آ گیا اور اس نے خبر سنائی کہ پیٹر مجھ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں سمجھ گیا کہ اس نے مجھے میری فرمائش کے مطابق بلایا ہے۔ لکی بھی ساتھ چلنے کی خواہاں تھی مگر جیکسن نے اسے منع کر دیا اور مجھے اپنے ساتھ ایک کار میں لے کر جس جگہ پہنچا وہ پیٹر کی رہائش گاہ ہی ہو سکتی تھی۔

اپنے عالی شان بنگلے کے نہایت قیمتی سامانِ آرائش سے مزین ڈرائنگ روم میں اس نے مجھے خوش آمدید کہا۔ جیکسن کو غالباً اس نے پہلے ہی سے ہدایت کر رکھی ہو گی، اسی لیے وہ کسی جانب کھسک گیا تھا۔

"تم نے مجھے سخت تجسس میں مبتلا کر دیا ہے مسٹر علی۔" اس نے کہا۔ "آج تمام دن میں یہی سوچتا رہا کہ تم آخر تنہائی میں مجھ سے کیا بات کرنا چاہتے ہو؟"

"میں نے تم سے تنہائی میں ملاقات کی خواہش ضرور کی تھی مگر اب میں سوچ رہا ہوں کہ تم سے وہ بات کروں یا نہ کروں۔"

"تم پورے اعتماد سے مجھ سے ہر بات کر سکتے ہو۔ اس

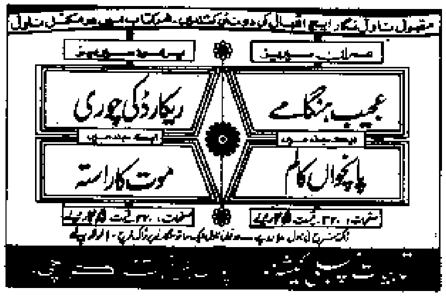

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

یقین کے ساتھ کہ تمہاری کہی ہوئی ہر بات میری ذات تک ہی محدود رہے گی۔"

"کل تم مجھ سے اولیو ہاورڈ کے خلاف بات کر رہے تھے۔ تمہیں معلوم ہے میرے ساتھ جو لڑکی ہے وہ کون ہے؟"

"تم ہی نے تو بتایا تھا کہ اس کا نام لوسی ہے اور ممکن ہے مستقبل میں تم دونوں کسی رشتے میں بندھ جاؤ۔"

"نہ تو اس کا نام لوسی ہے اور نہ ہی ایسا کوئی امکان ہے کہ ہماری شادی ہو۔"

"تم مجھے الجھن میں مبتلا کر رہے ہو مسٹر ایلن!" پیٹر نے کہا۔ "اگر اس کا نام لوسی نہیں تو پھر کیا ہے؟"

"میں تمہیں یہی بتانا چاہتا تھا مگر اب میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا کروں۔"

"اس قدر الجھنے کی کیا ضرورت ہے۔ جو بھی بات ہے صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"دراصل میں بہت خطرناک حالات میں گھرا ہوا ہوں۔ میرے لیے اپنے سائے سے بھی ہوشیار رہنا ضروری ہے۔"

"کیا تمہیں مجھ پر بھی یقین نہیں ہے۔ میں نے تمہیں غیر مشروط طور پر تحفظ فراہم کیا ہے۔ اس کے باوجود اگر تم کسی قسم کا خطرہ محسوس کر رہے ہو تو میں تمہیں مجبور نہیں کروں گا۔"

"میرا خیال ہے مجھے بتا ہی دینا چاہیے۔ لوسی دراصل اولیو ہاورڈ کی بیٹی ہے اور اس کا نام نکی ہاورڈ ہے۔"

مجھے توقع تھی کہ میری بات سن کر وہ چونکے گا مگر اس کے ردِ عمل نے مجھے حیران کر دیا۔ وہ پہلے کی سی پُرسکون انداز میں بیٹھا تھا بلکہ اب تو اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ بھی نظر آنے لگی تھی۔

"اور خود تم کون ہو؟" اس نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔ اس کے انداز میں ذرا بھی جارحیت نہیں تھی مگر میری پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"میں نے پہلے بھی تم سے کہا تھا کہ یہ نہیں بتا سکوں گا۔" میں نے کہا۔ "اس کے باوجود تم نے مجھ سے یہ سوال کیوں کیا؟"

"تم بہت زیادہ شکی فطرت کے مالک معلوم ہوتے ہو۔"

"حالات کا تقاضا یہی ہے کہ میں کسی پر بھی اعتبار نہ کروں۔ کیونکہ واسطہ اولیو ہاورڈ جیسے چالاک شخص سے ہے۔"

"تم میری طرف سے بھی مطمئن نہیں ہو اور تمہیں ہونا بھی نہیں چاہیے لیکن میں تمہیں مطمئن کر دوں گا۔ میرے ساتھ آؤ۔" اس نے اٹھتے ہوئے کہا۔

وہ مجھے ایک کمرے میں لے گیا جہاں ایک میز پر ٹیپ ریکارڈر رکھا نظر آ رہا تھا۔ "جس طریقے سے تم مجھ تک پہنچے، اس پر کوئی ذی ہوش اعتبار نہیں کر سکتا۔ مجھے شبہ تھا کہ کوئی حریف اس طرح مجھ پر جال ڈالنا چاہتا ہے۔ اس کے ساتھ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ وہ کون شخص ہو سکتا ہے جس نے اتنا بچگانہ طریقۂ کار اختیار کیا ہے۔ میرے پاس تمہاری اصلیت معلوم کرنے کی یہی صورت رہ گئی تھی کہ بظاہر تم پر اعتماد کر لوں اور کسی طرح سے یہ معلوم کروں کہ تم دراصل کون ہو۔ اس مقصد کے تحت میں نے تمہیں رہائش فراہم کرنے کا فیصلہ کیا۔ بُرا نہ ماننا اس لیے کہ میرے لیے یہ ضروری تھا۔ تمہاری اصلیت معلوم کیے بغیر میں کوئی یقینی قدم نہیں اٹھا سکتا تھا اور اس کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی تھا۔ تم سوچ رہے ہو گے کہ مجھے نکی ہاورڈ کے بارے میں سن کر حیرت کیوں نہیں ہوئی۔ میں تمہیں اس کا جواب دیتا ہوں۔" اس نے میز کی دراز سے ایک کیسٹ نکال کر ٹیپ ریکارڈر میں لگائی اور ٹیپ ریکارڈر چلا دیا۔ ٹیپ ریکارڈر سے ابھرنے والی آوازوں نے مجھے چونکا دیا۔ وہ نکی ہاورڈ اور اولیو ہاورڈ کی آوازیں تھیں۔ آوازوں سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ ریکارڈنگ فون کے ذریعے کی گئی ہے۔

"میں نکی بول رہی ہوں ڈیڈی! آپ میری آواز تو پہچان گئے ہوں گے۔"

"تم کہاں سے بات کر رہی ہو؟" اولیو ہاورڈ کی آواز آئی جس کے جواب میں نکی نے ساری تفصیلات اس کے گوش گزار کر دیں۔

"تمہیں اس جگہ سے فون نہیں کرنا چاہیے تھا۔" اولیو ہاورڈ نے اسے سرزنش کی۔ "فون ٹیپ بھی کیا جا سکتا ہے۔"

"اس کا کوئی امکان نہیں ہے ڈیڈی! ان لوگوں نے ہم پر پوری طرح اعتماد کر لیا ہے۔"

"تم انتہائی احمق ہو۔ آئندہ اگر فون کرنا ہو تو کسی پبلک بوتھ سے فون کرنا۔" اولیو ہاورڈ نے کہا، پھر سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی۔

میں نے ایک طویل سانس لے کر پیٹر کی طرف دیکھا اور وہ مسکرا کر کہنے لگا: "یہ وجہ ہے کہ میں نکی کے بارے میں سن کر چونکا نہیں تھا۔"

"اب میں تمہاری طرف سے مطمئن ہوں۔" میں نے کہا۔ "اگر تم نے مجھے یہ ٹیپ نہ سنوایا ہوتا تو میں مشکوک ہی رہتا۔"

"لیکن اگر تم مجھے نکی کے بارے میں نہ بتاتے۔ تب بھی مجھے یہ تو معلوم ہو ہی گیا تھا کہ تم کوئی غلط آدمی نہیں ہو۔"

"وہ کال میرے لیے بہت بڑی الجھن بن گئی ہے۔ آخر کون ایسا شخص ہے جو میری یہاں موجودگی سے واقف ہے۔"

"بے کار باتوں میں سر کھپانے سے فائدہ؟" پیٹر بولا۔ "یہ بتاؤ کہ دشمن کی بیٹی سے تمہاری دوستی کو کیا معنی پہناؤں۔"

"یہ بھی اولیو ہاورڈ کی سازش ہے۔ اس کے ایما پر نکی نے میرا اعتماد حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور مجھے اپنے باپ کی قید سے فرار کرانے کا ڈراما رچایا ہے۔"

"جب تمہارے علم میں یہ بات آ گئی ہے کہ یہ سازش ہے تو تم اسے چھوڑ کر فرار کیوں نہیں ہو جاتے؟"

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ اولیو ہاورڈ آخر چاہتا کیا ہے اور میں یہ بات معلوم کرنا چاہتا ہوں۔"

"اگر تم نے یہ بات معلوم کر بھی لی تو اس سے تمہیں کوئی فائدہ حاصل ہونے سے تو رہا۔"

"ممکن ہے ہو ہی جائے لیکن میں یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ اس سازشی شخص سے اب چھٹکارا حاصل کر ہی لینا چاہیے۔"

"بہت نیک خیال ہے۔" پیٹر نے گرم جوشی سے میرا ہاتھ دبایا۔ "اس نیک کام میں میں تمہارے ساتھ بھرپور تعاون کروں گا۔"

ہم واپس ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ وہ فون کال بھی اولیو ہاورڈ ہی کی حرکت ہے لیکن اب مجھے یقین آ گیا ہے کہ وہ کچھ اور ہی معاملہ ہے اس لیے اب مجھے تمہارے ساتھ مل کر کام کرنے میں کوئی تامل نہیں ہے۔"

"ٹھیک ہے تم کوئی منصوبہ بناؤ۔ منصوبے پر تمہاری نگرانی میں عمل ہو گا۔ جتنے آدمیوں کی اور جس چیز کی ضرورت ہو گی میں مہیا کروں گا۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ اولیو ہاورڈ سے نمٹنا آسان نہیں تھا۔ بہت سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔ کئی بار وہ میری زد میں آچکا تھا اور میں نے اسے چھوڑ دیا تھا مگر اب جبکہ میں نے اس کے ساتھ آخری معرکہ کرنے کا فیصلہ کر لیا تھا تو مجھے اس تک پہنچنا بہت دشوار معلوم ہونے لگا تھا۔

"سب سے پہلا کام تو یہ کرو کہ اس عمارت کی نگرانی شروع کرا دو جہاں اولیو ہاورڈ موجود ہے۔" میں نے کہا۔ "اس طرح ہم کم از کم اس کی نقل و حرکت سے تو باخبر رہ سکیں گے۔"

"مجھے کیا معلوم کہ وہ کہاں ہے۔"

"میں تمہیں بتاتا ہوں۔" میں نے کہا لیکن اسی وقت فون کی گھنٹی بجی اور پیٹر نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو۔" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔ "ہاں پیٹر ہی بات کر رہا ہوں۔ تم کون ہو... نہیں، آواز سے میں تمہیں نہیں پہچان پایا۔ ...اوہ۔" اس نے کہا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر مجھ سے بولا۔ "وہی شخص ہے جس نے تمہارے بارے میں مجھے اطلاع دی تھی۔"

"اسے باتوں میں لگاؤ۔" میں نے بے تابی سے کہا اور پیٹر نے ماؤتھ پیس پر سے ہاتھ ہٹا لیا۔

"ٹھیک ہے تمہاری فراہم کردہ معلومات ہمارے لیے بہت کارآمد ثابت ہوئیں مگر تم ہو کون... نہیں بتانا چاہتے خیریت بتاؤ..."

میں نے اچانک ہی آگے بڑھ کر ریسیور پیٹر کے ہاتھ سے لیا اور اپنے کان سے لگا لیا۔ "ہمیں یہ بھی معلوم ہے کہ وہ اس وقت تمہارے پاس ہی موجود ہے۔" دوسری طرف سے کہا جا رہا تھا مگر وہ آواز... اس آواز نے میرے ہوش اڑا کر رکھ دیے۔

"اسے ہر قسم کی سہولت بہم پہنچانا تمہاری ذمے داری ہے۔ ہم نے تم پر جو احسان کیا ہے، اس کی یہی قیمت ہے۔"

"تم کہاں سے بول رہے ہو بڈ؟" میں نے اپنی آواز نرم رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کون چیف!" دوسری طرف سے بوکھلائی ہوئی آواز سنائی دی۔ "یہ پیٹر بڑا مردود ہے۔ بڈ نے اس پر احسان کیا اور اس نے بڈ کا بھانڈا پھوڑ دیا۔"

"بھانڈا پھوڑ دیا کے بچے!" میں نے دانت پیس کر کہا۔ "بھونڈی حرکتیں مت کرو۔ میں نے تم سے پوچھا تھا تم کہاں سے بات کر رہے ہو؟"

"ایک پبلک بوتھ سے بات کر رہا ہوں چیف!" بڈ کی مردہ سی آواز آئی۔

"تم جہاں بھی ہو فوراً میرے پاس پہنچو۔"

"تمہارے پاس کس جگہ چیف! کیا پیٹر کے بنگلے پر؟"

"اور نہیں تو کیا جہنم میں؟" میں نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "وقت ضائع کیے بغیر مجھ سے ملو۔"

"وہاں آنا خطرناک ہو سکتا ہے چیف! اولیو ہاورڈ یا رابرٹ نیل کے آدمی بنگلے کی نگرانی کر رہے ہیں۔"

"نگرانی کر رہے ہیں تو کیا ہوا؟ کیا تم میک اپ میں نہیں ہو؟"

"میک اپ میں تو ہوں چیف، لیکن اس کے باوجود محتاط رہنا چاہتا ہوں۔ تم سے دور رہ کر..."

"بکواس مت کرو۔" میں غرایا۔ "یہ سب باتیں میں بھی سمجھ سکتا ہوں۔ میں انتظار کر رہا ہوں۔" میں نے اس کا جواب سنے بغیر فون بند کر دیا۔

"کون تھا؟" پیٹر نے متجسس لہجے میں پوچھا۔

"میرا ایک دوست ہے بڈ، بڑا کارآمد آدمی ہے۔ میں نے اسے یہاں بلایا ہے۔ اپنے ملازمین کو ہدایت کر دو کہ وہ آئے تو اسے سیدھا یہاں لایا جائے۔"

پیٹر نے میرے کہنے کے مطابق ملازمین کو ہدایت کر دی پھر مجھ سے بولا۔ "لیکن اسے تمہارے بارے میں گمنام فون کرنے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

کی کیا ضرورت تھی؟"

"احمق آدمی ہے۔" میں نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔ "معلوم نہیں کیا سوچ کر اس نے یہ حرکت کی ہوگی۔ اب اس کے آنے پر ہی پتا چلے گا۔"

"بہر حال اس وقت اس کا فون آجانے سے تمھاری ایک بڑی الجھن تو رفع ہوگئی۔"

"ہاں یہ بات تو ہے مگر اس پر حیرت ہے کہ اسے میرے بارے میں کس طرح علم ہوا۔"

"اور مجھے اس پر حیرت ہے کہ میری اور اولیو ہاورڈ کی دشمنی کا اسے کیسے پتا چل گیا۔" پیٹر نے ہنس کر کہا۔

"میں نے کہا نا، وہ بڑے کام کا آدمی ہے۔ مگر کبھی کبھار زنگ بھی جاتا ہے۔"

تھوڑی دیر بعد بڈ ایک ملازم کی رہنمائی میں ڈرائنگ روم میں داخل ہوا۔ وہ میک اپ میں تھا مگر قد کی وجہ سے میں نے اسے پہچان لیا۔ ملازم اسے چھوڑ کر چلا گیا تو میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ کیا حرکت تھی؟"

"ملتے ہی ڈانٹ ڈپٹ شروع کر دی۔" بڈ نے منہ بنا کر کہا۔ "کم از کم بیٹھنے کو تو کہہ دیا ہوتا۔" وہ کسی کے کہے بغیر ہی ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"گمنام فون کال کے ذریعے پیٹر کو نائٹ کلب میں میری موجودگی کی اطلاع دینے والے تم ہی تھے؟" میں نے سخت لہجے میں کہا۔

"بڈ کے علاوہ اور کون ایسا کارنامہ کر سکتا ہے۔" اس نے بڑے فخریہ لہجے میں کہا اور میں دانت پیس کر رہ گیا۔

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ جناب اسے کس بنیاد پر کارنامہ قرار دے رہے ہیں؟" میں نے سرد لہجے میں پوچھا۔

"تم پریشان تھے چیف، اس لیے میں نے مسٹر پیٹر کو تمھارے بارے میں اطلاع دے دی۔ مجھے یقین تھا کہ وہ تمھیں سر چھپانے کے لیے ٹھکانا تو فراہم کر ہی دیں گے۔ کیوں مسٹر پیٹر! میں غلط تو نہیں کہہ رہا؟"

"نہیں... نہیں...." پیٹر نے احمقانہ انداز میں کہا پھر سنبھل کر بولا۔ "مگر تمھیں میرے بارے میں کس طرح علم ہوا؟"

"یہ بزنس سیکرٹ ہے مسٹر پیٹر!" بڈ اکڑ کر بولا۔ "یہ بات اگر بتا دی تو پھر بڈ کو کون پوچھے گا؟"

"میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمھیں براہ راست مجھ سے ملنے میں کیا قباحت تھی؟" میں نے سوال کیا۔

"تمھارے ساتھ وہ آفت کی پرکالہ بھی تو تھی، کیا نام ہے اس کا..." بڈ اپنی پیشانی مَسلنے لگا۔

"وہ تمھیں کھا تو نہ جاتی۔" میں نے جھنجھلا کر کہا اور میرا موڈ دیکھ کر بڈ یکلخت سنجیدہ ہوگیا۔

"مجھے ڈر تھا کہ اس طرح کہیں اولیو ہاورڈ مجھ پر بھی ہاتھ نہ ڈال دے۔ میڈم تو پہلے ہی اس کی قید میں ہیں۔"

"کیا کہہ رہے ہو؟" میں بوکھلا کر کھڑا ہوگیا۔ "تہذیب اس کی گرفت میں کیسے چلی گئی؟"

"اوہ! تو تمھیں نہیں معلوم؟" بڈ نے مجھے غور سے دیکھا۔ "میں سمجھ رہا تھا کہ تمھیں معلوم ہوگا۔ اس روز جب تم اور زاہد وہ فارمولے حکومت کے حوالے کرنے گئے تو تمھاری واپسی نہیں ہوئی۔ شام تک تو ہم نے تمھارے واپس نہ آنے کو کوئی خاص اہمیت نہ دی لیکن اس کے بعد ہم پریشان ہوگئے۔ ہم نے اس محکمے سے رابطہ قائم کیا تو معلوم ہوا کہ وہاں سے تو تم دوپہر کو ہی چلے گئے تھے۔ اب سوال یہ تھا کہ ہم تمھیں کہاں تلاش کریں۔ میں نے میڈم سے ہوٹل ہی میں رکنے کو کہا۔ اور خود تمھاری تلاش میں نکل کھڑا ہوا۔ تمام رات میں واشنگٹن کے گلی کوچوں میں، ہوٹلوں اور نائٹ کلبوں میں بے مقصد گھومتا پھرا۔ صبح ہوئی تو میں نے ہوٹل کا رخ کیا۔ اتفاق سے جس وقت میں کپاؤنڈ میں داخل ہو رہا تھا، میں نے عجیب منظر دیکھا۔ ایک کار کپاؤنڈ سے باہر نکل رہی تھی جس کی عقبی نشست پر میڈم موجود تھیں اور ان کے ارد گرد دو افراد موجود تھے۔ صاف ظاہر تھا کہ انھیں اغوا کیا جا رہا ہے چنانچہ میں نے فوراً اس کار کا تعاقب کرنے کا فیصلہ کیا اور اس طرح میں اس جگہ سے واقف ہوگیا جہاں میڈم کو لے جایا گیا تھا۔ میں چونکہ رات بھر کا جاگا ہوا تھا اس لیے وہاں کی نگرانی کرنا میرے لیے ممکن نہیں تھا چنانچہ میں نے فوراً ایک پرائیویٹ سراغ رساں ایجنسی کی خدمات حاصل کیں اور خود ایک دوسرے ہوٹل میں منتقل ہوگیا۔ سراغ رساں ایجنسی کی رپورٹ سے معلوم ہوا کہ وہ عمارت جس میں میڈم کو رکھا گیا تھا ہارورڈ رابل کی ملکیت تھی۔ یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس معاملے میں اولیو ہاورڈ بھی ملوث ہے۔ اولیو ہاورڈ کا نام سن کر میرے ہوش اُڑ گئے اور مجھے اندازہ ہوگیا کہ یہ معاملہ مجھ اکیلے کے بس سے باہر ہوگا چنانچہ میں نے علی گروپ کے تمام ممبرز کو امریکا بلوالیا۔ اور اولیو ہاورڈ کی نگرانی شروع کرادی۔ ان ممبرز کو امریکا پہنچے ابھی دوسرا ہی دن ہے۔ میں اولیو ہاورڈ کی نگرانی کرا رہا ہوں۔ میڈم کو واشنگٹن سے نیویارک منتقل کر دیا گیا ہے اور وہ بھی اسی عمارت میں ہیں جہاں تم تھے۔"

"تمھیں نائٹ کلب میں میری موجودگی کے بارے میں کیسے علم ہوا تھا جبکہ میں میک اپ میں بھی تھا؟"

"جس عمارت میں تم قید تھے اس کی نگرانی کی جا رہی تھی اور وہاں سے نکلنے والے ہر شخص کا تعاقب کیا جا رہا تھا۔"

"تم نے تعاقب کیا تھا تو کسی کو پتا کیوں نہیں چلا؟ وہ تو بہت محتاط تھی۔"

"ہم اس سے بھی زیادہ محتاط تھے چیف! تعاقب کرنے والی گاڑی کی ہیڈ لائٹس بجھی ہوئی تھیں۔"

"کیا تمھیں معلوم تھا کہ میں بھی اسی عمارت میں قید ہوں؟"

"نہیں، ہمیں یہ معلوم نہیں تھا کہ تم بھی وہیں ہو لیکن تم وہاں کب سے تھے چیف؟"

"مجھے بے ہوشی کے دوران وہاں پہنچایا گیا تھا۔ غالباً دو روز قبل کی بات ہے۔"

"ٹھیک کہہ رہے ہو چیف! دو روز قبل ایک بند وین عمارت میں داخل ہوئی تھی۔ تمھیں اسی کے ذریعے اندر پہنچایا گیا ہوگا۔ ورنہ تم ہماری نظروں میں ضرور آجاتے۔"

میں سوچ میں ڈوب گیا۔ تہذیب اولیو ہاورڈ کی قید میں تھی اور اسے چھڑانا ضروری تھا۔ اس کے ساتھ ہی اولیو ہاورڈ کا پتا صاف کر دینا ضروری ہوگیا تھا۔ میں اسے جتنی ڈھیل دے چکا تھا وہ بہت تھی۔ ویسے بھی اب وہ ریٹائرڈ زندگی بسر کر رہا تھا۔

"زاہد تمھارے ساتھ نظر نہیں آرہا چیف!" بڈ کی آواز مجھے خیالوں کی دنیا سے باہر کھینچ لائی۔

"اس نے ہمارے عظیم مشن کو اپنی جان کا نذرانہ پیش کر دیا۔" میں نے کہا اور بڈ مغموم ہوگیا۔

"یہ کس طرح ہوا چیف؟" اس نے آہستگی سے پوچھا۔

"تفصیل جان کر کیا کرو گے بڈ۔" میں نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔ "یوں سمجھ لو کہ چھ دن تک ہم پہاڑوں میں فرار ہونے کی کوشش کرتے رہے۔ چھ روزہ پہاڑی سفر اور ناکافی غذا اور مسلسل بے آرامی نے زاہد کو نڈھال کر دیا تھا ایسے میں حادثاتی طور پر اس کے جسم میں کاربن ڈائی آکسائیڈ گیس کی زیادہ مقدار چلی گئی۔ جب میں عمارت سے فرار ہوا تو اس کی حالت نازک تھی اور ڈاکٹروں کو اس کے زندہ بچ جانے کی کوئی توقع نہیں رہی تھی۔"

"ایک بات پوچھوں چیف!" بڈ نے کہا۔ "اولیو ہاورڈ نے تمھیں کیوں زندہ رہنے دیا؟ وہ تو تمھارا جانی دشمن ہے۔"

"یہ بات میرے لیے بھی الجھن کا باعث بنی ہوئی ہے۔ غالباً وہ مجھے اپنے کسی مقصد کے لیے استعمال کرنا چاہ رہا ہے جس تک میں پہنچ نہیں سکا۔"

"تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے باس کی بیٹی تو تمھارے قبضے میں ہے۔ جس طرح پہلے تم نے اولیو ہاورڈ کو بلیک میل کیا تھا اسی طرح...."

"نہیں بڈ! جو کچھ ماضی میں ہوا ضروری نہیں کہ اسے دُہرایا ہی جائے۔ اس بار میں اس کی بیٹی کو استعمال نہیں کروں گا۔"

"پھر کیا کرو گے؟" بڈ نے حیرت سے کہا۔ "میرے خیال میں تو یہ ایک بہتر صورت ہوتی۔"

"اولیو ہاورڈ سے براہ راست ٹکراؤ اور فیصلہ کن معرکہ۔" میں نے کہا اور بڈ کا چہرہ کھل اٹھا۔

"تم نے بہت مناسب فیصلہ کیا ہے چیف!" بڈ نے بے حد خوش ہو کر کہا۔

"میں تمھارا شکر گزار ہوں مسٹر بڈ!" پیٹر بولا۔ "تمھاری وجہ سے مجھے اپنے ایک دیرینہ دشمن سے انتقام لینے کا موقع مل رہا ہے۔"

"اس وقت نیویارک میں میرے سولہ ساتھی موجود ہیں جو سب کے سب ہوٹلوں میں مقیم ہیں اور ان پر بھاری رقم خرچ ہو رہی ہے۔" بڈ نے کہا۔

"میری طرف سے اس رقم کو دُگنا کر دو۔" پیٹر نے بڑے جوش سے کہا۔ "اخراجات کی پروا مت کرو، جتنا خرچ ہوگا، میں اس سے دوگنا ادا کرنے کو تیار ہوں۔"

میں نے بڈ کو گھور کر دیکھا مگر وہ میری نظروں سے بے نیاز کہتا رہا۔ "گزشتہ ایک ہفتے کے دوران اس مد میں کوئی پچیس ہزار ڈالرز کے لگ بھگ رقم خرچ ہو چکی ہے۔"

"میں ابھی تمھیں پچاس ہزار ڈالر کا چیک دیتا ہوں۔" پیٹر نے کہا اور گھنٹی بجائی۔ گھنٹی کے جواب میں ایک ملازم نمودار ہوا جس سے پیٹر نے چیک بک منگوائی۔

"میں تمھارے چہرے پر ناگواری کے تاثرات دیکھ رہا ہوں مسٹر ایلن!" پیٹر مجھ سے مخاطب ہوا۔ "یقین کرو اگر ایک ملین ڈالر کے عوض بھی میں اس شخص سے انتقام لینے میں کامیاب ہو جاؤں تو میں سمجھوں گا کہ میں خسارے میں نہیں رہا اور سودا سستا نمٹ گیا۔"

"تم تو محض بڈ کی وجہ سے درمیان میں آگئے پیٹر، ورنہ جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو ہر صورت میں ہوتا تھا۔"

"اسی لیے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہوں کہ تم سے میری ملاقات ہوگئی۔ شاید میں عملی طور پر اس کے خلاف کچھ نہ کر سکوں مگر مجھے یہ تسکین تو رہے گی کہ میں نے اس کے خلاف برسرپیکار لوگوں کی مالی مدد کی تھی۔"

"اور کیا چیف؟" بڈ نے تیزی سے کہا۔ "مسٹر پیٹر ہمیں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

خوشی سے رقم دے رہے ہیں۔ ہم ان سے زبردستی تھوڑی لے رہے ہیں۔"

میں منہ بنا کر دوسری طرف دیکھنے لگا۔ ملازم چیک بک لے آیا تھا۔ پیٹر نے چیک لکھ کر بڈ کے حوالے کیا جسے اُس نے تہہ کر کے نہایت احتیاط سے اپنی جیب میں رکھ لیا۔

"تمھیں اس بات کا احساس ہے کہ اولیو اور ڈگھاٹے عزائم سے واقف ہو چکا ہے۔" میں نے پیٹر سے کہا۔

"اسے یہ بھی تو معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے میرے لیے کام کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"ٹھیک ہے لیکن تمھاری شخصیت تو اس کے علم میں

آ گئی ہے اور غالباً تمھاری اس سے شناسائی بھی ہے۔"

پیٹر ہنسی سے ہنسا۔ "ہاں شناسائی تو ہے مگر بہت پرانی۔ اب تو میں اسے یاد بھی نہیں آؤں گا۔"

"لیکن یہ یاد رکھو کہ میرا ذکر تمھارے ساتھ سننے کے بعد وہ تمھارے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش ضرور کرے گا۔ تم نے دیکھا نہیں کہ وہ کس طرح فون پر بات کرتے ہوئے کس قدر محتاط تھا۔"

"مجھے معلوم ہے۔ وہ سی آئی اے کا ایجنٹ بھی رہ چکا ہے اور اس کے بعد سنڈیکیٹ سے وابستہ ہو گیا تھا۔ اسے محتاط رہنا ہی چاہیے لیکن مجھے کسی بات کی پروا نہیں ہے۔ مجھے تو اس سے

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

انتقام لینا ہے۔"

"تمھیں اس کے بارے میں خاصی معلومات ہیں، خصوصی دلچسپی کے بغیر تو اتنی معلومات حاصل نہیں ہو سکتیں اور تم کہتے ہو کہ وہ تمھیں پہچان بھی نہیں سکے گا۔"

"میں نے تم سے کہا تھا ناں کہ میں تمھیں اس سے اپنی دشمنی کی وجہ نہیں بتا سکوں گا لیکن اب میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تمھیں بتا دوں تاکہ تم بھی فیصلہ کر سکو کہ میں حق بجانب ہوں کہ نہیں۔" پیٹر بات تو مجھ سے کر رہا تھا مگر اس کی نگاہیں جیسے دور کہیں خلا میں کسی غیر مرئی نقطے پر مرکوز تھیں۔ حالانکہ وہاں کسی خلا کا وجود نہیں تھا۔

"یہ تیس سال پہلے کی بات ہے۔" چند لمحوں کی خاموشی کے بعد پیٹر نے مغموم آواز میں کہنا شروع کیا۔ "میں اور اولیو ایک ہی اسکول میں زیرِ تعلیم تھے، مگر مختلف کلاسوں میں ہونے کی وجہ سے ہمارے درمیان رسمی واقفیت تھی۔ اس اسکول میں میری چھوٹی بہن بھی پڑھتی تھی جس کی عمر صرف نو سال تھی۔ اس مردود کی عمر اس وقت سولہ برس تھی۔"

"آگے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں پیٹر!" میں نے ہاتھ اٹھا کر گمبھیر لہجے میں کہا۔ "میں سمجھ گیا کہ کیا واقعہ ہوا ہوگا اور یہ بھی یقین رکھو کہ ایسا سفاک شخص عبرت ناک انجام کو پہنچے بغیر نہیں رہ سکے گا۔"

"میں نے اس وقت قسم کھائی تھی کہ اس سے انتقام ضرور لوں گا۔ وہ ذہنی اور جسمانی اعتبار سے مجھ سے برتر تھا۔ میں نے جذبات میں آکر اس پر حملہ کیا تو اس کے ہاتھوں بُری طرح پٹا۔ وہ خود بھی بدمعاش تھا اور اس کے سارے دوست بھی اسی کی طرح بدمعاش تھے۔ بُری طرح زخمی ہونے کے بعد یہ بات میری سمجھ میں آگئی کہ میں اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا لیکن میں نے یہ عہد کر لیا کہ جس طرح بھی ممکن ہوا اس سے انتقام لے کے رہوں گا۔ پھر میرے ذہن میں یہ بات جم کر رہ گئی کہ اگر میرے پاس دولت ہو تو میں اس سے انتقام لے سکتا ہوں۔ اس کے بعد کی کہانی بہت طویل ہے۔ میں نے کس طرح اتنی دولت حاصل کی اور اس کے لیے کیا کیا ناجائز ذرائع استعمال کیے۔ اس سے تمھیں کوئی دلچسپی نہیں ہو سکتی لیکن اتنی دولت حاصل کرنے کے باوجود میرے اور اولیو ہاورڈ کے درمیان جو فرق تھا، وہ برقرار رہا۔ بلکہ اس میں اضافہ ہی ہو گیا۔ میں نے بارہا اس پر حملے کروائے مگر کوئی ایک بھی کارگر نہیں ہوا۔ میرے ہی کئی آدمی مارے گئے اور اس کا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ وہ آج بھی اتنا ہی ظالم ہے۔ لوگوں کی زندگیوں سے کھیلنا اس کا محبوب مشغلہ ہے۔" پیٹر کی آواز بھرا گئی اور وہ خاموش ہو گیا۔

"اس دوران اسے کبھی پتا نہیں چل سکا کہ اس پر کون حملے کرواتا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"نہیں، اور یہ اچھا ہی ہوا۔ اگر اسے یہ معلوم ہو جاتا کہ ان حملوں کی پشت پر میں ہوں تو شاید میں بھی اس کے ہاتھوں مارا جاتا اور اپنی معصوم بہن کا انتقام لینے کی حسرت سینے میں ہی لیے اس دنیا سے رخصت ہو جاتا۔"

بڈ سناٹے کے عالم میں بیٹھا تھا۔ میں نے پیٹر کو بروقت روک دیا تھا لیکن اس کے باوجود بڈ سمجھ گیا تھا کہ پیٹر کی معصوم بہن اولیو ہاورڈ کی ہوس کا نشانہ بن گئی ہوگی۔ اتنی عقل تو وہ رکھتا ہی تھا کہ یہ بات اس کی سمجھ میں آجاتی۔ میرے جسم میں بھی خون کی گردش تیز ہو گئی تھی اور میں اولیو ہاورڈ کو کیفرِ کردار تک پہنچانے کے لیے اور بھی زیادہ بے چین ہو گیا تھا مگر جلد بازی میں کوئی قدم اٹھانے سے نقصان ہی ہونے کا اندیشہ تھا۔ میں اس پر اس طرح ہاتھ ڈالنا چاہتا تھا کہ وہ کسی بھی طرح میری گرفت سے نہ نکل سکے۔

"سنو پیٹر!" میں نے خوب غور و خوض کرنے کے بعد کہا۔

"اب تک تو تم اولیو ہاورڈ کی نظروں میں آنے سے بچے رہے تھے مگر اس بار اس کی نظروں میں آگئے ہو۔ اس لیے اب تمھیں بے حد احتیاط برتنے کی ضرورت ہے۔"

"میری بہن کی کہانی عام نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میرے گروہ کے سارے لوگ جانتے ہیں کہ میں اولیو ہاورڈ کا دشمن ہوں مگر یہ کسی کو نہیں معلوم کہ کیوں؟"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ تمھارے بارے میں تحقیقات کرتے ہوئے ممکن ہے کوئی ایسی بات اس کے علم میں آجائے جو اس کی یادداشت تازہ کر دے۔"

"پیٹر میرا لیجنڈ میں اختیار کیا ہوا نام ہے۔ میرے واقف کاروں میں کوئی بھی ایسا نہیں ہے جو میرے اصل نام سے واقف ہو۔ میں نے اپنے ماضی کو بہت گہرا دفن کیا ہے۔ اب کوئی اسے کھود کر نہیں نکال سکتا۔"

میں نے ایک طویل سانس لی۔ "یہ سب کچھ ٹھیک ہے پیٹر، مگر جہاں تم نے اتنی احتیاط برتی ہے وہاں تھوڑی سی احتیاط اور کر لو۔"

"تو پھر تم ہی بتاؤ کہ مجھے کیا کرنا چاہیے۔ میں خود کو پوری طرح تمھارے حوالے کرتا ہوں۔"

"ٹھیک ہے۔" میں نے مطمئن انداز میں کہا۔ "تمھارے بنگلے کی نگرانی ہو رہی ہے۔ نگرانی کرنے والے ظاہر ہے اولیو ہاورڈ ہی کے آدمی ہوں گے۔ اس لیے تمھیں فوری طور پر روپوش ہو جانا چاہیے۔"

"جب میرے بنگلے کی نگرانی ہو رہی ہے تو میں کس طرح روپوش ہو سکوں گا۔ بنگلے سے نکلتے ہی میرا تعاقب شروع ہو جائے گا۔"

"اس بات کی ضمانت میں دیتا ہوں کہ وہ لوگ تمھارا تعاقب نہیں کریں گے۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"تعاقب نہیں کریں گے تو پھر نگرانی کرنے کا فائدہ کیا ہوا؟" پیٹر نے حیرت سے کہا۔

"کیا تمھارا کوئی ایسا ملازم ہے جو قد کاٹھ میں تم جیسا ہو؟" میں نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔

"اوہ! ہاں جیکسن مجھے بتا رہا تھا کہ تم میک اپ بہت عمدہ کرتے ہو۔ ٹھیک ہے، ایسا ایک شخص ہے تو سہی مگر وہ یہاں نہیں ہے، کلب میں ملازم ہے۔"

"یہ تو بہت اچھی بات ہے۔" میں نے کہا۔ "کیا اس کے پاس اپنی کار ہے؟" پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"بس تو تم اسے یہاں بلوا لو۔ وہ اپنی کار میں یہاں آئے گا اور جب واپس جائے گا تو اس کے میک اپ میں تم ہو گے اور اسی کی کار ڈرائیو کر کے لے جاؤ گے۔ ظاہر ہے وہ لوگ تمھارے ملازم کا تعاقب کرنے سے تو رہے۔"

پیٹر نے اپنے اس ملازم کو بلوانے کے لیے فون کیا، پھر مجھ سے بولا۔ "مگر میں جاؤں گا کہاں؟"

"تم اسی ہوٹل میں کمرا بک کروا لو جہاں بڈ ٹھہرا ہوا ہے۔ یہاں سے نکل کر وہیں چلے جانا۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔ میرے بہت سے خفیہ ٹھکانے ہیں ان میں سے کسی جگہ چلا جاؤں گا۔"

"نہیں۔" میں نے سختی سے کہا۔ "تم ہوٹل میں ہی ٹھہرو گے۔ اس وقت ہم ذرا سی بے احتیاطی کے متحمل نہیں ہو سکتے۔"

"اور میرا وہ ملازم جو میرے میک اپ میں ہوگا۔ وہ کہاں جائے گا؟" پیٹر نے پوچھا۔

"یہ اس پر منحصر ہے کہ وہ کتنی صلاحیتوں کا مالک ہے۔ اگر وہ تمھاری حیثیت میں تمھاری جگہ کام کر سکتا ہے تو کرے ورنہ یہیں قیام کرے۔"

"نہیں۔" پیٹر نے نفی میں سر ہلایا۔ "وہ عملاً میری جگہ نہیں لے سکتا۔ اس لیے کہ اس کے سپرد صرف یہ کام ہے کہ کلب میں لڑائی جھگڑا کرنے والوں سے نمٹے۔ وہ میری جگہ کس طرح کام کر سکے گا؟"

"فکر کی کوئی بات نہیں کاروبار چلتا رہے گا۔ جیکسن تو موجود ہے ہی۔" میں نے کہا۔

کچھ دیر بعد پیٹر کا وہ ملازم آگیا جس پر اس کا میک اپ کیا جانا تھا۔ جتنی دیر میں اس پر میک اپ کرتا رہا، پیٹر اسے ہدایات دیتا رہا، پھر میں نے پیٹر پر اس کا میک اپ کر دیا۔

"اب تم مسٹر پیٹر کے ساتھ جاؤ گے۔" میں نے بڈ سے کہا۔ "اور راستے میں کسی جگہ سے فون کر کے مجھے بتاؤ گے کہ تمھارا تعاقب تو نہیں کیا گیا۔ اگر تعاقب نہ کیا جائے تو انھیں اپنے ساتھ ہوٹل لے جانا۔ یہ وہیں قیام کریں گے۔"

"اور اگر تعاقب کیا گیا تو کیا ہوگا چیف؟" بڈ نے کہا۔

"جتنا کہا جا رہا ہے اتنا ہی کرو۔ اگر تعاقب کیا گیا تو میں تمھیں بتا دوں گا کہ کیا کرنا ہے۔"

"او کے چیف۔" بڈ نے کہا اور پیٹر کی طرف متوجہ ہوتے ہوئے بولا۔ "آیئے مسٹر پیٹر۔"

"جیکسن کو یہاں بھیجتے جانا۔ تاکہ میں اس کے ساتھ واپس چلا جاؤں گا۔" میں نے پیٹر سے کہا اور وہ سر کو اثباتی جنبش دے کر باہر نکل گیا۔

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

جیکسن ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو اس نے اُس ملازم پر نظر ڈالی جو پیٹر کے میک اپ میں تھا۔ "تم واقعی باکمال آدمی ہو مسٹر ایلین!"

"اگر تم چاہو تو میں تمھیں بھی باکمال بنا سکتا ہوں۔" میں نے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "مگر تم تو چاہتے ہی نہیں۔ ایک ہی سبق میں بیزار ہو گئے۔"

"میں تھیوری کا آدمی نہیں ہوں مسٹر ایلین!" جیکسن نے جھینپ کر کہا۔ "اگر تم پریکٹیکل کراتے تو میں کبھی بور نہ ہوتا۔"

"تم پریکٹیکل سے بھی بھاگ جاؤ گے کیونکہ اس فن میں گڑبڑ میں سوراخ کرنے کی کوئی گنجائش نہیں۔"

جیکسن نے زوردار قہقہہ لگایا۔ "کیا میک اپ کے ذریعے مجھ جیسے سیاہ فام کی رنگت تبدیل کی جا سکتی ہے؟" اُس نے پوچھا۔

"ایسے لوشن تو موجود ہیں جن سے سفید جلد کو سیاہ کیا جا سکتا ہے مگر ایسا کوئی طریقہ نہیں جس سے سیاہ رنگت کو سفید کیا جا سکے۔ اس کے لیے تو پورے چہرے کا ماسک تیار کرنا پڑے گا جو ایک محنت طلب کام ہے اور بے حد مہارت کا متقاضی ہے۔"

بڈ کا فون آنے تک ہم ادھر اُدھر کی باتیں کرتے رہے۔ فون جیکسن نے اٹھایا تھا پھر ریسیور میری طرف بڑھا دیا۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا جا رہا چیف۔" بڈ نے کہا۔ "میں نے اچھی طرح اطمینان کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اب تم ہوٹل جاؤ۔ اولیو ہاورڈ کی نگرانی کرتے رہو۔ میں کل صبح تم سے رابطہ قائم کروں گا۔" فون بند کر کے میں جیکسن کی طرف مڑا۔ "اور اب مسٹر جیکسن میں واپس جاؤں گا۔ تم جس طرح مجھے لائے تھے اسی طرح چھوڑ کر آؤ گے۔"

میں جیکسن کے ساتھ واپس آگیا۔ ہمارا تعاقب بھی نہیں کیا گیا تھا۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ اولیو ہاورڈ نے اپنی پوری توجہ پیٹر پر مبذول کر رکھی تھی۔ وہ یہ جاننے کے لیے بہت بے چین ہو رہا ہو گا کہ وہ کون شخص ہے جو اس کا جانی دشمن ہے اور وہ اس سے واقف تک نہیں ہے۔

جیکسن مجھے باہر سے ہی چھوڑ کر چلا گیا۔ اندر لکی میری منتظر تھی۔ "کہاں رہ گئے تھے تم؟" اس نے اپنی آواز میں دنیا جہان کے گلے شکووں کا درد سمیٹتے ہوئے کہا۔ جیسے میں ہی اس کی امیدوں اور آرزوؤں کا واحد مرکز ہوں۔ میں نہ ہوں گا تو وہ بے سہارا رہ جائے گی۔ مگر میں خوب جانتا تھا کہ حقیقت کیا ہے۔ وہ مجھ سے یہ معلوم کرنا چاہ رہی تھی کہ میں کیا کرتا پھر رہا تھا۔ کہیں اس کے باپ یا اس کے وطن کے خلاف کسی سرگرمی میں پھر سے ملوث تو نہیں ہو گیا تھا؟

میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک مصنوعی مسکراہٹ سجالی جیسے دل و جان سے اس پہ قربان ہو جانا چاہتا ہوں۔ حالانکہ میرے ذہن میں یہ خیال آ رہا تھا کہ اس کی صراحی دار گردن پر اگر تیز دھار چھری پھیر دی جائے تو کیسا ہے۔ لیکن میں نے اپنے کسی انداز سے اپنی سوچ کو ظاہر نہیں ہونے دیا۔

"پیٹر نے اس امید پہ مجھے بلایا تھا کہ شاید میں اُس کے لیے کام کرنے پر آمادہ ہو جاؤں۔"

"پھر تم نے کیا جواب دیا؟" لکی نے بے قراری سے پوچھا۔ اس نے کوشش کی تھی کہ بے قراری اس کے لہجے سے جھلکنے نہ پائے مگر میں اس کی بے تابی سمجھ رہا تھا۔

"وہی جو ہمارے درمیان طے ہو چکا تھا۔ میں نے اس سے کہہ دیا کہ میں پہلے ہی جواب دے چکا ہوں۔"

"پھر اس نے کیا کہا؟"

"کہنا کیا، خاصا مایوس نظر آ رہا تھا۔ شاید اسے امید تھی کہ مجھے اپنے لیے کام کرنے پر تیار کر سکے گا۔"

"تم نے اتنی دیر کر دی۔" لکی نے روٹھے ہوئے انداز میں کہا۔ "معلوم ہے میں نے ابھی تک دوپہر کا کھانا بھی نہیں کھایا۔"

"دوپہر کو تو ہم ساتھ ہی تھے۔" میں نے ہنس کر کہا۔ "اور پھر میں نے بھی کون سا کھانا کھا لیا ہے۔ دوبارہ ناشتا کرنے کے بعد گنجائش ہی نہیں بچی تھی۔"

"پھر آؤ کھانا کھا لیتے ہیں۔" لکی نے کہا اور مجھے نہ چاہتے ہوئے بھی کھانے کی میز پر جانا پڑا۔ یہ سننے کے بعد کہ ڈیڈی اولیو ہاورڈ کی قید میں ہے، میرے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔ کھانے کو کیا خاک جی چاہتا مگر محض اس خیال سے کھانا کھانے بیٹھ گیا کہ کہیں لکی مشکوک نہ ہو جائے۔

"تم نے پیٹر کے ساتھ تعاون کرنے سے انکار کر دیا ہے۔" کھانے کے دوران لکی نے کہا۔ "کیا اس کا یہ مطلب ہے کہ اب تم خود بھی ڈیڈی کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے؟"

"میں ان چکروں میں پڑ کر وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا۔" میں نے اسے ٹالنے کے لیے کہا۔

"تو کیا تمھارے پیش نظر کوئی اہم کام ہے؟" لکی نے بڑے سرسری انداز میں پوچھا۔

"نہیں، کوئی اہم کام تو نہیں ہے مگر اب میں امریکا سے نکل جانا چاہتا ہوں۔"

"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"کہیں بھی چلا جاؤں گا مگر اب یہاں مزید رکنے کا کوئی

ارادہ نہیں ہے۔"

"اس کے لیے تمھیں پاسپورٹ اور دیگر کاغذات کی ضرورت ہوگی۔ ان کے لیے کیا سوچا ہے؟"

"میں نے پیٹر سے کہہ دیا ہے۔ وہ سارے انتظامات مکمل کر دے گا۔"

اس کے بعد لکی کسی سوچ میں ڈوب گئی اور کھانے کے بعد مزید کوئی گفتگو نہیں ہوئی۔ کھانے کے بعد میں اپنے کمرے میں چلا آیا۔ لکی بھی میرے ساتھ ساتھ لگی ہوئی تھی۔

"تم نے میرے بارے میں بھی کچھ سوچا؟" اس نے مجھ سے پوچھا اور میں نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"تم دیکھ رہی ہو کچھ سوچنے سمجھنے کی مہلت ہی نہیں مل رہی تاہم میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ تمھارا احسان مند ہوں۔ تم نہ ہوتیں تو اتنی آسانی سے وہاں سے نہیں نکل سکتا تھا۔"

"میں کچھ اور ہی کہہ رہی ہوں۔ تمھیں وہاں سے نکال کر میں نے ڈیڈی کے خلاف بغاوت کی ہے۔ ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔"

"میں سمجھتا ہوں۔" میں نے کہا۔ "اور یہ ایک ایسی کھلی ہوئی بات ہے جسے سمجھنے کے لیے غور و فکر کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔"

"اب تم ہی بتاؤ۔" اس نے مضطربانہ انداز میں پہلو بدلا۔ "کیا میں ان کے پاس جا سکتی ہوں؟"

میں نے چند لمحے سوچنے کے بعد نفی میں سر ہلایا۔ "میں نے اس پہلو پر غور نہیں کیا تھا۔"

"اب غور کرو اور مجھے بتاؤ کہ مستقبل میں میرا کیا بنے گا۔ تم نے اپنا بندوبست تو کر لیا مگر میرے لیے کچھ نہیں سوچا۔"

"اب سوچوں گا۔" میں نے بڑے پُر خلوص لہجے میں کہا۔

"صرف سوچنے سے کیا ہوگا۔ تمھیں میرے لیے عملی طور پر کچھ کرنا ہوگا... لیکن نہیں۔" اس نے یک بیک کہا۔ "تم رہنے دو۔ میں تم پر کیوں بوجھ بنوں۔ اپنے لیے خود ہی کچھ کر لوں گی۔"

"بوجھ کی بات نہیں ہے لکی۔" میں نے اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "ذرا دماغ کو سکون ملے تو کچھ سمجھ میں بھی آئے۔"

"جو کچھ میں نے کیا، وہ محض ایک جذباتی حرکت تھی۔" اس نے میرے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ "تمھیں قید میں دیکھ کر میں خود پر قابو نہ رکھ سکی۔ اگر اس وقت مجھے اندازہ ہوتا کہ تمھاری ذرا سی مدد کرنے کے عوض میں تم پر مستقل بوجھ بن جاؤں گی تو میں ہرگز یہ قدم نہ اٹھاتی مگر مجھے کچھ سوچنے سمجھنے کا موقع ہی نہیں ملا۔"

مجھے ان باتوں سے وحشت ہو رہی تھی۔ میں جانتا تھا کہ وہ جھوٹ بول رہی ہے لیکن میں اس پر کچھ بھی ظاہر نہیں کر سکتا تھا۔ اس سلسلے میں اسے کچھ بھی نہیں بتا سکتا تھا۔ فریب کا جو جال وہ مجھ پر پھینک رہی تھی، میں اسے اسی جال میں اُلجھائے رکھنا چاہتا تھا۔ اگر اس کو ذرا سا بھی شبہ ہو جاتا کہ معاملہ گڑبڑ ہے تو وہ فوراً اولیو ہاورڈ کو فون کر دیتی اور وہ ہوشیار ہو جاتا جبکہ میں اسے بے خبری میں گھیرنا چاہتا تھا۔ میرے پیروں میں مصلحت کی زنجیریں پڑی ہوئی تھیں اور لکی کے ہر فریب کا جواب مجھے بھی فریب سے دینا تھا اس لیے میں نے اپنے ہونٹوں پر ایک ایسی مصنوعی مسکراہٹ سجائی جو دیکھنے میں بالکل اصلی معلوم ہوتی تھی۔

"کیوں مجھے شرمندہ کر رہی ہو لکی؟" میں نے بڑی وارفتگی سے کہا۔ "تمھاری پُر خلوص دوستی پر میں جتنا بھی ناز کروں کم ہے اور ایک پُر خلوص دوست بوجھ بھلا کیسے ہو سکتا ہے؟"

"تم سچ کہہ رہے ہو؟" لکی نے مسرت سے کانپتی ہوئی آواز میں کہا۔

"میں بالکل سچ کہہ رہا ہوں۔ اس بات میں جھوٹ کی کوئی گنجائش ہے بھی نہیں۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے جیسے میں نے ساری دنیا فتح کر لی ہو۔" لکی نے آنکھیں بند کر کے اپنا گال میری ہتھیلی پر ٹکا دیا۔

"اب تم جاؤ۔" میں نے نرمی سے کہا۔ "رات کافی ہو گئی ہے۔ صبح غور کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔"

لکی نے آنکھیں کھول کر مجھے دیکھا۔ اُس کی آنکھیں خمار آلود ہو رہی تھیں۔ "میں آج یہیں سو جاؤں، تمھارے کمرے میں؟"

اُس کی فرمائش سن کر میں بوکھلا گیا مگر میں نے اُس پر اپنی بوکھلاہٹ ظاہر نہیں ہونے دی۔ "اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے پُرسکون لہجے میں کہا۔

"اکیلے کمرے میں سوتے ہوئے مجھے ڈر لگتا ہے۔" اُس نے بڑی معصومیت سے کہا۔

"کل بھی تو تم اکیلی ہی سوئی تھیں۔ میرے خیال میں تو یہاں ایسی کوئی چیز نہیں ہے جس سے ڈر لگے۔"

"پھر بھی مجھے خوف محسوس ہوتا ہے۔ یہاں کے سارے ملازمین صورتوں سے چھٹے ہوئے بدمعاش لگتے ہیں۔"

"تمھیں وہم ہو گیا ہے لکی! یہ کیسے ممکن ہے کہ پیٹر [illegible] لیے کوئی غلط قدم اٹھائے۔"

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"میں تو پہلے ہی اس پر شبہ ظاہر کر چکی ہوں لیکن معلوم نہیں تم کیوں اس کے گن گائے جا رہے ہو۔"

"وہ ہر طرح سے ہماری مدد کر رہا ہے۔ چھپنے کے لیے جگہ دی، رقم فراہم کی اور اب کاغذات بنوا کر دے رہا ہے۔ وہ ہمارا دشمن نہیں ہو سکتا۔"

"معلوم نہیں کیوں مجھے اس بات پر یقین نہیں آتا۔ ایک عجیب قسم کا خوف مجھ پر مسلط ہے۔"

"اپنے کمرے میں جاؤ، دروازہ اندر سے بند کرو اور سو جاؤ۔ بند کمرے میں کون داخل ہو سکتا ہے؟"

"اب تو یہی کرنا پڑے گا۔" لکی نے ایک طویل سانس لے کر بے بسی سے کہا۔

"آؤ، میں تم کو تمہارے کمرے تک چھوڑ آؤں۔" میں نے کہا اور اس نے رسماً بھی انکار نہیں کیا۔

"میں نے سوچا ہے کہ صبح ہی پیٹر کے پاس جاؤں گا اور اس سے کہوں گا کہ وہ تمہارے کاغذات بھی بنوا دے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے۔" لکی نے کہا۔ "میرے پاس تو اپنا پاسپورٹ موجود ہے۔ چلتے وقت پرس میں رکھ لیا تھا۔ دکھاؤں؟"

"نہیں، دکھانے کی ضرورت نہیں ہے۔ صرف اس بات پر غور کرو کہ کیا تم اس پاسپورٹ پر سفر کر سکو گی؟"

"کیوں نہیں کر سکوں گی؟ وہ میرا اصلی پاسپورٹ ہے۔ کوئی جعلی تھوڑی ہے جو مجھے کسی کا ڈر خوف ہو۔"

"تمہارے ڈیڈی بھی تو جعلی نہیں ہیں۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ چونک پڑی۔

"اصلی پاسپورٹ پر سفر کرو گی تو اپنی اصلی شخصیت بھی ظاہر کرنا پڑے گی اور ممکن ہے، اپنے ڈیڈی کی نظروں میں بھی آ جاؤ۔"

"اوہ! اس پہلو پر تو میں نے غور ہی نہیں کیا تھا کہ میں میک اپ میں ہوں۔"

"اب غور کرنا اور میں صبح ہی پیٹر سے مل کر کہوں گا کہ اس میک اپ میں تمہاری تصویر کھنچوا دے اور اسی حیثیت میں تمہارے کاغذات بھی بنوا دے۔"

لکی کو اس کی خواب گاہ میں چھوڑ کر میں اپنے کمرے کی طرف پلٹ آیا۔ اس نے میری موجودگی میں ہی دروازہ اندر سے مقفل کر لیا تھا۔ یہ ڈراما مجھے بہت گراں گزر رہا تھا اور میں اسے جلد از جلد ختم کرنے کا خواہاں تھا۔

سونے کے لیے بستر پر لیٹا تو نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ دماغ پر خیالات کی ایک نہ ختم ہونے والی یلغار تھی مگر میں نے ان تمام خیالات کو ذہن سے جھٹک دیا اور یکسو ہو کر یہ سوچنے لگا کہ اولیو وارڈ سے کس طرح نمٹا جائے۔ اس معاملے میں سب سے اہمیت کسی ٹھوس منصوبے کی تھی۔ اگر ہمارے پاس ایک ٹھوس اور قابل عمل منصوبہ ہوتا تو ہم پورے اعتماد سے اولیو وارڈ پر چڑھائی کر سکتے تھے۔ بغیر کسی منصوبے کے آنکھ بند کر کے اس پر چڑھ دوڑنا ایک ایسی حماقت ہوتی جس کا ازالہ کرنا طویل عرصے تک ممکن نہ ہوتا۔

بہت دیر سوچ بچار کرنے کے بعد بالآخر میرے ذہن میں ایک منصوبے کے خدوخال اجاگر ہونا شروع ہو گئے۔ کچھ دیر غور کرنے کے بعد میں نے اپنے منصوبے کو حتمی شکل دے دی۔ اب صرف اتنا کام رہ گیا تھا کہ پیٹر سے اس منصوبے کے قابل عمل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں گفتگو کر لی جائے۔

میں مطمئن ہو گیا۔ میں نے جو اسکیم تیار کی تھی اگر اس پر عمل کرنے میں پیٹر نے کسی قسم کی دشواری محسوس کی تو میرے ذہن میں ایک متبادل منصوبہ بھی تھا۔ ظاہر ہے اس کا فیصلہ صبح ہی ہو سکتا تھا جب میں پیٹر سے گفتگو کر لیتا۔ میرا پروگرام تو یہی تھا کہ میں پیٹر سے صبح گفتگو کروں گا لیکن یہ ضروری تو نہیں کہ ہر پروگرام آدمی کے حسب منشا تکمیل کو پہنچے۔ اس وقت بھی میرے ساتھ یہی ہوا۔ میں نے اچانک سوچا کہ لکی کے کمرے پر نگاہ ڈال لوں۔ یہ سوچ کر میں کمرے سے نکلا اور لکی کے کمرے کی طرف بڑھا۔ لکی کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر آئے کافی دیر ہو چکی تھی اس لیے میرا خیال تھا کہ وہ سو چکی ہو گی لیکن اس کے کمرے کی لائٹ جلتی دیکھ کر مجھے حیرت ہوئی اور میرے ذہن میں خیال ابھرا کہ کیوں؟ اور اس سوال کے جواب کے لیے میں نے کی ہول سے آنکھ لگا دی۔ لکی بیڈ پر بیٹھی نظر آئی۔ اس کے نزدیک ہی اس کا کھلا ہوا پرس رکھا تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی سنہرے رنگ کی ڈبیا تھی۔ میں نے پہچان لیا کہ وہ لپ اسٹک ہے جو دراصل ٹرانسمیٹر ہے جس پر لکی کسی سے بات کر رہی ہے۔ میں ہمہ تن گوش ہو گیا جس کے نتیجے میں مجھے دوسری طرف سے کہی جانے والی بات بھی سنائی دینے لگی۔ آواز اگرچہ مہین اور مدھم تھی اور پہچان میں نہیں آ رہی تھی مگر الفاظ سمجھ میں آ رہے تھے۔

"تم نے اب تک اس سے معلومات حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی؟" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"نہیں ڈیڈی! ابھی وقت ہی کتنا گزرا ہے۔ آہستہ آہستہ ہی کام کرنا مناسب رہے گا۔"

"تمہیں احساس نہیں ہے کہ یہ معاملہ ہمارے لیے کس قدر اہم ہے۔ تم نے اب تک کوئی کوشش کیوں نہیں کی؟"

"جلد بازی کھیل بگاڑ دے گی ڈیڈی! اس سے مجھے غیر محسوس طریقے پر معلومات حاصل کرنا پڑیں گی اور اس میں وقت بھی بہت لگے گا۔"

"اتنا زیادہ انتظار نہیں کیا جا سکتا لکی! تم نے یقینی کامیابی کا وعدہ کر کے یہ کام اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے ڈیڈی! میں اب بھی انکار تو نہیں کر رہی ہوں۔ بس یہ کہہ رہی ہوں کہ معاملے کی اہمیت کے پیش نظر ہمیں جلد بازی سے گریز کرنا چاہیے۔"

"میں نے تم سے پہلے بھی کہا تھا اور اب بھی کہہ رہا ہوں کہ اسے ہینڈل کرنا آسان نہیں۔"

"یہ کامیابی کیا کم ہے کہ میں نے ابھی تک اسے خود پر کوئی شبہ نہیں ہونے دیا۔"

"ممکن ہے وہ وقتی طور پر دھوکا کھا گیا ہو لیکن اسے زیادہ دیر تک دھوکے میں رکھنا ممکن نہیں ہو گا۔ اس لیے کہہ رہا ہوں کہ اس سے جلد از جلد معلومات حاصل کرنے کی کوشش کرو۔"

"فی الحال تو وہ امریکا سے نکلنے کے چکر میں ہے۔ کاغذات اور پاسپورٹ وغیرہ بنوا رہا ہے۔"

"یہ اچھی خبر نہیں ہے۔ اس کے امریکا سے نکلنے سے قبل ہی اپنا کام کر گزرو ورنہ مشکلات اور بھی بڑھ جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے ڈیڈی!" لکی نے کہا۔ "آپ نے اس شخص پیٹر کے بارے میں کچھ معلوم کیا؟"

"یہ شخص میرے لیے الجھن کا باعث بن گیا ہے۔ میں تحقیقات کرا رہا ہوں مگر اس کے ماضی کا سراغ نہیں مل رہا۔"

"اوکے ڈیڈی! آپ بھی کوشش کیجیے میں بھی کر رہی ہوں۔ کل رات پھر کال کرنے کی کوشش کروں گی۔"

"اس وقت تم کس جگہ سے کال کر رہی ہو؟"

"اپنی خواب گاہ سے ڈیڈی! اور خواب گاہ کا دروازہ اندر سے مقفل ہے۔"

"تم بہت غیر محتاط لڑکی ہو۔ خوابگاہ کا دروازہ اندر سے بند ہونے کے باوجود تمہیں احتیاط کے پیش نظر باتھ روم کے اندر سے کال کرنی چاہیے تھی۔"

"فکر کی کوئی بات نہیں ہے ڈیڈی! وہ سو چکا ہے۔ میں نے اطمینان کرنے کے بعد ہی کال کی ہے۔"

"مجھے یوں محسوس ہو رہا ہے کہ جیسے میں نے تمہیں یہ مہم سونپ کر غلطی کر دی ہے۔ ہدایات پر عمل کرنے کے بجائے تم بحث کرنے لگتی ہو۔"

"میں شرمندہ ہوں ڈیڈی! آئندہ آپ کی ہدایات پر عمل کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔" اس کے بعد ان دونوں کے درمیان اختتامی کلمات کا تبادلہ ہوا اور لکی نے لپ اسٹک کی ڈبیا بند کر کے پرس کے اندر واپس رکھ دی۔ میں نے ایک طویل سانس لے کر کی ہول سے آنکھ ہٹالی اور سیدھا کھڑا ہو گیا۔ میرے تمام اندیشے درست ثابت ہوئے تھے۔ لکی اولیو وارڈ جو کچھ کر رہی تھی اپنے باپ کے ایما پر کر رہی تھی۔ اگر اس وقت ان دونوں نے کھل کر گفتگو کی ہوتی تو میں ان کے مقصد تک پہنچ گیا ہوتا مگر انھوں نے اشاروں میں باتیں کی تھیں اس لیے میں یہ نہیں سمجھ سکا کہ اولیو وارڈ نے اپنی بیٹی کو کس مقصد کے تحت میرے پیچھے لگایا ہے۔

میں خیالات میں ایسا مستغرق ہوا کہ وہیں کھڑا رہ گیا۔ میرے پورے وجود میں سنسنی دوڑ رہی تھی اور میں یہ غور کر رہا تھا کہ اس کے مشن کے بارے میں کس طرح معلوم کروں۔ میرے ذہن کے کسی دور دراز گوشے میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ وہ دروازہ کھول کر باہر بھی نکل سکتی ہے۔ مجھے تو اس وقت ہوش آیا جب کمرے کا دروازہ اچانک ہی کھل گیا۔ مجھے اتنا موقع بھی نہیں مل سکا کہ دروازے کے سامنے سے ہی ہٹ جاؤں۔ دروازہ کھلتے ہی لکی کی نگاہ مجھ پر پڑی۔ شاید پہلی نگاہ میں وہ مجھے پہچان نہیں سکی تھی اس لیے اس کے منہ سے ایک بے ساختہ قسم کی سُریلی سی چیخ برآمد ہوئی۔

"یہ میں ہوں لکی۔" میں نے تیزی سے کہا اور ایک قدم آگے بڑھ کر کمرے میں داخل ہو گیا۔

مجھے دیکھ کر لکی کی دہشت تو کم ہوئی مگر وہ سکتے کی سی کیفیت میں آ گئی۔ "تت۔۔۔ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں یہ سوچ کر آ گیا کہ شاید ڈر کی وجہ سے تمہیں نیند نہ آ رہی ہو۔" میں نے کہا اور وہ بڑے غور سے مجھے دیکھنے لگی۔

"تم نے بہت اچھا کیا جو ادھر چلے آئے۔ بیٹھو۔" لکی نے سوچ میں ڈوبے ہوئے لہجے میں کہا اور میں ایک کرسی پر

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

بیٹھ گیا۔

"اس وقت تمہاری یہاں موجودگی سے اندازہ ہوتا ہے کہ تم نے ہماری گفتگو سن لی ہوگی؟" لکی نے بھی بیٹھتے ہوئے کہا۔

میں خاموشی سے لکی کو دیکھتا رہا۔ اُس کی بات کی تائید یا تردید کرنے کی ضرورت میں نے محسوس نہیں کی۔

چند لمحوں تک وہ پھر کچھ سوچتی رہی، شاید مزید گفتگو کرنے کے لیے مناسب الفاظ کا انتخاب کر رہی تھی پھر اُس نے بڑے محتاط انداز میں کہنا شروع کیا "تم سوچ رہے ہوگے کہ میں نے تمہارے ساتھ دھوکا کیا ہے۔" وہ خاموش ہو کر میرے چہرے کا جائزہ لینے لگی مگر میرے چہرے کے تاثرات سے کوئی نتیجہ اخذ کرنا آسان کام نہیں تھا۔

"تم خاموش کیوں ہو؟" اُس نے جھنجلا کر کہا۔ "کچھ بولتے کیوں نہیں؟"

"کیا بولوں؟" میں نے ایک طویل سانس لے کر کہا "میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس موقع پر مجھے کیا کہنا چاہیے۔"

"کیا تم یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ جو کچھ تمہارے کانوں نے سنا اُس سے میں دھوکے باز ثابت ہوتی ہوں۔"

"میں نے تو کچھ نہیں سُنا۔ تم نے خود ہی فرض کر لیا ہے کہ میں نے کچھ سن لیا ہے تو میں اس کی تردید کیوں کروں۔"

"جھوٹ مت بولو علی یار خان۔" لکی نے دھیمے لہجے میں کہا۔ "تم نے سب کچھ سُن لیا ہے۔ اب انجان بننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔"

"فرض کر لو میں واقعی سب کچھ سُن چکا ہوں تو تم کیا کہو گی؟"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کہہ سکتی کہ بعض اوقات حقیقت وہ نہیں ہوتی جو بظاہر دکھائی دیتی ہے۔"

میں اُس کی ڈھٹائی پہ حیران نہیں ہوا۔ اُس کا باپ بھی بہت ڈھیٹ تھا اور اُسے باپ سے ورثے میں کچھ حصہ تو ملنا ہی چاہیے تھا۔

"آدمی ایسا پیمانہ کہاں سے لائے جس کے ذریعے کھرے اور کھوٹے میں تمیز کر سکے۔" میں نے سرسری انداز میں کہا۔

"تم چاہے یقین کرو یا نہ کرو لیکن یہ حقیقت ہے کہ تمہیں وہاں سے نکالنے کے لیے یہ سب کچھ کرنا ضروری تھا۔"

"کیا کرنا ضروری تھا لکی ڈیئر! ذرا کھل کر بات کرو۔" میں نے تمسخرانہ لہجے میں کہا۔

"ڈیڈی کی مرضی کے بغیر تمہیں وہاں سے نکالنا میرے لیے ممکن نہیں تھا۔" لکی میرے لہجے کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

میرا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ اولیو ہاورڈ کو مزید دھوکا دینا ممکن نہیں رہا تھا۔ اگلی بار لکی اُسے بتا دیتی کہ میں اُس کی گفتگو سن چکا ہوں اور اس کے بعد اُس پر ہاتھ ڈالنا بہت مشکل ہو جاتا۔ میں چونکہ مزید کسی مشکل میں پڑنے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے مجھے اس صورت حال سے نمٹنے کے لیے کوئی حل سوچنا تھا۔

"اب امریکا سے نکلنے تک ہمیں اُن سے غلط بیانی کرتی رہنا ہوگی۔ ہم اپنی اصل منزل سے انھیں لاعلم رکھیں گے تاکہ وہ ہمیں تلاش ہی کرتے رہ جائیں۔"

"ذرا یہ تو بتاؤ کہ تمہارے ڈیڈی نے تمہیں میرے ساتھ کیوں لگایا ہے اور وہ مجھ سے کیا معلومات حاصل کرنا چاہتے ہیں؟"

"وہ دراصل . . ." لکی ہچکچاتے ہوئے بولی۔ "تمہارے مستقبل کے منصوبوں کے متعلق جاننا چاہتے ہیں تاکہ انھیں وہ بروقت ناکام بنا سکیں۔"

وہ جھوٹ بول رہی تھی اصل بات کچھ اور تھی جسے اگلوانے کے لیے مجھے اُس پر تشدد کرنا پڑتا۔

"اگر تمہاری بات مان بھی لی جائے تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ تم نے پہلے ہی مجھے ان باتوں سے آگاہ کیوں نہیں کیا۔"

"مجھے ڈر تھا کہ تم یقین نہیں کرو گے اور مجھے غلط سمجھو گے اس لیے میں نے سوچا تھا کہ امریکا سے نکلنے کے بعد تمہیں حقائق سے آگاہ کروں گی۔"

"تم بڑے فراٹے سے جھوٹ بول سکتی ہو مگر میں ان باتوں سے بہلنے والا نہیں ہوں۔"

"مجھے معلوم تھا تم میری کسی بات پر یقین نہیں کرو گے۔" لکی نے مغموم لہجے میں کہا۔

"کوئی انتہائی احمق گاؤدی شخص ہی تمہاری ان بچکانہ باتوں پر یقین کرے تو کرے میں تو ہرگز نہیں کر سکتا۔"

"کوئی بات نہیں علی۔" لکی نے ایک سرد آہ بھری۔ "میں تمہیں اپنا دل چیر کر تو دکھانے سے رہی۔"

"دل چیر کر دکھانے کی ضرورت بھی نہیں ہے۔" میں نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ "صرف اتنا ہی بتا دو کہ تہذیب کہاں ہے؟"

تہذیب کے نام پر میں نے اُس کے چہرے کی رنگت تبدیل ہوتے دیکھی مگر اُس نے حوصلہ نہیں ہارا۔ "مجھے کیا معلوم" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔ "میں نے تو اُس کا صرف تذکرہ ہی سُنا ہے۔"

"حالانکہ وہ تمہارے ڈیڈی کی قید میں ہے اور مجھے اندازہ

ہے کہ اس بار اُسے تشدد کا نشانہ بھی ضرور بنایا گیا ہوگا۔" میرا لہجہ سخت ہو گیا۔ "یہ بچوں والی باتیں چھوڑو اور حقیقت کی دنیا میں واپس آجاؤ۔ تمہیں شاید اندازہ نہیں کہ مسلسل دروغ گوئی کر کے تم دراصل اپنی مشکلات میں اضافہ ہی کر رہی ہو۔"

لکی کا چہرہ بالکل ہی تاریک ہو گیا۔ "تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ تہذیب ڈیڈی کی قید میں ہے؟" اُس نے بے جان آواز میں کہا۔

"میں اتنا احمق نہیں ہوں جتنا تم نے مجھے سمجھ رکھا ہے۔ آخر تم کس برتے پر مجھے بے وقوف بنانے نکل کھڑی ہوئی تھیں؟"

لکی کے ہونٹ ہلتے دکھائی دیے مگر کوئی آواز برآمد نہیں ہوئی۔ اُس کا چہرہ یوں سفید پڑ گیا جیسے اُس کے جسم میں خون کا ایک قطرہ بھی نہ بچا ہو۔

"میں بتاتا ہوں کہ تم نے کیوں اتنا بڑا قدم اٹھایا۔ تم مجھے اپنے حسن کے جال میں پھانسنا چاہ رہی تھیں۔ تمہیں علم تھا کہ میں حسن پرست نہیں ہوں۔ ایک بار پہلے بھی تم اس تجربے سے گزر چکی تھیں مگر اس کے باوجود تم نے سبق نہیں لیا اور مجھے بے وقوف بنانے نکل کھڑی ہوئیں۔ دنیا کے سارے مرد حسن پرست نہیں ہوتے مس لکی ہاورڈ!" میں نے زہریلے لہجے میں کہا۔

"کیا یہ بات تمہیں پیٹر نے بتائی ہے کہ تہذیب ہماری قید میں ہے؟" لکی نے بمشکل پوچھا۔

"اُس بے چارے کو کیا معلوم کہ تہذیب کون ہے۔ یہ بات تو میں نے اپنے ذرائع سے معلوم کی ہے۔ میں کوئی تنہا آدمی تو نہیں ہوں۔ میرے اپنے ساتھی بھی تو ہیں۔ میری پشت پہ پوری ایک تنظیم ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ تم نے میرے بارے میں بہت غلط اندازے لگائے اور اب تم اس کا خمیازہ بھگتنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

"تم . . . تم میرے ساتھ کیا سلوک کرو گے علی یار خان؟" لکی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"اگر تم سچ بولنے پہ آمادہ ہو جاؤ تو ممکن ہے میں اپنے اس فیصلے پر نظرِ ثانی کر لوں جو میں نے تمہارے لیے کیا ہے۔"

لکی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نظر آئی۔ "میں تمہیں تسخیر کرنے میں ناکام ہو گئی ہوں۔" اُس نے شکست خوردہ لہجے میں کہا۔ "اور اس لیے خود کو ہر اُس سزا کا مستحق سمجھتی ہوں جو تم میرے لیے تجویز کرو۔"

"میں مجبور ہوں لکی! اب بھی اگر تم یہ بتا دو کہ اولیو ہاورڈ نے تمہیں میرے ساتھ کیوں لگایا تھا تو میں تم سے نرم سلوک کرنے کے بارے میں غور کروں گا۔"

"میں تمہیں سب کچھ بتا سکتی ہوں مگر میری ایک شرط ہے۔" لکی نے کہا۔

"کیا؟"

"میرا ایک مطالبہ پورا کر دو، میں تم سے ہر طرح تعاون کروں گی۔"

"کون سا مطالبہ؟" میں نے بے ساختہ پوچھا مگر مجھے کسی جواب کی ضرورت نہیں پڑی۔ اُس کی بے باک نظروں نے مجھے سب کچھ سمجھا دیا۔ میرے اندر کہیں بہت گہرائی سے نفرت اور غصے کی ایک شدید لہر اُٹھی جس نے میرے دل و دماغ کو اپنی گرفت میں لے لیا۔ وہ اس عالم میں بھی سودے بازی کر رہی تھی اور سودے بازی بھی کون سی؟ جس کے بارے میں اُسے معلوم تھا کہ میں اُس کا مطالبہ ہرگز پورا نہیں کروں گا۔

انتہائی شدید غصے کے عالم میں میں اپنی جگہ سے اُٹھا اور قبل اس کے کہ لکی کچھ سمجھ پاتی، میں اُس کی گردن پہ کھڑی ہتھیلی کا وار کر چکا تھا۔ گردن کی ہڈی ٹوٹنے کی آواز کمرے میں گونجی اور لکی بیڈ سے کمرے کے فرش پر لڑھک گئی۔ اُس کی آنکھیں بے یقینی کے عالم میں پھیلی ہوئی تھیں، شاید اُسے مرنے کے بعد بھی یقین نہیں آرہا تھا کہ میں اُس کے ساتھ یہ انتہائی سلوک بھی کر سکتا ہوں۔

چند لمحوں تک میں خود پہ قابو پانے کی کوشش کرتا رہا جو کچھ ہوا اُس پر مجھے قطعی افسوس نہیں تھا۔ میں پہلے ہی فیصلہ کر چکا تھا کہ اُسے اُس کی زندگی سے محروم کر دوں گا۔ بے مصرف چیزوں کو ٹھکانے لگا دینا ہی عقل مندی کی علامت ہے اور اُس کی زندگی تو خود میرے لیے خطرے کا باعث بن گئی تھی۔ اُسے معلوم ہو گیا تھا کہ میں اُس کی اصلیت سے واقف ہو چکا ہوں اور وہ اس بات سے اولیو ہاورڈ کو مطلع کیے بنا باز نہ آتی۔ میں اگر چاہتا تو اُسے قید کر کے اولیو ہاورڈ تک اطلاع پہنچانے سے باز رکھ سکتا تھا مگر میں کسی جھنجھٹ میں پڑنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

میں نے خود کو سنبھالنے کے بعد ملازم کو بلانے کے لیے گھنٹی کا بٹن دبایا۔ چند ہی لمحوں بعد قدموں کی چاپ ابھری اور ملازم دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ مجھے اُس کی اتنی جلد آمد پہ حیرت بھی ہوئی۔ رات کے بارہ بجنے کو تھے مگر وہ جاگ رہا تھا۔ کمرے میں داخل ہوتے ہی اُس کی نظر لکی پر پڑی۔

"لک . . . کیا یہ بے ہوش ہو گئی ہیں؟" اُس نے بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

"مرچکی ہے۔" میں نے خشک لہجے میں جواب دیا۔

"اس کی لاش ٹھکانے لگوا دو۔"

"مم... مسٹر پیٹر اپنی چھت کے نیچے کسی کا قتل برداشت نہیں کرتے۔" اُس نے گھبرائے ہوئے انداز میں کہا۔

میں اُس سے کچھ کہے بغیر آگے بڑھا اور فون اٹھا کر بڈ کے ہوٹل کا نمبر ملایا۔ بڈ کمرے میں موجود تھا۔ میں نے اُس سے کہا کہ میں پیٹر سے بات کرنا چاہتا ہوں۔

"مسٹر پیٹر اس وقت میرے کمرے میں ہی ہیں چیف! لو اُن سے بات کرو۔" چند سیکنڈ بعد پیٹر کی آواز آئی۔ "خیریت تو ہے ایلن؟"

"تم نے اپنے آدمیوں کو میرے بارے میں واضح ہدایات نہیں دی ہیں مسٹر پیٹر! اور یہ چیز میری راہ میں مشکلات پیدا کر رہی ہے۔ بعض اوقات مجھے ہنگامی فیصلے کرنے پڑتے ہیں، میرے پاس اتنا وقت نہیں ہوتا کہ میں ہر بار تم سے رابطہ قائم کروں۔ یا تو اپنے آدمیوں سے کہو کہ آنکھ بند کر کے مجھ سے تعاون کریں یا پھر مجھے معذور سمجھو۔ میں جو کچھ کرنا چاہتا ہوں اپنے ذرائع سے بھی کر سکتا ہوں۔"

"کیا بات ہو گئی ایلن؟" پیٹر کی متحیرانہ آواز آئی۔ "بہت برہم لگ رہے ہو۔ کیا میرے کسی آدمی نے تمھارے ساتھ کوئی زیادتی کر دی ہے؟"

"میں تمھارے ملازم کو ریسیور دے رہا ہوں۔ اسے واضح ہدایات دے دو۔" میں نے کہا اور ریسیور ملازم کی طرف بڑھا دیا۔ اُس نے ریسیور مجھ سے لیا۔ چند لمحوں تک دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سنتا رہا پھر بولا۔ "انھوں نے اپنی ساتھی لڑکی کو قتل کر دیا ہے اور مجھ سے لاش ٹھکانے لگانے کو کہہ رہے ہیں۔ میں نے ان سے کہا کہ..."

شاید دوسری جانب سے اُس کی بات کاٹ دی گئی تھی۔ وہ خاموش ہو کر دوسری جانب سے کہی جانے والی بات سننے لگا۔

"ٹھیک ہے جناب۔" اُس نے ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "کل کو اگر انھوں نے اس بنگلے کو بم سے اڑا دینے کے لیے کہا تو اڑا دوں گا، مجھے کیا؟" اُس نے دوسری جانب سے جواب سننے کی زحمت کیے بغیر ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا اور میری طرف مڑ کر بولا۔ "آپ جائیے۔ آپ کا کام ہو جائے گا۔"

"سنو دوست!" میں نے اُس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔ "تم مجھے اپنے باس کے بہت وفادار ملازم معلوم ہوتے ہو۔"

"وہ تو میں ہوں۔" اُس نے فخریہ لہجے میں کہا۔ "لیکن بعض اوقات باس ایسی باتیں کرتا ہے کہ جھنجلاہٹ ہونے لگتی ہے۔"

"تمھیں معلوم ہے کہ اُس کی زندگی خطرے میں ہے۔ اگر میں اس لڑکی کو ہلاک نہ کرتا تو ممکن ہے یہ تمھارے باس کی موت کا باعث بن جاتی۔"

ملازم کی حیرت سے آنکھیں پھیل گئیں۔ "باس کی زندگی خطرے میں ہے اور اُس نے ہمیں بتایا تک نہیں۔"

"اُس کے دشمنوں سے نمٹنے کے لیے اور بھی بہت لوگ موجود ہیں۔ اگر سب لوگ وہی کرنے لگیں جو اُن سے کہا جائے تو اُس کے دشمن بہت جلد اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔" اُس نے بڑے جوش سے سر ہلایا۔ "آپ بتائیں کہ اس کی لاش کو کس طرح ٹھکانے لگانا ہے؟ بوٹیاں بنا کر قیمہ کر کے یا اسے برقی بھٹی میں جھونک دوں؟"

"مجھے اس سے کوئی دلچسپی نہیں ہے جیسے چاہو ٹھکانے لگا دو۔" میں نے کہا۔ "اور ہاں ڈرائیور سے گاڑی نکالنے کے لیے کہو میں ذرا باہر جاؤں گا۔"

ملازم نے بڑی فرماں برداری سے میرے کہنے پر عمل کیا۔ میں نے جلدی جلدی لکی کا سامان سمیٹ کر الماری میں بند کیا۔ اور باہر نکل آیا۔ اب تیزی سے عمل کرنا ضروری ہو گیا تھا۔ صبح کا انتظار نہیں کیا جا سکتا تھا۔ جو کام جتنی جلدی ہو جاتا اتنا ہی اچھا تھا۔ لکی مر چکی تھی، اولیو ہاورڈ اُس کی کال کا انتظار کرتا جو ظاہر ہے اُسے موصول نہ ہوتی۔ کال موصول نہ ہونے کی صورت میں اولیو ہاورڈ ایک روز تو یہ سوچ کر مطمئن ہو سکتا تھا کہ لکی کو کال کرنے کا موقع نہیں ملا ہو گا لیکن اگلے روز اُس کا تشویش میں مبتلا ہو جانا یقینی تھا اور مجھے اس سے قبل ہی کچھ نہ کچھ کر گزرنا تھا۔

بڈ کے ہوٹل تک پہنچنے کے لیے گاڑی میں نے خود ڈرائیو کی۔ ڈرائیور عقبی نشست پر بیٹھا تھا۔ میں نے تمام راستے تعاقب کا خیال رکھا تھا اور مجھے یقین تھا کہ میرا تعاقب نہیں کیا گیا۔ ڈرائیور کو نیچے گاڑی میں چھوڑ کر میں بڈ کے کمرے کی طرف چلا گیا۔ وہ اپنے کمرے میں اکیلا ہی تھا اور سونے کے لیے لیٹ چکا تھا۔

"خیریت تو ہے چیف!" مجھے دیکھ کر اُس نے قدرے بوکھلائے ہوئے لہجے میں سوال کیا۔ "ابھی تھوڑی ہی دیر قبل تو تم نے فون کیا تھا۔ اُس وقت تو تم نے یہاں آنے کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا؟"

"باتیں بعد میں ہوں گی۔" میں نے کہا۔ "پہلے تم جا کر پیٹر کو

بُلا لاؤ۔"

بڈ جا کر پیٹر کو بُلا لایا۔ وہ بھی میری اچانک آمد سے خاصا پریشان ہو گیا تھا۔ میں نے اُن دونوں کو اُن حالات سے آگاہ کیا جن کے تحت مجھے لکی کو ہلاک کرنا پڑ گیا تھا۔

"تم نے بہت اچھا کیا ایلن۔" پیٹر نے کہا۔ "سانپ کی اولاد سنپولیا ہوتی ہے۔ اُس کے ساتھ بھی کوئی رعایت نہیں ہونی چاہیے۔"

"اب لکی کے مرنے کی وجہ سے ہمیں کام کی رفتار تیز کر دینا پڑے گی۔ اسی لیے میں نے صبح کا انتظار نہیں کیا اور اسی وقت یہاں چلا آیا۔"

"یہ تم نے بہت اچھا کیا۔" پیٹر نے کہا۔ "میں خود بھی انتظار نہیں کر پا رہا تھا۔ تم اُس شخص کی کیفیت کا اندازہ کر سکتے ہو جسے تیس برس کے طویل انتظار کے بعد اپنی منزل ملنے کی کوئی اُمید نظر آنے لگی ہو۔"

"مجھے تمھاری بے چینی کا اندازہ ہے پیٹر! میں نے منصوبہ بنا لیا ہے جس کے لیے سارے انتظامات تمھیں کرنا پڑیں گے۔ جیسے ہی انتظامات مکمل ہو جائیں گے ہم اولیو ہاورڈ پر چڑھائی کر دیں گے۔"

"مجھے اپنے منصوبے سے آگاہ کرو۔" پیٹر نے بے چینی سے کہا۔ "میری کوشش تو یہ ہو گی کہ وہ کل صبح کا سورج بھی طلوع ہوتے نہ دیکھ سکے۔"

"میں نے بہت سادہ منصوبہ ترتیب دیا ہے لیکن اُس پر عمل پیرا ہونے کے لیے وسائل کی ضرورت پڑے گی جو میں فوری طور پر مہیا نہیں کر سکوں گا۔ یہاں کی میٹروپولیٹن کارپوریشن جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ تو کرتی ہو گی؟"

"کرتی تو ہے مگر اُن کا دائرہ کار مخصوص جگہوں تک محدود ہے۔" پیٹر نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یہ بتاؤ کہ وہ جراثیم کش ادویہ چھڑکنے کے لیے کیا طریقے استعمال کرتے ہیں؟"

"یہ تو بہت مشکل سوال ہے۔ ضرورت پڑنے پر ہیلی کاپٹر تک استعمال کیا جا سکتا ہے۔"

"ہمیں اتنے بڑے پیمانے پر چھڑکاؤ نہیں کرنا ہے۔ ہمیں تو میٹروپولیٹن کارپوریشن کی ایک بڑی وین کی ضرورت پڑے گی۔"

"تم اپنا مکمل منصوبہ بتاؤ۔" پیٹر نے اضطراب کے عالم میں کہا۔ "تاکہ میں کوئی حتمی فیصلہ کر سکوں۔"

"اگر ایک ایسی وین کا انتظام ہو جائے تو ہم اپنے آدمیوں کو متعلقہ محکمے کی مخصوص وردی پہنا کر اور جراثیم کش ادویہ کے سیلنڈروں سے لیس کر کے اُس علاقے میں پہنچ جائیں گے اور وہاں کی عمارات میں جراثیم کش ادویہ کا چھڑکاؤ کریں گے۔ عمارات میں کیا، ہم سیدھے اُس عمارت میں پہنچ جائیں گے جہاں اولیو ہاورڈ ہے۔ سیلنڈر باہر سے تو ویسے ہی ہوں گے جیسے اس کام میں استعمال کیے جاتے ہیں مگر اندر سے دو حصوں میں منقسم ہوں گے۔ ایک حصے میں واقعی جراثیم کش دوا ہو گی اور دوسرے حصے میں بے ہوش کر دینے والی گیس ہو گی جسے ضرورت کے مطابق استعمال کیا جا سکے گا۔ تم میرا منصوبہ سمجھ گئے یا مزید وضاحت کروں؟"

"میں سمجھ گیا۔" پیٹر نے سر ہلایا۔ "مگر تمھارے منصوبے میں چند خامیاں ہیں، مثلاً یہاں گھروں کے اندر جراثیم کش دوا کے چھڑکاؤ کا رواج نہیں ہے۔ اس لیے ہم مشکوک قرار پا سکتے ہیں۔"

"ہمارے پاس متعلقہ محکمے کا ایک لیٹر ہو گا جس میں شہریوں سے تعاون کی درخواست کی گئی ہو گی۔ اُس میں یہ تذکرہ بھی ہو گا کہ اس علاقے میں ایک ایسے جرثومے کی موجودگی کی علامات ملی ہیں جو اگر پھیل گیا تو صحتِ عامہ کے لیے سخت خطرے کا باعث بن جائے گا۔ اسے ابتدائی مرحلے میں ختم کر دینے کے لیے یہ احتیاطی تدابیر اختیار کی جا رہی ہیں۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا۔ "بات تو معقول ہے مگر اُس جرثومے کا نام کیا ہو گا اور یہ کہ اس کے باوجود اگر اُن لوگوں نے تعاون کرنے سے انکار کر دیا تو کیا ہو گا؟"

"جرثومے کا نام کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ کوئی بھی اوٹ پٹانگ نام لکھا جا سکتا ہے اور جہاں تک اُن لوگوں کے تعاون نہ کرنے کا سوال ہے تو میرا خیال ہے اس کے امکانات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اولیو ہاورڈ یہ ہرگز پسند نہیں کرے گا کہ اُس کا ٹھکانہ حکومت کی نظروں میں آئے۔ اس لیے کہ وہ خود غیر قانونی سرگرمیوں میں ملوث ہے لہٰذا وہ ہم سے تعاون کرنے کو ہی ترجیح دے گا۔ اُسے یہ اندازہ تو نہیں ہے کہ اُس کے خلاف کوئی سازش ہو چکی ہے۔ ایک ہی تو اُس کا حریف ہے جو اُس کی دانست میں اُس کی بیٹی کے جنگل میں پھنسا ہوا ہے اس لیے وہ بے فکر ہے اور ہم اُس کی اسی بے فکری سے فائدہ اٹھائیں گے۔"

"ٹھیک ہے، جیسا تم مناسب سمجھو۔" پیٹر نے کہا۔ "کسی اور چیز کی ضرورت تو نہیں ہو گی؟"

"ایک بڑی وین، جیسی میٹروپولیٹن کارپوریشن اس مقصد کے لیے استعمال کرتی ہو، ویسے سیلنڈر جیسے میں نے بتائے ہیں، خودکار مگر چھوٹے قسم کا اسلحہ جسے لباسوں میں

Courtesy www.pdfbooksfree.pk

چھپا کر اندر لے جایا جاسکے اور ایسے افراد جو اسلحہ استعمال کر سکیں۔ ممکن ہے ایسی صورتِ حال پیدا ہو جائے کہ تصادم ناگزیر ہو جائے۔"

"یہ تمام تیاریاں مکمل ہونے میں تو کل کا پورا دن لگ جائے گا۔" پیٹر نے کہا۔

"مجھے اندازہ ہے کہ یہ آسان کام نہیں ہے لیکن تم کوشش کرو کہ جلد از جلد یہ سارے کام مکمل ہو جائیں۔"

"یہ کہنے کی تو تمہیں ضرورت ہی نہیں ہے۔" پیٹر نے کہا۔ "میں تو خود چاہتا ہوں کہ جتنی جلدی یہ کام ہو جائے، اتنا ہی اچھا ہے۔"

"تم جیکسن کو فون کر کے یہاں بلا لو اور اس سے ہوٹل کی لابی میں ملاقات کرو۔ جو ہدایات بھی دینی ہوں اُسے دے دو اور اُس سے کہو کہ سارے کام وہی کرائے۔ تمہارا سامنے آنا ٹھیک نہیں ہے۔"

پیٹر نے اثبات میں سر ہلایا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔

"اس بار تم بڑے جارحانہ موڈ میں نظر آ رہے ہو چیف!" بڈ نے کہا۔

"اب یہ سب کچھ کرنا ضروری ہو گیا ہے۔ جب تک اولیو باورڈ سے مجھے یہ توقع تھی کہ وہ میرے کسی کام آسکتا ہے، میں اُس سے رعایت برتتا رہا۔ اب وہ بالکل بے مصرف ہو گیا ہے۔ صرف بے مصرف ہی نہیں بلکہ اب جو اُس سے نقصانات پہنچیں گے وہ ناقابلِ تلافی ہوں گے۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ اُس کا پتہ جلد از جلد صاف کر دیا جائے۔"

"میڈم بھی تو اُس کے قبضے میں ہیں چیف! اور مجھے افسوس یہ ہے کہ میں انھیں چھڑا نہیں سکا۔"

"تہذیب کو اُس کے چنگل سے نکالنا آسان نہیں ہوگا بڈ! اور کچھ نہیں تو وہ تہذیب کو یرغمال بنا کر ہمیں کسی بھی بات پر مجبور کرنے کی کوشش کر سکتا ہے!"

"کوشش سے کیا مراد ہے چیف!" بڈ نے چونک کر کہا۔ "اگر ایسا ہوا تو کیا تم اُس کا مطالبہ نہیں مانو گے؟"

"مجھے خود نہیں معلوم بڈ کہ اُس وقت میں کیا کروں گا۔ یہ ساری جدوجہد اسی لیے تو ہے کہ میں ایسی کسی آزمائش سے بچنا چاہتا ہوں۔"

کچھ دیر بعد پیٹر واپس آ گیا۔ میں نے جیکسن کو ہدایات دے دی ہیں۔" اُس نے بتایا۔ "ہمارے پاس ایک وین موجود ہے جس پر رنگ و روغن کی تبدیلی کے بعد ہم اُسے اپنے استعمال کے قابل بنا لیں گے۔ کل صبح جیکسن ہمارے لیے مطلوبہ سیلنڈر بھی تیار کرا لے گا اور متعلقہ محکمے کا لیٹر ہیڈ بھی حاصل کر لے گا جس پر جعلی خط تیار کیا جائے گا۔ آدمیوں اور اسلحے کا بندوبست تو کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔"

"کیا تم نے مخصوص وردیوں کو نظر انداز کر دیا ہے پیٹر؟" میں نے کہا۔

"اوہ، نہیں، میں نے اس کے لیے بھی جیکسن سے کہہ دیا ہے۔ وردیاں بھی صبح تک تیار ہو جائیں گی۔"

"ٹھیک ہے۔ اب تم وہ مضمون لکھ لو جو ہمیں لیٹر ہیڈ پر ٹائپ کرانا ہوگا اور ڈرائیور سے کہو کہ وہ واپس چلا جائے۔ میں رات یہیں گزاروں گا۔"

میں نے پیٹر کو لیٹر کا مضمون ڈکٹیٹ کرایا اور اُس کے بعد سو گیا۔ صبح اٹھتے ہی پیٹر نے اطلاع دی کہ گاڑی کی تیاری کا کام آخری مرحلے میں ہے اور وردیاں تیار ہو گئی ہیں۔

"چند گھنٹے کے اندر اندر بقیہ کام بھی ہو جائیں گے۔" پیٹر نے بتایا اور میں نے مطمئن انداز میں سر ہلا دیا۔

گیارہ بجے اطلاع ملی کہ جیکسن نے لیٹر ہیڈ حاصل کر لیا ہے۔ ایک بجے تک ہر کام مکمل ہو چکا تھا۔

"ہم لنچ کرنے کے بعد اپنی مہم پر روانہ ہوں گے۔" میں نے اعلان کیا اور پیٹر نے خوشی کا اظہار کیا۔ بڈ بھی خاصا پُرجوش نظر آ رہا تھا۔

پھر ٹھیک تین بجے نیویارک کے مضافاتی علاقے میں واقع ایک پرائیویٹ گیراج سے وہ جعلی وین برآمد ہوئی جس کا رنگ اور ڈیزائن اُسے میٹروپولیٹن کارپوریشن سے متعلق ظاہر کر رہا تھا۔ پیٹر وین ڈرائیو کر رہا تھا اور اُس کے برابر میں بیٹھا تھا۔ بقیہ چار افراد عقبی سیٹوں پر تھے جن کے پاس مخصوص قسم کے سیلنڈر موجود تھے۔ ہم سب وردیوں میں تھے اور مسلح تھے۔ بڈ کے سپرد میں نے دوسرا کام کیا تھا۔

وین تیز رفتاری سے اولیو باورڈ کے ٹھکانے کی طرف اُڑی جا رہی تھی اور اُس سے فیصلہ کن معرکے کا تصور کر کے ہی میرے جسم میں سنسنی کی لہریں دوڑ رہی تھیں۔

2268

اس دلچسپ ترین کہانی کے بقیہ واقعات اگلے حصے میں ملاحظہ فرمائیں

Shaheen Library
SAHIWAL.

Courtesy www.pdfbooksfree.pk